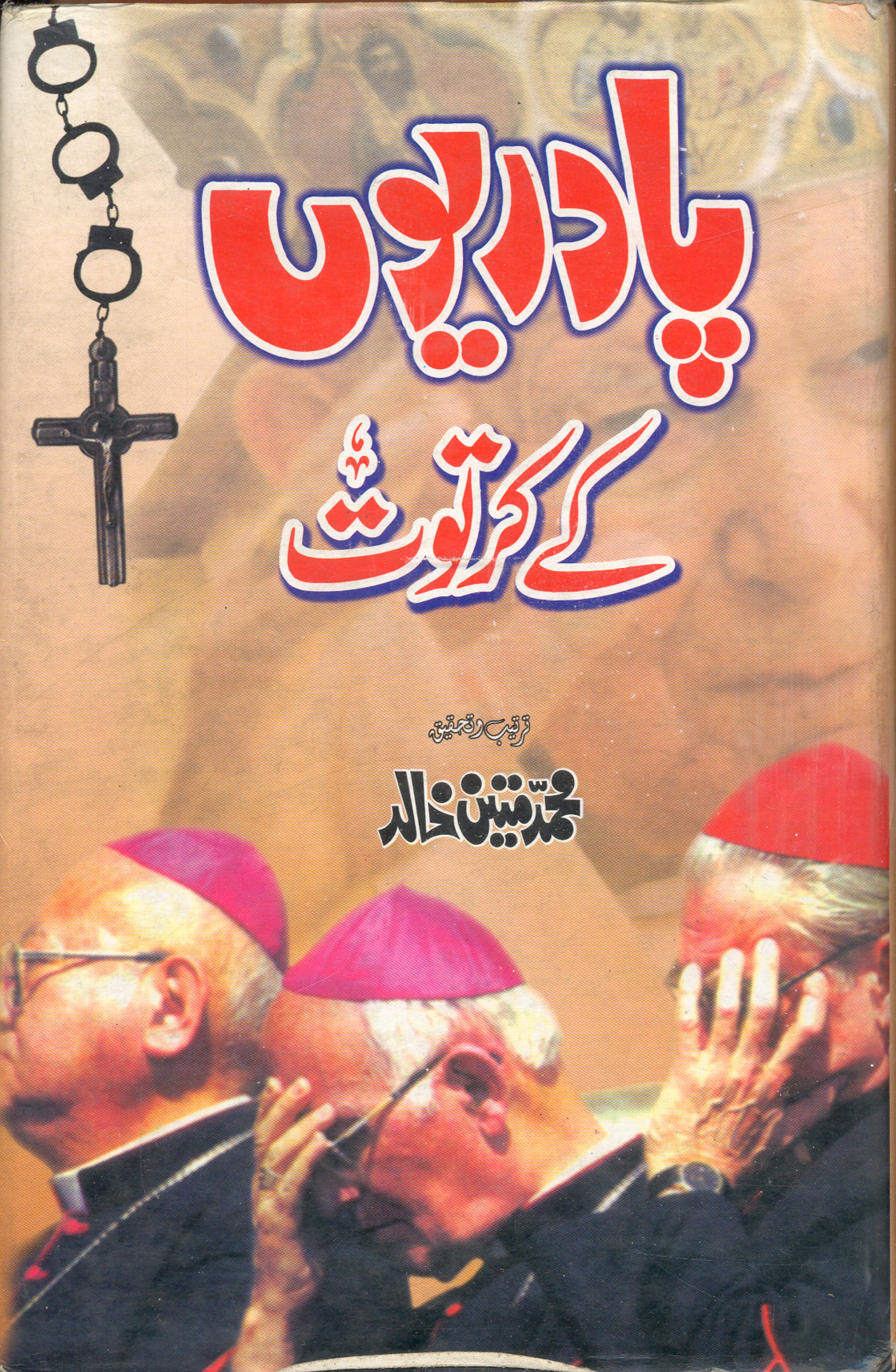
پادریوں
کے کرتوت
ترتیب و تحقیق
محمد متین خالد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پادریوں کے کرتوت

''بچوں اور عورتوں کے ساتھ پادریوں کے جنسی سکینڈلز کے بارے میں مزید معلومات اور تحقیق کے خواہش مند شائقین کو انٹرنیٹ سے رجوع کرنا چاہیے۔ انٹرنیٹ موجودہ دور کی وہ حیرت انگیز ایجاد ہے جہاں آپ دنیا کے ہر موضوع پر خاصا مواد حاصل کرسکتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر بڑی تعداد میں سرچ انجن ہیں جو آپ کی ہر موضوع پر نہ صرف راہنمائی کرتے بلکہ بے شمار علمی مواد بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان سرچ انجنوں میں Yahoo, Google, MSN, اور Altavista سرفہرست ہیں۔ ایک انکشاف قارئین کے لیے انتہائی دلچسپی کا باعث ہوگا کہ میں نے پادریوں کے جنسی سکینڈلز کے موضوع پر ریسرچ کے لیے جب انٹرنیٹ سے رجوع کیا تو میں یہ دیکھ کر حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا کہ اس موضوع کے متعلق صرف ایک ویب سائٹ www.findarticles.com پر 10 لاکھ سے زائد علمی و تحقیقی آرٹیکلز موجود ہیں۔ باقی لاتعداد سرچ انجن اور ویب سائٹس پر موجود (اس خاص موضوع کے متعلق) بے شمار آرٹیکلز اس کے علاوہ ہیں۔ وقت اور وسائل کی کمی کے پیش نظر میں ان دس لاکھ میں سے بہت کم آرٹیکلز سے استفادہ حاصل کرسکا ہوں۔ اس سائٹ پر ہر آرٹیکل 2 سے 12 صفحات پر مشتمل ہے۔ اگر ہر آرٹیکل اوسطاً صرف 5 صفحات کا شمار کیا جائے تو گویا یہاں 50 لاکھ سے زائد صفحات کا مواد موجود ہے۔ ایک ضخیم کتاب عموماً 500 صفحات پر مشتمل ہوتی ہے' اس طرح ان صفحات سے 10 ہزار کتابیں آسانی سے تیار ہوسکتی ہیں جنہیں ایک بڑی لائبریری جتنی جگہ درکار ہوگی۔ ان ناقابل تردید حقائق اور مستند شواہد کی موجودگی میں آپ چرچ اور اس کے متعلقہ لوگوں کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔''

پادریوں کے کرتوت

✿

ترتیب و تحقیق

محمد متین خالد

انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت
لاہور کینٹ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	....	پادریوں کے کرتوت
ترتیب و تحقیق	....	محمد متین خالد
ناشر	....	انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت
مطبع	....	جوہر رحمانیہ پرنٹرز' لاہور
سرورق	....	محمد عامر سعید
کمپوزنگ	....	محمد حفیظ/ فراز کمپوزنگ سنٹر' لاہور
سن اشاعت	....	فروری 2003ء
قیمت	....	-/250 روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

34- اردو بازار' لاہور۔فون: 7352332

انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف تحفظ ختم نبوت

لاہور کینٹ

فہرست

✿	انتساب		9
✿	دربار کی زینت بھی ہیں' بازار میں رسوا بھی ہیں	محمد متین خالد	11
✿	صلیبی دنیا کے جنسی دہشت گرد	ملک احمد سرور	15
✿	شکریہ!		19
✿	اسلام اور عیسائیت کا فرق	قائداعظمؒ	22
✿	پوپ سے پادری تک		23
❑	پادریوں کا جنسی جنون	محمد متین خالد	25
❑	عیسائیت کے علمبرداروں کا سیاہ چہرہ	ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری	55
❑	بائبل کی اخلاقی تعلیم کے اثرات	پروفیسر ساجد میر	77
❑	رنگیلے پادریوں کے شیطانی کرتوت	سیّد عاصم محمود	123
❑	مسیحی شہوانیات	نیاز فتح پوری	129
❑	اہل کلیسا کی قابل رحم حالت	ادریس آزاد	160
❑	عیسائیت اور جنسیات	علی عباس جلالپوری	165
❑	سکینڈل	معین باری	172
❑	ہم جنسی پرستی اور عیسائیت	امام علاء الدین (امریکہ)	175
❑	عیسائیت' عورت اور جنسی جبلت	شیخ محمد علی	203

❑ پوپ کی جنسی خرمستیاں	امجد حیات ملک	211
❑ فحاشی کا عذاب......ایڈز	مولانا محمد تقی عثمانی	217
❑ اخلاقی زوال میں پادریوں کا کردار	سیّد قطب شہید	223
❑ پادریوں کی اخلاقی بے راہروی	ڈاکٹر نادر رضا صدیقی	228
❑ تاریخ اخلاق یورپ	ایڈورڈ ہارٹ پول لیکی	238
❑ تصویر مغرب	چوہدری غلام جیلانی بی اے	245
❑ پادریوں میں رنگین مزاجی	سیّد تنظیم حسین	276
❑ ویلنٹائن ڈے' تاریخ و تحقیق کی روشنی میں	عزیز الرحمٰن ثانی	284
❑ حرامی کون؟	ملک احمد سرور	289
❑ بائبل میں انبیاء کے گناہوں کی حقیقت	محمد اسلم رانا	295
❑ پادریوں کی اخلاقی حالت	محمد متین خالد	309
❑ امریکہ اخلاقی اعتبار سے کہاں کھڑا ہے؟	تنویر قیصر شاہد	343
❑ بائبل کی فحش تعلیمات	محمد اسلم رانا	346
❑ بائبل میں فحش تصاویر' بائبل مقدس کی بے حرمتی کا نیا اقدام	خواجہ حامد بن جمیل	374
❑ Old testament Gets a Sexy New Look	خواجہ حامد بن جمیل	376
❑ جنس' شادی اور طلاق	خواجہ حامد بن جمیل	378
❑ پادریوں کے رنگ ڈھنگ	خواجہ حامد بن جمیل	380
❑ قرون وسطیٰ میں یورپ کی اخلاقی حالت	ڈاکٹر غلام جیلانی برق	390
❑ ظہور رہبانیت کے اسباب	مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ	396
❑ جدید تہذیب کی خودکشی	مولانا محمد اقبال رنگونی	406
❑ اسلامی غیرت' عالمی کلیسا کی بے حسی اور ہماری حیرت	محمد اسلم رانا	413

سینزری بورجیا	محمد یونس حسرت	415
راسپوٹین......مقدس شیطان	شاہد مختار	424
یورپ کی اِک حسین راہبہ	نیاز فتح پوری	443
مغربی دنیا کا اخلاق	السید مجتبیٰ	450
کلیسا کے جرائم	السید مجتبیٰ	460
کیتھولک پادریوں کی شرمناک حرکات	مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ	470
کنوارے پادریوں کے رنگیلے کارنامے	قاضی کاشف نیاز	472
مغرب کی اخلاقی حالت' دانشوروں کی نظر میں	محمد نوید شاہین' ایڈووکیٹ	482
ہم جنسیت اور عیسائیت	سلطان احمد اصلاحی	518
پڑھتا جا' شرماتا جا (اخباری تراشے)	محمد متین خالد	523
امریکی معاشرے کی موجودہ سیاسی اور اخلاقی حالت پر سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن کا نوحہ	چوہدری مظفر حسین	533
چھپتے چھپتے......	محمد متین خالد	554

انتساب

اسلام

کے

نظامِ عفّت و عصمت

کے نام

؎ کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

دربار کی زینت بھی ہیں' بازار میں رسوا بھی ہیں

پادریوں کے لیے عیسائی پیشوائیت اور پاپائیت کے راہبانہ و مجردانہ قوانین اور تعلیمات کی پہلی شق اور بنیادی اصول جنسی پاکبازی ہے۔ مگر یورپ میں مادر پدر جنسی آزادی اور بے راہروی کی کوہ قامت نے بڑے بڑے گرجوں کے اعلیٰ مذہبی عہدیداروں اور پادریوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ ہم جنس پرستی ''مہذب مغرب'' کا محبوب مشغلہ ہے' اسے وہاں قانونی اور آئینی تحفظ بھی حاصل ہے۔ شرم و حیا اور اخلاقی اقدار سے عاری پادریوں کی اکثریت اس فعل شنیع میں بری طرح مبتلا ہے۔ اکثر چرچ ''منی شہر سدوم'' بن چکے ہیں۔ فطرت کے اصولوں سے بغاوت اور انحراف کے نتائج یونہی برآمد ہوتے ہیں۔ پادریوں کی رنگ رلیوں اور گھناؤنی کرتوتوں کی داستانیں اتنی حیران کن ہیں کہ خود یورپ کے دانشور حیران و ششدر ہیں۔

خامہ انگشت بہ دنداں کہ اسے کیا لکھیے
ناطقہ سر بہ گریباں کہ اسے کیا کہیے

پادریوں کی اکثریت عیاش' عیار' زر پرست اور پیٹ پرست ہے۔ انہیں بھاری بنک بیلنس' عمدہ گاڑیاں' قیمتی موبائل اور اعلیٰ ملبوسات کا چسکا چین نہیں لینے دیتا۔ انہوں نے بھاری بھر کم ''عطیات'' وصول کرنے پر کمر باندھ رکھی ہے۔ بچوں اور راہباؤں (Nuns) سے شیطانی جنسی ہوس پورا کرنا ان کا معمول ہے۔ وہ فنڈز کی خورد برد' منشیات کی خرید و فروخت' طوائفوں کی سرپرستی اور ہم جنس پرستی میں ملوث پائے گئے ہیں۔ ان میں بعض اس قدر ظالم

اور پاپی ہیں کہ جبری جنسی زیادتی اور رنگ رلیوں کی سنگین وارداتوں سے بھی نہیں چوکتے۔

خلاف شرع تو یہ شیخ تھوکتا بھی نہیں
مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

مارچ 2001ء (امریکہ) میں کلیسا کے بعض اعلیٰ عہدوں پر فائز بظاہر محترم مگر سیاہ کار و بدباطن پادریوں کو امریکہ میں پولیس اور صحافیوں نے اس وقت رنگے ہاتھوں پکڑا جب وہ طوائفوں سے دادِعیش دے رہے تھے۔ مگر کمال ڈھٹائی ہے کہ انہیں اپنے جرم پر کوئی شرم آئی نہ انہوں نے رتی برابر کسی پشیمانی کا اظہار کیا۔ المیہ یہ ہے کہ چرچ کے مجاز مذہبی پیشواؤں نے بجائے باز پرس کرنے کے انہیں مکمل ''تحفظ کی چھتری'' فراہم کی کیونکہ وہ خود ''شریک جرم'' ہیں اور بخوبی جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے ان ماتحت پادریوں کے خلاف کوئی کارروائی کی تو ''بالانشین پردہ نشیں'' اعلیٰ عہدیداروں کے اپنے چہرے ''بے نقاب'' ہو جائیں گے۔

بقول شخصے عیسائیوں کے پیشوا ذلت اور پستی کے اس درجے کو پہنچ چکے ہیں کہ انہیں دیکھ کر قوم لوط کی بدکاریاں بھی ہیچ نظر آتی ہیں۔ ان کی شہوت رانیاں اور ہوسناکیاں جنون کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں۔ امریکی اخبار ''کنساس سٹی سٹار'' کی رپورٹ کے مطابق ''2000ء میں صرف ایک ہفتہ میں ایک سو امریکی پادری ایڈز سے ہلاک ہوئے جبکہ سینکڑوں اس موذی مرض کے جراثیم HIV کا شکار ہیں۔''

شہوت پرستی نے پادریوں کو اس قدر اندھا کر دیا ہے کہ وہ حیوانیت اور بہیمیت کی ہر حد بھی پھلانگ چکے ہیں۔ امریکی میگزین ٹائم مارچ 2002ء کی تہلکہ آمیز رپورٹ کے مطابق 2 سال سے 10 سال تک کے معصوم بچوں کے ساتھ پادریوں نے مسلسل کئی مہینوں تک Oral Sex کیا۔ ایسی شقاوت اور قساوت چشم فلک نے شاید پہلے کبھی نہ دیکھی ہو۔

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا

امریکہ میں ہونے والی ہم جنس پرستوں کی بین الاقوامی کانفرنس میں پادری حضرات خصوصی طور پر شرکت کرتے ہیں اور وہاں چرچ کی طرف سے خیرسگالی اور تعاون کا پیغام پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب کانفرنس میں یہ مطالبہ دہرایا جانے لگا ہے کہ ہم جنس پرستوں کو عبادت کے لیے چرچ میں علیحدہ اور مخصوص جگہ فراہم کی جائے تاکہ ان کی

پرائیویسی متاثر نہ ہو۔

عیسائی دنیا کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دے کر تمام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کردیا ہے۔ اس عقیدہ نے مذہب کی آڑ میں منافع بخش تجارت کی صورت اختیار کرلی جسے ہر دور میں عروج حاصل رہا۔ گرجوں میں گناہوں کے معافی ناموں کی ایجنسیاں قائم ہیں۔ ہر گناہ کے لیے الگ الگ معافی نامے بیچے اور خریدے جاتے ہیں۔ جن کے اوپر یہ عبارت درج ہوتی ہے۔

''تم پر خداوند یسوع کی رحمت ہو اور وہ تمہیں اپنے مقدس ترحم (خسروانہ) سے تمام گناہوں سے آزاد کردے''۔

معافی نامہ جاری کرنے والا پادری اس پر لکھتا ہے کہ

''میں مسیح اور اس کے بابرکت شاگرد پطرس پولوس اور مقدس پوپ کی روح سے جو مجھے انہوں نے عطا فرمائی ہے تمہیں آزاد کرتا ہوں' چاہے وہ کسی شکل کی ہو۔ حدود شکنی اور زیادتی خواہ وہ کیسی ہی مہیب اور شدید کیوں نہ ہو' وہ سزا تم سے اٹھا لیتا ہوں جو تمہیں تمہارے گناہوں کی پاداش میں جہنم سے ملنے والی تھی۔ باپ' بیٹا اور روح القدس کے نام پر جنت کی راہیں تم پر کشادہ ہوں''۔

پادریوں کے مکر وفریب اور تحریص وترغیب کا جال اتنا بڑا ہے کہ سادہ لوح لوگ ان سے فوراً مرغوب ومتاثر ہو جاتے ہیں۔ ہر بڑے پادری نے نجات کے پروانوں کی ''بمپر لوٹ سیل'' لگا رکھی ہے۔ چرچوں میں گناہوں کی معافی کے مختلف ریٹ ہوتے ہیں۔ قتل' زنا' اسقاط حمل' چوری' جھوٹی گواہی اور دیگر سنگین جرائم' معمولی رقم کی ادائیگی پر معاف ہو جاتے ہیں۔ یہ معافی نامے نہ صرف اپنے گناہوں کی بخشش بلکہ اپنے فوت شدہ ماں باپ' عزیز و اقارب اور دوستوں کے گناہوں کے کفارہ کے لیے خریدے جاسکتے ہیں' یہاں تک کہ پادری رقم وصول کرنے کے بعد لوگوں کو موقع پر ہی ان کے گناہوں کی معافی کی خوشخبری سنا دیتے ہیں۔ خود پروٹسٹنٹ فرقہ کے بانی مارٹن لُوتھر کا کہنا ہے کہ ''خوب گناہ کرو مگر اس کے ساتھ کفارہ ادا کرکے ایمان کو مزید مضبوط بناتے جاؤ۔''

یہ ہے عیسائیت کا کلچر اور تمدن جو تیزی سے تنزل اور پستی کے غار کی نذر ہو رہا ہے۔ اس کی ظاہری آب وتاب اور وجاہت ختم ہو رہی ہے اور اندرونی خباثت کی سڑانڈ

پھوٹ رہی ہے۔ دعویٰ مسیح کی پیروی کا ہے اور اطاعت ''راسپوٹین'' کی کی جارہی ہے' عزت کے الفاظ عصمت کے متعلق استعمال کیے جاتے ہیں لیکن عملی زندگیاں حرام کاری اور آتشک کے لیے وقف ہیں۔ زبانی داد سچائی کو دیتے ہیں لیکن عملاً اقتدار و اختیار کی کرسیوں پر بددیانتوں کو بٹھاتے ہیں۔

انہی عوامل کی بناء پر عوام اور چرچ کے اعتماد کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ لوگ اپنے مذہبی پیشواؤں سے متنفر ہو چکے ہیں۔ والدین اپنے بچوں کو گرجوں میں بھجوانے سے گھبراتے ہیں۔ کوئی دن نہیں گزرتا جب اخبارات اور ٹیلی ویژن پر پادریوں کے جنسی سکینڈلز کی بازگشت نہ سنائی دے۔ لطیفہ یہ ہے کہ عوام کے زبردست غصہ اور میڈیا کی شدید تنقید کے نتیجہ میں جنسی بدعنوانیوں کے سنگین الزامات پر چرچ کی ملازمت سے استعفیٰ دینے کے بعد رنگین مزاج پادری فلمی دنیا سے منسلک ہو جاتے ہیں' جب وہاں سے دل بھر جاتا ہے یا شکایات کے بعد ان کو نکال دیا جاتا ہے تو واپس پھر چرچ آ جاتے ہیں۔ گویا چرچ سے فلمی دنیا اور فلمی دنیا سے چرچ کا سفر ہی پادریوں کی اصل زندگی ہے۔

چرچ کے قوانین کی شق نمبر 1578 کے مطابق ''پادری خدا کی طرف سے نامزد کیا جاتا ہے یا خود خدا نامزد کرتا ہے۔'' لہٰذا چرچ کے حالیہ جنسی سکینڈلز میں اب پادری (نعوذ باللہ) خدا کو قصوروار قرار دے رہے ہیں۔ گویا خدا ہی ہم جنس پرستوں کو پادری مقرر کرتا ہے اور چرچ والے صرف اس کا وسیلہ بنتے ہیں۔ یہی وہ نظریہ ہے جس نے چرچ کے اخلاقی زوال کی بنیاد رکھی ہے۔ اب ہر پادری اپنے تمام تر برے افعال کا ذمہ دار خدا کو ٹھہراتا ہے جس نے اسے اس منصب پر فائز کیا۔

زیرِ نظر کتاب عیسائیت کے نام نہاد اعلیٰ مذہبی عہدیداروں کا اصل چہرہ بے نقاب کرتی ہے...... آئیے دیکھتے ہیں کہ کلیسا کے ''پاکباز'' مذہب کے لبادے میں آئے دن کیا کیا گل کھلاتے رہتے ہیں؟

محمد متین خالد

صلیبی دنیا کے جنسی دہشت گرد

صلیبی دنیا میں آئے روز منظر عام پر آنے والے پادریوں کے جنسی سکینڈلز اور دیگر خرافات پر ان لوگوں کو تو حیرت ہو سکتی ہے جو بائبل کی عبارتوں اور صلیبی گرجوں کی تاریخ سے آگاہ نہیں یا پھر صلیبی فلسفۂ رہبانیت، کفارہ، رسم بپتسمہ اور عقیدۂ تثلیث و اعتراف سے بے خبر ہیں۔ بائبل کا ایک بڑا حصہ فحش جنسی داستانوں پر ہی مشتمل ہے اور بعض حصے تو اس قدر فحش ہیں کہ شریف آدمی تنہائی میں بھی پڑھتا ہوا شرماتا ہے مثلاً بائبل کی کتاب ''حزقی ایل'' کے بعض ابواب۔ بائبل کا مطالعہ کرنے والے بخوبی آگاہ ہیں کہ ایک جنسی داستان کے ختم ہونے پر الٰہی کلام کا کچھ حصہ آتا ہے اور پھر دوسری جنسی داستان شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح الٰہی تعلیمات کو فحش جنسی داستانوں میں لپیٹ دیا گیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام جن کی سیرت اور کردار اسوۂ حسنہ کا درجہ رکھتا ہے، بائبل نے ان کا خوبصورت اور معصوم چہرہ بھی بری طرح مسخ کیا ہے اور شاذ و نادر ہی کوئی اہم نبی جنسی سکینڈل سے بچا ہے۔ خود ساختہ بائبل کے اوراق پر حضرت لوط علیہ السلام کی سگی بیٹیاں اپنے باپ کو شراب پلا کر ان سے مباشرت کرتی ہوئی نظر آتی ہیں تو حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹا اپنی بہو سے، حضرت داؤد علیہ السلام اپنی خوبصورت ہمسائی پر فریفتہ ہو کر اسے حاملہ کر کے اس کے شوہر کو مروا دیتے ہیں تو حضرت داؤد علیہ السلام کا بیٹا امنون اپنی حسین و جمیل کنواری بہن کی عصمت دری کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو بیویوں اور تین سو حرموں کا تذکرہ بھی کم رنگین نہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور دیگر مقدس ہستیوں کی بیویوں کی طرف سے اپنے شوہروں کو لونڈیاں پیش کرنے کی داستانیں بھی بائبل میں رقم ہیں تو بے اولاد بھائی کے مر جانے پر اس کے نام کی نسل چلانے کے لیے بیوہ کو بغیر نکاح کے حاملہ کرنے کی ترغیب دلانے والی کہانیاں بھی ہیں۔ المختصر بائبل کے مصنفین نے اسوۂ حسنہ کے حامل کرداروں اور ملت کے ہیروز کو خود ساختہ جنسی سکینڈلوں میں آلودہ کر کے جنسی بے راہروی کی ایک ایسی شاہراہ تعمیر کی ہے جس پر گزشتہ دو ہزار سالوں سے صلیبی عوام اور ان کے مذہبی پیشوا دوڑ رہے ہیں۔ عیسائیت کے مذہبی پیشواؤں نے خود ساختہ بائبل کی جنسی خرافات کو ایک مقدس فریضہ سمجھ کر گرجوں میں داخل کیا اور رہبانیت کے نتیجے میں جنم لینے والی جنسی تشنگی کو ننوں، خوبصورت نوعمر لڑکوں، اعتراف اور بپتسمہ کے لیے آنے والی عورتوں کی حرمت پامال کر کے بجھایا۔ اپنے سیاہ کرتوتوں کے جواز کے لیے انہوں نے اپنے پیارے نبی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی معاف نہ کیا اور ان پر بھی جنسی حوالے سے نا قابل تحریر الزام لگا دیئے۔ نسل نو اپنے ہیروز اور ہیروئنوں (مذہبی پیشوا' ان کی بیویاں اور بیٹیاں) کے نقش قدم پر چلتی ہے' جس ملت کے انبیاء اور مذہبی پیشواؤں کا سب سے اہم کام ہی جنسی عیاشی رہا ہو اس قوم میں بے حیائی کے جنسی سکینڈل فروغ نہیں پائیں گے تو اور کیا پائے گا؟

جنسی لذت کی خواہش انسان کی ایک فطری ضرورت ہے۔ ایسی فطری ضرورت کو ایک محدود عرصہ کے لیے تو دبایا جاسکتا ہے مگر ختم نہیں کیا جاسکتا۔ اس فطری خواہش کو جائز طریقوں سے پورا کرنے کے بجائے عیسائیت کے مذہبی پیشواؤں نے اسے ختم کرنے کے لیے ''رہبانیت'' کو رواج دیا اور جنسی لذت کو گرجوں سے وابستہ افراد کے لیے شجر ممنوعہ قرار دے دیا۔ گرجوں کی عملی زندگی میں یہ ایک ایسا ممنوعہ پھل تھا جسے ہر پادری اور بشپ نے کھانا چاہا اور بیشتر نے کھایا۔ بائبل کو زیر مطالعہ رکھ کر اس شجر ممنوعہ سے بچنا ممکن ہی نہیں کہ بائبل کی جنسی داستانیں جنسی خواہش کو مشتعل کرنے کے لیے کافی ہیں' اسی لیے بیشتر گرجے جنسی لذت حاصل کرنے کے اڈے بن گئے۔ صلیبی دنیا کے گرجے ہوں یا گھر' ہر جگہ ''جنسی لذت'' ہی سرفہرست ہوتی ہے۔ کوئی حضرت لوط علیہ السلام کی خود ساختہ داستان کو جواز بنا کر اپنی ہی بیٹیوں کی حرمت سے کھیل رہا ہے تو کوئی امنون کے نقش قدم پر چل کر اپنی ہی بہن کی عصمت کو پامال کر رہا ہے اور کوئی حضرت داؤد کے فعل (خود ساختہ) کو جواز بنا کر اپنے ہمسائے کے بستر کو گندا کر رہا ہے۔ چرچ کی تاریخ پڑھ لیں' بڑے بڑے مذہبی پیشوا نہ صرف اپنی ہی بیٹی اور بہن سے مباشرت کرتے دکھائی دیں گے بلکہ بڑے فخر سے اپنے نطفے سے پیدا ہونے والے اپنے نواسے اور بھانجے کو اپنا صلبی بیٹا تسلیم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے بھی نظر آئیں گے۔ بائبل نے یہود و نصاریٰ کے ہیروز کا کیا ہی خوبصورت نقشہ کھینچا ہے: ''کسی نے دوسرے کی بیوی سے بدکاری کی اور کسی نے اپنی بہو سے اور کسی نے اپنی بہن سے' اپنے باپ کی بیٹی سے'' (حزقی ایل' باب 22)۔ صلیبی دنیا کے گھر اور گرجے بائبل کی اس آیت کا شاہکار نمونہ ہیں۔ جب قوم اہل سدوم کی پیروکار ہو تو پھر پادری کیوں پیچھے رہیں۔

صلیبی دنیا میں بے حیائی کی ایک اہم وجہ حلال و حرام میں کسی امتیاز کا نہ ہونا ہے۔ حرام خوری کا ایک اہم پھل ''بے حیائی'' ہے۔ سور کا گوشت اور شراب بھی بے حیائی کو پروان چڑھاتے ہیں اور یہ دونوں اشیاء صلیبیوں کی غذا کا اہم حصہ ہیں۔ مزید یہ کہ جس مذہب کی اخلاقی تعلیمات ہی شرک و بدعات' ظلم و تشدد اور جنسی آلودگی سے لتھڑی ہوئی ہوں' اس کے پیروکاروں اور مذہبی پیشواؤں کے حوالے سے یہ سوچنا ہی غلط ہے کہ وہ کوئی با اخلاق اور پاکیزہ کردار کے حامل لوگ ہوں گے۔

برادرم محمد متین خالد نے صلیبی معاشرے اور گرجوں میں پائی جانے والی جنسی گندگی کو ''پادریوں کے کرتوت'' کے نام سے کتابی صورت میں مرتب کر کے ایک قابل تحسین کام کیا ہے۔ اس کتاب سے اہل فکر و دانش کو صلیبی کرتوت جاننے میں بڑی مدد ملے گی۔ جناب محمد متین خالد ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ' صحیح الفکر دانشور' مرد صالح اور بالغ نظر محقق ہیں۔ تصنیف و تالیف اور تحقیق کے میدان میں ان کی

خدمات شاندار ہیں۔ ان میں ملت اسلامیہ کی خیر خواہی اور اصلاح کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا ہے۔ ان کا شمار ایسے اہل فکر و نظر میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی زندگی اور ذہنی صلاحیتیں اسلام دشمنوں کو بے نقاب کرنے اور دین حق کی سربلندی کے لیے وقف کر رکھی ہیں اور احیائے اسلام جن کی زندگی کا نصب العین ہے۔ وہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ بھی ہیں۔ ان کے علمی و تحقیقی کام کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی ذات میں ایک ادارہ ہیں۔

قادیانیوں اور دیگر اسلام دشمنوں کو بے نقاب کرنے کے لیے انہوں نے جو علمی اور تحقیقی کام کیا ہے وہ اسلامی تاریخ کا قابل فخر سرمایہ ہے۔ قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور عزائم پر ''ثبوت حاضر ہیں'' ان کی ایک شاہکار کتاب ہے تو ''شہیدانِ ناموس رسالت ﷺ'' ''قادیانیت اس بازار میں'' ''مولانا وحیدالدین اسلام دشمن شخصیت'' اور ان کی دیگر کتب بھی اپنے موضوع پر شاہ پارے ہیں۔ ''پادریوں کے کرتوت'' کے بارے میں اگر کہا جائے کہ اپنے موضوع پر یہ ایک جامع اور بے مثال کتاب ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ بلاشبہ انہوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے کے لیے بڑی محنت اور عرق ریزی کی ہے۔ اس موضوع پر اخبارات و رسائل اور کتب میں اب تک آنے والے مواد کا انہوں نے باریک بینی سے مطالعہ اور انتخاب کیا ہے۔ کتاب کے مضامین کا انتخاب اس طرح کیا ہے کہ اس موضوع پر کسی قسم کی کمی نہیں رہنے دی اور قارئین کو صلیبی دنیا کا وہ حقیقی منظر دکھا دیا ہے جو نہایت بھیانک، کریہہ اور متعفن ہے۔ کتاب پڑھنے کے بعد یہ کہے بغیر نہیں رہا جاسکتا کہ صلیبی مذہب جنسی تشدد کی حوصلہ افزائی کر کے جنسی دہشت گرد اور پادریوں کے روپ میں جنسی بلے پیدا کر رہا ہے۔

صلیبیوں کے عقائد و رسوم کو جاننے اور پادریوں کے اصل چہرے کو پہچاننے کے لیے یہ کتاب کسی انسائیکلوپیڈیا سے کم نہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ اپنے آپ کو برتر اور مہذب کہنے والی صلیبی دنیا درحقیقت ایک گندے نظریاتی نالے کی مخلوق ہے اور پادری اس گندے نالے کے وہ سانپ ہیں جو اسے مزید گندا اور زہریلا بنا رہے ہیں۔

''برائی کو بھلائی سے دور کریں'' کی آڑ میں بعض لوگ کتاب کے انداز بیان پر اعتراض بھی کرسکتے ہیں مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کوئی وعظ و تبلیغ کی کتاب نہیں بلکہ نظریاتی جنگ کے میدان میں لکھی گئی تاریخی حقائق پر مشتمل دستاویز ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اہل کتاب سے بحث کرو مگر عمدہ طریقے سے'' لیکن اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ''سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں'' (العنکبوت: 46) مولانا مودودیؒ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یعنی جو لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں ان کے ساتھ ان کے ظلم کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف رویہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر وقت ہر حال میں اور ہر طرح کے لوگوں کے مقابلہ میں نرم و شیریں ہی نہ بنے رہنا چاہیے کہ دنیا داعیٔ حق کی شرافت کو کمزوری اور مسکنت سمجھ بیٹھے''...... اور صلیبیوں کے ظالم اور بد اخلاق ہونے میں کس کو شک ہے؟ یہود و نصاریٰ کے لیے نرم گوشہ اور ہمدردی رکھنے والوں کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ گندے نظریاتی

نالے کی یہ مخلوق اخلاقی میدان میں اپنے آپ کو ''اسفل سافلین'' کی حد تک گرا چکی ہے اور نالے کے گند کو اعلیٰ و برتر تہذیب کا نام دے کر مسلم دنیا میں بھی پھیلا رہی ہے۔ ان حالات میں حقائق جاننے والوں کا کیا یہ فرض نہیں بنتا کہ وہ چیخیں اور چلائیں: ''لوگو! جسے تم خوبصورت تہذیب سمجھ رہے ہو وہ انسانیت کش زہر ہے، جن کو تم رہبر سمجھ رہے ہو وہ ایمان کے رہزن اور عزتوں کے لٹیرے ہیں۔'' اور صرف اتنا کہنے سے لوگ یقین نہیں کریں گے، لوگوں کو یقین دلانے کے لیے صلیبی چہرے سے نقاب اتارنا نہایت ضروری ہے اور جناب محمد متین خالد نے اس کتاب میں یہی کام کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ برادرم محمد متین خالد کی ہمتوں کو مزید بڑھائے اور تحقیقی و قلمی صلاحیتوں کو جلا بخشے۔ آمین

ملک احمد سرور

مدیر ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ

15- دسمبر 2002ء

شکریہ!!!

- حضرت مولانا اللہ وسایا — مدیر ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی
- صاحبزادہ طارق محمود — چیف ایڈیٹر ماہنامہ ''لولاک'' ملتان
- جناب ملک احمد سرور — مدیر ماہنامہ ''بیدار'' ڈائجسٹ' لاہور
- جناب حافظ شفیق الرحمٰن — معروف کالم نگار روزنامہ ''دن''
- جناب پروفیسر خواجہ حامد بن جمیل — گورنمنٹ ملت کالج' فیصل آباد
- جناب غلام مصطفیٰ چوہدری — ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
- جناب ارشاد الرحمٰن — نائب مدیر ہفت روزہ ایشیا' لاہور
- جناب محمد طاہر رزاق — مجاہد تحفظ ختم نبوت
- جناب ڈاکٹر محمد صدیق شاہ — معروف سکالر و دانشور
- جناب محمد سعید اللہ صدیق — مکتبہ تعمیر انسانیت' لاہور
- جناب ملک عباس اختر اعوان — مدیر منتظم خواتین میگزین' لاہور
- جناب وقار احمد — مرکز سراجیہ' لاہور
- جناب مراتب علی — پنجاب یونیورسٹی' لاہور
- جناب ثاقب محمود — ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور
- جناب محسن فارانی — ہفت روزہ ندائے ملت' لاہور

کا

جنھوں نے اس کتاب کی تکمیل کے جانگسل مراحل میں بہترین راہنمائی اور مفید مشوروں سے نوازا۔

ع ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

محمد متین خالد

اسلام اور عیسائیت کا فرق

قائداعظم محمد علی جناحؒ

قائداعظمؒ نے اپنے مخصوص زوردار لہجے میں فرمایا نوجوان! بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا تو بولے

''جانتے ہو اِسلام اور عیسائیت میں کیا فرق ہے''

پھر میرے جواب کا انتظار کیے بغیر کہنے لگے

''عیسائیت میں صرف مقصد کا نیک ہونا ضروری ہے' اس میں نیک مقصد کے لیے غلط ذرائع بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن اِسلام میں مقصد اور طریق کار دونوں کا نیک ہونا ضروری ہے۔''

بریگیڈیئر گلزار احمد

اردو ڈائجسٹ لاہور

ستمبر 1985ء

پادریوں کے کرتوت

پوپ سے پادری تک

پاپائے اعظم کی بے خطا ذات

پاپائے اعظم (Pope) رومی کیتھولک کلیسا کا سربراہ ہے جو نفاذِ فرمان کے تحت پہلے پوپ پطرس (سینٹ پیٹر) کا جانشین سمجھا جاتا ہے۔ کیتھولکوں کے مطابق ایمان اور اخلاقیات کے معاملات میں پاپائے اعظم معصوم ہے یعنی اس سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ درج ذیل کلیسائی عہدے دار مذہبی معاملات کے سلسلے میں پاپائے اعظم کی مدد کرتے ہیں۔

کارڈینل (Cardinal)

یہ پاپائے اعظم کے بعد رومی کیتھولک عیسائیت میں دوسرا بڑا مذہبی درجہ ہے۔ پاپائے اعظم پوری دنیا کے کیتھولک عیسائیوں کے لیے 178 کارڈینلوں کا انتخاب کرتا ہے جو مل کر مجلس کارڈینل بناتے ہیں۔ مثلاً امریکہ میں تیرہ کارڈینل ہیں۔ مجلس کارڈینل مذہبی معاملات پر پاپائے اعظم سے مشاورت کرتی ہے اور اس کے مرنے پر نیا پاپائے اعظم منتخب کرتی ہے۔

صدر اسقف (Archbishop)

صدر اسقف مرکزی یا میٹروپولیٹن حلقے کا اسقف اعظم ہوتا ہے۔ ایک کارڈینل بھی صدر اسقف کا عہدہ سنبھال سکتا ہے۔ امریکہ میں 45 صدر اسقف ہیں۔

اسقف اعظم (Bishop)

کیتھولک کلیسا کے درجوں میں یہ چوتھا بڑا درجہ ہے۔ اسقف اعظم ایک علاقے کے پادریوں کا نگران اور وہاں کا روحانی حکمران ہوتا ہے۔ وہ کلیسا کے نظریات کا استاذ مقدس پادری اور کلیسا کی حکومت کا وزیر ہوتا ہے۔ امریکہ میں 290 اسقف اعظم ہیں۔

پادری (Priest)

ایک گرجے کا ناظم جو عبادت یا شادی کرواتا ہے اور عبد و معبود کے درمیان دیگر شفیعانہ

مناصب کی قائم مقامی کرتا ہے۔ عام لوگوں کا رابطہ سب سے زیادہ اسی سے پڑتا ہے۔ پادری ہی عیسائیت کی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ پچھلے چند برسوں سے بہت کم لوگ پادری بن رہے ہیں اور امریکہ میں پادریوں کی تعداد تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ اس متوحش صورت حال سے ویٹیکن سٹی میں رومی کیتھولک حکومت کے عہدے دار سخت پریشان ہیں۔

چھوٹا پادری (Deacon)

یہ زیر تربیت پادری گرجے میں عموماً خیرات اور صدقات کا مہتمم اور بڑے پادری کا ماتحت ہوتا ہے۔ ایک مستقل چھوٹا پادری شادی کر سکتا ہے (لیکن پھر وہ بڑا پادری نہیں بن سکتا) اور مذہبی عبادات کے وقت پادری کی مدد کرتا ہے۔

محمد متین خالد

پادریوں کا جنسی جنون

مارچ 2002ء میں بچوں اور عورتوں کے ساتھ پادریوں کی جنسی زیادتیوں کے پے در پے واقعات نے 11 ستمبر 2001ء کو نیویارک امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی تباہی کے واقعہ کو مات دے دی ہے۔ عیسائیت کی تاریخ کے سب سے بڑے جنسی سکینڈلز جنہوں نے امریکہ سمیت پورے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا' اپنے اندر انتہائی خوفناک اور ناقابل یقین انکشافات رکھتے ہیں۔ امن اور انسانی حقوق کے پاسداروں میں سب سے بڑا نام نہاد علمبردار امریکہ ہے جہاں انسانی حقوق کی خلاف ورزی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔ عوام اور میڈیا کی چرچ پر زبردست تنقید کے نتیجہ میں 29 اپریل 2002ء کو پوپ پال نے اس سنگین اور رنگین مسئلہ پر غور کرنے کے لیے چرچ کے ذمہ داروں کا ایک ہنگامی اجلاس روم میں بلایا جہاں بچوں کے ساتھ چرچ کے اعلیٰ عہدیداروں کی جنسی ہوس کی تسکین اور شیطانی کرتوتوں کو پوری دنیا کا المیہ "Global Dilemma" قرار دیا۔

امریکہ کے معروف صحافی جان کلاؤڈ (John Cloud) جن کا تعلق بالٹیمور Baltimore سے ہے' ہفت روزہ امریکی میگزین ٹائم Time کے شمارہ 29 اپریل 2002ء میں اپنے مضمون Pedophilia (نابالغ بچوں کے ساتھ جنسی جنون) میں لکھتے ہیں: ''نابالغ بچوں کے ساتھ جنسی تعلق ایک ایسا موضوع ہے جس پر بات کرنا آسان کام نہیں ہے۔ کچھ سوالات تو ایسے ہیں کہ آپ کو شرم آجائے گی اور بعض کے جوابات آپ کے رونگٹے کھڑے کر دیں گے۔ مگر اس بات میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ روزانہ ہمیں ایک دو ایسے نوجوان ضرور ملتے ہیں جو ہمیں اپنے ساتھ ہونے والے ناروا جنسی زیادتی کی روداد سناتے اور زار و قطار آنسو بہاتے ہیں۔ یہ روداد وہ اُس وقت کی سناتے ہیں جب وہ کمسن تھے۔ مگر یہ تمام انکشافات اُس وقت ہوتے ہیں جب بہت سارا وقت گزر چکا ہوتا ہے اور ان تمام واقعات پر وقت کی گہری دھند چھا چکی ہوتی ہے یعنی اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے آخر یہ گندے لوگ بچوں کے ساتھ کیوں جنسی تعلق قائم کرتے ہیں؟ اب تو نابالغ بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے مصدقہ انکشافات کا ایک سیلاب گویا امنڈتا چلا آرہا ہے۔ اور یہ

انکشافات آپ کو سوچنے پر مجبور کردیں گے کہ کیا وجہ ہے کہ نابالغ بچوں کے ساتھ غیر فطری جنسی عمل کے عادی افراد میں اکثریت پادریوں کی ہوتی ہے۔ یقیناً اس فعل کے مرتکب افراد ذہنی طور پر منتشر خیالات کے حامل ہوتے ہیں۔ آیئے! شکاگو کے علاقے میں چلتے ہیں۔ جہاں ایک 33 سالہ نویڈا نامی شخص تھا جو ایک ڈے کیئر Daycare سنٹر میں ملازم تھا' اس نے سینکڑوں مرتبہ 9 بچوں کے ساتھ غیر فطری جنسی عمل استوار کیا' ان میں زیادہ تر کی عمریں 2 یا 3 برس تھیں اور اس نے اپنے اس مکروہ فعل کی ویڈیو فلمیں بھی بنائیں۔

سب سے زیادہ دل ہلا دینے والی خبر تو یہ تھی کہ جب یہ اطلاع ملی کہ امریکی بوائشر سکول پرنسٹن نیوجرسی بھی اس مکروہ فعل میں شریک تھا جہاں 1960ء تا 1980ء کے دوران سینکڑوں ایسے دلخراش واقعات ہوئے۔ اس کے علاوہ گیارہ سے زائد غیر ملکی سٹاف ممبران کے ساتھ بھی غیر فطری جنسی فعل کا ارتکاب کیا گیا۔ چوالیس سالہ جون ہارڈوِک (John Hardwicke) نے بتلایا کہ ہوسٹل میں رہائش کے دوران اس کو مسلسل اس عمل کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے مزید کہا کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ بیمار ذہن کے لوگوں کی کارروائی ہے۔

اس گھناؤنے فعل کو کیسے روکا جاسکتا ہے؟ مگر اس کام کو اکیلا ایک شخص تو ہرگز سرانجام نہیں دے سکتا۔ ماہرین نفسیات کے پاس بہت سے لاجواب سوالات ہیں کہ آخر کیوں نوعمر بچوں کے ساتھ غیر فطری جنسی عمل کا ارتکاب کیا جاتا ہے؟ انہوں نے ایسے افراد پر تحقیق کی ہے جو متواتر اسی عمل کو انجام دیتے ہیں۔ وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ ان کے اس رویہ کی وجوہات کیا ہیں' تاکہ اس سلسلہ کی روک تھام کے سلسلہ میں عملی اقدامات کیے جاسکیں۔ اور ان سوالات کا حل تلاش کرنا ہوگا جو کہ معاشرے کا ناسور ہیں اور جن کو کسی بھی معاشرے میں عزت سے نہیں دیکھا جاتا۔

جون ہوپکن یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر فریڈ برلن (Dr. Fred Berlin) جنہوں نے جنسی مریضوں کے علاج اور تحقیق کے لیے ایک ادارہ نیشنل انسٹیٹیوٹ برائے تحقیقات' بالٹیمور میں قائم کیا' کا کہنا ہے کہ اس عمل کے مرتکب افراد میں زیادہ تعداد پادریوں کی ہے جو بچوں کے ساتھ عام طور پر غیر فطری جنسی عمل کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اوٹاوا یونیورسٹی کے ڈاکٹر جون بریڈفورڈ جس نے 23 برس تک اس مسئلہ پر تحقیق کی کہ یہ کام دراصل ذہنی مریضوں کا ہے جنہیں شادی کے مواقع میسر نہیں آتے۔

ڈیپارٹمنٹ آف ہیلتھ اینڈ ہیومن سروسز سٹڈی کے سروے کے مطابق 1999ء کے دوران امریکہ میں 93,000 نوعمر بچوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کیا گیا۔ (یہ سب سے جدید ترین اعداد و شمار ہیں جو اب تک حاصل کیے گئے ہیں) مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ کچھ اچھی اطلاعات بھی ہیں' یعنی یہ کہ یہ اعداد و شمار بہت زیادہ نہیں ہیں بلکہ سال 1992ء اور سال 1998ء کے مقابلے میں کم ہیں۔ سال 1992ء میں یہ اعداد و شمار 150,000 تھے جبکہ سال 1998ء میں یہ اعداد و شمار 104,000 تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ 1992ء کے مقابلہ میں ایک تہائی کی کمی واقع ہوئی لیکن اگر ثبوتوں کی بنا پر مجرموں کو قرار

واقعی سزائیں دے دی جائیں تو ہم آسانی کے ساتھ اس بدترین فعل کی روک تھام کرسکتے ہیں۔ اور یہ کوئی طویل المیعاد منصوبہ بھی نہیں ہے اس طرح واقعتاً عوام میں خوف پیدا ہوگا اور وہ لوگ جو اس فعل کے مرتکب ہیں' ان کو سزا کا خوف اس فعل سے باز رکھنے میں معاون ثابت ہوگا۔ اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ نہ صرف پادری حضرات بلکہ اساتذہ بھی اس مکروہ اور حرام ترین فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بوائے سکاؤٹ لیڈر اور ایسے بالغ مرد حضرات جو نوعمر لڑکوں کے ساتھ کام کرتے ہیں' وہ بھی ان بچوں کے ساتھ بدفعلی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ مگر جرم تو وہی ہوتا ہے جس کا ثبوت حاصل ہو اور مصدقہ ثبوت تو صرف پادریوں کے خلاف ہی عام طور پر حاصل ہوتے ہیں۔

1999ء میں امریکن جرنل نے اپنی اشاعت میں یہ تصدیق شدہ اعداد و شمار شائع کیے کہ اس سال ڈاکٹر برلن کے کلینک میں 400 عادی افراد نے اپنا علاج کروایا۔ ان میں کئی ایسے پادری بھی شامل تھے جنھوں نے اپنا اڑھائی سالہ علاج کا کورس مکمل کیا۔ اس کے بعد ان کو تین برس تک نوعمر بچوں سے دور رہنے کا بھی پابند کیا گیا۔ ان میں بہت سے افراد ایسے بھی تھے جنھوں نے اپنا علاج مکمل نہ کروایا اور ان کو ڈسچارج کردیا گیا۔

2002ء کے سال کے درمیانی عرصہ میں سینٹ لیوک انسٹیٹیوٹ (St. Luke Institute) جو کہ واشنگٹن میں نفسیاتی امراض کا ہسپتال ہے' کے اعداد و شمار کے مطابق یہاں پر 121 پادریوں نے اپنا علاج کروایا مگر صرف تین پادریوں کو علاج کے بعد ان کے عہدوں سے فارغ کیا گیا۔ اس ہسپتال کے ایک ترجمان ریو سٹیفن نے کہا کہ لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ وہ ایسے افراد کو جانتے ہیں مگر ان کی نشاندہی بہت کم کرتے ہیں البتہ اس کے باوجود بھی لوگ ایسے افراد اور اس عمل سے نفرت ضرور کرتے ہیں۔ کیونکہ اس طرح نوعمر بچوں کی درست طریقہ سے نشوونما نہیں ہوسکتی۔

اگر گذشتہ پانچ تا دس برسوں کے اعداد و شمار کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور کے بھی یہی اعداد و شمار ہیں۔ یعنی 58 فیصد افراد اپنا علاج کروانے سے انکار کرکے اپنا یہ مکروہ شوق پورا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اگر ان برے افراد کو کھلی چھٹی دے دی جائے تو یقیناً پوری قوم ہی تباہ و برباد ہو جائے اور اگر ان کی روک تھام کی جائے تو متاثرہ بچوں اور ان لوگوں کی ضرور تشفی ہو جائے گی جن کے ساتھ یہ حرام ترین فعل کیا جاتا ہے اور جو لوگ خاموشی کے ساتھ اپنے ساتھ ہونے والے اس ظلم کو برداشت کررہے ہیں' وہ چاہتے ہیں کہ چرچ اور قانون ساز ان کے لیے کچھ کریں۔

محض چند عادی افراد ہی معالجین کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر برلن نے کہا کہ نارتھ امریکہ میں درجنوں کلینک ہیں مگر ان کے ہاں جنسی بے راہروی کے عادی افراد کم ہی آتے ہیں۔ ڈاکٹر برلن نے مزید کہا کہ 1996ء کے وفاقی قانون کے مطابق جنسی متاثرین اور جنسی بداعتدالیوں کے مرتکب افراد کو باقاعدہ رجسٹرڈ کیا جائے اور جب ایسا کوئی مریض علاج مکمل کرکے فارغ کیا جائے تو اس کے ہمسایوں کو اس کی اطلاع ضرور کی جائے۔ اس میں ایک قباحت ہے کہ اس کی حالت کے بارے میں

تو صرف ہم جانتے ہیں کہ وہ تندرست ہو چکا ہے مگر اس کے ہمسایوں کو یہ کون بتلائے گا کہ اب اس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ اس کے باوجود وہ پورے معاشرے میں بدنام تو ضرور ہو جائے گا۔ مگر یہ بھی تو حقیقت ہے کہ صرف 3 فیصد لوگ ہی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے نوعمر بچوں کے ساتھ بدفعلی کی ہے۔''

29 اپریل 2002ء کے امریکی میگزین ''نیوز ویک'' (News Weak) میں بچوں کے ساتھ پادریوں کی جنسی زیادتیوں کے سلسلہ میں ایک تہلکہ خیز رپورٹ شائع ہوئی جس نے عیسائی پادریوں کی اخلاقی حالت کا پول کھول دیا ہے۔ میگزین کے مطابق کرسٹوفر ریرڈون (Christopher Reardon) چرچ میں ایک ملازم افسر تھا۔ اس کی خفیہ تحقیقات کرتے ہوئے پتہ چلا کہ اس کے پاس کئی سو بچوں کی برہنہ تصاویر موجود ہیں' ان میں سے اس نے 29 بچوں کے ساتھ Massachusetts Church اور YMCA میں جنسی زیادتی کی ۔ کرسٹوفر پر 75 الزامات لگائے گئے اور عدالت میں ثابت ہونے پر اسے 40 سال کی قید سنائی گئی۔ ٹائم میگزین کے ایک مختصر مضمون "Too Much Tolerance" کے مطابق بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ پاکبازی اور روحانیت کا دعویٰ کرنے والا معروف فادر جارج کولی Father George Cooley نابالغ بچوں کے ساتھ جنسی تشدد میں بے حد دلچسپی رکھتا تھا۔ 1978ء میں 10 سالہ گوکن برگر (Guckenberger) نے رومن کیتھولک کے ڈائریکٹر کو بتایا کہ فادر جارج نے اس کے ساتھ کئی مرتبہ بدفعلی کی ہے۔ تحقیقات پر فادر نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اس نے مزید ایک اور بچے کے ساتھ ایسا ہی فعل سرانجام دیا ہے۔ پھر چرچ کی طرف سے حکم جاری کیا گیا کہ فادر جارج کو ہمیشہ بچوں سے دور رکھا جائے گا۔ چرچ کے لیے پریشانی اس وقت بڑھی جب تحقیقات پر پتہ چلا کہ فادر نے 1981ء میں گارڈین اینجلس چرچ (Guardian Angels Church) میں کئی بچوں کے ساتھ ایک عرصہ تک بدفعلی کی۔

بشپ فادر انتھونی (Father Anthony) جو ہینی بال (Hannibal) میں مشہور مذہبی اور روحانی بشپ تھا' نے 13 سالہ کرس ڈکسن (Chris Dixon) کے ساتھ بدفعلی کی۔ تحقیقات پر پتہ چلا کہ فادر انتھونی ڈکسن کو روزانہ اپنے ساتھ بستر پر ننگا کر کے سلاتا اور رات بھر اس کے ساتھ اپنی شیطانی ہوس پوری کرتا۔ 13 سالہ ڈکسن نے بتایا کہ:

"I remember the first time his hand was as cold as ice."

بشپ ڈینئل ازارون (Daniel Azzarone) بھی بچوں سے بدفعلی کا شوقین تھا۔ جب وہ ایک 14 سالہ خوبصورت لڑکے کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پکڑا گیا تو اس نے اعتراف کیا کہ یہ اس کا پہلا جرم نہیں تھا بلکہ وہ اس سے پہلے بھی کئی بچوں کے ساتھ زیادتی کر چکا ہے۔ ایک خاتون Elizabeth Leghton نے روتے ہوئے بتایا کہ بشپ ازارون نے اس کے بیٹے ڈونالڈ (Donald) جس کی عمر اب 36 سال ہے اور وہ عرصہ 20 سال سے دماغی ہسپتال میں زیر علاج ہے'

کے ساتھ مسلسل کئی مہینے تک جنسی زیادتی کی اور وہ اس دوران اپنے حواس کھو بیٹھا۔ ایک پولیس آفیسر ولیم برراؤس (William Burroughs) نے بتایا کہ بشپ ازارون کیرلنسٹن (Cranston) کے قصبے میں واقع اپنے گھر میں خوبصورت نابالغ بچوں کو اشتعال انگیز جنسی فلمیں دیکھنے، سگریٹ اور شراب پینے کے بعد ان کو سیکس Sex کرنے کا آرٹ سکھاتا۔

"The priest let teenagers see pornographic videos, smoke pot and drink before" Coercing them into having Sex with him.

بشپ کے خلاف بچوں سے بدفعلی کی کافی شکایات موصول ہوئیں اور یہ واحد بشپ ہے جو اس جرم میں گرفتار ہوا۔ چرچ کو مزید 39 شکایات ایسی ہی موصول ہوئیں جن میں 11 دوسرے بشپ اور ایک نن (Nun) کے خلاف شواہد کے ساتھ ثابت کیا گیا کہ انہوں نے بچوں کے ساتھ ناجائز طریقے سے جنسی تسکین حاصل کی۔

میگزین ''مکمل اعتراف'' "A Full Confeession" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ پادریوں پر لگائے گئے الزامات اتنے مصدقہ اور مضبوط ہیں کہ کسی بھی پادری کو اس سے انکار کی جرأت نہیں ہوئی بلکہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ چرچ کے ذمہ داروں نے ان الزامات کو ہمیشہ نظر انداز کیا اور پادریوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔ لوگوں کے پرزور اصرار اور میڈیا میں پادریوں کے خلاف مہم کے نتیجہ میں پادریوں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ اپنے ''گناہوں'' کا اعتراف کرلیں۔ چنانچہ پادریوں کے بچوں کے ساتھ زیادتیوں کے سرعام اعترافات کے بعد چرچ نے بھی اُن کے خلاف کارروائی شروع کر دی۔ لاس اینجلس میں چرچ نے 12 پادریوں کو جنسی بداعمالیوں کے مرتکب ہونے پر چرچ سے علیحدہ کردیا۔ کارڈینیل ماہونی (Cardinal Mahony) نے ایک بیان میں کہا کہ بچوں سے زیادتی شیطانی عمل ہے اور نکالے جانے والے پادری ''شدید ترین گناہ'' کے مرتکب ہوئے ہیں۔

ریاست فلاڈیلفیا (Philadelphia) کے کارڈینل بیویلیکوا (Cardinal Bevilacqua) نے اپنے ایک بیان میں اعتراف کیا کہ ہمارے پاس 35 پادریوں کے متعلق مستند شہادتیں موجود ہیں جنہوں نے گذشتہ سالوں میں تقریباً 50 بچوں سے جنسی زیادتی کی۔ انہوں نے پادریوں کی طرف سے زیادتی کے شکار تمام لوگوں سے معذرت کی ہے اور کہا کہ ''ہم اخلاقی بحران کا شکار ہیں۔''

ریاست بوسٹن (Boston) کے کارڈینل لابرنالڈ (Law. Bernald) نے کہا کہ چرچ انتظامیہ ان متاثرہ 86 لوگوں کو 30 ملین ڈالر بطور ہرجانہ ادا کرنے کو تیار ہوگئی ہے جن کے ساتھ پادری جان جے جیوگن (John J.Geoghen) نے جنسی زیادتی کی تھی۔ ایک تحریری بیان میں کارڈینل لابرنالڈ نے کہا کہ اس معاہدے سے چرچ کی پریشانی کم ہوگی اور متاثرین کے نقصان کا بھی ازالہ ہوگا۔

سینٹ لوئس کے آرچ بشپ جسٹن ریگالی (Archbishop Justin Rigali) نے

پادری جوزف لیزرڈ (Joseph Lessard) کی جنسی زیادتیوں کے شکار تمام لوگوں اور ان کے خاندانوں سے سرعام معافی مانگی ہے اور کہا ہے یہ شیطانی برائی اب دفن کی جارہی ہے۔

نیویارک کے کارڈینل ایگن (Cardinal Egan) نے اعتراف کیا کہ اسے اپنے ماتحت کام کرنے والے پادریوں کی جنسی سرگرمیوں کا بخوبی علم تھا مگر بدنامی کے خوف سے وہ ان کے خلاف کوئی ایکشن نہ لے سکے۔ اب ان تمام الزامات کی تحقیقات ہوں گی اور مناسب کارروائی ہوگی۔

ایک امریکی پادری نے ٹائم میگزین کے نمائندے کو اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ وہ چرچ میں سات سال سے زائد عرصہ تک بچوں سے جی بھر کر بدفعلی کرتا رہا اور اس دوران وہ بڑا پراعتماد رہا۔ بالآخر ایک دن وہ 1990ء میں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اور اسے 17 بچوں کے ساتھ لواطت کے الزام میں 8 سال قید سنائی گئی۔ دوران جیل اس نے امریکی معاشرے کی اصلاح کے موضوع پر دو کتابیں لکھیں۔ ایک سال پہلے وہ پیرول پر رہا ہوا ہے۔ فادر نے اس شرط پر کہ اس کے ساتھ ہمدردی کی جائے گی' ٹائم میگزین کے نمائندے پیٹر میئر Peter Meyer کو بتایا کہ وہ 12،11 سال کے بچوں کے ساتھ بدفعلی کرتا رہا اور تقریباً ہر بچہ اس عمل کو حقیقت میں مذہب کا حصہ سمجھتا اور احتجاج نہ کرتا۔ (ٹائم 29 اپریل 2002ء)

ٹائم میگزین کے مطابق پادریوں کی ایسی ہی اخلاق باختہ حرکات کی بناء پر گزشتہ پچاس سالوں میں مرد پادریوں کی تعداد 1,50,000 سے کم ہو کر 79,462 ہوگئی ہے جبکہ عیسائی پادری عورتوں کی تعداد 50 ہزار سے کم ہو کر 46,041 ہوگئی ہے۔ جبکہ پادری (Priest) بننے والے لوگوں کی تعداد حیران کن طور پر 18000 سے کم ہو کر 3541 رہ گئی ہے۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے گذشتہ 26 سالوں میں چرچوں میں ڈیکن (Deacons) (پادری سے چھوٹا عہدہ) کی تعداد جو بہت کم ہوتی تھی' اب 13,348 ہے۔

یورپ کے معروف دانشوروں جن میں تھامس ریز (Thomas Reese) بھی شامل ہیں' نے ویٹی کن سے مطالبہ کیا ہے کہ چرچ آئندہ اس بات کی مکمل اور صاف صاف ضمانت دے کہ ان کے ذمہ دار بچوں کی عزت کی حفاظت کریں گے اور اس برائی کے مرتکب کسی بھی پادری کی حرکت کو نظر انداز نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ لوگ پوپ کی حالیہ ہنگامی میٹنگ پر نظریں لگائے بیٹھے ہیں اور شدت سے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ چرچ نے بچوں کی زیادتی کے سدباب کے لیے کیا عملی اقدامات طے کیے ہیں؟ انہوں نے چرچ کو مخلصانہ مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ پادریوں کو شادی کی اجازت دے دیں۔

بچوں کے ساتھ پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کے حوالہ سے ٹائم میگزین کے شمارہ 29 اپریل 2002ء میں معروف صحافی جوہانہ میگیری (Johanna Mcgeary) کا مضمون ''کیا چرچ محفوظ ہوسکتا ہے'' (Can the Church be Saved?) دل ہلا دینے والا ہے۔ مضمون نگار لکھتا ہے کہ: ''پادریوں کی غیر ازدواجی زندگی ایک خوفناک پہلو نہیں ہے بلکہ زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ یہ لوگ بچوں کے ساتھ جنسی بدفعلیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور چرچ ایسے لوگوں کے ان ناپسندیدہ افعال پر نہ

صرف پردہ ڈالتا ہے بلکہ خاموشی اختیار کر کے حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔

نیلی آنکھوں والا 14 سالہ فرینک مارٹینلی (Frank Martinelli) نہایت خوبصورت لڑکا تھا جسے پادری بننے کا بے حد شوق تھا۔ امریکی قصبے سٹام فورڈ کے گرجے سینٹ سی سیلیا (St. Cecilia) کے نوجوان پادری لارنس بریٹ (Rev. Laurence Brett) نے مارٹینلی کو پہلی نظر میں ہی تربیت دینے کے لیے اپنے گروپ میں شامل کرلیا۔ مارٹینلی فادر بریٹ کی شخصیت سے بے حد متاثر اور اعتماد کرتا تھا۔ لیکن اسے علم نہ تھا کہ اس کی زندگی تباہ اور برباد ہونے والی ہے۔ فادر بریٹ جب مارٹینلی کو ایک دفعہ واشنگٹن اپنے ساتھ دورے پر لے گیا تو دوران سفر اس نے کار میں بچے کے ساتھ نازیبا حرکات کیں۔ پھر وہ اسے ایک باتھ روم میں لے گیا جہاں اس نے مارٹینلی کو اورل سیکس Oral Sex کرنے پر مجبور کیا اور کہا کہ یوں اسے "مقدس عشائے ربانی" (Holy Communion) (1) کی برکات نصیب ہوں گی۔ یہ واقعہ تیس سال پہلے کا ہے اور اس وقت مارٹینلی اتنا خوف زدہ' شرمندہ اور پریشان تھا کہ اس نے اس واقعے کے متعلق کسی سے ایک لفظ کا بھی ذکر نہ کیا۔ وہ جس کو انتہائی مقدس شخصیت اور باپ سمجھتا تھا' وہ انتہائی شیطان صفت اور ہوس پرست درندہ نکلا۔ اس گھناؤنے واقعے کے بعد مارٹینلی پادری نہ بن سکا۔ اب اس کی عمر 54 سال ہے اور ایک نجی ادارے میں کام کرتا ہے۔ اس نے شادی کی اور اس کا ایک بیٹا ہے مگر اس کی زندگی بے حد غصے' ذہنی دباؤ اور مذہب بیزاری سے بھری ہوئی ہے۔ مارٹینلی نے یہ ساری مذکورہ باتیں اپنے ایک دوست کو فون پر بتائیں جس نے مارٹینلی کو پہلے خود بتایا کہ فادر بریٹ نے اس کے ساتھ جنسی زیادتی کی تھی۔ اس پر مارٹینلی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ شدتِ جذبات سے رونے لگا اور اسے احساس ہوا کہ اس کی زندگی میں زہر بھرنے والا کون ہے۔ مارٹینلی نے ٹائم کو بتایا کہ اس نے فیڈرل کورٹ میں فادر بریٹ اور کارڈینیل ایگان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا ہے۔

بچوں کے ساتھ پادریوں کے بڑھتے ہوئے جنسی تشدد کے بے شمار واقعات کے پیش نظر حال ہی میں آسٹریلیا کی پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کیا ہے جس کی رو سے آئندہ ہر چرچ میں بچوں کو بپتسمہ (2) دینے کی رسم کے موقع پر بچے کے والدین کو بھی یہ رسم دیکھنے کی سہولت اور اجازت ہوگی۔ اس رسم کے لیے یہ طریقہ کار طے کیا گیا ہے کہ جب متعلقہ پادری بچے کو بپتسمہ دے گا تو درمیان میں شیشے کی دیوار ہوگی تاکہ اس کے دوسری طرف بچے کے والدین تمام تر کارروائی خود ملاحظہ کرسکیں اور یہ اطمینان کرسکیں کہ ان کے بچوں کے ساتھ کوئی غیر فطری فعل سرانجام تو نہیں دیا جارہا۔

امریکہ کے معروف صحافی گریک کرپا (Gregg Krupa) نے اپنے ایک آرٹیکل "Sex abuse scandals cast shadow over all priests" میں لکھا کہ "پادری بننا بہت مشکل ہے۔ چرچ کے ذمہ داروں نے بچوں پر پادریوں کے جنسی تشدد کے الزامات کو ایک سازش کے تحت نظر انداز کیا ہے اور کسی بھی الزام یا شکایت پر کوئی کارروائی نہیں کی یہاں تک کہ وہ سکینڈل کی شکل اختیار کرکے عوام اور میڈیا میں نہیں آ گیا۔"

معروف نشریاتی ادارے CNN کے نمائندے Alessio Vinci کی 20 مارچ 2002ء کی رپورٹ کے مطابق پادریوں کی جنسی کارروائیاں صرف امریکہ تک ہی محدود نہیں بلکہ پوری دنیا میں پادری یہ مکروہ اور نازیبا حرکات کرتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق لوگوں کی اکثریت نے پادریوں کے کنوارے پن پر تنقید کی ہے۔

FBI کے ایک ذمہ دار افسر نے انکشاف کیا کہ انہوں نے بڑی جدوجہد کے بعد 2 پادریوں کو گرفتار کیا جن پر الزام ہے کہ انہوں نے بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کیا اور پھر اس مکروہ فعل کی تمام تصاویر کو انٹرنیٹ پر جاری کیا۔ ان میں ایک فلوریڈا کے بشپ اور دوسرے بوسٹن کے بشپ جان جوگن (John Jeoghan) ہیں جن کے خلاف 86 شکایات موصول ہوئی تھیں۔ پادریوں کے خلاف ایسی ہی کئی شکایات فرانس اور پولینڈ کے چرچوں میں بھی موصول ہوئی ہیں جہاں اعلیٰ عہدیداران تحقیقات کر رہے ہیں۔

معروف صحافی پیٹر گولڈ (Peter Gould) کی ایک تہلکہ خیز رپورٹ BBC پر 19 اپریل 2002ء کو "Catholic Church shaken by Sex Scandals" کے نام سے نشر ہوئی جس میں کہا گیا کہ بچوں کے ساتھ چرچ میں ہونے والے جنسی واقعات نے پورے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا ہے اور مذہب پر عام لوگوں کا اعتماد بری طرح مجروح ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق آئرلینڈ میں حکومت نے متعدد شکایات ملنے پر ایک آرچ بشپ کے خلاف تحقیقات کا حکم دے دیا ہے۔

برطانیہ میں بچوں کے تحفظ کے لیے ایک ادارہ بنانے پر بھی غور ہو رہا ہے جو چرچوں میں بچوں کی عصمت کی حفاظت کی ضمانت دے گا۔ علاوہ ازیں پورے یورپ میں ایسے کئی ادارے بنانے کا بھی فیصلہ کرلیا گیا ہے جہاں صرف ان پادریوں کا علاج ہوگا جو مسلسل جنسی بداعمالیوں میں مبتلا ہوں گے۔

جنسی ماہر ڈاکٹر فریڈرک برلن Dr. Frederick Berlin جنہوں نے کئی ماہ تک مختلف پادریوں کی جنسی بیماریوں کا علاج کیا' اپنی رپورٹ میں کہا کہ ان زیر علاج پادریوں میں کوئی بیماری تشخیص نہیں ہوئی۔ ان کے الفاظ میں There is no screening that would indentify a paedophile یعنی یہ لوگ بیمار نہیں ہیں بلکہ عیاش طبیعت کے حامل ہیں' اس لیے ایسی خرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔

رپورٹ کے مطابق ایک زیر علاج پادری نے کہا کہ:

> **His Sexual disorder cannot be cured but can be treaed, cannot be eliminatid but can be controlled."**

فادر برائینٹ (Father Bryant) کہتے ہیں کہ 450 پادری جن پر جنسی بے اعتدالیوں کے الزامات تھے' علاج کے لیے خصوصی سنٹر بھیجے گئے' ان میں صرف 3 ایسے پادری تھے جو جنسی بیمار تھے

بقیہ سب چرچ کے ماحول سے متاثر ہو کر ایسے کاموں کے مرتکب ہوئے۔

پوپ پالؒ نے اپنے ایک بیان میں پادریوں کے جنسی سکینڈلز کو تمام مذہبی راہنماؤں کے سر پر "شکوک وشبہات کا تاریک سایہ" کہتے ہوئے اسے "Mystery of Evil" قرار دیا۔

پوپ پال کے اس بیان پر امریکہ، انگلینڈ، آسٹریلیا اور فرانس میں کئی ایک پادریوں نے اس خوف سے چرچ کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا کہ کہیں ان کی غیر اخلاقی حرکات تحقیقات کی زد میں نہ آجائیں۔ علاوہ ازیں آئرلینڈ کے ایک چرچ نے جنوری 2002ء میں ان تمام متاثرین کو 77 ملین پاؤنڈز ادا کیے جن کے ساتھ مختلف اوقات میں چرچ کے 20 سے زائد بشپ اور پادری عورتوں (Nuns) نے زبردستی اپنی جنسی شہوت حاصل کی۔

امریکہ کے معروف تحقیقی اخباری رپورٹر مائیکل ایس روز (Michael.S.Rose) نے چرچ کے نظام میں ہونے والی جنسی اور مالی کرپشن کے حوالہ سے حیرت انگیز انکشافات پر مبنی کتاب "Goodbye Good Men" لکھی جس میں انہوں نے پادریوں کی "ہم جنس پرستی" کے بارے میں بے حد انکشافاتی معلومات فراہم کی ہیں۔ روز نے پادریوں کے مصنوعی ڈھونگ اور چالاک مذہبی روایات پر گہری تنقید کی ہے۔ روز نے کئی پادریوں کی قابل اعتراض سرگرمیوں کے بارے میں لکھتے ہوئے کہا کہ "یہ لوگ ہم جنس پرست ہیں اور ان کا کام صرف اور صرف بچوں اور مردوں کے ساتھ جنسی شہوت حاصل کرنا ہے۔ ایسے لوگوں کو چرچ کی بدنامی سے کوئی سروکار نہیں۔"

ایک اور صحافی برنالڈ گولڈ برگ (Bernald Goldberg) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "Bias" میں انکشاف کیا ہے کہ یورپ کے پادریوں کی ایک بڑی تعداد لواطت اور ہم جنس پرستی میں مبتلا ہے۔ اس نے پادریوں کی بچوں اور (Nuns) کے ساتھ جنسی شہوت کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ "10 فیصد پادری ان برے کاموں میں مبتلا ہیں، جنہیں جنسی مریض بھی کہا جاسکتا ہے۔ 2200 پادریوں کے ٹیسٹ کروائے گئے جن میں 88 جنسی مریض تھے اور 2 پادری ایڈز (Aids) کے مریض پائے گئے۔"

امریکہ کے بڑے نشریاتی ادارے نیوز میکس (News Max) کے نمائندے کارل لمبچر (Calr Limbacher) کے مطابق نیویارک میں ایک تقریب سے خطاب کرتے ہوئے سابق امریکی صدر بل کلنٹن (Bill Clinton) نے چرچ کے حالیہ سیکس سکینڈلز پر شدید تنقید کی۔ انہوں نے کئی آف دی ریکارڈ اور آن دی ریکارڈ باتیں کہیں۔ بل کلنٹن نے کہا کہ جب میرا مونیکا لیونسکی (Monica Lewoinsky) کے ساتھ جنسی سکینڈل منظر عام پر آیا تھا، تب چرچ نے مجھ پر نہ صرف شدید تنقید کی تھی بلکہ میری شخصیت کا تمسخر بھی اڑایا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اب چرچ کے لوگ کس منہ سے اپنی پاک دامنی ثابت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کے باوجود مجھے چرچ کے حالیہ سکینڈلز پر بے حد افسوس ہوا ہے۔ انہوں نے طنزیہ شکایت کے انداز میں کہا کہ چرچ کے اعلیٰ عہدیداروں نے محض تنقید اور ندامت

سے بچنے کی خاطر سالانہ ''السمتھ ڈنر'' (Alsmith Dinner) منسوخ کردیا جس میں ملک کے کلیدی عہدوں پر فائز نہایت اعلیٰ اور اہم شخصیات شامل ہوتی ہیں۔ انہوں نے حالیہ سکینڈلز کو ''چرچ کا سرطان'' "A cancer in the Church" قرار دیا۔

ABC نیوز وال سٹریٹ جرنل کے ایک حالیہ پولنگ سروے کے مطابق 91 فیصد امریکیوں نے کہا کہ سکینڈلز میں ملوث چرچ کے مذہبی لوگوں کو ملازمت سے نکال دینا چاہیے اور ان کے خلاف سنگین مقدمات دائر کرنے چاہئیں۔ یاد رہے کہ پولنگ سروے میں سوال کیا گیا تھا کہ کیا ایسے پادریوں کو جو بچوں اور عیسائی راہبہ عورتوں (Nuns) کے ساتھ جنسی بدفعلیوں میں مبتلا ہیں' ملازمت یا مقدمہ کا ایک چانس اور دینا چاہیے؟

امریکی سینیٹر موہونی (Mohoney) نے کہا کہ چرچ کے خلاف جنسی تشدد کی شکایت پر فوری کارروائی ہونی چاہیے۔ جبکہ گذشتہ چند ماہ میں 4 بشپ اور 250 پادریوں کے خلاف سنگین جنسی شکایات موصول ہونے پر کسی کے خلاف بھی کوئی کارروائی نہیں کی گئی۔ انہوں نے کہا اس سے چرچ کا اعتماد مجروح ہوا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ ''انصاف میں تاخیر انصاف سے انکار کے مترادف ہے۔''

"Justice delayed is justice denied."

نیوز میکس (News Max) وال سٹریٹ جرنل اپنی اشاعت 24 جون 2002ء میں اپنے نمائندے فل برنن (Phil Brennan) کے حوالے سے انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ایک پادری نے ایک عورت کے ساتھ زبردستی زنا کیا جبکہ وہ کسی مشورہ سے چرچ میں آئی تھی۔

نیویارک ٹائمز کے نمائندے اینڈی نیومین (Andy Newman) کی تفصیلات کے مطابق 38 سالہ فادر Udegbulem ایک مہمان کی حیثیت سے دسمبر 1999ء میں رومن کیتھولک چرچ میں آیا تھا جہاں ایک عورت اپنی ناجائز شادی کے بارے میں مشورہ کرنے آئی تھی۔ پادری اسے ایک علیحدہ کمرے میں لے گیا اور باتیں کرنے کے بعد اچانک اس کی چھاتی پکڑ لی اور گلے لگالیا۔ پھر پادری نے اس کے ساتھ زبردستی زنا کیا اور کہا کہ وہ ایک گناہ اور برداشت کرلے۔ خاتون نے چرچ حکام کو اس سانحہ کے بارے میں بتایا مگر حکام نے کوئی ایکشن نہ لیا۔ خاتون نے ایک تحریری خط میں چرچ کے حکام کو لکھا کہ اگر انہوں نے پادری کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی تو وہ عدالت میں مقدمہ دائر کردے گی۔ خاتون کی اس دھمکی کے بعد بروکلین کے بشپ تھامس (Bishop Thomas) کو انکوائری آفیسر مقرر کیا گیا۔ بشپ تھامس نے ان تمام مذہبی عہدیداروں کے نام اور پتے منگوائے جن پر گذشتہ بیس سال سے جنسی تشدد کے الزامات تھے۔ بشپ کو 15 پادریوں کے نام موصول ہوئے جو 20 سال سے ایسی سرگرمیوں میں مبتلا تھے۔ تحقیقات پر پتہ چلا کہ فادر Udegbulem عورتوں اور بچوں کے ساتھ زنا اور لواطت کے 10 سنگین واقعات میں ملوث ہے۔

دوسری تحقیقات میں کم از کم 4 پادریوں کو جنسی بے اعتدالیوں کے الزام میں ملازمت سے

فارغ کردیا گیا جن کے نام بتانے سے چرچ نے انکار کردیا' جبکہ ایک پادری کے کمرے میں پولیس نے چھاپہ مارا تو وہ بھاگ گیا۔ اس پر کمپیوٹر پر بچوں کی بلیو فلمیں تیار کرنے کا الزام تھا۔

ایک دوسرے سنگین کیس میں فادر فرانسس ایکس نیلسن (R. Francis X Nelson) سے بھی تحقیقات کی گئیں۔ فادر نے اعتراف کیا کہ وہ ایک 12 سالہ لڑکی کے ساتھ زنا کا مرتکب ہوا تھا۔ تحقیقات میں چرچ حکام کے خلاف بھی ایکشن لینے کا کہا گیا کیونکہ چرچ حکام نے ان دونوں واقعات میں باخبر ہونے کے باوجود کوئی کارروائی نہیں کی۔ جبکہ فادر نے تحقیقات کے دوران اپنی صفائی میں کہا کہ اس نے خاتون کے ساتھ اس کی رضا مندی سے زنا کیا تھا۔

پاپولیشن ریسرچ انسٹیٹیوٹ (PRI) کے سربراہ ڈاکٹر سٹیو موشر Dr. Steve Mosher نے چرچ کی جنسی کارروائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ چرچ کے موجودہ بحران کا سبب ہم جنس پرستی ہے۔ انہوں نے کہا کہ چرچوں میں کام کرنے والوں کی اکثریت ہم جنس پرست (Homosexuals) ہے اور وہ بھی بڑوں کے ساتھ۔ اور جب انہیں موقع میسر نہیں آتا تو وہ مجبوراً چھوٹے بچوں کے ساتھ بدفعلی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ انہوں نے مزید انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ ہم جنس پرستی Homosexuality میں مبتلا کئی ایک پادری خطرناک بیماری اور جان لیوا ایڈز Aids کا شکار ہیں۔ لہٰذا ان کے خلاف کارروائی ایک المیہ "Tragedy" ہوگا۔

کرسچین سنچری (Christian Century) اپنی اشاعت 4 اپریل 2002ء میں اپنے ایک مضمون "Rome Investigating Sexual abuse of Nuns by Priests" میں انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ''ویٹی کن نے 20 مارچ 2002ء کو ایک بیان میں اعتراف کیا ہے کہ کچھ پادریوں نے اپنے شدید خوف اور ڈر کا اظہار کیا ہے کہ: انہوں نے کئی عیسائی پادری عورتوں (Nuns) کے ساتھ مسلسل جنسی بدفعلی کی ہے جو ایڈز Aids میں مبتلا ہیں۔ تحقیقات کے بعد پتہ چلا کہ ان پادری عورتوں (Nuns) کو باہر کے ان افریقی لوگوں سے ایڈز کی بیماری لگی ہے جن سے پادری عورتوں نے خود اپنی جنسی خواہش کو پورا کیا۔ نیشنل کیتھولک رپورٹر نے اپنی ایک رپورٹ میں بتایا کہ ایک امریکن پادری عورت سسٹر ماریہ اوڈونوہا (Sister Maria O Donohue) کو 1995ء میں ویٹی کن روم بھیجا گیا۔ اس کی پوری سٹوری کو اٹلی کی کیتھولک نیوز ایجنسی Adista اور روم کے سب سے بڑے اخبار La Repubblica نے شائع کیا۔ رپورٹ کے مطابق ماریہ نے 23 ملکوں کا دورہ کیا جن میں امریکہ' برازیل' انڈیا' اٹلی' فلپائن اور آئرلینڈ وغیرہ شامل تھے جہاں عیسائی پادری عورتوں کے ساتھ چرچ اور چرچ سے غیر متعلقہ لوگوں نے جنسی لذت حاصل کی۔

ماریہ مزید انکشاف کرتے ہوئے لکھتی ہے کہ ایک پادری نے خوف اور بدنامی کے ڈر سے پادری عورت کو زبردستی Abortion (اسقاط حمل) کروانے پر مجبور کیا جس کی بناء پر وہ اس عمل میں مرگئی۔ ماریہ کی رپورٹ کے مطابق ایک پادری کا ایک نن (Nun) کے ساتھ زنا اور پھر ابورشن

(Abortion) چرچ کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ حیرت انگیز انکشاف اس وقت منظر عام پر آیا جب نیویارک ٹائم' مورخہ 17 جون 2002ء نے اپنے نمائندے مائیک گیلاگر (Mike Gallagher) کے حوالے سے لکھا کہ پادریوں کے ایک گروہ نے انتہائی مضحکہ خیز مطالبہ کیا ہے کہ "صرف ایک بچے کے ساتھ جنسی زیادتی کے مرتکب کے خلاف کسی قسم کی کوئی کارروائی نہیں ہونی چاہیے اور نہ ہی اس کی پنشن بند کرنی چاہیے۔ ہاں اگر کوئی پادری 2 یا دو سے زیادہ بچوں کے ساتھ زیادتی کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کے خلاف کارروائی ضرور کرنی چاہیے۔"

واشنگٹن پوسٹ کے ایک حالیہ سروے کے مطابق "اس وقت امریکہ میں 46,000 پادری کام کررہے ہیں جن میں 218 کے خلاف بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے نتیجہ میں کارروائی کرکے چرچ سے نکال دیا گیا ہے جبکہ اخبار کے مطابق ان میں سے 34 پادری اب بھی اپنے اثر و رسوخ کی بناء پر اہم عہدوں پر کام کررہے ہیں۔"

معروف ماہر نفسیات مائیکل بلینڈ (Michael Bland) جو بچپن میں خود بھی ایک چرچ میں جنسی تشدد کا شکار ہوچکے ہیں' نے کہا کہ بچوں کے ساتھ جنسی تشدد میں ملوث پادریوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہونی چاہیے' بلکہ "Zero tolerance Past, present and fyture."

تین مہینوں کی مسلسل تحقیقات کے بعد انکشاف ہوا کہ 2 تہائی رومن کیتھولک بشپ حضرات نے ان تمام پادریوں کو چرچ میں کام کرنے کی مکمل اجازت دے دی جن پر بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے بے شمار الزامات تھے۔ رپورٹ کے مطابق 178 بشپ میں سے 111 بشپ حضرات نے بدکردار پادریوں کو مکمل تحفظ دیا۔ ان 111 بشپ میں سے 4 بشپ حضرات نے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے چرچ سے استعفیٰ دے دیا جن میں بشپ کینڈرک ولیم (Bishop. J.Kendrick Williams) جو ریاست Lexington سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے نیویارک کے مشہور بشپ جیمز میکارتھی (Bishop James F. McCarthy) قابل ذکر ہیں۔

نیشنل کیتھولک رپورٹر کے مینجنگ ایڈیٹر ٹام روبرٹس (Tom Roberts) اپنے جریدے میں "Painful, Purifying Darknight" کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ چرچ سکینڈلز کی وجہ سے لوگوں کی اکثریت چرچ سے متنفر اور ناراض ہے۔ یورپ اور امریکہ میں زیر تعلیم پادریوں کی تعداد 80 فیصد سے بھی کم ہوچکی ہے۔ مستقل پادریوں کی تعداد میں 40 فیصد کمی ہوچکی ہے جن میں 40 سال سے کم عمر پادریوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ایک ریسرچ کے مطابق اگلے پانچ سالوں میں 8 پادریوں میں سے صرف ایک پادری رہ جائے گا۔ 25 سال پہلے تک ہر 100 افراد کے لیے ایک پادری تھا لیکن نئی ریسرچ کے مطابق 2005ء تک 2200 افراد کے لیے صرف ایک پادری ہوگا۔

یہ اعداد و شمار اس وقت مزید حیرت انگیز ہوجاتے ہیں جب ایک سروے کروایا گیا جس میں والدین سے پوچھا گیا تھا کہ کیا وہ اپنے بچوں کو پادری یا Nun بنانا پسند کریں گے؟ تو صرف 8 فیصد

والدین نے یقینی ارادے کا اظہار کیا۔ 25 فیصد والدین نے ہامی بھری جبکہ 48 فیصد نے انکار کر دیا اور 19 فیصد نے اس سوال پر اپنی شدید نفرت اور غصے کا اظہار کرتے ہوئے چرچ اور اس کے متعلقہ لوگوں کو برا بھلا کہا۔

ایک سابق پادری کوزن (Father Cozzens) نے کہا کہ 20 سے 60 فیصد تک پادری ہم جنس پرستی میں مبتلا ہیں اور گذشتہ 10 سالوں میں 20 ہزار پادریوں نے چرچ سے استعفیٰ دے کر ازدواجی زندگی اختیار کی ہے۔ کوزن پادریوں پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ لوگ بچوں کے اعتماد کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ انہیں بچوں کا محافظ ہونا چاہیے تھا جبکہ یہ لوگ ان کی عصمت کے لٹیرے اور چرچ کے لیے مستقل بدنامی کا باعث ہیں۔ کوزن نے دبے لفظوں میں پوپ پال پر بھی تنقید کی اور کہا کہ انہوں نے اپنے بیانات میں ان سکینڈلز کا ذکر کیا اور نہ ہی پادریوں کے خلاف سخت کارروائی کا کوئی عندیہ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مسئلہ کو زیادہ ہوا نہیں دینا چاہتے تاکہ ان کی شہرت خراب نہ ہو۔ کوزن کے خیال میں پوپ پال خوشامدی اور چاپلوس مذہبی لوگوں کے گھیرے میں ہیں جو انہیں صحیح صورتحال سے آگاہ نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا کہ پوپ پال کو اس چشم پوشی کے نتیجہ میں آئندہ آنے والے حالات و واقعات کی سنگینی کا ادراک نہیں ہے۔

نیویارک ٹائم (4نومبر 2000ء) میں معروف صحافی جیمز مارٹن (James Martin): اپنے مضمون

"The church and the Homosexual Priest."

میں لکھتے ہیں کہ "ایک ہم جنس پرست کو اپنی جنسی تسکین کے لیے سب سے بہترین مواقع چرچ میں ملتے ہیں' اس لیے ایک ہم جنس پرست ملازمت کے لیے چرچ کو ترجیح دے گا۔ کالم نگار مزید انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ہم جنس پرست پادری کی دوستی ہم جنس پرست کے ساتھ ہی ہوتی ہے' وہ اپنا زیادہ تر وقت (ملاقات' چیٹ یا فون) اپنے ہی مزاج کے ساتھی کے ساتھ گزارتا ہے اور خوش رہتا ہے۔"

کند ہم جنس باہم جنس پرواز

واشنگٹن پوسٹ کی اشاعت 16 جون 2002ء میں رابرٹ مک گلوری (Robert Mcglory) اپنے مضمون "Priests on Bishop's agenda" میں لکھتے ہیں کہ "چرچ کے حالیہ سکینڈلز چرچ کو جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں۔ افسوس اس بات پر ہے کہ کسی کو بھی اس کی پروا نہیں۔" کالم نگار نیشنل فیڈریشن آف پریسٹ کونسل کے صدر ڈونلڈ ولف (Donald Wolf) کے حوالے سے لکھتا ہے کہ آج کے پادری دنیاوی لذتوں کے اسیر ہو چکے ہیں' انہیں جنسی اور معاشی سکینڈلز کی ذرا بھی پروا نہیں۔ اور نہ ہی انہیں اس بات پر پشیمانی یا پریشانی ہے کہ ان کے کرتوتوں کی وجہ سے عوام میں ان کے خلاف نفرت پھیل رہی ہے اور اخبارات مسلسل ان پر تنقید کر رہے ہیں' حتیٰ کہ انہیں ایڈز پھیلانے والوں میں شامل کیا گیا ہے۔ کالم نگار کے مطابق یہ صورتحال بہت سنگین ہے۔

نیشنل ریویو (National Review) بابت 22 اپریل 2002ء کی رپورٹ کے مطابق

چرچ کے حالیہ جنسی سکینڈلز کو کسی بھی طور پر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ سٹیفن روبینو (Stephen Rubino) جو کہ امریکی ریاست نیوجرسی میں ایک معروف وکیل ہیں' نے کہا کہ وہ پادریوں کے شکار تقریباً 300 بچوں کے کیس عدالت میں لڑ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان میں 85 فیصد بچے 10 سال سے کم عمر کے ہیں جن کے ساتھ پادریوں نے جنسی زیادتی کی۔ اسی طرح نفسیاتی ماہر ڈاکٹر رچرڈ (Dr.Richard Fitzibbons) جنہوں نے 90 فیصد بچوں کا علاج کیا' کہا کہ ان بچوں پر پادریوں نے وحشیانہ جنسی تشدد کیا اور اپنی شیطانی ہوس پوری کرنے کے لیے ان پر سیکس کے بے شمار طریقے آزمائے۔ ڈاکٹر رچرڈ نے نفرت اور تلخ انداز میں کہا کہ مجھے کئی بچوں نے بتایا کہ ''جب وہ شدت تکلیف سے روتے تھے تو پادری انہیں صبر کی تلقین کرتے اور کہتے کہ یہ ان کی مذہبی تربیت اور روحانیت کا حصہ ہے۔'' ان کے خیال میں پادریوں کو شادی کی اجازت دے دینی چاہیے' اس سے بہت حد تک چرچ کے مسائل حل ہوسکتے ہیں۔

سٹیفن روبینو کے مطابق 20 فیصد پادری ہم جنسیت (Homosexuality) میں مبتلا ہیں اور 10 فیصد مستقل جنسی لذت اُٹھاتے ہیں۔ انہوں نے حیرت انگیز انکشاف کرتے ہوئے کہا کہ ایڈز کی بیماری میں اضافہ پادریوں کی وجہ سے ہورہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پادریوں کی اکثریت ہم جنس پرستی کو گناہ نہیں سمجھتی اور اسی لیے سکینڈلز کے بحران میں پادری اور بشپ ایک دوسرے کو نہ صرف سپورٹ کرتے ہیں بلکہ وہ اسے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ کیونکہ ایسے بدنام پادریوں کا ایک مکمل نیٹ ورک ہے جو ایک دوسرے کے مفادات کا خیال مقدم رکھتے ہیں۔

9 مارچ کو پورٹ لینڈ کے بشپ جوزف جے جیری کو 20 سے زائد بچوں کے ساتھ زیادتی کے الزام میں فارغ کیا گیا جس نے پبلک کے سامنے اعتراف کیا کہ واقعی اس نے 20 سے زائد بچوں کے ساتھ اپنی شیطانی ہوس کی تسکین کی۔

ایک دوسرے بشپ اوکونل (O'Connell) نے جو پام بیچ (Palm Beach) سے تعلق رکھتے ہیں' اپنے ''گناہوں'' کا اعتراف کرتے ہوئے چرچ کو استعفیٰ پیش کیا ہے۔ بشپ نے اپنے استعفیٰ میں کہا کہ اس نے 1998ء میں 5 بچوں کے ساتھ جبری جنسی تشدد کیا۔

ایک سابق پادری کرسٹوفر ڈکسن (Christopher Dixon) نے انکشاف کیا کہ بشپ کونل Connell نے اسے اپنی جنسی تسکین کا شکار کیا' جب وہ چرچ میں زیرِ تعلیم تھا' کونل کے علاوہ دو اور پادریوں نے بھی اس کے ساتھ زیادتی کی۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ ڈکسن کو اس معاملے میں خاموش رہنے کے لیے 125,000 ڈالر بطور رشوت دیئے گئے۔ ڈکسن کو بعد میں چرچ میں پادری (فادر) بنانے کی پیشکش کی گئی جسے اس نے مسترد کردیا۔

نیشنل کیتھولک رپورٹر اپنی اشاعت 6 اپریل 2001ء میں معروف صحافی Tom Roberts کے مضمون Priests abusimg Nuns میں ننوں (Nuns) کے ساتھ پادریوں کی جنسی بے راہروی

کے انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ پادری ہمیشہ Nun کو اپنا شکار سمجھتا ہے اور موقع ملتے ہی یہ دونوں اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے ہیں اور یہ واقعات روزمرہ کا معمول ہیں۔ کالم نگار ایک سابق افریقن نن لورا (Laura) کو اپنے اعتماد میں لے کر اس سے کئی انکشافات اُگلوا لیتا ہے۔ نن لورا کے مطابق چرچ میں دورانِ تربیت اس کے ساتھ کئی پادریوں نے بدفعلی کی۔ پہلی دفعہ پادری نے زبردستی کی اور پھر کئی دوسرے پادریوں نے بلیک میلنگ (Exploit) اور ہمدردی کے جذبات کے تحت اس کی نیم رضامندی سے بدفعلی کی۔ لورا کے مطابق چرچ برائی کے اڈے ہیں جن کی اصلاح کی شدید ضرورت ہے۔

امریکی ٹیلی ویژن CNN نے 20 اگست 2002ء کو اپنی رپورٹ

"Sydney Archbishop stands aside over sex abuse case"

میں کہا کہ آسٹریلیا کے دارالحکومت سڈنی کے سینئر ترین آرچ بشپ جارج پیل (George Pell) کے خلاف بچوں سے جنسی زیادتی کے الزام میں تحقیقات شروع ہوگئی ہیں۔ جارج پیل پر الزام ہے کہ انہوں نے ایک 12 سالہ خوبصورت لڑکے کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا جب وہ میلبرون (Melbourn) کے ایک چرچ میں پادری بننے کی تربیت حاصل کر رہا تھا۔ آسٹریلیا کی سپریم کورٹ کے سابق جج لیلک ساؤتھ ویل (Allec Southwell) آرچ بشپ کے خلاف تمام الزامات کی تحقیقات کریں گے جنہیں چرچ کی طرف سے نامزد کیا گیا ہے جبکہ دوسری طرف آسٹریلیا کے وزیراعظم جان ہاورڈ (John Howard) نے فون پر آرچ بشپ کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ انہیں بشپ کی بے گناہی اور معصومیت پر پورا یقین ہے۔

سی این این کی 22 اگست 2002ء کی ایک دوسری رپورٹ

"Radio Show Canned after Sex Stunt"

کے مطابق نیویارک کے معروف چرچ میں ایک سیکس واقعہ کے بعد ریڈیو شو بند کر دیا گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق ریڈیو "ونیو ایف ایم" (Wnew-FM) نے 22 ریاستوں میں اپنے 180 ریڈیو اسٹیشن قائم کیے ہوئے ہیں جہاں سے لوگوں کی دلچسپی کے مختلف پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ ان میں ایک پروگرام "Opie and Anthony Show" بہت مقبول ہوا جس میں لوگ اپنے سیکس تجربات، مشاہدات اور انکشافات بیان کرتے تھے۔ گذشتہ ہفتے اس پروگرام میں ایک مرد (Brian Florence) اور ایک خاتون (Loretta Lynn Harper) نے انکشاف کرتے ہوئے سنسنی پھیلادی کہ انہوں نے نیویارک کے معروف چرچ سینٹ پیٹرک کیتھڈرل "St. Patrick Cathedral" میں زنا کیا۔ پروگرام میں چرچ کے ایک ملازم نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی اور کہا کہ اس نے اس مقصد کے لیے ان دونوں کو چرچ میں مناسب جگہ فراہم کی۔ ریڈیو ونیو ایف ایم نے اس واقعہ پر لوگوں کے غصہ اور مخالفت کے بعد پروگرام کو بند کر دیا ہے اور ریڈیو اسٹیشن کے جنرل مینیجر اور پروگرام ڈائریکٹر کو ملازمت سے معطل کر دیا۔ ایف سی سی کے چیئرمین مائیکل پاول (Michel

(Powell) نے اس ریڈیو شو کی تحقیقات کا حکم دے کر ریڈیو اسٹیشن کا لائسنس منسوخ کرنے پر غور شروع کردیا ہے۔ جبکہ کیتھولک لیگ کے صدر ولیم ڈونوہو (William Donohue) نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ چونکہ ریڈیو پروگرام ختم کردیا گیا ہے اس لیے وہ اسٹیشن ریڈیو کے لائسنس کی منسوخی یا مزید تحقیقات کے لیے زور نہیں دیں گے۔ کیونکہ یہ پروگرام کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش ہوگی۔ یاد رہے کہ ایف سی سی نے اس سے پہلے جون 2002ء میں مذکورہ ریڈیو اسٹیشن کو ایک سنسنی خیز پروگرام نشر کرنے پر 21 ہزار ڈالر جرمانہ کیا تھا۔ جس میں ایک لڑکی نے اعتراف کیا تھا کہ اس کا والد اس کی مرضی سے اس سے Oral Sex کرتا ہے۔

معروف صحافی جان ایل ایلن (John. L.Allen) اپنے مضمون Sexual abuse of Nuns کے عنوان سے نیشنل کیتھولک رپورٹر میں (16 مارچ 2001ء) لکھتے ہیں کہ پادریوں کا ننوں (Nuns) کے ساتھ زنا اور جنسی چھیڑ خانیاں نہایت قابل مذمت ہیں۔ انہوں نے کہا کہ زیادہ تر معاشی حالات ان واقعات کا سبب بنتے ہیں۔ وہ Nuns جن کی آمدن بہت کم ہے' پادریوں کی بھاری پیشکش کے نتیجہ میں ان کی جنسی تسکین کا سامان پیدا کرتی ہیں' جس کے نتیجہ میں ایڈز' حمل اور ابورشن ایسے سنگین مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کالم نگار لکھتے ہیں کہ انہوں نے 23 ملکوں کے 1100 چرچوں میں 3 سال دن رات ریسرچ کی جہاں ایسے مسائل درپیش آتے ہیں۔ جان ایلن انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس نے چرچوں کے باہر استعمال شدہ کنڈوم کی کثرت دیکھی ہے جس سے ہم مجموعی طور پر چرچ کی اخلاقی صورتحال کی ابتری کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔ کالم نگار کے خیال میں پادری عورتوں کی ملازمت پر پابندی ہونی چاہیے۔ کالم نگار نے چرچ میں ہونے والی جنسی بدعنوانیوں کے سدباب کے لیے ان 8 وجوہات کا ذکر بڑی تحقیق سے کیا ہے جن کی وجہ سے یہ بحران تیزی سے پھیل رہا ہے۔

ویٹلو Vitello ایک سابق پادری ہیں۔ انہوں نے NCR کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ پادری حضرات پادری عورتوں (Nuns) کے ساتھ جبراً زنا کرتے ہیں اور صرف وہی پادری ایسے کام کرتے ہیں جن کے ساتھ بچپن میں خود جنسی زیادتی ہوئی ہو۔ ویٹلو کے خیال میں وہ ایسے کام کرکے اپنا پرانا انتقام لے رہے ہوتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جہاں وہ کام کرتے تھے وہاں بیک وقت 20 سسٹرز Nuns پادریوں کی وجہ سے حاملہ ہوگئیں جنہیں شکایت کرنے پر الٹا چرچ سے نکال دیا گیا۔ ایک اور واقعہ کے مطابق جب دو بہنوں نے عیسائیت اختیار کی تو انہیں چرچ میں ملازمت مل گئی' لیکن انہیں سند ملنے سے پہلے ہی حاملہ کردیا گیا۔ 10 دن کی سخت ذہنی اذیت کے بعد جب انہوں نے اعلیٰ حکام کو اپنے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کے بارے میں بتایا تو الٹا چرچ نے انہیں بھی ملازمت سے نکال دیا۔

سینئر نن (Mother Supeior) نے اپنے علاقے کے بشپ کو بتایا کہ اس کے پاس زیر تعلیم 29 عیسائی پادری عورتیں حمل (Pregnancy) سے ہیں تو بشپ نے مسئلہ حل کرنے کی بجائے اسے چرچ سے نکال دیا۔

کالم نگار کی رپورٹ کے مطابق کئی ممالک میں پادری عورتوں (Nuns) پادریوں کے ساتھ گاڑیوں میں سفر کرنے سے انکار کر دیتی ہیں کیونکہ انہیں ریپ (Rape) یا جنسی چھیڑ خانی کا خطرہ ہوتا ہے۔

کینساس شہر Kansas City میں ایک نن کے گھر انٹرویو لیا گیا تو اس نے NCR کے نمائندے کو بتایا کہ اسے لاتعداد ایسی کہانیاں اور واقعات یاد ہیں جن میں پادریوں نے ننوں (Nuns) کے ساتھ جنسی زیادتیاں کیں۔ بعض واقعات تو دل ہلا دینے والے ہیں کہ کئی کئی پادری بلیو فلموں کے انداز میں بیک وقت ایک نن کے ساتھ اپنی شیطانی ہوس کو پورا کرتے وقت آوارہ قہقہے لگاتے۔

معروف عیسائی روزنامہ کرسچین سنچری (Christian Century) کی اشاعت یکم مارچ 2000ء میں ایک مضمون بعنوان "Aids rate higher among Priests." شائع ہوا جس نے عیسائی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ آرٹیکل کے مطابق کینساس سٹی سٹار (Kansas City Star) نے پادریوں پر ایک سروے کیا جس کے نتیجہ میں یہ معلوم ہوا کہ پادریوں میں Aids کی شرح امریکی آبادی میں Aids پھیلنے کی شرح سے کہیں زیادہ ہے۔ سروے کے اعداد و شمار کے مطابق پادریوں کی ایک کثیر تعداد ہم جنس Gay ہے اور کنوارے نہیں ہیں۔ یہ سروے 3000 پادریوں پر 1999ء میں کیا گیا تھا۔

نیشنل کیتھولک رپورٹر کے مینجنگ ایڈیٹر ٹام رابرٹس (Tom Roberts) اپنے تجزیہ میں لکھتے ہیں کہ 1985ء میں بچوں کے ساتھ پادریوں کے جنسی تشدد کے سکینڈلز نے چرچ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ جنوری 1986ء میں ایک عدالت نے طویل سماعت کے بعد متاثرہ بچے کے خاندان کو ایک ملین ڈالر ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ کالم نگار کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل مطالعہ ہیں:

> **"I do not find it difficult to believe the Aids death rate among priests is higher than that of the general male population although still relatively low. Clearly there is a higher percentage of priests who are homosexual than there is of male homosexuals in the national population..."**

نیویارک ٹائمز کی اشاعت یکم اپریل 2002ء میں معروف صحافی جوزف جے گائیڈو (Joseph J Guido) اپنے آرٹیکل

"Understanding the sexual abuse of children by priests."

میں لکھتے ہیں کہ "چرچوں میں جنسی تشدد کی شکایات کی اصل وجہ پادریوں کا کنوارہ پن نہیں بلکہ یورپی کلچر ہے" جہاں جنسی آزادی بے لگام ہے۔ انہوں نے لکھا کہ یہی وجہ ہے کہ بعض مجرم پادریوں کا دفاع کرتے ہوئے ویٹی کن روم Rome نے اسے اپنا مسئلہ کہنے سے انکار کیا اور بقول ان کے یہ

امریکی مسئلہ ہے۔"

دنیا کی سب سے بڑی انسانی جنسی تعلقات کی تنظیم The social organization of Sexuality جسے Edward Laumann اور John.H.Gagnon ایسے مشہور دانشور چلا رہے ہیں' نے ایک سروے رپورٹ بڑی محنت سے تیار کی جسے شکاگو پریس نے 1994ء میں شائع کیا۔ یہ سروے 3432 امریکی نوجوانوں پر کیا گیا۔ سروے کے مطابق 17 فیصد عورتوں اور 17 فیصد مردوں نے بتایا کہ انہیں بلوغت سے پہلے ہی ریپ (Rape) کا نشانہ بنایا گیا۔ 7 فیصد نے بتایا کہ ان کے ساتھ اجنبیوں نے' 52 فیصد نے بتایا کہ ان کے ساتھ ان کے رشتہ داروں نے اور 29 فیصد نے بتایا کہ ان کے ساتھ فیملی کے دوستوں نے جنسی تشدد کیا۔ 70 فیصد افراد نے چرچ اور آفیشل عملے کی جنسی کارروائیوں کے خلاف کوئی اقدام نہ کرنے پر شدید احتجاج اور مایوسی کا اظہار کیا۔ 30 فیصد نے ان سکینڈلز کو پادریوں کی شادی نہ ہونے اور کنوارے پن کی وجہ قرار دیا۔ ABC نیوز اور واشنگٹن پوسٹ کے ایک مشترکہ سروے کے مطابق لوگوں کی رائے کی شرح بھی تقریباً یہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔

معروف پادری اور ماہر نفسیات پال ایف موریسے (Paul. F.Moressey) اپنے مضمون جو واشنگٹن پوسٹ میں یکم اپریل 2002ء میں شائع ہوا' اعتراف کرتے ہیں کہ "پادریوں کی اکثریت ہم جنس پرست Homosexual ہے جو جھوٹ اور دھوکے کی زندگی گزار رہے ہیں۔"

معروف دانشور اور مصنف گیری ولز (Garry Wills) اپنی کتاب "Papal Sin" میں لکھتے ہیں کہ "پادری ہمیشہ کمزور ہمت بچوں پر جنسی تشدد کرتے ہیں۔"

مصنف اپنی کتاب کے ایک باب "A Gay Priesthood" میں انکشاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب والدین اپنے بچوں کو پادریوں کے پاس بھیجتے ہیں تو وہ انہیں پاکباز اور نیک خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ جنسی لذت سے بالکل ناآشنا ہیں جبکہ یہ پادری ان لوگوں کو بے وقوف اور عقل وشعور سے بیگانہ سمجھتے ہیں۔ سروے کے مطابق ایک ہم جنس پادری کے بقول وہ اپنے چھپے رازوں کو دوسروں تک نہیں پہنچنے دیتے اور انہیں ہمیشہ اندھیرے میں رکھتے ہیں۔

مصنف کے یہ الفاظ نہایت قابل غور ہیں:

> **Peoples are fooled by priests one reason pedophiles have been given aceess to children is that parents were under the misunderstanding that priests refrain from all Sex. The gay priests say that must be careful to help others from learning of their secret. Every move they make is gradated to keep some peope at least in the dark."**

مصنف مزید انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ”جنس کی طرف رغبت چرچ کا حصہ ہے۔ یہ ان کے مذہب کی شناخت ہے۔ عیسائیت کی دوسری تعلیمات کی طرح ان کو کیوں لوگوں کے سامنے نہیں رکھا جاتا؟ کیوں سادہ لوح لوگوں کو بیوقوف بنایا جاتا ہے؟ کوئی کیوں اس سچ کو نہیں کھولتا؟ مذہبی عقیدہ کے حوالہ سے ہم جنس پادریوں اور عورتوں کا عقیدہ یہ ہوسکتا ہے کہ وہ (مرد/عورت) خدا کی غلطیوں میں سے ایک غلطی ہے (نعوذ باللہ) اوران کا یہ رویہ ان کو اپنے جرائم چھپانے اور مزید گناہ کرنے پر مجبور کرتا ہے۔“

1995ء میں برطانیہ سے شائع ہونے والی کتاب ”سکینڈلز“ (Scandals) نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس کتاب میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی مشہور ومقبول شخصیات کے عورتوں اور بچوں کے ساتھ ناجائز جنسی تعلقات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کو برطانیہ کے دومعروف صحافیوں Nigel Blundell اور Nicholas Constable نے بڑی تحقیق اور محنت سے لکھا۔ اس کتاب کا ایک باب عیسائیت کے اعلیٰ اور اہم عہدوں پر فائز مذہبی شخصیات کے شرمناک کرتوتوں پر مشتمل ہے۔ ذیل میں انہیں مختصراً بیان کیا جاتا ہے:

مارٹن لُوتھر

مارٹن لُوتھر (1546-1483) جو پروٹسٹنٹ فرقہ کا بانی اور معروف مذہبی راہنما ہے' کا عقیدہ تھا کہ سیکس گناہ نہیں بلکہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ کھانا پینا۔ لُوتھر کا کہنا تھا کہ کوئی بھی اس کی جنسی خواہش کو ختم نہیں کرسکتا' حتیٰ کہ شادی بھی۔ اپنی غیر معمولی جنسی خواہش کے نتیجہ میں اس نے چرچ کی انتہائی خوبصورت اور شوخ راہبہ (Nun) کیتھرینا بورا کے ساتھ شادی کی۔ شادی سے پہلے لُوتھر اپنی جسمانی ترغیبات کی بات کرتا تھا اور اس کا کہنا تھا کہ وہ اور اس کے پیروکار کئی جنسی تجربوں سے گزر چکے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ مسلسل شیطان کے ساتھ نبرد آزما رہا جو کئی بھیس بدل کر اس کے سامنے آتا تھا اور اسے مسلسل ترغیبات دیتا تھا۔ وہ کئی مرتبہ شیطانی ترغیبات کا شکار بھی ہوا اور شیطان کے خلاف زیادہ تر جنگ اس نے بستر پر ہاری اور یہاں پر وہ اس کی ترغیبات کا شکار ہو جاتا۔ وہ اکثر کہا کرتا کہ عورتوں میں جنسی خواہش مردوں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔ لُوتھر نے 1519ء میں اپنے ایک خطبہ میں تسلیم کیا کہ اس کے جنسی جذبات اس پر غالب ہیں۔

مارٹن لُوتھر کا عقیدہ تھا کہ سیکس ایک قدرتی عمل ہے جو کہ خدا کی طرف سے عطا کیا گیا۔ چنانچہ اس نے اس خیال کی حمایت کی کہ ایک نامرد شخص اپنی بیوی کی خواہشات کے لیے اپنا متبادل مرد مہیا کرے۔“ لُوتھر کا کہنا ہے کہ ”حضرت عیسیٰ نے اپنی جان دے کر تمام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کردیا۔ لہٰذا خوب گناہ کرو لیکن اس کے ساتھ (کفارہ پر) ایمان کو اور مضبوط کرتے جاؤ۔“

آرچ بشپ میکاریس

کروڑوں افریقی عوام کا دل نیلسن منڈیلا کے بعد جس شخصیت کے لیے دھڑکتا ہے وہ آرچ

بشپ میکاریس ہے۔ وہ ایک پوپ کی مانند ہے جو ویٹی کن کے بجائے کیوریٹیل کے مقام پر رہتا ہے۔ اصل میں میکاریس یونانی قدامت پرست (آرتھوڈوکس) کلیسا کا قبرص میں نمائندہ ہے اور وہیں کا صدر بھی۔ آرچ بشپ یا میکاریس تین چار ناموں سے اس شخص کی پہچان ہے۔ آرچ بشپ کے بے شمار خواتین کے ساتھ تعلقات رہے لیکن اس نے ان تعلقات پر کبھی ندامت کا اظہار نہ کیا۔ وہ کہتا ہے کہ یہ میرے مذہبی فرائض کا ہی حصہ ہے۔

جم بیکر اور جمی سواگرٹ

جم بیکر (Jim Bakker) کا شمار عیسائیت کے بڑے بڑے واعظین میں سے ہوتا ہے۔ وہ امریکن ٹیلی ویژن پر عیسائیت کا پرچار کرتا تھا۔ لاکھوں لوگ اس کا واعظ سنتے۔ وہ اکثر انسانی اخلاق' محبت' رواداری اور اصلاح معاشرہ پر گفتگو کرتا اور لوگوں کو گناہوں سے بچنے اور نیک زندگی گزارنے کا درس دیتا حالانکہ وہ خود اندر سے ایک بدکردار اور بدقماش آدمی تھا۔

جم بیکر شراب کے علاوہ دیگر منشیات کا بھی استعمال کرتا تھا۔ اس کی چرچ سیکرٹری جیسیکا ہان (Jessica Hahn) نہایت خوبصورت لڑکی تھی جس کے ساتھ جم بیکر نے فلوریڈا کے ہوٹل میں دسمبر 1995ء کی ایک رات خوب رنگ رلیاں منائیں اور جی بھر کے جنسی لذت اٹھائی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کے اگلے ہی روز جم بیکر امریکہ کے بڑے چرچ میں لوگوں کو خدا کی ہدایات پر عمل نہ کرنے پر سرزنش کر رہا تھا۔

کچھ عرصہ بعد جیسیکا ہان نے باقاعدہ ایک کال گرل کا پیشہ اختیار کرلیا اور بھاری معاوضے پر بدنام زمانہ رسالہ Play Boy میگزین کے لیے عریاں تصاویر بنوانے لگی۔ جم بیکر کو متعدد غیر اخلاقی شکایات پر چرچ سے علیحدہ کردیا گیا اور مقامی عدالت سے چرچ کے فنڈز خرد برد کرنے پر 10 سال قید سخت کی سزا سنائی گئی۔

انہی دنوں جم بیکر کے مخالف ''ایوانجلسٹ'' Evangelist (انجیل کی تشہیر کرنے والا) جمی سواگرٹ (Jimmy Swaggart) جو چرچ میں اعلیٰ مقام رکھتا تھا' ٹیلی ویژن پر عیسائیت کے ایک بڑے مناظر کی حیثیت سے نمودار ہوا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ جم بیکر کے برعکس ایمانداری اور شرافت کا مجسمہ ہے۔ اس کے ناظرین کی تعداد بلامبالغہ ایک کروڑ کے قریب تھی۔ جمی سواگرٹ جسے Braggart (ڈینگیں مارنا والا) کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا' بھی اندر سے بے حد بدکردار اور جنسی بھیڑیا تھا۔ اس کا پول اس وقت کھلا جب ایک بدنام طوائف ڈیبرا مرفی (Debra Murphee) نے انکشاف کیا کہ کس طرح نیوآرلین (New Orleans) ہوٹل کے ایک کمرے میں پادری جمی سواگراٹ نے اس کے ساتھ وحشیانہ ہم بستری کی۔ ڈیبرا مرفی ایک بدنام زمانہ طوائف تھی جس کے خلاف امریکہ کی کئی ایک ریاستوں میں جسم فروشی کی خلاف ورزی پر مقدمات دائر تھے۔ جمی سواگرٹ نے اسے بھاری معاوضے پر اپنی

پرائیویٹ سیکوٹری کے طور پر رکھا لیکن ہمیشہ اسے اپنی جنسی خواہشات کی تسکین کے لیے استعمال کیا۔ ڈیبرا اور جمی سواگرٹ کئی سالوں تک رنگ رلیاں مناتے رہے۔ ایک دن سواگرٹ نے اپنی شیطانی جنسی پیاس بجھانے کے لیے مرفی کو اپنی 9 سالہ بیٹی پیش کرنے کی فرمائش کی جس سے مرفی نہ صرف سواگرٹ سے بدظن ہوگئی بلکہ اس سے اپنے جنسی تعلقات کی تمام کہانی اخبارات کو سنادی۔ پھر مرفی نے اپنی مرضی سے ایک رسالہ Penthouse Magazine کے لیے انتہائی فحش پوز بنوائے جو اس نے جمی سواگرٹ کی خواہش پر خصوصی طور پر اس کے سامنے کیے تھے۔ مرفی نے اس میگزین کے لیے 16 نہایت عریاں تصاویر بنوائیں جنہوں نے ہر حلقہ میں ایک سنسنی پھیلادی۔ بعد ازاں مرفی نے ایک پریس کانفرنس میں دستاویزی شواہد کے ساتھ سواگرٹ کے شیطانی کرتوتوں کا تفصیلی پول کھولا اور کہا کہ وہ عنقریب سواگرٹ کے ساتھ اپنے جنسی تعلقات کی فلم بنائے گی جس میں کئی ایک سین اصل ہوں گے۔ اس کے ردعمل میں سواگرٹ مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے نیشنل ٹی وی پر عوام کے سامنے پیش ہوا اور اپنے گناہوں کا اعتراف کیا۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ چرچ کے اعلیٰ عہدیداران نے اس بدکردار پادری کے ساتھ انتہائی نرم رویہ اختیار کیا۔ چونکہ اس حمام میں سب ننگے ہیں' اس لیے انہوں نے سخت رویہ اختیار کرنے سے گریز ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ عوام اور میڈیا کے مسلسل احتجاج پر چرچ انتظامیہ نے سواگرٹ پر وعظ اور مذہبی لباس پہننے پر کرنے پر تین ماہ کی پابندی لگادی۔ سواگرٹ نے اس پابندی کا احترام صرف 1 ماہ کیا اور یہ عذر تراشا کہ اس سے پوری دنیا کے مختلف تجارتی اداروں میں اس کے 140 ملین ڈالر ڈوب جائیں گے۔ اس نے اپنے ایک بیان میں کہا کہ خود خدا نے اس کے "گناہوں" کو معاف کردیا ہے' اس لیے اب کسی شخص کو اس کے کردار پر شک نہیں کرنا چاہیے۔

بشپ کیسی

بشپ ایمون کیسی (Bishop Eamonn Casey) کا شمار چرچ کے ان نامور مبلغین میں ہوتا ہے جنہوں نے عیسائیت کے فروغ کے لیے بے پناہ خدمات سرانجام دیں مگر وہ بھی بچوں اور پادری عورتوں کے ساتھ ناجائز جنسی تعلقات سے اپنا دامن نہ بچاسکا۔ اینی مرفی Annie Murphy چرچ میں اس کے ماتحت بحیثیت نن (Nun) کام کرتی تھی اور اپنے حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے اپنی ایک الگ پہچان بھی رکھتی تھی۔ بشپ کیسی کا اینی مرفی کے ساتھ معاشقے کا آغاز 1973ء میں ہوا۔ اس وقت کیسی کی عمر 46 سال اور اینی کی عمر 24 سال تھی۔ دونوں مسلسل 2 سال تک چرچ میں زنا کاری کے مرتکب ہوتے رہے۔ اس دوران حاملہ ہونے پر اینی نے چرچ سے استعفیٰ دے دیا اور چند ماہ بعد ایک بچے کی ماں بن گئی۔ اینی جولائی 1974ء میں اپنے نومولود بچے کے ساتھ نیویارک چلی گئی اور اپنے خاندان کے ساتھ رہنے لگی۔ کیسی باقاعدگی کے ساتھ اسے ماہانہ خرچ بھجواتا رہا۔ ایک دن اینی نے کیسی کو فون کیا کہ وہ اس سے خاص ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ اجازت ملنے پر اینی بشپ کیسی کے پاس گئی اور کہا

کہ وہ اپنے بیٹے کو بتانا چاہتی ہے کہ اس کا باپ کون ہے' کیونکہ بیٹا اپنے باپ کی شفقت اور سایہ چاہتا ہے۔کیسی نے ایی سے کہا کہ وہ اپنی زبان بند رکھے اور آئندہ صرف اس کی داشتہ کے طور پر ملاقاتیں کرے۔اس ملاقات کے بعد کیسی نے ایی کے ماہانہ خرچ میں دوگنا اضافہ کر دیا۔

بشپ کیسی جانتا تھا کہ اس قسم کا سکینڈل اس کے مستقبل کو تاریک کر سکتا ہے' چرچ اس کے اس گناہ کو کبھی معاف نہیں کرے گا اور اس کے کیریئر کا خاتمہ ہو جائے گا۔کیسی مہینوں اپنے گناہوں کے راز فاش ہونے کے بارے میں خوفزدہ رہا لیکن پھر اس نے اپنے گناہوں کا یہ جواز پیش کیا کہ وہ کسی بھی وقت خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکتا ہے۔ایی کو خوف تھا کہ اس کی حیثیت ایک داشتہ کے طور پر رہے گی اور بشپ اس سے کبھی شادی نہیں کرے گا۔ اس نے سوچ لیا کہ اسے ایک نہ ایک دن علیحدہ ہونا ہی ہے۔ جب ایی نے بشپ کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو بشپ کیسی نے غصے سے اپنے ردعمل کا اظہار کیا۔ایی نے کہا کہ اگر اسے انصاف نہ ملا تو وہ روم جا کر ویٹی کن سٹی میں انصاف طلب کرے گی۔ ایی نے نیویارک کے ایک مشہور وکیل پیٹر میکے (Peter Mekay) سے رابطہ کیا اور اپنی ساری روداد سنادی۔ پیٹر میکے نے نیویارک کی عدالت میں کیسی کے خلاف ہرجانے کا مقدمہ دائر کر دیا۔ دریں اثناء بشپ نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اخبارات نے اس پوری کہانی کو بڑی بڑی شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا۔ بعد ازاں ایک تحقیقاتی بورڈ کے سامنے بشپ نے اقرار کیا کہ اس نے نہ صرف ایی کے ساتھ شرمناک جنسی تعلقات رکھے بلکہ چرچ کے فنڈز سے 70 ہزار ڈالر بھی خورد برد کیے تھے۔

ریورنڈ ہیرلڈ ڈیوڈسن

ریونڈ ہیرلڈ ڈیوڈسن (Reverend Harold Davidson) 1975ء میں ساؤتھ ایمپٹن میں پیدا ہوا۔اس کا باپ ایک پادری تھا۔جس نے اپنے بیٹے ڈیوڈسن سے اپنے نقش قدم پر چلنے کی توقعات وابستہ کی تھیں لیکن ڈیوڈسن جب 19 سال کا ہوا تو وہ ڈرامائی طور پر چرچ کا راستہ چھوڑ کر تھیٹر اور فلم کی دنیا میں چلا گیا۔جنسی خواہشات نے اس کی زندگی میں ہلچل مچادی۔ وہ اداکاروں کی چرچ یونین کا چیپلین (پادری) مقرر ہوا۔ وہ بہانے بہانے سے اداکاروں کے پرائیویٹ کمرے میں چلے جاتا۔ جہاں وہ لباس تبدیل کر رہی ہوتیں۔ کچھ عورتوں نے اس کے ارادوں پر شک کیا اور کئی تھیٹروں میں اس کا داخلہ بند کر دیا گیا۔3 سال یہاں کی دنیا سے دل بہلانے کے بعد وہ دوبارہ ہولی ٹرنٹی چرچ واپس آ گیا اور نائب بشپ کے عہدہ پر کام کرنے لگا۔

ڈیوڈسن کو جنسی بھیڑیا بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق عام چرچا تھا کہ نوجوان لڑکیاں اس کے گھر میں مقیم رہتی ہیں جن سے ڈیوڈسن کے ناجائز تعلقات ہیں۔ چرچ کی اعلیٰ انتظامیہ نے متعدد شکایات ملنے کے بعد اس کے خلاف نوٹس جاری کیا تو ڈیوڈسن نے یہ عذر پیش کیا کہ وہ طوائفوں کو گناہ آلود زندگی سے بچاتا ہے۔

جنگ عظیم اوّل میں اسے رائل نیوی کا چیپلن (پادری) بنا دیا گیا۔ یہاں بھی اس نے اپنی بدخصلت عادتیں نہ چھوڑیں۔ ایک مرتبہ جب ان کا جہاز کسرو کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو رہا تھا' پولیس نے ایک قحبہ خانے پر چھاپہ مار کر اسے برآمد کیا۔ اس کا موقف تھا کہ وہ ایک طوائف کی تلاش میں تھا جسے جنسی بیماری تھی اور یہ بیماری دوسری نوجوان طوائفوں میں پھیل سکتی تھی۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد وہ اپنا زیادہ وقت لندن میں گزارنے لگا۔ وہ راتوں کو لندن کی گلیوں میں گھومتا اور کسی جوان لڑکی یا نئی طوائف کی تلاش میں رہتا۔ وہ عورتوں کی تعریف کرتا اور ان کی شباہت کسی اداکارہ سے ملاتا اور سبز باغ دکھا کر ان سے جنسی زیادتی کرتا۔ اس طرح اس نے ایک سال میں 200 کے قریب عورتوں سے اپنا منہ کالا کیا۔ انہی لڑکیوں میں سے 17 سالہ خوبرو نوخیز حسینہ باربرا ہیرس (Barbara Harris) نے ڈیوڈسن کے خلاف 1930ء میں عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا۔ ڈیوڈسن کا بیان تھا کہ اس نے باربرا کو گناہ آلود زندگی سے نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن باربرا ہیرس کا کہنا تھا کہ بشپ کا بنیادی مقصد اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل تھا۔

کچھ عرصہ بعد 15 سالہ خوبرو لڑکی اسٹل ڈوگلس Estelle Douglas بشپ کے زوال اور بدترین ذلت کا باعث بنی۔ اس نے عدالت میں بیان دیا کہ بشپ کے پاس اس کی برہنہ تصاویر موجود ہیں جس سے وہ اسے بلیک میل کرتا ہے۔ 10 جولائی 1932ء کو بشپ ڈیوڈسن کو بھاری جرمانے کے ساتھ چرچ سے برخاست کر دیا گیا۔ پھر بشپ دوبارہ تھیٹر اور فلم کی دنیا میں چلا گیا۔

پادری کرک اینڈرسن

15 ستمبر 1977ء کو اسکارٹ لینڈ یارڈ میں 21 سالہ پادری کرک اینڈرسن (Kerk Anderson) اور سابق کوئین بیوٹی جوئس میک کنی (Joyce Mckinny) کے دلچسپ سکینڈل نے تہلکہ مچا دیا۔ 23 نومبر 1977ء کو عدالت میں پادری کرک اینڈرسن نے بیان دیا کہ اسے میک کنی نے فون پر ملاقات کے بہانے بلایا اور اپنے دو ساتھیوں کی مدد سے اغواء کیا۔ پھر اسے برہنہ کر کے ایک کمرے میں Bed کے ساتھ باندھ کر ORal Sex کے ذریعے اس میں جنسی بیداری پیدا کی۔ اور پھر میک کنی نے اس کے ساتھ تین مرتبہ جنسی ملاپ کیا اور اپنی ہوس پوری کی۔ اینڈرسن نے کورٹ کو مزید بتایا کہ میک کنی باربار مجھے کہتی تھی کہ چاہے تمہاری مرضی ہو یا نہ ہو' وہ اس سے سیکس کرتی رہے گی جب تک کہ وہ حاملہ نہ ہو جائے۔ دوران جرح اینڈرسن نے تسلیم کیا کہ اس نے میک کنی کو اپنا جسم مساج کرنے کو کہا تھا جبکہ دوسری طرف جوئس میک کنی نے بیان دیتے ہوئے عدالت کو بتایا کہ پادری اینڈرسن اس کا عاشق تھا۔ ہم نے اکٹھے کئی مرتبہ اپنی مرضی سے رنگ رلیاں منائیں جو کسی بھی طرح کسی ہنی مون سے کم نہیں تھیں۔ ہم نے بہت اچھا وقت گزارا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اینڈرسن نے دوران جرح ان تمام الزامات کو تسلیم کیا۔

فادر جیمز پورٹر

فادر جیمز پورٹر Father James Porter چرچ میں بچوں سے اخلاق سوز حرکات کرنے کی وجہ سے مشہور ہوا۔ اپنے گیارہ سالہ بدچلن کیریئر کے دوران اس نے کم از کم 125 بچوں کو اپنی جنسی خواہش کا نشانہ بنایا۔ اسی طرح کے دوسرے کیسوں میں چرچ کے اندر اس نے اپنے عہدے اور رتبے کا ناجائز استعمال کیا اور جب اس کے کرتوت سامنے آئے تو چرچ کے حکام بالا نے اسے روکنے کی بجائے الٹا حوصلہ افزائی کی۔

اپریل 1960ء میں جب وہ سینٹ میری چرچ میساچوسٹ (St. Mary's Church, North Attleboro, Massachusetts) میں تعینات ہوا تو فادر پورٹر کو ہوا کا تازہ جھونکا سمجھا گیا۔ اس نے جلد ہی بچوں کے مذہبی گیت گانے کے طائفے کا چارج سنبھالا۔ کشتیوں اور باسکٹ بال کے میچوں کا اہتمام کیا اور اپنی کارکردگی سے ثابت کیا کہ وہ ایک باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ اس کا ظاہری باطن تھا' درحقیقت وہ ایک جنسی جنونی تھا جس کا شکار زیادہ تر نوعمر بچے ہوتے تھے جو اس جسمانی اذیت کو خاموشی کے ساتھ برداشت کر لیتے۔ وہ بچوں سے کہتا کہ اس کی پتلون میں انڈرویئر کے نیچے بٹن تلاش کریں' بچوں کی ان حرکات سے وہ جنسی لذت حاصل کرتا۔ ایک مرتبہ ایک بچی نے فادر جیمز کو ایک بچے کے ساتھ بدفعلی کرتے دیکھا اور ایک دوسرے پادری کو آنکھوں دیکھا حال سنایا تو بچی کو افواہیں پھیلانے کے الزام میں 100 ڈالر جرمانہ کر دیا گیا۔

فادر جیمز پورٹر کا ایک اور شکار ڈینس گبری (Dennis Gaboury) تھا جسے فادر نے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور لہولہان کر دیا۔ اس سنگین واقعہ کی تحقیقات کے بعد پتہ چلا کہ فادر جیمز اور اس کے کئی دیگر پادری ساتھیوں نے بے شمار بچوں کو اپنی جنسی خواہشات کا نشانہ بنایا ہے۔ بعد ازاں اسے ابنارمل پادریوں میں شامل کر دیا گیا۔ اس کی بجلی کے جھٹکوں سے تھراپی کی گئی۔ ماہرین نفسیات نے چرچ میں بچوں کے لیے فادر جیمز کو انتہائی خطرناک قرار دیا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تمام واضح حرام کاریوں کے ثبوتوں کے باوجود چرچ نے فادر کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا۔

بعد ازاں ایک ٹی وی شو میں یہ ساری تفصیلات عوام کے سامنے آئیں تو لوگوں میں نفرت و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ڈسٹرکٹ اٹارنی پال واش جونیئر Paul Walsh Jr نے تمام دستاویزی شواہد کے ساتھ عدالت میں کیس دائر کر دیا۔ عدالت نے فادر جیمز سے پوچھا کہ اس نے کتنے بچوں کو اپنی ہوسناکی کا نشانہ بنایا ہے تو فادر پورٹر نے جواب دیا کہ تقریباً 100 بچوں سے۔ گرینڈ جیوری نے فادر جیمز کے خلاف 46 کیسوں میں فرد جرم عائد کر دی۔ اس نے ناقابل تردید ثبوتوں کی موجودگی میں 41 کیسوں میں اپنا جرم تسلیم کر لیا۔ 6 دسمبر 1993ء کو اسے اٹھارہ سال قید کی سزا سنائی گئی۔

فادر برینڈن سمتھ

فادر برینڈن سمتھ Father Brendan Smyth مذہبی دنیا میں بچوں کو اپنی جنسی خواہشات کا نشانہ بنانے کی بدترین مثال تھا جس نے برطانیہ اور امریکہ میں 150 سے زائد بچوں کو زیادتی کا نشانہ بنایا۔ فادر اسمتھ خود کو روحانی بزرگ بھی کہلواتا اور اکثر اپنے واعظوں میں برملا کہتا کہ اس پر خدا کی رحمت کا سایہ ہے۔ اس طرح کے روحانی جملوں سے اس نے بچوں اور ان کے والدین پر اعتماد حاصل کر لیا۔ اسے یقین تھا کہ کوئی بچہ بھی اس کے کرتوتوں کو ظاہر نہیں کرے گا اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو کوئی اس بات پر یقین نہیں کرے گا۔ فادر سمتھ تادیر اس غلط فہمی کا شکار رہا اور بچوں کے ساتھ متواتر جنسی بدفعلی کرتا رہا۔ افسوسناک بات یہ تھی کہ چرچ اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ اس کی صفوں میں ملک کا بہترین سکینڈل پرورش پا رہا ہے لیکن اس حقیقت کے باوجود سب خاموش تھے اور کوئی بھی اسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنے والا نہیں تھا اور جب 1994ء میں ڈبلن کے سیاست دان اس کے خلاف الزامات کا سامنا نہ کر سکے تو یہ سکینڈل وزیراعظم البرٹ رینالڈ (Albert Reynold) کی حکومت ختم کرنے کا باعث بنا۔

فادر سمتھ کا تعلق پادریوں کے ایک گروہ سے تھا جو بچوں اور ننوں Nuns پر جنسی تشدد کے لیے مشہور تھا۔ وہ عرصہ 50 سال تک بغیر کسی مداخلت کے بچوں سے اپنی جنسی بھوک مٹاتا رہا۔ اس دوران 1968ء میں اس کا نفسیاتی تجزیہ کیا گیا تو پتہ چلا کہ وہ جنونی جنسی مریض ہے۔ بجائے اس کے کہ اسے پولیس کے حوالے کیا جاتا' چرچ کے اراکین نے اس مسئلہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ ایک موقع پر اسے امریکہ بھیج دیا گیا جہاں اس نے ایک نن (Nun) کے ساتھ زبردستی زیادتی کی جس کی پاداش میں چرچ کو ہرجانے کے طور پر 20 ہزار ڈالر ادا کرنے پڑے۔ بالآخر وہ آئرلینڈ چلا گیا' جہاں اس نے بچوں کے ہسپتال میں کام کرنے کی درخواست کی۔ اسے وہاں پادری کی ملازمت مل گئی اور بچوں کے وارڈ کا نگران مقرر کر دیا گیا۔ افسوسناک بات یہ تھی کہ چرچ نے اسے اچھے کردار کا مالک قرار دیا اور باقاعدہ ایک سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دیا۔ حالانکہ چرچ کے ایک بشپ کاہل ڈیلے (Bishop Cahal Daly) نے فادر سمتھ کی غلط کاریوں کے خلاف مناسب ایکشن لینے کی درخواست کی تھی مگر چرچ نے اس پر غور نہ کیا۔ آخرکار 1992ء میں کچھ خاندانوں نے جن کے بچے فادر سمتھ کی جنسی زیادتیوں کا شکار ہوئے تھے RUC "The Royal Ulsterr Constabulary" سے رابطہ کیا اور اس طرح یہ افسوسناک سکینڈل منظر عام پر آیا۔ سمتھ نے عدالت میں تمام الزامات کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ اپنی ندامت کا بھی اظہار کیا۔ عدالت نے طویل سماعت کے بعد فادر اسمتھ کو 4 سال قید سنائی اور جیل بھیج دیا۔

معروف سکالر جناب ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب "یورپ پر اسلام کے احسان" میں عیسائی راہنماؤں کی اخلاقی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تمام پوپ بلا استثنا تنگ نظر، علم دشمن اور لالچی تھے۔ ان میں سے بعض اس قدر بدچلن تھے۔ کہ پاپائے لیودہم (1513-1521ء) آتشک میں گرفتار تھا۔ اور جرمنی کے بادشاہ آٹو (936-973ء) نے پاپائے اعظم جان دوازدہم (955-964ء) کو بدچلنی اور قتل کی بنا پر معزول کر دیا تھا۔ یہ پوپ اس قدر حریص تھے کہ 600ء میں پوپ کی مملوکہ زمین اٹھارہ سو مربع میل تھی۔ اور وہ یورپ کا سب سے بڑا زمیندار تھا۔ پوپ جان یازدہم (931-935ء) ولدالحرام تھا۔ یہ میروزیہ کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ میروزیہ قصرِ پاپائی کے ایک افسر تھیوفی لیکٹ کی بیٹی تھی۔ اس کے شوہر کا نام گیڈو تھا۔ پوپ سرگیس سوم (904-911ء) سے اس کے ناجائز تعلقات تھے۔ اور پوپ جان اسی ناجائز تعلق کا نتیجہ تھا۔''

(ایج آف فیتھ از ول ڈیورَان ص538)

بچوں اور عورتوں کے ساتھ پادریوں کے جنسی سکینڈلز کے بارے میں مزید معلومات اور تحقیق کے خواہش مند شائقین کو انٹرنیٹ سے رجوع کرنا چاہیے۔ انٹرنیٹ موجودہ دور کی وہ حیرت انگیز ایجاد ہے جہاں آپ دنیا کے ہر موضوع پر خاصا مواد حاصل کر سکتے ہیں۔ انٹرنیٹ پر بڑی تعداد میں سرچ انجن ہیں جو آپ کی ہر موضوع پر نہ صرف راہنمائی کرتے بلکہ بے شمار علمی مواد بھی فراہم کرتے ہیں۔ ان سرچ انجنوں میں Google, MSN, Yahoo, اور Altavista سرفہرست ہیں۔ ایک انکشاف قارئین کے لیے انتہائی دلچسپی کا باعث ہوگا کہ میں نے پادریوں کے جنسی سکینڈلز کے موضوع پر ریسرچ کے لیے جب انٹرنیٹ سے رجوع کیا تو میں یہ دیکھ کر حیرت کے سمندر میں ڈوب گیا کہ اس موضوع کے متعلق صرف ایک ویب سائٹ www.findarticles.com پر 10 لاکھ سے زائد علمی و تحقیقی آرٹیکلز موجود ہیں۔ باقی لاتعداد سرچ انجن اور ویب سائٹس پر موجود (اس خاص موضوع کے متعلق) بے شمار آرٹیکلز اس کے علاوہ ہیں۔ وقت اور وسائل کی کمی کے پیش نظر میں ان دس لاکھ میں سے بہت کم آرٹیکلز سے استفادہ حاصل کر سکا ہوں۔ اس سائٹ پر ہر آرٹیکل 2 سے 12 صفحات پر مشتمل ہے۔ اگر ہر آرٹیکل اوسطاً صرف 5 صفحات کا شمار کیا جائے تو گویا یہاں 50 لاکھ سے زائد صفحات کا مواد موجود ہے۔ ایک ضخیم کتاب عموماً 500 صفحات پر مشتمل ہوتی ہے' اس طرح ان صفحات سے 10 ہزار کتابیں آسانی سے تیار ہو سکتی ہیں جنہیں ایک بڑی لائبریری جتنی جگہ درکار ہوگی۔ ان ناقابل تردید حقائق اور مستند شواہد کی موجودگی میں آپ چرچ اور اس کے متعلقہ لوگوں کی بگڑی ہوئی اخلاقی حالت کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔

2001ء میں امریکہ سے شائع ہونے والی بچوں کے سیکس پر مشتمل کتاب "Harmful to Minors" جسے ایک خاتون جودت لیون Judith Levine نے بڑی تحقیق سے لکھا' پر بڑی تنقید ہو رہی ہے۔ اس کتاب کا ایک باب "How to Sex with Kids" امریکہ کی اخلاقی پستی کا منہ بولتا ثبوت ہے' جس میں نوعمر بچوں سے Oral Sex اور لواطت کے 30 مختلف طریقے بتائے گئے ہیں۔ ایک سروے کے مطابق اس کتاب کو سب سے زیادہ دلچسپی سے پادریوں اور اساتذہ نے خریدا۔

پادریوں کے جنسی سکینڈلز' بچوں دنوں سے جنسی زیادتیوں کی مزید تفصیلات کے لیے مندرجہ

ذیل کتب کا مطالعہ بے حد مفید رہے گا۔ یاد رہے ان کتب کے امریکہ اور یورپ میں کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

1- *Sexual Abuse in Christian Homes and Churches* **By: Carolyn H.Heqqen & Marie M. Fortune**

2- *Betrayal: The Definitive Account of Sexual Abuse and Cover-up in the Catholic Church* **By: Investigative Staff of the Boston Globe**

3- *lead us Not into Temptation Catholic Priests and the Sexual abuse of Children* **By: Jason Berry**

4- *A Brief, Liberal, Catholic Defence of abortion* **By: Daniel A. Dombrows**

5- *Bless me Father for I have sinned: Perspectives on Sexual abuse committed by Roman Catholic Priests* **By: Thomas. G.Plante**

6- *God Save the Sex Pistls A Collector's Guide to the Priests of Punk* **By: Gavin Walsh**

7- *Shaken by Scandals Catholic Speak out about Priests's Sexual abuse* **By: Thiqpen Paul**

8- *Sex Priests and Power Anatomy of Crises* **By: John Elenn**

حواشی

(1) عشاء ربانی

عیسائیت کی اہم رسم ہے جو حضرت مسیح کی مبینہ قربانی کی یادگار کے طور پر منائی جاتی ہے' حضرت مسیح نے مزعومہ گرفتاری سے ایک دن پہلے حواریوں کے ساتھ رات کا کھانا کھایا تھا' کھانے کی اس مجلس کا حال انجیل متی میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ:

> ''جب وہ کھا رہے تھے تو یسوع نے روٹی لی' اور برکت دے کر توڑی' اور شاگردوں کو دے کر کہا' لو کھاؤ' یہ میرا بدن ہے' پھر پیالہ لے کر شکر کیا اور ان کو دے کر کہا تم سب اس میں سے پیؤ کیونکہ یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتیروں کے لیے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔'' (متی 26:26)

لوقا اس واقعہ پر اتنا اضافہ اور کرتا ہے کہ اس کے بعد حضرت مسیح نے حواریوں سے کہا کہ:

"میری یادگاری کے لیے یہی کیا کرو۔" (لوقا 22:19)

عشاء ربانی کی رسم اسی حکم کی تعمیل کے طور پر منائی جاتی ہے' عیسائیوں کے مشہور عالم جسٹن مارٹر اپنے زمانے میں اس رسم کو بجالانے کا طریقہ یہ لکھتے ہیں کہ ہر اتوار کو کلیسا میں ایک اجتماع ہوتا ہے' شروع میں کچھ دعائیں اور نغمے پڑھے جاتے ہیں' اس کے بعد حاضرین ایک دوسرے کا بوسہ لے کر مبارکباد دیتے ہیں' پھر روٹی اور شراب لائی جاتی ہے' اور صدر مجلس اس کو لے کر باپ' بیٹے اور روح القدس سے برکت کی دعاء کرتا ہے' جس پر تمام حاضرین آمین کہتے ہیں' پھر کلیسا کے خدام (Deacons) روٹی اور شراب کو تمام حاضرین میں تقسیم کرتے ہیں' اس عمل سے فوراً روٹی مسیح کا بدن بن جاتی ہے' اور شراب مسیح کا خون۔ پھر تمام حاضرین اسے کھا پی کر اپنے عقیدۂ کفارہ کو تازہ کرتے ہیں۔ (Justin Martyr, Apol. 65-67, quoted by F.C.Burtkitt, The Christian Religion P. 149 V.III)

جسٹن کے بعد رسم بجالانے کا طریقوں اور اس میں استعمال کیے جانے والے الفاظ میں کافی تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں' لیکن رسم کی بنیادی بات یہی ہے کہ صدر مجلس جب روٹی اور شراب حاضرین کو دیتا ہے' تو وہ عیسائی عقیدے کے مطابق فوراً اپنی ماہیت تبدیل کر کے مسیح کا بدن اور خون بن جاتی ہے' اگرچہ ظاہری طور پر وہ کچھ ہی نظر آتی ہو' سائرل لکھتا ہے:

"جس وقت صدر مجلس دعاء سے فارغ ہوتا ہے تو روح القدس' جو خدا کا ایک زندۂ جاوید اقنوم ہے' روٹی اور شراب پر نازل ہوتا ہے' اور انہیں بدن اور خون میں تبدیل کر دیتا ہے۔" (Cyril Cal. Myst. K. Quoted, by the Britannica p. 795 V.8)

عیسائی گرجا میں ڈبل روٹی کاٹتے ہیں' اسے زندگی کی روٹی کہا جاتا ہے روٹی کے ساتھ شراب پیتے ہیں جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خون کہا جاتا ہے۔ ان کے ہاں جو شخص حضرت عیسیٰ کا گوشت کھائے اور ان کا خون پیئے' حقیقت عیسوی اس کے اندر اُتر جاتی ہے اور وہ ہمیشہ کی زندگی پالیتا ہے۔

یہ حقیقت ہے یا شاعری؟ اس وقت کتنے عیسائی ہوں گے جن کے اندر حقیقت عیسوی اُتری ہوئی ہے اور ان کے گرد و پیش کے عیسائی لوگ انہیں حضرت مسیح علیہ السلام کا مظہر سمجھتے ہیں' عام عیسائیوں کو جانے دیجئے خود ان کے پادریوں (Priests) اور پادری خواتین (Nuns) کو ہی دیکھئے ان میں کتنے ایسے انسان ملیں گے جو ہمیشہ کی زندگی پا چکے ہوں۔

اسلام صرف ان کو ہمیشہ کی زندگی پائے ہوئے کہتا ہے جو اللہ کی راہ میں مارے گئے اور ان کی زندگی کا بھی ہمیں یہاں شعور حاصل نہیں ہوتا۔

سو اس پہلو سے عیسائیوں کا یہ عشاء ربانی کا عمل ایک ڈرامہ دکھائی دیتا ہے نہ کہیں حضرت مسیح کا

گوشت اور خون ان کے پاس ہوتا ہے اور نہ وہ ان کے اندر اُتر رہا ہوتا ہے۔ اور نہ اس روٹی اور شراب کے ان کے اندر جانے سے ان کے دل کی دنیا بدلتی ہے' وہ سوسائٹی میں اسی طرح کے عام انسان ہوتے ہیں جنہیں ہم اپنے اردگرد عام چلتا پھرتا دیکھتے ہیں۔ عشاء ربانی کے علاوہ اس رسم کے مندرجہ ذیل نام اور بھی ہیں: شکرانہ (Eucharist) مقدس غذا (Sacred Meal) اور مقدس اتحاد (Holy Communion)

(2) بپتسمہ

بپتسمہ یا اصطباغ (Baptism) عیسائی مذہب کی پہلی رسم ہے' یہ ایک قسم کا غسل ہوتا ہے' جو عیسائی مذہب میں داخل ہونے والے کو دیا جاتا ہے اور اس کے بغیر کسی انسان کو عیسائی نہیں کہا جاسکتا' اس رسم کی پشت پر بھی کفارے کا عقیدہ کارفرما ہے' عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ بپتسمہ لینے سے انسان یسوع مسیح کے واسطے سے ایک بار مر کر دوبارہ زندہ ہوتا ہے' موت کے ذریعہ اسے ''اصلی گناہ'' کی سزا ملتی ہے' اور نئی زندگی سے اسے آزاد قوت ارادی حاصل ہوتی ہے۔ (Augustine, The Enchildron XIII p. 688 V.I) ...... جو لوگ عیسائی مذہب میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو انہیں شروع میں ایک عبوری دور سے گذرنا پڑتا ہے' جس میں وہ مذہب کی بنیادی تعلیمات حاصل کرتے ہیں' اس عرصے میں وہ ''عیسائی'' نہیں کہلاتے' بلکہ ''کیٹ چومینز'' (Catechumens) کہلاتے ہیں' اور انہیں عشاء ربانی کی رسم میں شمولیت کی اجازت نہیں ہوتی' پھر ایسٹر کی تقریبات سے کچھ پہلے یا پینٹی کوسٹ کی عید سے کچھ قبل انہیں بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ (The Christian Religion pp. 150, 152 V.2)

بپتسمہ کے عمل کے لیے کلیسا میں ایک مخصوص کمرہ ہوتا ہے' اور اس عمل کے لیے مخصوص آدمی معین ہوتے ہیں' یروشلم کے مشہور عالم سائرل (Cyril) نے اس رسم کو بجالانے کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ بپتسمہ کے امیدوار کو بپتسمہ کے کمرے میں (Baptistry) میں اس طرح لٹا دیا جاتا ہے کہ اس کا رخ مغرب کی طرف ہو' پھر امیدوار اپنے ہاتھ مغرب کی طرف پھیلا کر کہتا ہے کہ:

''اے شیطان! میں تجھ سے اور تیرے ہر عمل سے دستبردار ہوتا ہوں۔''

پھر وہ مشرق کی طرف رخ کر کے زبان سے عیسائی عقائد کا اعلان کرتا ہے' اس کے بعد اسے ایک اندرونی کمرے میں لے جایا جاتا ہے۔ جہاں اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں' اور سر سے پاؤں تک ایک دم کیے ہوئے تیل سے اس کی مالش کی جاتی ہے' اس کے بعد اسے بپتسمہ کے حوض میں ڈال دیا جاتا ہے' اس موقع پر بپتسمہ دینے والے اس سے تین سوال کرتے ہیں' کہ کیا وہ باپ' بیٹے اور روح القدس پر مقررہ تفصیلات کے ساتھ ایمان رکھتا ہے؟ ہر سوال کے جواب میں امیدوار کہتا ہے کہ ''ہاں میں ایمان رکھتا ہوں'' اس سوال و جواب کے بعد اسے حوض سے نکال لیا جاتا ہے' اور اس کی پیشانی' کان' ناک اور سینے پر دم کیے ہوئے تیل سے دوبارہ مالش کی جاتی ہے' اور پھر اس کو سفید کپڑے پہنا دیئے

جاتے ہیں' جو اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ بپتسمہ کے ذریعے یہ شخص سابقہ تمام گناہوں سے پاک صاف ہو چکا ہے۔ اس کے بعد بپتسمہ پانے والوں کا جلوس ایک ساتھ کلیسا میں داخل ہوتا ہے' اور پہلی بار عشاء ربانی کی رسم میں شریک ہوتا ہے۔ (یہ پوری تفصیل انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا' ص 83 ج 3 مقالہ "بپتسمہ" میں سائرل کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے عشاء ربانی اور بپتسمہ کی تمام تفصیلات حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کی کتاب "عیسائیت کیا ہے؟" اور حضرت علامہ خالد محمود کی کتاب "کتاب الاستفسار" سے لی گئی ہیں۔)

✿......✿......✿

"ایف آئی اے نے پیپلز پارٹی کے سابق اقلیتی رکن قومی اسمبلی و سابق وفاقی پارلیمانی سیکرٹری جارج کلیمنٹ اور اس کے ساتھیوں کے خلاف ایک شہری کو آسٹریلیا بھجوانے کا جھانسہ دے کر بھاری رقم ہتھیانے کے الزام میں مقدمہ درج کرلیا ہے اور تفتیش شروع کردی ہے۔ عبدالرؤف نامی شخص نے ایف آئی اے کو درخواست میں بتایا تھا کہ ستیانہ روڈ پر واقع پرائم ٹریول کے مالک ریحان گل نے اپنے رشتے دار سابق ایم این اے جارج کلیمنٹ کے ساتھ ملی بھگت کرکے اسے آسٹریلیا میں ملازمت دلانے کا جھانسہ دیا۔ جارج کلیمنٹ نے کہا کہ وہ بطور ایم این اے اس کا ویزا لگوا دے گا۔ اس کام کے عوض ملزمان نے عبدالرؤف سے دو لاکھ 60 ہزار روپے وصول کیے مگر کام نہ کیا۔ بعد ازاں رقم کی واپسی کے سلسلہ میں اسے بوگس چیک دیئے جو کیش نہ ہو سکے۔ ایف آئی اے حکام نے انکوائری مکمل کرنے کے بعد جارج کلیمنٹ اور ریحان گل کے خلاف مقدمہ درج کرلیا ہے۔"

(روزنامہ "خبریں لاہور" 17 جنوری 2001ء)

ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری

عیسائیت کے علمبرداروں کا سیاہ چہرہ

گلے میں صلیب لٹکائے، اک خاص ڈھب کے سفید لباس میں ملبوس مردوں اور عورتوں کو آپ نے بھی چلتی راہوں پہ گامزن دیکھا ہوگا اور یہ سمجھنے میں بھی آپ کو کوئی مشکل پیش نہ آئی ہوگی کہ یہ دنیائے عیسائیت کے راہب اور راہبائیں ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ ابدی نجات اور خوشیاں حاصل کرنے کے لیے دنیاوی شہوتیں اور لذتیں خود پہ حرام ٹھہرا لیتے ہیں۔ پردے کے پیچھے بیٹھ کر ''اعترافِ گناہ'' سننے والے اور ''معافی نامے'' عطا کرنے والے صاحبانِ ذی وقار سے بھی آپ واقف ہوں گے، جنہیں پادری بلکہ فادر کہا جاتا ہے اور کلیساؤں کے اندر پھیلی ہوئی ''روحانی'' فضاؤں اور مراقبوں کے بارے میں بھی آپ نے سن رکھا ہوگا، جن کے بارے میں مشہور ہے کہ ان سے خدا خوفی، دنیا سے بے غرضی اور انسانیت سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ کچھ ایسی ہی معلومات پہ اکتفا کیے، ہم بھی بیٹھے تھے کہ ایک دن شوق تحقیق نے اسپ مشاہدہ کو مہمیز لگائی اور ہم یہ دیکھنے کے لیے پردے کے پیچھے جا پہنچے کہ تن پہ نکھری، نکھری پوشاکوں والے کیا من کے بھی اتنے ہی نکھرے اور اُجلے ہیں۔ مگر صاحبو! وہاں تو منظر ہی اور تھا، زمیں اور تھی، فضا اور تھی، آسماں اور تھا۔ ''اُڑی اُڑی سی رنگت تھی'' ''کھلے کھلے سے گیسو تھے۔''

میں نے پوچھا یہ کیا؟ جواب ملا آپ نہیں جانتے؟ ان کی ''صبح کہہ رہی ہے ان کی رات کا فسانہ'' یہ سنتے ہی ہم لوٹ آنا چاہتے تھے کہ آواز آئی ''اب آئے ہو تو آگے بھی چلے آؤ''۔ یہاں کی دنیا میں تم ایسے لوگوں کا گزر بہت کم ہوتا ہے، اسی لیے شاید پریشان ہوگئے۔ ابھی تو بہت سے پردے باقی ہیں۔ ایک پردہ اور اٹھا دو۔ ہم نے بھی ہمت کر لی تو صاحبو! وہاں کیا دیکھا بس یوں سمجھئے کہ قبائیں تار تار، عبائیں داغدار، مقدس چہروں پہ شہوتوں کے آثار، نیچی نگاہوں میں لالچ کے انبار، ''روحانی تہہ خانوں'' میں عصمت کے بیوپار، پرسکون راہداریوں میں ٹوٹی ہوئی اقدار، عبادت کے ہال اور کمروں میں بھی دنیا سے پیار، اک واضح انتشار، منافقت کا کھلا کاروبار غرض کہ گلوں کا رنگ ہی بدلا ہوا تھا اور ''اک خاک سی اُڑی ہوئی سارے چمن میں تھی۔''

اب ہم میں مزید آگے بڑھنے کی ہمت نہ تھی ہم تو وہیں سے انگشت بدنداں لوٹ آئے اور سوچا کہ اڑتی خاک اور نہ اڑائی جائے، کچھ رواداری کی لاج بھی نبھائی جائے یعنی کہ ''داستان شب'' یوں نہ سرِ شام سنائی جائے۔ حالانکہ لوگوں نے بہت اصرار کیا کہ کچھ حال تو سناتے جاؤ کیا دیکھا ہے۔ ہمیں بھی بتاتے جاؤ مگر ہم نے انکار کیا۔ کچھ تو ہماری رواداری بھی ہمارے گلے کا ہار بنی، جو ان کے عیبوں کو عیاں کرنے میں آڑ بنی اور کچھ روح اللہ کی شرم نے بھی راہیں روکیں کہ آخر ان سے ہمارا بھی اک رشتہ ہے۔ اگرچہ ہمارے رسول اللہؐ سے ان (عیسائی) کو کوئی سروکار نہیں۔ مگر صاحبو! ہماری اس شرم، ہماری اس رواداری کو انہوں نے کمزوری سمجھا بلکہ نہیں، بزدلی سمجھا۔

اب ضروری ہو گیا ہے کہ ہم خود کچھ کہنے کے بجائے انہیں وہی تصویر دکھائیں جو خود ان کے ہاتھوں نے بنائی ہے۔ وہی گواہی دیں جو انہوں نے سنائی ہے اور وہی تحریر لکھیں، جو انہوں نے خود بتائی ہے۔ اب چیں بجبیں نہ ہونا، چہرہ بھی نہ چھپانا اور آنکھیں بھی نہ جھکانا۔

اخوت اور مساوات کے دعوے اور پوپ پال کی زندگی:

(کاؤنٹ ایڈورڈ گیادا کی گواہی)

''میری پیدائش ایک کیتھولک گھر میں ہوئی تھی۔ حضرت مسیح نے اخوتِ انسانی کی تلقین کی تھی کہ خدا کی نظر میں سب انسان خواہ امیر ہوں یا غریب، بلا تفریق یکساں درجہ رکھتے ہیں۔ مگر کیتھولک چرچ میں قدم رکھتے ہی اخوت اور مساوات کا جو نقشہ نظر آتا ہے، وہ بڑا بھیانک اور دردناک ہے۔ امراء صفِ اوّل میں قربان گاہ کے قریب مخملی گدوں پر جھکتے ہیں، جب کہ غریب لوگ بہت دور پیچھے کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے لیے سخت بنچوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص کارڈینل سے کچھ کہنا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ درخواست لکھ کر پیش کرے۔ بالعموم ان درخواستوں کو رد کر دیا جاتا ہے کہ کارڈینل اپنے آپ کو کلیسا کے شہزادے سمجھتے ہیں۔ ظاہر ہے یسوع مسیح نے جس سادگی اور اخوت کی تعلیم دی تھی، اس ماحول سے اس کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ مسیح کے ماننے والے سیدھے سادے غریب لوگ تھے۔ مجھے یقین ہے کہ آج اگر جناب مسیح پھر دنیا میں آجائیں تو ان کے نام لیوا ان کی باتیں سُن کر انہیں یقیناً صلیب یا اس قسم کی کسی نئی ایجاد پر کھینچ دیں گے۔

پاپائے روم کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت مسیح کے جانشین ہیں حالانکہ ان کی زندگی انتہائی امارت میں بسر ہوتی ہے۔ ارغوانی مخمل، ریشم، کمخواب اور سمور میں ملبوس، سر پر جواہرات کا چمکتا ہوا تاج۔ پاپائے اعظم زریں تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں۔ چمکیلی وردیاں پہنے مودب خدام ارد گرد کھڑے رہتے ہیں۔ سارا ماحول خوشبو سے معطر ہے، یہ منظر بلاشبہ پُر شکوہ اور خوبصورت ہے لیکن ظاہر ہے دلوں پر اس کا کوئی روحانی اثر نہیں ہوتا نہ اسے مسیح کی تعلیمات سے کوئی واسطہ ہے۔

پھر روما کے کلیسائے سینٹ پیٹر میں جب کسی ولی کے اعزاز میں کوئی تقریب ہوتی ہے تو اس

میں شمولیت کے لیے بھاری رقم کے عوض ٹکٹ خریدنا پڑتا ہے۔ ٹکٹ پر جو نمبر درج ہے وہی نشست آپ کو دی جائے گی اور یہ آپ کی رقم اور حیثیت کے مطابق ہوگی۔ گرجے کے اندر متعدد گیلریاں ہیں جو روساء، امراء ارباب سیاست اور دوسرے معززین کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔

اس کے برعکس میں بچپن ہی سے مساجد کی سادگی اور خوبصورتی سے بڑا متاثر تھا۔ اسلامی تمدن و معاشرت نے میرے ذہن پر دُور رس اثرات چھوڑے تھے۔ خصوصاً مسلمانوں کی شاعری اور فن تعمیر کا بڑا مداح تھا۔ میں اکثر سوچا کرتا کہ جس قوم نے تہذیب و شائستگی کے ہر پہلو کو اس قدر ترقی اور اہمیت دی ہے اور دنیا کے سامنے حسن و جمال کا ایک وسیع منظر پیش کیا ہے، یقیناً اس کا فلسفہ اور مذہب میں بھی بہت بلند درجہ ہوگا اور یہی تجسس مجھے اسلام کے قریب لے آیا۔"

(بحوالہ "ہم کیوں مسلمان ہوئے" از ڈاکٹر عبدالغنی فاروق ص46)

ایک کلیسائی عقیدہ=اعترافِ گناہ(Confession) کی کہانی:

جارج رچرڈز کی زبانی:

"ہوش سنبھالنے پر مجھے ایک کیتھولک بوائز سکول میں داخل کرایا گیا۔ وہاں کی زندگی کا ایک خاص پہلو جو میرے حافظے کی لوح سے چپکا رہتا ہے اور جس نے میری زندگی کو ایک نئے رُخ پر ڈالنے میں ایک اہم کردار ادا کیا، وہ "اعترافِ گناہ" (Confession) کی ہفتہ وار محفل تھی۔ سب لڑکوں کو قطاروں میں کھڑا کر دیا جاتا اور باقاعدہ فوجیوں کی طرح مارچ کرتے ہوئے ہم لوگ چرچ کی طرف روانہ ہوجاتے جو سکول سے تقریباً دو میل دُور تھا۔ چرچ کے اندر ہم باری باری ایک ایک کر کے اعتراف والے کمرے (Confessional Chamber) میں داخل ہوئے۔ یہ مربع شکل کا ایک کمرہ تھا جس کے درمیان پردہ تھا۔ پردے کے دوسری جانب پادری صاحب بیٹھتے تھے اور اس طرح لکڑی کے ایک تخت پر طالب علم دو زانو ہو کر پردے کے سامنے بیٹھ جاتا اور اپنے ہفتے بھر کے گناہوں کا اعتراف کرنے لگتا۔ پھر وہ نادیدہ پادری طالب علم کی طرف سے مختصر سی دعا کرتا اور کفارے کے طور پر بائبل کے چند فقرے پڑھنے کی ہدایت کرتا۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ اتفاق سے ہفتہ بھر مجھ سے کوئی گناہ نہ ہوتا یا وہ میرے حافظے میں محفوظ نہ رہتے تو میں سخت فکر مند ہوتا کہ گناہ کا اعتراف نہ کرنا بذاتِ خود گناہ شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ مجھے زبردستی کوئی چھوٹا موٹا گناہ کرنا پڑتا۔ مثال کے طور پر میں ماں کی نظر بچا کر چمچہ بھر چینی چرا لیتا یا کسی پھل فروش کا گرا ہوا آم غائب کر لیتا۔ اندازہ کریں کہ ہم سب ساتھی نئے نئے اور دلچسپ گناہوں کے ارتکاب میں ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ بائبل کا اپنے طور پر مطالعہ کرنا اور کسی دوسرے چرچ میں جانا ہم سب کے لیے سختی سے ممنوع تھا۔ مگر میں نے اس کی پابندی نہ کی اور جب سکول میں میرا آخری سال تھا۔ ایک روز میں نے بائبل میں پڑھا کہ "جب دو افراد خدا کو حاظر ناظر جان کر ایک دوسرے کے

سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔" میری سوچ کو پر لگ گئے۔ ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ گذشتہ کئی سالوں سے میں تو اپنے گناہوں کا اعتراف کر رہا ہوں مگر پردے کے عقب میں "فادر" نے کبھی کبھی اپنے کسی گناہ کا اقرار نہیں کیا۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ میرے گناہ بھی معاف نہیں ہوئے۔ میں نے پادری کے سامنے اپنی اس خلش کو بیان کرنے کا تہیہ کر لیا۔

اور آئندہ ہفتہ کو میں نے ایسا ہی کیا اور جب میرے باری آئی تو میں نے معذرت کے بعد یہ سوال دہرایا۔ پردے کے پیچھے ایک لمبا سکوت طاری رہا، پھر فادر نے کہا ابھی باہر چلے جاؤ اور صحن میں میرا انتظار کرو، میں فارغ ہو کر آؤں گا اور اطمینان سے تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ میں باہر گیا اور Confession ختم ہونے کے بعد ایک گھنٹہ تک صحن میں فادر کا انتظار کرتا رہا مگر وہ نہ آئے۔ میں گھر چلا گیا اور پھر کبھی اس چرچ کا رخ نہ کیا۔

میں نے عیسائیت کے بارے میں وسیع مطالعہ شروع کر دیا اور غور وفکر بھی کرتا رہا، جس کے نتیجے میں یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ اس مذہب کو انسان کی انسان پر حاکمیت کے لیے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔"

(وسطی امریکہ کے قریب بحراوقیانوس میں واقع جزیرہ جمیکا سے تعلق رکھنے والے محترم عبدالمجید ابراہیم صاحب (نومسلم جن کا آبائی نام جارج رچرڈز تھا) کے انٹرویو سے اقتباس۔ بحوالہ "ہم کیوں مسلمان ہوئے" از ڈاکٹر عبدالغنی فاروق، ص 300)

1- انسان کی فطری خواہشات کو غیر فطری طریقوں سے دبانے کا انجام

2- کلیسا کے اندر کی زندگی...... "مقدس" لوگوں کی کہانیاں

3- جنسی سیاہ کاریاں اور چرچ کے لیے مختص فنڈز میں خرد برد

4- آئرلینڈ کی سب سے بڑی عیسائی عبادت گاہ کے سب سے بڑے بشپ ڈاکٹر ایمن کی تصویر...... روزنامہ "ایوننگ نیوز" مانچسٹر کے کیمرے سے:

"نیویارک (امریکہ) میں مقیم سترہ سالہ پیٹر اپنی ماں سے روزانہ یہ سوال کرتا رہا کہ میرا باپ کون ہے؟ اور کیوں آج تک اس کے نام اور اس کے دیدار سے محروم ہوں۔ پیٹر کی ماں Annie Murphy (جو طلاق شدہ تھی) اپنے بیٹے کے سوالات کو حیلے بہانے کے ذریعے ٹال دیا کرتی تھی اور بیٹا دل ہی دل میں کڑھ کر رہ جاتا۔ ایک مرتبہ اونچے درجے کے سکول میں داخلے کے وقت یہی سوال اٹھا کہ بیٹے کے باپ کا نام درج کیا جانا ضروری ہے۔ اب ماں کے لیے ممکن نہ رہا کہ اس سوال کو ٹالا جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے عاشق کو بذریعہ فون ان حالات سے مطلع کیا کہ اب حالات قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ اس راز کو فاش ہی کر دیا جائے۔ آئرلینڈ میں مقیم عاشق نے ہر ممکن

کوشش کی کہ کسی طرح بھی یہ راز فاش نہ ہوسکے، مگر دوسری طرف محبوبہ کے اصرار کے ساتھ ساتھ دھمکی بھی تھی کہ اگر تم نے اس بات کا اقرار نہ کیا تو میں وہ سارے ثبوت مہیا کر دوں گی جو آج تک میرے پاس بطور امانت محفوظ ہیں۔ چنانچہ چند لمحوں کے اندر اندر عاشق نے اپنے کام سے استعفیٰ پیش کر دیا اور ادھر معشوقہ نے سارا راز فاش کر ڈالا اور بتلایا کہ میرے پیٹ سے جنم لینے والا بچہ جسے آج سترہ سال سے باپ کا دیدار نصیب نہیں ہوا، وہ آئرلینڈ کی سب سے بڑی عیسائی عبادت گاہ کا سب سے بڑا پادری بشپ Dr Eamonn Casey ہے اور یہ سترہ سالہ پیٹر اس دور کی یادگار ہے، جب پادری عیسائی عبادت گاہ میں بطور پیشوا کے مقرر تھا اور میں طلاق یافتہ تھی۔ 1970ء سے میرے اور اس پادری کے درمیان تعلقات نے نیا موڑ لیا۔ عشق و محبت پروان چڑھا، ہم آپس میں شادی کرنا چاہتے تھے لیکن مذہب آڑے آرہا تھا۔ چنانچہ یونہی کام آگے بڑھتا رہا۔ ادھر پادری نے بھی ان تمام جرموں کا کھلے عام اعتراف کیا اور بیٹا خوش ہو کر کہنے لگا کہ آج میں دُنیا والوں کو کہہ سکتا ہوں کہ میں بغیر باپ کے نہیں بلکہ میرا باپ فلاں ہے۔

روزنامہ ایوننگ نیوز مانچسٹر نے 11 مئی اور اس کے بعد کی اشاعتوں میں تفصیلی خبریں فراہم کیں، جن میں ان کے تعلقات، پادری کا استعفیٰ دینا، ایک دوسرے کے ساتھ دھمکی آمیز لب و لہجہ میں گفتگو اور دیگر امور تحریر کیے ہیں۔ اسی رپورٹ میں اس بات کا بھی انکشاف کیا گیا ہے کہ اس پادری نے اپنے بیٹے کی کفالت اور پرورش کے لیے 64 ہزار پونڈ چرچ کے اس فنڈ سے نکال لیے جو صرف چرچ کی عمارت کے لیے مخصوص تھے۔

اس خبر نے پورے برطانیہ، آئرلینڈ اور روم کی عیسائی عمارتوں میں زلزلہ برپا کر دیا تھا۔ ہر جانب یہی موضوع ابھرتا رہا۔ ٹیلی ویژن کے طے شدہ پروگراموں میں تبدیلیاں کرتے ہوئے اس موضوع کو زیر بحث لایا گیا۔ اکثر پروگراموں میں پادری اور عیسائی مبلغوں کو اس موضوع پر اظہار خیال کی دعوت دی جاتی رہی۔ ان میں سے بہت سے ایسے نوجوان بھی تھے جنہوں نے محض اس لیے چرچ کو خیرباد کہہ دیا تھا کہ دورانِ عبادت ان کی آنکھیں لڑ جایا کرتی تھیں اور چرچ اس شادی کی اجازت دینے سے معذور تھا۔ انہوں نے عیسائی مبلغ ہونے کے بجائے کسی عورت کا شوہر بننے کو ترجیح دی اور کھلے بندوں کہا کہ پادریوں کا کنوارہ پن محض ایک ڈھونگ ہے، اندرون خانہ سب کچھ چلتا ہے۔ جب نوبت بایں جارسید تو پھر مذہب کے اس قانون کو ختم کر دینا ہی بہتر ہے۔ جب پادری اور ننیں ایک ایسے کلچر اور ماحول میں زندگی بسر کر رہے ہوں جہاں ہر طرف آنکھیں لڑنے اور تقاضوں کے ابھرنے کا اندیشہ موجود ہے تو پھر کیوں شادی کو ممنوع قرار دیا جارہا ہے۔ دوسری طرف کچھ ادھیڑ عمر کے پادری بھی تھے جو ابھی تک اس بات پر مُصر ہیں کہ پادری کو کنوارا ہی رہنا چاہیے "پادری اور شادی"؟ اس بات کی اجازت نہ دینی چاہیے کیونکہ عیسیٰؑ بھی شادی شدہ نہ تھے۔

معلوم نہیں اب عیسائی مفکرین کب اس نئے قانون کو عملی شکل دیں گے۔ اگر اب بھی یہ روش

جاری رہی اور کنوارے پن کی آڑ میں عورتوں کی عصمت دری اور عزت لٹتی رہی۔ پادری چرچوں کے فنڈ سے اپنی محبوباؤں کی تمنائیں پوری کرتے رہے تو پھر یہ عیسائی عبادت گاہیں عبادت گاہ کے بجائے کچھ اور کہلانے کی واقعی مستحق بن جائیں گی۔ اور آج کل یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے پادری اور بشپ ان گھناؤنے کرتوتوں میں ملوث پائے جاتے ہیں۔ کہیں عورتوں کی عصمت تار تار ہوتی ہے تو کہیں خیراتی رقوم ہضم ہوجاتی ہیں اور ان رقوم سے دوسرے شہروں میں داد عیش دیتے ہوئے گرفتار ہوتے ہیں۔"

(بحوالہ ماہنامہ "الفاروق" کراچی، جمادی الثانی 1413ء)

ویسٹ سیکس برطانیہ کا پادری معزول:

"ویسٹ سیکس (برطانیہ) کے ایک پادری (Rev.Tom Tyler) کو چرچ سے علیحدہ کردیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فحش اور برے افعال کا ارتکاب کرتا تھا اور عدالت میں اس کا جرم ثابت ہوچکا تھا۔ اس نے اس مقدمہ کے خلاف چرچ ہاؤس لندن میں دومرتبہ اپیل بھی کی جو مسترد کردی گئی۔"

(روزنامہ "ایوننگ نیوز" 9 مئی 1992ء)

پادری کا سو بچوں کے ساتھ فعل بد:

"امریکہ کے شہر (New Bedford Fall) میں ایک سابق رومن کیتھولک پادری نے عدالت کے روبرو اس امر کا کھلا اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی ملازمت کے دوران تقریباً 100 بچوں کے ساتھ برا فعل کیا تھا۔ اخبار نے اس پر یہ سرخی جمائی ہے۔" (Priest Admits Rapes)

(روزنامہ "ایوننگ نیوز" 9 مئی 1992ء)

60 سالہ پادری نے چرچ کے فنڈ سے 102 ملین ہتھیا لیے:

"روزنامہ ایوننگ نیوز مانچسٹر نے 16 جون اور ITV کی منتخب خبروں نے 17 جون کی اشاعت میں لکھا ہے کہ آسٹریلیا کے شہر ملبورن میں ایک 60 سالہ کیتھولک پادری (Viscount Kiss) کو گرفتار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس پر عمل ہوگیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے چرچ کے خیراتی فنڈ سے 102 ملین پونڈ ہتھیا لیے ہیں اور ان رقوم سے بڑی شاہانہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے اعلیٰ ترین مکانات اور جہاز بھی ہیں اور اونچے درجے کے ہوٹلوں میں ان رقوم سے اپنے پیٹ کی آگ بجھایا کرتا تھا۔" (بحوالہ ماہنامہ "الفاروق" کراچی، جمادی الثانی، 1413ھ)

بشپ لڑکوں کی تلاش میں:

"برطانیہ کے ایک شہر Canberra میں ایک اینگلیکن بشپ، عدالت کو ایک مقدمہ میں مطلوب ہے، جس پر الزام ہے کہ وہ اپنی جنسی ہوس مٹانے کے لیے لڑکوں کی تلاش میں تھا اور ان مقامات پر موجود تھا جہاں اس قسم کی حرکتیں کرنے والے موجود ہوتے ہیں۔ اخبار نے اس پر (Sex

(Charges کی سرخی لگائی ہے۔"

(''ایوننگ نیوز'' مانچسٹر 17 جون 1992ء، بحوالہ ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی، جمادی الثانی 1413ھ)

بچوں سے زیادتی کرنے والے تین پادریوں کی چھٹی:

''رومن کیتھولک فرقے سے تعلق رکھنے والے تین پادریوں جنہیں گزشتہ ہفتے ان کی ذمہ داریوں سے فارغ کر دیا گیا تھا، نے اپنے آپ کو حکام کے حوالے کر دیا۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے 1970ء کی دہائی میں بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس کے مطابق ان پادریوں میں ایک 70 سالہ الفونس سمتھ، 50 سالہ ایڈورڈ پرلچرڈ اور 58 سالہ ایڈورڈ ہارٹل شامل ہیں۔ پادریوں پر تین افراد جو 70 کی دہائی میں بچے تھے، نے الزام عائد کیا Dœہ پادریوں نے انہیں جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ سمتھ پر الزام ہے کہ اس نے 1975ء میں سینٹ میتھلیس میں دو بچوں کے ساتھ زیادتی کی۔ پرلچرڈ پر 74 اور 76ء میں دو بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنانے کا الزام ہے جبکہ ہارٹل پر الزام ہے کہ اس نے چرچ کا دورہ کرنے کے دوران ایک بچے کے ساتھ زیادتی کی۔'' (روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 18 فروری 1995ء)

لڑکوں سے بدفعلی کرنے پر آسٹریا کا کارڈینل ہینز ہرمن گرور بشپ مستعفی:

''آسٹریا کے سب سے بڑے عیسائی پیشوا اور رومن کیتھولک کے بڑے بشپ کارڈینل ہینز ہرمن گرور 20 سال قبل ایک لڑکے سے بدفعلی کرنے کے الزام پر بشپ پینل سے مستعفی ہوگئے ہیں ان کی جگہ گراز شہر کے بشپ جان ویبر کو منتخب کیا گیا ہے۔'' (روزنامہ ''خبریں'' لاہور 17 اپریل 1995ء)

پریسبٹیرین فرقہ میں جنسی انقلاب:

''17 علماء فضلاء اور ماہرین صحت پر مشتمل کمیٹی نے ایک گرما گرم رپورٹ بعنوان ''جسم و روح کا اتحاد'' تیار کی ہے۔ کمیٹی کا بنیادی نقطہ نظر یہ ہے کہ جنسی تسکین ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسے طبعی جوڑوں تک محدود یا قدیم اخلاقی اصولوں کا پابند ہرگز نہیں بنایا جانا چاہیے۔

اگر کمیٹی کی رپورٹ تسلیم کر لی گئی تو متعلقہ فرقہ کے لوگ بائبل کے معقول مطالعہ سے آزاد ہوجائیں گے اور امریکی معاشرہ کے بدلتے ہوئے مزاج کے مطابق گناہ کی تعریف دوبارہ متعین کریں گے۔ پریسبٹیرین فرقہ کا اصول ہے کہ شادی سے پہلے پرہیز، میاں بیوی کی ایک دوسرے سے وفاداری اور اس کے بعد بھی پاک دامنی، بائبل کے احکام کہ ''یہ نہ کرو وہ نہ کرو'' کی بجائے عیسائی جماعت ''یہ کرو وہ بھی کرلو'' کی علمبردار ہوگی۔ پریسبٹیرین فرقہ کے لوگوں میں عنفوان شباب سے لے کر اچھے بڑھاپے کی عمر تک مشت زنی منظور نظر ہوگی۔ نوجوانوں کو شہوت پرستی سے روکا نہیں جائے گا اور جب انہیں مباشرت سے ٹلنے کو کہا جائے گا تو کلیسا فکرمند والدین کی طرح الھڑ جوانیوں کے جنسی تعلقات پر قدغن نہیں لگائے گی۔ یاد رہے کہ ایک تہائی پریسبٹیرین مرد اور عورتیں غیر شادی شدہ ہیں۔

اس رپورٹ کی قیمت 5 ڈالر فی نسخہ ہے۔ 27 ہزار کاپیاں بک بھی چکی ہیں۔ اسے پریسبٹیرین فرقہ میں سب سے زیادہ بکنے والی کتاب کا درجہ حاصل ہے۔

رپورٹ تیار کرنے والے پشیمان نہیں۔ چیئرمین کا کہنا ہے کہ ''ہم نے شادی کی اہمیت نہیں گھٹائی ہے۔ ہمارا احساس تو صرف یہ ہے کہ شادی ہی جنسی تسکین کا ذریعہ نہیں ہے۔''

اگر جنسی تعلقات پر مجوزہ پریسبٹیرین رپورٹ پاس ہوگئی تو پھر اس فرقہ کا رشتہ اپنے ماضی سے کٹ جائے گا اور ایک نئی محبت کی انجیل تیار ہو جائے گی۔'' (ماہنامہ ''المذاہب'' لاہور جون 1991ء)

پادری کی دوسرے مرد سے شادی:

''گزشتہ روز یہاں دنیا میں پہلی بار دو مردوں کی شادی انجام پائی۔ دو ہم جنس پرستوں کے درمیان ہونے والی یہ شادی اون ہال میں ہوئی۔ تقریب کے شرکاء نے غبارے چھوڑے اور شیمپان نامی شراب کی بوتلیں اڑائیں۔ یہ شادی ایک پادری اور ماہر نفسیات کے درمیان ہوئی۔ یاد رہے کہ ڈنمارک میں ایک نئے قانون کے تحت ہم جنس پرستوں کو شادی کی اجازت دے دی گئی ہے اور خیال ہے کہ جلد ہی اس قسم کی دس ہزار شادیاں ہوں گی۔ تقریب میں نوبیاہتا جوڑے نے عہد کیا کہ وہ ایک دوسرے کے وفادار رہیں گے۔'' (نسیم روحانی نیلسن، دسمبر 1989ء)

نوٹ:

''دو نوجوان مردوں کے درمیان سب سے پہلی شادی 1965ء میں ہالینڈ میں ہوئی تھی۔ رسم ''نکاح'' باقاعدہ طور پر گرجا گھر میں پادری نے ادا کی تھی۔ نوجوانوں نے عہد کیا تھا کہ وہ فعل جنسی میں پہل صلح صفائی سے کیا کریں گے۔ ''اکانومسٹ'' لندن نے اس پر خصوصی کالم لکھا تھا۔''

(ماہنامہ ''المذاہب'' لاہور ستمبر 1991ء)

پادری جم بیکر اور جمی سواگرٹ کی عیاشیاں:

''پادری جم بیکر امریکہ کی سب سے بڑی ٹیلی ویژن تنظیم کے روح رواں تھے۔ ان کے ٹی وی پروگرام دنیا کے سو سے زیادہ شہروں میں دیکھے جاتے تھے۔ ماہانہ چندہ تیس لاکھ ڈالر سے متجاوز تھا۔ جم بیکر نے اس دولت سے عیش پرستی شروع کر دی۔ عالی شان محلات کی تعمیر شروع ہوئی۔ اعلیٰ ترین کاروں کا بیڑہ تیار کیا، ہیلی کاپٹر خریدے گئے۔ چہرے کی پلاسٹک سرجری کروائی۔ ساتھ ہی ان کی جنسی بے راہ روی نے بھی رنگ دکھایا۔ عورتوں اور خوبصورت لڑکوں سے جنسی تعلقات قائم ہوئے۔ پادری جم بیکر کے پاکباز اور مقدس چہرہ سے نقاب اس وقت اٹھا جب اس کی 23 سالہ سیکرٹری جیسکا ہاہن کا کنوارہ پن اس کی نذر ہو گیا۔ اس سیکرٹری کو 2 لاکھ 65 ہزار ڈالر خاموش رہنے اور دس ہزار ڈالر بطور ''طبی امداد'' کے دیئے گئے تھے۔ اس کیس میں جم کی بے انتہا بدنامی ہوئی لیکن کیس پولیس کی دست اندازی سے باہر تھا۔ البتہ مالی خورد برد، غبن اور فراڈ کے جرائم ثابت ہونے پر اسے 45 برس قید اور 5 لاکھ ڈالر جرمانہ کی سزا ہوئی۔

جم بیکر کو ذلیل کرانے میں اس کے پیشہ ورانہ رقیب جمی سواگرٹ کا بڑا ہاتھ تھا۔ سواگرٹ بھی ٹی وی پر عیسائیت کی تبلیغ کرنے والی ایک دوسری تنظیم کا سربراہ تھا۔ اس کا ماہانہ بجٹ 17 لاکھ ڈالر تھا۔ وہ بھی عیش و عشرت اور جنسی بے راہرویوں میں ملوث تھا۔ بغرض تفریح "اس بازار میں" جا کر نوجوان لڑکیوں سے مشت زنی کرواتا اور جوڑوں کو اپنی گرہ سے پیسے دے کر اپنے سامنے جنسی تلذذ حاصل کرتے دیکھتا۔ اس کے کمرہ میں خفیہ کیمرے فٹ کیے گئے۔ حقیقت حال کا علم ہونے پر اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اس نے ویڈیو ٹیپ منظر عام پر لائے جانے سے قبل ہی ٹی وی پر اقبالِ جرم کر لیا۔

(روزنامہ جنگ لندن 2، 3 دسمبر 1991ء)

پادریوں کی یتیم لڑکوں سے بدفعلی:

"کینیڈا کے جریدہ میکلیر کی اطلاع ہے کہ نیو فاؤنڈ لینڈ کے حلقوں میں برسوں سے پادریوں اور دیگر مذہبی کارندوں نے بار بار جواں سال لڑکوں کے ساتھ لونڈے بازی کی جس میں سے اکثریت یتیموں کی تھی جو اپنے محافظوں ہی کے شکار بنے اور پھر یہ رسوائی صرف صوبہ نیو فاؤنڈ لینڈ کا مقدر نہیں ہے۔ کینیڈا ہی میں مذہبی رہنماؤں کی جنسی ہوس کی بھینٹ چڑھنے والے بچوں کے کم از کم چھ اور المیوں کا بھی پتہ چلا ہے۔ بیس سے زیادہ واقعات امریکہ میں ہوئے۔ ہر ماہ جنسی استحصال کی بڑھتی ہوئی خبروں کا نتیجہ یہ نکلا کہ 17 پادری اور ان سے ملحقہ افراد ملزم پائے گئے، جس سے اکثر عیسائیوں کا اپنے پادریوں پر سے اعتماد متزلزل ہو گیا ہے۔ کتنے دکھ کا مقام ہے کہ مذہبی رہنماؤں پر جنسی زیادتی کا الزام بڑی دیر سے لگایا جا رہا تھا۔ عموماً اس کی پردہ پوشی کی جاتی اور بدکار پادری کو بس کہیں اور تبدیل کر دیا جاتا، جہاں بعض اوقات یہی مکروہ دھندا از سرِ نو چل پڑتا۔ ردعمل میں لوگوں نے اپنے بیٹوں کو قربان گاہ پر کام کرنے اور پادری کے اعتراف سننے کے کمرہ میں جانے سے روک دیا ہے۔ سینٹ جان کیتھولک سکول بورڈ کے وائس چیئرمین پال سٹیپل ٹن کے الفاظ میں کبھی پادری کا عہدہ باعثِ فخر سمجھا جاتا تھا جو اب پریشانی اور شک و شبہ کا نشان بن کر رہ گیا ہے۔ تازہ واقعات کی روشنی میں لوگ کھسر پھسر کے ساتھ ساتھ پادریوں کی کھلم کھلا مخالفت بھی کرنے لگے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے آپ اور خدا کے علاوہ کسی پر اعتماد نہ کریں۔" (ماہنامہ "المذاہب" لاہور، جون 1992ء)

وضاحت:

"اعتراف بھی مذہبی فریضہ ہے۔ ہمارے ہاں پادری صاحب اونچی کرسی پر تشریف رکھتے ہیں۔ ان کے سامنے نصب تختہ میں سر کو نکالنے کو بڑا سا گول سوراخ ہوتا ہے۔ گناہگار قطار بنائے باری باری پچھلے اعتراف کے بعد کی گئی بداعمالیاں بتاتے ہیں، جنہیں پادری صاحب ازراہِ لطف و کرم مراحم الٰہیانہ سے معاف فرما دیتے ہیں۔ مغربی ممالک میں اعتراف سننے کی غرض سے ایک خاص کمرہ ہوتا ہے جہاں وظیفہ جنسی ادا کرنے کے لیے مکمل اور مطلوبہ تنہائی میسر ہوتی ہے۔ اس کمرہ میں لونڈے بازی

کے علاوہ اعتراف کرنے والی جواں سال خواتین سے پادریوں کی زناکاریوں کے تاریخی ریکارڈ بھی موجود ہیں۔" (ماہنامہ "المذاہب" لاہور جون 1992ء)

ہم دنیا بھر کے سامنے شرمندہ ہیں:

"مشہور امریکی روزنامہ نیویارک ٹائمز 20 جولائی 1990ء کی ایک سرخی تھی۔ "کینیڈا کا سب سے بڑا مذہبی رہنما پادریوں کے جنسی چکر میں عہدہ چھوڑتا ہے۔" کہانی کیا تھی؟ یہی کہ مذہبی رہنماؤں کی جنسی بدنامیوں میں ایک اور کا اضافہ ہوا۔ یہ سکینڈل نیو فاؤنڈ لینڈ، کینیڈا میں دریافت ہوا ہے۔ پادری رومن کیتھولک تھے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

ٹائمز کی رپورٹ ہے کہ "تین سال سے پادریوں اوران کے معاونین کے خلاف قربان گاہ پر کام کرنے والے لڑکوں، یتیم اور دوسرے نوجوانوں سے لونڈے بازی کے الزامات لگ رہے تھے، لیکن کیتھولک پیشوائیت چشم پوشی سے کام لیتی رہی یا اس کیس میں موثر اقدامات کرنے میں ناکام رہی جس پر نیوفاؤنڈ لینڈ کے آرچ بشپ نے اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ سب سے پہلے 1979ء میں صریح بے حیائی کی نشاندہی کی گئی تھی۔ ایک پادری پر 36 جرائم ثابت ہوگئے۔ چنانچہ اسے 4 سال قید کی سزا ملی تھی۔

عموماً ایسے معاملات کو رفع دفع کر دیا جاتا ہے اور ضابطہ کی کوئی معقول کارروائی نہیں کی جاتی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ پادری کو کسی دوسرے حلقہ میں تبدیل یا نئی ڈیوٹی پر لگا دیا جہاں یہی بدچلنی پھر جاری ہوجاتی۔ اس موقع پر آرچ بشپ یہ کہہ کر اپنے عہدہ سے سبکدوش ہوگیا۔ "ہم لوگ گنہگار ہیں، ننگے ہیں، ہمارا غصہ، ہمارا درد، ہماری روحانی اذیت، ہماری شرم سب پر عیاں ہے۔"

عدالتی تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہ مکروہ دھندا 15 برس سے جاری تھا لیکن پولیس اور سرکاری حکام "بدکاروں کے خلاف فیصلہ کن قدم اٹھانے" میں ناکام رہے تھے بلکہ وہ مظلوموں کی داد رسی کی بجائے ظالموں کو بچانے کی فکر میں رہے۔" (ماہنامہ "المذاہب" لاہور جون 1992ء)

کیتھولک سکول میں بدتمیزی کا کاروبار:

"روزنامہ ایوننگ نیوز نے 15 فروری کی اشاعت میں انکشاف کیا کہ کینیڈا کے مشہور شہر اوٹاوہ میں 19 آدمی گرفتار کر لیے گئے ہیں جو لڑکوں کے ساتھ بدفعلی میں ملوث تھے اور یہ سارا کاروبار عیسائیوں کے سکول میں بڑے زوروں پر چل رہا تھا۔ پولیس نے تفتیش کے دوران یہ بات معلوم کی کہ اس گروہ کا نام Brothers of the Christian School ہے اور اس سکول میں سیہ کاری قریباً چالیس برس سے چل رہی تھی۔ تفتیش جاری ہے اور مزید انکشافات کی توقع ہے۔ اخبار مذکورہ نے لکھا کہ اس انکشاف کے بعد کینیڈا کے چرچ سکول میں سخت بوکھلاہٹ طاری ہوچکی ہے۔"

(ماہنامہ "الفاروق" کراچی بابت ذی الحجہ 1411ھ)

بچوں سے بدفعلی۔ حقیقت یا افسانہ:

''انڈریو بائنڈ نے ایک کتاب بعنوان Rumours Blasphemous (کفر سے بھرپور افواہیں) قیمت 6.99 پاؤنڈ لکھی ہے۔ تبصرہ نگار کے نزدیک اس کے مطالعہ میں آنے والی یہ انتہائی ناخوشگوار کتاب ہے۔ اس کے سرورق پر لکھا ہے کہ اس کتاب کے مندرجات گھبرا دینے والے ہیں۔ اس لیے صرف ''بالغوں کے ہاتھوں فروخت کی جائے'' نازک مزاج افراد نہ پڑھیں۔ اس کتاب میں تحقیق کی گئی ہے کہ آیا عبادات کے دوران زیادتی حقیقت ہے یا افسانہ؟ یہ کتاب ان لوگوں کے لیے لکھی گئی ہے جنہیں پتہ نہیں ہے کہ وقتاً فوقتاً شہ سرخیوں سے چھپنے والی، عبادات کے غلط استعمال پر مشتمل کہانیوں کا کیا کیا جائے؟ کتاب پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ایسے شیطان صفت واقعات بکثرت ہوتے ہیں۔ ان سے انکار ناممکن ہے۔ اس ضمن میں ''متاثرین'' محافظین، صحافیوں، ماہرین نفسیات، پولیس، وکلا سب کی شہادتیں میسر ہیں۔ کتاب کا مشورہ ہے کہ اس ضمن میں پادری صاحبان باخبر اور محتاط رہیں اور بھاگ کر آنے والے بچوں کی کڑی نگرانی کریں۔'' (''ریکارڈر'' 9 اپریل 1992ء)

بدکردار پادری:

''ایک 77 سالہ انگریز پادری نکولس گلین کر اس پر بچوں کی ننگی تصویریں کھینچنے کے الزام میں مقدمہ چلایا جارہا ہے۔ وہ 1948ء سے ایک قصبہ میں بچوں کو مذہبی تعلیم دے رہا تھا۔ اسے جیل بھیج دیا گیا ہے۔ اس پر بچوں کو برے کاموں کی ترغیب دینے کا الزام ہے۔''

(''شاداب'' جولائی 1990ء)

میتھوڈسٹ کلیسا کی طرف سے ہم جنس شادیوں کی اجازت:

''امریکہ سے آمدہ اطلاع کے مطابق انگلینڈ کے اینگلیکن چرچ کے بعد امریکہ میں بھی محدود پیمانے پر مخصوص صورت حال میں عورتوں کی عورتوں کے ساتھ اور مردوں کی مردوں کے ساتھ میتھوڈسٹ چرچ نے ہم جنس پرستوں کو شادی کی اجازت دے دی ہے۔ واشنگٹن کے علاقہ ڈمبارٹن کی میتھوڈسٹ کلیسا نے دو نوجوان کنواری لڑکیوں ڈونا اور این کی شادی عیسائی رسومات کے تحت کرنے کا فیصلہ کر کے کلیسائی حلقوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ ان لڑکیوں کا کہنا ہے کہ انہیں مرد پسند نہیں اور وہ آپس میں ایک دوسری سے بے حد پیار کرتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے درمیان انگوٹھیوں کا تبادلہ بھی ہوگا لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان میں سے دولہا کون بنے گا اور عیسائی شادی کا مخصوص لباس ریت ویل کون پہنے گی اور ان میں سے کون ''مسز'' کہلائے گی؟ (''شاداب'' جون 1990ء)

1- آرچ بشپ کا فتویٰ...... حضرت عیسیٰ ؑ نے اس لئے شادی نہیں کی کہ وہ ہم

جنسیت میں مبتلا تھے...... (نعوذ باللہ)

2-اپنے جنسی جرائم اور گناہوں کا جواز فراہم کرنے کے لیے اللہ کے پاک نبی پر پادریوں کا گھناؤنا الزام:

3- پادری خورشید عالم کا ''آرتھوڈاکس چرچ آف پاکستان'' کے تمام شرکاء کلیسا کے نام کھلا خط:

''پادری خورشید عالم بشپ آف پاکستان لکھتے ہیں۔'' انگلیکانی کلیسا (انگلستان کا برسراقتدار عیسائی فرقہ) کا سربراہ بادشاہ ہو یا ملکہ وہ پارلیمانی ''قانونی برتری'' کے باعث ''سردار اعلیٰ اور محافظِ دین ہے۔'' لیکن موجودہ پارلیمان نے محافظ دین کی رضامندی سے ''ہم جنسی'' غیر فطری گناہ کو تعزیرات میں نظر انداز کر دیا ہے اور ''ہم جنسی'' کے بل کو منظور کر لیا ہے۔ اس رُوسیاہی کو گناہ نہ ٹھہرانے کے لیے انگلیکن کہف مونٹ فائر نے جولائی 1967ء میں ربنا المسیح کے شادی نہ کرنے اور مجرد رہنے کی وجہ فعل ہم جنسی Homosexuality بتائی ہے اور اسی کینن کو آرچ بشپ کنٹربری ماہ ستمبر 1970ء میں بشپ کے مقدس عہدہ پر فائز کر رہے ہیں۔''

نوٹ:

''جب ذہنیت کی گندگی کا عالم یہ ہو کہ اپنی لونڈے بازی کے جواز کی تلاش میں اپنے خدا مسیح کو بھی ہم جنس پرست قرار دیا جا سکے تو عیسائی علماء کے ناز اور لونڈے بازیاں کس شمار قطار میں رکھی جائیں گی؟ (استغفراللہ)

بات کہاں تک پہنچ چکی ہے، معاملہ کی نزاکت کو جاننے کے لیے اسی چٹھی سے بشپ مذکور کے درد بھرے الفاظ مطالعہ فرمائیں!

''مومنو! بزرگو اور نوجوانو! یہ وقت ہے کہ ہم سب متحدہ ہو کر کتاب مقدس میں ''تحریف لفظی و معنوی'' بدعت کے خلاف آواز بلند کریں۔ اپنے قلم کو حرکت میں لائیں اور ''جہاد تحفظِ بائبل'' کے جذبہ قدسیہ سے بھرپور ہو کر ان لوگوں کا محاسبہ کریں جو اپنی شاطرانہ چالوں سے شہد سے میٹھے کلام الٰہیہ میں قطع و برید کے باعث زہریلے عنصر کو ملا کر اپنی آزادانہ بداخلاقی اور قدرتی حیوانی آزادی کا جواز ڈھونڈتے ہیں، تاکہ ملک پاکستان میں گمراہی اور لادینیت کو رائج کریں اور یوں عوام کا الہامی کتب پر سے یقین اٹھ جائے۔''

پادری صاحب بتاتے ہیں کہ زنا کے گناہِ عظیم پر پردہ ڈالنے کے لیے جدید انگریزی بائبلوں میں اس لفظ کا ترجمہ Godless (ناپاک) Immoral (بداخلاق) اور Wicked (بُرا) کیا جا رہا

ہے۔'' (ماہنامہ ''المذاہب'' جون 1992ء)

چور راہبہ:

''آسٹریلیا میں ایک راہبہ نے 15 ناولوں کی چوری پکڑے جانے پر پوپ کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا۔ راہبہ اکثر ایک دکان سے رومانوی ناول چُرا کر لے جاتی تھی۔ تاہم اس نے احساسِ ندامت کے باعث کئی ناول واپس کر دیئے اور پوپ کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہوئے پوری زندگی مذہبی مقاصد اورانسانیت کی فلاح کے لیے کام کرنے کے لیے وقف کرنے کا وعدہ کیا۔'' (روزنامہ ''جنگ'' لاہور 2 دسمبر 1994ء)

راہبہ کی بچوں سے زیادتی:

''جوہنسبرگ (انٹرنیشنل ڈسک) پولیس نے بالآخر اس راہبہ کو گرفتار کرلیا ہے جس کے زیر اثر تربیت حاصل کرنے والے بارہ سے پندرہ سال کے تین بچے ذہنی انتشار کا شکار ہوگئے تھے۔ تفصیلات کے مطابق راہبہ کیتھرائن ایسے مقامی چرچ میں بچوں کو دینی تعلیم دینے پر مامور تھی۔ تین سال قبل اس کے پاس کچھ بچے بغرض تعلیم آئے جن سے اس نے مذہبی تعلیم کی آڑ میں ناجائز تعلقات استوار کر لیے جو مسلسل تین سال تک جاری رہے، جس سے تین بچے ذہنی انتشار کا شکار ہوگئے تھے، جنہیں والدین نے ماہرنفسیات کو دکھایا تو اس راہبہ کے خلاف عدالتی کارروائی کرانے کو کہا۔ راہبہ نے بھی پولیس تفتیش کے دوران اپنی ''زیادتی'' کا اعتراف کرلیا ہے۔ بچے ابھی تک نارمل نہیں ہوسکے۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 29 اگست 1992ء)

برطانوی پادری......مشورہ کے دوران عورتوں سے زیادتی کرتے رہے:

''سکینڈل یافتہ چرچ آف انگلینڈ کے پادریوں نے دس احکامات پر مشتمل ایک ضابطۂ اخلاق وضع کیا ہے۔ اس نئے ضابطہ اخلاق کے تحت پادریوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ وہ رات دیر گئے نوجوان عورتوں سے نہ ملیں۔ فرائض کے دوران شراب نوشی نہ کریں اور کسی کو مشورہ دیتے وقت اس کے قریب نہ بیٹھیں۔ چرچ نے پہلی مرتبہ ایسے قوانین نافذ کیے ہیں۔ ضابطہ وضع کرنے والے پادری سائمن بیکر نے اسے آکسفورڈ کے بشپ رچرڈ ہیریز کو بھیج دیا ہے جسے چرچ آف انگلینڈ میں جنسی مسائل کا انچارج سمجھا جاتا ہے۔ اس ضابطۂ اخلاق کی ضرورت پادری کرسٹوفر برائن کے خلاف زیادتیوں کے الزامات کے بعد محسوس کی گئی جس نے ایک نفسیاتی کلینک میں تسلیم کیا کہ اس نے مشورہ کے بعد نجی سیشن میں درجنوں عورتوں سے جنسی روابط قائم کیے۔ یہ ضابطہ سال کے آخر تک نافذ ہوگا اور اس کا اطلاق آکسفورڈ شائر، برک شائر بکنگھم شائر کے 500 پادریوں پر ہوگا۔ رچرڈ ہیریز نے کہا کہ اگر یہ تجربہ کامیاب رہا تو وہ اسے قومی سطح پر نافذ کرنے کی سفارش کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم مسئلے کی سنگینی سے آگاہ ہیں اور ہم

احتیاطی اقدامات کر رہے ہیں۔ اس ضابطے کو زیر تربیت پادریوں میں پہلے ہی تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ان پر ایک عیسائی عورت نے تنقید کرتے ہوئے اسے ناقص قرار دیا اور کہا کہ چرچ صرف یہ کیوں نہیں کہتا کہ پادری اپنے پیروکاروں سے جنسی روابط نہ رکھیں۔" (روزنامہ "پاکستان" لاہور 29 اگست 1995ء)

پادریوں کے جنسی جرائم...... چرچ کو 30 کروڑ ڈالر برداشت کرنا پڑتے ہیں:

"پادریوں کے جنسی جرائم اتنی کثرت سے اور اس قدر ہولناک ہیں کہ قلم کو ان کے بیان کا یارا نہیں اور حجاب مانع ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ "یہ مقدس طبقہ" نہ عورتوں کو بخشتا ہے نہ معصوم بچوں کو معاف کرتا ہے۔ امریکی جریدہ "ٹائم" کے مطابق ان واقعات کی اس قدر کثرت ہے کہ چرچ کو ان اقدامات کے نپٹانے میں 30 کروڑ ڈالر خرچ کرنا پڑتے ہیں۔"

("روزنامہ پاکستان لاہور" 16 اگست 1991ء)

پادری صاحبان کی چرچ میں مذہبی گیت گانے والے کمسن بچوں سے بدفعلی:

"آئرلینڈ کے اخبار آئرش ٹائمز نے بھی ایک لڑکے کی داستان بیان کی ہے جو جنسی زیادتی کے باعث بے ہوش ہو گیا تھا۔ ایک 33 سالہ شخص نے بتایا کہ جب اس کی عمر 9 سے 11 سال تھی، چرچ کے پادری نے کئی مرتبہ اس سے بدفعلی کی اور پھر اس حالت میں اس کی تصاویر بنائیں۔ اس کیس میں پادری نے 50 ہزار پونڈ کی رقم اپنی جیب سے ادا کر کے جان خلاصی کرائی۔

گزشتہ ماہ اخبارات میں دو ایسے بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات شائع ہوئے جن میں پادریوں نے مذہبی گیت گانے والے دو لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کی اور یہ واقعات 1970ء کے لگ بھگ ہوئے۔ اب جب لڑکوں نے پادریوں کے خلاف کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا تو ان کو بھاری رقوم دے کر خاموش کرا دیا گیا۔

پادری صاحبان کے بارے میں جو مجرد رہنے کے غیر فطری اصول پر کاربند ہیں، کمسن بچوں کے ساتھ ناجائز تعلقات کے قصے مشہور ہوئے اور چرچ میں مذہبی گیت گانے والے کمسن بچوں کے ساتھ غیر فطری عمل کے سکینڈل بھی اخبارات کی زینت بنے۔ ایسے معاملات میں اب تک چرچ کی انتظامیہ کا رویہ یہ رہا ہے کہ ان واقعات کی تشہیر نہ ہو اور بچوں کو جن کے ساتھ زیادتی ہوئی بھاری رقوم ادا کر کے ان کا منہ بند کر دیا جاتا۔ مگر اب واقعات کی کثرت اور عوامی ردعمل کو دیکھ کر چرچ کی انتظامیہ نے فیصلہ کیا ہے کہ جہاں یہ محسوس ہو کہ فی الواقعہ زیادتی کی گئی ہے، کیس کو فوری طور پر پولیس کے حوالے کر دیا جائے۔

چنانچہ اس صورت حال پر غور کرنے کے لیے آئرلینڈ کے 34 بشپ Maynooth کے مقام پر اکٹھے ہوئے اور ایک کانفرنس منعقد کی۔ کانفرنس کے اختتام پر ایک لیڈر کارڈینل ڈیلی (Daly) نے چرچ کی اس آفیشل پالیسی کا اعلان کرتے ہوئے ایک بیان میں کہا کہ چرچ کے لیڈروں کا بچوں کے

ساتھ مجرمانہ حرکات میں ملوث ہونا بہت شرمناک ہے کیونکہ ایسے واقعات میں نہ صرف ان بچوں کی زندگیاں تباہ ہوئیں بلکہ کئی گھرانے ٹوٹ گئے اور ان سب کا چرچ پر اعتماد جاتا رہا۔ اس نے کہا کہ میں تمام ایسے بچوں اور ان کے خاندانوں سے معافی مانگتا ہوں۔ ایک سروے کے مطابق گذشتہ تین سالوں میں آئرش ری پبلک اور ناردرن آئرلینڈ کے 26 حلقوں میں سے 12 حلقوں میں پادریوں یا کلیسا کے دیگر اہلکاروں کے خلاف جنسی نوعیت کے مقدمات قائم ہوئے ہیں۔

ادھر امریکہ سے آمدہ ایک خبر کے مطابق چرچ نے 1980ء سے لے کر آج تک ہونے والی جنسی زیادتی کے ایسے واقعات جن میں پادری ملوث پائے گئے، 650 ملین ڈالر کی رقم بطور ہرجانہ ادا کی ہے۔" (ہفت روزہ "مہارت" 15 تا 22 نومبر 1995ء)

امریکی پادری اور مانعِ حمل اشیاء کا استعمال:

کمسن بچوں سے زیادتی...... جنسی حملے...... 400 ملین ڈالر کا جرمانہ:

"95 فیصد امریکی پادری غیر شادی شدہ ہوتے ہوئے بھی مانعِ حمل اشیاء استعمال کرتے ہیں اور اپنی ہوس کا نشانہ راہباؤں اور بدکار عورتوں کو بناتے ہیں۔ ایک تعداد جنسی تشدد میں مبتلا ہے۔ امریکی ٹی وی کے دسویں چینل نے ایک سروے میں انکشاف کیا کہ 20% پادری کم سن بچوں کا استعمال کرتے ہیں۔ خواتین کے ساتھ تو کلیسا کے تمام ہی ذمہ داروں کی سرگرمیاں ایسی عام ہوگئی ہیں جن کو برا نہیں سمجھا جاتا۔ امریکی ٹی وی نے یہ انکشاف بھی کیا کہ 1983ء سے 1993ء تک امریکی کلیسا کو چار سو ملین ڈالر اس جرمانہ کے طور پر ادا کرنا پڑے جو کمسن بچوں اور بچیوں نے پادریوں کی طرف سے ہونے والے جنسی حملوں کے خلاف امریکی عدالتوں میں مقدمات دائر کر کے معاوضے طلب کیے تھے۔" (بحوالہ ماہنامہ "الفاروق" کراچی ذی قعدہ 1415ھ)

پادریوں کا اعتراف، رہبانیت ترک کر دی...... یہ غیر فطری عمل ہے:

"ویٹیکن سٹی نے جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے اس سے عیسائی دنیا کے 95% پادری متفق نہیں ہیں۔ یہ اطلاعات برابر آتی رہتی ہیں کہ فلاں کلیسا کے اتنے پادریوں نے کلیسائی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ 1964ء سے 1969ء تک کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ تیرہ ہزار چار سو چالیس پادریوں نے اس مختصر مدت میں خود کو کلیسا کی خدمت سے الگ کر لیا۔ لیکن سب سے زیادہ بھیانک صورت حال 1970ء کی ہے، یعنی صرف ایک سال میں تین ہزار چار سو پچانوے پادریوں نے راہبانہ زندگی ترک کر کے تبلیغی مشن کو ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ دیا۔ ان تمام پادریوں نے اپنے خطوط اور استعفوں میں علیحدگی کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا کہ وہ عرصہ تک بغیر شادی کے زندگی نہیں گزار سکتے۔ اگرچہ چور دروازہ سے وہ اپنے جنسی جذبے کی تسکین کرتے تھے لیکن رسوائیوں کے اندیشے سے

انہوں نے بہتر خیال کیا کہ وہ کلیساؤں کو چھوڑ دیں۔ اگر کلیسا بغیر شادی شدہ کی شرط حذف کر دے تو کلیسا کی خدمت کے بارے میں غور کیا جاسکتا ہے۔ ان پادریوں کی اکثریت نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ ہمیں راہباؤں اور دیگر خواتین کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی کھلی چھٹی تھی، لیکن اس کی وجہ سے جو بدترین اخلاقی بحران پیدا ہو رہا ہے، اس نے نئی پیچیدگیوں اور نت نئی مشکلات کو جنم دیا ہے۔ ان پادریوں میں صرف ایک فیصدی ایسے تھے، جو شادی کی خواہش نہیں رکھتے تھے مگر وہ اس مطالبہ پر زور دیتے ہیں کہ بغیر عورت کے کوئی انسان اس دنیا میں کیسے رہ سکتا ہے۔ اس لیے شادی کی اجازت پادریوں کو دی جائے۔ پاپائے روم کو چاہئے کہ وہ اس قانون میں ترمیم کریں اور شادی و آزادانہ جنسی تعلقات کو نجی اور ذاتی مسئلہ قرار دے کر اسے کلیسا کی خدمت کے لیے رکاوٹ تصور نہ کیا جائے۔"

(ماہنامہ "الفاروق" کراچی ذی قعدہ 1415ء)

مونیشیا پناہ گزینوں کو قاتلوں کے حوالے کرتا اور نوجوان لڑکیوں کی عزت لوٹ لیتا:

"37 سالہ پادری ویسیلاس مونیشیا فرانس کے جنوبی قصبے بورگ سینٹ آندیول کی محبوب ترین شخصیت ہے جو آج کل روانڈا میں 1994ء کے قتل عام میں ملوث ہونے کے الزام میں زیر عتاب ہے۔ اس قتل عام میں ٹتسی قبائل کے دس لاکھ افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ افریقین رائٹس کے مطابق کم و بیش چالیس پادریوں نے قتل و غارت گری میں اعانت کی تھی، جن میں سے دو روانڈا کی جیلوں میں بند ہیں جبکہ باقی فرار ہو چکے ہیں۔ تنظیم نے روس میں مقیم دو پادریوں، بلجیم میں مقیم دو راہباؤں اور چرچ کے منسٹر جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ امریکی ریاست شکاگو فرار ہو گیا ہے، کے خلاف ثبوت اکٹھے کیے ہیں۔ دو راہباؤں نے کلیسا کی حدود میں مقیم افراد پر تیل چھڑک کر انہیں زندہ جلایا۔ مونیشیا اس چرچ میں پادری ہے جہاں 18 ہزار قبائیلیوں نے پناہ لی تھی۔ گواہوں کے مطابق وہ انہیں گاؤں سے نکال کر قاتلوں کے حوالے کرتا۔ جو لڑکیاں اس کی جنسی ہوس کو پورا کرنے پر آمادہ ہوتیں، انہیں تحفظ دیتا جب کہ انکار کرنے پر لڑکیوں کی موت کا پروانہ جاری کر دیتا۔ انہیں ہر صبح ناشتے کے بعد مقامی تھانے میں حاضری لگوانا پڑتی ہے۔" (روزنامہ "نوائے وقت" لاہور 10 ستمبر 1995ء)

قرآنِ پاک پہ اعتراض کرنے والوں کے لئے آئینہ:

ان کی "مقدس کتابوں" سے چند اقتباسات:

"پروٹسٹنٹ عیسائی بائبل میں 22 ویں نمبر پر اس کا نام "غزل الغزلات" ہے، جب کہ رومن کیتھولک بائبل میں اس کا نمبر 24 واں ہے اور نام "نشید الاناشید"۔ پروٹسٹنٹ ترجمہ ہے:

"اے امیر زادی تیرے پاؤں جوتیوں میں کیسے خوبصورت ہیں۔
تیری رانوں کی گولائی ان زیوروں کی مانند ہے۔

جن کو کسی کاریگر استاد نے بنایا ہو
تیری ناف گول پیالہ ہے
جس میں ملائی ہوئی مے کی کمی نہیں
تیرا پیٹ گیہوں کا انبار ہے
جس کے گرداگرد سوسن ہوں
تیری دونوں چھاتیاں دو آہو بچے ہیں
جو توام پیدا ہوئے ہوں
تیری گردن ہاتھی دانت کا برج ہے
تیری آنکھیں بیت ربیم کے پھاٹک کے پاس جسون کے چشمے ہیں
تیری ناک لبنان کے برج کی مثال ہے
جو دمشق کے رخ بنا ہے
تیرا سر تجھ پر کرمل کی مانند ہے
اور تیرے سر کے بال ارغوانی ہیں
بادشاہ تیری زلفوں میں اسیر ہے
اے محبوبہ! عیش و عشرت کے لیے
تو کیسی جمیلہ اور جانفزا ہے،
یہ تیری قامت کھجور کی مانند ہے
اور تیری چھاتیاں انگور کے گچھے ہیں ("غزل الغزلات" 7:1-7)

خدا کے حضور یہودیوں کی نافرمانیوں اور ان کی سزاؤں کا مذکور ہے۔

"پس اہل بائبل اس کے پاس آ کر عیش کے بستر پر چڑھے اور انہوں نے اس سے بدکاری کر کے اسے آلودہ کیا اور وہ ان سے ناپاک ہوئی تو اس کی جان ان سے بیزار ہوئی۔ تب اس کی بدکاری اعلانیہ ہوئی اور اس کی برہنگی بے ستر ہوگئی۔ تب میری جان اس سے بیزار ہوئی جیسے اس کی بہن سے بیزار ہو چکی تھی۔ تو بھی اس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کر کے جب وہ مصر کی سرزمین پر بدکاری کرتی تھی اور بدکاری پر بدکاری کی۔ سو وہ پھر اپنے یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا۔ اس طرح تو نے اپنی جوانی کی شہوت پرستی کو جب کہ مصری تیری جوانی کی چھاتیوں کے سبب سے تیرے پستان ملتے تھے۔ پھر یاد کیا۔ (حزقی ایل، 17:23، پروٹسٹنٹ نمبر 26، کیتھولک نمبر 31)" (ماہنامہ "المذاہب" لاہور اگست 1992ء)

نوٹ:

واضح ہو کہ اب زنا کی مکروہ و مہیب اصطلاح بائبل میں Godless(ناپاک)Immoral (بداخلاق) اور Wicked(برا) سے تبدیل کی جارہی ہے جس سے اس فعل بد کی مکروہ و مذموم اہمیت گھٹانا مقصود ہے۔ محبوبہ کے انگ انگ کی ایسی تفصیلی تعریف تو سوہنی مہینوال، سسی پنوں، پورن بھگت، ہیر وارث شاہ ایسی عشقیہ داستانوں میں بھی نہیں ملے گی، چہ جائکہ اسے الہامی کلام کہا جائے؟

تورات، کتابِ پیدائش کا باب 18- فقرہ نمبر 23:

''اور لوط ضغر سے اپنی دو بیٹیوں سمیت نکل کر پہاڑ پر جا کر رہا کیونکہ ضغر میں رہنے سے اسے وحشت ہوئی اور وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگیں۔ تب پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بوڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو تمام جہاں کے دستور کے مطابق ہمارے پاس اندر آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو شراب پلائیں اور اس سے ''ہم بستر'' ہو جائیں تا کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو شراب پلائی اور پہلوٹی اندر غار کے گئی اور باپ کے کپڑے اتار دیئے اور اس سے ہم بستر ہوگئی اور اس کے باپ نے لیٹتے اور اٹھتے اور ہم بستری کے وقت اپنی بیٹی کو نہ پہچانا۔ پھر دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا کہ پہلوٹی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھو کل رات کو میں اپنے باپ سے ''ہم بستر'' ہوئی۔ آج رات بھی اسے شراب پلائیں اور تو بھی جا کے اس سے ''ہم بستر'' ہو کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ پھر اس رات کو بھی ان دونوں نے اپنے باپ کو شراب پلائی اور چھوٹی نے اپنے باپ کے کپڑے اتار دیئے اور اس سے ''ہم بستر'' ہوگئی اور اس کے باپ نے لیٹتے، اٹھتے اور ہم بستری کرتے وقت چھوٹی کو نہ پہچانا۔ سو لوط کی بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی نے ایک بیٹا جنا جس کا نام موآب رکھا.....''

(''تحقیق'' مولانا محمد قاسم نوری صاحب بحوالہ ماہنامہ ''بیدار ڈائجسٹ'' نومبر 1992ء)

قرآن مجید پر اعتراض کرنے والوں کی کتاب میں یہ اس نبی کا بیان ہے، جس کے بارے میں قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ ''اللہ نے انہیں اپنے منتخب بندوں میں شمار کیا۔'' گویا وہ جو اللہ کا انتخاب تھے' امت کے لیے نمونہ تھے اور انہیں اللہ کا سفیر ہونے کا اعزاز حاصل تھا، ان کی سیرت کو کس قدر داغدار بنا کر پیش کیا گیا۔ کیا الہامی کتابیں ایسی ہوتی ہیں؟ کیا نعوذ باللہ خدا کا کلام ایسا ہوتا ہے؟ پھر جب ایسے واہیات بیان یہ ہم ان کتابوں کو محرف و مبدل کہتے ہیں تو تکلیف کیوں؟ عقل سلیم رکھتے ہو تو قرآن پڑھو، پھر کلام الٰہی کا حسن و جمال فصاحت و بلاغت اور رعنائی بیان دیکھو۔ اس آئینے میں اپنی کتابوں کو دیکھو گے تو خود تمہارا دل گواہی دے گا کہ شاید تھوڑے سے حصے کے علاوہ باقی سب تحریف شدہ ہے۔

کیا توریت اور انجیل کا درج بالا کلام کوئی بھی باعزت اپنی بہنوں، بیٹیوں، ماؤں کے سامنے تلاوت کرسکتا ہے؟

1- مسلمانوں کو فرقہ پرستی کا طعنہ دینے والوں کا اپنا حال:

2- میکسیکو میں عیسائیوں کی فرقہ پرستی:

یوں تو عیسائیوں کے سینکڑوں فرقے ہیں۔ تفصیل کے لیے یہ موزوں جگہ نہیں ہمیں تو یہاں ایک دو مثالوں سے صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ خود ان کے اپنے فرقوں کے درمیان شدید چپقلش آج بھی اسی شدت سے قائم ہے جو ماضی میں ان کا شیوہ تھی۔ اس کے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو کس منہ سے طعنہ دیتے ہیں؟ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں۔

''جنوبی امریکہ کی کونسل آف چرچز نے اس فیصلہ پر صاد کیا ہے کہ چلی میں منعقد ہونے والی اسمبلی میں رومن کیتھولک نمائندوں کو نہ بلایا جائے۔ اس فیصلہ کا پس منظر جنوبی امریکہ کے بہت سے حصوں میں پروٹسٹنٹوں اور کیتھولکوں کے ''روبہ زوال تعلقات'' ہیں۔ یہ ''مشکل اور المناک فیصلہ طویل بحث مباحثہ اور دکھ'' کے ساتھ کیا گیا۔ اسمبلی کو موقع دیا گیا کہ وہ مذکورہ تعلقات کو موزوں بنانے کے لیے اپنی مساعی بروئے کار لائے۔ کونسل کا مشن تبلیغ عیسائیت، اتحاد واتفاق، مکالمہ اور باہمی تعاون ہے۔

میکسیکو میں رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ عیسائی مسلسل ناچاقی کا شکار ہیں۔ گوریلے ملک کے جنوبی حصہ میں پچھلے برس سے برسرپیکار ہیں۔ 16 پروٹسٹنٹ فرقوں کا مطالبہ ہے کہ نمائندہ کمیشن میں ہمیں بھی شریک کیا جائے۔

پروٹسٹنٹ رہنما جنوبی میکسیکو کی 40 فیصد آبادی کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم گذشتہ 20 برس سے ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ گفتگو میں ہماری شمولیت ضروری ہے۔ ہزار ہا پروٹسٹنٹ خاندانوں کو محض اس بہانہ ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے کہ پروٹسٹنٹ عیسائیت قبول کر کے انہوں نے مقامی روایات کی تکذیب کی۔ اب وہ عیسائی برادری کا جزو نہیں رہے۔ 30 ہزار افراد بدترین مذہبی مظالم کا شکار ہیں۔ مارکٹائی کے بعد انہیں گھروں اور جائیدادوں سے بے دخل کر دیا گیا ہے۔ بیچارے بڑے بڑے شہروں کی مضافاتی بستیوں میں پناہ لیے ہوئے ہیں۔ میکسیکو کا کیتھولک عیسائی سربراہ ان مظالم کا براہِ راست ذمہ دار ہے۔ اس سلسلہ میں کیتھولکوں کی طرف سے اگرچہ ''مصالحتی دروازے کھلے ہیں'' تاہم قوانین پر عملدرآمد نہیں کیا جارہا اور آئین کی پامالی کی جارہی ہے۔

متعدد پروٹسٹنٹ گرجے تباہ یا بحق سرکار ضبط کر لیے گئے ہیں۔ ان کی جگہ نئے گرجے بنانے کی مساعی ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔ ایک علاقہ میں انہیں کہا گیا کہ وہ 50 فیصد مکینوں کے دستخط حاصل کر لیں تو انہیں گرجا تعمیر کرنے کی اجازت دے دی جائے گی لیکن اس محلہ کے لوگ ''باغی مذہبی فرقہ'' نکلے۔ ایک دوسری جگہ گھر گھر جا کر اپنا تعارف کرایا گیا۔ اکثر لوگوں نے تعاون کا یقین دلایا لیکن وہاں کا پادری فتنہ پرور ثابت ہوا۔ اس مکروہ مہم میں حکومت باقاعدہ شریک کار ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر ایک شخص نے مخالفت میں منہ کھول دیا تو دستخط بیکار قرار دے دیئے جائیں گے۔

کئی برس سے ایسی شکایات روز افزوں ہیں۔ چھوٹا ہو یا بڑا کوئی بھی پروٹسٹنٹ فرقہ چین میں نہیں ہے۔ اب اس کا ایک ہی حل ہے کہ پروٹسٹنٹ عیسائی ایسی بے قاعدگیوں اور مذہبی شہری حقوق کی پامالیوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ جب پاپائے روم کے ہاں ان مظالم کے خلاف شکایت کی گئی تو اظہارِ ہمدردی کے ساتھ ایسے حقائق و واقعات نوٹس میں لانے کو کہا گیا۔ میکسیکو میں کیتھولک عیسائیوں کی بھی دو پارٹیاں ہیں۔ بڑے مذہبی رہنما ایک طرف اور چھوٹے پادری اور عوام ایک جانب۔ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا رویہ مصالحانہ ہے لیکن برسراقتدار طبقہ پروٹسٹنٹوں کا مخالف ہے۔ وہ انہیں حقیقی خطرہ سمجھتا ہے۔" ("ریکارڈر" لندن 16 فروری 1995ء)

پاکستانی عیسائیوں کی فرقہ پرستی۔ بشپ کا کھلا خط:

"عزیز بھائیو اور بہنو!

آپ میں سے بہت سے مومنین مرسیئن آرتھوڈکس کیتھولک چرچ کے بارے میں استفسار کرتے رہے ہیں، اس لیے ہم نے ریاست ہائے امریکہ کولوریڈو اور روم سے ضروری معلومات حاصل کرلی ہیں۔ پاپائی کونسل برائے فروغ عیسائی اتحاد نے واضح کیا ہے کہ رومن کیتھولک چرچ کے ساتھ مرسیئن آرتھوڈکس چرچ کا کوئی تعلق نہیں۔

کولوریڈو ریاست کے شہر ڈینور کے رومن کیتھولک آرچ بشپ کے مطابق مرسیئن آرتھوڈکس کیتھولک چرچ امریکہ میں بشپ صاحبان کی قانونی آرتھوڈکس کانفرنس کا رکن نہیں ہے اور نہ ہی امریکہ اور کینیڈا کے چرچز کی سالانہ فہرست میں اس چرچ کا ذکر ہے اور یہ فہرست امریکہ کے تمام پروٹسٹنٹ چرچ آف کرائسٹ کی نیشنل کونسل تیار کرتی ہیں۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں رومن کیتھولک چرچ کی مرسیئن آرتھوڈکس کیتھولک چرچ کے ساتھ کسی بھی سطح پر کوئی تعلق نہیں رہا۔ چونکہ مرسیئن آرتھوڈکس کیتھولک چرچ، رومن کیتھولک چرچ کے ساتھ متفق نہیں ہے، اس لئے ہم کلیسا کو آگاہ کرتے ہیں کہ مومنین اس چرچ کے ساتھ کسی بھی طرح کا رابطہ نہ رکھیں اور نہ ہی ان کی کسی تقریبات، رسومات، دعائیہ یا عبادتی پروگرام میں حصہ لیں کیونکہ یہ تنظیم روحانی طور پر رومن کیتھولک چرچ کے ساتھ مفاہمت نہیں رکھتی ہے' اس لیے مرسیئن آرتھوڈکس کیتھولک چرچ کے کسی نمائندے یا عہدہ دار سے کسی بھی روحانی معاملات کے سلسلہ میں رابطہ نہ رکھیں۔

یہ خط تمام کیتھولک گرجا گھروں میں پڑھا جائے۔

(پندرہ روزہ "کاتھولک نقیب" لاہور، یکم یا 15 جولائی 1994، آخری صفحہ)

برطانیہ: مذہبی تشدد کی زد میں پانچ گرجے جلا دیئے گئے

مسلمانوں کے مذہبی مسالک میں اختلاف کو اچھالنے والے اس پہ بھی غور فرمائیں

"آئرلینڈ کے باشندوں کا مذہب کیتھولک ہے جبکہ برطانیہ کا وہ حصہ جو سکاٹ لینڈ، لندن اور

ویلز وغیرہ پر مشتمل ہے، وہاں پروٹسٹنٹ کی اکثریت ہے۔ جھگڑا پچھلے دنوں اس وقت عروج پر پہنچا جب شمالی آئرلینڈ کے پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے اپنا روایتی جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا تو کیتھولک عیسائیوں نے کہا کہ وہ اس جلوس کو اپنے علاقے سے نہیں گزرنے دیں گے جبکہ پروٹسٹنٹ نے اصرار کیا کہ جلوس اپنے مقررہ روٹ پر سے گزر کر رہے گا۔ چنانچہ اس پر فساد ہوا اور اس قدر بڑھا اور کئی ہفتوں تک فساد ہوا کہ پانچ تاریخی گرجے جلا دیئے گئے۔ ٹونی بلیر ایک جلتے ہوئے گرجے میں پہنچے اور بشپ انہیں مار دھاڑ کی داستان سنا رہا تھا۔ دونوں فرقوں نے ایک دوسرے کے گھروں کو لوٹا حتیٰ کہ مخالف فرقے کے گھر میں دستی بم پھینک کر تین معصوم بچوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ برطانیہ نے فوج منگوائی۔ ٹینک، بکتر بند گاڑیاں حرکت میں آئیں اور تب جا کر یہ طوفان تھما، جس کی چنگاریاں بہرحال سلگ رہی ہیں۔ ہم نے اس جلوس کا پتہ چلایا تو معلوم ہوا کہ شمالی آئرلینڈ کے علاقے ''اورینج آرچڈ'' میں 1690ء میں پروٹسٹنٹ لیڈر مسٹر ولیم نے رومن کیتھولک کے حکمران جیمز دوم کو بوئنی (Boyne) کی جنگ میں شکست سے دوچار کیا۔ یوں ولیم پروٹسٹنٹوں کا ہیرو قرار پایا۔ چنانچہ 12 جولائی کے دن کو "Orange Day" کا نام دے کر اس دن کو فتح کی خوشی میں جشن منایا جاتا ہے اور جلوس نکالا جاتا ہے۔ اس عمل کو Orange Order کہا جاتا ہے۔ یہ دن اور آرڈر اب مذہبی شکل اختیار کر گیا ہے۔ چنانچہ اس پر خوب دنگا فساد ہوا۔''

(ماہنامہ الدعوۃ، اگست 1998ء)

یاد رہے کہ یورپ میں مذہبی اختلاف کی بنیاد پر قتل و غارت کی تاریخ بہت پرانی اور ہولناک ہے۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود اس پر مکمل قابو نہیں پایا جاسکا۔ جبکہ مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی ایسی نوعیت جو کشت و خون تک پہنچا دے، نہ پہلے تھی نہ اب ہے۔

پادریوں سے حلفیہ بیان:

چرچ میں بچوں سے بڑھتی ہوئی بدفعلی کے شرمناک رجحان پر قابو پانے کے لئے چرچ آف انگلینڈ پادریوں سے آئندہ تقرری سے قبل اس بات کا حلفیہ بیان لے گا کہ وہ بچوں سے بدفعلی کے کبھی مرتکب نہیں ہوئے۔ (''شاداب'' جون 1995ء صفحہ 2)

ہالینڈ نے ہم جنس جوڑوں کی شادی قانونی قرار دے دی:

ہالینڈ کی سینٹ نے گذشتہ روز ہم جنس جوڑوں کی شادی کو قانونی قرار دینے کا بل منظور کر لیا ہے اور ان جوڑوں کو بچے گود لینے کا حق بھی دے دیا گیا۔ اس بل کے حق میں 49 اور مخالفت میں 26 ووٹ پڑے۔ 12 ستمبر کو ہالینڈ کے ایوان زیریں نے بھی اس قانون کی بھاری اکثریت سے منظوری دے دی تھی۔ اب یہ قانون اگلے برس مارچ اپریل میں نافذ ہو جائے گا۔ اس قانون کے تحت ہم جنس جوڑے صرف ہالینڈ کے بچے ہی گود لے سکیں گے۔ 1998ء سے ہم جنس جوڑوں کو اپنی ''رفاقت'' کے بارے میں مقامی چرچ کو رجسٹر کرانے کا اختیار حاصل ہے جس کے بعد انہیں عام جوڑوں کے برابر حقوق

حاصل ہو جاتے ہیں۔ جولائی تک تقریباً 9500 ہم جنس جوڑے یہ رجسٹریشن کرا چکے ہیں۔
(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 21 جنوری 2000ء)

ظلم کی داستان۔ ایک بڑے پادری کا طرز عمل:

''میرے خاوند آئزک جی ڈین چیئرمین عوامی بورڈ پنجاب ایک انتہائی شریف اور قانون پسند شہری ہیں۔ ہم کسی بھی عبادت گاہ اور کسی بھی مذہبی کتاب کی بے حرمتی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ مگر ہم پر ہمارے اپنے ہی مذہبی اجارہ داروں نے انتہائی سنگین نوعیت کے الزامات لگانے شروع کر دیئے ہیں۔ ہم اپنے ہی لوگوں کے ظلم کا شکار ہو رہے ہیں۔

ہمارے ایک مذہبی اجارہ دار، ایک بڑے اور مشہور چرچ کے فادر، پادری نے اپنی بداعمالیوں اور بداخلاقیوں کو چھپانے کے لئے انتہائی گھناؤنی حرکات شروع کر دی ہیں۔ اس نے میرے شوہر کے خلاف ایک مقدمہ زیر دفعات 295-A,125/98/ 148/149,506/507,296,295 (ت پ) تھانہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں محض اپنی پرانی رنجش اور انتقامی جذبے کے تحت درج کروایا ہے۔

پرانی رنجش یہ ہے کہ اس پادری کے باعث ایک عیسائی لڑکی پونم امید سے ہوگئی۔ ایک ماہ گزرا تو پادری نے ایک عیسائی لڑکے سے اس کا زبردستی نکاح کروا دیا۔ نکاح کے تیسرے دن لاہور کے ایک مشہور کرسچین سکول کی پرنسپل اور دیگر چند افراد کے تعاون سے پادری نے پونم کو (بمطابق ریکارڈ ہسپتال) سرگنگارام ہسپتال لاہور میں داخل کروا دیا اور حمل ضائع کروا دیا۔ اس پر پونم کے لواحقین نے فادر مذکور کے خلاف متعلقہ سرکاری حکام کو درخواستیں دیں اور ہائی کورٹ لاہور میں ایک عدد رٹ برائے اندراجِ مقدمہ دائر کی۔ میرے شوہر نے ان لوگوں کی مدد کی۔ پادری کو یہی رنجش ہے، اس کا انتقام لینے کے لیے فادر نے یہ جھوٹا مقدمہ آئزک جی ڈین کے خلاف درج کروایا ہے۔

''روزنامہ ''خبریں'' کی وساطت سے اعلیٰ حکام سے درخواست ہے کہ وہ اس خط میں لکھے ہوئے واقعہ کی تصدیق کے لئے 23 اپریل 1991ء کے ''مشرق'' لاہور کی خبر پڑھ لیں اور میرے شوہر کے خلاف درج ہونے والے بے بنیاد مقدمے کو خارج کرنے کا حکم جاری کریں۔'' (از۔ گلزرین زوجہ آئزک جی ڈین 325-7/2 طارق سٹریٹ، کوٹ لکھپت، لاہور)

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور، 26 مئی 1998ء)

✿.....✿.....✿

پروفیسر ساجد میر

بائبل کی اخلاقی تعلیم کے اثرات

بائبل کی سماج دشمن تعلیم' اس کے عورتوں اور غلاموں وغیرہ کمزور و پسماندہ طبقات کے بارے میں نظریات' اس کا علم وتہذیب کی جانب رویہ' اس میں شقاوت وسفاکی کے جراثیم اس کی ناقص اخلاقی تعلیم' اس کی فحش نگاری اور رہبانیت کی ترغیب کی روشنی میں یہ دیکھنا باقی ہے کہ بائبل کے پیش کردہ عقائد اور اس کے سماجی واخلاقی نظریات نے اپنے پیروکاروں کی اخلاقی زندگی پر کیا اثرات مرتب کیے۔ ہماری نظر میں اس امر کا جائزہ لینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی عملی اخلاقی زندگی کو دیکھا جائے جو خصوصی مذہبی طبقہ میں شمار ہوتے ہیں' اور جنہوں نے بائبل کو اپنی زندگیوں میں عوام کی نسبت زیادہ جاری وساری کرنے کا دعویٰ کیا اور بظاہر اس کی کوشش بھی کی۔ ہماری مراد پادریوں' راہبوں' راہبات اور عیسائیت کے ان سربراہوں (پاپاؤں' کارڈینلوں وغیرہ) سے ہے جو کلیسیاؤں کی تقسیم وتفریق سے پہلے تقریباً سارے عالم عیسائیت کے رہنما ہوا کرتے تھے۔

1- عیسائیت کے رواج وغلبہ کے دور میں پادریوں کی اخلاقی حالت

قرونِ وسطیٰ ومظلمہ میں' جو عیسائیت کے غلبہ وتفوق اور کلیسیا کی برتری کا دور ہے' بلاشبہ کچھ اچھے پادری اور کلیسیائی خدام بھی موجود تھے۔ مگر کلیساؤں اور مذہبی خدمت گاروں میں بدکردار افراد کا تناسب بہت زیادہ تھا۔ کلیسیا کے تاریخی امور کے فاضل لی (Lea) نے ساتویں اور آٹھویں صدی کے عام پادریوں اور کلیسیائی عہدیداروں کی کیفیت اس طرح بیان کی ہے:

> **... The crowd of turbulent and worldly ecclesiastics whose only aim was the justification of the senses or success of criminal ambition.**

> ''یہ دنیا دار اور آمادۂ فساد پادریوں کا ہجوم تھا' جس کا واحد مقصد جسمانی حسیات کی تسکین اور مجرمانہ خواہشات کی تکمیل تھا۔'' (1)

اور دسویں صدی کے ایک اطالوی بشپ کے درج ذیل بیان کو اگر مبالغہ پر محمول بھی کیا جائے' تو بھی یہ اس دور کے اہل کلیسیا کی اخلاقی حالت کا ایک عمومی اندازہ پیش کرتا ہے۔ بشپ نے کہا تھا:

> **If he were to enforce the canons against unchaste people administering ecclesiastical rites, no one would be left in the Church except the boys: and if he were to observe the canons against the bastards these also must be excluded.**
>
> ''اگر وہ کلیسیائی رسوم و خدمات انجام دینے والوں پر عفت اور اخلاقی پاکیزگی کے قوانین صحیح طور پر نافذ کرے' تو کلیسیا (اپنے خدام سے خالی ہو جائے گا) اور اس میں صرف لڑکے بالے رہ جائیں گے۔ اور اگر وہ حرامیوں کے بارے میں قوانین کی پابندی بھی کرے' تو یہ لڑکے بھی (کلیسیا سے) خارج ہو جائیں گے۔'' (2)

جب برائی اتنی کثرت سے پھیل جائے تو ظاہر ہے کہ ہر بدکار کے خلاف اقدام نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ جن کی بدی عام افراد سے بہت بڑھ جاتی اور بری شہرت پھیل جاتی' ان کے خلاف اعلیٰ کلیسیائی عہدیداروں کو قدم اٹھانا پڑتا۔ اس سلسلہ میں ایسے واقعات بھی ہیں کہ تیرہویں صدی کے ایک بشپ کے ناجائز بچوں کی تعداد پینسٹھ تک پہنچ گئی' تو ''بالآخر'' اسے معزول کردیا گیا۔(3)

قبل ازیں آگسٹائن (م- 430ء) جیسے متکلم اور قدیس (Saint) کی زیادہ تو نہیں' مگر ایک داشتہ اور ایک ناجائز بچے کا ہونا ایک کھلا راز تھا۔ اس 'خدا پرست قدیس' نے اس بچہ کا نام Adeodatus یعنی Gift of God (عطیۂ خداوندی) رکھا تھا (4) اور عیسائیت کے عروج کے زمانہ میں تو پادریوں کے حرامی بچوں کی اتنی کثرت تھی کہ قدیم جرمن زبان میں حرامی بچے کے لیے مستعمل لفظ Pfaffenkind کا لغوی مطلب ہی 'پادری کا بیٹا' ہے۔(5)

اہل کلیسا کی جاری کردہ اعتراف گناہ (Confession) کی بدعت نے بھی فحاشی پھیلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ رسم یہ تھی (کیتھولک عیسائیوں میں اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے) کہ پادری کے سامنے آکر سال' مہینہ یا ہفتہ میں ایک بار اپنے گناہوں کی تفصیل بیان کرو اور اس سے برکت حاصل کرلو' گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (6) اس رواج نے ایک طرف عوام کو گناہوں پر آمادہ و دلیر کیا' دوسری طرف پادریوں کی جیبیں اور کلیسا کے خزانے بھرے (بعض گناہوں کی معافی کے لیے مقررہ فیس لی جاتی تھی)' اور تیسری طرف پادریوں کو معترفین (خصوصاً عورتوں) کی عزتوں سے کھیلنے کے وسیع مواقع دیئے۔ کلیساؤں میں 'اعتراف' کے لیے الگ تھلگ جگہیں (Confessionals) بنی ہوئی تھیں' جن میں صرف پادری اور معترف موجود ہوتے تھے۔ ان جگہوں نے بے شمار گناہوں اور برائیوں کو جنم دیا' جو کم از

کم انیسویں صدی تک جاری رہیں۔(7)

پادریوں کو وسیع پیمانے پر بدکار بنانے میں ان پر عائد شادی کی پابندیوں کا بڑا دخل تھا۔ ایک طرف ان غیر فطری پابندیوں اور دوسری طرف کفارہ اور اعتراف کے نظریات نے انہیں گناہ کی وادیوں کے مسافر بنادیا۔

اگرچہ عیسائی پادریوں کی بدکاری کا سلسلہ بہت پرانا ہے' مگر اس کا اعلیٰ ترین سطح پر نوٹس لیے جانے کا جو ریکارڈ ہمارے پاس موجود ہے وہ آٹھویں صدی کا ہے' جب پوپ زکری (Zachary) کے پاس شکایت کی گئی کہ ڈیکن (Deacon) کے درجہ کے اکثر کلیسائی عہدیداروں کے پاس چار چار پانچ پانچ داشتائیں ہیں۔(8)

رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو پادری حضرات سے بچانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ بہت سے علاقوں میں لوگ اس بات پر اصرار کرتے تھے کہ اگر پادری صاحب کو کلیسا کی طرف سے باقاعدہ شادی کی اجازت نہیں' تو وہ کوئی داشتہ یا داشتائیں رکھ لیں' تاکہ ان کے حلقہ کی باقی بہو بیٹیاں ان کی دستبرد سے محفوظ رہیں۔(9) اندھا کیا چاہے' دو آنکھیں۔ بہت سے پادری صاحبان نے اپنے پیروکاروں کے اس ''مخلصانہ'' مشورہ کو تسلیم کیا۔ دو دو داشتائیں تو عام پادریوں کی تھیں۔ بعض نے اتنی کثرت سے داشتائیں رکھیں کہ امرا و حکام' اہل کلیسا کے لیے داشتائیں رکھنے کا باقاعدہ لائسنس (A License to clergyman to keep concubines) جاری کرتے تھے' اور اس پر فیس وصول کی جاتی تھی' جسے کلاجیم (Calagium) کہا جاتا تھا۔ یہ طریقہ کئی صدیوں تک جاری رہا۔ (10) حتیٰ کہ عوامی اجتماعات و تقریبات میں پادری کی داشتہ کو ایک باقاعدہ بیوی کی طرح عزت کی جگہ (Place of honour) ملتی تھی۔(11)

پوپ الیگزینڈر سوم (1159ء) نے پادریوں کی شادی کی ممانعت کے قوانین کو سختی سے نافذ کیا' مگر ساتھ ہی اپنے نمائندوں کو حکم دیا کہ وہ کسی بھی پادری کے ایک آدھ داشتہ رکھنے پر معترض نہ ہوں' تاکہ اس کے حلقہ کی باقی عورتیں محفوظ رہیں۔ (12) مگر یہ طریقے بھی عیسائی خواتین کو اپنے پادریوں کی دستبرد سے محفوظ نہ رکھ سکے' کیونکہ عام پادری بہیمیت کے اس درجہ پر ''فائز'' تھے جہاں وہ داشتائیں رکھنے کے باوجود اپنے پیروکاروں کی بہو بیٹیوں کو بخشنے کے لیے تیار نہ تھے۔(13)

لوگوں کی بہو بیٹیاں تو درکنار' پادریوں کی اپنی مائیں بہنیں بھی ان سے محفوظ نہ تھیں۔ ''تاریخ اخلاق یورپ'' کے فاضل مؤلف نے اس شرمناک اور وحشت ناک صورتحال کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ... that inveterate prevalance of incest among the clergy, which rendered it necessary again and again to issue the most stringent enactments that priests should not be permitted to live with their

mothers and sisters.

''اہل کلیسا میں محرمات سے مباشرت کا چلن اتنا پختہ (ہو چکا تھا) کہ پادریوں کو اپنی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ رہنے سے روکنے کی خاطر بار بار انتہائی سخت قوانین جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی۔'' (14)

ایسے قوانین و احکام چھٹی سے بارہویں عیسوی صدی تک کے عرصہ میں بکثرت جاری کیے گئے۔ مگر ان کو غیر موثر دیکھ کر کلیسیائی حکام آہستہ آہستہ قدم پیچھے ہٹاتے گئے' حتیٰ کہ محرمات سے مباشرت کا جرمانہ صرف پانچ شلنگ رہ گیا۔ (15)

1431ء میں منعقد ہونے والی بالی (Bale) کی کونسل نے قرار دیا کہ:

The clergy were all fornicators.

''سب کے سب پادری زنا کار ہیں۔'' (16)

1500ء کے قریب تک لندن میں پادریوں کے لیے خصوصی قحبہ خانے (Special brothels) پائے جاتے تھے' جبکہ سولہویں صدی کے فرانس اور روم میں پادریوں کی ''خدمت'' کے لیے ہزاروں فاحشہ عورتیں اور لوطی لڑکے (Sodomists) موجود تھے۔ (17) اور یورپ بھر کے اہلِ کلیسا میں داشتائیں رکھنے اور کلیسیائی عہدے فروخت کرنے کا رواج عام ہو چکا تھا۔ (18)

ان حالات میں عوام اپنے مذہبی رہنماؤں سے کیا سبق سیکھ سکتے تھے؟ پوپ الیگزینڈر چہارم نے 1259ء ہی میں اپنے ایک مکتوب (Bull) میں تسلیم کیا تھا کہ پادری' لوگوں کی اصلاح کرنے کے بجائے انہیں اخلاقی طور پر مزید خراب (Corrupt) کر رہے ہیں۔ (19) اور گریگوری دہم نے لی اون (Lyons) کی دوسری کونسل میں شریک ہونے والے معزز ترین پادریوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

You are the ruin of the world.

''تم دنیا کی (اخلاقی) تباہی (کے باعث) ہو۔'' (20)

اور واقعی عوام پر اپنے مذہبی رہنماؤں کے اخلاق و کردار کا وہی اثر ہوا جو ان حالات میں ہونا چاہیے تھا۔ حالت یہ تھی کہ گیارہویں عیسائی صدی تک فرانس اور انگلستان میں فحاشی' بدکاری اور لواطت خوفناک (Apalling) حد تک پھیل چکی تھی۔ حد یہ کہ مقدس مقامات کی زیارت کے لیے جانے والی عورتیں اخراجاتِ سفر کے لیے عصمت فروشی کو عار نہ سمجھتی تھیں' اور بارہویں صدی کی صلیبی جنگوں کے عیسائی مجاہدین کے لیے جہاز بھر بھر کر فاحشہ عورتیں فلسطین بھیجنا ضروری ہو گیا تھا۔ (21)

نام نہاد تحریک اصلاح مذہب بھی عوام و خواص کی اخلاقی حالت میں زیادہ اصلاح نہ کر سکی' بلکہ:

Indeed the Lutheran movement, after the first enthusiasm was over, lowered rather than raised the moral tone of those whom it influenced.

''حقیقت یہ ہے کہ لوتھر کی تحریک نے ابتدائی جوش وخروش فرو ہونے کے بعد اپنے متاثرین کے اخلاقی معیار کو بلند کرنے کی بجائے کم کیا'' اس کی وجہ یہ تھی کہ اس تحریک نے اخلاقی زندگی کے بعض رہے سہے اخلاقی بندھنوں (Safeguards of moral life) کو تو توڑ دیا' مگر ان کی جگہ نئے بندھن پیش نہ کرسکیں۔ (22) نتیجہ یہ ہوا کہ سولہویں صدی اور اس کے بعد کے پروٹسٹنٹ پادری بھی شادی کی اجازت مل جانے کے باوجود بالعموم بدکار تھے۔(23)

اہل کلیسا کی صدیوں پر محیط انہی اخلاقی خرابیوں کے پیش نظر تاریخ کلیسا کے مختلف پہلوؤں کے بالغ نظر ماہر لی (Lea) نے لکھا ہے کہ بدکاری اور داشتائیں رکھنے میں کوئی مذہب عیسائیت کا مقابلہ نہیں کرسکتا' اس لیے ہمیں مسلمانوں اور دوسرے مذہب کے لوگوں کو کثرتِ ازدواج جائز رکھنے کا طعنہ دیتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔ (24) اور ان وحشت ناک حالات کی تفصیل بیان کرکے اس نے تسلیم کیا ہے کہ:

> **Records of the middle ages are full of the evidence that indiscriminate license of the worst kind prevailed through every kind of heirarchy.**
>
> ''قرونِ وسطیٰ کا تاریخی ریکارڈ اس امر کی بھرپور شہادت دیتا ہے کہ کلیسائی حکام کے تمام درجوں کے افراد' کھلے بندوں بدترین قسم کی اخلاقی خرابیوں میں مبتلا تھے۔'' اور وہ
>
> **Universal and prevailing vice of the Church throughout Christiandom.**
>
> ''سارے عالم عیسائیت کے کلیسا کے مکمل طور پر برائی میں ڈوبے ہونے'' کی شہادت دیتا ہے۔(25)

2- راہبوں اور راہبات کی اخلاقی زندگی

جن راہبوں (Monks) اور راہبات (Nuns) نے ترک دنیا اور تجرد کے بارے میں عیسیٰؑ سے منسوب مبالغہ آمیز اقوال کے پیش نظر علائق دنیا سے کنارہ کشی اختیار کی' ان میں سے تھوڑے ہی اس کے تقاضوں کو نبھا سکے۔ لیکن اکثر پر اس غیر فطری عمل کا اثر یہ ہوا کہ وہ اخلاق و کردار کی اتھاہ گہرائیوں میں جاگرے۔ قرآن کے معجز نما الفاظ میں وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانَ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا) ''اور رہبانیت انہوں نے خدا کی رضا کی تلاش میں از خود شروع کی۔ ہم نے اسے ان پر عائد نہیں کیا تھا۔ مگر وہ اس کو اس کے حق کے مطابق نبھا نہ سکے۔'' اور قرآن نے بتایا دیا کہ:

(وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ) ''ان میں سے اکثر بدکار ہیں۔'' (26)

رہبانیت کے شیوع و رواج کے دور پر درج ذیل تبصرہ ایک ''آزاد خیال'' کا ہے' مگر (جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا) اس کے پیچھے دلائل وشواہد موجود ہیں:

The history of Christian monasticism... during the 1,000 years of the Church's complete domination of Europe, is the most sordid chapter in the history of civilized religions... at least four-fifths of the monasteries of Europe during the 1,000 years were corrupt... a monastery was generally a nursery of sloth, sensuality and vice.

''عیسائی رہبانیت کی ان ہزار سالوں کی تاریخ جب یورپ پر کلیسیا کا مکمل تسلط تھا' مہذب مذاہب کی تاریخ کا تاریک ترین باب ہے۔۔۔ان ہزار سالوں کے دوران کم از کم 4/5 راہب خانے بدمعاشی کے اڈے تھے۔ایک راہب خانہ عموماً کاہلی' شہوت پرستی اور اخلاقی خرابی کا گہوارہ ہوتا تھا۔'' (27) اور دیگر خرابیوں کے علاوہ غیر فطری محبت (Unnatural love) یعنی لواطت کا چلن بھی ان راہب خانوں میں عام تھا۔(28) جبکہ ایک اور مستند مصنف کولٹن کی پیش کردہ شہادت کے مطابق اکثر راہبوں کا سارا وقت کھانے کھیلنے (Play and gluttony) میں گزرتا۔(29)

جہاں تک راہبات کے لیے مخصوص مراکز کا تعلق ہے' ان کی اخلاقی حالت بھی انتہائی دگرگوں تھی۔ لیکی لکھتا ہے:

The writers of the middle ages are full of accounts of nunneries that were like brothels, of the vast multitudes of the infanticides within their walls.

''قرونِ وسطیٰ کے مصنفین کے بیانات راہبات کے ان مراکز کے تذکروں سے بھرے پڑے ہیں جو قحبہ خانوں کی مانند تھے۔ اور انہوں نے ان مراکز کی چار دیواری میں قتل ہونے والے نومولود بچوں کے بڑے بڑے انبوہوں (وسیع تعداد) کا بکثرت ذکر کیا ہے۔''(30)

کولٹن بھی ہم عصر شاہدوں کے حوالہ سے ایک دوسری کتاب میں لکھتا ہے:

Many convents of men and women differ little from public brothels.

"راہبوں اور راہبات کے اکثر ادارے عوامی قحبہ خانوں سے چنداں مختلف نہیں ہیں۔"(31)

راہبات کے ان اداروں کو تو آٹھویں صدی ہی میں ایک اعلیٰ کلیسیائی کونسل نے "انتہائی بداخلاقی کی کیفیت میں مبتلا(in a condition of gross immorality) قرار دیا تھا" جبکہ ایک اور کونسل کی رائے میں ان کی اصلاح کی تمام کوشش ناکام ہو چکی تھیں اور کیفیت یہ تھی کہ:

Nunneries were brothels, and to take the veil was simply another mode of becoming a public prositute.

"راہبات کے مراکز قحبہ خانے (بن گئے) تھے اور (راہبات کا مخصوص) نقاب اوڑھنا (یعنی راہبہ بننا) درحقیقت طوائف بننے کا دوسرا طریقہ تھا۔"

پوپ انوسنٹ سوم نے بھی اعتراف کیا کہ راہبات کے کئی مراکز اپنے اردگرد کے پورے علاقہ کی اخلاقی فضا خراب کرنے کا سبب بنتے تھے۔"(32)

ان میں سے بعض مراکز تو عموماً اہل کلیسا ہی کی ہوس رانی کے لیے استعمال ہوتے۔ مگر بعض مراکز عوامی چکلوں (Public brothels) کی حیثیت رکھتے تھے۔ ایسے بعض چکلوں کو راہب اور راہبات مل کر چلاتے تھے۔ اور بعض اوقات اعلیٰ کلیسائی افسر' حتیٰ کہ پوپ بھی' بعض منتخب کلیسائی دیویوں (Cathedral girls) کو تحفۃً شاہی افسروں کے ہاں بھیجتے تھے۔ نیز ان میں سے باقاعدہ منظور شدہ "مقدس چکلوں" پر پوپ کے علم و اجازت سے ٹیکس عائد کیا جاتا تھا۔ چنانچہ پوپ سکٹس چہارم (Sixtus IV) کے عہد میں' جو کیتھولک عیسائیوں میں ایک "سخت گیر مصلح" (Stern Reformer) کی حیثیت سے مشہور ہے' ایسے چکلوں سے سالانہ دس ہزار پونڈ ٹیکس وصول ہوتا تھا۔(33) گویا ان مقدس قحبہ خانوں کو کلیسا کے اعلیٰ ترین افراد کی اشیرباد اور سرپرستی حاصل ہوتی تھی' اور وہ اس ہمہ گیر اور بھیانک بداخلاقی کو کلیسیا کی آمدنی کا ذریعہ بنانے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔

بدکار راہبوں اور راہبات کی تعداد ہر زمانہ میں بہت زیادہ رہی ہے۔ تاہم ان کے بعض مراکز اس سلسلہ میں خاص طور پر بدنام ہوئے (34) اور بعض راہبوں نے اس سلسلہ میں انفرادی طور پر بھی خصوصی "نام" پیدا کیا۔ مثلاً بارہویں صدی کے سپین میں ایک مشہور خانقاہ (Monastery) کے سربراہ (Abbot) کے متعلق باقاعدہ ثابت ہوا کہ اس کی ستر کے قریب داشتائیں ہیں۔ اسی زمانہ کے انگلستان کی ایک اور معروف خانقاہ کے سربراہ کے صرف ایک گاؤں میں سترہ ناجائز بچے تھے۔(35)

پانچویں صدی کے ایک دوسرے خانقاہی سربراہ کی کیفیت یہ تھی کہ:

No one was safe from his lust.

"(علاقہ کی) کوئی عورت اس کی شہوت رانی سے محفوظ نہ تھی۔"(36)

بدکاری و فحاشی کے علاوہ دوسری اخلاقی خرابیاں بھی راہبوں میں عام تھیں۔ سینٹ جیروم (م۔ 420ء) اور آگسٹائن (م۔ 430ء) کے زمانہ ہی سے ان کے لالچ (Greed)' دھوکہ بازی (Fraud)' اور منافقت (Hypocrisy) کا شہرہ عام ہو چکا تھا۔(37)

الغرض' عیسائی راہب خانے ہر دور میں بدکرداری اور دوسری اخلاقی کمزوریوں کی آماجگاہ رہے ہیں۔ ماضی قریب کا ایک پڑھا لکھا شخص سالہاسال تک ایک جدید خانقاہ میں گزارنے کے بعد یہ کہنے پر مجبور ہوا کہ یہ راہب خانے انانیت (Egoism)' شہوانیت (Sensuousness) ' کاہلی (Indolence) اور بسیار خوری (Gluttony) کے گڑھ ہیں۔ اس کے بعض ساتھیوں کے متعدد عورتوں سے تعلقات تھے' اور محرمات سے ناجائز تعلق کی مثالیں بھی اس کے ذاتی علم میں آئیں۔ اس نے دیکھا کہ راہب کدہ کے اندر بہت سی وہ اخلاقی پابندیاں بڑی نرم تھیں جن کے بارے میں عوام کو یہ تاثر دیا جاتا تھا کہ وہ اس میں سختی سے نافذ ہیں۔(38)

3- عالم عیسائیت کے سربراہوں (کارڈینلوں اور پاپاؤں) کا اخلاق و کردار

بشری کمزوریاں ہر جگہ پائی جاسکتی ہیں۔ لیکن جب کسی قوم کے دینی و روحانی پیشوا' حتیٰ کہ اس کے تارک الدنیا بزرگ اور بلند ترین دینی مناصب پر فائز سربراہ بھی دوچار کی تعداد میں نہیں' بلکہ کثرت سے اور ہر زمانہ میں چند معمولی اخلاقی خرابیوں کی بجائے بدترین بدکرداریوں میں ملوث رہے ہوں' تو ایک غیر جانبدار اور منصف مزاج شخص یقیناً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس قوم کے دین و مذہب اور مقدس کتابوں کی تعلیمات میں لازماً بنیادی قسم کے جھول اور خامیاں موجود ہیں۔ عیسائی تاریخ کے ہر اہم دور میں نہ صرف عام پادری' کلیسیائی عہدیدار اور راہب و راہبات مذکورۃ الصدر گھناؤنی اخلاقی خامیوں اور کمزوریوں کا وسیع پیمانہ پر شکار رہے' بلکہ ان کے اعلیٰ ترین سربراہوں اور پاپاؤں (Popes) (39) کی ایک خاصی تعداد بھی غلیظ ترین اخلاق و کردار کی مالک رہی ہے۔ تاہم پاپاؤں کے گھناؤنے کردار کی ضروری تفصیل سے پہلے ہم اس بات کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اگرچہ اب (نام نہاد تحریک اصلاح کلیسیا' کے بعد) پاپائے روم صرف کیتھولک عیسائیوں کا سربراہ ہے (جو بہرحال اب بھی باقی عیسائی فرقوں سے زیادہ ہیں)' لیکن ایک تو جو مثالیں ہم پیش کرنا چاہتے ہیں' ان میں سے بہت سی اس زمانہ کی ہیں جب کارڈینل اور پاپا سب عیسائیوں کے مسلمہ سربراہ تھے' (40) اور دوسرے ایسی مثالیں عیسائیوں کے دوسرے اہم فرقوں کے اعلیٰ ترین سربراہوں کی بھی ہیں' جو انشاء اللہ اپنے مقام پر آئیں گی۔

پاپائیت کی ابتدا

مسیح کے رسولوں (حواریوں) کے دور کے بعد یہ صورت نہیں تھی کہ کوئی ایک شخص عیسائیوں کا مسلمہ مرکزی رہنما ہو۔ البتہ بعض نمایاں مراکز کے بڑے پادری یا اسقف (Bishop) اپنے اپنے علاقہ میں اثر و رسوخ کے مالک تھے۔ قسطنطین کے عیسائیت قبول کرنے کے بعد سربراہی کا ''شاہی نظریہ''

(Imperial Theory) وجود میں آیا۔ یعنی رومی بادشاہ کو عملاً مرکزی عیسائی رہنما (Head of the Church) تسلیم کرلیا گیا' جس کے تحت روم' قسطنطنیہ' سکندریہ' انطاکیہ اور یروشلم کے بڑے پادری کم و بیش یکساں اہمیت کے حامل بزرگ (Patriarchs) سمجھے جاتے تھے۔ (41) رفتہ رفتہ ان میں سے رومی کلیسیا اور اس کے سربراہ کو زیادہ اہمیت حاصل ہونا شروع ہوئی۔ اس میں بعض تاریخی حوادث (مثلاً پہلے روم کا دارالحکومت ہونا' پھر قسطنطنیہ کے دارالحکومت بننے کے بعد رومی کلیسیا کے سربراہ کا ہمہ وقتی شاہی اثر سے آزاد ہو کر پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جانا' کلیسیائے روم کے کچھ دعاوی (مثلاً پطرس حواری کے متعلق دعویٰ کہ وہ اس کلیسیا کا بانی تھا' حالانکہ پطرس کا سرے سے روم پہنچنا ہی تاریخی طور پر ثابت نہیں) اور بعض جعل سازیوں کا دخل تھا۔ (42) ان جعل سازیوں کی وضاحت بھی ہم ذیل میں کریں گے۔

کارڈینل ابتدا میں کسی بھی عام پادری اور بالخصوص روم کے پادری کو کہا جاتا تھا۔ آٹھویں صدی کے قریب جب پاپاؤں کا اقتدار و اختیار وسیع ہوگیا اور انہیں خصوصی معاونین کی ضرورت محسوس ہوئی' تو انہوں نے کارڈینل بشپ یا اسقف اعظم کا ایک عہدہ بنایا۔ کارڈینل بشپ یا کارڈینل عموماً پاپائیت کے صدر مقام وطیقان (ویٹی کن= Vatican) یا روم میں رہتے ہیں۔ وہ انتظامی و کلیسیائی امور میں پوپ کی معاونت کرتے ہیں۔ نئے پوپ کا انتخاب بھی انہی کے ذمہ اور انہی میں سے ہوتا ہے۔(43) عیسائی عقائد کی دنیا میں اگر پوپ کو ''مسیح کے نائب'' کا درجہ حاصل ہے' تو کارڈینلوں کو ''رسولوں (حواریوں) کے جانشین'' (Successors of Apostles) اور قوم موسیٰ کے ستر بزرگوں (Seventy Elders) کا مقام دیا گیا ہے۔(44) مگر ان کے کردار اور عمل کی جو تصویر تاریخ کے آئینہ میں نظر آتی ہے' وہ کسی بھی طرح ابھی اس بلند مقام و منصب کے شایانِ شان نہیں۔ ذیل میں اس تصویر کی کچھ جھلکیاں ملاحظہ فرمائیے۔

1- جعلی دستاویزیں

رومی کلیسیا کے کار پردازوں نے سلطنت روما کے زوال کے بعد اوّلین عیسائی بادشاہ قسطنطین سے منسوب کرکے ایک جعلی دستاویز تیار کی' جسے ''عطائے قسطنطین'' (Donation of Constantine) کہا جاتا ہے۔ اس کی رُو سے بادشاہ نے مبینہ طور پر اسقف روم کو اپنے تمام یورپی مقبوضات کا دینی و دنیاوی سربراہ اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ (45)

اس کے بعد ایک اور جعلی دستاویز منظر عام پر آئی جس کو ''اسیڈور کے جعلی فتاویٰ'' (False Decretals of Isidore) کہا جاتا ہے۔ ساتویں صدی کے قدیس اسی ڈور (St. Isidore) سے منسوب اس مجموعہ میں روم کے قدیم اساقفہ اور کونسلوں کے فیصلے' فرامین' فتاویٰ اور خطوط شامل ہیں' جن میں سے اکثر جعلی ہیں۔ ان میں پادریوں کو دنیاوی حکمرانوں اور ان کی عدالتوں سے اور ہر قسم کے مواخذہ سے بالاتر قرار دیا گیا ہے' اور رومی اساقفہ کو بالخصوص اعلیٰ ترین اختیارات سے نوازا گیا ہے۔(46)

ان دستاویزات کو صدیوں تک اصلی تصور کیا گیا' اور انہوں نے رومی کلیسیا کے سربراہوں کے وقار و اقتدار میں بے پناہ اضافہ کیا۔ مدت دراز کے بعد محققین کو انہیں جعلی قرار دینے کی ہمت ہوئی' اور انہوں نے اس ضمن میں ٹھوس دلائل دیئے۔ مثلاً یہ کہ ان میں مستعمل لاطینی زبان آٹھویں اور نویں صدی میں مروج زبان ہے' جبکہ یہ دستاویزات عموماً دوسری سے چوتھی صدی تک کے فرامین و فتاوٰی پر مشتمل ظاہر کی جاتی تھیں۔ نیز ان میں بائبل کے حوالے مشہور لاطینی ترجمہ ولگیٹ سے ہیں' جبکہ ولگیٹ 400ء سے پہلے تیار نہیں ہوا تھا۔ اور ان میں شامل بعض خطوط دوسری صدی کی شخصیتوں کی طرف سے ایسی شخصیتوں کو لکھے گئے ہیں جو چوتھی یا پانچویں صدی میں ہوئیں۔(47)

ظاہر ہے اس قسم کی جعلسازی معمولی شخصیات نے نہیں کی۔ اعلیٰ درجات کے حامل اربابِ کلیسا ہی اس میں ملوث تھے' جنہوں نے اپنا روحانی اور دنیاوی اقتدار اور دبدبہ بڑھانے کے لیے جھوٹ اور فریب کا سہارا لیا۔

2- ہوسِ جاہ' دھوکہ دہی اور رشوت ستانی

محققین کے پیش کردہ مذکورہ بالا ناقابل تردید دلائل کی بنا پر اب کوئی بھی ان دستاویزات کو اصلی نہیں مانتا۔ مگر صدیوں تک یہی جعلی دستاویزات رومی کلیسیا کی قوت و طاقت کی بنیاد بنی رہیں۔ اور وہاں کے اساقفہ نے اپنے لیے پاپا یا پوپ (بمعنی اب = باپ) کا لقب اختیار کرلیا' جبکہ پہلے یہ لفظ ہر اسقف کے لیے مروج تھا (اور مشرقی کلیسیا میں اب بھی ہے)۔(48) ابتدا میں قسطنطنیہ کے کلیسیائی سربراہ خود کو رومی سربراہ کے مساوی جانتے تھے۔ چنانچہ خلقیدون (Chalcedon) کی کونسل (451ء) میں اسی پر اتفاق ہوا۔ مگر رومیوں نے پوپ لیو اول (Leo I) (440ء) کی زیر ہدایت اس کونسل کی جو کارروائی فرانس وغیرہ بھیجی' اس میں غلط طور پر یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ یونانی (قسطنطنیہ کے) اساقفہ نے رومی سربراہ کو عالمی کلیسیا کا سربراہ (head of the Universal Church) تسلیم کرلیا ہے۔(49)

ان جعلسازیوں پر اکتفا نہ کرتے ہوئے رومی پاپاؤں نے اپنی دنیاوی سلطنت و اقتدار کو وسعت دینے کے لیے مزید جعلسازیاں کیں۔(50) پوپ سٹیفن سوم (752ء) وغیرہ نے فرانسیسی بادشاہ پپن (Pipin or Pepin) (م- 768ء) اور اس کے بیٹے شارلیمان (Charlemagne) (م-814ء) سے اپنے دشمنوں کے خلاف مدد لینے اور وسیع قطعاتِ اراضی ہتھیانے کے لیے مزید جعلی دستاویزوں کا سہارا لیا۔ حتیٰ کہ اوّل الذکر زود اعتقاد بادشاہ کو ایک ایسا خط بھی بھیجا گیا جس کے بارے میں یہ لکھا تھا کہ یہ خط پطرس حواری نے جنت سے بادشاہ کے نام لکھ کر بھیجا ہے! اس فراڈ کی بدولت پوپ سٹیفن نے تیئیس اطالوی شہروں اور ان کے ملحقہ دیہات پر قبضہ حاصل کیا۔(51)

اس طرح پاپائے روم کے روحانی و دنیاوی اقتدار کی بنیاد دھوکے اور فراڈ پر رکھی گئی اور مسلسل دھوکہ دہی سے اس اقتدار کو بحال رکھا گیا۔ مزید برآں پوپ کو پہلے پطرس کا جانشین (Successor) اور

پھر نائب المسیح (Vicar of Christ) قرار دیا گیا' اور کہا گیا کہ وہ اس حیثیت سے معصوم عن الخطا (Infallible) ہے۔(52)

اپنے اس بے پایاں مادی و روحانی غلبہ واقتدار کے بل بوتے پر طاقتور پاپاؤں نے بادشاہوں پر بھی حکومت کی۔ پوپ گریگوری ہفتم (1073ء) نے جرمن بادشاہ ہنری چہارم (م-1106ء) کی سرتابی پر اسے معزول کرکے اس کی رعایا کو اس کی اطاعت سے آزاد کردیا۔ حتیٰ کہ بادشاہ معافی مانگنے کے لیے عام لباس اور ننگے پاؤں پوپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر کہا جاتا ہے کہ باریابی کے لیے اسے تین دن تک پوپ کے قلعہ کے دروازہ پر عاجزانہ انداز میں کھڑے رہنا پڑا' اور معافی ملنے کے بعد ہی وہ بحال ہوا۔ اسی طرح جب انگلستان کے شاہ جان (م-1216ء) نے پوپ انوسنٹ سوم (1198ء) سے اختلاف کرنے کی جرأت کی' تو پوپ نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنا تاج پوپ کے نمائندہ کے حوالہ کرے اور پھر خود کو پوپ کی رعایا تسلیم کرکے تاج دوبارہ حاصل کرے۔ اسی پوپ نے عہدہ سنبھالنے کے بعد اپنے افتتاحی خطاب میں کہا تھا:

> "The succesor of Saint Peter stands midway between God and man; below God, above man; judge of all, Judged of none.
>
> ''قدیس پطرس کے جانشین (پوپ) کا مقام خدا اور انسان کے درمیان ہے' یعنی خدا سے نیچے اور آدمی کے اوپر۔ وہ سب کا حاکم ہے' مگر اس پر کوئی حاکم نہیں۔(53)

اپنے اقتدار اور مال و دولت کو وسیع سے وسیع تر کرنے کا لالچ قرونِ وسطیٰ کے بہت سے پاپاؤں میں پایا جاتا تھا۔ اقتدار کے مسئلہ پر ان کی بادشاہوں سے رسہ کشی ہوتی رہتی تھی۔ اور دولت حاصل کرنے کے لیے وہ کسی حربہ' حتیٰ کہ کلیسیائی عہدوں کی فروخت (Simony)' سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔(54) نیز پوپ کے عہدہ سے وابستہ جاہ وحشم اور مال و منال کے لالچ میں یہ عہدہ حاصل کرنے کے لیے بسا اوقات مختلف جرائم حتیٰ کہ قتل و غارت تک کا سہارا لیا جاتا تھا' جس کی تفصیل عنقریب انشاء اللہ ایک الگ فصل میں پیش کی جائے گی۔

پاپائیت کا منصب حاصل کرنے کے لیے بدترین دھوکہ دہی سے بھی کام لیا جاتا رہا۔ بونی فیس ہشتم (1294ء) کا پیش رو ایک سادہ لوح پوپ سیلسٹائن پنجم تھا' جو چند ماہ برسر اقتدار رہا۔ اسے ہٹانے کے لیے بونی فیس نے (جو اس وقت کارڈینل تھا) اس کے کمرہ میں ایک خفیہ ٹیوب نصب کرائی' جس کے ایک اور کمرے میں نصب دوسرے سرے سے سیلسٹائن کو ایک ''آسمانی آواز'' مسلسل دستبرداری کی ترغیب دیتی رہی' حتیٰ کہ وہ پاپائیت سے دستبردار ہوگیا اور بونی فیس نے اقتدار سنبھال لیا۔(55)

دھوکہ اور قتل و غارت کے علاوہ بہت سے پاپاؤں نے مسند اقتدار تک پہنچنے کے لیے رشوت کا

سہارا بھی لیا۔ رومی کلیسیا کا دعویٰ تو یہ تھا (اور ہے) کہ پوپ کے انتخاب میں ''روح القدس کا نور'' (Light of the Holy Ghost) کارڈینلوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ (56) مگر تاریخ میں متعدد دفعہ ایسا ہوا کہ کارڈینلوں نے اس ''نور'' پر سونے کی چمک کو ترجیح دی' اور نقد روپیہ یا نئے پوپ سے منفعت بخش عہدوں کے وعدے لے کر اسے منتخب کیا۔ پوپ جان نوزدہم (John XIX) (1024ء) اپنے بھائی بنی ڈکٹ ہشتم (Benedict VIII) (1012ء) کے بعد بغیر کسی استحقاق کے اور قواعد کے خلاف (وہ کارڈینل تو درکنار عام پادری بھی نہیں تھا) صرف رشوت کے بل بوتے پر پوپ بنا۔ اس کے بعد بنی ڈکٹ نہم (1047ء) کے لیے بھی رشوت ہی کے بل پر پاپائیت خریدی گئی۔ (57) اسی طرح انوسنٹ ہشتم (1284ء) کی وفات کے بعد ہسپینی کارڈینل بورجیا (Borgia) کی کامیابی کے امکانات بہت کم تھے' کیونکہ اکثر اطالوی کارڈینل کسی غیر اطالوی کو منتخب کرنے کے حق میں نہ تھے۔ اور ویسے بھی کارڈینل بورجیا کا کردار و اخلاق ایسا تھا کہ:

> **In the early days of the Church, (he) would not have been admitted even to the lowest rank of the clergy on account of his immoral life.**

''کلیسیا کے ابتدائی دور میں (وہ) اپنی غیر اخلاقی زندگی کی وجہ سے کسی ادنیٰ ترین کلیسیائی عہدہ کے لیے بھی منتخب نہ ہوسکتا تھا۔'' (58) مگر اس نے کارڈینلوں کی اکثریت سے ہزاروں طلائی سکے (Gold Ducats) سالانہ کے حامل کلیسیائی عہدے اور جاگیریں دینے کا وعدہ کرکے ان سے ووٹ حاصل کرلیے' اور الیگزینڈر ششم کے نام سے پوپ بن گیا۔ (59) کیتھولک انسائیکلوپیڈیا میں پاپاؤں کی خباثتوں کو اگر بیان بھی کیا گیا ہے تو بہت نرم کرکے۔ مگر اس پوپ کے انتخاب کے بارے میں حوالہ کی یہ کتاب بھی کہتی ہے:

> **He was elected pope... not without employing a form of simony.**
>
> ''اسے پوپ منتخب کرلیا گیا' مگر ایک طرح کی رشوت ستانی کو اختیار کیے بغیر نہیں۔'' (60)

اس پوپ نے اپنے پیشرو انوسنٹ ہشتم کو منتخب کرانے کے لیے بھی بحیثیت کارڈینل ایک اور کارڈینل سے مل کر پوپ کی مہربانیوں کے وعدہ کے عوض (By promises of papal favours) دوسرے کارڈینلوں سے ووٹ خریدے تھے۔ (61)

متعدد پاپاؤں کے انتخاب کے موقع پر رشوت ستانی' فراڈ' جھگڑوں اور قتل و غارت کی وجہ سے ایسا بھی ہوا کہ بعض انتخابات کے نتائج تسلیم نہیں کیے گئے۔ اینٹی پوپ (Anti-Pope) یا 'مخالف پوپ' کی اصطلاح متنازعہ انتخابات (Disputed elections) ہی کی وجہ سے وجود میں آئی۔ جو پوپ جائز

یا ناجائز ذرائع سے کامیاب ہو جاتا اور اس کا اقتدار عملاً قائم ہو جاتا' وہ تو پوپ کہلاتا اور جو انتخابی یا دوسرے تنازعات کی بنا پر مختصر عرصہ کے لیے کچھ لوگوں کی حمایت سے پوپ بنتا اور پھر معزول ہو جاتا' اسے اینٹی پوپ کہا جاتا۔ تیسری لی ٹیرن کونسل (Leteran Council) (1179ء) سے پہلے کی صدی میں ایسے اینٹی پوپ مجموعی طور پر پانچ دس سال نہیں' بلکہ نصف صدی سے زائد عرصہ (57 سال) کے لیے برسر اقتدار رہے' مگر معزول ہو کر اینٹی پوپ کہلائے۔(62) اتنے عرصہ تک 'اینٹی پاپاؤں' کا وجود اس ہوسِ جاہ' دھوکہ دہی' بددیانتی اور بداعتمادی پر دلالت کرتا ہے جو پاپاؤں کے انتخابات میں کارفرما رہی۔

اربن ششم اور کلیمنٹ ہفتم کے متنازعہ انتخابات (1378ء) سے ایک اور ''نفاقِ عظیم'' (Great Schism) کی بنیاد پڑی (پہلا 'نفاق عظیم' مشرقی و مغربی کلیسیاء کی 1054ء میں علیحدگی تھا۔) اور 1417ء تک یہ دونوں مخالف پوپ باہمی لعنتوں اور تبرا بازی کا تبادلہ کرتے رہے۔ جبکہ پہلے مخالف پوپوں کے ادوار کے سادہ لوح عیسائیوں کی طرح اس دور کے عیسائی بھی اس پریشانی میں گم رہے کہ ان میں سے کون سے پوپ کو ''روح القدس کی رہنمائی'' حاصل ہے۔(63) اس سے پہلے 1309ء سے 1377ء تک کے پوپ فرانسیسی حکمرانوں کے تابع فرمان اور روم کی بجائے فرانس کے مقام اوگنان (Avignon) میں مقیم رہ کر (روح القدس' پطرس یا مسیح کی بجائے) فرانسیسی آقاؤں کی نیابت کرتے رہے۔ یہ عرصہ (چھٹی صدی قبل مسیح میں شروع ہونے والی یہودیوں کی اسیری کے نام پر) اسیریٔ بابل (Babylonian Captivity) کا زمانہ کہلاتا ہے۔(64)

اگر یہ مثالیں دنیا دار بادشاہوں کی ہوتیں تو معاملہ مختلف تھا۔ مگر عالم عیسائیت کے دینی و روحانی رہنماؤں کی اعلیٰ ترین مناصب کے حصول کے لیے یہ رسہ کشی اور جھگڑے اور بڑے پیمانہ پر مسلسل فریب دہی' جعل سازی اور رشوت ستانی ظاہر کرتی ہے کہ عیسائیت کی تعلیم ان میں اعلیٰ اخلاقی اوصاف پیدا کرنے میں بالکل ناکام رہی۔

3- دنیا طلبی' عیش پرستی' لالچ اور ہوس زر

ایسے کارڈینل اور پوپ جو عالم عیسائیت کے سب سے بڑے عہدہ کی خرید و فروخت یوں ضمیر کی خلش کے بغیر کرتے تھے' ان سے روحانیت کے کونسے معیار کی توقع کی جاسکتی تھی؟ ان کا مطمح نظر صرف دنیا طلبی اور عیش پرستی تھا۔ چنانچہ ان کی زندگیوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دنیا پرستی اور عیش و عشرت میں قدیم رومی بادشاہوں اور شہزادوں سے کم نہیں' بلکہ شاید کچھ زیادہ ہی تھے۔ انوسنٹ ششم کے کارڈینلوں کا ذکر کرتے ہوئے تاریخ پاپائیت کا مستند مورخ پاسٹر لکھتا ہے:

> The Cardinals lived lives of luxury, ill-befitting the princes of the Church.

''کارڈینل عیش و عشرت کی ایسی زندگی بسر کرتے تھے جو کلیسیائی امراء کی شان

کے لائق نہ تھی۔"(65)

ان میں سے کئی پرلے درجے کے جواری تھے' اور سینکڑوں نہیں ہزاروں طلائی سکے (Ducats) ایک ایک رات میں ہار جیت جاتے تھے۔ یہی مورخ مزید لکھتا ہے:

The power and greed of the Cardinals and the Curia developed with great rapidity under the rule of Sixtus, and the new Pope was helpless, even if he had wished, to put any barrier to their demands.

"کارڈینلوں اور پوپ کے درباریوں کی طاقت اور لالچ (گزشتہ پوپ) سکسٹس کے زمانہ میں بڑی تیزی سے بڑھے۔ اور نیا پوپ (انوسنٹ ہشتم) اگر چاہتا بھی تو ان کے مطالبات پر کوئی قدغن نہ لگا سکتا تھا۔"(66)

اور نیا پوپ قدغن لگانے کی سوچتا بھی کیوں؟ اسے تو اپنی دولت بڑھانے کی فکر تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے کارڈینلوں کو بھی کھلی چھٹی دی' اور خود بھی جائز و ناجائز طریقہ سے دولت اکٹھی کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے دربار میں نئے عہدے قائم کیے' اور اپنی مدد کے لیے ایک دو سیکرٹری رکھنے کی بجائے پورے چھبیس سیکرٹری رکھے۔ اس نے ان سب عہدوں کو لاکھوں روپے لے کر فروخت کیا۔(67)

بنی ڈکٹ نہم (1035ء) کا نام بھی عہدوں کی خرید و فروخت میں نمایاں ہیں۔ اس نے تو پاپائیت کے منصب کو بھی فروخت کردیا۔ وہ ایک محبوبہ سے شادی کی خاطر پاپائیت چھوڑنا چاہتا تھا۔ مگر دستبرداری سے پہلے اس نے اس منصب کے دام کھرے کرلیے اور اپنے ہی خاندان کے ایک خواہش مند کے ہاتھ اپنا منصب فروخت کردیا۔ مگر شادی میں کامیابی نہ ہوئی تو فوراً واپس آ گیا۔(68)

روم کے پوپ اور قسطنطنیہ کے اسقف میں اقتدار کی جنگ اور بالادستی کے حصول کی کشمکش بڑی پرانی تھی۔ مگر دولت کے لالچ میں پوپ جان نوزدہم (John XIX) بھاری رشوت لے کر قسطنطنیہ کے اسقف کو عالمی اسقف (Ecumenical Patriarch) بنانے پر تیار ہوگیا۔ (69) اسی طرح پوپ الیگزینڈر ششم نے برسراقتدار آنے سے پہلے تو اپنے انتخابی ادارہ سے پختہ وعدہ کیا کہ وہ عہدے فروخت نہیں کرے گا' مگر برسراقتدار آتے ہی اس نے ہزاروں پونڈ کے عوض نئے کارڈینل بنائے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے دو کارڈینلوں کو زہر دے کر مروا دیا' تا کہ ان کی دولت پر قبضہ کرسکے۔ پوپ بونی فیس نہم (1389ء) نے کارڈینل کوسا (Cossa) (جو بعد میں خود بھی پوپ بنا)' کے مشورہ سے نہ صرف عہدے فروخت کیے' بلکہ ان کی توقعات (Expectations) اور ترجیحات (Preferences) بھی فروخت کیں۔ یہ کوسا کی اپنی اصطلاحات تھیں۔ "توقعات" سے مراد مستقبل کے عہدے تھے۔ جب کوئی اعلیٰ کلیسیائی عہدیدار بیمار ہوتا تو متوقع امیدواروں میں اس کے عہدہ کو نیلام کرکے روپیہ اکٹھا کیا جاتا۔ لیکن بعد میں اگر کسی عہدہ کے لیے کوئی دوسرا شخص زیادہ رقم دے دیتا' تو پہلے کو بتائے بغیر اس کی

بولی منسوخ اور رقم ضبط ہو جاتی۔ اسے ''ترجیح'' (Preference) کہا جاتا' اور اس کا پتہ اس وقت چلتا جب متعلقہ بیمار عہدیدار مر کر اپنا عہدہ خالی کرتا اور وہ عہدہ پہلے بولی دینے والے کی بجائے بعد میں زیادہ رقم دینے والے کو مل جاتا۔ اس کے علاوہ کوسا نے کسبیوں' جواریوں اور سود خوروں کی اصلاح کرنے یا انہیں سزا دینے کی بجائے ان پر ٹیکس عائد کیے' تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر سکے۔(70)

پوپ جولیس سوم (1550ء) کے بارے میں کیتھولک انسائیکلوپیڈیا نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس نے پوپ کے محل کے علاوہ اپنا انتہائی شاندار ذاتی بنگلہ (Luxurious Villa) بنوایا تھا۔(71) اور سکٹس چہارم (1471ء) کے کارڈینل بھی دعوتوں' شکار پارٹیوں اور جوئے کے مقابلوں (Banquets, hunting parties, gambling bouts) کے شوقین تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ:

> Rome became more famous for pleasure than for piety.

''روم نیکی و طہارت کے بجائے عیش و تفریح میں زیادہ مشہور ہو گیا۔''(72)

سولہویں صدی کا پوپ لیو دہم (1513ء) بھی روحانیت سے کوسوں دور اور انتہائی دنیا دار انسان تھا۔ وہ ہر قیمت پر خوش و خرم (Cheerful) رہنا پسند کرتا' اور ہر طرح کے کھیل تماشہ سے جی بہلاتا رہتا۔ اس لیے ویٹی کن (Vatican) میں اکثر موسیقی کی محفلیں (Concerts) اور مزاحیہ ڈرامے (Comedies) منعقد ہوتے رہتے۔(73) اس پوپ کی ایک عجیب تفریح پارٹیوں میں اپنے مہمانوں کو ناجائز و ناپاک جانور (مثلاً بندر' کوے وغیرہ) ایسے طریقے سے پکوا کر پیش کرنا تھی کہ وہ انہیں پہچانے بغیر کھا جائیں۔(74)

بڑی بڑی اور شاندار دعوتوں' شکار پارٹیوں' جانوروں (بیلوں) کی لڑائیوں (Bull-fights)' گھٹیا قسم کے ڈراموں اور جوئے کی محفلوں کا انتہائی شوقین ایک اور پوپ جولیس سوم (1550ء) تھا۔ وہ اپنے برسر اقتدار آنے کی سالگرہ کا جلوس نکلواتا تو اس میں رومیوں کے قدیم دیوتاؤں کی مورتیاں سجانے تک سے بھی لوگوں کی تفریح اور دلچسپی کا سامان کیا جاتا۔ (75) اور الیگزینڈر ششم (1492ء) کی تخت نشینی کے وقت شعراء نے اسے شاہ جولیس سیزر سے عظیم تر اور ''غیر فانی خدا'' قرار دیا۔(76)

یہی حال کارڈینلوں کا تھا۔ ڈاکٹر پاسٹر پندرہویں صدی کے کارڈینلوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان میں سے چند ایک ہی قدرے اچھے تھے۔

> but they were borne down by the worldly majority.

''مگر وہ دنیا پرست اکثریت میں دبے ہوئے تھے۔''

وہ شاندار محلوں میں رہتے' شکار اور جوا کھیلتے اور دنیاوی حکمرانوں (Secular Princes) کے سارے مشاغل میں مصروف رہتے۔ ان کے مال و زر کی کثرت (Hoards of Treasure) کا

کے لائق نہ تھی۔"(65)

ان میں سے کئی پرلے درجے کے جواری تھے اور سینکڑوں نہیں ہزاروں طلائی سکے (Ducats) ایک ایک رات میں ہار جیت جاتے تھے۔ یہی مورخ مزید لکھتا ہے:

> **The power and greed of the Cardinals and the Curia developed with great rapidity under the rule of Sixtus, and the new Pope was helpless, even if he had wished, to put any barrier to their demands.**
>
> "کارڈینلوں اور پوپ کے درباریوں کی طاقت اور لالچ (گزشتہ پوپ) سکسٹس کے زمانہ میں بڑی تیزی سے بڑھے۔ اور نیا پوپ (انوسنٹ ہشتم) اگر چاہتا بھی تو ان کے مطالبات پر کوئی قدغن نہ لگا سکتا تھا۔"(66)

اور نیا پوپ قدغن لگانے کی سوچتا بھی کیوں؟ اسے تو اپنی دولت بڑھانے کی فکر تھی۔ لہٰذا اس نے اپنے کارڈینلوں کو بھی کھلی چھٹی دی' اور خود بھی جائز و ناجائز طریقہ سے دولت اکٹھی کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے دربار میں نئے عہدے قائم کیے' اور اپنی مدد کے لیے ایک دو سیکرٹری رکھنے کی بجائے پورے چھبیس سیکرٹری رکھے۔ اس نے ان سب عہدوں کو لاکھوں روپے لے کر فروخت کیا۔(67)

بنی ڈکٹ نہم (1035ء) کا نام بھی عہدوں کی خرید و فروخت میں نمایاں ہیں۔ اس نے تو پاپائیت کے منصب کو بھی فروخت کر دیا۔ وہ ایک محبوبہ سے شادی کی خاطر پاپائیت چھوڑنا چاہتا تھا۔ مگر دستبرداری سے پہلے اس نے اس منصب کے دام کھرے کر لیے اور اپنے ہی خاندان کے ایک خواہش مند کے ہاتھ اپنا منصب فروخت کر دیا۔ مگر شادی میں کامیابی نہ ہوئی تو فوراً واپس آ گیا۔(68)

روم کے پوپ اور قسطنطنیہ کے اسقف میں اقتدار کی جنگ اور بالادستی کے حصول کی کشمکش بڑی پرانی تھی۔ مگر دولت کے لالچ میں پوپ جان نوز دہم (John XIX) بھاری رشوت لے کر قسطنطنیہ کے اسقف کو عالمی اسقف (Ecumenical Patriarch) بنانے پر تیار ہو گیا۔ (69) اسی طرح پوپ الیگزینڈر ششم نے برسر اقتدار آنے سے پہلے تو اپنے انتخابی ادارہ سے پختہ وعدہ کیا کہ وہ عہدے فروخت نہیں کرے گا' مگر برسر اقتدار آتے ہی اس نے ہزاروں پونڈ کے عوض نئے کارڈینل بنائے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ اس نے دو کارڈینلوں کو زہر دے کر مروا دیا' تاکہ ان کی دولت پر قبضہ کر سکے۔ پوپ بونی فیس نہم (1389ء) نے کارڈینل کوسا (Cossa) (جو بعد میں خود بھی پوپ بنا)' کے مشورہ سے نہ صرف عہدے فروخت کیے' بلکہ ان کی توقعات (Expectations) اور ترجیحات (Preferences) بھی فروخت کیں۔ یہ کوسا کی اپنی اصطلاحات تھیں۔ "توقعات" سے مراد مستقبل کے عہدے تھے۔ جب کوئی اعلیٰ کلیسیائی عہدیدار بیمار ہوتا تو متوقع امیدواروں میں اس کے عہدہ کو نیلام کر کے روپیہ اکٹھا کیا جاتا۔ لیکن بعد میں اگر کسی عہدہ کے لیے کوئی دوسرا شخص زیادہ رقم دے دیتا' تو پہلے کو بتائے بغیر اس کی

بولی منسوخ اور رقم ضبط ہو جاتی۔ اسے ''ترجیح'' (Preference) کہا جاتا' اور اس کا پتہ اس وقت چلتا جب متعلقہ بیمار عہدیدار مر کر اپنا عہدہ خالی کرتا اور وہ عہدہ پہلے بولی دینے والے کی بجائے بعد میں زیادہ رقم دینے والے کو مل جاتا۔ اس کے علاوہ کوسا نے کسبیوں' جواریوں اور سود خوروں کی اصلاح کرنے یا انہیں سزا دینے کی بجائے ان پر ٹیکس عائد کیے' تا کہ وہ زیادہ سے زیادہ دولت اکٹھی کر سکے۔(70)

پوپ جولیس سوم (1550ء) کے بارے میں کیتھولک انسائیکلوپیڈیا نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اس نے پوپ کے محل کے علاوہ اپنا انتہائی شاندار ذاتی بنگلہ (Luxurious Villa) بنوایا تھا۔(71) اور سکٹس چہارم (1471ء) کے کارڈینل بھی دعوتوں' شکار پارٹیوں اور جوئے کے مقابلوں (Banquets, hunting parties, gambling bouts) کے شوقین تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ:

Rome became more famous for pleasure than for piety.

''روم نیکی و طہارت کے بجائے عیش و تفریح میں زیادہ مشہور ہو گیا۔''(72)

سولہویں صدی کا پوپ لیو دہم (1513ء) بھی روحانیت سے کوسوں دور اور انتہائی دنیا دار انسان تھا۔ وہ ہر قیمت پر خوش و خرم (Cheerful) رہنا پسند کرتا' اور ہر طرح کے کھیل تماشہ سے جی بہلاتا رہتا۔ اس لیے ویٹی کن (Vatican) میں اکثر موسیقی کی محفلیں (Concerts) اور مزاحیہ ڈرامے (Comedies) منعقد ہوتے رہتے۔(73) اس پوپ کی ایک عجیب تفریح پارٹیوں میں اپنے مہمانوں کو ناجائز و ناپاک جانور (مثلاً بندر' کوے وغیرہ) ایسے طریقے سے پکوا کر پیش کرنا تھی کہ وہ انہیں پہچانے بغیر کھا جائیں۔(74)

بڑی بڑی اور شاندار دعوتوں' شکار پارٹیوں' جانوروں (بیلوں) کی لڑائیوں' (Bull-fights)' گھٹیا قسم کے ڈراموں اور جوئے کی محفلوں کا انتہائی شوقین ایک اور پوپ جولیس سوم (1550ء) تھا۔ وہ اپنے برسر اقتدار آنے کی سالگرہ کا جلوس نکلواتا تو اس میں رومیوں کے قدیم دیوتاؤں کی مورتیاں سجانے تک سے بھی لوگوں کی تفریح اور دلچسپی کا سامان کیا جاتا۔ (75) اور الیگزینڈر ششم (1492ء) کی تخت نشینی کے وقت شعراء نے اسے شاہ جولیس سیزر سے عظیم تر اور ''غیر فانی خدا'' قرار دیا۔(76)

یہی حال کارڈینلوں کا تھا۔ ڈاکٹر پاسٹر پندرہویں صدی کے کارڈینلوں کے بارے میں لکھتا ہے کہ ان میں سے چند ایک ہی قدرے اچھے تھے۔

but they were borne down by the worldly majority.

''مگر وہ دنیا پرست اکثریت میں دبے ہوئے تھے۔''

وہ شاندار محلوں میں رہتے' شکار اور جوا کھیلتے اور دنیاوی حکمرانوں (Secular Princes) کے سارے مشاغل میں مصروف رہتے۔ ان کے مال و زر کی کثرت (Hoards of Treasure) کا

کچھ اندازہ نہ تھا۔ اور ان میں سے بعض ایسی پرتکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے' جنہیں دیکھنے والا ایک تذکرہ نگار اس لیے ایک ایسی دعوت کی تفصیل بتانے سے انکار کرتا ہے کہ:

Lest he should be mocked as teller of fairy tales.

''مبادا اسے پریوں کی فرضی کہانیاں سنانے والا قرار دے کر اس کا مذاق اُڑایا جائے۔''(77)

ہر کارڈینل کے سینکڑوں اور بعض اوقات ہزاروں نوکر تھے' جو دعوتوں وغیرہ میں خالص ریشم کا لباس پہنے ہوتے۔ غرضیکہ ان کارڈینلوں کی زندگیاں ان کے روحانی مناصب سے کسی طرح بھی لگا نہ کھاتی تھیں۔(78)

پوپ سکسٹس نے اپنے ایک نالائق بھتیجے کو کارڈینل بنا کر اس کے لیے ایک لاکھ پونڈ سالانہ کی آمدنی کا بندوبست کیا۔ مگر دو سال کے بعد جب وہ کثرتِ عیش پرستی سے مرا' تو اس کے ذمہ پانچ لاکھ پونڈ کا قرضہ تھا' اس لیے کہ وہ زرّیں لباس پہنتا تھا' اس کی چہیتی محبوبہ کی جوتی پر قیمتی ہیرے ٹانکے ہوتے تھے' اور اس کی آئے دن کی پارٹیوں اور عیش و تفریح پر بے پناہ خرچ اٹھتا تھا۔(79)

دولت کے پجاری اور عیش پرستی کے دلدادہ بہت سے اربابِ کلیسا میں پوپ انوسنٹ چہارم (1243ء) بھی شامل تھا:

He turned the whole power of the Church into a machine for extorting money by fair means or foul (Mostly foul), from every corner of Christiandom.

''اس نے عالمِ عیسائیت کے ہر کونے سے ہر جائز و ناجائز (زیادہ تر ناجائز) طریقے سے روپیہ وصول کرنے کے لیے کلیسا کی پوری قوت کو ایک مشین کی طرح استعمال کیا۔''(80)

پاپاؤں اور کارڈینلوں کی ہوسِ زر' دنیا طلبی اور عیش پرستیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے تاریخ پاپائیت کا مستند (اور ہمدرد) مورخ کریٹن' پوپ بونی فیس نہم کے بارے میں لکھتا ہے:

His ends were purely temporal. and he had no care for the higher interests of the Church.

''اس کے مقاصد سراسر دُنیاوی تھے' اور اسے کلیسا کے اعلیٰ مفادات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔''(81)

حتیٰ کہ جب اس کے آخری وقت (Last hour) پوچھا گیا کہ وہ کیسا ہے؟ تو اس نے جواب دیا:

If I had more money, I should be well enough.

''اگر مجھے مزید دولت مل جائے تو میں (اب بھی) ٹھیک ٹھاک ہو سکتا

ہوں۔" (82)

جس مذہبی سربراہ کی ہوسِ زر نزع کے عالم میں بھی یہ ہو اس کی روحانیت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔

بہت سے پوپ اپنی اور اپنے کارڈینلوں اور درباریوں کی عیش وعشرت کے لیے عوام پر بے پناہ ٹیکس عائد کرتے تھے۔ یہی مورخ ایک دوسری جگہ لکھتا ہے:

Europe groaned under the exaction of papal tax-gatherers.

"پاپاؤں کے ٹیکس جمع کرنے والوں کی جبری وصولیوں کے (بوجھ) تلے سارا یورپ کراہ رہا تھا۔(83)

اسی صورتحال سے تنگ آکر سپین کا ایک پادری چلا اٹھا:

Wolves are in control of the Church and feed on the blood of the Christian flock.

"کلیسا پر بھیڑیوں کا قبضہ ہے' اور ان کی خوراک عیسائی بھیڑوں کا خون ہے۔" (84)

اور "عیسائی بھیڑوں" کا خون چوس چوس کر اپنی' اپنے عزیزوں اور چہیتوں' اور کلیسا کی دولت میں اضافہ کرنے کے لیے اربابِ کلیسا اور پاپاؤں کے پاس ٹیکس اور تاوان عائد کرنے اور کلیسائی عہدوں کی فروخت کے علاوہ دیگر بہت سے حربے موجود تھے۔ پوپ گریگوری اعظم (1590ء) نے روپیہ جمع کرنے کے لیے یہ انوکھا' روحانی' طریقۂ واردات ایجاد کیا کہ وہ امراء سے کہتا کہ دنیا کا انجام قریب ہے اور ان کی جائیداد کی آئندہ نسل تک پہنچنا محال ہے۔ لہٰذا ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ اسے کلیسا (جس سے مراد زیادہ تر اس کی اپنی ذات ہوتی تھی) کے ہاتھ سستے داموں فروخت کردیں۔ اس طریقہ سے:

He became the richest man and largest slave-holder in Europe.

"وہ یورپ کا امیر ترین فرد اور غلاموں کا سب سے بڑا مالک بن گیا۔" (85)

روپیہ اکٹھا کرنے کا ایک اور طریقہ معافی ناموں (Indulgences) کی فروخت تھا۔ مختلف گناہوں کی معافی کے لیے مختلف جرمانے اور تاوان مقرر تھے' جن کی ادائیگی پر گناہگار کو معافی کی سند مل جاتی۔ اگرچہ بعض کیتھولک مصنفین نے دعویٰ کیا ہے کہ کوئی پوپ ان معافی ناموں کی فروخت میں براہِ راست ملوث نہیں تھا' مگر پوپ لیو دہم (1513ء) اور اس کے کئی پیشرووں کے عہد میں یہ کاروبار ہوتا رہا۔ لوتھر کی بغاوت اور تحریکِ اصلاح کے ابتدائی موضوعات ومحرکات میں یہی قابلِ نفرین کاروبار شامل تھا۔ لوتھر نے ابتداء میں لیو دہم کے نمائندوں کی طرف سے روم کے مرکزی گرجے کی تعمیرِ نو اور تزئین کے

لیے روپیہ جمع کرنے کے سلسلہ میں معافی ناموں کی فروخت ہی پر احتجاج کیا تھا۔(86)

صلیبی جنگوں کا ایک اہم محرک بھی جلب زر اور حصولِ جاہ تھا۔ پوپ اربن دوم (1088ء) نے پہلی صلیبی جنگ پر اُبھارتے ہوئے عیسائی شہزادوں اور بہادروں کو کہا تھا:

> **The wealth of our enemies will be yours. and you will despoil them of their treasures.**
>
> ''ہمارے دشمنوں کی دولت تمہاری ہو جائے گی' اور تم انہیں ان کے خزانوں سے محروم کرو گے۔''

اس کا دوسرا بڑا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے نام پر اکٹھی کی ہوئی فوج کے ذریعے وہ حریف یونانی کلیسیا کو دبا کر اسے اپنے زیرِ نگیں لا سکے۔(87)

اربابِ کلیسا ان ظالمانہ اور پر فریب ہتھکنڈوں سے اپنی اور کلیسیا کی دولت میں (جو انہی کے زیرِ تحویل و تصرف تھی) مسلسل اضافہ کرتے رہے۔ چنانچہ 1200ء میں اندازہ لگایا گیا کہ جرمنی کی ایک تہائی زمین اور انگلستان کی کل زمین کا پانچواں حصہ کلیسیا کی ملکیت ہے۔(88) 1250ء میں پاپائے روم کی ٹیکسوں وغیرہ کے ذریعے آمدنی سارے یورپ کے بادشاہوں کی مجموعی آمدنی سے زیادہ تھی' جبکہ صرف انگلستان سے پوپ کو حاصل ہونے والی رقم اس رقم سے تین گناہ زیادہ تھی جو خود شاہِ انگلستان کو حاصل ہوتی تھی۔(89) اسی طرح سولہویں صدی میں نورمبرگ Nuremberg (جرمنی) میں منعقدہ ایک مجلس اعلیٰ (Diet) نے اندازہ لگایا کہ جرمنی کی آدھی دولت کی مالک کلیسیا ہے۔(90)

مارٹن لوتھر اور تحریک اصلاحِ مذہب (Reformation) کے دیگر قائدین نے اربابِ کلیسا کی دنیا پرستی کے خلاف بڑا بلند آہنگ احتجاج کیا۔ مگر اس کے دوران اور اس کے ایک عرصہ بعد تک بھی پوپ اور کارڈینل ساری مخالفتوں اور تحریکوں سے بے نیاز ہو کر دولت کے پیچھے بھاگتے رہے:

> **The luxurious Cardinals went on with pleasant life.**
>
> ''(تحریک اصلاح کے باوجود) عیش پسند کارڈینل بدستور زندگی کے مزوں کے درپے رہے۔''(91)

4- بددیانتی اور اقرباء پروری

دھوکہ اور رشوت ستانی سے برسرِ اقتدار آنا اور جعلسازیوں سے اپنی دولت اور اقتدار کو وسعت اور سہارا دینا' جس کی مثالیں اوپر پیش کی گئی ہیں' پاپاؤں کی بددیانتی کے واضح ثبوت ہیں۔ مگر بہت سے پوپ بددیانتی کی دیگر اقسام میں بھی مبتلا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے اختیارات کے استعمال میں بددیانتی اور خود غرضی سے کام لیا' جعلی مذہبی تبرکات کی فروخت کی حوصلہ افزائی کی' وعدہ خلافیاں کیں' اور بدترین قسم کی کنبہ پروری کے مرتکب ہوئے۔ پوپ بونی فیس ہشتم (1294ء) نے 1300ء کو جشن کا سال قرار

دیا اور اعلان کیا کہ اس سال جو بھی زیارت کی غرض سے روم آئے گا' خصوصی مغفرت اور معافی (Indulgence) کا حق دار ہوگا۔ جاہل عوام اتنی بڑی تعداد میں آئے اور انہوں نے اس کثرت سے نذرانے پیش کیے کہ کلیسیائی عہدیدار بیلچوں (Shovels) اور گھاس جمع کرنے والے آلوں (Rakes) سے دولت اکٹھی کرتے رہے۔ مگر اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے پوپ کے علم و اطلاع سے مذہبی تبرکات اور یادگاروں (Relics) کی فروخت شروع ہوئی۔ مسیح کے جعلی خون کے قطرے' ان کی مزعومہ صلیب کی لکڑی اور کیل' ان کے (جعلی) دودھ کے دانت' ان کے ''کپڑے'' مریم کے ''کپڑے اور بال'' ان کی ''شادی'' کی انگوٹھی' ان کے ''دودھ'' سے بھری ہوئی چھوٹی چھوٹی شیشیاں اور مختلف مقدسین کی یادگاریں' ہزاروں بار بکیں (92) اور کسی نے نہ سوچا کہ عوام کو کس سنگدلانہ بددیانتی سے بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ پھر پوپ بونی فیس نہم نے اپنے دور میں دور دراز کے علاقہ کے عوام الناس کو سفر کی تکلیف سے بچانے کے لیے اعلان کر دیا کہ اگر کوئی پوپ کے نمائندوں (Papal Agents) کو روم کا کرایہ آمد و رفت نقد ادا کر دے' تو اسے روم جانے کی ضرورت نہیں' بلکہ اسے گھر بیٹھے معافی و برکات حاصل ہو جائیں گی۔ (93) 1500ء میں پوپ الیگزینڈر ششم نے بھی جوبلی کا سال منایا اور بے پناہ دولت سمیٹی' جو زیادہ تر اس کے ذاتی یا خاندانی خزانوں میں جمع ہوئی۔ (94)

متعدد پاپاؤں کے نزدیک ان کے وعدے اور اخلاقی ذمہ داریاں کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی تھیں۔ پوپ انوسنٹ سوم (1198ء)' جسے عیسائی کئی لحاظ سے 'عظیم ترین پوپ' تصور کرتے ہیں' کی بے ضمیری کا عالم یہ تھا کہ اس نے ایک نابالغ شہزادہ فریڈرک کی ماں سے تیس ہزار پونڈ سالانہ کی فیس طے کر کے اس کا محافظ اور ولی (Guardian) بننا قبول کیا۔ مگر ملکہ کے مرتے ہی جرمنوں اور فرانسیسیوں نے فریڈرک کے مقبوضات پر قبضہ کر لیا۔ اور پوپ نے انگلی تک نہ ہلائی' بلکہ حملہ آوروں کی حوصلہ افزائی کی۔ اس ضمن میں اس کا عذر گناہ' گناہ سے بھی بدتر تھا۔ اس نے کہا:

> **An oath of loyalty to an infant is not binding.**
>
> ''ایک بچے کے حق میں اٹھائی ہوئی وفاداری (اور حفاظت) کی قسم موثر نہیں ہوتی۔'' (95)

پوپ سکسٹس چہارم (1471ء) نے اپنے کچھ معتوب افراد کی گرفتاری کے سلسلہ میں پختہ وعدہ کیا کہ اگر وہ اس کے حوالہ کر دیئے جائیں' تو ان کے حامی خاندان کے چشم و چراغ اوڈو کولونا (Oddo Colonna) کی جان بخشی کر دی جائے گی۔ لیکن جب یہ افراد اس کے حوالہ کیے گئے' تو موخرالذکر کا سر بھی تن سے جدا کر دیا گیا۔ اس کی بدقسمت ماں نے بیٹے کا کٹا ہوا سر دیکھ کر پوپ کے ایمان و دیانت پر انتہائی بلیغ تبصرہ کیا:

> **See the head of my son and the faith of Pope Sixtus.**

"(لوگو) دیکھو میرے بیٹے کا سر اور پوپ سکسٹس کا ایمان (کہ دونوں قطع ہو گئے)۔"(96)

ان بے ایمانیوں کے مقابلہ میں انوسنٹ ہشتم (1484ء) کی یہ وعدہ خلافی تو "معمولی" سمجھی جائے گی کہ اپنے انتخاب کے موقع پر اس نے مزید کارڈینل مقرر نہ کرنے کا پختہ وعدہ کیا۔ مگر برسر اقتدار آتے ہی پانچ کارڈینل علی الاعلان اور تین خفیہ طور پر مقرر کیے' جن میں سے ایک حرامی تھا اور دوسرا ایک چودہ سالہ لڑکا۔ (97) اس طرح وہ وعدہ خلافی اور اپنے اختیارات کے ناجائز استعمال دونوں کا مرتکب ہوا۔

پاپاؤں کے اختیار کے ناجائز استعمال کی اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ اسی پوپ نے ترک شہزادہ جم (Djem) کے معاملہ میں خودغرضی اور لالچ کی بنا پر اختیارات کا غلط استعمال کیا۔ ترک سلطان محمد ثانی کی وفات (1481ء) پر اس کے دو بیٹوں بایزید اور جم میں جانشینی کی جنگ ہوئی' جس میں شکست کھا کر موخرالذکر شہزادہ جزیرہ رہوڈس (Rhodes) کے عیسائی امراء (Kinghts) کی پناہ میں آ گیا۔ بایزید نے بظاہر بھائی کے اخراجات اور درپردہ اسے سلطنت سے باہر رکھنے کی غرض سے ان امراء کو پینتالیس ہزار سالانہ دینا قبول کیا' اور انہوں نے شہزادہ کو مہمان کی بجائے عملاً قیدی بنالیا۔ اتنی رقم اور اتنے قیمتی قیدی کو دیکھ کر کئی حکمرانوں کے منہ میں پانی بھر آیا' جن میں فرانس' سپین' ہنگری وغیرہ کے حکمران شامل تھے۔ ان میں سے فرانس کے حکمران اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ مگر کسی حکمران کے پاس پوپ جیسے اختیارات و وسائل نہ تھے۔ پوپ نے ایک طرف تو مذکورہ امراء (Kinghts of St. John) کے سردار (Grand Master) کو کارڈینل بنانے کا وعدہ کیا' اور دوسری طرف فرانس کی قائمقام ملکہ (Regent) این (Anne) کی شادی میں رکاوٹ (فرانس کے موثر امراء اس کی شادی اس کے ایک رشتہ دار سے کرانا چاہتے تھے' اور قرابتداری (Consanguinity) عیسائی شادیوں میں ایک شرعی رکاوٹ ہے)' اس شرط پر اپنے خصوصی حکم (Dispesation) سے دور کرنے کا وعدہ کیا کہ شہزادہ جم اس کے حوالہ کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سودے میں امرا' حکمرانوں کارڈینلوں اور سب سے بڑھ کر پوپ نے جس بے ایمانی کا مظاہرہ کیا' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے عیسائی مورخ کریٹن لکھتا ہے:

> **No incident displays in more lucid light the cynical corruption of the time.....**

"اور کوئی واقعہ اس زمانہ کے سنگی (ستم ظریفانہ) بگاڑ پر اس سے زیادہ واضح روشنی نہیں ڈالتا۔"(98)

مذکورۃ الصدر پوپ سکسٹس چہارم نے جو کارڈینل مقرر کیے' اقربا پروری سے قطع نظر (جس کے حوالہ سے عنقریب بحث ہوگی)' وہ بھی اختیارات کے بددیانتی سے استعمال کی مثالیں ہیں۔ ان میں سے اکثر دُنیا پرست' اخلاقی بندھنوں سے آزاد (Loose) اور عیش پرست تھے' اور بعض کی محبوباؤں اور

ناجائز بچوں کا سارے روم کو علم تھا۔(99)

دراصل بددیانتی اور اختیارات سے تجاوز کی یہ قسم کہ کارڈینل اور دوسرے کلیسیائی عہدے' جاگیریں اور دوسرے مفادات (Benefits) یا تو بیچے جائیں یا اپنے من پسند افراد خصوصاً دوستوں اور رشتہ داروں کو دیئے جائیں' بہت سے پاپاؤں کے عہد میں ملتی ہے۔کلیسیا کے سربراہوں کو دولت کے بدلہ کلیسیائی عہدے بیچتے دیکھ کر ہی ایک عیسائی دردمند نے کہا تھا کہ کلیسا:

> **(is) a harlot... ready to sell her favours for coins.**
>
> ''ایک کسبی ہے جو سکوں کے بدلے (اپنے چاہنے والوں کو) نوازنے کے لیے (ہر وقت) تیار ہے۔''(100)

وہ کارڈینل اور دوسرے کلیسیائی عہدیدار جو رشوت دے کر اپنے عہدے خریدتے تھے' ان عہدوں سے ہر جائز و ناجائز مفاد حاصل کر کے اپنی ادا کردہ رشوت سے کئی گنا زیادہ رقوم بناتے' اور عوام کے علاوہ دنیاوی (Secular) حکمرانوں سے رشوتیں اور نذرانے حاصل کرنے کے مواقع کی تلاش میں رہتے۔ چنانچہ فرانس کے شاہ ہنری دوم کی طرح کے کئی حکمران دعویٰ کرتے تھے کہ معمولی پادری تو درکنار' بڑے بڑے کارڈینل ان سے باقاعدہ ماہانے حاصل کرتے اور مذہبی و کلیسیائی امور کو ان کی مرضی کے مطابق چلاتے ہیں۔(101)

ادھر بسا اوقات پوپ' عام دنیاوی حکمرانوں کی طرح' عہدے اور مفادات بغیر کسی استحقاق و اہلیت کے اپنے خویش و اقربا' کو عنایت کرتے تھے' اور اس کی بھی بہت سی مثالیں ہیں۔ پوپ لیو دہم (1513ء) نے اپنے ایک دوست کو صرف اس لیے کارڈینل بنا دیا کہ وہ اپنے مزاحیہ ڈراموں سے پوپ کو خوش و خرم رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اپنے ایک ناجائز (Illegitimate) عم زاد (Cousin) اور ایک بدنام زمانہ بھتیجے کو بھی کارڈینل ہونے کی عزت بخشی۔(102) انوسنٹ ہشتم نے بھی اپنے ایک نااہل داماد کو کارڈینل بنایا۔(103) ان کے علاوہ بہت سے دوسرے پوپ مثلاً اربن ششم' بونی فیس نہم' مارٹن پنجم (Martin V)' کیلکسٹس سوم (Calixtus III) اور پائیس دوم (Pius II) بھی خویش پرور تھے۔ کیلکسٹس سوم (1450ء) نے اپنے بیس بیس سال کی عمر کے دو نوجوان بھتیجوں کو کارڈینل بنایا' حالانکہ وہ کسی لحاظ سے اس منصب کے مستحق نہ تھے۔(104)

پوپ جولیس دوم اپنے کارڈینل ہونے کے زمانہ ہی سے رشوت ستانی کے ذریعہ عہدے دلوانے میں بدنام تھا۔(106) اور جولیس سوم (1550ء) نے تو ایک سترہ سالہ نوجوان کو کارڈینل بنایا اور اس پر اتنی عنایات کیں کہ لوگوں نے کھلم کھلا کہنا شروع کر دیا کہ یہ ضرور پوپ کا اپنا ناجائز بیٹا ہوگا' اور یا پھر اس نے اسے اپنی ناجائز خواہش پوری کرنے کے لیے رکھا ہوگا۔ اس نے اُس لڑکے کو بالکل گلی سے اٹھا کر پہلے پالتو بن مانس کی خدمت کے لیے ملازم رکھا' پھر اپنے بھائی کو کہہ سن کر اس کا متبنیٰ بنایا' پھر اس کے لیے ہزاروں کراؤن (ایک سکہ) ماہوار کی کلیسیائی آمدنی کا بندوبست کیا' اور بالآخر اسے

کارڈینل بنا کر دم لیا۔ (107) کیتھولک انسائیکلوپیڈیا بھی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ جولیس سوم حد سے بڑھی ہوئی خویش پروری (Excessive nepotism) کا شکار تھا۔(108) جان دہم (914ء) نے تو ایک کاؤنٹ (نواب) سے کام نکلوانے کے لیے اُس کے ایک ننھے بچے کو آرچ بشپ کا بلند منصب عطا کردیا۔ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا ہی کے بیان کے مطابق اس بچے کی عمر اس وقت پانچ سال تھی (109) اور جب الیگزینڈر ششم (1492ء) نے اپنی ایک محبوبہ کے بھائی کو کارڈینل بنایا' تو رومیوں نے کھلم کھلا اسے Petticoat Cardinal (زیر جامہ کا مرہونِ منت کارڈینل) کہنا شروع کردیا۔ یہی کارڈینل بعد میں پوپ پال سوم بنا۔(110)

اربن ہشتم (1623ء) نے پورا خزانہ اپنے رشتہ داروں اور خاندان پر صرف کردیا۔ اس کی کنبہ پروری کو بھی کیتھولک انسائیکلوپیڈیا نے تسلیم کیا ہے۔ (111) اور جان پانزدہم (985ء) کی اقرباء پروری کو بھی ذرا نرم الفاظ میں اس انسائیکلوپیڈیا کے مصنفین نے اس طرح تسلیم کیا ہے:

His tendency to favour his relatives.....

''اس میں اپنے رشتہ داروں پر مہربانی کرنے کا رجحان پایا جاتا تھا۔'' (112)

ایک اور پوپ جو بدنامی کی حد تک خویش پرور تھا' مذکورہ بالا سکسٹس چہارم (1471ء) ہے۔ کریٹن کہتا ہے کہ یوں تو بہت سے پوپ ناجائز و ناروا اقرباء پروری میں مبتلا تھے مگر

His (sixtus`) nepotism was unblushing.

''وہ (سکسٹس) بے حیائی کی حد تک خویش پرور تھا'' کیونکہ وہ:

Disregarded all considerations of decorum.

''تہذیب و تمیز کی تمام بندشوں کو نظر انداز کر کے (خویش پروری کرتا تھا)۔'' اس نے کلیسیائے روم کے سارے وسائل اپنے عزیزوں کے حوالہ کردیئے' کیونکہ:

Sixtus had an upstart's desire to raise his family and spread the glory of his name.

''سکسٹس میں ایک نو دولتیے کی طرح اپنے خاندان کی عظمت بڑھانے اور اپنے نام کی شوکت پھیلانے کی بڑی خواہش تھی۔ (113) اسی طرح پاسٹر' پوپ الیگزینڈر ششم (1492ء) کی کھلم کھلا خویش پروری (Unconcealed nepotism) کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

Alexander. like any secular prince, cared for nothing but the advancement of his family.

''الیگزینڈر کو ایک عام دُنیاوی حکمران کی طرح' سوائے اپنے خاندان کو ترقی دینے اور آگے بڑھانے کے' کسی اور چیز کی پروا نہ تھی۔'' (114)

نام نہاد تحریک اصلاح کے بعد کے دور کے متعدد پوپ مثلاً پال سوم (1534ء)' سکسٹس پنجم

(1585ء) کلیمنٹ ہشتم (1592ء) اور اربن ہشتم (1623ء) بھی بدترین قسم کے کنبہ پرور تھے' جنہوں نے کلیسیا کے مال سے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو لاکھوں پونڈ کا ناجائز فائدہ پہنچایا۔(115)

عہدوں کی فروخت' رشوت ستانی اور مذہب فروشی کا نتیجہ یہ تو ضرور ہوا کہ پادری' اُسقف' کارڈینل اور پوپ بھرپور خزانوں اور وسیع جاگیروں (جو بعض اوقات ہزار ہا مربع میل پر مشتمل ہوتیں) کے مالک بن گئے (116) مگر اس کے ساتھ یہ بھی ہوا کہ عیسائی عوام وخواص' دُنیا داری اور دولت پرستی میں مبتلا ہو کر دین واخلاق سے بہت ہی دُور چلے گئے۔

5- ظلم وشقاوت اور سفاکی

جہاں پاپاؤں میں عام دُنیا دار اور خدا و آخرت سے بے پروا اور بے خوف حکمرانوں کی دیگر خصوصیات موجود تھیں' وہاں یہ خصوصیت بھی تھی کہ ان میں سے کئی پوپ قتل وخونریزی سے برسر اقتدار آئے اور دورانِ اقتدار بھی انہوں نے اپنے مخالفین سے سفاکی اور شقاوت ہی کا برتاؤ کیا۔قبل ازیں ہم پاپاؤں کی ہوسِ جاہ پر گفتگو کے ضمن میں بھی بیان کر چکے ہیں کہ پوپ کا منصب متعدد دفعہ قتل و غارت سے حاصل کیا گیا۔حتیٰ کہ اس سلسلے میں کلیساؤں کے فرش پر لاشوں کے ڈھیر بھی لگے۔اسی طرح پاپائیت کے کامیاب امیدواروں نے ناکام ہونے والوں اور ان کے حامیوں سے ہر قسم کی غیر شریفانہ زیادتی روا رکھی۔کلیسیائی تاریخ کے ایک مستند مورخ مل مین کے الفاظ میں:

> **The papal see was won by crime and vacated by murder time after time.**
>
> ''پاپائیت کا منصب متعدد مرتبہ جرم سے حاصل اور قتل سے خالی کیا گیا ہے۔''(117)

چنانچہ پوپ دماسس (366ء) کے انتخاب کے بعد دو پادریوں نے شاہی دربار میں باقاعدہ شکایت کی کہ انتخابی کشمکش کے دوران ایک کلیسا کے فرش پر ایک سو سینتیس (137) (اور ایک گنتی کے مطابق ایک سو ساٹھ = 160) لاشیں پائی گئیں۔ (118) اور جب پوپ جان چہاردہم (983ء) کا سرپرست بادشاہ اوٹو دوم (Otto II) فوت ہوا اور وہ اپنے مخالفین کے رحم وکرم پر ہوگیا' تو انہوں نے اسے معزول کر کے بونی فیس ہفتم کو پوپ بنا دیا۔جان چہاردہم قید میں ڈال دیا گیا' اور

> **(He) died from either hunger or poison.**
>
> ''وہ بھوک سے یا زہر خورانی سے مر گیا۔''(119)

قبل ازیں جان سیزدہم (John XIII) (965ء) شاہ اوٹو اوّل کی حمایت سے پوپ کے منصب پر فائز تھا۔اس کے خلاف بغاوت ہوئی اور اسے قید کر کے روم سے باہر لے جایا گیا۔کٹر عیسائی مصنفین کے بقول یہ بغاوت اس لیے ہوئی کہ جان' رُومن امراء کے ایک طبقہ کے اختیارات گھٹانا چاہتا

تھا۔ جبکہ غیر جانبدار مورخین کا بیان ہے کہ اس کی وجہ جان کا لالچ اور کنبہ پروری تھی۔ بہرحال' اس وقت ہمیں اس بغاوت کی وجوہ سے سروکار نہیں۔ ہم صرف اس سلوک کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جو اس نے (بادشاہ ہی کی مدد سے) بحال ہونے کے بعد اپنے ان مخالفین سے کیا جنہوں نے اسے ہٹایا تھا۔ مخالفین کا ایک سرغنہ شہر کا حاکم (Mayor/Prefect) تھا جو مر چکا تھا۔ اس کی لاش قبر کھود کر نکالی گئی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے۔ اس کا جو جانشین زندہ تھا' اسے اس کے بالوں کے بل لٹکایا گیا اور پھر اتار کر اسے عریاں کر کے اور گدھے پر سوار کر کے شہر بھر میں گھمایا گیا۔ (120) اس کے باوجود کٹر عیسائی اسے ایک اچھا پوپ شمار کرتے ہیں' کیونکہ اس دور کے بہت سے پاپاؤں کی طرح اس پر کم از کم بدکاری اور زنا کا الزام نہیں تھا۔ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا کے مصنفین نے اس کے خلاف بغاوت اور اس کی بحالی کا ذکر تو کیا' مگر اس کی شقاوت کا ذکر گول کر دیا ہے۔ (121)

ایک مردہ دشمن سے مذکورہ بالا شقاوت سے بدتر اور قطعی غیر انسانی سنگ دلی کا مظاہرہ پوپ سٹیفن ششم (896ء) نے کیا۔ اس کا ایک پیشرو فارموسس (Formosus) (891ء) جرمن امراء کی مدد سے پوپ بنا اور برسر اقتدار رہا تھا' اور سٹیفن کا تعلق جرمنوں کی مخالف اطالوی پارٹی سے تھا۔ جب سٹیفن اطالویوں کی مدد سے برسر اقتدار آیا' تو فارموسس کی گلی سڑی لاش قبر سے نکالی گئی۔ اسے پاپائی تخت پر بٹھایا گیا اور اس پر مقدمہ چلا پھر سزا کے طور پر اس کی قطع و برید ہوئی' اور اسے ہجوم کے حوالہ کیا گیا کہ گلیوں میں گھسیٹتے ہوئے اسے دریا میں پھینک دیا جائے۔ (122)

اسی طرح پوپ سٹیفن سوم (768ء) کے برسراقتدار آنے سے پہلے امراء اور پادریوں کے ایک گروہ نے ایک بشپ قسطنطین (Constantine) کو "ناجائز پوپ" (Anti-Pope) بنالیا تھا۔ "جائز" پوپ سٹیفن سوم نے ایک وحشیانہ جنگ کے بعد اقتدار سنبھالا' تو قسطنطین کو عورتوں کا لباس پہنا کر اور اس کے پاؤں کے ساتھ بھاری بوجھ باندھ کر اسے گھوڑے پر بٹھا کر شہر میں گھمایا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ قید خانہ میں پوپ سٹیفن کے ایک سرکردہ حامی کرسٹوفر (Christopher) اور اس کے بیٹے سرجیس (Sergius) نے قسطنطین کی آنکھیں نکال دیں۔ اور اسی حالت میں اسے پوپ کے محل میں پادریوں کی ایک مجلس (Synod) کے سامنے پیش کیا۔ پادریوں نے اسے مار مار کر باہر پھینک دیا (Threw him out)۔ اس کے بعد اس کی کیا حالت ہوئی' اس بات کو تذکرہ نگاروں نے قارئین کے تصور پر چھوڑ دیا ہے۔ قسطنطین کا بھائی بلی (Billy) جو اسے پوپ بنانے میں پیش پیش تھا' اپنی آنکھوں سے محروم ہوا' اور اس کے ایک اور حامی بشپ کی آنکھوں کے ساتھ زبان بھی کاٹ دی گئی۔ (123)

تھوڑے ہی عرصہ بعد پوپ سٹیفن سوم نے محسوس کیا کہ کرسٹوفر اور سرجیس' مخالفین کے خلاف اس کے مددگار ہونے کے زعم میں اس پر کچھ زیادہ ہی سوار ہوتے جا رہے ہیں۔ اس لیے وہ ان کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ انہیں پتہ چلا تو انہوں نے جوابی سازشوں کا سلسلہ چلایا۔ اس پر پوپ کو ان

کے خلاف کھل کر اقدام کرنے کا جواز مل گیا' اور اس نے ان دونوں کی آنکھیں بھی نکلوا دیں۔ کرسٹوفر کی آنکھیں نکالتے ہوئے اس پر اتنا تشدد ہوا کہ وہ مر گیا۔ (124)

پاسکل اوّل (Pascal I) (817ء) نے بھی جسے "ولی" (Saint) پاپاؤں میں سے سمجھا جاتا ہے' اپنے دو مخالفوں کا سر قلم کرانے سے پہلے انہیں اندھا کرایا تھا۔ مگر جب اس کی شکایت شاہ شارلیمان کے پاس ہوئی' تو اس نے اس جرم سے انکار کیا۔ تاہم اس نے بادشاہ کے نمائندوں کو تفتیش نہیں کرنے دی' جس سے اس کے مجرم ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ (125) گریگوری پنجم (996ء) بھی "اچھے اور نیک" پاپاؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے خلاف بھی بغاوت ہوئی' اور اسے کچھ عرصہ کے لیے روم سے نکال دیا گیا۔ اس کے بعد رومنوں کے ایک گروہ نے جان شانزدہم (John XVI) کے نام سے ایک پوپ بنالیا۔ تاہم گریگوری پنجم نے شاہی فوجوں کی مدد سے جلد ہی بغاوت پر قابو پالیا۔ اس کے بعد جان شانزدہم کا حشر یہ ہوا کہ اس کی آنکھیں' ناک' کان اور زبان کاٹ دیے گئے' اور اس کا منہ گدھے کی پشت کی طرف کر کے اسے اس پر سوار کرا کے شہر بھر میں گھمایا گیا۔ (126)

اربن ششم (1378ء) کی اپنے مخالف پوپ کلیمنٹ ہفتم سے اسی طرح جنگیں ہوئیں جس طرح خدا اور آخرت سے بے نیاز دو سفاک بادشاہوں کی ہوتی ہیں۔ ان میں مردوں' عورتوں اور بچوں کو بلا دریغ قتل کیا گیا' ان کے اعضاء کاٹے گئے' لوٹ مار ہوئی' اور عورتوں سے ہر قسم کی زیادتی روا رکھی گئی۔ (127)

اسی طرح بنی ڈکٹ ششم (973ء) کو جان سیزدہم کے حامیوں نے موخر الذکر کے بھائی کی زیر سرکردگی گلا گھونٹ کر ہلاک کیا۔ (128) بونی فیس ہفتم کو بہت سے مورخ بنی ڈکٹ ششم کے علاوہ اپنے ایک اور پیشرو جان ہفتم کے قتل میں بھی ملوث قرار دیتے ہیں۔ بنی ڈکٹ ششم کی ہلاکت کے بعد اس کے جانشین پوپ پر (جو اس وقت کارڈینل بونی فازیو = Bonifazio کہلاتا تھا) جب مخالف (جرمن) پارٹی نے جوابی حملہ کیا تو وہ پاپائی خزانہ کا بڑا حصہ لے کر قسطنطنیہ بھاگ گیا۔ اس کے بارے میں ایک ہم عصر مورخ نے لکھا ہے کہ وہ

> **A horrid monster surpassing all other mortals in wickedness.**
>
> "ایک وحشت ناک عفریت (تھا) جو بدی میں سب انسانوں سے آگے تھا۔" (130)

سرجیس سوم (یہ سٹیفن سوم والے مذکورہ بالا سرجیس سے مختلف ہے) بھی 904ء میں بنوک شمشیر پوپ بنا۔ (131) اور بونی فیس ہشتم (1294ء) نے اپنے پیشرو سیلسٹائن پنجم (Celstine V) کو (جس سے استعفاء دلوا کر اس نے پاپائیت حاصل کی تھی' مگر اُسے ڈر تھا کہ وہ دوبارہ اپنے حق کا مطالبہ نہ کر دے) ایک بہت ہی تنگ کمرہ میں قید کر کے مار دیا۔ (132)

پوپ سکسٹس چہارم (1471ء) بھی مخالفین کو قتل (Assassinate) کرانے کی ایک ایسی سکیم میں شریک کار (Accomplice) بنا'

Which shocked even the blunted conscience of Italy.

''جس نے اٹلی کے مردہ ضمیر کو بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔'' (133)

اور جولیس سوم (1503ء) کے قریب کے زمانہ کے تذکرہ نگار اور مورخ کہتے ہیں کہ وہ:

A master of every type of cruelty.

''ہر قسم کے ظلم کا ماہر تھا۔'' (134)

پاپاؤں کو اس کثرت و شدت سے ظلم و شقاوت میں مصروف عمل دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کلیسیا غلامی' جاگیرداری نظام اور ظالمانہ احتساب کی حامی کیوں تھی' اور لوتھر نے بھی ظالم شہزادوں کے مقابلہ میں مظلوم کسانوں کا ساتھ کیوں نہ دیا یا اسی طرح رُوس کی آرتھوڈوکس کلیسیا بھی مجبور و مقہور عوام کے مقابلہ میں زارانِ روس کی حامی اور مددگار کیوں بنی۔ (135) اور پاپاؤں کا جب تک بس چلا وہ مذہبی رواداری کے مخالف اور احتساب کے حامی کیوں رہے؟ صاف نظر آتا ہے کہ اقتدار حاصل کرنے اور اسے بچانے کے لیے انہوں نے جو ظلم و شقاوت اور خونریزی و سفاکی روا رکھی' اس نے ان کے لیے تمام انسانی و اخلاقی اقدار کو بے معنی بنا کر رکھ دیا تھا۔ اسی لیے انہیں کسی بھی میدان میں ظلم کے خلاف صف آراء ہونے اور مظلوم کا ساتھ دینے کی توفیق نہ ہوئی۔

6- اخلاق باختگی و بدکرداری

دیگر اخلاقی خرابیوں کے ساتھ ساتھ' متعدد پوپ بدترین فحاشی اور بدکاری میں مبتلا رہے ہیں' یا پھر اپنے کارڈینلوں' ماتحت حکام اور احباب و اعزہ کی بدکاریوں پر چشم پوشی بلکہ ان کی عملاً سرپرستی کرتے رہے ہیں۔

جان دہم (914ء) کے متعلق کٹر عیسائیوں کے ترجمان کیتھولک انسائیکلو پیڈیا نے تسلیم کیا ہے کہ وہ امراء کے ایک موثر کنبہ کی مدد سے پوپ بنا۔ مگر ساتھ ہی اس بات کی تردید ضروری سمجھی ہے کہ اس کے انتخاب میں اس کنبہ کی با اثر مگر بدنام خاتون تھیوڈورا (Theodora) سے اس کے تعلقات کا کوئی دخل تھا۔ (136) مگر ہم عصر تذکرہ نگاروں نے یہی لکھا ہے کہ جان دہم جب آرچ بشپ تھا تو مذکورہ خاتون سے اس کے ناجائز تعلقات تھے' اور وہ اسی عورت اور اس کے خاندان کی کوشش سے پوپ بنا۔ (137) کیتھولک انسائیکلوپیڈیا کے مصنفین نے ہم عصر تذکرہ نگاروں کی یہ گواہی جھٹلانے کے لیے کوئی دلائل وشواہد پیش نہیں کیے' صرف یہ کہا ہے کہ یہ Improbable ہے' یعنی ''قرین قیاس نہیں۔''

اسی طرح جان یازدہم (931ء) کے متعلق کیتھولک انسائیکلوپیڈیا نے تسلیم کیا ہے کہ مستند ہم عصر

حوالوں کے مطابق' جن میں پاپاؤں کی سوانح عمریوں کا سرکاری ریکارڈ (Liber Pontificalis) بھی شامل ہے' یہ پوپ اپنے ایک پیشرو سرجیس سوم (904ء) اور ایک بدنام و بدکار عورت مروزیا (Marozia) کا بیٹا تھا۔ تاہم یہ تسلیم کرنے کے بعد لکھا ہے:

But this is open to question.

''مگر یہ قابل بحث بات ہے۔'' (138)

انسائیکلوپیڈیا مذکور کو یہ تو یقینی طور پر (Undoubtedly) تسلیم ہے کہ جان یازدہم مذکورہ فاحشہ عورت مروزیا کا بیٹا تھا۔ مگر اس کا کہنا ہے کہ ممکن ہے (Possibly) وہ مروزیا کے پہلے خاوند سے ہو۔ لیکن جب مستند اور ہم عصر مورخ ایک واضح الزام لگا رہے ہوں تو اس کی تردید ''ممکن ہے'' اور ''قابل بحث ہے'' سے نہیں ہو سکتی۔

دراصل دسویں صدی عیسوی کے جس حصہ کے پاپاؤں کے بارے میں ہم اب گفتگو کر رہے ہیں' اس پر ایک امیر اور موثر خاندان سے تعلق رکھنے والی بدکار اور فاحشہ عورتوں پر مشتمل ایک منڈلی پوری طرح چھائی ہوئی تھی' جن کے اقتدار کو عیسائی مورخین نے The Rule of the Courtesans یا Rule of the Whores (کسبیوں کی حکومت) کہا ہے۔ ان میں پیش پیش یہی مروزیا اور اس کی ماں تھیوڈورا شامل تھی' جس کا ذکر ہم اوپر جان دہم کے ضمن میں کر آئے ہیں۔ (139) پوپ سرجیس سوم کے زمانہ میں پاپاؤں کے اخلاق و کردار کا عالم یہ تھا کہ:

While marozia was the mistress of the reigning Pope, her mother had a liaison with the fascinating Bishop of Ravenna, and when the brief reigns of Sergius' two successors were over, she and her husband secured the Papacy for this man (914).

''مروزیا برسر اقتدار پوپ سرجیس کی داشتہ تھی' اور اس کی ماں تھیوڈورا کے تعلقات روانا کے پرکشش بشپ کے ساتھ تھے۔ اور جب سرجیس کے دو جانشینوں کے مختصر ادوار ختم ہوئے' تو تھیوڈورا اور اس کے خاوند نے 914ء میں اس آدمی (راونا کے بشپ) کے لیے (پوپ جان دہم کے نام سے) پاپائیت حاصل کر لی۔'' (140)

931ء میں مروزیا نے اپنے اور پوپ سرجیس سوم کے ناجائز بیٹے کو بھی جان یازدہم کے نام سے پوپ بنوا دیا (اپنے بیٹے کی طرح اپنے محبوب سرجیس سوم کو پوپ بنوانے میں بھی مروزیا کا ہاتھ تھا)۔ (141) پھر اس عورت نے اپنے (اصل) خاوند کو قتل کرا دیا' اور اس کے پوپ بیٹے نے ماں کی شادی بڑی دھوم دھام سے ایک سفاک فرانسیسی امیر سے کر دی' جو خود بھی اپنی پہلی بیوی کا قاتل تھا۔ مگر

مروزیا کے مقتول خاوند کے بیٹے (اور پوپ جان یازدہم کے سوتیلے بھائی) البرک (Alberic) نے قاتل و بدکار ماں کے اقتدار کے خلاف بغاوت کر دی' جس میں وہ ماری گئی اور اس طرح "کسبیوں کی حکومت" کا زمانہ اختتام پذیر ہوا۔(142)

لیکن کسبیوں کی حکومت کا خاتمہ پاپاؤں کی بدکاریوں کا خاتمہ ثابت نہ ہوا۔ البرک نے روم اور پاپائیت پر غلبہ پا کر اپنے بیٹے آکٹیوین (Octavian) کو پوپ بنانے کے خواب دیکھنے شروع کر دیئے اور بالآخر اسے 954/955 میں جان دوازدہم کے نام سے پوپ بنوا کر دم لیا' (143) جبکہ اس کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی' اور اسی لیے اسے "لڑکا پوپ" (Boy-Pope) کہا جاتا ہے۔(144)

اپنے آٹھ نو سالہ دور اقتدار میں دنیا کا شاید ہی کوئی جرم ہوگا جو "پطرس اور مسیح کے اس مقدس جانشین" نے نہ کیا ہو۔ مورخین نے لکھا ہے کہ روم کے قدیم مشرک بادشاہوں میں سے مثلاً نیرو جیسے بدترین حکمران کے محلات میں بھی وہ جرائم نہ ہوئے ہوں گے جو اس پوپ کے محل میں ہوئے۔ ان میں دروغ بیانی (Perjury) سے لے کر قتل' سفا کی' شعائر مقدسہ کی توہین (Sacrilege)' کثرت شراب نوشی' جوا بازی' ناقدین کی آنکھیں وغیرہ نکلوانا' زنا کاری' محرمات (یعنی اپنے باپ کی داشتہ' اپنی بیوہ بھتیجی اور اپنی دو بہنوں) سے بدکاری (Incest) اور قدیس پطرس کے گرجا گھر (St. Peter's) میں عبادت کے لیے آنے والی اکیلی دکیلی عورتوں سے زنا بالجبر تک شامل ہیں۔ ایک قدیم تذکرہ نگار کے الفاظ میں وہ

A monster of vice in the Papal chair.

"پوپ کے تخت پر بیٹھا ہوا بدی کا مجسم عفریت تھا۔"(145)

جان دوازدہم کے کردار کے یہ داغ اتنے پختہ اور نمایاں ہیں کہ کیتھولک انسائیکلوپیڈیا بھی ان کا انکار نہیں کر سکا۔ اس نے زیادہ سے زیادہ یہ کیا کہ ان کی وحشت ناک تفصیل میں جائے بغیر یہ لکھا ہے:

There is sufficient unbiased evidence to prove that he was unworthy of his office.

"یہ ثابت کرنے کے لیے غیر جانبدار اور کافی شہادت موجود ہے کہ وہ اپنے منصب کے اہل نہیں تھا۔"(146)

حالانکہ عیسائی عقیدہ کے مطابق پوپ کا انتخاب الٰہی ہدایت و رہنمائی سے ہوتا ہے۔

جرمن بادشاہ اوٹو اول کو جو روم پر تسلط و اقتدار کا مالک تھا' جب کثرت سے جان دوازدہم کے اخلاق و کردار کے بارے میں شکایات ملیں' تو اس نے ایک مجلس اعلیٰ (Synod) میں ان کی تحقیقات کرائی' جس کے دوران بدکاری و بداخلاقی کے متعدد الزامات درست ثابت ہوئے اور واضح ہو گیا کہ:

John had turned the Leteran palace into a brothel.

"جان نے (پاپائی) لی ٹیرن محل کو قحبہ خانہ میں تبدیل کر دیا تھا۔"

پوپ نے اپنی کوئی صفائی پیش نہیں کی' اور اسے معزول کر دیا گیا۔ مگر یہ اس وقت ہوا جب اس

پوپ کی بدکاریاں حد سے گزر گئی تھیں' اور انہوں نے بے شمار رومنوں کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دیا تھا۔(147) تاہم جان نے ہمت نہ ہاری۔ وہ وقتی طور پر روم سے چلا گیا' مگر شاہ اوٹو کی روم سے واپسی کے جلد ہی بعد اپنے حامیوں اور مخالفوں میں کثرت سے روپیہ بانٹنے اور بہت سے لوگوں کو ساتھ ملانے کے بعد واپس آ کر دوبارہ پوپ بن گیا۔ عالم عیسائیت کے مرکز روم کے باشندوں اور وہاں کے امراء اور کارڈینلوں کے اخلاقی دیوالیہ پن اور بے غیرتی کا ایک اور ثبوت یہ تھا کہ انہوں نے ایسے شخص کو پھر اپنا روحانی پیشوا مان لیا۔(148)

بحالی کے بعد پوپ نے چند ہفتے تو اپنے باقی ماندہ مخالفین کی زبانیں اور ناکیں وغیرہ کٹوانے میں گزارے' اور پھر پہلے کی طرح اپنی عیش و عشرت میں گم ہوگیا۔ لیکن تین ہی ماہ بعد وہ (کیتھولک انسائیکلوپیڈیا کے الفاظ میں) رُسوا کن (Scandalous) حالات میں مارا گیا۔ (149) تاہم مخلص عیسائیوں کی اس ''دیانتدار'' کتاب نے ان حالات کی وضاحت نہیں کی۔ ہوا یہ کہ وہ روم کے ایک تاریک گوشہ میں ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف تھا کہ اسے کسی نے (شاید اس عورت کے خاوند یا کسی اور رشتہ دار نے) ہلاک کردیا۔(150)

اس کے بعد آنے والے متعدد پوپ بھی خاصی بھیانک اخلاقی خرابیوں میں مبتلا تھے۔ لیکن جو پوپ بدقماشی میں مذکورہ بالا پاپاؤں کا ''ہم پلہ'' نظر آتا ہے وہ بنی ڈکٹ نہم (1032ء) ہے۔ اس کے کردار کے متعلق اس کے جانشین پاپاؤں میں سے ایک' وکٹر دوم (1055ء) کی شہادت موجود ہے۔ وہ بنی ڈکٹ نہم کی اخلاقی برائیوں کے متعلق کہتا ہے:

> **They were so horrible that I shudder to tell them.**
>
> ''وہ اتنی وحشت ناک تھیں کہ ان کے بیان ہی سے مجھ پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔''(151)

ایک اور مستند تاریخ کے مطابق:

> **His pontificate was disgraced by every conceivable excess.**
>
> ''اس کی پاپائیت کے دَور پر ہر قابل تصور برائی کا داغ موجود ہے۔''(152)

وکٹر اور اس زمانہ کے دیگر مستند مورخ اور تذکرہ نگاروں نے ان برائیوں میں سے زنا کاری' جبری بدکاری اور قتل و غارت کا ذکر کیا ہے' اور بعض کے نزدیک یہ پوپ صاحب غیر فطری فعل کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ تاہم عالم عیسائیت کے مرکز نے اس پوپ کو بھی ایک دو نہیں' پورے تیرہ سال تک برداشت کیا۔(153)

بونی فیس ہشتم (1294ء) بھی بدکار پاپاؤں کے طویل سلسلہ کی ایک نمایاں کڑی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اپنی ذاتی بدکاری کے علاوہ اس نے اپنے ساتھیوں اور کارڈینلوں کی بدکاریوں کو جواز اور تحفظ

مہیا کیا۔ اس کی موت کے بعد اس کے ایک جانشین کلیمنٹ پنجم کے عہد میں جب مردہ بونی فیس ہشتم پر مقدمہ چلایا گیا' تو مقتدر پادریوں اور معزز وکلاء نے شہادت دی کہ وہ زنا اور بدکاری کا ان الفاظ میں استخفاف کیا کرتا تھا:

No more harm in it than rubbing your hands together.

''یہ ایسے ہی ہے جیسے تم اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں ملتے ہو۔ اس کا اس سے زیادہ نقصان نہیں۔''(154)

ایک مستند تاریخ کے الفاظ میں:

For him... the moral code had little meaning.

''اس کے لیے اخلاقیات ایک بے معنی سی چیز تھی۔''(155)

اسی کینڈے کا ایک اور 'نامور' پوپ جان بست وسوم John XXIII (1410ء) تھا جسے اب مخالف پوپ (Anti-pope) قرار دے کر تیئیس (23) کا یہ نمبر شمار صدیوں بعد یعنی 1958ء میں برسر اقتدار آنے والے ایک اور پوپ جان کو دے دیا گیا ہے۔ یہ محض اس وجہ سے ہے کہ جو لوگ اخلاقی' اور (اس سے زیادہ) سیاسی' بنیاد پر اس پوپ سے اختلاف رکھتے تھے' وہ اسے (پانچ سال تک برسر اقتدار اور ہر قسم کی برائیوں میں ملوث رہنے کے بعد معزول کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ورنہ جان دوازدہم وغیرہ مذکورہ بالا پاپاؤں کی بدکاریاں اس سے کم نہ تھیں کہ وہ تو اب بھی پوپ شمار ہوں' اور جان بست وسوم کو 'مخالف پوپ' قرار دیا جائے۔ گویا وہ (دیگر مخالف پوپوں کی طرح) معزولی کی وجہ سے 'مخالف پوپ' قرار پایا' کردار کی وجہ سے نہیں۔ بہرحال' یہ صاحب بھی زناکاری اور محرمات اور بدکاری میں بری طرح ملوث تھے۔(156)

معزولی کے سلسلہ میں اس پر مقدمہ چلا' تو اس کے خلاف ستر (70) بدترین قسم کے الزامات عائد کیے گئے۔ تاہم کلیسا اور جان کی کچھ عزت باقی رکھنے کے لیے ان میں انتہائی غلیظ اور شرمناک الزامات کو حذف کردیا گیا۔ مگر پھر بھی باقی الزامات کی تعداد 54 تھی۔ یہ باقی ماندہ الزامات بھی ایسے تھے کہ:

They left him no shred of virtue, no vestige of reputation.

''انہوں نے اس کے پلے نیکی اور شرافت کی کوئی دھجی' اور شہرت و نیک نامی کا کوئی نشان باقی نہ رہنے دیا۔''(157)

اندازہ لگایا گیا کہ اس پوپ نے صرف ایک شہر میں کم از کم دو سو کنواری عورتوں' بیواؤں اور راہبات کو اپنی ''خفیہ برکات'' سے نوازا تھا۔ (158) تحقیقات کے بعد اس کی پوپ بننے سے پہلے اور بعد کی زندگی کے دونوں ادوار کو ''قابل نفرین اور نامعقول'' (Detestable and unseemly) قرار دیا

گیا' اور اس نے خود میں اپنے دفاع اور صفائی کی ہمت نہ پاتے ہوئے اپنی معزولی کو قبول کرلیا۔(159)

پاپاؤں' کارڈینلوں اور کلیسیائی عہدیداروں کی اخلاقی حمیت کے معیار کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ اپنے پیش رو بونی فیس نہم کے دور میں یہ صاحب جو بعد میں پوپ بست وسوم بنے' اپنے بھائی کی بیوی کے آشنا تھے' اور یہ سارے روم کے لیے ایک کھلا راز تھا۔ اس پر انہیں "سزا" یہ ملی کہ انہیں کارڈینل کے درجہ پر ترقی دے کر روم سے باہر بلوگنا (Balogna) اور متعلقہ عورت کو اس کے خاوند کے پاس نیپلز بھیج دیا گیا۔ اور اسی "سزا" کے نتیجہ میں بلوگنا کی مذکورہ بالا دو سو عورتیں اپنی عصمت سے محروم ہوئیں۔ دراصل بدکاری سے چشم پوشی اور اس کی سزا سے احتراز کا مسئلہ اس پوپ کے معاملہ تک محدود نہیں تھا۔ بلکہ پاپاؤں کا عام دستور یہ تھا کہ اگر ماتحت حکام (خصوصاً دنیاوی وسیاسی حکام) کسی پادری کو بداخلاقی کی سزا دیتے' تو اپیل کرنے پر پوپ بالعموم یہ سزا معاف کر دیتے۔(160)

الیگزینڈر ششم (1492ء) بھی کردار کی دیگر نمایاں خامیوں کے علاوہ سرفہرست قسم کے بدکار پاپاؤں میں شامل ہے۔ پاپائیت کا منصب سنبھالنے سے پہلے وہ کارڈینل بورجیا (Bogia) کے نام سے پہچانا جاتا تھا۔ اور پوپ پال دوم (1464ء) کے کارڈینل کی حیثیت سے اس کی بدکاریاں اس قدر بڑھ گئی تھیں کہ پوپ پال کو اسے خاص طور پر ڈانٹنا اور ملامت کرنا پڑی۔ مگر پوپ نے اس سے زیادہ کوئی اقدام نہ کیا' اور بورجیا اپنے کارڈینل اور پوپ ہونے کے دونوں ادوار میں بدکاری میں مصروف رہا:

> **To the end of his days he remained the slave of the demon of sensuality.**
>
> "اپنے آخری ایام تک وہ شہوانیت کے شیطان کا غلام رہا۔"(161)

کارڈینل ہونے کے زمانہ میں اس کی مسلمہ داشتہ (acknowledged mistress) کے بطن سے اس کے چار بچے ہوئے۔ اس نے نہ صرف انہیں ایک ایک کرکے قانونی اولاد بنایا (legitimised them one after another)' بلکہ ان کے لیے جاگیریں' نوابی عہدے (Dukedom) اور دیگر کلیسیائی مفادات بھی حاصل کیے۔ اس کے ایک لڑکے سیزر بورجیا کے لیے کلیسیائی عہدوں کا دروازہ کھولتے ہوئے اس (الیگزینڈر ششم) کے ایک اور پیش رو پوپ اور مہربان مربی سکسٹس چہارم نے بدکاری کو فروغ دینے والا یہ مضحکہ خیز حکم جاری کیا تھا کہ حرامی ہونے کی وجہ سے' سیزر کلیسیائی عہدوں کے لیے نااہل نہیں سمجھا جائے گا۔

> **Because he was the son of a cardinal and his mother was a married woman.**
>
> "کیونکہ وہ کارڈینل کا بیٹا ہے' اور اس کی ماں شادی شدہ ہے۔"(162)

گویا کارڈینل کی بدکاری کی اولاد بھی پاک ہے اور شادی شدہ عورت کی غیر مرد سے اولاد بھی۔

دراصل ان سارے کارڈینلوں اور پاپاؤں کی حیثیت ایک ہی حمام میں ننگوں کی سی تھی اور ان میں سے اکثر بدکاری میں مبتلا تھے۔ چنانچہ اسی دور (پندرھویں صدی عیسوی) کے ایک اور کارڈینل کے حالات لکھتے ہوئے پاپاؤں کی مبسوط و مستند 29 مجلدات پر مشتمل تاریخ کا فاضل اور کیتھولک عقیدہ کا حامل مصنف ڈاکٹر پاسٹر لکھتا ہے:

> **He paid no more regard to his vow of celibacy than the majority of his colleagues.**
>
> ''وہ اپنے ساتھیوں کی اکثریت کی طرح اپنے مجرد رہنے کی قسم کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔'' (163)

یعنی کارڈینلوں کی اکثریت بدکار تھی اور تجرد کی راہبانہ قسم پر کاربند نہ تھی۔ اور پوپ ان کی بدکاری پر نہ صرف چشم پوشی سے کام لیتے بلکہ اس کی سرپرستی کرتے اور خود بھی اس میں ملوث ہوتے تھے۔ چنانچہ جب بورجیا کارڈینل کے عہدہ سے ترقی کر کے پوپ الیگزینڈر ششم بنا تو اس کی بدکرداریاں نہ صرف جاری رہیں بلکہ ان میں اضافہ ہوا۔ مستند ہم عصر تذکرہ نگاروں کے بیان کے مطابق:

> **Extraodinary orgies were held in the Vatican during his pontificate.**
>
> ''اس کی پاپائیت کے دور میں ویٹی کن میں عیاشی کی غیر معمولی محفلیں منعقد ہوتی تھیں۔'' (164)

ان ''غیر معمولی محفلوں'' کی تفصیل ناقابل بیان اور ناقابل یقین ہے۔ مگر ثقہ عیسائی اور آزاد خیال مصنفین نے انہیں مستند اور ہم عصر لوگوں کے چشم دید واقعات کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ مثلاً الیگزینڈر کے ایک ہم عصر برکارڈ (Burchard) نے اپنی پرائیویٹ اور ناقابل اشاعت (Not meant for publication) ڈائری میں ایک خاص محفل کا حال اس طرح لکھا ہے کہ کھانے پینے کے بعد عورتوں کا عریاں ناچ ہوا اور محفل کے آخر میں پوپ اور اس کی ایک ناجائز اور بدمعاش بیٹی نے اس محفل میں شریک ویٹی کن کے ان ملازمین کو اپنے ''دست مبارک'' سے انعامات تقسیم کیے جو فاحشہ عورتوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دفعہ جماع کرنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ (165) پوپ کی اس بدمعاش بیٹی کے یوں تو مختلف آشنا اور (خاوند بھی) تھے۔ مگر ان میں نمایاں اس کا اپنا سگا بھائی وہی سیزر بورجیا تھا جس کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ ان بہن بھائی کے معاشقہ اور جنسی تعلقات کے تذکرے زبان زدِ خاص و عام تھے۔ (166) جبکہ خود پوپ الیگزینڈر اپنے بھتیجے کی نوجوان بیوی کے عشق میں مگن تھا (167) وہ اپنے صاحبزادہ سیزر کے ان خطوط کو بھی بڑی دلچسپی سے پڑھتا تھا جن میں اس نے اپنے جنسی کارناموں کی تفصیل بیان کی ہوتی۔ (168) کیتھولک مورخ ڈاکٹر پاسٹر بار بار الیگزینڈر کی اخلاقی حس

کے مردہ ہونے (utter absence of moral sense)' حد سے بڑھی ہوئی شہوانیت (unrestrained sesuality) اور بدترین جرائم (every sort of foul crime) کا رونا روتا ہے۔ اور کیتھولک انسائیکلوپیڈیا اپنے مصلحت آمیز اختصار کے باوجود اس کی عیاشانہ زندگی (dissipated life) کی شہادت دیتا ہے۔

الیگزینڈر ششم کا پیش رو انوسنٹ ہشتم (1484ء) بھی پوپ بننے سے پہلے کم از کم دو ناجائز بچوں کا باپ بن چکا تھا۔ (171) جب وہ پوپ بنا تو خاصا بوڑھا ہو چکا تھا' اور اس کی عمر بدکاری کی نہیں تھی۔ تاہم اس نے اپنے کارڈینلوں اور اپنی اولاد کو بدمعاشی کی کھلی چھٹی دی۔ اس کا ایک بیٹا بہت بڑا جواری ہونے کے علاوہ بدترین قسم کا بدکار تھا:

> **When his eye fell upon a woman, she was not safe in her house at night. His servants forced the doors open for the Pope's son.**
>
> "جب اس کی نظر کسی عورت پر پڑ جاتی' تو وہ رات کے وقت اپنے گھر میں محفوظ نہ رہ سکتی تھی۔ اس کے نوکر پوپ کے بیٹے کے لیے زبردستی دروازہ کھلوا لیتے تھے۔"(172)

مذکورہ بالا کارڈینل بورجیا (بعد میں پوپ الیگزینڈر ششم) کی بدقماشیاں بھی انوسنٹ ششم کے علم میں تھیں۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کے باقی کارڈینل بھی اکثر و بیشتر بدمعاش ہیں اور ایک اور موثر کارڈینل کی نہ صرف تین ناجائز بیٹیاں ہیں' بلکہ وہ خلاف وضع فطرت فعل کا عادی بھی ہے۔(173)

موخرالذکر کارڈینل کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی یہاں تک ہوئی کہ وہ بالآخر پوپ جولیس دوم (1503ء) بنا' جسے "عظیم پاپاؤں میں سے ایک" (One of the great Popes) شمار کیا جاتا ہے۔(174) اس نے بھی اپنی پاپائیت کے دور میں بدمعاشی (اور بدمعاشوں کی سرپرستی) جاری رکھی۔ اس کے ایک کارڈینل پر بھی' جو بعد میں پوپ لیو دہم (1513ء) بنا' غیر فطری فعل کا زوردار الزام ہے۔ جب اس کے پوپ بننے کی باری آئی تو اس نے بھی بدترین کردار کے حامل لوگوں کو اپنے کارڈینل بنایا۔

ایک اور پوپ جو خود بدکار ہونے کی نسبت بدکاروں کا سرپرست ہونے کے لحاظ سے زیادہ بدنام ہے' اربن ششم (1378ء) تھا:

> **He said nothing when his favourite nephew tore nuns from their convents; rather he loaded the nephew with wealth and honours.**
>
> "جب اس کا چہیتا بھتیجا راہبات کو (بے آبرو کرنے کے لیے) ان کے مراکز سے زبردستی نکال لے جاتا تو وہ خاموش رہتا۔ بلکہ الٹا اس نے اس بھتیجے پر مال و

دولت کی بارش کر دی۔" (177)

تحریک اصلاحِ مذہب شروع ہونے کے بعد خیال کیا جاتا تھا کہ کارڈینل اور پوپ اپنے کردار کی اصلاح کی طرف توجہ دیں گے' کیونکہ یہ تحریک زیادہ تر ان کی بدکرداریوں اور زیادتیوں کے سبب ہی سے شروع ہوئی تھی۔ مگر لوتھر (م- 1546ء) کا ایک ہم عصر پوپ پال سوم (1534ء) جب کارڈینل تھا تو کم از کم چار ناجائز بچوں کا باپ بنا' جو اس کے کارڈینل والے محل ہی میں پیدا ہوئے۔ وہ خود اپنی بہن کے پوپ الیگزینڈر ششم سے تعلقات کی بنا پر کارڈینل بنا تھا (حوالہ 110' باب ہذا)۔ اس بات کو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے پرانے ایڈیشنوں میں تسلیم کیا گیا ہے' مگر جدید ایڈیشنوں سے حذف کر دیا گیا ہے۔ (178) آخر جب "کتابِ مقدس" میں حذف و اضافہ ہوسکتا ہے' تو اس کے ماننے والوں کی کتابوں میں کیا نہیں ہوسکتا؟

پال سوم جب کارڈینل سے پوپ بنا تو ستر سالہ بوڑھا تھا۔ خود بدمعاشی کرنے کے قابل تو نہ تھا' مگر اس نے اپنے بدمعاش بھتیجوں کی سرپرستی کی' اور ان کی بدکاریوں کے باوجود انہیں کارڈینل بنایا۔ نیز اپنے پورے خاندان کو الطاف و کرم سے خوب نوازا۔ (179)

پال سوم کے جانشین جولیس سوم (1550ء) پر بھی تحریک اصلاح کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کے متعلق ہم پہلے بتا چکے ہیں (حوالہ 107) کہ جب اس نے ایک سترہ سالہ لڑکے کو کارڈینل بنایا اور اس پر بہت عنایات کیں' تو لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ وہ یا تو اس کا ناجائز بیٹا ہے' اور یا اس کی ناجائز خواہشات کا تختۂ مشق۔

خود تحریک اصلاح کے اہم علم بردار لوتھر پر بھی اس کے مخالفین نے شدید نوعیت کے الزامات لگائے ہیں۔ تاہم اگر ہم انہیں مستقل و آزادانہ (Independent) ثبوت نہ ہونے پر نظر انداز بھی کر دیں' تو اس کے مطبوعہ خطوط اور گفتگو (Table talk) کا فحش پن (Coarseness) اس کے کردار کا کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کرتا۔ (180)

بلکہ تحریک اصلاح کے بہت بعد' سترہویں صدی کے عیسائی رہنما بھی اصلاحِ کردار کی منزل سے کوسوں دور تھے۔ (181) اور اس کے بعد کے زمانہ کے پاپاؤں اور دیگر عیسائی رہنماؤں کے حالات بھی جب پہلے پاپاؤں کی طرح تفصیل سے سامنے آئیں گے' تو ان میں سے بہت سوں کے متعلق بھی تاریخ کا فیصلہ گزشتہ ادوار کے بدکردار پاپاؤں سے مختلف نہیں ہوگا۔

یہ بات عقلِ انسانی کی حیرت انگیز پیچیدگی اور کمزوری' نیز انسان کی اپنے سچے یا جھوٹے عقیدے سے بے پناہ جذباتی وابستگی پر دلالت کرتی ہے کہ پاپاؤں' کارڈینلوں' راہبوں اور پادریوں کی مکروہ ترین بدکرداری' ظلم و شقاوت' بددیانتی' دنیا پرستی' ہوسِ جاہ اور دھوکہ دہی سے حتمی طور پر آگاہ ہو جانے کے باوجود نہ صرف عیسائی عوام بلکہ بہت سے صاحبانِ عقل و خرد بھی پادریوں اور پاپاؤں کے نام نہاد تقدس کو مانتے رہیں' اور ان کے اس مذہب سے چمٹے رہیں جس کے وہ علم بردار ہیں اور جو بالواسطہ و

بلاواسطہ طور پر ان کی ساری اخلاقی و عملی خرابیوں کا ذمہ دار ہے۔

عقل انسانی کی اس کمزوری اور مذہب وعقیدہ سے بلا دلیل وابستگی ہی سے فائدہ اٹھا کر' کٹر عیسائی اپنے مذہبی پیشواؤں کی بدکاریوں اور اخلاقی خرابیوں کے جملہ ریکارڈ کے باوجود اب بھی پاپائیت اور کلیسیا کو بنیادی اور مجموعی طور پر پاک' مقدس اور ''روح القدس کی خصوصی حفاظت کے تحت'' مانتے ہیں۔ اور غلط کار و بدقماش مذہبی رہنماؤں اور پاپاؤں کی ایک کثیر تعداد کی بے پناہ بد اخلاقی کو عوام اور خود اپنے ضمیر سے' اس ظالمانہ اجمال کے پردہ میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں:

There were a few bad Popes.

''چند پوپ اچھے (ثابت) نہیں ہوئے۔'' **(181)**

جبکہ ان مسلمہ طور پر برے پاپاؤں میں سے اکثر اب بھی نائبانِ مسیح **(Vicars of Christ)** کی فہرست میں شامل ہیں۔

اس سے زیادہ گمراہ کن رویہ ان عیسائی دانشوروں کا ہے جو ڈاکٹر پاسٹر کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ مذہبی پیشوا کی ذاتی نیکی اور تقدس کی بڑی اہمیت ہے' لیکن اگر کوئی پیشوا نیک اور پاک نہ بھی ہو تو اس سے اس مذہب کے تقدس پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس کا وہ علمبردار اور رہنما ہے۔ **(182)**

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی پیشواؤں کی خرابیاں اگر محدود اور انفرادی پیمانہ پر ہوں' تو اس قول کی صحت قابل تسلیم ہوسکتی ہے۔ لیکن جب یہ خرابیاں ہمہ گیر اور انتہائی شدید نوعیت کی ہوں' تو یہ لازماً عقیدہ و مذہب کی بنیادی خرابی پر دلالت کریں گی۔ تاہم عیسائی مذہبی پیشواؤں کی شدید اور ہمہ گیر خرابیوں پر جامع تبصرہ بھی ہم اپنی طرف سے پیش نہیں کریں گے' بلکہ اس کے لیے ایک مرتبہ پھر' انہی کے گھر کی شہادتیں سامنے لائیں گے۔

دور حاضر کی ایک مستند تاریخ میں روم کے عالمی عیسائی رہنماؤں کے کردار کے پس منظر میں لکھا ہے کہ روم:

The most hideous sewer that ever offended the eyes of a man.

''وہ بدترین (اخلاقی) بدرَو تھی جو کبھی کسی انسانی آنکھ نے دیکھی ہو۔'' **(183)**

ایک اور مصنف کے بقول:

In point of historical fact, no other religion of which we have adequate knowledge... Brahamanism, Buddhism, Taoism, Zorastrianism, or Islam... presents such a spectacle of corruption in its higher spiritual authorities and their election

to office, as does the history of the Popes.

''یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ وہ مذاہب جن کے بارے میں ہم کافی علم رکھتے ہیں..... برہمن مت' بدھ مت' تاؤ مت' مذہب زرتشت یا اسلام..... ان میں سے کوئی بھی اپنے اعلیٰ روحانی پیشواؤں کے اخلاق اور ان کے اپنے مناصب کے لیے انتخاب کے معاملہ میں اتنے بگاڑ اور خرابی کا منظر پیش نہیں کرتا' جتنا پاپاؤں کی تاریخ پیش کرتی ہے۔''(184)

اور اس پر طرہ وہ دعوے اور فرامین ہیں جن پر تحریک اصلاح اور مشرقی و مغربی کلیساؤں کی علیحدگی سے قبل سارے عیسائی ایمان رکھتے تھے' اور جنہیں آج بھی کیتھولک عیسائیوں کی اکثریت تسلیم کرتی ہے:

It is altogether necessary to salvation for every human being to be subject to the Bishop of Rome.

''ہر انسان کی نجات کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسقف روم کے ماتحت ہو۔''(185)

اور:

All should bow the knee to the Vicar of Christ.

''نائب المسیح کے سامنے سب کے گھٹنے (ادب و احترام سے) جھک جانے چاہئیں۔''(186)

• اتنے بلند بانگ دعاوی اور نعروں کے پس منظر میں اتنی اونچی سطح پر ایسی شدید اور ہمہ گیر خباثتیں' جن کا مقابلہ کسی مذہب کی تاریخ نہیں کرسکتی' یقیناً عیسائی عقائد کے بعض بنیادی نقائص پر مبنی ہیں۔ وہ عیسائیت جس کی عیسیٰ ؑ نے تعلیم دی تھی' توحید اور ایمان بالآخرت کی بنیاد پر عملی و اخلاقی اصلاح کی ضامن تھی۔ لیکن جب توحید کو تثلیث و تجسیم میں بدل دیا گیا' عیسیٰ ؑ کو خدا کے رسول اور اصلاح کے علمبردار کی بجائے خدا اور خدا کا بیٹا مان لیا گیا' ان کی مزعومہ قربانی کو انسانیت کے لیے وجہ نجات گردانا گیا' شریعت اور عمل کی اہمیت کو ختم کیا گیا' عقائد میں موشگافیوں کو عملی اصلاح پر ترجیح دی گئی' بائبل کی تعلیمات میں جھوٹ اور تحریف کو جگہ دی گئی' اس میں ہر قسم کے تضادات و اختلافات در آئے' اور مقدس ترین شخصیتوں حتیٰ کہ انبیاء سے بھی انتہائی غلیظ و رکیک اخلاق و کردار منسوب کیا گیا' تو اصلاح احوال کی ساری بنیادیں ختم ہوگئیں۔ جب کفارہ پر ایمان سے انسان ''ازلی گناہ'' سے پاک ہوسکتا ہے' اور اس کے بعد شریعت و عمل کی بھی کچھ زیادہ اہمیت نہیں' سارا مذہب خانہ ساز ہے' بڑی بڑی مقدس اور تاریخی شخصیات بڑے بڑے قبیح گناہوں میں ملوث نظر آتی ہیں' اور اپنے روز مرہ گناہوں کی معافی کے لیے اعتراف گناہ کی سہولتیں اور معافی نامے میسر ہیں' تو بدترین اخلاقی جرائم میں ملوث ہونے اور انہیں معمولی

سمجھنے میں کونسی رکاوٹ باقی رہ جاتی ہے؟

اخلاقی بگاڑ میں رہی سہی کی مصنوعی و غیر فطری پابندیوں نے پوری کردی۔ پادری' راہب' کارڈینل اور پوپ جملہ اخلاقی بنیادوں کے منہدم ہونے اور ساری اخلاقی رکاوٹوں کے دُور ہو جانے کے بعد اپنی ہی عائد کردہ تجرد کی پابندیاں نہ نبھاسکے۔ اور اعلیٰ و ادنیٰ عیسائی مذہبی حلقوں میں اخلاق و کردار کے ایسے گھناؤنے نمونے دیکھے گئے کہ بہت سارے لوگ سرے سے مذہب و اخلاق ہی کے منکر ہوگئے۔ اندریں حالات یہ کہنا بالکل درست ہوگا کہ پاپاؤں' راہبوں اور دوسرے عیسائی پیشواؤں کا گھناؤنا کردار' ان کے مذہبی نظریات وعقائد ہی کی بگاڑ کا نتیجہ ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مروجہ عیسائیت عیسیٰ ؑ کی تحریک اصلاح سے کوئی نسبت نہیں رکھتی' بلکہ اس کے نظریات اور اس کی ''مقدس کتاب'' عیسیٰ ؑ کی حقیقی تعلیم اور ان پر آنے والی وحی سے کوسوں دُور جاچکی ہے۔

✿.....✿.....✿

حوالہ جات

1- H.C.Lea: *An Historical Sketch of Sacredotal Celibacy in the Christian Church*, Boston, 1884, p. 126.

2- W.E.H. Lecky: *History of European Morals* (1911), vol.2, p.330.

3- H.C. Lea: *op. cit.*, p.336.

4- W.Lecky: *op.cit.*, p.332, footnote.

5- H.C.Lea: op.cit., p.336.

6- *Oxford Dictionary of the Church*, pp. 7-8 ('Absolution'); Rationalist Encyclopaedia, pp.110-111.

7- H.C.Lea; *op.cit.*, pp.350, 352,534,634-635.

8- H.C.Lea: *A History of Auricular Confession and Indulgences in the Latin Church*, (Philadalphia, 1886), vol. 1,p.46.

9- W.Lecky: *op.cit..*, p.333;

H.C. Williams: *The Historian's History of the World*, (London, 1908),

vol. 8, p.634; Will Durant: *op. cit*., vol. 4, p.542.

10- H.C.Lea: Sacredotal Celibacy, pp. 257,278,389.

11- H.C.Lea: *History of the Inquisition in Spain*, (New York, 1906), vol. 1, p.394.

12-13 H.C.Lea: *Sacredotal Celibacy*, pp. 320, 388.

14- W. Lecky: *op. cit.,* p. 231;
H.C.Lea: *op.cit.*, p.138.

15- J. McCabe: *The Bible in Europe*, (London, 1907), pp. 200,206

16- H.C.Lea: Sacredotal Celibacy, p.383.

17- Rationalist Encyclopaedia, p. 468; *Cambridge Modern History* (1907), vol. 1, p.672.

18- Crane Brinton: *Civilisation in the West*, 1973, p. 179.

19- H.C.Lea: *Sacredotal Celibacy*, p. 350.

20- *Ibid.*, p. 353.

21- *Rationalist Encylopaedia*, p. 467.

22- D.S.Somervell: *op. cit.*, p. 217.

23- H.C.Lea: *Sacredotal Celibacy*, pp. 427-428, 494.

24- *Ibid.*, p. 629.

25- *Ibid.*, pp. 341,333.

-26 القرآن 27:57

27- *Rationalist Encyclopaedia*, pp.398-399.

28- W.Lecky: op.cit., p. 331.

29- G.G. Coulton: *Life in the Middle Ages*, (Cambridge, 1930), vol. 1 p.354.

30- W. Lecky: *op. cit.*, p. 331.

31- G.G. Coulton: *Five Centuries of Religion*, (Cambridge, 1923), vol.2, p.399.

32- H.C.Lea: *Sacredotal Celibacy*, pp.164,165,166,264,389.

33- Stow's *Survey of London*, and Hale's *Precedents and proceedings in*

Criminal Law (1847), etc.,. quoted in Rationalist Encyclopaedia, p.468.

34- W.Lecky: *op cit.*, p. 329.

35- H.C.Lea: *op. cit.*, pp. 281,308.

36- G.G. Coulton: *op. cit*,. vol.4, p. 377.

37- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 398.

38- J.McCabe: *Twleve Years in a Monasrty*, (London, 1930), p. 234; J.McCabe: *The Popes and their Church*, pp. 158, 162.

39- ''پاپا'' یا ''پوپ'' روم کے بڑے پادری (Arch-Bishop of Rome) یعنی کیتھولک عیسائیوں کے سربراہ کو کہا جاتا ہے۔ تحریک اصلاح مذہب سے پہلے وہی تقریباً سارے عالم عیسائیت کا دینی و دنیاوی سربراہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد کارڈینل بشپ (اسقف اعظم) کا عہدہ ہوتا ہے' جسے مختصراً صرف کارڈینل کہہ دیا جاتا ہے۔ کارڈینلوں کا تقرر پوپ کرتا ہے۔

بشپ ایک مخصوص علاقہ (Diocese) کے بڑے پادری کو کہتے ہیں' جس کے ماتحت بہت سے چھوٹے پادری (Priest) ہوتے ہیں' جبکہ متعدد بشپوں (Bishops) کا نگران آرچ بشپ کہلاتا ہے۔ دیکھئے:

American People's Encyclopaedia, 2:316, 4: 767, 6: 726, 13:736-737;

Concise Oxford Dictionary of the Church pp. 90, 96, etc:

قاموس الکتاب' ص- 824

مزید معلومات متن میں (''پاپائیت کی ابتدا'' کے زیرعنوان) موجود ہیں۔

40- *Oxford Dictionary of the Church*, p. 1091.

41- D.C.Somervell: *op.cit.*, p. 153.

42- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 427.

43- *Oxford Dictionary of the Church*. pp. 235-236 ('Cardinal')

44- *Conciluim- The Roman Curia* (Editors: P. Huizing and K. Walf), New York, 1979, p. 5.

''پوپ'' کے لفظ اور اس کے عہدہ کے پس منظر کی مزید وضاحت ذیل کی فصل ''ہوسِ جاہ'' دھوکہ دہی اور رشوت ستانی میں کی گئی ہے۔

45- Edward Gibbon: *Decline and Fall of the Roman Empire* (1985), vol.6, pp. 161-162.

46- *Concise Oxford Dictionary of the Church*, pp. 189, 265;

Oxford Dictionary of the Church, p. 493.

47- J.L Hurlburt: *The Story of the Christian Church*, pp. 109-110.

48- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 426.

49- J.McCabe: *The Popes and their Church*, p. 20.

50- اس فصل میں اور اس کے بعد پاپاؤں کے ناموں کے ساتھ جو سِن دیے گئے ہیں، وہ ان کے برسرِ اقتدار آنے کی تاریخ کی نشاندہی کرتے ہیں۔

51- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 431;

The Popes and their Church, p. 25.

52- Colin Chapman: *Christianity on Trial*, pp. 32-33.

53- J.L Hurlburt: *op. cit.*, pp. 111-113;

Concise Oxford Dictionary of the Church, pp. 223,261.

54- W. Lecky: *op. cit.*, p. 330.

55- J.McCabe: *The Popes and their Church*, p. 53.

56- *Ibid.*, p. 21.

57- *New Catholic Encyclopaedia*, vol. 7, p. 1013;

The Popes and their Church, p. 38.

58- Dr. Ludwig Pastor: *History of the Popes* (English Translation), London, 1901, vol. 6, pp. 381.385.

59- *Ibid.*, pp. 382-384.

60- *New Catholic Encyclopaedia*, vol.1, p. 290.

61- L.Pastor: *op.cit.* vol.4, p. 137.

62- *Chambers' Encyclopaedia* (1967), vol. 1, Article on "Anti-Pope'.

63- *Ibid.; The Popes and their Church*, p. 62.

64- *Concise Oxford Dictionary of the Church*, pp. 44-45.

65- L.Pastor: *op.cit.*, vol.4, p.139.

66- *Ibid.*, p. 179.

67- *Ibid.*, p. 178.

68- H.C.Williams: *The Historian's History of the World*, vol.8, p. 590.

69- *Encyclopaedia Britannica* (1962), vol. 13,p. 86;

F.X Funk: *Manual of Church History,* (London, 1916), vol. 1, p. 262;

J.McCabe: *Crises in the History of the Papacy,* New York, 1916, p.140.

70- J.McCabe: *The Popes and their Church,* pp. 63,64, 74,77;

Will Durant: *The Story of Civilisation,* vol. 6, pp.9-10.

71- *New Catholic Encyclopaedia,* vol.8, p.55.

72- L.Pastor: *op. cit.,* vol.4 p. 132.

73- *Ibid.,* vol. 6, pp. 194, 195.

74- M. Creighton; *History of the Papacy,* vol. 6, pp.193-194.

75- L.Pastor; *op. cit.,* vol. 13, pp. 62-65.

76- *Ibid.,* vol. 5, p. 390.

77-78 *Ibid.,* pp. 362, 366, 368, 370.

79- J.W. Thompson: *Economic and Social History of the Middle ages,* (New York, 1928), pp. 69-70.

80- D.C.Somervell: op.cit., p. 169.

81-82- M. Creighton: *history of the Papacy,* vol.1, p. 182, 183.

83- *Ibid.,* vol. 1, p. 26.

84- L.Pastor: *op. cit,.* vol.1, p. 71.

85- J.McCabe: *The Popes and their Church,* p. 24.

86- J.L Hurlburt: *op. cit.,* p. 152;

Colin Wilson: *op. cit.,* p. 364;

Chambers' Eycyclopaedia, vol. 6, p. 130;

Oxford Dictionary of the Church, p. 832 ('Luther');

Will Durant: *op. cit.,* vol. 6, pp. 22-23.

87- *Combridge Medieval Hisotry,* vol.4, p. 599;

Pope Urban's Address in the Migne Collection, CLI, quoted in.

A Rationalist Encyclopaedia, p. 125.

88- Will Durant: *op.cit.,* vol. 4, p. 766.

89- J.W. Thompson: *op.cit.,* p. 692.

90- Will Durant: *op. cit.,* vol.6, p. 17.

91- *Cambridge Modern History,* vol.2, p. 21.

92- J. McCabe: *The Popes and their Church,* p. 54.

93- *Ibid.,* p. 64.

94- Colin Wilson: *op.cit.,* p. 360.

95- *Rationalist Encyclppedia,* p. 316.

96- M. Creighton: *op.cit.,* p. 115.

97- *Ibid.,* vol.4, pp. 150-151.

98- *Ibid.,* pp. ,151-153.

H. Jedin and J. Dolan (ed.): *History of the Church,* (London, 1980), vol.4, p. 549.

99- J. McCabe: *The Popes and their Church,* p. 69;

Encyclopaedia. Americana (1980), vol. 24, p. 877;

Jedin and Dolan's History of the Church, vol.4, p. 547.

100- G.G Coulton: *Five Centuries of Religion* (Cambridge, 1923), vol.2, p.411.

101- H. Milman: *op,cit.,* vol.5, p. 139.

102- *Ibid.,* vol.5, p.78.

103- M. Creighton: *op.cit.,* vol.4, p. 139.

104- *Ibid.,* vol.1, pp. 105, 160; vol.4, pp. 71-72.

105- *Ibid.,* vol.3, p.183.

106- *Collier's Encyclopaedia* (1978), vol. 13, p. 665.

107- *Ibid.,* vol. 13, pp. 69-71;

The Popes and their Church, p. 80.

108- *New Catholic Encyclopaedia.* vol. 8, p.55.

109- *Ibid.,* vol. 7, p. 1010.

110- *The Popes and their Church,* pp. 74. 79;

Jedin and Dolan's *History of the Chutch,* vol.4, pp. 552-553.

111- *Rationalist Encylopaedia,* pp. 583, 599.

112- *New Catholic Encyclopaedia,* vo.7, p.1012.

113- M.Creighton: *op.cit.*, vol.4, pp. 72,123,177;

Also see: Jedin and Dolan's *History of the Church*, vol.4, p.544.

114- L.Pastor: *op.cit.*, vol.6, p.139.

115- *The Popes and their Church*, p. 81;

Collier's Encyclopaedia (1978), vol.18, p. 504.

116- D.C.Somervell: *op.cit.*, p. 165;

Rationalist Encyclppaedia, p. 546.

117- Dean Milman *(History of Latin Christianity)*, quoted by

J.McCabe: *The Bible in Europe* (1907), p.201.

118- *The Migne Collection* (vol. 13), quoted in a Rationalist Encyclopaedia, p.130;

Social Record of Christianity, p. 39;

George Sale: *Preliminary Discourse Prefixed to the Translation of the Kouran* (London, Undated), p. 26.

119- *New Catholic Encyclopaedia*, vol. 7, p. 1012.

120- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 338.

121- *New Catholic Encyclopaedia*, vol.7, p. 1011.

122- *Cambridge Medieval History* (1924), vol.3, p.67;

Will Durant: *op.cit.*, vol.4, p. 538;

The Popes and their Church, p. 32;

Rationalist Encyclopaedia, p. 511.

123- J.McCabe: *The Popes and their Church*, pp. 25-26.

124- *Ibid.*, p. 26.

125- *Ibid.*, p. 30.

126- *Ibid.*, p. 37;

Encyclopaedia Britannica (1962), vol. 13,p. 86;

Will Durant: *op.cit.*, vol.4,p. 539.

127- *The Popes and their Church*, p. 62.

128- *Encyclopaedia Americana* (1980), vol.3, p. 539.

129- *Encyclopaedia Britannica* (1962), vol.3, p. 849.

130- *The Popes and their Church*, p. 36.

131- *Ibid.*, p. 33.

132- Will Durant: *op.cit.*, vol.4, pp. 811-812.

133- M.Creighton: *History, of the Papacy*, vol.4, p. 133;
Cloin Willson: *op.cit.*,pp. 341 f;
Encyclopaedia Americana, vol.24, p. 877.

134- *The Popes and their Church*, p. 78.

135- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 513.

136- *New Catholic Encyclopaedia*, vo.7, p. 1010.

137- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 351, quoting contemporary writings, esp. by Bishop Liutprand;
Encyclopaedia Britannica (1962), vol. 13, p. 85.

138- *New Catholic Encylclopaedia*, vol.7, p. 1011

139- *Rationalist Encyclopaedia*, pp. 510.511.

140- *Encyclopaedia Britannica* (1962), vol.13, p. 85.

141- *Cambridge Medieval History* (1924), vol. 3, p. 67;
Will Durant: *op.cit.*, vol. 4, p. 538.

142- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 511.

143- H.S. Williams (ed): *The Historian's History of the World*, vol.8, p.584.

144- Funk and *Wagnall's Encyclopaedia* (1983), vol. 15, p. 75.

145- H.Milman: *History of Latin Christianity*, (New York, 1960), vol.3, p.717;
Cambridge Medieval History, vol.3, p. 455;
The Historian's History, vol. 8, p. 504;
The Popes and their Church, p. 35;
Rationalist Encyclopaedia, p. 538.

146- *New Catholic Encyclopaedia*, vol. 7, p. 1011.

147- *Ibid.*; Will Durant: *The Age of Faith*, p. 538;

The Popes and their Church, p. 35.

148- H.Milman: *op.cit.;* vol.3, p. 178.

149- *New Catholic Encyclopaedia,* vol.7, p. 1011.

150- *The Historian's History of the World,* vol.8, p. 585.

151- Pope Victor's Dialogues *(The Migne Collection)* and other authorities, qouted in a Rationalist Encyclopeaeia, p. 512;
The Popes and their Church, p. 38.

152- *The Historrian's History, of the World,* vol. 8, p. 590.

153- *Rationalist Encyclopedia,* p. 64.

154- *Ibid.*

155- *The Cambridge Medieval History,* vol. 7, p. 5.

156- H.C.Lea: *An Historical Sketch of Sacredotal Celibacy in the Christian Church* (Boston, 1884), p. 343.

157- M. Creighton: *History of Papcy,* vol.1, p. 34.

158- H. Milman: *History of Latin Christianity* (New York, 1866), vol.7, p.328 f.

159- M. Creighton: *op.cit.,* vol.1, pp. 343-344;
Encyclo. Brit. (1962), vol. 3, p. 87;
Funk and *Wagnell's Encyclopaedia* (1938), vol.15, p.76.

160- H.C.Lea: *op. cit.,* pp. 343-344, 139-140.

161- L.Pastor: *op. cit.,* vol.5, pp. 362-363.

162- *Ibid.,* pp. 363-365.

163- *Ibid.,* p. 369.

164- *A Rationalist Encylopaedia,* p. 13.

165- *The Popes and their Church,* p. 76.

166- Colin Wilson: *op.cit.,* pp. 346, 347, 352.

167- *Ibid.,* p. 347.

168- *Ibid.,* pp. 351-352.

169- L.Pastor: *op.cit.,* vol.5, pp. 138-140.

170- *New Catholic Encyclopaedia*, vol. 1, p. 291.

171- M.Creighton: *op.cit.*, vol.4, pp. 138-139.

172- *The Popes and their Church*, pp. 70-71.

173- *Ibid.*, p. 71.

174- *Historian's History of the World*, pp. 647-648.

175- *The Popes and Their Church*, p. 78.

176- *American People's Encyclopaedia*, vol. 12, p. 374.

177- *The Popes and their Church*, p. 63.

178- *Encyclopaedia, Britannica* (1911), vol. 20, p. 955;
Encyclo. Brit. (1962), vol. 17, p. 397.

179- *American People's Encyclopaedia*, (1948), vol. 15, p. 386;
The Popes and their Church, p. 79.

180- *The Social Record of Christianity*, p. 87.

181- *The Pope and their Church*, p. 81, qouting L. Von Ranke's
'The Popes of Rome' (English Translation, 1846).

181a- *The Popes and their Church*, pp. 22, 37.

182- L.Pastor: *op. cit.*, vol.6, pp. 140-141.

183- *Cambridge Modern History* (1907), vol. 10,p. 164;
Rationalist Encylopeadia, p. 431.

184- *Rationalist Encyclopaedia*, p. 429.

185- *Pope Boniface VIII* (1294), in Kidd's Documents, vol.3, p. 186.
qouted by John Foster: *Church History* (London, 1974), vol. 2, p.139.

186- *Pope Innocent III* (1198), qouted by John Foster: *op.cit.*, vol.2, p. 137.

سیّد عاصم محمود

رنگیلے پادریوں کے شیطانی کرتوت

چودہ سالہ فریک مارٹینلی بچپن سے پادری بننے کا خواب دیکھتا تھا۔ وہ پادریوں کو مقدس اور انسانوں کا ہمدرد سمجھتا اور خود بھی دکھی انسانیت کے کام آنا چاہتا تھا۔ جب امریکی قصبے سٹام فورڈ کے گرجے سینٹ سیلیا کے نوجوان پادری لارنس بریٹ نے اسے گرجے کے چھوٹے موٹے کام دینے شروع کیے تو اسے اپنا دیرینہ خواب پورا ہوتا نظر آیا...... لیکن اسے علم نہ تھا کہ اس کی زندگی تباہ اور برباد ہونے والی ہے۔

فادر بریٹ جب مارٹینلی کو ایک دورے پر واشنگٹن لے گیا تو دورانِ سفر کار میں اس نے مارٹینلی کو غیر فطری حرکات کرنے پر مجبور کیا...... پادری کا کہنا تھا کہ یوں اسے مقدس عشائے ربانی (Communion) کی برکات نصیب ہوں گی۔ واشنگٹن میں بھی پادری نے لڑکے کے ساتھ نازیبا حرکات کیں۔ یہ واقعہ تیس سال پہلے کا ہے۔ اس وقت مارٹینلی اتنا خوفزدہ' اتنا شرمندہ اور اتنا پریشان ہوا کہ اس واقعے کے متعلق ایک لفظ بھی کسی سے نہیں کہا۔ وہ جس کو مقدس شخصیت سمجھتا تھا` وہ انتہائی گھناؤنی' پرہوس اور ابلیس صفت ثابت ہوئی۔

اب 54 سالہ مارٹینلی ایک نجی ادارے میں کام کرتا ہے۔ وہ پادری نہیں بنا' اس نے شادی کی اور اس کا ایک بیٹا ہے لیکن اس کی زندگی ناقابل بیان پراگندگی' غصے' ذہنی دباؤ اور مذہب پر بے اعتباری سے عبارت ہے۔ مارٹینلی کو اپنی تباہ حالی کا سبب 1991ء میں معلوم ہوا جب وہ اپنے ایک پرانے دوست سے باتیں کر رہا تھا۔

دورانِ گفتگو دوست نے انکشاف کیا کہ جب وہ لڑکا تھا تو فادر بریٹ نے اس کے ساتھ نازیبا حرکات کی تھیں۔ اسی وقت مارٹینلی کی آنکھوں میں شدتِ جذبات سے آنسو آ گئے اور اسے احساس ہوا کہ اس کی زندگی کی بربادی کا راز کیا ہے۔ اس نے اپنے علاج کے لیے ایک نفسیات دان سے رابطہ کیا اور ایک سال بعد فادر بریٹ اور اس وقت کے برج پورٹ (علاقے) کے اسقف اعظم' ایڈورڈ ایگان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا جو اب نیویارک کا کارڈینل بن چکا ہے۔

رومی کیتھولک کلیسا

مارٹینلی کی روح فرسا داستان کا انجام سنانے سے پہلے بہتر ہے کہ عیسائیت کے سب سے بڑے فرقے کے متعلق بات ہو جائے۔ رومی کیتھولک عیسائیت اس وقت وجود میں آئی جب 1054ء میں مشرق (ایشیا اور مشرقی یورپ) اور مغرب (مغربی یورپ) میں آباد عیسائیوں کے مابین متفرق وجوہ کی بناء پر نزاع نے جنم لیا۔ مشرقی عیسائیوں نے مشرقی قدامت پرست کلیسا (ایسٹرن آرتھوڈوکس چرچ) اپنالیا جس کا صدر مقام قسطنطنیہ تھا۔ مغربی عیسائیوں نے رومی کیتھولک کلیسا کے نظریات قبول کیے جس کا صدر مقام روم تھا۔

پاپائے اعظم کی بے خطا ذات

پاپائے اعظم (Pope) رومی کیتھولک کلیسا کا سربراہ ہے جو نفاذِ فرمان کے تحت پہلے پوپ پطرس (سینٹ پیٹر) کا جانشین سمجھا جاتا ہے۔ کیتھولکوں کے مطابق ایمان اور اخلاقیات کے معاملات میں پاپائے اعظم معصوم ہے یعنی اس سے غلطی نہیں ہو سکتی۔ درج ذیل کلیسائی عہدے دار مذہبی معاملات کے سلسلے میں پاپائے اعظم کی مدد کرتے ہیں۔

کارڈینل (Cardinal)

یہ پاپائے اعظم کے بعد رومی کیتھولک عیسائیت میں دوسرا بڑا مذہبی درجہ ہے۔ پاپائے اعظم پوری دنیا کے کیتھولک عیسائیوں کے لیے 178 کارڈینلوں کا انتخاب کرتا ہے جو مل کر مجلس کارڈینل بناتے ہیں۔ مثلاً امریکہ میں تیرہ کارڈینل ہیں۔ مجلس کارڈینل مذہبی معاملات پر پاپائے اعظم سے مشاورت کرتی ہے اور اس کے مرنے پر نیا پاپائے اعظم منتخب کرتی ہے۔

صدر اسقف (Archbishop)

صدر اسقف مرکزی یا میٹروپولیٹن حلقے کا اسقف اعظم ہوتا ہے۔ ایک کارڈینل بھی صدر اسقف کا عہدہ سنبھال سکتا ہے۔ امریکہ میں 45 صدر اسقف ہیں۔

اسقف اعظم (Bishop)

کیتھولک کلیسا کے درجوں میں یہ چوتھا بڑا درجہ ہے۔ اسقف اعظم ایک علاقے کے پادریوں کا نگران اور وہاں کا روحانی حکمران ہوتا ہے۔ وہ کلیسا کے نظریات کا استاد، مقدس پادری اور کلیسا کی حکومت کا وزیر ہوتا ہے۔ امریکہ میں 290 اسقف اعظم ہیں۔

پادری (Priest)

ایک گرجے کا ناظم جو عبادت یا شادی کرواتا ہے اور عبد و معبود کے درمیان دیگر شفیعانہ

مناصب کی قائم مقامی کرتا ہے۔ عام لوگوں کا رابطہ سب سے زیادہ اسی سے پڑتا ہے۔ پادری ہی عیسائیت کی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ پچھلے چند برسوں سے بہت کم لوگ پادری بن رہے ہیں اور امریکہ میں پادریوں کی تعداد تیزی سے کم ہو رہی ہے۔ اس متوحش صورت حال سے ویٹیکن سٹی میں رومی کیتھولک حکومت کے عہدے دار سخت پریشان ہیں۔

چھوٹا پادری (Deacon)

یہ زیر تربیت پادری گرجے میں عموماً خیرات اور صدقات کا مہتمم اور بڑے پادری کا ماتحت ہوتا ہے۔ ایک مستقل چھوٹا پادری شادی کرسکتا ہے (لیکن پھر وہ بڑا پادری نہیں بن سکتا) اور مذہبی عبادات کے وقت پادری کی مدد کرتا ہے۔

رومی کیتھولک عیسائی دنیا کے تقریباً ہر ملک میں ملتے ہیں۔ ان کی کل تعداد ایک ارب کے قریب ہے۔ ان کی سب سے بڑی عبادت رسم عشائے ربانی ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی موت اور دوبارہ جی اٹھنے کے واقعے کی یاد میں منائی جاتی ہے۔ کیتھولک خدا' حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ تینوں کو خدائی درجہ دیتے ہیں۔

برج پورٹ کی چرچ انتظامیہ نے پادری بریٹ کی سرگرمیاں 1964ء ہی میں دریافت کرلی تھیں لیکن انہوں نے شہری انتظامیہ کو خبر نہیں دی اور نہ چرچ آنے والوں کو خبردار کیا بلکہ پادری بریٹ امریکہ کے مختلف مقامات میں اہم مذہبی عہدوں پر فائز رہا۔ 1990ء میں جب اس سے بشپ ایگان کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ پادری قابل اور موزوں آدمی ہے۔ نتیجتاً بریٹ پادری کی صورت میں دوبارہ برج پورٹ چلا گیا۔

آخر نومبر 1992ء میں اس نے اپنی 'لغزشوں' کا اقرار کیا لیکن اسے پادری کے عہدے پر بحال رکھا گیا۔ اسی وقت مارٹینلی کے الزامات سامنے آئے اور ایک اور شخص نے بھی پادری کو آڑے ہاتھوں لیا۔ ایک ہفتے بعد ایگان نے بریٹ کو بتایا کہ اب وہ پادری کی حیثیت سے کام نہیں کرسکتا۔ 1997ء میں عدالت نے مارٹینلی کے حق میں فیصلہ دیا اور ایگان کو حکم دیا کہ وہ ہرجانے کے طور پر دس لاکھ ڈالر مارٹینلی کو ادا کرے۔

بریٹ اب بھی سرکاری طور پر پادری ہے کیونکہ کیتھولک کلیسا نے اسے بحال رکھا ہوا ہے۔ ایگان اب کارڈینل اور نیویارک کا صدر اسقف اعظم ہے لیکن زبردست تنقید کا شکار ہے کیونکہ برج پورٹ میں قیام کے دوران اس نے نہ صرف بریٹ بلکہ کئی پادریوں کی غیر اخلاقی حرکات کو چھپایا تھا۔ جہاں تک مارٹینلی کا سوال ہے' وہ اب تک مطمئن نہیں کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ بریٹ اور ایگان عوام کے سامنے اس سے معافی مانگیں۔

کلیسا پر تاریک سائے

اس وقت پوری دنیا میں ہزاروں مارٹینلی اور سینکڑوں پادری بریٹ رومی کیتھولک کلیسا پر ایک بدنما داغ ہیں اور ان کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔صرف امریکہ میں دو ہزار پادریوں پر غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے الزامات ہیں اور روزانہ کئی افراد پریس کانفرنسوں کے ذریعے اپنی بدقسمتی کی داستان سناتے ہیں۔ یہ محض 'المیہ غلطی' نہیں بلکہ کلیسا کے لیے شدید روحانی اور مالی دھچکا ہے۔.....ان واقعات سے ہر کیتھولک عیسائی کا ایمان متزلزل ہوا ہے' اعتماد کو زک پہنچی ہے اور سب سے بڑھ کر کلیسا کی ساکھ تباہ ہوئی ہے۔

کیتھولک عیسائی غصے اور غم میں گرفتار ہیں اور صرف یہی سوال پوچھ رہے ہیں کہ کلیسا اپنے آپ کو کیسے بچائے گا؟ کئی ہفتوں کی خاموشی کے بعد پاپائے اعظم' جان پال دوئم نے بیان دیا ''چند پادری گھناؤنی حرکات میں ملوث پائے گئے ہیں اور انہوں نے ان پادریوں پر بھی شک کا اظہار کیا ہے جو اپنا کام سچائی اور ایمان داری سے کرتے ہیں۔''

لیکن یہ الفاظ ان لوگوں کو تسلی نہیں دے سکے جو غیر فطری سرگرمی کے خلاف ٹھوس اقدامات چاہتے ہیں۔امریکہ میں کارڈینل' اسقف اعظم وغیرہ اب بھی پادریوں کے اچھے چال چلن کی ذمے داری اپنے سر نہیں لینا چاہتے اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر کوئی پادری خبیث ہے تو پولیس سے رابطہ کرو۔

راز داری کی ثقافت

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ امریکہ میں کیتھولک چرچ کی انتظامیہ کئی برسوں سے اس امر سے واقف ہے کہ سینکڑوں پادری غیر فطری سرگرمیوں میں ملوث ہیں' اس کے باوجود اس خوفناک مسئلے پر قابو پانے کے لیے موزوں اقدامات نہیں کیے گئے۔ پہلا بڑا 'پادری اسکینڈل' 1985ء میں سامنے آیا جب بیسیوں بچوں کی زندگی تباہ کرنے کے جرم میں پادری گلبرٹ گوئٹے کو بیس سال قید کی سزا سنائی گئی۔علاوہ ازیں اس سے دو لاکھ ڈالر (تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ روپے) بطور ہرجانہ شکار زدہ بچوں کو دلوائے گئے۔ اتنی بڑی رقم سے اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ میں مذہبی رہنما امیر اور با اثر ہیں۔اس وقت سے کروڑوں ڈالر بطور ہرجانہ پادریوں وغیرہ سے وصول کیے جا چکے ہیں جو ان کی درندگی کا شکار بچوں کو دیئے گئے۔

اصل بات یہ ہے کہ رومی کیتھولک کلیسا کی حکومت اتنی سخت گیر ہے کہ ہمیشہ اپنے عمل پوشیدہ رکھتی ہے اور اس کے کسی رکن سے غلطی ہو جائے تو رازداری سے تحقیق کی جاتی ہے۔ وہ پادری فرمانبردار سمجھا جاتا ہے جو سر جھکا کر بڑوں کا حکم مانے۔ جب کوئی کارڈینل بنتا ہے تو وہ پاپائے روم کے سامنے قسم کھاتا ہے ''مجھے جو کچھ بتایا جائے گا میں اسے خفیہ رکھوں گا اور ایسا کوئی اقدام نہیں کروں گا جس سے اسکینڈل کھڑا ہو جائے یا چرچ کو نقصان پہنچے۔''

رومی کیتھولک کلیسا میں اسقف اعظم ایک جج کے مانند ہے لیکن کیونکہ امریکہ میں پادریوں کی

تعداد خطرناک طریقے سے کم ہو رہی ہے' اس لیے امریکہ کے اسقف اعظم ان پادریوں کو نہیں ہٹاتے جو غیر فطری سرگرمیوں یا دیگر جرائم میں ملوث ہوتے ہیں۔ انہیں یقین ہوتا ہے پادری صحت یاب ہو جائے گا' یعنی وہ اس کا دفاع کرتے ہیں۔

آج کل حالات مختلف ہیں لیکن تیس چالیس برس قبل امریکہ میں جنسی تشدد کا شکار بچے عموماً خاموش رہتے تھے کیونکہ انہیں یقین ہوتا تھا کہ ان کی بات پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا بلکہ والدین یا بڑے بوڑھے انہیں ہی موردِ الزام ٹھہرائیں گے۔

شکاری پادری عموماً ان بچوں کو نشانہ بناتے ہیں جن کے والدین کٹر عیسائی ہوتے ہیں اور باقاعدگی سے گرجا آتے ہیں۔ ان لوگوں کو کئی صدیوں سے یہی تعلیم دی جا رہی ہے کہ پادریوں کی عزت کرو اور ان پر اعتماد کرو۔ کیا کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ پادری جو اکثر کھانا کھانے آتے ہیں' بچوں سے کھیلتے ہیں' ممی کو تسلی دیتے ہیں اور والد کی طرح پیش آتے ہیں...... وہ اتنا شرمناک اور گھناؤنا کام کریں گے

اگر پادری پر انگلی اٹھائی جاتی تو والدین بچے کی بات پر یقین نہیں کرتے تھے بلکہ اسے ہی پیٹ ڈالتے۔ آج اگر کوئی پادری کسی بچے کے ساتھ غلط کام کرے تو وہ عموماً بڑوں کو بتا دیتا ہے لیکن اس کے باوجود چرچ کی انتظامیہ والدین سے یہی کہتی ہے کہ شہری انتظامیہ یا پولیس سے رابطہ نہ کریں۔ پادری کے خلاف کارروائی وہی کریں گے اور پادری کے خلاف یہ کارروائی نہایت خفیہ ہوتی ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ پادری کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور انسانیت سوز کام کرنے والے پادری بدستور اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔

امریکی معاشرہ ہی خراب ہے

ویٹی کن میں رومی کیتھولک کلیسا کے اعلیٰ عہدے داروں کا کہنا ہے کہ خرابی کی اصل جڑ امریکی معاشرہ ہے جہاں جنسی آزادی بہت زیادہ ہے اور اسی لیے اس نوعیت کے واقعات وہاں سب سے زیادہ ہوتے ہیں۔ ایک عہدے دار کا کہنا ہے "امریکہ میں کلیسا کی روایتی عقل و دانش کے بجائے جدید نفسیات پر زیادہ انحصار کیا جاتا ہے جس کے مطابق انسانی زندگی کا مرکز اس کا جسم ہے۔" عہدے دار کہتے ہیں کہ امریکی کلیسا کے بحران کی وجہ سے پاپائے روم بہت پریشان ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ دباؤ کا شکار ہو کر صدیوں پرانی روایات ترک کر دیں۔

امریکہ کے ایک وکیل' جیف اینڈرسن کہتے ہیں کہ رومی کیتھولک کلیسا اپنے انداز اور اطوار اسی وقت بدلے گا جب کوئی اسقف اعظم جیل جائے گا' اس کے بعد انہیں احساس ہو گا کہ موجودہ مذہبی نظام کتنا خراب ہو چکا ہے۔ حد یہ ہے کہ بچوں کے ساتھ شرمناک واقعات کا پادریوں کا سکینڈل پچھلے پندرہ برسوں سے اخبارات ہے لیکن آج تک امریکہ کے کسی اسقف اعظم نے استعفیٰ نہیں دیا۔

تجرد بیماریوں کی جڑ ہے

اسی سکینڈل کا نتیجہ ہے کہ امریکی کیتھولک عیسائی اب رومی کیتھولک کلیسا کے متنازعہ نظریات'

تجرد' شادی شدہ پادری' خاتون پادری پر بحث کر رہے ہیں۔ اکثر لوگوں کا کہنا ہے کہ کلیسا صدیوں پرانے' فرسودہ نظریات سے چھٹکارا پائے۔ آج اسے پادریوں کی ضرورت ہے' اگر وہ شادی شدہ مردوں اور عورتوں کو پادری بننے کی اجازت دے دے گا تو یوں ذہنی اور جسمانی طور پر صحت مند لوگ مذہبی رہنماؤں کی صورت میں آئیں گے لیکن فی الحال کلیسا کے اعلیٰ مذہبی عہدیدار یہی چاہتے ہیں کہ پادری مجرد رہیں۔

امریکہ کے ایک ممتاز ادیب فرینک موکورٹ کا کہنا ہے "اگر رومی کیتھولک کلیسا اپنے زوال سے بچنا چاہتا ہے تو فوراً تجرد ختم کر دے۔ جو پادری مجرد زندگی گزارنا چاہتے ہیں انہیں کچھ نہ کہا جائے لیکن اسے اصولِ عمل نہ بنایا جائے۔ تجرد ایک بیمار اصول ہے' خدا کے لیے پادریوں کو فطری اور معمول کی زندگی گزارنے کی اجازت دی جائے۔ ساری عمر کنوارا رہنا غیر فطری ہے۔

قرآن شریف کی شہادت

تجرد کے خلاف آج امریکی دانش ور جو کچھ کہہ رہے ہیں وہی قرآن شریف چودہ صدیاں قبل بانگ دُہل ارشاد فرما چکا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

> "ہم نے عیسیٰؑ ابن مریم کو مبعوث کیا۔ اور ہم نے ان کو انجیل دی جن لوگوں نے اس کی پیروی کی ہم نے ان کے دلوں میں ترس اور رحم ڈال دیا (لیکن انہوں نے) رہبانیت خود ہی ایجاد کر لی' ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ انہوں نے یہ بدعت خود ہی نکالی' پھر اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا' اسے ادا نہیں کیا۔" (الحدید:27)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

> "اور اسی کے نشانات میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ (تم) ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور رحمت پیدا کر دی۔ جو لوگ غور کرتے ہیں' ان کے لیے ان باتوں میں بہت سی نشانیاں ہیں۔" (الروم: 21)

اسی طرح نکاح کی فضیلت کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کی احادیث ملتی ہیں۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے:

> "جس نے شادی کی اس نے نصف ایمان حاصل کر لیا۔ اب دوسرے نصف ایمان میں اسے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔" (روایت حضرت انسؓ)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

> "نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو' وہ شادی کرے کیونکہ اس سے نگاہیں اور عصمتیں محفوظ رہتی ہیں۔"

✿.....✿.....✿

نیاز فتح پوری

مسیحی شہوانیات

1585ء میں جب پروٹسٹنٹ فرقہ کے لوگوں نے امبروم فتح کیا تو انہوں نے تبرکات میں ایک دلچسپ چیز پائی جس کو بانجھ عورتوں نے شراب ملتے ملتے سرخ کر دیا تھا۔ یہ وہ چیز تھی جسے لامعلوم زمانہ سے پادری لوگ فوتین راہب کا عضو بتایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ راہب شہر لائنس کا اوّلین پادری تھا اور تمام علاقہ اس کا بے حد معتقد تھا اور ہر جگہ اس کے مخصوص حصہ جسم کے مومی نمونے پائے جاتے تھے۔

جنوبی فرانس میں گرجاؤں کے اندر موم کے بنے ہوئے اعضاء چھتوں میں لٹکایا کرتے تھے۔ میٹھی ٹکیاں جن پر اعضاء جنسی کا نشان بنا ہوتا تھا' بکثرت فروخت ہوتی تھیں۔ پرانے زمانے کے جو پتھر کہیں کہیں نصب تھے' وہاں بانجھ عورتیں جا کر اپنا جسم اس سے مس کرتی تھیں۔

اسی سلسلہ میں ایک دلچسپ لطیفہ یہ بھی سننے کے قابل ہے کہ راہب فوتین کون بزرگ تھے۔ درحقیقت یہ ایک عریاں بت تھا جس کے معتقدین کی بہت کثرت تھی۔ جب عیسائیت کا دور شروع ہوا تو پادریوں اور راہبوں نے دیکھا کہ اگر یہ بت توڑ دیا گیا تو عوام کو ناگوار گزرے گا اور آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اس لیے انہوں نے یہ چالاکی کی کہ اس بت کو اصطباغ دے کر عیسائی بنا لیا اور اس کے متعلق یہ روایت گڑھی کہ یہ کسی وقت بڑا زبردست ولی گزرا ہے۔

سینٹ ٹرزٹینی میں' سینٹ گائلز انجو میں اور سینٹ رینی سب اسی قسم کی فرضی ہستیاں تھیں۔ ایک بزرگ اور بھی تھے جن کا اسم مبارک سینٹ آرنو دتھا' لیکن اس کے بت پر کپڑا پڑا رہتا تھا' جو صرف بانجھ عورتوں کے لیے اٹھایا جاتا تھا۔ آرنج میں سینٹ یوٹرڈپیں کے گرجا کے اندر ایک چوبی عضو تھا جس پر چمڑا منڈھا رہتا تھا۔ لوگ اس کی پوجا بہ کثرت کرتے تھے۔ بائبل میں جو روایات اس قسم کی فحاشی کی درج ہیں ان کو ہم یہاں درج نہیں کرتے۔ ہر شخص انہیں دیکھ سکتا ہے۔ قدیم زمانہ کے عبرانیوں میں یہ رواج تھا کہ جب وہ حلف اٹھاتے تھے تو زور دینے کے لیے اپنے عضو پر ہاتھ رکھ کر قسم کھاتے تھے' کیونکہ عضو مخصوص تمام جسم میں نازک ہونے کے علاوہ ایسی چیز بھی ہے جس پر انسان کی نسل کا انحصار ہے' اور

اپنی اولاد بہت زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ قدیم زمانہ کے لوگوں کے نزدیک یہ عضو افزائش نسل کا دیوتا مانا جاتا تھا۔ مثلاً کتاب پیدائش کے باب فقرہ 24 میں ابرہام اپنے سب سے کمسن نوکر کو طلب کر کے کہتا ہے:

''میں تیری منت کرتا ہوں کہ تو اپنا ہاتھ ران کے تلے رکھ اور میں تجھ سے خداوند کی جو آسمان کا خدا ہے اور زمین کا خدا ہے' قسم لوں گا۔''

اسی طرح اسرائیل نے کتاب پیدائش کے باب 47 میں یوسف کو حلف دیتے ہوئے کہا ہے:

''اور جب اسرائیل کے مرنے کا وقت پہنچا تب اس نے اپنے بیٹے یوسف کو بلا کر اس سے کہا کہ اب جو میں نے تیری نظر میں مہربانی پائی تو اپنا ہاتھ میری ران تلے رکھ اور مہربانی اور صداقت کا سلوک میرے ساتھ کر' مجھ کو مصر میں نہ گاڑنا' میں اپنے باپ دادا کے پاس سوؤں گا' تو مجھے مصر سے باہر لے جا اور ان کے گورستان میں گاڑ۔''

بائبل کی ان آیات میں ''ران تلے'' کے جو الفاظ آرہے ہیں ان سے مراد انثیین ہیں' کیونکہ عبرانیوں میں سب سے زیادہ پختہ حلف وہ ہوتا تھا جو خصیتین پر ہاتھ رکھ کر لیا جاتا تھا۔ واضح ہو کہ بائبل کے دو حصے ہیں۔ ایک (Old Testament) یعنی عہد نامہ عتیق اور دوسرا (New Testament) یعنی عہد نامہ جدید اور (Testimony) شہادت اور معاہدہ (Testament) کا مادہ بھی وہی ہے جو خصیتین (Testicle) کا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد و پیمان یا حلف کے باب میں خصیتین کو کتنی اہمیت حاصل تھی۔

مذہبی فحاشیوں کی مرموز علامتیں

اعضاء جنسی کا تقدس یعنی قدرت کے قوائے تخلیقیہ کی پرستش انسان قدیم کے ادارۂ مذہبی میں داخل تھی اور اب بھی بعض قوموں میں کسی نہ کسی صورت سے اس کا رواج چلا آرہا ہے۔ جو قومیں ترقی کر کے اپنے قدیم مراسم کو ترک کر چکی ہیں گو ان کے ہاں براہ راست اس قسم کی پرستش نہیں ہوتی' لیکن پھر بھی بہت سی علامات ان کی معاشرت و تہذیب اور موجودہ طریق عبادت میں ایسی نظر آتی ہیں' جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی وقت ان کے ہاں یہ مخصوص پرستش ضرور پائی جاتی تھی۔

قدیم ترین اقوام و ملل میں تولید و تناسل ایک طرح کا مقدس فعل سمجھا جاتا تھا' اسی لیے اعضاء جنسی کی علامتیں اور صورتیں بالکل نمایاں طور پر بنائی جاتی تھیں۔ چنانچہ اب بھی بیشمار باقیات قدیم زمانہ کے ایسے پائے جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرح کی پرستش کا عقیدہ پہلے بہت عام تھا' بعد کو امتدادِ زمانہ کے ساتھ جب ان علامتوں سے حجاب آنے لگا تو ان میں تغیر و تبدل کیا گیا اور آخر کار نتیجہ یہ ہوا کہ انسان رفتہ رفتہ ان کی کھلی ہوئی پرستش سے منحرف ہو کر مرموز علامتوں سے کام لینے لگا۔ اس زمانہ میں بھی اگر ان قوموں کی معاشرتی رسموں اور قدیم روایات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی روز کی

زندگی میں پوشیدہ یا علانیہ متعدد علامتیں اس طریق عبادت کی پائی جاتی ہیں۔

قدیم مصریوں، فنیقیوں، پومپیائی والوں، یونانیوں اور بہت سی ایشیائی اقوام و ملل میں چونکہ مقدس مباشرت کا رواج بہت تھا، اس لیے اعضاء جنسی کی پرستش بھی بکثرت پائی جاتی تھی۔ چنانچہ ان کے کھنڈروں سے ان کی حجری شکلیں کثرت سے برآمد ہوئی ہیں اور اب بھی ان کے عبادت خانوں میں اس قسم کی علامتیں یا صورتیں اکثر و بیشتر نظر آتی ہیں۔ کھیم (جنسی دیوتا) مصر قدیم کا نہایت مشہور دیوتا تھا اور اس سے جذباتِ محبت یا جذباتِ نفسانی منسوب کیے جاتے تھے۔ اس کے متعلق رالنس نے اپنی تاریخ مصر قدیم میں لکھا ہے کہ:

''اس کو حد درجہ فحش و حیا سوز صورتوں میں دکھایا جاتا تھا۔''

زمانہ حال کے بعض ماہرین مصریات اس کی عریانی پر تاویلات کا پردہ ڈالنا چاہتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کی شرم انگیز عریانی کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی اور نہ عقل انسانی باور کرسکتی ہے کہ ایسے دیوتا کی پرستش کا اخلاقِ انسانی پر اچھا اثر پڑ سکتا ہے۔ قدیم اہل مصر کا خیال تھا کہ کھیم قدرت کے قوائے تخلیقیہ کا مظہر اتم ہے اور اس کا بت دیکھنے سے دل میں اس قانونِ قدرت پر عمل کرنے کی تحریک ہوتی ہے جس کے ماتحت موالید ثلاثہ اپنا ہم جنس پیدا کرتے ہیں جس طرح قدیم یونان میں پان بت کے سلسلۂ پرستش میں صدہا قسم کی ناپاک رسمیں داخل مذہب ہوگئی تھیں، اسی طرح مصر میں بھی کھیم کی پرستش کے سلسلہ میں سینکڑوں حرکات ناشائستہ سرزد ہوتی تھیں اور اس مقدس دیوتا کان بت مع تمام اعضاء کے عریاں بنایا جاتا تھا اور سمجھا جاتا تھا کہ اس میں بکرے کی تمام خصوصیات شہوانی پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اس کے مندر میں ایک بکرا بھی رکھا جاتا تھا جس کا نام کانتف تھا۔

ہر چند قدیم زمانہ کے لوگوں میں یہ رواج عام تھا۔ وہ اعضاء جنسی کی تصویر چاندی یا تانبہ کی تختی پر کھدوا کر بطور تعویذ یا طلسم گلے میں ڈالے رہتے تھے اور یقین کرتے تھے کہ اس تعویذ یا طلسم کے اثر سے اولاد زیادہ ہوگی، لیکن اس زمانہ کی عورتیں بھی بعض ایسے زیور استعمال کرتی ہیں جو حقیقتاً اعضاء جنسی ہی کی مرموز صورتیں ہیں، لیکن انہیں اس کا علم نہیں۔ ذیل میں ہم ان بعض رموز اشکال کا ذکر کرتے ہیں جن کا تعلق حقیقتاً انہیں اعضاء سے ہے اور لوگ اس کی اصلیت سے ناواقف ہیں۔

صلیب

صلیب کا تعلق عموماً عیسائی مذہب سے سمجھا جاتا ہے اور عیسائی اس کو اپنے مذہب کی خاص علامت سمجھتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ جس طرح عیسائیوں کی بہت سی مذہبی رسمیں، بجنسہ یا کسی قدر تغیر و تبدل کے ساتھ قدیم مذاہب سے لی گئی ہیں، اسی طرح صلیب بھی ان میں آئی۔ غالباً یہ سن کر حیرت ہوگی کہ صلیب مسیح سے صدیوں قبل مصر قدیم میں مردانہ آلۂ جنسی کی مرموز شکل تھی جیسا کہ وہاں کے آثار قدیمہ سے ثابت ہوتا ہے اور ہندوستان میں بھی صلیب کا نشان اسی معنی میں استعمال ہوتا تھا اور اب تک

ہوتا ہے۔ چنانچہ ڈیون پورٹ لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کا ''لنگم'' یونانیوں کا ''فلس'' رومیوں کا ''پریاپس'' اور عیسائیوں کی ''صلیب'' جسے وہ ''حیاتِ ابدی'' کی نشانی سمجھتے ہیں' درحقیقت ایک ہی چیز ہیں اور ایک ہی چیز کی مختلف صورتیں ہیں۔

قدیم مصر میں "T" وضع کی صلیب عیسائیت سے صدیوں پیشتر قوائے تخلیق کی علامت سمجھی جاتی تھی اور چونکہ اسی قوت کے ذریعہ سے دنیا کا سلسلۂ تخلیق جاری رہتا ہے' اسی لیے غالباً عیسائیوں نے صلیب کو ''حیات ابدی'' کا نشان قرار دیا۔ تمام بڑے بڑے عجائب خانوں میں ''مثلاً میٹروپولٹن میوزیم نیویارک برٹش میوزیم (لندن) یا لوورے (پیرس) شعبہ مصریات کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس عہد میں اعضاء جنسی کو ظاہر کرنے کے لیے کنایۂ بہت سی چیزوں سے کام لیا جاتا تھا اور انہی میں سے ایک شکل "T" تھی' لیکن اگر اس کو دستہ دار صلیب یعنی اس شکل + میں ظاہر کرتے تھے تو اس سے دونوں جنس کے اعضاء کا اتصال مقصود ہوتا تھا۔ چنانچہ وادی النیل (ملک مصر) کے آثار قدیمہ کی سیر کرنے سے آپ کو وہاں کے در و دیوار پر ''تاؤ'' (T) کی ہزارہا صورتیں کھنچی ہوئی یا کھدی ہوئی نظر آئیں گی۔ حتیٰ کہ بعض بعض دیوتاؤں کے ہاتھ میں بھی ''تاؤ'' (T) ہوگا۔

دستہ دار صلیب کو قدیم کلدانیوں اور فنیقیوں میں بھی بہ نگاہ تقدس و احترام دیکھا جاتا تھا۔ تاؤ وضع کی صلیب کا استعمال عیسائیت سے پیشتر آئرلینڈ میں پایا جاتا تھا اور قدیم میکسیکانیوں میں بھی اس وضع کی صلیب کے مختلف نام تھے۔ مثلاً ''شجرة الحیات'' ''شجرة القوة'' اور ''شجرة اللحم'' قدیم حبش میں جو شکل تاؤ کی بنائی جاتی تھی وہ عام عیسائی صلیب کی طرح تھی۔ مس الزبتھ ای گولڈ اسمتھ نے قدامت صلیب کے متعلق تحریر کیا ہے کہ:

> ''صلیب بہت قدیم زمانہ سے استعمال ہوتی چلی آئی ہے' اور مختلف اقوام میں ایک مذہبی نشان تصور کی جاتی ہے۔ تمدنِ انسان کے ہر درجہ میں یہ چیز موجود رہی ہے۔ امریکہ کی ایک قوم جس کا نام ''اِنکا'' ہے' صلیب کا بہت زیادہ احترام کرتی ہے۔ پٹاگونیا کے قدیم باشندے صلیب کا نشان اپنی پیشانیوں پر گود لیتے ہیں۔ قدیم انگلستان کے ڈروئد لوگ اس کی پوجا کیا کرتے تھے اور عیسائیوں کے نزدیک تو یہ حیاتِ ابدی کا نشان ہے۔ الغرض زندگی کا خیال صلیب کی علامت سے کبھی خالی نہیں رہا۔''

مسٹر ہسلاپ تحریر کرتے ہیں کہ:

> ''عیسائی دنیا میں گڈ فرائڈے کو جو صلیب نما میٹھی روٹی کھائی جاتی ہے اور ایسٹر منڈے کو جو رنگے ہوئے انڈے کھائے جاتے ہیں' یہ سب رسمیں قدیم کلدانیوں سے لی گئی ہیں' جن کے نزدیک یہ چیزیں ایک خاص مذہبی حیثیت رکھتی تھیں۔ میٹھی روٹیاں کلدانیوں میں ''ملکہ فلک'' کی پوجا کے روز کھائی جاتی تھیں جس کا

نام ''ایسٹر دیوی'' یا ایشتار یا استارتہ تھا اور تمام باتیں اس وقت بھی پائی جاتی تھیں جب سیکراپس نے یونان کے دارالحکومت شہر ایتھنز کی بنیاد قائم کی تھی۔''

مثلث

یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگی کہ عیسائیوں میں تثلیث کا خیال کیونکر آیا۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ مثلث قدیم زمانہ میں ایک متبرک نشان سمجھا جاتا تھا اور اعضاء جنسی کی مرموز شکل متصور ہوتا تھا۔ اگر اس کی چوٹی نیچے ہوتی جیسے ▽ تو وہ نسائی عضو کی علامت سمجھا جاتا تھا اور اگر اس کی چوٹی اوپر ہوتی جیسے △ تو اسے مردانہ عضو کی نشانی سمجھتے اور دو مثلثوں کے میل سے جو چھ کونوں کا ستارہ بنتا ہے جسے ✡ تو اس کو دونوں جسم کے اعضا کا اتصال سمجھا جاتا تھا۔ یہودیوں کے تمام معابد میں اس قسم کے ستارے ✡ بکثرت دیکھنے میں آتے تھے اور ان کی اصطلاح میں مہر سلیمانی کہتے تھے۔ قدیم عبرانیوں میں مثلث کی شکل زمین کے قوائے تخلیقیہ کی علامت سمجھی جاتی تھی۔''

چینیوں میں قدرت کی تخلیقی قوتیں دو سمجھی جاتی ہیں۔ ایک کا نام ''یانگ'' ہے جو مذکر قوت ہے۔ دوسری کا نام ''ین'' ہے یعنی قوتِ مونث۔ چینیوں کے عقیدے میں انہی دونوں قوتوں کے اتصال باہمی سے ایک تیسری جداگانہ چیز پیدا ہوتی ہے جسے ''جان'' کہتے ہیں۔ چینی مذہب میں تثلیث کے اجزاء آسمان، یانگ اور ین ہیں۔ ان کے عقیدے میں انہی چیزوں کے ملنے سے ''قوتِ خلاق'' پیدا ہوتی ہے۔ اس قوت کو ان کی اصطلاح میں ''اتحادِ قوائے ثلاثہ'' بھی کہتے ہیں۔ بہت سی قدیم قوموں میں بجائے مثلث ترسول کا نشان ہوتا ہے جو ان کے نزدیک مختلف قوموں کے اتحاد کا مظہر متصور ہوتا تھا۔ مثلاً کسی کے نزدیک آسمان، زمین اور پانی، کسی کے نزدیک آتش، آب و ہوا، کسی کے نزدیک شمس، قمر اور زہرہ، پیروانِ زردشت کے نزدیک مثلث یا ترسول، آتش، نور اور اثیر (ایتھر) کا مظہر تھا اور عبرانیوں کے نزدیک آتش، نور اور ہوا (یا رُوح) کی علامت سمجھا جاتا تھا۔''

قدیم مصریوں میں ہر مندر تین مورتوں سے منسوب کیا جاتا تھا۔ 1- دیوتا 2- دیوی 3- ان دونوں کا ثمرۂ اتصال یعنی بچہ، لیکن یہ تینوں تثلیث فی التوحید کی صورت میں ہوتے تھے اور اس تثلیث کے اظہار کی صورت یہ ہوتی تھی کہ ایک حلقہ میں مثلث کھینچ دیا جاتا تھا جیسے △ اس کے معنی سیت ہورس اور شیو تھے اور تینوں معبودوں کی تشریح یہ کی جاتی تھی کہ ہورس برسات ہے اور سیت خشک سالی اور شیو ہواؤں اور طوفانوں کا دیوتا ہے۔ شیو کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلا دیوتا تھا جس نے زمینوں سے آسمانوں کو بصورت مثلث پیدا کر کے بلند کیا اور اس کی تصویر بھی اس طرح دکھائی جاتی تھی کہ وہ ایک مثلث پر کھڑا ہوا ہے جس کے اندر سات زینے (یعنی سات آسمان) بنے ہوتے ہیں، یہ دیوتا دوسرے جنگجو دیوتاؤں کے درمیان ثالث یا حکم کا کام کرتا تھا۔

ایک تشریح مصری تثلیث کی یہ بھی تھی کہ نوت آسمان کا دیوتا ہے۔ سیت زمین کی دیوی ہے

اور شیو فضا کا دیوتا ہے' لیکن قدیم مصریوں کی سب سے زیادہ مشہور تثلیث اوسیریز' آئسس اور ان کے بیٹے ہورس پر مشتمل تھے اور اسی تثلیث سے غالباً عیسائی تثلیث لی گئی ہے جس کا مفہوم ان کے یہاں باپ بیٹا اور روح القدس ہے' لیکن ان تمام ''مثلثات'' کی اصل وہی اعضاء جنسی یا قوائے شہوانی کی تعبیر ہے جو وجود حیات کا باعث ہیں۔

بیضاوی یا اہلیلجی شکل

بیضاوی شکل ⬭ بھی ایک عام علامت ہے' جس کے ذریعہ سے نسائی عضو جنسی کو ظاہر کیا جاتا ہے بعض اوقات ایک لمبوتری چوگوشیہ شکل ▯ سے بھی یہی مفہوم ظاہر کیا جاتا ہے۔

ناظرین یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے کہ گرجاؤں کی کھڑکیاں اور دروازے عموماً زنانہ عضو جنسی کی شکل کے بنائے جاتے ہیں۔ بعض مذہبوں کے ماننے والے ایسے سوراخوں میں سے گزرتے ہیں جو پتھر میں بیضوی شکل کے بنائے جاتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ گویا وہ ازسرنو پیدا ہوئے ہیں اور ایک نوزائیدہ بچے کی طرح معصوم ہیں۔

ڈاکٹر لی الگو ینڈر اسٹون نے گرجاؤں کی طرز تعمیر پر بحث کرتے ہوئے اس کی جنسی یا شہوانی نوعیت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> ''جب کوئی شخص کسی گرجا میں داخل ہوتا ہے تو وہ ایک دوہرے دروازے کے ذریعہ سے داخل ہوتا ہے' جو بمنزلہ شفرہ کبیر (Libia Majoras) کے ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر اس شخص کو ایک اور دوہرے دروازہ میں جانا پڑتا ہے۔ جو بمنزلہ شفرہ صغیرہ (Libia Minoras) کے ہے جب وہ اندر یعنی اندام اندرونی (Vagina) میں پہنچتا ہے تو اسے اپنے سامنے قربان گاہ یعنی رحم (Womb) نظر آتا ہے اور قربان گاہ کے دونوں طرف اسے دروازے نظر آتے ہیں' جو گویا نلے (Fallituar Tubes) ہیں۔ قربان گاہ میں اسے بپتسمہ دیا جاتا ہے یعنی رطوبت رحمی (Amniate Fluid) لگتی ہے۔ اس کے بعد وہ گرجا سے باہر آتا ہے یعنی دوبارہ پیدا ہو کر باہر نکلا ہے۔ قرون وسطیٰ کے بہت سے گرجاؤں کے صدر دروازں پر نسائی عضو جنسی کی تصویر نقش کر دی جاتی تھی اور اب بھی کلیسائے ڈمبلین کی کھڑکی پر جس کی نسبت رسکن نے لکھا ہے کہ وہ انگلستان بھر میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے' نسائی عضو کی تمام تفصیلات منقوش ہیں۔''

قرونِ وسطیٰ کے یورپ میں یہ رواج تھا کہ وہ کسی مردہ گائے یا گھوڑی کا اندام نہانی کاٹ کر دروازہ پر آویزاں کر دیتے تھے' مگر اب اس کے بجائے گھوڑے کے نعل کا استعمال ہونے لگا ہے جو

عورت کے عضو جنسی کی نشانی ہے۔

عیسائیت میں بھی یہ رہس لیلا پائی جاتی تھی' جس میں حضرت مسیحؑ یا دیگر اکابر مذہب کے سوانح حیات میں سے کوئی واقعہ چن کر بطور تمثیل دکھاتے تھے۔ عیسائی دنیا میں یہ محافل عیش و نشاط عموماً خانقاہوں میں منعقد ہوا کرتی تھیں' جن میں بڑے بڑے راہبانِ مرتاض اور بڑی بڑی پاک دامن مسیح کی مرلیاں (Nuns) شریک ہوا کرتی تھیں۔ چنگ وارغنوں کے ساتھ دور بادہ ناب چلتا تھا اور خوب خوب خوش فعلیاں ہوتی تھیں۔ یہ سب باتیں اس زمانہ کی ''باقیات'' سے تھیں جب تمام یورپ شرک و بت پرستی کی تاریکی میں مبتلا تھا۔

عیدالحمقاء

743ء میں بمقام ''بینالٹ'' کلیساء مقدس کے علماء کا اجلاس ہوا جسے سناڈ کہتے تھے۔ اس میں یہ بات پیش کی گئی کہ ''فروری'' میں جو ''اورجی'' ہوتی ہے اسے بند کیا جائے' کیونکہ وہ زمانہ بت پرستی کی یادگار ہے' لیکن یہی ''بت پرستوں کی عید'' کلیسائے عیسائی کی مقدس ترین عید ''کارنوال'' میں شامل کر لی گئی جو عیسائی تہوار لینٹ کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس تہوار کے شروع ہونے سے قبل جو منگل واقع ہوتا تھا' اس دن اور اس کے بعد والے اتوار کو عیسائیوں کی بڑی بڑی محافل عیش و نشاط برپا ہوتی تھیں' جن میں ہر طبقہ کے لوگ شرکت کرتے تھے اور آزادی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ بعض آدمی خوش غلاف ہو کر چلتے پھرتے تھے۔ بعض جانوروں کی طرح چاروں ہاتھوں پاؤں پر چلتے تھے اور بعض بالکل حیوانِ مطلق بن جاتے تھے۔

بارہویں صدی میں یورپ میں عموماً اور فرانس میں خصوصاً بسلسلہ عید نوروز ایک عیدالحمقاء قائم ہوئی ہے جسے انگریزی میں (Feast of Fools) کہتے تھے۔ اس تقریب میں تمام عیسائی دنیا حد درجہ سیہ مستیوں کا اظہار کیا کرتی تھی' جس میں سب سے زیادہ حصہ مقدس پادری لیتے تھے۔

مقدس مباشرت

ڈاکٹر شورٹز کا یہ قول بالکل درست ہے کہ جس قوم میں نوجوانوں کے آزادانہ اختلاط و ارتباط میں رکاوٹیں پیدا کی جائیں گی اور اس کے ساتھ جلد شادی کرنے کا بھی کوئی انتظام نہ ہوگا اس قوم میں عصمت فروشی پیدا ہوگی اور لذتِ نفس حاصل کرنے کے مختلف طریقے پیدا ہو جائیں گے۔ محققین نے جہاں تک تحقیق کی ہے یہ معلوم ہوا ہے کہ اس فعل کی ابتدا مذہب کی آڑ میں ہوئی۔ اس بیان کی تصدیق ان لوگوں نے بھی کی ہے جنہوں نے بابلی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہے۔ چنانچہ بابلی آثارِ قدیمہ سے ایک لوح برآمد ہوئی ہے جس پر ایک رزمیہ نظم بنام جلجماش کندہ ہے۔ پروفیسر مارلیس جسٹراؤ نے اس لوح کا مطالعہ کر کے بیان کیا ہے کہ شہر اروک یا ایرخ میں اشتار دیوی کا جو مندر تھا اس میں کثرت سے عورتیں موجود رہتی تھیں۔

اسی قسم کا رواج ایشیا کے دیگر حصص' شمالی افریقہ' مغربی افریقہ' جزیرہ قبرص بحیرۂ روم کے دیگر

جزائر اور مصر و یونان وغیرہ میں بھی پایا جاتا تھا۔ یونان کے شہر گورنتھ کے قلعہ میں آفرودتیہ دیوی کا ایک مندر تھا' جس میں ایک ہزار سے زیادہ ''مرلیاں'' یا ''مقدس اچھوتیاں'' مندر کی خدمت کے لیے رہا کرتی تھیں اور بقول مورخ استرابوجن لوگوں کو دیوی کے مندر میں کوئی منت ہوتی تھی وہ ان عورتوں کے تمام نخرے برداشت کرتے تھے اور لطف یہ ہے کہ لوگ ان کو عام طور پر بہت نیک اور پارسا بھی سمجھتے تھے اور ہر قومی مصیبت کے وقت ان سے دعائیں کراتے تھے۔

ان تمام واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ قبل تاریخ سے جو آزادی چلی آتی تھی' اسے مذہب کی آڑ میں قائم رکھا گیا اور پھر عوام کے دلوں میں رفتہ رفتہ یہ خیال جاگزیں ہوگیا کہ مرد عورت کا مندروں کے اندر تعلقاتِ شہوانی قائم رکھنا خود دیوتا یا دیوی کی خدمت اور ان کی خوشنودی مزاج کا باعث ہے۔ عورتیں چونکہ سریع الاعتقاد ہوتی ہیں اس لیے ان میں عام طور پر یہ عقیدہ پیدا ہوگیا کہ دیوتا یا دیوی کے استھان میں پجاریوں یا اور مردوں سے اختلاط رکھنا ثواب کا کام ہے۔ یہی باعث تھا کہ دنیا کے تمام وحشی ممالک میں عموماً اور مغربی ایشیا میں خصوصاً مذہبی عمارتوں کے اندر ''مقدس عصمت فروشی'' کا سلسلہ جاری تھا۔

ڈاکٹر ایف۔ ایس۔ کراؤش نے لکھا ہے کہ ''بروچ کے زمانہ میں جو ہیروڈوٹس کے بعد گزرا ہے' مذہبی فحاشی درختوں کے نیچے ہوا کرتی تھی۔'' اور ڈاکٹر جے۔ جی فریزر نے اپنی مشہور کتاب (Adonis Attir Osiris) میں اس کا عقیدہ اور اس کے اسباب حسب ذیل بیان کیے ہیں:

> ''جملہ حالات پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ایک ''مہادیوی ماتا'' تھی' جو قدرت کے تمام قوائے تخلیقیہ کی حامل تھی' اس کی پرستش مختلف اقوام میں مختلف ناموں سے کی جاتی تھی اور تمام مغربی ایشیا کی مختلف اقوام میں اس دیوی کے متعلق قریب قریب یکساں روایات اور یکساں رسومِ پرستش جاری تھیں۔ ان قدیم روایات میں اس دیوی کا تعلق کسی خاص عاشق یا متعدد عشاق سے بتایا جاتا تھا۔ یہ عاشق یا عشاق عموماً دیوتا' مگر فانی ہوتے تھے' وہ دیوی ہر سال ان عشاق سے مواصلت کرتی تھی اور ان کی یہ مواصلت انسانی وحیوانی نسل اور شادابی فصل کے لیے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ بعد میں ان آسمانی عاشق و معشوق کی مواصلت کا کھیل کود دنیا میں کھیلا جانے لگا' یعنی لوگ دیوی کے استھان میں جا کر خود حرام کاریاں کرنے لگے اور عقیدہ وہی تھا کہ ان کی ان سیہ کاریوں سے اولاد پیدا ہوگی۔ مویشیوں کی نسل بڑھے گی اور فصل خوب پیدا ہوگی۔ مدت دراز کے بعد جب لوگوں کے خیال میں وسعت پیدا ہوئی اور انفرادی شادی و نکاح کا رواج بڑھنے لگا اور اشتراک فی النسواں کا طریقہ برا سمجھا جانے لگا تو عورت کا عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی کسی غیر مرد سے اختلاط مذموم شمار ہونے لگا' بالآخر لوگوں نے

اس فحاشی سے اپنی عورتوں کو محفوظ رکھنے کے لیے بہت سے انسدادی طریقے اختیار کیے، جن سے وہ عملی کیفیت تو جاتی رہی، لیکن عقیدہ بدستور قائم رہا اور عورتیں مندروں میں جا کر فرضی رسمیں مواصلت کی ادا کرتی رہیں، مگر چونکہ پرانی عادتیں بہت مشکل سے چھوٹتی ہیں اور مردوں کو رنگ رلیوں کا چسکا پڑا ہوا تھا، اس لیے انہوں نے ضروری سمجھا کہ عورتوں کی ایک تعداد پرانے طریقے پر مقدس عصمت فروشی کرتی رہے۔ چنانچہ لڑکیاں وقتاً فوقتاً دیوتا دیوی کے نام سے منسوب کر کے مندروں پر چڑھائی جاتی رہیں، جو زندگی بھر یا کچھ عرصہ کے لیے فحاشی میں مصروف رہتی تھیں، اور چونکہ یہ عورتیں دیوتا دیوی کے نام سے منسوب ہوتی تھیں، اس لیے ان میں ایک قسم کا مذہبی رنگ پیدا ہوگیا۔ مختلف ممالک میں ان عورتوں کے مختلف نام ہوتے تھے۔ نویان میں ''ہائر وڈیول'' (Haerodules) کہلاتی تھیں۔ رومہ میں ان کا نام ''وستا کی کنواریاں'' (Vastal Virgin) تھا۔ بابل میں یہ ''کادشتو'' (Kadishto) کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔ جنوبی ہند میں یہ ''دوشیزگانِ مقدس'' دیو داسیاں اور مرلیاں کھلائیں اور عیسائی دنیا میں ''نن'' (Nun) ہوگئیں۔

اعلیٰ معیار کی پیشہ ور عورتیں

اعلیٰ طبقہ کی پیشہ ور عورت جسے انگریزی میں ''کورٹ زن'' (Courtesan) کہتے ہیں اور جو پبلک قحبہ خانوں سے کوئی تعلق نہیں رکھتی تھی، یورپ کے دور ارتقاء کی پیداوار ہے اور یہ سب سے پہلے پندرھویں صدی میں اطالیہ کے اندر نمودار ہوئی۔ لفظ ''کورٹ زن'' یا ''کورٹی جیانا'' کے معنی دراصل وہی ہیں، جو اس املاء سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ یعنی ''درباری عورت'' یا ''دربار کی محبوبہ'' اور یہ وہ عورتیں تھیں، جو شاہی حشم و خدم کے ساتھ رہتی تھیں۔ چنانچہ اسکندر بورجیا (Aliexander Borgia) کا پاپائی دربار بھی ان سے خالی نہ تھا۔ برچارڈ (Burchard) نے جو اس زمانہ کے دربار پاپائیت کا نہایت سچا مورخ ہے، اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے کہ:

''ماہ اکتوبر 1501ء میں پاپائے اعظم نے حکم دیا کہ دربار میں پچاس ایسی عورتیں لائی جائیں۔ چنانچہ حکم کی تکمیل کی گئی۔ عشاء کے بعد یہ عورتیں قیصر بورجیا (Caisar Borgia) اور اس کی بہن لقریزیہ (Lucrezia) کے سامنے پہلے تو پشوازیں پہن کر اہل دربار کے ساتھ خوب ناچیں بعد ازاں انہیں ننگا نچایا گیا۔ اس کے بعد شمعہائے کافوری کے جھاڑوں کی مختلف روشیں بنائی گئیں۔ شمعیں روشن کر دی گئیں اور فرش پر اخروٹ بکھیر کر ان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان بلوریں جھاڑوں کے درمیان جانوروں کی طرح چاروں ہاتھوں پاؤں سے چلیں اور اخروٹ چنیں۔ اس سلسلہ میں انعامات بھی تجویز

ہوئے اوران کو دیئے گئے' جن کی بے حیائی اہل بزم کو زیادہ پسند آئی۔"

لفظ "کورٹ زن" کے وجود میں آنے سے قبل ان کا نام عام طور سے (Sinners) تھا اور اطالوی زبان میں ان کو پیکاٹرس (Pecgatrice) کہا کرتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگ ان کو نہ صرف عام طور پر پسند کرتے تھے' بلکہ ان کو ایک قسم کی عزت و وقعت بھی حاصل تھی۔ بعد کو اطالیہ میں بھی اعلیٰ طبقہ کی پیشہ ور عورتوں کا نام "امپیریا" (Imperia) ہوگیا اور دربار پاپائیت میں جو کسبی سب سے پہلے طلب کی گئی' وہ لاطینی زبان کی فاضل ہونے کے علاوہ اطالوی زبان کی بھی ماہر تھی۔ یہ عورتیں فن موسیقی اور رقص میں بھی کمال حاصل کرتی تھیں۔ الغرض یورپ کے عہد ارتقاء کی پیشہ ور عورتیں قریب قریب ویسی ہی تھی' جیسی قدیم یونان کی "ہتارۂ"۔ ان کی فیس دو روپیہ سے لے کر پچاس روپیہ تک ہوتی تھی۔

یورپ کی بعض تاریخی پیشہ ور عورتیں

کوئی ملک ایسا نہیں' جہاں کسی بازاری عورت نے کوئی تاریخی خصوصیت نہ حاصل کی ہو' لیکن چونکہ اس طبقہ سے عوام کو ہمیشہ بے اعتنائی رہی ہے۔ اس لیے مورخین نے مختلف ممالک کی کسبیوں کے حالات کی طرف توجہ نہیں کی' لیکن یورپ کے بعض مورخین نے مغرب کی بعض ایسی عورتوں کے حالات لکھے ہیں۔ مثلاً:

> (طولیہ دی آراگونہ) یہ یورپ کے قرون وسطیٰ میں سب سے زیادہ ممتاز عورت تھی اور کہا جاتا ہے کہ مشہور عیسائی پادری کارڈینل ڈی آریگونہ کی لڑکی تھی۔ اس کی ماں بھی ایک کسبی تھی' جس کا تعلق کسی پادری سے ہوگیا تھا۔ لطف یہ ہے کہ خود کارڈینل بھی اگرچہ ہسپانیہ کے شاہی خاندان رکھتے تھے' مگر تھے کسبی کے پیٹ سے۔ یہ عورت اپنی اعلیٰ فلسفیانہ شاعری کی وجہ سے بہت مشہور ہوگئی تھی۔ اس کی ایک چہاردہ مصرعی نظم (Sonnet) بے حد مشہور ہے' جو اس نے ایک بست سالہ خوبصورت جوان کی محبت میں لکھی تھی۔ یہ عورت نہایت روشن خیال اور مہذب تھی۔ بالآخر اس نے متنفر ہو کر یہ پیشہ چھوڑ دیا۔ اس کی ہر شخص عزت و وقعت کرتا تھا۔ 1546ء میں فلورنیس کے حاکم نے فرمان جاری کیا کہ تمام کسبیاں چہرہ پر زرد نقاب ڈالا کریں یا ہاتھ میں زرد رومال رکھا کریں' جس سے ہر شخص پر ان کا پیشہ ظاہر ہو جائے۔ طولیہ نے اس کی شکایت نواب بیگم سے کی' جو ایک اعلیٰ سیرت کی ہسپانوی خاتون تھی۔ اس خاتون نے اپنے شوہر پر زور ڈال کر طولیہ کو اس ذلت انگیز حکم سے "بوجہ اعلیٰ فلسفیانہ شاعری" کے مستثنیٰ قرار دیا۔ اس کے بعد طولیہ نے اپنی نظمیں نواب بیگم کے نام سے منسوب کیں۔ طولیہ بہت خوبصورت تھی' اس کے سنہرے بال اور بڑی بڑی آنکھیں خاص طور پر

لوگوں کو بہت خوبصورت لگتی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں موہنی تھی' وہ جس طرف دیکھ لیتی تھی۔ لوگ مسحور ہو جاتے تھے اور ناممکن تھا کہ کوئی شخص اس کے سامنے آئے اور مرعوب نہ ہو جائے۔

(ورونیکا فرانکو) یورپ کی دور نہضت کی کسبیوں میں سب سے ممتاز ورونیکا فرانکو (Veronica Franco) تھی' جو 1546ء میں بمقام وینس پیدا ہوئی تھی۔ یہ متوسط طبقہ کی لڑکی تھی' جس کی شادی کمسنی میں ایک ڈاکٹر سے ہوگئی تھی۔ شاعری اور فنون لطیفہ کے لیے اس کا دماغ بہت موزوں تھا۔ متعدد زبانیں جانتی تھی' گاتی بھی نہایت اچھا تھی اور مختلف ساز نہایت عمدگی سے بجا سکتی تھی۔ وہ صرف کسبی ہی نہ تھی' بلکہ اپنے ناتجربہ کار چاہنے والوں کے حق میں ناصح مشفق بھی تھی۔ مثلاً ایک نوجوان لڑکا جو ہنوز طالب علم نہ تھا' اس پر عاشق ہوا۔ ورونیکا نے اس نوجوان کو نصیحت کی:

''آپ جانتے ہیں کہ جن لوگوں کو مجھ سے دعوائے محبت ہے اور جو یقیناً مجھے بھی بے حد پیارے ہیں' وہ نہایت سختی کے ساتھ اپنی تعلیم و تربیت میں مصروف رہتے ہیں' اگر مجھے اس قدر استطاعت حاصل ہوتی تو میں اپنا تمام وقت خاموشی کے ساتھ قابل لوگوں کی صحبت میں صرف کرتی۔''

ایک مرتبہ وہ ایک عیسائی پادری پر عاشق ہوئی اور فریفتگی کی حالت اس درجہ تک پہنچی کہ جب تک وہ پادری کو دیکھ نہ لیتی۔ اسے چین نہ پڑتا' ایک مرتبہ شاہ فرانس ہنری سوم کو بھی اس کی ملاقات کا شوق دامن گیر ہوا اور چلتے وقت وہ ورونیکا کی تصویر بھی لیتا گیا۔ وہ فنون لطیفہ کی بے حد حامی تھی' وہ جس سے دوستی کرتی تھی' ہمیشہ خلوص کے ساتھ کرتی تھی۔ وہ اس قدر شائستہ تھی کہ بعض اعلیٰ طبقہ کی شریف زادیاں بھی اس کی دوست بن گئی تھیں۔ 1580ء میں اس نے کلیسا میں اقرار کیا کہ اس کے پیٹ سے چھ بچے پیدا ہوئے تھے۔ اس نے 1591ء میں بعارضہ بخار وفات پائی۔

(نینون دی لنکلوس) نینون دی لنکلوس (Ninon Delenclos) بھی نہایت بلند ذوق کی عورت تھی۔ ظاہر ہے کہ کوئی فطرت اور اچھی عقل و فہم والی عورت قحبہ بننے سے خوش نہیں ہوسکتی' لیکن نینون اس کلیہ سے مستثنیٰ تھی۔ اس میں تمام اوصاف پسندیدہ موجود تھے' مگر وہ پھر بھی کسبی تھی۔ یہ عورت سترھویں صدی کی ابتداء میں پیدا ہوئی۔ ماں باپ دونوں طرف سے نجیب الطرفین تھی۔ یہ سولہ یا سترہ برس کی عمر تھی' جب اس کا پہلا چاہنے والا پیدا ہوا۔ اس کا نام گیسپار ڈدی کولگنی (Gaspard Decoligny) تھا۔ اس کے بعد نصف صدی تک اس کے چاہنے والوں کا سلسلہ لگاتار قائم رہا۔ بعض اوقات ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ چاہنے والے اس کے پاس موجود رہتے تھے' لیکن اس کا نباہ تین برس سے زیادہ کسی سے نہ ہوا۔ اس عورت کی صورت ایسی اچھی تھی کہ خاندان سیوزنہ (Seuignes) کی تین پشتیں اس کے چاہنے والوں میں گزریں' لیکن اس کا جمال اسی طرح قائم رہا۔ یہ عورت بہت بے غرض تھی اور عام کسبیوں کی طرح اسے زر و مال کی کوئی طمع نہیں تھی اس زمانے کے بڑے بڑے آدمی اس

کی عزت و آبرو کیا کرتے تھے۔ وہ بہت باوقار اور صاحب عظمت عورت تھی۔ جو رونق اور دلچسپی اس کے چھوٹے سے دربار میں رہتی تھی' وہ اس زمانہ کی شہزادیوں تک کو نصیب نہ تھی۔

جب دین عیسائی کا زور ہوا تو چونکہ جوشیلے عیسائیوں کو نفس کشی میں بے حد غلو تھا اس لیے لازمی طور پر قحبہ پن کے اثرات اخلاقی پر نہایت توجہ ہونے لگی' لیکن عوام کا رجحان طبع دیکھ کر یہ ناممکن پایا گیا کہ اخلاقی لحاظ سے کسبیوں کے خلاف فتویٰ صادر کیا جاسکے چنانچہ دو جماعتیں ہوگئیں' ایک وہ جو نفس کشی اور تجرد کے حامی تھے' دوسرے وہ جن کے شانوں پر دینی ذمہ داری کے علاوہ تدبر و سیاست کا بار گراں بھی پایا جاتا تھا اور یہ طبقہ فحاشی کے اخلاقی جواز کا بادل ناخواستہ قائل ہوگیا۔ اس کی بہترین مثال ہمیں مشہور و معروف عیسائی سان آگسٹین (Augustine) کی ہستی میں ملتی ہے جو پولس کے بعد تعمیر کلیسائیت کا سب سے بڑا ذمہ دار شخص تھا' اس نے اپنی ایک کتاب (جو 386ء کی تصنیف ہے) لکھا ہے کہ:

> ''جس طرح ایک جلاد خواہ اس کا پیشہ کتنا ہی قابل نفرت و حقارت ہو سوسائٹی کے لیے ناگزیر ہے۔ اسی طرح کسبیاں جن کا پیشہ خواہ کتنا ہی ذلیل و نفرت انگیز ہو نظام معاشرت کے لیے ضروری ہے۔ آج تم کسبیوں کو دور کردو تو کل ہی تمام دنیا شہوتِ نفسانی سے پر ہو جائے گی۔''

مشہور مفکر سان ایکویناس (Aquinas) کی بھی یہی رائے تھی' جو سان آگسٹین کی تھی۔ اس شخص کا قول تھا کہ ''اگرچہ بدکاری گناہ کبیرہ ہے' لیکن کسبیوں کا وجود اصلاح معاشرت کے لیے ناگزیر ہے۔'' لکوری (Liquari) جو زمانہ حال کا سب سے زیادہ بااثر عالم دینیات تھا' یہی رائے رکھتا تھا۔

الغرض بعض لوگ قحبہ پن کے خلاف تھے اور بعض اسے ''معصیت ناگزیر'' خیال کرتے تھے۔ ایک تیسرا طبقہ بھی تھا جس کا قول یہ تھا کہ بڑے بڑے شہروں میں اگر کسبیاں ہوں تو کچھ مضائقہ نہیں' لیکن صرف شہروں کے اندر۔

کسبیوں کے ساتھ تو خیر کلیسا بعض مراعات مدنظر رکھتا تھا' لیکن وہ مشاطہ عورتوں کا سخت مخالف تھا۔ چنانچہ الویرہ کی عیسائی مجلس نے فتویٰ دیا کہ اگر کوئی کسبی نکاح کر لے تو اسے بغیر کفارہ برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے' لیکن قرم ساقوں کو مرتے دم تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوسکتی۔

دنیا میں مقتدایان مذاہب کا شعار ہمیشہ یہی رہا کہ ان کی پبلک زندگی سے ان کی پرائیویٹ زندگی مختلف رہی ہے۔ چنانچہ کیتھولک پادریوں کا بھی یہی حال تھا' وہ فحاشی کے خلاف تو فتویٰ دیتے تھے' لیکن خود اس کے مرتکب ہوتے تھے' چنانچہ ''اصلاح مذہب'' (Reformation) کے ایک صدی بعد انگلستان میں ایک شخص برٹن (Burton) نے انگلستان میں پادریوں کے خلاف قلم اٹھایا اور انہیں خوب ذلیل کیا۔ اس کے ایک صدی بعد انگلستان میں برنارڈ مینڈیوائل (Bernard Mandeuall) نے کسبیوں کی حمایت میں پھر قلم اٹھایا' اور اس کے بعد سے تمام پروٹسٹنٹ ممالک میں قحبہ خانے کے ادارے قائم ہوگئے۔

ووڈس ہچنسن (Woods Hutchinson) نے کسبیوں کی نسبت لکھا ہے کہ:

''طبی اور اقتصادی نقطہ نظر سے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ہیئت اجتماعی کے لیے ان کی خدمات نہایت قابل قدر ہیں۔ یہ گویا ادارہ ازدواج کے حق میں ایک ''سیفٹی والو'' (Safety Valve) کا کام دیتی ہیں۔''

امرد پرستی

ابتدائے تاریخ سے اس وقت تک یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ دنیا کی ہر قوم میں اس کا شوق موجود رہا ہے اور اب بھی ہے۔ اگرچہ وقتاً فوقتاً بانیان مذہب اور مصلحین ملت اس فعل مذموم کو جرم قرار دیتے رہے۔ وادی فرات و دجلہ میں خط پیکانی (Cuniform) کے جو کتبے دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں شہنشاہ آشوریہ حمورابی کے آئین وقوانین بھی درج ہیں۔ ان کے مطالعہ کے کہ کسی وقت ملک آشوریہ میں بھی یہی شوق موجود تھا۔

ڈاکٹر ہون (Hohn) لکھتے ہیں کہ اہل البانیہ میں اس کا شوق بکثرت پایا جاتا ہے۔ لیکن البانوی عیسائی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھے بلکہ عیسائیوں میں تو یہ حالت تھی کہ پادری صاحب گرجا کے اندر اس رابطہ غیر فطری کو برکت دیتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل البانیہ اور قوم ڈورین دونوں ایک ہی نسل سے ہیں۔ یونان میں اگرچہ اس کا شوق پہلے سے موجود تھا لیکن جب ڈورین قوم نے یونان فتح کیا تو انہوں نے اس فعل مکروہ کو اپنی معاشرت میں باقاعدہ طور پر داخل کرلیا۔ یہ قوم یونان کی شمالی مغربی سمت یعنی البانیہ سے آئی تھی' اور یونان فتح کرتی ہوئی تمام گرد و نواح کے جزائر اور سواحل ایشیا کوچک پر پھیل گئی۔ ڈاکٹر بیتھے (Bethe) نے ڈورین قوم پر ایک گراں قدر کتاب تصنیف کی ہے' وہ لکھتے ہیں کہ:

''یہ قوم غیر فطری شادی کرنا جائز سمجھتی تھی اور اس کی ''شادیوں'' کے سلسلہ میں ''مذہبی رسوم'' بھی باقاعدہ ادا کی جاتی تھیں اور مقتدیانِ دین ''میاں بیوی'' کی طرح ان کو برکت دیتے تھے۔''

عہد نہضت میں جوں جوں علم و فضل کی ترقی ہوتی گئی' لوگوں میں اس مشغلہ کا شوق زیادہ پیدا ہوگیا۔ چنانچہ پولیزیانو (Polizianus) اور آرٹینو (Aritino) بھی شائق تھے اور یہی عیب پاپائے اعظم جولیس میں بھی پایا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اریوسطو شاعر و ادیب تک نے پاپائے موصوف پر حملے کیے تھے اور تاشو (Tasso) کی بھی انفعالی کیفیت بہت مشہور تھی۔

فرانس کا مشہور نقاش و مصور لیونارڈ ڈونسی (Leonard Davince) بھی اس مشغلہ کی وجہ سے بدنام تھا۔ 1474ء میں جب اس کی عمر 24 سال کی تھی تو اس پر فلورینس کی عدالت میں اس الزام پر مقدمہ چلا۔ اسی طرح وہ کئی بار ماخوذ ہوا اور قید کردیا گیا۔ تمام عمر اس کے گرد خوبصورت لڑکے جمع رہے اور عورت کی طرف کبھی ملتفت نہ ہوا۔

اسی طرح دور نہضت کا مشہور و معروف آرٹسٹ مائیکل اینجلو (Michael Angelo) بھی اس طرف بہت مائل تھا۔ اس کے خطوط اور نظمیں جذبات غیر فطری سے علو ہیں۔

مائیکل اینجلو کا ہمعصر مصور بزی (Bazzi) اس علت مذموم میں اس قدر مشہور تھا کہ لوگوں نے اس کا نام ہی سوڈوما (Sodoma) رکھ دیا۔

سلینی (Cellini) بھی اس کا شوقین تھا۔ یہ شخص اپنے زمانہ کا مشہور سنگ تراش اور بت ساز تھا' خلافِ وضع فطری کے جرم میں اس شخص کو سزا بھی ہوگئی تھی۔

ملک فلینڈرس کے مشہور و معروف سنگ تراش و مجسمہ ساز جیروم ڈوکیسری (Jerome Duquesory) کو اس قدر شوق تھا کہ اسی جرم میں قتل کیا گیا۔ اس کی آخری حرکت یہ تھی کہ شہر گھنٹ (Ghent) کے بڑے گرجا میں بھی وہ اس حرکت سے باز نہ آیا اور آخر کار گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔

تیرھویں صدی میں فرانس کے اندر یہ علت اس قدر وبا کی طرح پھیلی کہ پیرس کی کونسل نے 1212ء میں اور روئین کی کونسل 1214ء میں اس کی سزا قتل قرار دیا اور اس قدر غلو کیا گیا کہ اگر عورت کسی مرد کی طرف راغب ہوتی اور وہ مرد اس کی طرف توجہ نہ کرتا تو اسی مشغلہ کا عادی قرار دے کر سزا دیتے تھے۔

فرانس کے اندر چودھویں صدی میں بھی یہ علت بہت پھیلی اور بانکوں (Knights) کے طبقہ ٹمپلرس (Tamplars) میں خاص طور پر پائی جاتی تھی' جن کی نسبت خیال تھا کہ وہ اس علت مذموم کو ممالک مشرق سے لائے ہیں۔ علاوہ ازیں اطالوی ملکہ کیتھرائن دی میڈیسائی (Catherine Demedis) کا دربار اس قسم کے شوقینوں سے اس قدر معمور تھا کہ وہ دنیا بھر میں رسوا ہوگئی۔ بایں ہمہ مرتکبین جرم کو وقتاً فوقتاً سخت سزا دی جاتی تھیں۔ مثلاً 1586ء میں پیرس یونیورسٹی کے ریکٹر (Rector) دادون (Dadon) نے جب یہ مذموم حرکت کی تو بھانڈا پھوٹ گیا اور سزا یہ ملی کہ پھانسی پر لٹکا دیئے گئے اور لاش کو پھونک دیا گیا۔

اٹھارویں صدی کے فرانس میں بھی اس کا چرچا اس قدر پایا جاتا تھا کہ اس زمانہ میں مادام نے جو نوعمر بادشاہ کی طرف سے نائب السلطنت کے فرائض انجام دے رہی تھی' اس شوق مذموم کی اپنے خطوط میں بار بار شکایت کی۔ اس کا شوہر بھی اس قسم کا آدمی تھا۔ اس زمانہ میں چونکہ بدچلن لوگوں کو چھانٹ چھانٹ کر پیرس کے مشہور قید خانہ بیسٹل (Bastille) میں بھر دیا گیا تھا' اس لیے یہ مجلس اس قسم کی مذموم عادت کا مرکز بن گئی تھی۔ 1702ء میں بیسٹل کے اندر ایک نہایت جمیل اور متناسب الاعضاء نوجوان لیبل (Lebel) تھا۔ پہلے یہ لڑکا ادھر ادھر خدمت گاری کیا کرتا تھا' لیکن خود کو بہت شریف زدہ اور اونچے طبقہ کا ظاہر کرتا تھا۔ جب اس کی عمر دس سال کی ہوئی تو دوپلیسیں (Duplessis) نے اس کے اخلاق خراب کر دیئے' اس کے بعد یہ بڑے بڑے فوجی افسروں' نواب زادوں اور پادری صاحبان کے پاس رہا۔ جب تحقیقات ہوئی تو بہت سے آدمی جو اس سے ملوث تھے زندہ جلا دیئے گئے' بعض نے ذلت و

رسوائی سے بچنے کے لیے اپنا گلا خود کاٹ لیا' کچھ چھوڑ دیئے گئے اور کچھ قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔

جرمنی میں قدیم الایام سے یہ شوق چلا آتا ہے۔ امانیس مارسیلیس (Aamianus Marcellinus) نے لکھا تھا کہ:

> ''سلطنت روم کے آخری عہد میں بعض جرمن قبائل کے اندر یہ مذموم عادت پائی جاتی تھی۔ قرون وسطیٰ میں بھی یہ شوق موجود تھا' جرمن خاندان شہنشاہی کے بہت سے شہزادے آپس میں یہی تعلقات رکھتے تھے۔''

جرمنی کے مشہور تحقیقات ہوئی تو بہت سے آدمی جو اس سے ملوث تھے زندہ جلا دیئے گئے' بعض نے ذلت و رسوائی سے بچنے کے لیے اپنا گلا خود کاٹ لیا' کچھ چھوڑ دیئے گئے اور کچھ قید خانہ میں ڈال دیئے گئے۔

جرمنی کے مشہور شاعر ہنری فان کلسٹ (Henrich Von Klist) کو اس کا بہت شوق تھا۔ اس کا خاص محبوب ارنسٹ فان فیوبل (Ernst Von Firel) تھا' جو بعد میں پروشیا کا وزیر جنگ ہوگیا تھا۔ ان دونوں کے تعلقات کا اندازہ اس خط سے کیا جاسکتا ہے' جو کلیسٹ نے 1805ء میں 28 سال کی عمر میں لکھا تھا' لکھتا ہے کہ:

> ''تم نے میرے لیے یونانیوں کا دور قدیم پیدا کردیا ہے۔ میری روح تمہارا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جب تم تھون (Thun) کی جھیل میں تمہارے خوبصورت جسم کو تکا کرتا تھا...... آؤ میرے ساتھ انسپاخ (Anspaach) چلو اور عشق و محبت کے لطف اٹھاؤ...... میں کبھی شادی نہ کروں گا۔''

انیسویں صدی کی جرمنی کے اندر ہر طبقہ میں بعض نہایت مشہور لوگ اس ذوق کے پیدا ہوئے۔ چنانچہ ایک طرف ہم کو ایک اعلیٰ صاحب علم و فضل اور عالی دماغ شخص الگزینڈر فان ہمبولٹ (Alaxander Van Hamboldt) نظر آتا ہے اور دوسری طرف الیف۔ اے کرپ (F.A.Krupp) جیسے شخص کو دیکھتے ہیں' یہ وہی شخص ہے' جس نے بمقام ایشین (Easson) جرمنی کا مشہور کارخانہ آہن سازی قائم کیا تھا' اس شخص کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ''جزیرہ کیپری'' (Capri) کی تفریح گاہ میں خوب رنگ رلیاں منایا کرتا تھا۔ ہر وقت خوبصورت لڑکے اسے گھیرے رہتے تھے اور یہ ان پر پانی کی طرح روپیہ بہاتا تھا' بالآخر حد درجہ بدنام ہوگیا۔ مشہور جرمن اخبار وورداِرٹس (Vor Wiarts) نے کیپری کے متعلق کرپ کی زندگی کے حالات شائع کئے' جس پر خاندان کرپ نے برافروختہ ہوکر اخبار مذکور پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کردیا' لیکن فوراً ہی بعد کو کرپ نے خودکشی کرلی اور وہ مقدمہ اٹھالیا گیا۔

پادری جوزف لابڈیل (Lobdell) جس کا اصلی نام لیوسی تھا' عورت ہی تھی لیکن مردانہ لباس میں رہتی تھی۔ جوانی میں ایک مرد سے شادی کی۔ ایک بچہ بھی پیدا ہوا لیکن شوہر سے موافقت نہ

ہوئی اور وہ اسے چھوڑ کر بھاگ گیا۔ لیوسی نے مردانہ لباس اختیار کیا اور اپنا نام پادری لابڈیل رکھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کی قادر اندازتھی۔ رائفل سے بال باندھا نشانہ مارتی تھی۔ بسر اوقات کے لیے اس نے شکاری کا پیشہ اختیار کرلیا اور امریکہ کے اصل باشندوں میں لانگ ایڈی کی شکارعورت (Female Hunter of Longeddy) کے نام سے مشہور ہوئی۔فن شکار پر اس نے ایک کتاب بھی لکھی جو کافی مقبول ہوئی۔ اس اثنا میں وہ ایک نوجوان تعلیم یافتہ عورت پر فریفتہ ہوگئی۔ اس عورت کا خاوند بھی اسے چھوڑ کر بھاگ گیا تھا۔ دونوں نے شادی کرلی لیکن چند روز بعد بھانڈا پھوٹ گیا اور حکومت نے لیوسی کو بعلت آوارہ گردی قید کردیا۔ لیکن جب دوسری عورت نے عرضیاں دے دے کر حکومت کا ناک میں دم کردیا تو اس کو چھوڑ دیا گیا۔

ملک برازیل میں دریائے امیزان کے قریب کیسٹلناؤ (Castelnow) سیاح نے ایک عورت کے دروازے پر بہت بڑا بندر بندھا دیکھا۔ سیاح مذکور کو اس قدر پسند آیا کہ اس نے خرید لینا چاہا۔ چنانچہ اس کے متعلق سیاح نے ایک دوسری عورت سے جو وہاں موجود تھی' بہت بڑی رقم کے بالعوض سودا کرنا چاہا۔ یہ سن کر وہ عورت ہنسی اور کہا کہ:

''آپ کی کوشش فضول ہے کیونکہ یہ بندر اس عورت کا شوہر ہے۔''

علاوہ ازیں بعض لوگوں میں استلذاذ کی عجیب وغریب عادتیں پڑ جاتی ہیں مثلاً بعض کو یہ شوق ہوتا ہے کہ وہ جانوروں کی خوش فعلیوں اور مستیوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں حتیٰ کہ استمناء بالید پر مجبور ہو جاتے ہیں بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں جانوروں کا جسم چھیڑنے میں لطف آتا ہے۔ ہیولا ایلس نے اپنی کتاب ''اروٹک سمبلزم'' (Erotic Symbolism) میں اسی قسم کے چند واقعات لکھے ہیں۔ ایک واقعہ اس کو کسی پادری نے لکھ کر بھیجا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

''آئرلینڈ میں میرے والد کا مکان وہاں کے پادری کے مکان سے ملا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں میری عمر بیس سال کی تھی اور طبیعت پر ہر وقت مذہب کا رعب غالب تھا' پادری کی دو بیٹیاں تھیں اور دونوں لڑکیوں کی پرورش نہایت سخت مذہبی فضا میں ہوئی تھی' دونوں مکانوں کے اصطبل ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ لیکن درمیان میں ایک دروازہ تھا جس میں تختے جڑ دیئے گئے تھے۔ ایک رات مجھے باغبانی کا ایک اوزار لانے کے لیے اصطبل میں جانے کی ضرورت پڑی۔ میں نے پادری صاحب کے اصطبل کا دروازہ کھلا پایا اور درمیانی تختوں کی درز سے روشنی نظر آئی۔ میں حیران ہوا کہ اس وقت اصطبل میں کون شخص آیا ہے۔ لہٰذا میں نے جھانک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ پادری صاحب کی ایک صاحبزادی گھوڑی کے جسم کو چھو رہی ہے۔تھوڑی دیر بعد اس نے اپنی داہنی آستین چڑھائی اور کہنی تک اپنا ہاتھ آلودہ کرلیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس لڑکی کو اپنی اس عجیب و غریب حرکت سے بے حد لطف آرہا ہے اور فرط لذت سے بار بار اپنے ہونٹ

چباتی ہے۔لڑکی کا یہ واقعہ دیکھ کر مجھے بھی اس کا شوق پیدا ہوا۔ اور میں نے بھی بار بار یہ عمل کیا۔"

ڈاکٹر نیک (Naick) نے بھی (Psycheatrischeen Neurrologisch Bladen) نمبر2 مطبوعہ 1899ء میں ایسے ہی ایک شخص کا حال لکھا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر گلیرو (Guillereau) نے (Journal De Medicine Velernared De Zoo Jeahnie) ماہ جنوری 1899ء میں ایک لڑکے کا حال لکھا ہے جو یہی عمل گائیوں کے ساتھ کیا کرتا تھا۔

آبرے (Aubray) نے لکھا ہے کہ سر فلپ سڈنی کی بہن کاؤنٹس پمبروک نے لذت اندوزی کا عجیب طریقہ نکالا تھا۔ یہ عورت حد درجہ کی شہوت پرست تھی اور دریچہ میں بیٹھ کر گھوڑوں کی مستی کا تماشہ دیکھا کرتی تھی۔

اسی طرح برچارڈ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ پوپ الگو ینڈر ششم اور ان کی صاحبزادی لکریزیا (Lucrezia) دونوں اس قسم کے تماشے دیکھا کرتے تھے۔ بلروڈ اور مرسیر (Ballrud & Mercier) نے ایک مضمون بعنوان (Perversion De Instined Genisique) مجلہ "صحت عامہ" (Annalesdene Publique) ماہ جون 1903ء میں ایک نوجوان شخص کا حال لکھا ہے جو گورکن تھا۔ وہ اس بات کا عادی تھا کہ جوان لڑکیوں اور عورتوں کی لاش نکال کر ان سے اپنا منہ کالا کرتا۔

استلذاذ بالوحوش کا فعل دنیا کی مہذب سوسائٹی میں ہمیشہ حقیقت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ ہر زمانہ ہر قوم اور ہر ملک میں اس کے لیے سزا مقرر رہی ہے۔ بعض اوقات تو صرف سزائے جرمانہ دے کر مجرم چھوڑ دیا گیا اور بعض اوقات مجرم اور جانور دونوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ قرون وسطیٰ میں بھی یورپ کے اندر یہ شوق بکثرت پایا جاتا تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ پندرھویں اور سولہویں صدی کے عیسائی مبلغین اور واعظین اپنے خطاب میں ہمیشہ اس فعل مکروہ کی برائیوں پر زور دیتے تھے۔

برٹش میوزیم میں ایک قدیم یونانی گلدان موجود ہے جس پر ایک قدیم یونانی کسبی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ یہ عورت اپنے ہاتھ میں صبورہ لیے بیٹھی ہے۔ اسی قسم کا ایک دوسرا قدیمی گلدان ہے جو شہر پومپیائی کے کھنڈروں سے برآمد ہوا تھا۔ یہ گلدان شہر نیپلز کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔

یورپ کے اندر قرون وسطیٰ میں یہ شغل عام طور پر پایا جاتا تھا۔ کیونکہ پادری لوگ اس کے خلاف مسلسل وعظ کہا کرتے تھے۔ اور پندرھویں صدی میں تو صبورہ کا ذکر کھلم کھلا اور پوری تفصیل کے ساتھ ہونے لگا تھا۔ سولہویں صدی میں مشہور ناول نویس فورٹینی (Forteni) نے بھی اپنی کتاب (Nevelle Die Norizi) میں......"اس آلہ بلوریں" کا ذکر کیا ہے جس کا استعمال زنان کلیسہ کیا کرتی تھیں۔

انگلستان میں بھی بہ عہد ملکہ الزبتھ مصنوعی آلات سے کام لیا جاتا تھا' چنانچہ مارسٹن (Marsten) نے لکھا ہے کہ کس طرح لیوسیا (Lucea) اپنے شوہر کے نرم و گرم بستر پر ایک آلہ

بلوریں کو ترجیح دیتی تھی۔

اس مصنوعی آلہ کو ہندوستان میں صبورہ کہتے ہیں۔ قدیم یونانی عورتوں میں اس کا نام اولسبوس (Olisbus) تھا۔ لاطینی زبان میں اس کا نام فیلس (Phallus) یا پاشینم (Pascinum) ہے۔ فرانسیسی زبان میں اسے گادیمیشہ (Godemicha) کہتے ہیں اور جرمنی میں سمتھانسے (Samthanse) اطالوی زبان میں اس کا نام پاشاٹمپو اور ڈیلیو (Pashatempo & Dilletio) ہے۔ موخر الذکر سے انگریزی اصطلاح ڈلڈو (Dildo) نکلی ہے۔ مردوں کے لیے جو مصنوعی چیز بنائی جاتی ہے' اسے انگریزی اصطلاح میں مرکن (Merkin) کہتے ہیں۔

اٹھارویں صدی میں بقول دوہرین (Dahren) جرمنی کی امرا زادیوں میں اس کا خاص شوق پایا جاتا تھا' اور اسی زمانہ میں انگلستان کے اندر بھی ڈلڈو (Dildo) کا استعمال عام ہوگیا تھا۔ آرچمہولز (Archemholtz) کا بیان ہے کہ اگرچہ اس زمانہ میں پیرس کے اندر مصنوعی آلات کی فروخت مخفی طور پر ہوتی تھی لیکن لندن میں ایک عورت مسز فلپس اپنی دوکان میں جو بمقام چوک لیسٹر واقع تھی' ان کی تجارت کھلم کھلا بہت وسیع پیمانہ پر کی جاتی تھی۔ 1835ء میں جان بی (John Bee) نے لکھا ہے کہ انگریزی میں اس کا نام اوّل اوّل ''دلدول'' تھا۔

اٹھارویں صدی میں فرانس میں ایک بہت بڑی آبرو باختہ عورت مادام گوردن (Gourdan) تھی جو ان آلات کی وسیع پیمانہ پر تجارت کرتی تھی۔ ان دنوں فرانسیسی زبان میں اس کو ''کنسولیٹر'' (Consolateurs) یعنی ''تسکین دینے والا'' کہتے تھے۔ ہندوستان میں غالباً اسی فرانسیسی ''کنسولیٹر'' کا ترجمہ ''صبورہ'' کیا ہے۔ ڈاکٹر دوہرین (Duhren) نے اسی مادام گوردان کی نسبت تحریر کیا ہے کہ جب یہ عورت مرگئی تو خانقاہوں کی راہبہ عورتوں اور کلیسیہ کی کنواریوں کے بے شمار خطوط اس کے مکان سے برآمد ہوئے جن میں انہوں نے ''صبورے'' طلب کیے تھے۔

فحاشی اور اثرات عیسائیت

جس طرح آج کل کے یورپین بچے بلحاظ قومیت انگریز' فرانسیسی یا جرمن پیدا ہوتے ہیں اسی طرح قرون وسطیٰ میں زن و مرد رومن کیتھولک پیدا ہوتے تھے یعنی جس طرح آج کل کوئی ''دلدادہ فوضویت'' (Anarch st) اپنے سیاسی خیال کی وجہ سے خود کو حکومت کے ٹیکسوں سے مستثنیٰ نہیں سمجھ سکتا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی مذہبی پابندیوں سے نہیں بچ سکتے تھے خواہ ان کے دل میں مذہب کی کوئی وقعت ہو یا نہ ہو۔ عیسائی ممالک میں جو معدودے چند غیر عیسائی خصوصاً یہودی اور مسلمان رہتے تھے' انہیں کامل حقوقِ شہریت حاصل نہیں تھے۔ عموماً ان لوگوں سے اس وقت تک رواداری برتی جاتی تھی جب تک جذبہ حرص و آز یا مذہبی تعصب ان لوگوں کو قتل یا ملک سے خارج نہ کرا دیتا تھا۔

بایں ہمہ عہد نامۂ جدید (مجموعہ اناجیل) کے پڑھنے سے ہم کو اس بارے میں بہت ہی کم

معلومات حاصل ہوتی ہیں کہ قرون وسطیٰ کے عیسائی فی الحقیقت کس قسم کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر سینگر نے نہایت صحت کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ:

"تعلیم عیسائیت کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ اس میں پارسائی پر بہت زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ جو ارائین مسیح پارسائی کو ایک اخلاقی اور مذہبی فرض کہتے تھے اور جس جوش وخروش کے ساتھ وہ بت پرستی کے خلاف وعظ کہا کرتے تھے اسی طرح وہ فحاشی کی بھی برائیاں کیا کرتے تھے۔"

لیکن بایں ہمہ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی مذہبی جماعت قحبہ خانوں کی بھی سرپرستی کرتی تھی۔ حتیٰ کہ بعض بڑے بڑے مقدس ومتبرک مقامات میں بھی قحبہ خانے پائے جاتے تھے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اوّل اوّل عیسائیت پر "ایشینی" یہودیوں (Essenes) کی تعلیمات اور رسم و رواج کا بڑا اثر پڑا تھا۔ یہ جماعت اشتراکیت پسند تھی۔ سب لوگ مل جل کر رہتے تھے اور اپنی زندگی ہاتھ پاؤں کی محنت سے بسر کرتے تھے۔ جہاں تک ہوسکتا تھا یہ لوگ لذات نفسانی سے محترز رہتے تھے حتیٰ کہ اپنی بیویوں سے بھی صحبت نہ کرتے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ ان کی پارسائی سے ان پر اسرار آسمانی منکشف ہو جائیں گے اور اس طرح بہت جلد نزول مسیحا ظہور میں آئے گا۔ درحقیقت یہ لوگ اکثر سن رسیدہ اور معمر ہوتے تھے جن میں جذبات نفسانی کی طاقت زائل ہو چکی ہوتی تھی۔ لیکن یہودیوں کی عام تعلیم یہ تھی کہ شریعت موسوی کے مطابق شادی بیاہ کر کے نسل بڑھاؤ۔

اس شوق میں کہ یسوع مسیح کی آمد ثانی جلد از جلد ظہور میں آجائے۔ ابتدائے زمانہ کے عیسائیوں کے دل ترک ازدواج پر مائل ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ یسوع نے اپنے معتقدین کو تنبیہ کی تھی کہ "جب تک تمہارا زہد و اتقاء فقیہوں اور فریسیوں سے فائق نہ ہوگا تم ہرگز بہشت کی سلطنت میں داخل نہیں ہوسکو گے۔" یہ ایشینی (Essenes) یہودی بھی فریسیوں (Pharisus) کی ایک شاخ تھے جو تمام عقائد و رسوم کے نہایت سختی کے ساتھ پابند تھے۔ یسوع نے جو وعظ پہاڑی پر کہا تھا اس میں یہ بھی نظر آتا ہے کہ:

"تم نے سنا ہوگا کہ پرانے زمانے کے لوگوں کی طرف سے کہا گیا کہ تو زنا نہ کر لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جو شخص کسی عورت کی طرف بدنگاہ سے دیکھے گا وہ اپنے دل میں اس عورت سے زنا کر چکا۔"

بایں ہمہ عہد نامہ جدید (یعنی مجموعہ اناجیل) سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یسوع قوانین کی سختی کے خلاف تھے اور اس صورت میں وہ گویا "ایشینیوں" کے حلقہ سے باہر تھے۔ قرون وسطیٰ کے بعض ادارت کے لیے یسوع کی وہ تعلیم جس میں گنہگاروں کو مزید گناہ سے بچانے کے لیے ہدایت کی گئی ہے نہایت اہمیت رکھتی ہے:

"تم لوگوں کا کیا خیال ہے؟ اگر کسی شخص کے پاس سو بھیڑیں ہیں اور ان میں سے ایک کہیں بھٹک جائے تو کیا وہ بقیہ ننانوے بھیڑوں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں

نہیں جاتا اور وہاں گم شدہ بھیڑ کو تلاش نہیں کرتا اور اگر وہ بھیڑ اسے مل جاتی ہے
تو یقیناً میں تم سے کہتا ہوں کہ اسے اس بھیڑ کی اتنی خوشی ہوتی ہے کہ ان ننانوے
بھیڑوں کی نہیں ہوتی جو گم نہیں ہوئی تھیں۔"

ہر چند اوّل اوّل جو لوگ عیسائی ہوئے تھے ان میں اکثر اسی یہودی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے اور انہی لوگوں نے عیسائیت کی ابتدائی تاریخ کو نمایاں طور پر رہبانیت کے رنگ میں رنگا تھا تاہم یہ بات کہ یسوع انہیں ایشینی یہودیوں میں سے تھے یا نہیں' ایک بحث طلب مسئلہ ہے۔ بہرحال اس میں کلام نہیں کہ یسوع بدکاری اور فحاشی کے خلاف تھے اور وہ قحبہ خانوں کے قیام کو جائز نہیں سمجھتے تھے اور جس طرح قدیم زمانہ کے یہودی کسی فاحشہ کا نام سنتے ہی کانپ جاتے تھے اسی طرح یسوع لرزہ براندام ہو جاتے تھے۔

یسوع نے کبھی یہ تعلیم نہیں دی کہ خداوند کی خاطر لوگ اپنی بیویوں کو چھوڑ بیٹھیں' بلکہ وہ کہتے ہیں کہ:

"جو کوئی شخص اپنی بیوی کو حرام کاری کے سوا اور کسی وجہ سے چھوڑ دے اور کسی
دوسری عورت سے شادی کر لے تو وہ زنا کرتا ہے اور جو شخص اس چھوٹی ہوئی
عورت سے شادی کرے گا' وہ بھی زنا کرے گا۔"

یہ عبارت یقینی ذومعنی ہے کیونکہ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ کوئی مرد اپنی بیوی کو چھوڑ سکتا ہے مگر اس لیے نہیں کہ وہ دوسری عورت سے شادی کرے بلکہ بقیہ عمر مذہبی تجرد میں بسر کرنے کے لیے مگر اس قسم کا نتیجہ نکالنے کے لیے ہمارے پاس کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ یسوع نے یہودی متفکرین کی ایک جماعت کا یہ قول قبول کرلیا تھا کہ جب مرد و عورت باہم مل کر ایک جسم ہو جائیں تو انہیں ہرگز علیحدہ نہ کیا جائے تاکہ ان سے زنا نہ صادر ہو۔

پادریوں نے اپنی رہبانیت اور تجرد کے لیے حسب ذیل قول بھی نقل کیا ہے جو یسوع سے منسوب کیا جاتا ہے۔

"سب مرد اس قوم کو قبول نہیں کر سکتے سوائے ان کے جن سے یہ بات کہی جاتی
ہے کیونکہ دنیا میں بعض لوگ مخنث ہیں جو ماں کے پیٹ سے اسی طرح پیدا
ہوئے تھے اور بعض مخنث ایسے ہیں جنہیں لوگوں نے ایسا بنادیا ہے اور ایسے بھی
مخنث ہوں گے جنہوں نے بہشت کی بادشاہت کی خاطر خود کو خصی کرلیا ہے۔
اب جو اس قول کو مان سکتا ہے وہ مان لے۔"

چونکہ قرون وسطیٰ کے عیسائی پادریوں نے' بعض خاص صورتوں سے قطع نظر خود کو جسمانی طور پر کبھی خصی نہیں کیا تھا اس لیے یہ الفاظ ہمارے موضوع کے لیے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ رومن کیتھولک کلیسا نے ابتداء ہی سے یہ بات منظور کرلی تھی کہ کوئی مذہبی آدمی بیوی نہ کرے اور جائز بچے نہ جنوائے

لیکن اس حکم امتناعی کو صدیوں تک پس پشت ڈال دیا گیا تھا۔ اس ''پادریانہ پارسائی'' کا خیال اواخرِ قرونِ وسطیٰ میں بالکل فراموش ہوگیا تھا اور کبھی کبھی کسی جدید پیر یا ولی کی پیروی کے جوش میں ضرور اُبھر آتا تھا۔ لیکن جب کلیسائے رومن کیتھولک کی طرف سے اصلاحات مذہبی کا جواب دیا جائے گا تو اس خیال نے پھر اہمیت حاصل کرلی اور اس کا سلسلہ ابھی تک ان لوگوں میں جاری ہے۔

یسوع سے سوال کیا گیا کہ اگر عورت زنا کرتی ہوئی پکڑی جائے تو اس سے کیا سلوک کیا جائے تو یسوع نے جواب دیا کہ:

''وہ شخص جو تم میں معصوم ہے وہ سب سے پہلے اس عورت کو تھپڑ مارے۔''

یہ سنتے ہی تمام الزام لگانے والے وہاں سے باہر نکل گئے۔ ایک بھی باقی نہ رہا جو اس گنہگار عورت کے خلاف گواہی دے۔ کیا اس زمانہ میں سلطنت یہودیہ کی اصلی حالت یہی تھی؟ کیا ان کے تمام مرد و زن اخلاق کی خلاف ورزی کرنے کے مجرم تھے؟ یا وہ یہ خیال کرتے تھے کہ بڑے سے بڑا نیک و پارسا آدمی بھی کسی نہ کسی طرح گناہ سے ملوث ہو جاتا ہے؟ چونکہ یوحنا کا بیان بالکل روایتی معلوم ہوتا ہے اس لیے زیادہ قابل توجہ نہیں۔ تاہم قرون وسطیٰ کے نیک عیسائیوں کے نزدیک یہ تمام باتیں سچی اور تاریخی تھیں۔

پولوس کی تعلیم یسوع کی تعلیم سے بہت مختلف معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً وہ خیال کرتا تھا کہ تمام بنی نوع انسان ذلیل ہیں' اس نے تمام ''قوانین مروجہ کی تعمیل کرنے کی کوشش کی لیکن سب میں خامیاں پائیں۔ اسی باعث وہ آخر میں یہ خیال کرنے لگا کہ قانون شیطان کی بنائی ہوئی چیز ہے۔ وہ صرف ایمان پر زور دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ایمان نکوکاری سے بھی افضل ہے۔ وہ خیال کرتا تھا کہ اگر لوگ یسوع پر ایمان لے آئیں تو ان کی روح میں جدید زندگی پیدا ہو جائے گی اور اس طرح ان کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

پولوس کے نزدیک اگرچہ یہ تعلیم گناہ کے لیے فتویٰ جواز نہیں تھی لیکن بعد کو بہت سے عیسائی اس کے یہی معنی لینے لگے۔

عیسائیوں کے مذہبی اجتماعات میں عورتوں کا رجحان طبیعت کسی قدر یہ ہوتا تھا کہ وہ مردوں کے برابر درجہ حاصل کریں لیکن اس معاملہ میں پولوس کی رائے کچھ اور تھی وہ کہتا ہے:

> ''میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہر عورت کا سر مرد ہے اور ہر مرد کا سر مسیح ہے اور مسیح کا سر خدا ہے۔ جو مرد اپنے سر ڈھانک کر عبادت کرتا ہے وہ اپنے سر کو بے عزت اور ذلیل کرتا ہے اور ہر عورت جو اپنا سر ڈھکے بغیر عبادت کرتی ہے وہ اپنے سر کو ذلیل کرتی ہے۔''

پولوس نے مردوں کو یہ بھی سکھایا کہ وہ عورتوں کو ہاتھ نہ لگائیں اور بچے نہ پیدا کریں کیونکہ گوشت پوست کی تمام چیزیں جلد فنا ہو جائیں گی۔ صرف روحانی چیزیں باقی رہ جائیں گی۔ شادی بیاہ محض اس خیال سے جائز قرار دیا گیا تھا کہ فحاشی بند ہو جائے۔ چنانچہ پولوس کہتا ہے کہ:

''دوزخ میں جانے سے یہی بہتر ہے کہ انسان نکاح کر لے۔''

حالانکہ اس کی دلی خواہش یہی تھی کہ سب لوگ ناکتخدا اور پارسا بنے رہیں۔

عہد نامہ جدید درحقیقت مختلف مصنفین کی آراء کا مجموعہ ہے جو مطمع نظر اور تجربہ میں بہت کچھ فرق رکھتے تھے اسی لیے اس میں بہت سی عبارتیں ایسی ہیں جن کے کئی معنی ہو سکتے ہیں اور ہر قسم کی تعلیم کی تائید وحمایت میں بائبل کے اسناد مل جاتے ہیں چنانچہ پولوس کے ایک خط میں لکھا ہے کہ:

''میں نے تم کو ایک خط اس ہدایت کے ساتھ لکھا تھا کہ تم بدکاری کی صحبت میں نہ رہو۔ یہی نہیں کہ تم اس دنیا کے بدکاروں کے ساتھ نہ رہو۔ بلکہ بندگان حوص و آز بت پرستوں اور استحصال بالجبر کرنے والوں کی صحبت میں بھی نہ رہو۔ ورنہ تم کو اس دنیا سے نکل جانا ہوگا۔

مگر سینٹ اگسٹائیں کہتا ہے کہ:

''کسبیوں کے پیشہ کو نہ روکو ورنہ شہوت رانیاں تمام سوسائٹی کو تہہ و بالا کر دیں گی۔''

400ء میں کلیسیائے عیسائی کی ایک مجلس نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک عیسائی کے لیے یہ بات مناسب ہے کہ وہ کسی ایک عورت کے ساتھ رہے' خواہ وہ عورت اس کی بیوی ہو یا نہ ہو۔ آگسٹائین کا خیال یہ تھا کہ عیسائی گرجا میں کسبی کو نہ آنے دیا جائے تاوقتیکہ وہ اپنا پیشہ ترک نہ کر دے لیکن اس معاملہ میں قرون وسطیٰ کے بہت سے علمائے دینیات نے اس کا تتبع نہیں کیا۔ پھر بھی سولہویں صدی میں ٹرنٹ کی مجلس نے اسی قسم کا حکم دیا۔

پانچویں صدی میں ایلویرہ (Elvira) کی مجلس نے کسبیوں اور قرم ساقوں کو خارج از دین کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی اس مجلس نے یہ حکم بھی دیا کہ جو کسبیاں کسی عیسائی سے نکاح کر لیں انہیں عشاء ربانی میں شامل ہونے دیا جائے۔ اس کے بعد بہت سی مجلسوں نے ان کے وجود کی ضرورت کو تسلیم کیا۔ 1431ء میں بمقام باسلے ایک مقتداء دین عیسائی نے ایک مضمون پڑھا جس میں یہ حجت پیش کی کہ یہی ایک ایسا طریقہ ہے جس سے لوگوں کے اخلاق حسنہ قائم رہ سکتے ہیں۔ اس کے بعد کی صدی یعنی دور جدید کے آغاز میں میلان کی مجلس نے ان کو حکم دیا کہ وہ ایک خاص قسم کا لباس پہنا کریں جس پر سنہری یا روپہلی کلابتوں یا ریشم کی کوئی کشیدہ کاری نہ ہو۔ علاوہ ازیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ وہ ایک محلہ میں رہا کریں۔ گرجاؤں کے قریب بود و باش اختیار نہ کریں اور ہوٹلوں اور سراؤں میں بھی نہ آئیں۔

عیسائیوں میں بعض ایسے فرقے پائے جاتے تھے جن پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ مذہب کے نام سے سیہ کاریاں کرتے ہیں۔ چنانچہ نکولائی فرقہ کے عیسائی کہتے تھے کہ جو لوگ بخشش کے طلبگار ہوں ان کے لیے گناہ کرنا لازم ہے۔ پیروان آدم (Adamite) اور مریدان قابیل (Cainiles) کی طرح یہ بھی مذہبی اغراض کے لیے اشتراک فی النسواں کے قائل تھے' بہت سے فرقے اس امر پر اصرار کرتے

تھے کہ جب کسی مرد یا عورت کو عوام کے سامنے بپتسمہ دیا جائے یا جب کوئی مرد یا عورت عبادت میں مصروف ہو تو اسے لازم ہے کہ کپڑے اتار ڈالے۔ شرم و حیا کی بھینٹ چڑھانے کا عقیدہ جو بہت سے مشرقی مذاہب میں اس قدر اہم تھا وہ بھی وقتاً فوقتاً بندگانِ مسیح میں پیدا ہو جاتا تھا۔

جب یورپ میں دینِ مسیح پھیلا تو زمانہ بت پرستی کے بعض عیاش دیوتاؤں کو بھی فراموش نہیں کیا گیا اور ان میں سے بعض کو اولیاء اللہ بنا دیا گیا۔ چنانچہ جو دن ان کی پوجا کے لیے مقرر تھے، ان میں "لنگوں" کے جلوس نکالے جاتے تھے۔ سینٹ ویلنٹائن (St. Velentine) کو عشق و محبت کا سرپرست سمجھ کر اس کی پرستش کی جاتی تھی۔ قرونِ وسطیٰ میں تمام یورپ کے اندر پریاپس (Priapus) دیوتا کے بت موجود تھے جس کا حال اس سے قبل کسی جگہ لکھا جا چکا ہے۔ ان تقریبوں میں نہایت فحش ناچ گانے "مقدس کنواری" (مریم صدیقہ) کے نام سے ہوتے رہتے تھے۔ بعض عیسائی قومیں ایسی بھی تھیں جن میں ایامِ بت پرستی کے دیوتاؤں کی ان کے اصلی ناموں کے ساتھ پوجا کی جاتی تھی چنانچہ وینس، "بن دیویاں" نہ صرف عیسائی شعراء کی نظموں بلکہ عوام کے خیالات میں بھی بدستور موجود تھیں۔

قرونِ وسطیٰ کی کسبیاں عام طور پر "مریم کنواری" کی پرستش کر کے دعا مانگا کرتی تھیں کہ رات کو ان کی خوب کمائی ہو۔ یہ اس غرض کے لیے مذہبی تعویذ گنڈے بھی استعمال کرتی تھیں۔

قرونِ وسطیٰ میں اس امر کی بھی کوشش کی گئی کہ ان عورتوں سے توبہ کرائی جائے، چنانچہ تیرہویں صدی میں ایک جماعت ان کی جرمنی میں ایسی قائم ہوگئی تھی اور اس کا نام "تائبات سینٹ مریم میگڈیلینی" تھا۔ اس طبقہ کی بے شمار "خواہروں" کے لیے تمام جرمن ریاستوں میں بہت سی "زنانہ خانقاہیں" تعمیر کی گئی تھیں جن کا خرچ کچھ ان عورتوں کی بھیک سے اور کچھ مختلف اسقفوں کے عطیات سے چلتا تھا۔

ان توبہ خانوں میں کام کرنے پر بہت زور دیا جاتا تھا اور اس بات کا بھی خیال رکھا جاتا تھا کہ ان "بہنوں" کی طبیعت لذاتِ نفسانی کی طرف مائل نہ ہو۔ جہاں ایک مرتبہ کوئی کسبی تائب ہو کر داخل خانقاہ ہو جاتی تھی تو پھر اسے بعد اختتام سال یا بعد مدت مقررہ ابتدائی خانقاہ سے باہر نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ کچھ دنوں بعد اس طبقہ میں دوشیزہ لڑکیاں اور دیگر عورتیں بھی جنہوں نے یہ پیشہ کبھی نہیں کیا تھا داخل کی جانے لگیں اور ان عورتوں کو بجائے "تائبات یا خواہرانِ میگڈیلینی" کے "سفید بہنیں" کہنے لگے۔

تیرہویں صدی میں ملک فرانس میں بھی "بنات اللہ (Daughters of God)" کا ایک طبقہ قائم کیا گیا۔ اس کے اغراض و مقاصد بھی یہی تھے کہ کسبیوں کو مذہبی زندگی میں لایا جائے۔ تمام یورپ میں جگہ جگہ ایسے راہبہ خانے تعمیر ہو گئے تھے جن میں وہ گنہگار عورتیں داخل ہوتی تھیں جو تارک الدنیا ہونا چاہتی تھیں۔

بہت سی کسبیاں ایسی پناہ گاہوں یا مکانوں میں داخل ہو جاتی تھیں جو خصوصیت کے ساتھ مذہبی نوعیت نہیں رکھتے تھے۔ ان مکانوں میں قدرتاً ایسی عورتیں آ کر داخل ہوتی تھیں جن کے لیے سن

رسیدگی کے باعث کام چلانا مشکل ہو جاتا تھا۔ میکڈیلینی خانوں کا خرچ وہ عیسائی اٹھاتے تھے جو خود کو یسوع مسیح کے اسوۂ حسنہ کا پابند سمجھتے تھے۔ بعض اوقات مذہبی جوش میں مبتلا ہو کر ان گھروں میں کسبیاں بھی داخل ہو جاتی تھیں۔ لیکن جب وہ اس زندگی کی یکسانیت سے گھبرا جاتی تھیں تو پھر باہر نکل کر اپنا پیشہ اختیار کر لیتی تھیں۔ ان باتوں کی وجہ سے بعض ادارے ایسی کسبیوں کو اپنے ہاں جگہ نہیں دیتے تھے جو پہلے داخل ہو کر نکل گئی تھیں۔ بہت سی عورتیں ایسی بھی پھرتی تھیں جو یہ کہہ کر بھیک مانگتی تھیں کہ وہ اپنی گناہ گارانہ زندگی ترک کر دینا چاہتی ہیں۔ اسی کے ساتھ فحاشی سے بھی اپنی آمدنی میں اضافہ کر لیتی تھیں۔

قحبہ خانوں کے سب سے اچھے سرپرست عموماً پادری اور راہب خیال کیے جاتے تھے۔ قرون وسطیٰ کے یورپ میں شہروں اور قصبوں کے اندر ان لوگوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور غالباً ان میں بہت کم ایسے تھے جو حقیقی طور پر راہبانہ زندگی بسر کرنے پر مائل تھے چونکہ یہ لوگ جائز طور پر شادی کر کے اپنی خواہشات نفسانی کو پورا نہیں کر سکتے تھے' اس لیے یا تو وہ گھر میں کوئی عورت ڈال دیتے تھے یا فحاشی کرتے تھے۔ بہت سے مقامات میں ایسے قانون رائج تھے جن کی بناء پر کوئی مذہبی آدمی قحبہ خانوں میں داخل نہ ہوسکتا تھا۔ لیکن یہ لوگ بجائے وہاں جانے کے خود وہاں کی عورتوں کو اپنے پاس بلا لیتے تھے۔

گناہوں سے نجات پانے کے لیے سب سے پہلے اس بات کی ضرورت سمجھی جاتی تھی کہ گنہگار اپنے بدن پر کوڑے کھائے۔ اس رسم سے پادری صاحبان کو کافی موقع مطلب براری کا مل جاتا تھا۔ جو پادری اقرار معصیت سنتا تھا وہ اس بات پر ہمیشہ زور دیتا تھا کہ خفیف سے خفیف گناہ کے لیے بھی جسم پر تازیانے کھائے جائیں۔ عورتوں کا جسم چونکہ نازک ہوتا ہے اس لیے چھی عموماً ٹانگوں پر کمر کے پر گوشت حصہ پر لگائی جاتی تھی اور چونکہ سزائے تازیانہ سے گنہگار کی تذلیل مقصود ہوتی تھی اس لیے بعض اوقات جسم سے کپڑا دُور کرنا بھی ضروری سمجھا جاتا تھا۔

خانقاہوں اور راہبہ خانوں میں راہبوں اور ''کنواریوں'' پر نہ صرف بدکاری کی وجہ سے کوڑے پڑتے تھے بلکہ محض ''جلال ربانی'' ظاہر کرنے کے لیے بھی کوڑے برساتے تھے۔ گیارہویں صدی میں ایک راہب ڈامیانی (Damiani) نے تازیانہ زنی کے لیے جسموں پر کوڑے مارتے ہوئے بصورت جلوس نکلتے تھے۔ تیرہویں اور چودھویں صدی میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی مصیبت مثلاً قحط یا وبا نازل ہوتی تھی تو ہزاروں آدمی ان مظاہروں میں شریک ہو جاتے تھے اور بڑی بیدردی سے ایک دوسرے پر کوڑے برساتے تھے۔ یہ لوگ کوڑے کھاتے کھاتے کچھ ایسے مشاق ہو جاتے تھے کہ وہ اپنے جسموں پر ہر قسم کی سزا برداشت کر لیا کرتے تھے اور جب ان لوگوں کا مذہبی جوش بھڑک اٹھتا تھا تو وہ یہودیوں اور مفروضہ ملحدوں کو مار ڈالتے تھے۔

اسی سلسلہ میں فرقہ مریمیہ بھی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ قرون وسطیٰ کے بہت سے متفکرین ایسے گزرے ہیں جو عورتوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ وہ پولوس کے ہمخیال تھے کہ عورت مرد سے کم درجہ

پر ہے اور اس کی یہ دلیل پیش کرتے تھے کہ ابتدائی گناہ کی ذمہ دار حوا تھیں۔ اس وقت عورتوں کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک ملکوتی اور دوسری شیطانی' یعنی عورتیں یا تو شیطان کا آلہ کار ہیں یا مریم کی کنیزیں ہیں۔ کسبیاں قسم اوّل میں اور راہبہ عورتیں قسم دوم سے تعلق رکھتی تھیں۔ جو عورت کسی کی معشوقہ ہوتی تھی وہ تو گویا کنیز مریم تھی مگر گھر کی غریب بیوی بے چاری شیطانی قوتوں کی مالک ٹھہرائی جاتی تھی۔ الغرض ان خیالات میں خوب مضحکہ انگیز ترقی ہوئی۔ عام خیال یہ تھا کہ عشق و محبت ایک روحانی اور آسمانی جذبہ ہے اور نکاح ایک مقدس معاہدہ ہے۔ لہٰذا اس کا تعلق کسی ناپاک شہوتِ نفسانی یا کسی ایسے جذبہ سے نہ ہونا چاہیے جس کی بنیاد خواہشاتِ جسمانی پر ہو۔

بہت سے شعراء کا خیال یہ تھا کہ عورت کو اگر کوئی چاہے تو فقط دور سے چاہے۔ لہٰذا کسی دوسرے مرد کی بیوی پر عاشق ہونا اور عاجزانہ طور پر اس کی خدمت کرنا مناسب اور اچھا سمجھا جاتا تھا۔ جرمنی اور فرانس کے شعراء اس بات کی تصویر نہایت نفاست اور عمدگی سے کھینچتے تھے کہ کوئی بھلا آدمی کسی حسینہ کے سامنے دست بستہ دو زانو بیٹھا ہے۔ اس کی محبت قطعی بے لوث ہے اور وہ اس مہ جبیں کی ہر خدمت غلاموں کی طرح بجا لاتا ہے لیکن درحقیقت یہ سب کچھ ایک کھیل تھا اور اصل مقصد یہ تھا کہ عورت کا شوہر جب تک کوئی ناشائستہ حرکت نہ دیکھے اس وقت تک اس قسم کی عشق بازی پر معترض نہ ہو۔ بظاہر اس طریقہ پر عورت کی پرستاری قطعی بے لوث اور صحیح سمجھی جاتی تھی لیکن رفتہ رفتہ یہی "عشق بازی" طبقہ امراء میں زنا کاری بن گئی۔

ہر چند یہ "عشق بازی" بڑے لوگوں کا کھیل تھا۔ لیکن اس کا اثر طبقہ اوسط اور کسانوں پر بھی ہوا۔ یعنی مرد اپنی عورتوں کو بہ خیال ادب آموزی زد و کوب کرتے تھے اور پھر خود ہی "مقدس کنواری" یا وینس (عشق و محبت کی دیوی) کے نام سے اپنی معشوقہ دلنواز کے ہاتھوں جوتیاں کھاتے تھے۔ قرونِ وسطیٰ میں رفتہ رفتہ یہ خاص فن بن گیا تھا اور تکلیف و تذلیل ہمیشہ تازیانہ ہی کے ذریعہ سے نہ ہوتی تھی بلکہ اظہارِ عشق و محبت کا ایک معمولی طریقہ یہ بھی تھا کہ مرد اپنی محبوبہ کا ایک پھٹا ہوا کثیف کرتہ خود پہن لیتا تھا۔

قرونِ وسطیٰ کی سحر و ساحری میں بھی مختلف قسم کے جنسی یا شہوانی عناصر شامل تھے۔ اوّل ہر وہ عورت جسے دیکھ کر جذباتِ نفسانی مشتعل ہو جاتے تھے' اس میں شیطانی قوتیں سمجھی جاتی تھیں۔ عام خیال یہ تھا کہ انسان کا جسم ناپاک اور اس کی روح پاک ہے۔ لہٰذا جس عورت کو دیکھ کر شہوت بھڑکے وہ ضرور بالضرور شیطان کا آلہ کار ہے۔ جب کوئی مقدس راہب کسی عورت کو دیکھ لیتا تھا تو فوراً بھاگ جاتا تھا تاکہ شیطان کے مکر و فریب میں نہ پھنس جائے۔ اس زمانہ میں بھی یونان کے ایک جزیرہ میں راہبوں کا ایک صومعہ ہے جہاں عورت کو اندر جانے نہیں دیا جاتا اور کچھ دن پیشتر تو یہ حالت تھی کہ بلیاں اور دوسرے مادہ جانور اس جزیرہ سے باہر نکال دیئے جاتے تھے۔

قرونِ وسطیٰ میں جن سحر پیشہ لوگوں پر مقدمات چلا کر انہیں زندہ جلا دیا گیا تھا' ان میں مرد

جادوگر بہت کم تھے۔ ایسی بڑھیا عورتوں سے جو مکروہ صورت ہوں لوگ بہت ڈرتے تھے۔ کیونکہ ان کی نسبت یہ خیال تھا کہ وہ دور ہی سے لوگوں کو زہر دے دیتی ہیں' چھری مار دیتی ہیں اور لوگوں پر موہنی کرکے انہیں دام محبت میں گرفتار کر لیتی ہیں۔ ایسی عورتیں سوسائٹی کے اس طرز عمل سے واقعی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھنے لگتی تھیں اور رات کو جنگلوں میں جمع ہو کر جلسہ کرتیں اور مختلف قسم کی خلاف وضع فطری حرکتیں کرتیں۔ اس زمانہ میں بہت سی عورتوں کو جادوگرنی سمجھ کر جو قطعی بے ضرر تھیں زندہ جلا دیا گیا۔

اگرچہ یہ بتانا دشوار ہے کہ سحر و ساحری اور حرام کاری میں اصلی تعلق کیا تھا۔ لیکن جو کچھ بھی تعلق ہوگا وہ نہایت اہم ہوگا۔ ڈاکٹر سینجر کا خیال ہے کہ پادری اور راہب اکثر ہفتہ میں ایک دن ناشائستہ حرکات کے لیے وقف کر دیتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ ان محافل میں جا کر کسبیاں بھی شہوت رانی کے مختلف طریقے سیکھتی تھیں اور دوسروں کو سکھاتی تھیں۔ قرون وسطیٰ کے اندر دیویوں اور عفریتوں کا جو عقیدہ تھا بسا اوقات اس سے بھی خوب مقصد براری ہوتی تھی۔ لوگوں کا عقیدہ تھا کہ رات کے وقت لوگوں کے گھروں میں عفریت آتے ہیں اور اکثر دوشیزہ لڑکیوں سے ملتفت ہو کر انہیں حاملہ کر دیتے۔ درآنحالیکہ یہ عفریت انسانوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہو سکتے تھے۔

اصلاحاتِ فرقہ پروٹسٹنٹ

جب 1511ء میں مارٹن لوتھر شہر رومہ گیا تو وہ پکا رومن کیتھولک تھا' لیکن جو کچھ اس نے وہاں دیکھا اسی نے اس کو پروٹسٹنٹ بنا دیا۔ اس زمانہ میں دو باتیں خاص طور پر دنیا میں مشہور تھیں ایک تو یہ کہ بڑے بڑے مذہبی عہدے فروخت کیے جاتے ہیں' دوسرے جو لوگ پاپائے اعظم کے عزیز یا رشتہ دار ہوتے ہیں ان کا خاص لحاظ کیا جاتا ہے لیکن ان سب باتوں سے زیادہ جس چیز نے اس کی طبیعت پر اثر کیا وہ یہ تھی کہ پاپائے اعظم کے مقدس دربار میں حد درجہ فحاشی ہوتی تھی۔ اس وقت شہر رومہ کسبیوں سے اور عہدیداران کلیساء کی آشناؤں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا اور مذہبی جوش و خروش قطعی مفقود تھا۔ اس نوجوان پادری نے دفعتاً کوئی جدید مسلک جاری نہیں کیا بلکہ سب سے پہلے اس نے وہ اسباب پیش کیے جن کی بنا پر وہ کلیسا سے باغی ہوا تھا۔ اس نے 1517ء تک جبکہ ٹزیل (Tetzel) (ایک اعلیٰ عہدیدار کلیسا) نے پادریوں کے حقوق فروخت کرنے شروع کیے' اپنا یہ عقیدہ علی الاعلان ظاہر نہیں کیا کہ "نجات صرف دین سے حاصل ہو سکتی ہے۔" اس کے دو سال بعد اس مصلح نے اعلان کر دیا کہ پاپائے اعظم اور اس کی کونسل معصوم نہیں ہیں۔ 1525ء میں (اور یہی بات ہمارے لیے خاص اہمیت رکھتی ہے) لوتھر نے کیتھرنیا فان بورا سے نکاح کر لیا جو راہبہ تھی اور لوتھر کی طرح ہمیشہ پارسا رہنے کا عہد و پیمان کر چکی تھی۔

وہ کہتا تھا کہ جس طرح کھانا پینا اور سونا فطری باتیں ہیں اسی طرح عورت اور مرد کا ملنا بھی حسب تقاضائے فطرت ہے۔ ایک روز اس نے بیان کیا کہ:

"اصولِ ازدواج تمام مخلوقات میں موجود ہے حتیٰ کہ جانور تو درکنار پھول تک نر و

مادہ سے خالی نہیں ہیں۔"

لٰہذا پادریوں کا تجرد سخت لغو بات ہے۔

لُوتھر کا عقیدہ تھا کہ مرد عورتوں سے افضل ہیں۔ وہ نہایت شد و مد کے ساتھ کہتا تھا کہ عورت کو لازم ہے کہ اپنے شوہر کی مرضی کے تابع رہے۔ ریاست ہسی (Hesse) کے بادشاہ فلپ کا قول یہ تھا کہ طلاق دے کر عورتیں چھوڑنے سے یہ بہتر ہے کہ مرد کثرت سے عورتیں رکھے۔ جو شادی شدہ عورتیں لاولد رہتی تھیں وہ ان کو یہ صلاح دیا کرتا تھا کہ وہ بچہ جننے کے لیے خفیہ طور پر کوئی دوسرا خاوند رکھ لیں۔ لُوتھر کا عقیدہ یہ تھا کہ جب تک عورت کے اولاد نہ ہو وہ مکمل نہیں ہوتی۔ قرون وسطیٰ کے اس عقیدہ کی لُوتھر سخت مخالفت کرتا تھا کہ عورتیں قابل نفرت ہیں اور ناپاک اور گنہگار ہیں۔ مگر اسے اس خیال سے ہرگز اتفاق نہ تھا کہ فحاشی ایک ناگزیر معصیت ہے۔ وہ اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر خوب جانتا تھا کہ ایک جوان آدمی بالطبع خواہ کتنا ہی شہوت پرست کیوں نہ ہو' لیکن وہ اگر چاہے تو مجرد رہ سکتا ہے۔ اسی لیے وہ قحبہ خانوں کے خلاف کھلم کھلا وعظ کہا کرتا تھا۔ 1562ء میں جب بلدیہ نورمبرگ کے ارباب حل و عقد نے شہر کا قحبہ خانہ بند کیا تو انہوں نے ایک وجہ یہ بتائی کہ اس کے سبب سے آتشک پھیلتی ہے اور یہ دوسری وجہ یہ ظاہر کی کی بعض پروٹسٹنٹ پادریوں کے وعظ و نصیحت نے انہیں ایسا کرنے پر مائل کیا۔ اسی طرح جب قحبہ خانہ بند کردیا گیا اور فرینکفرٹ اور دیگر بلاد میں بھی اس کا تتبع کیا گیا' مگر یہ امتناعی احکام زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکے۔

لُوتھر راہبوں اور ننوں کو نصیحت کرتا تھا کہ وہ نکاح کرلیں جس کا سبب یہ تھا کہ تجرد کی زندگی میں وہ بہت زیادہ گناہ کے مرتکب ہوتے تھے ورنہ یوں تو اس کے نزدیک میاں بیوی کے تعلقات بھی ناجائز تھے اگر ان میں لذت نفسانی شامل ہو جائے۔

پروٹسٹنٹ فرقہ کی بعض ناپسند جماعتیں جو لُوتھر کے زمانہ میں پیدا ہوگئی تھیں' وہ بلا قید نکاح عورتوں سے جنسی تعلقات رکھتے تھے۔ ان کے نزدیک ان کا معیار اخلاق کیتھولک پیروان لُوتھر زیادہ بلند تھا۔ وہ کہتے تھے کہ انفرادی حیثیت سے کسی قسم کی ملکیت یا جائیداد رکھنا فرمانِ یسوع کے قطعی خلاف ہے۔ فرقہ موراویہ (Moravians) میں جنہیں "ایوانِ متحد" (United Brothers) بھی کہتے تھے عام رواج تھا کہ عورت مرد کا جوڑا قرعہ اندازی سے ملاتے تھے کیونکہ ان کے یہاں یہ تعلیم تھی کہ انسان کو ہرگز حصولِ انفرادیت کی کوشش نہ کرنا چاہیے۔

لُوتھر کے علاوہ ایک اور شخص کالوین فرانس میں پیدا ہوا۔ اوّل اوّل اسے مذہبی تعلیم دلائی گئی تھی لیکن بعد کو اس کے والد نے اس پر زور دیا کہ وہ پیشہ وکالت اختیار کرے۔ چونکہ اس زمانہ میں اہل کلیسا سخت بدچلن تھے اس لیے کالوین اکیس سال کی عمر میں پیشہ وکالت ترک کرکے اصلاحِ کلیسا کی طرف متوجہ ہوگیا۔ مگر جب اہل کلیسا نے اسے بہت پریشان کیا تو وہ ترک وطن پر مجبور ہوگیا۔ مگر جنیوا پہنچ کر اس کا اثر اور زیادہ بڑھ گیا اور سیاسی سردار بھی بن گیا۔ کالوین ایک زاہد خشک آدمی تھا۔ اس کا سب

سے پہلے خیال یہ تھا کہ فحاشی کا استیصال کیا جائے۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کی' بلکہ اس نے تھیٹر بند کرا دیئے۔ بہت سے تہوار موقوف کر دیئے اور ہر قسم کے جشن شادمانی کے خلاف فتویٰ دے دیا۔ جان ناکس (Knox) نے جو کالوین ہی جیسا خشک مزاج آدمی تھا' کالونیٹ کی تبلیغ اسکاٹ لینڈ میں کی جہاں اس کا نام (Presby terianism) ہوا۔

لیکن یہ ناممکن تھا کہ کالوین اور ناکس جیسی طبیعت ان کے تمام مریدوں کی بھی ہوتی۔ چنانچہ اکثر ایسا ہوا کہ جب لوگوں کی رنگ رلیاں بند کردی گئیں تو ملک میں دیگر قسم کے افعالِ شنعیہ کی وباء پھیل گئی اور فحاشی خفیہ طور پر ہونے لگی۔

دورِ احیاءِ علوم وفنون

قرون وسطیٰ کے فنون لطیفہ کا تعلق تمام تر کلیسا ہی سے تھا۔ بڑے بڑے گرجا' مقدس تصویریں' پادریوں کے مجسمے وغیرہ سب مشہور و معروف مصوروں اور ماہرین فنون لطیفہ ہی کے رہین منت تھے۔ عریاں تصاویر اور بتوں کا تعلق بھی زیادہ تر کلیسا ہی سے تھا۔

اس دور کا آغاز اطالیہ سے ہوا اور تمام یورپ میں پھیل گیا۔ سولہویں صدی میں جو انگریز سیاح اطالیہ سے اپنے وطن کو واپس آتا تھا تو جدید تہذیب سے پوری طرح آراستہ ہوکر آتا تھا' اسے لاطینی و یونانی ادبیات کا شوق ہوتا تھا' اسے فلورینس' رومہ اور وینس کی تصاویر' بت تراشی اور فن شعر میں درک ہوتا تھا۔ علم مجلس میں بھی طاق ہوتا تھا اور اپنے احبا میں اطالوی عیش پسند امراء کی رنگ رلیوں کے حالات بیان کرتا تھا' اس وقت اطالیہ کی آزادی و خوش عیشی کا یہ عالم تھا کہ دستر خوان پر جو ظروف نقرئی رکھے جاتے تھے ان پر بھی عریاں و فحش تصویریں ہوتی تھیں۔

توریت اور اخلاقِ جنسی

موجودہ عیسوی اخلاق توریت کے بیان کیے ہوئے اخلاق پر قائم ہیں جن میں انجیل کے بیانات اور دیگر تعبیرات و تفسیرات کے مطابق کچھ حذف و اضافہ کرلیا گیا ہے۔ توریت میں اخلاق جنسی کی ابتداء اس اصول کی بناء پر ہوتی ہے کہ مرد عورت کے درمیان تعلق جنسی افزائش نسل کے خیال سے ہونا چاہیے۔ چنانچہ توریت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سے زائد بیویاں کرنے کا رواج اس وقت قائم تھا اور لامخ کا دو بیویاں رکھنا توریت سے ثابت ہے لیکن اسقف اعظم کو صرف ایک بیوی رکھنے کی اجازت تھی۔ بعد کو بادشاہوں کے لیے بھی یہی حکم نافذ کیا گیا بلکہ سونے اور چاندی کی چیزیں بھی ممنوع الاستعمال قرار دی گئیں۔ لیکن بادشاہوں نے نہ اُس کی پرواہ کی نہ اس کی۔ چنانچہ داوٗدؑ کا متعدد بیویاں رکھنا اور سلیمانؑ کا تین سو کنیزیں رکھنا توریت سے ثابت ہے۔ قریب رشتہ کی عورتوں سے تعلق زناشوئی قائم کرنا بھی توریت سے ظاہر ہوتا ہے اور ابراہیمؑ کا اپنی سوتیلی بہن سارہ سے نکاح کرنا اس میں مذکور ہے۔ لوائٹ (Lovite) قوم کا قانون ایک مرد کو مجبور کرتا تھا کہ وہ اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی

کرے۔ ابراہیمؑ کا ایک بچہ ان کی بیوی کی خادمہ سے بھی ہوا اور یعقوبؑ نے دو بہنوں سے شادی کی اور ان کی دو کنیزوں سے بھی ان کی اولاد ہوئی۔

عبرانی قانون میں بیوی' شوہر کی ملکیت ہوتی تھی اور وہ شوہر کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہ کرسکتی تھی۔ طلاق کا رواج تھا لیکن صرف مرد کی طرف سے' باپ کے اختیارات اولاد پر غیر محدود ہوتے تھے یہاں تک کہ وہ ان کو ہلاک بھی کرسکتا تھا (لیکن عمل ہلاکت زیادہ تر لڑکیوں ہی تک محدود رہتا تھا) وہ لڑکیوں کو فروخت بھی کرسکتا تھا اور ان پر شوہروں کو وہی حق حاصل ہوتا جو کسی جائیداد پر حاصل ہوتا ہے۔ عام معاشرت میں عورت کی عصمت و عفت کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی' کیونکہ شادی شدہ عورت و مرد کے ناجائز تعلق پر تو قتل تک کی سزا تھی لیکن دوشیزہ ہونے کی حالت میں عورت سے کوئی باز پرس نہ ہوتی تھی۔ لوطؑ کا جو قصہ توریت میں درج ہے اس سے پوری طرح واضح ہوتا ہے کہ لڑکیوں کی عصمت کا خیال اس وقت اس قدر ضعیف تھا کہ مہمانوں کے سامنے انہیں پیش کردیا جاتا تھا۔ الغرض یہ تھا عورت کا مرتبہ اور اخلاقِ جنسی عہد عتیق کا جس پر عیسویت نے اپنے اخلاق کی بنیاد قائم کی۔

انجیل اور اخلاقِ جنسی

مسیح نے جو تعلیم اخلاق جنسی کی پیش کی وہ اور زیادہ عجیب وغریب تھی کیونکہ احتیاط کی وہ حد جو انہوں نے بیان کی کسی طرح قابل عمل نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص کسی کی عورت کو بری نگاہ سے دیکھتا ہے تو گویا وہ اس کے ساتھ ارتکابِ معصیت کا مجرم ہوتا ہے۔'' اسی طرح طلاق کے متعلق ان کا یہ اشارہ تھا کہ ''جو شخص بغیر الزام عصمت فروشی کے کسی عورت کو طلاق دیتا ہے وہ گویا اسے فحش پر مجبور کرتا ہے اور جو کوئی دوبارہ مطلقہ عورت سے شادی کرتا ہے وہ بھی حرام کاری کا مجرم ہوتا ہے۔'' ظاہر ہے کہ عملی دنیا میں یہ دونوں باتیں ناممکن العمل ہیں۔ نہ اس قدر احتیاط ممکن ہے اور نہ اس قدر ضبط۔ کسی عورت کو دیکھ کر برا خیال دل میں لانا اگر واقعی اسی قسم کی فحاشی ہے جس میں ایک شخص کی گردن جدا ہو جانا چاہیے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ کسی وقت و زمانہ میں مرد کے وجود کو باقی نہ رہنا چاہیے تھا اور اگر طلاق کے لیے صرف عورت کی عصمت فروشی ہی جائز سبب ہوسکتا ہے تو معاشرت کے اطمینان کی پھر کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ مرد و زن کی باہمی جدائی کے اور بھی سینکڑوں سبب ہوسکتے ہیں جن کا لحاظ حسب تعلیم مسیح ہونا چاہیے۔ پھر یہ تعلیم اسی جگہ ختم نہیں ہو جاتی بلکہ تعلق جنسی کی مخالفت میں اس حد تک غلو سے کام لیا جاتا ہے کہ ''خدائی سلطنت'' کا دعویدار صرف مخنثوں' ہیجڑوں اور نامردوں ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پال نے جو درس پیش کیا اس سے بھی عورت کی غیر اہمیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ شوہروں کی اطاعت ان پر فرض قرار دی گئی اور کلیسا میں خاموش رہنے کا ان کو حکم دیا گیا۔ کیونکہ شوہر عورتوں کے جسم کا نجات دہندہ ہے جس طرح مسیح روح کے نجات دہندہ تھے۔ پیٹر کی تعلیم بھی اسی باب میں کچھ زیادہ بلند نہ تھی۔ کیونکہ اس نے بدرجہ مجبوری شادی کو پسند کیا اور نہ وہ رہبانیت مطلق کا قائل تھا۔

ابتدائی عیسویت میں عورت ناپاک سمجھی جاتی تھی اور دنیا میں تباہی لانے کا باعث اسی کو قرار دیا جاتا تھا۔ ٹرٹولین (Tertullin) عورت کو دوزخ کا دروازہ بتاتا ہے اور ہیرونمس (Heironymus) شادی کو بری عادت قرار دیتا ہے۔ اسی طرح اوریجنس (Originus) نکاح کو معصیت بتاتا ہے اور ٹامس اکوناس (Thomas Aquinas) اخیر تیرہویں صدی میں عورت کو ایک مضرت رساں پیداوار سے تعبیر کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس تعلیم میں انسانیت کا اعلیٰ معیار مردوں کے لیے مختلف بن جاتا ہو اور عورت کو ''دوزخ کا دروازہ'' مضرت رواں پیداوار'' اور نحس و ناپاک وجود بیان کر کے مردوں کو سر منڈھنا چاہتا ہو اور جو طلاق کا سد باب کرنے والا ہو وہ کیا معاشرت کی ترقی کا باعث ہوسکتا تھا اور اسے دنیا کیونکر قبول کر سکتی تھی۔

موجودہ اخلاق جنسی

اپٹن سکلیر (Uptonsimclair) نے اپنی مشہور کتاب ''صحیفہ حیات'' (The book of Life) میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس عیسوی تعلیم کا عملی نقطہ نظر سے کیا حشر ہوا۔ وہ لکھتا ہے کہ:

> ''ادارہ نکاح اس میں شک نہیں کہ نہایت بلند تعلیم پر مبنی ہے لیکن صحیح معنی میں نہ کبھی اس پر عمل ہوا نہ ہوسکتا ہے۔ اس سے قبل بھی یہی دیکھا گیا اور اب تو عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اب جو چیز نکاح کی جگہ رائج ہے اسے ہم شادی و فحاشی دونوں کا مجموعہ کہہ سکتے ہیں۔''

اس وقت کی جنسی و شہوانی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے کہ:

''آج کل کی عورت اور تعلیم یافتہ مردوں کی جماعت نکاح سے قبل جس طرح زندگی بسر کرتی ہے وہ عیسائی تعلیم کے لحاظ سے خواہ کچھ ہو لیکن سوسائٹی کے نزدیک وہ ''تفریحات اندرون خانہ'' سے زیادہ اہم نہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس سے فحاشی وعصمت فروشی کا تعلق زیادہ تر عورت سے تھا لیکن اب اسی حد تک مردوں سے ہے چنانچہ آپ مغرب کے ہوٹلوں میں دیکھیں گے کہ شام ہوئی اور عورتوں کے دھاوے مردوں پر شروع ہوگئے۔ گویا کہ یہ ایک جدید دور ہے جسے اخلاق جنسی کے لحاظ سے ''مردانہ عصمت فروشی'' کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔''

اس وقت دولت کا ایک بڑا مصرف صرف اخلاق کی بے جا آزادی اور عورت کی عصمت کی ارزانی کو صفر کی حد تک کھینچ لاتا ہے۔ مغرب کی لکھپتی جماعت کافی حصہ اپنے اوقات کا اس خیال میں صرف کرتی ہے کہ مسیح کی تعلیم رہبانیت کا انتقام کن کن جدید صورتوں سے لیا جائے چنانچہ نیویارک کے ایک ڈاکٹر کا بیان ہے کہ اس نے پندرہ سال میں 900 ایسی لڑکیوں کو دیکھا جن کی انتہائی کمسنی کی حالت

میں عصمت دری کی گئی' یہاں تک کہ ان میں سے بعض 9 ماہ کی تھیں! غرباء کی جو حالت ہے وہ اس سے زیادہ خراب ہے اور نا قابل بیان۔

اس میں شک نہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اس پر غور کر کے اصلاح کرنی چاہی لیکن کامیاب نہ ہوئے اور کامیابی کسی طرح ممکن نہیں کیونکہ ان تمام خرابیوں کی ذمہ داری اولاً تو اس ابتدائی تعلیم پر عائد ہوتی ہے جس نے عورت کے درجہ کو پست کر کے غلامی کی حیثیت سے مرد کے سامنے پیش کیا اور دوسری اس اصول پر کہ ایک وقت میں ایک ہی شادی کرنا چاہیے۔

عیسائی تعلیم کہتی ہے کہ اگر مرد و عورت میں سے کسی کو شریک زندگی نہ مل سکے تو اسے چاہیے کہ خدا پر بھروسہ کر کے خاموش بیٹھ جائے کیونکہ وہی انسانی ضرورت کا پورا کرنے والا ہے۔ یقیناً تعلیم اچھی ہے لیکن ایک حاجت مند کو صرف خدا کے بھروسہ کی تعلیم دینا اور عملاً اس کی مشکلات کو دور نہ کرنا کبھی مفید نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جیسا کہ ایک حبشی پادری نے کہا تھا کہ یہ کیا بات ہے جب میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ''اے خدا ایک دوڑتی مرغی میرے پاس بھیج دے'' تو یہ دعا کبھی قبول نہیں ہوتی اور جب یہ دعا کرتا ہوں کہ ''مجھی کو اس کے پیچھے دوڑا دے'' تو فوراً قبول ہو جاتی ہے۔

✿……✿……✿

ادریس آزاد

اہلِ کلیسا کی قابلِ رحم حالت

اہل کلیسا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اوران پر نازل ہونے والی وحی کو اپنی شیطانی خواہشات کی پیروی میں تبدیل کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تمام عیسائی دنیا انتہائی شرمناک حد تک قعرِ مذلت میں جا گری۔ قرونِ وسطیٰ میں عیسائی دنیا کی اخلاقی اور معاشی حالت قابلِ رحم تھی۔

یورپ صدیوں تک وحشت و بربریت اور جہالت میں گرفتار رہا اور اب تک ہے...... وہاں تہذیب و اخلاق کا کوئی تصور نہیں۔ موجودہ عیسائی دنیا میں اگر مادی ترقی نظر آتی ہے تو یہ سپین کے مسلمانوں کی بدولت ہے۔لیکن اخلاقی لحاظ سے آج بھی اہلِ یورپ ظالم، ناانصاف، خودغرض اور جاہل ہیں۔ ڈاکٹر ڈریپر لکھتا ہے کہ......

''قرونِ وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ لق و دق بیابان یا بے راہ جنگل تھا۔ کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی بستیاں تھیں۔ جابجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لندن اور پیرس میں لکڑی کے مکانات تھے جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ روشندان اور چمنیاں نہیں تھیں۔ آسودہ حال امراء فرش پر گھاس بچھاتے اور بھینس کے سینگ میں شراب پیتے تھے۔ گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے ہوتے۔ روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لوگ مویشیوں کے ساتھ ایک کمرے میں سوتے۔ سالہا سال ایک ہی لباس پہنے رکھتے جو انتہائی میلا اور بدبودار ہوتا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک ثانی (1250-1212ء) پہ کفر کا فتویٰ لگایا تو فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔ جب سپین میں اسلامی سلطنت پر زوال آیا تو فلپ دوم (557-1528ء) نے تمام حمام حکماً بند کر دیئے تھے۔ اس بادشاہ نے اشبیلیہ کے گورنر کو اس لیے معزول کر دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی طرح روزانہ ہاتھ منہ دھوتا ہے۔

غلیظ جسم اور میلے لباس کی وجہ سے جوؤں کی یہ کثرت تھی کہ کنٹربری (برطانیہ) کا لاٹ پادری باہر نکلتا تھا تو اس کی قبا پر سینکڑوں جوئیں چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔ 1020ء تک لندن کے بازاروں میں

انسانی گوشت بکتا تھا۔ فرانس کے ایک دریا ساؤن کے کنارے انسانی گوشت کی کتنی ہی دکانیں تھیں۔امراء معدودے چند تھے جن کا کام زنا، شراب نوشی اور جوا تھا۔ جاگیرداروں کے قلعے ڈاکوؤں کے اڈے تھے جو مسافروں پر چھاپے مارتے اور زرفدیہ وصول کرنے کے لیے انہیں پکڑ لاتے، بے گناہوں کو ناکردہ گناہوں کی اکثر سزائیں یوں دی جاتیں کہ پاؤں کے انگوٹھوں کو رسی سے باندھ کر الٹا لٹکا دیتے یا گرم سلاخ سے جسم داغتے یا گرہ دار رسی سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت سے مروڑتے، یورپ کے ڈاکو آدم خور ہوا کرتے تھے، وبائیں عام تھیں۔

ان کے پادری فریب اور جعلسازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنت کی راہداریاں اور گناہ کرنے کے پرمٹ فروخت کیا کرتا تھا۔ مارٹن لوتھر (1546ء) پروٹیسٹنٹ فرقے کا بانی اسی لیے باغی ہوا تھا کہ جرمن میں پرمٹ اور راہداریوں کا ٹھیکہ کسی اور کو مل گیا تھا اور لوتھر کی درخواست مسترد کر دی گئی تھی۔

سود حرام تھا لیکن پوپ کا بینک لوگوں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتا تھا۔ عوام قبر پرست اور مجسمہ ساز تھے۔ علماء عشائے ربانی، کراماتِ اولیاء، رہبانیت اور تصرفاتِ روحانی کی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔"

یہ الفاظ ڈاکٹر ڈریپر کے ہیں جسے گھر کا بھیدی بھی کہا جاسکتا ہے۔ وہ آگے چل کر لکھتا ہے:
اہلِ روم کی بے حیائی کا یہ عالم تھا کہ ڈٹ کر کھاتے، تیز شراب پی کر غل غپاڑہ کرتے۔ فساد کرتے اور ہر روز حرام کاری کے نئے ریکارڈ قائم کرتے۔

ایک اور مورخ گبن لکھتا ہے:

"اتنے طویل تاریخی زمانے میں بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت کہیں نظر نہیں آتی۔"

گاتھ قوم کا ایک مؤرخ پروکوپیس (560) لکھتا ہے۔

"میں ان وحشیوں کے ہولناک افعال کے ذکر سے صفحاتِ تاریخ کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا تاکہ آئندہ نسلوں کے لئے خلافِ انسانیت افعال کی مثال زندہ رکھنے کی ذمہ داری مجھ پر عائد نہ ہو۔"

عیسائیوں نے 1099ء میں بیت المقدس پہ قبضہ کیا تھا جو 1187ء تک جاری رہا۔ گویا کل 88 سال پھر سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس دوبارہ آزاد کرا لیا۔ ان جنگوں کو صلیبی جنگیں کہتے ہیں۔ بریفالٹ لکھتا ہے:

"صرف بیس سال کے مختصر عرصہ میں ان عیسائیوں نے سارے ملک کو برباد کر دیا۔ یہاں جاگیردارانہ نظام جاری کر دیا۔ ملک کو ٹکڑوں میں بانٹ کر مختلف یورپی سرداروں کے حوالے کر دیا۔ جو انتہائی جاہل لوگ تھے اور آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ ان ظالموں کا مقصد صرف دولت لوٹنا تھا۔ انہوں نے ایک ایسے ملک کو جو عربوں کی مدبرانہ حکومت کی وجہ سے شاداب تھا بالکل برباد کر دیا۔"

موسیوژاک ڈی وتری جو اسی زمانے میں فلسطین کے ایک شہر عکہ کا پادری تھا اپنی کتاب ''تاریخ بیت المقدس'' میں لکھتا ہے۔

''پہلے صلیبیوں سے باخدا لوگ تھے، ذلیل، بدوضع اور شریر انسان یوں نکلے جیسے شراب سے دودھ...... زیتون سے چھال...... گیہوں سے بھوسہ''

یہ قرونِ وسطیٰ کے مذہبی انسانوں جو اس وقت عیسائی تھے...... کے حالات کا اجمالی ذکر ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں مذاہب کا قصور نہیں ہے۔ بدفطرت انسانوں کا قصور ہے جنہوں نے شیطان کی اطاعت میں اللہ کے صاف ستھرے احکامات بدل کر غیر انسانی اخلاقیات بلکہ بداخلاقیات میں تبدیل کر دیا۔ ''موسیولیبان'' کا ایک فرانسیسی مؤرخ لکھتا ہے کہ

> ''جب صلیبیوں کی فوج کسی طرف جاتی تو تمام دیہات، قصبات میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا جاتا۔ یہاں تک کہ جو انسان نظر آتا، اسے مار ڈالتے۔ ان کا ایک شغل یہ بھی تھا کہ جو بچہ ہاتھ آتا اس کی تکا بوٹی کر کے آگ میں پھینک دیتے۔ معمولی سے جرم کی بناء پر فوج کے سپاہیوں کو ذبح کر دیا جاتا اور اُن کا گوشت بھون کر باقی فوج کو کھلا دیا جاتا۔ یہ لوگ عورتوں، مردوں، بچوں، یہودیوں، عیسائیوں، مسلمانوں سب کو مارتے اور بعض دفعہ ایک رسی میں باندھ کر کئی کئی لوگوں کو پھانسی دی جاتی۔''

یہ حال تھا اس وقت کے مہذب ترین مذہب یعنی عیسائیت کو ماننے والوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں کا۔ برطانیہ جو اس وقت دنیا بھر میں سب سے زیادہ مہذب ہونے کا دعوے دار ہے، صرف ڈھائی تین سو سال پہلے تک غلاموں کی خرید فروخت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں غلام عموماً پانچ شلنگ فی کس کے حساب سے مل جاتے۔ یہاں کلیسا کو کتابیں ناپسند تھیں اور لکھنے والوں کو کلیسا کے حکم سے چیرنگ کراس اور ٹمپل بار پر کاٹھ مار کر سنگسار کر دیا جاتا۔ فرانس کا یہ عالم تھا کہ کوئی حکومتی نمائندہ ٹیکس لینے کے لئے کسی بستی میں داخل ہوتا تو ساری آبادی مارے ڈر کے بستی چھوڑ کر بھاگ جاتی اور سرکاری ملازم ان کا سارا سامان اٹھا کر لے جاتے۔ فرانس میں چند صدیاں قبل تک بھوکوں کے مسلح گروہ ہوٹلوں اور باورچیوں کی دکانوں پر ہلّہ بول دیتے اور روٹیاں اٹھا کر بھاگ جایا کرتے۔ تاریخ میں مشہور ہے کہ اس زمانے میں لندن پھانسیوں کا شہر کہلاتا تھا اور پادریوں کے احکامات حرف آخر ہوا کرتے تھے۔ ان مظالم سے تنگ آ کر کوئی شخص عیسائیت ترک کرنے کا خیال دل میں لاتا تو اسے اذیت ناک سزائیں دی جاتیں اور نئے لوگوں کو عیسائی بنانے کا طریقہ دعوت و تبلیغ کی بجائے یہ تھا کہ ''شارلیمان'' نے جرمنی کے قبیلہ سیکسنز کے چار ہزار افراد کو پکڑ کر عیسائیت ان کے سامنے پیش کی۔ انہوں نے انکار کیا تو سب کو قتل کر دیا گیا۔ شاہ سپین فرڈینینڈ اور ملکہ ازابیلا کی تحریک اصطباغ جسے انگریزی میں انکوی زیشن کہتے ہیں، بہت مشہور ہے، جس کے تحت سپین کے لاکھوں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنانے کے لیے زندہ جلانے کی مہم

چلائی گئی تھی۔

الغرض مذہب کی تمام تر ڈور پاپائے روم کے ہاتھ میں تھی۔ ہروہ عیسائی کافر تھا جو کلیسائی ذہن سے بالاتر ہو کر سوچتا، علمی کتابیں لکھتا، سائنسی نظریات پیش کرتا، ہر روز نہاتا یا کوئی بھی نیا کام کرتا تو اسے انکوی زیشن کی عدالت سزا دیتی، پاپائے روم کی اس عدالت نے اپنے قیام کے پہلے سال دو ہزار اشخاص کو زندہ جلا دیا اور دس برس میں ستر ہزار افراد کو آگ میں پھینکا۔ فرانس کی مشہور زمانہ حریت پسند خاتون جون آف آرک بھی 1431ء میں اسی سزا کا شکار ہوئی اور مایہ ناز سائنس دان برونو اور گیلیلو بھی اسی عتاب کی بدولت ہلاک ہوئے۔

پوپ کی ظالمانہ حکومت کے خلاف سب سے پہلی آواز برشیا (اٹلی) کے ایک پادری آرنلڈ نے بلند کی۔ پوپ نے 1155ء میں اسے موت کی سزا دی۔ پھر پرگ (چیکوسلواکیا) کے دو مصلحین ہس اور جرسوم اسی جرم میں زندہ جلا دیئے گئے۔ 1498ء میں فلورنس کے ایک پادری ساورنرول کو اس جرم کی پاداش میں موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ ان کی علم دشمنی کا یہ عالم تھا کہ ساری عیسائی دنیا نے سترھویں صدی عیسوی تک مختلف مواقع پر لگ بھگ ساٹھ لاکھ کتابیں جلائیں اور اس سارے عرصے میں 500 کے قریب کتابیں لکھیں۔ کتابیں جلانا، علماء کو قتل کرنا، مدارس کا فقدان، یہ ایسی باتیں ہیں جو چند سو سال پہلے تک ساری عیسائی دنیا کا خاصہ تھیں۔

جنسی لحاظ سے مذہبی دنیا کے عیسائیوں کی حالت شرمناک تھی۔ ''نیرو'' جو ایک مشہور عیسائی فرمانروا تھا...... نے اپنی ماں کے ساتھ جنسی فعل کیا اور پھر اسے قتل کر دیا۔ مذہبی پیشوا جو بظاہر مجرد زندگی گزارتے تھے، حقیقت میں سفاک سدومیت پرست ہوتے تھے۔ عیسائیت کا سب سے بڑا مرکز یعنی روم، جنسیت کا بھی سب سے بڑا مرکز تھا۔ روم کے اکثر بادشاہ اداکاروں اور غلاموں سے سدومیت کروایا کرتے تھے۔ روم کے اولین پندرہ بادشاہوں میں سے چودہ ہم جنس پرست تھے۔ قرونِ وسطیٰ کے عیسائی سرتا سر شہوانیت میں غرق تھے۔ جنسی حوالے سے اہل کلیسا کی حالت آج بھی قابل رحم ہے۔

''ٹائی بیریئس'' نے چھوٹے چھوٹے بچوں کو چھوٹی دریائی مچھلیوں کا خطاب دیا۔ وہ دودھ پیتے بچوں سے اپنے عضو تناسل کو چسوایا کرتا تھا۔ یاد رہے کہ ''ٹائی بیریئس'' بھی ایک عیسائی فرمانروا تھا۔ موجودہ دور کے عیسائی پیشواؤں کی اکثریت آج بھی اسی اخلاقی انحطاط کا شکار ہے۔ بیسویں صدی کے آخری عشرہ میں امریکی شہر ''نیو بیڈفال'' میں ایک پادری نے عدالت کے روبرو اعتراف کیا کہ اس نے دورانِ ملازمت ایک سو بچوں کے ساتھ بدفعلی کی۔

1980ء کی دہائی میں ''بیری لینڈ'' کے تین پادریوں نے معصوم بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ ''ویانا'' آسٹریا کے سب سے بڑے عیسائی پیشوا ''بشپ کارڈینل ہیلس'' کو ایک لڑکے سے بدفعلی کے الزام میں اپنے عہدے سے مستعفی ہونا پڑا۔ ''اڈنبرا یونیورسٹی'' میں نفسیات کے پروفیسر ''کرس برانڈ'' نے انکشاف کیا کہ انہوں نے بچپن میں رقم کے لالچ میں آکر بڑی عمر کے ایک شخص کے ساتھ جنسی تعلقات

قائم کیے۔

1990ء کی دہائی میں امریکہ میں جنسی جرائم کی شرح 80 فیصد تھی۔ ماہر عمرانیات ''فادر اینڈریو'' کا اندازہ ہے کہ بیسویں صدی کے آخری بیس سالوں میں پچیس ہزار مذہبی پیشواؤں نے ایک لاکھ بچوں کو نشانہ بنایا۔

اہل کلیسا کی اس جنسی روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ خالق نے انہیں ایڈز جیسی بیماریوں میں مبتلا کر دیا۔ ایڈز اس دور کی ایک ایسی موذی مرض ہے جس کا تا حال علاج دریافت نہیں ہوسکا۔ ایڈز کا وائرس ایچ، آئی، وی خون میں شامل ہو کر خون کے سفید ذرات (ڈبلیو بی سی wbc) کو تباہ کر دیتا ہے اور ساتھ ہی اپنی تعداد میں بھی مسلسل اضافہ کرتا رہتا ہے۔ سفید ذرات کے خاتمے سے انسانی جسم کا مدافعتی نظام تباہ ہوجاتا ہے اور سب سے زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ ایڈز کا وائرس جنسی بے راہ روی کی بدولت پھیلتا ہے۔ صرف ایڈز ہی پر کیا موقوف اہل یورپ کی جنسی بے راہ روی کے نتائج دنیا والوں کو ایڈز، کلامیڈیا، کنڈی لوما، ہیپا ٹائٹس، شینکر رائیڈ، ایل جی وی، سوزاک اور آتشک جیسی بیماریوں کی صورت میں نظر آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا کا نظام بگاڑنے میں جس قدر حصہ نام نہاد عیسائیت نے لیا، کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوا۔ آج اہل یورپ اپنی اخلاقیات کو معیار مان کر اہل اسلام پر چڑھ دوڑے ہیں، جبکہ ان کی اخلاقیات اس وقت انسانی تاریخ اور رُوئے زمین کی بُری ترین اخلاقیات یعنی اتھکس ہیں۔ اس وقت امریکہ پوری دنیا کا نظام درست کرنے نکلا ہے، جب کہ اسی ملک کا ایک سابقہ حکمران ''بل کلنٹن'' بیسویں صدی کے اختتام میں دنیا کے بدنام ترین جنسی سکینڈل میں ملوث ہوا۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ باشندگانِ زمین کو اس شیطانی اخلاقیات سے محفوظ رکھے۔

✿.....✿.....✿

علی عباس جلالپوری

عیسائیت اور جنسیات

عیسائیت کی اشاعت سے مغرب کی بت پرست اقوام کی جنسی آزادروی کا خاتمہ ہوگیا۔ قیصر قسطنطین نے 325ء میں مقدس عصمت فروشی کا استیصال کردیا اور وہ تمام معبد مسمار کرا دیے جہاں مقدس کسبیاں بیٹھا کرتی تھیں۔ اس نے نکاح کے تقدس کو بحال کیا اور عصمت و عفت کی اہمیت واضح کی۔ ولی ایمرسن نے کہا ہے کہ محض اسی بنا پر کہ عیسائیت نے عصمت و عفت کا تصور بحال کیا' اسے الہامی مذہب سمجھا جاسکتا ہے۔ جناب عیسیٰ نے ساری عمر تجرد کی حالت میں گزار دی تھی اور وہ جنسی ملاپ کو مجبوری کا امر سمجھتے تھے۔ متی کی انجیل میں لکھا ہے:

> ''شاگردوں نے اس سے کہا کہ اگر مرد کا بیوی کے ساتھ ایسا ہی حال ہے تو بیاہ کرنا ہی اچھا نہیں۔ اس نے ان سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کرسکتے مگر وہی جن کو یہ قدرت دی گئی ہے کیونکہ بعض خوجے (ہیجڑے) ایسے ہیں جو ماں کے پیٹ ہی سے ایسے پیدا ہوئے اور بعض خوجے ایسے ہیں جن کو آدمیوں نے خوجہ بنایا اور بعض خوجے ایسے ہیں جنھوں نے آسمان کی بادشاہی کے لیے اپنے آپ کو خوجہ بنایا۔ جو قبول کرسکتا ہے وہ قبول کرلے۔''

پوپ گریگوری ہفتم نے تمام پادریوں کو مجرد رہنے کا حکم دیا اور راہبات پر بھی یہی پابندی عائد کردی۔ نکاح پر یہ پابندی نہایت غیر فطری اور مضرت رساں تھی۔ جوان پادری اور نوجوان کنواریاں خانقاہوں میں مل جل کر رہتے تھے۔ ہر وقت کے میل ملاپ سے قدرتاً ان کی جنسی خواہش بھڑک اٹھتی اور وہ ہوا و ہوس کی رو میں بے اختیار بہہ جاتے۔ چنانچہ زمانے کے گذرنے کے ساتھ خانقاہیں فسق و فجور کے مرکز بن گئیں۔ پادری برملا داشتائیں رکھتے تھے اور اپنے حرامی بچوں کی پرورش کرتے تھے۔ اس پر ایراسمس نے جل کر لکھا کہ پادریوں کو زنا کرنے کی اجازت ہے لیکن ان کے لیے نکاح کرنا ممنوع ہے۔ وہ داشتاؤں سے جی بہلائیں تو پکے عیسائی ہیں لیکن نکاح کریں تو مردود و عاصی سمجھے جاتے ہیں۔ وہ کہتا

ہے کہ راہبوں اور راہبات کے اقامت خانے اور قحبہ خانے میں کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ لوتھر نے پادریوں کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لوگ دوسروں کی کمائی پر گلچھرے اڑاتے ہیں اور فسق و فجور میں غرق رہتے ہیں۔ پاپائے روم کے حرامی بیٹے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔ ایک انگریز عورت جون کو بھی پوپ کا اعلیٰ عہدہ تفویض ہوا۔ اسے پوپ جونا کہتے تھے اور وہ 855ء میں پوپ لیو چہارم کی موت کے بعد پوپ بنی تھی۔ ایک اتوار کو مذہبی جلوس کے دوران میں پوپ جونا نے عین سر بازار بچہ جن دیا جس پر اسے قید کر دیا گیا۔ پوپ کے شہر اوگنوں میں جہاں اسے جلاوطن کیا گیا تھا' مذہبی پیشواؤں نے ایک قحبہ خانہ قائم کیا جس کی سرپرست نیپلز کی ملکہ تھی۔ کسبیوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ تمام عبادات میں باقاعدگی سے حصہ لیں۔ ان کسبیوں کے ساتھ خلوت میں صرف راسخ العقیدہ عیسائی ہی جا سکتے تھے' یہودیوں کا داخلہ ممنوع تھا۔ یہ تجربہ اس قدر منفعت بخش ثابت ہوا کہ بعد میں پوپ جولیس دوم نے روم میں بھی اس نوع کا ایک قحبہ خانہ کھلوا دیا۔ پادری خود قحبہ خانے کے منتظم تھے۔ مشہور عالم بشپ منز کے متعلق مشہور تھا کہ اس کے یہاں اتنی ہی تعداد میں کسبیاں تھیں جتنی کہ کتابیں۔ احتسابِ کلیسا والے ان کسبیوں سے تعرض نہیں کرتے تھے جو قحبہ خانوں میں پیشہ کراتی تھیں بلکہ ان عورتوں کو پکڑتے تھے جو چوری چھپے یہ کاروبار کرتی تھیں۔ ان پر جادوگرنی کا الزام لگا کر انہیں آگ میں جھونک دیا جاتا تھا۔ کہتے تھے کہ یہ جادوگرنیاں شیطان سے ہم کنار ہوتی ہیں جب کہ عام کسبیاں انسانوں کے پاس جاتی ہیں۔ مذہبی سنگیت منڈلیوں میں گانے والے لڑکوں کی آواز کی لطافت اور شیرینی کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں آختہ کرا دیتے تھے۔ اس مقصد کے لیے پاپائے روم ہر سال دو ہزار کم سن لڑکوں کو ہیجڑے بناتے تھے۔ پادری ان لڑکوں کو بھی اپنے تصرف میں لاتے تھے۔ ان حقائق کے پیش نظر برٹرنڈ رسل نے کہا ہے کہ عیسائیوں کے اخلاق قدیم بت پرستوں کے اخلاق سے بھی پست تر ہو گئے۔ ان کے الفاظ ہیں:

> ''وحشیوں اور عیسائیوں کی فتح کے ساتھ مرد عورت کے تعلقات بربریت کی عمیق ترین پستیوں میں جاگرے جن کا دنیائے قدیم میں صدیوں تک کوئی جواب نہیں ملتا۔ قدماء میں برائی یقیناً موجود تھی لیکن بربریت نہیں تھی۔ تاریک صدیوں میں مذہب اور بربریت کے امتزاج سے زندگی کا جنسی پہلو پست و زبوں ہو گیا۔ منکوحہ عورتوں کے حقوق صفر کے برابر تھے۔ مرد کے فسق و فجور پر شادی کے حلقے سے باہر کوئی پابندی نہیں تھی۔ مرد کی حیوانیت کو کھل کھیلنے کی عام اجازت تھی۔ ہر کہیں بدکاری کا دور دورہ تھا۔ بشپ اپنی بیٹیوں سے منہ کالا کرتے تھے۔ آرچ بشپ قرب و جوار میں اپنے لونڈوں کو اعلیٰ مذہبی عہدے تفویض کرتے تھے۔''

لیکی تاریخ اخلاقِ یورپ میں لکھتا ہے:

> ''یہ امر باعث حیرت نہیں ہے کہ اپنے مذہبی عہد و پیمان کو توڑنے کے بعد پادری ایسی زندگی گذارنے لگے جو عادی گناہ کی زندگی تھی۔ وہ فسق و فجور میں عام دنیا

داروں سے بھی بازی لے گئے۔ہمیں اخلاقی پستی کی ایسی اِکا دُکا مثالوں پر زور نہیں دینا چاہیے جیسے پوپ جانxxiii کی مثال جس پر دوسرے جرائم کے علاوہ زنا اور اباحت نسواں کا الزام بھی لگایا گیا تھا یا کنٹربری میں ولی آگسٹائن کے منتخب ایبٹ کی مثال جس کے متعلق تفتیش پر معلوم ہوا کہ صرف ایک ہی گاؤں میں اس کے سترہ حرامی بچے تھے' یا ہنری سوم لیژ کی مثال جسے 1274ء میں اپنے عہدے سے ہٹا دیا گیا کیونکہ اس کے 65 ناجائز بچے تھے لیکن کلیسیا کے اہل قلم اور کلیسیائی مجالس کی شہادت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جس میں داشتائیں رکھنے سے کہیں زیادہ بھیانک معاصی کا ثبوت ملتا ہے...... از منہ وسطیٰ کے اہل قلم نے تفصیل سے ذکر کیا ہے کہ راہبات کے اقامت خانے قحبہ خانے بن گئے تھے اور ان کی چار دیواری میں سینکڑوں حرامی بچوں کو جان سے مار دیا جاتا تھا۔ پادریوں میں محرمات کے ساتھ معاشقے کرنے کا رواج عام تھا جس کے باعث بار بار ایسے احکام جاری کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی تھی کہ پادریوں کو اپنی ماؤں بہنوں کے ساتھ مل کر نہیں رہنا چاہیے۔ سدومیت جس کے استیصال کو عیسائیت کی ایک نمایاں خدمت سمجھا جاتا تھا' راہبوں کے یہاں باقی و برقرار تھی۔ اصلاحِ کلیسیا کی تحریک سے کچھ عرصہ پیشتر یہ شکایات زور پکڑ گئی تھیں کہ اعتراف گاہوں کو بدکاری کے اڈے''بنا دیا گیا تھا۔''

چاسر' رے بے لے' والٹیر' دساؤ' مولییئر وغیرہ نے پادریوں کی ریاکاری اور ہوس ناکی کے پردے بڑی بے رحمی سے چاک کیے ہیں۔ سہزدی مارگریٹ دنوار نے لکھا کہ پادری روپے پیسے کو ہاتھ تک نہیں لگاتے لیکن عورتوں کی رانیں ٹٹولنے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ جو عورتیں اعتراف گناہ کے لیے گرجا میں جاتی تھیں' وہ اکثر و بیشتر پادریوں کی ہوسناکی کا شکار ہو جاتی تھیں۔ جب صلیبی سورماؤں کے لشکر ارضِ مقدس کو روانہ ہوئے تو ہزاروں کسبیاں ان میں شامل ہوگئیں۔ پادری ان کے اس مذہبی جذبے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ پادریوں کی ریاکاری ہمہ گیر صورت اختیار کرگئی۔ ہسپانیہ کے باشندے مذہبی جوش و خروش کے لیے مشہور ہیں لیکن ان کی ریاکاری اور ظاہرداری بھی ضرب المثل ہے۔ کسانوا لکھتا ہے کہ ہسپانوی عورت یا کسبی اپنے کسی آشنا سے ہمکنار ہونے سے پہلے مریم عذرا یا یسوع مسیح کی تصویر پر چادر ڈال دیتی ہے۔ ایک کسبی کے ہاں سبت (اتوار) کے دن اس کا آشنا آیا اور کپڑے اتارتے ہوئے سیٹی بجانے لگا۔ کسبی نے غضبناک ہو کر اسے دھتکار دیا اور کہا کہ میں ایک ایسے شخص کے ساتھ خلوت میں نہیں جاؤں گی جو سبت کے مقدس دن کی توہین سیٹی بجا کر کرتا ہے۔

ازلی گناہ کا تصور پال ولی نے پیش کیا تھا۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ آدم کے گناہ کے ساتھ ہی اس کی تمام اولاد گناہ میں ملوث ہوگئی ہے' اس لیے مسیح مُنجّی کی شفاعت ہی انسان کی نجات کا باعث

ہوسکتی ہے۔ اس نے جنسی ملاپ جیسے فطری عمل کو سراسر ناپاک قرار دیا ہے۔ کہتا ہے ''جن کی بیویاں ہیں وہ ایسے رہیں گویا ان کی کوئی بیویاں نہیں ہیں۔

چنانچہ عیسائیوں کے ایک فرقے ابی لائٹ کے مرد ننھی منی لڑکیوں سے اور عورتیں خورد سال بچوں سے نکاح کرتی تھیں تاکہ جنسی ملاپ سے بچ جائیں۔ آگسٹائن ولی نے ازلی گناہ کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ آدم کا گناہ ہمیں ورثے میں ملا ہے اور ہم سب آدم کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ اس لیے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ جنسی خواہش فی نفسہ مذموم اور شر آمیز ہے اور اسے کچل دینا انسب ہے۔ اس منفی اور سلبی عقیدے نے لوگوں کو حسن و جمال اور دنیا کی تمام رعنائیوں اور دلچسپیوں سے جو جنسی خواہش سے وابستہ ہیں' صرفِ نظر کرنے کی دعوت دی اور انسان کو افسردگی اور یاسیت کے حوالے کر دیا۔ یاد رہے کہ آگسٹائن ابتدائے عمر میں مانی کا پیرو رہ چکا تھا اور مانی بدھ سے متاثر تھا۔ بدھ نے کہا تھا کہ بچے پیدا کرنا ظلم ہے کیونکہ وہ پیدا ہوتے ہی جنم چکر میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور دکھ بھوگتے ہیں۔ چنانچہ مانی نے بھی جنس کو تمام آلام و مصائب کا سبب قرار دیا اور اپنے پیروؤں کو بدھ کی طرح مجرد رہنے کی تلقین کی۔

آگسٹائن نے ازلی گناہ کو جنسی ملاپ سے وابستہ کر دیا اور کہا کہ جنسی ملاپ سے ازلی گناہ بچے میں سرایت کر جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مرد کا عورت سے جنسی ملاپ...... منکوحہ یا غیر منکوحہ سے...... گناہ ہے۔ پوپ گریگوری نے اس پر صاد کیا اور یہ عقیدہ کلیسیائے روم کے شعائر میں داخل ہو گیا۔ عیسائی زہاد عورت کو شیطان کا آلہ کار سمجھنے لگے اور اس کی ترغیب و کشش سے بچنے کے لیے صحراؤں اور پہاڑوں کا رخ کیا۔ ان کے خیال میں عورت غولِ بیابانی ہے جو صداقت کی جستجو کرنے والوں کو راہِ راست سے بھٹکا دیتی ہے۔ زمانے کے گذرنے کے ساتھ یہ عقیدہ عیسائیوں کے مزاجِ عقلی میں نفوذ کر گیا چنانچہ آج جنسی آزادی کے باوجود گناہ کی یہ الجھن عیسائیوں کو پریشان کر رہی ہے۔ بہرکیف آگسٹائن کے خیالات کی اشاعت سے لوگ یہ سمجھنے لگے کہ جنسی ملاپ کو ترک کر دینے سے انسان اس دنیا میں مسرت اور آخرت میں نجات کو پا لیتا ہے۔ جنسی خواہش کی قہرمانی سے بچنے کے لیے کئی راہبوں نے اعضائے تناسل قطع کرا دیئے۔ اور اوریجن نے اپنے آپ کو آختہ کر لیا۔ راہب ایلارڈ اور راہبہ ہیلو کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ وہ ایک دوسرے سے والہانہ عشق کرتے تھے۔ ان کے عشقیہ خطوط شائع ہو چکے ہیں اور دنیائے ادب کا قیمتی سرمایہ سمجھے جاتے ہیں۔ ایلارڈ ایک مدت تک اپنی حسین محبوبہ ہیلو سے تمتع کرتا رہا اور بقول خود اس دوران میں اس نے ہوس رانی کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ آخر احساسِ گناہ کی شدت اور پشیمانی کے عالم میں اپنے اعضائے تناسل قطع کرا دیئے اور یوں اس گناہ کا کفارہ ادا کیا۔ دور جدید میں شوپنہائر مانوی تھا۔ اس کے خیال میں شر کائنات کا مایۂ خمیر ہے۔ اس نے جنسی ملاپ کو جرم قرار دیا اور کہا کہ جنسی ملاپ کے بعد جو افسردگی ہم سب محسوس کرتے ہیں وہ ارتکابِ جرم کے بعد کا احساسِ ندامت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ انسان کے تمام دکھ درد کا ایک ہی مداوا ہے اور وہ یہ ہے کہ جنسی ملاپ کو ترک کر کے نسل انسانی کا خاتمہ کر دیا جائے۔

فرانسس ولی کے پیروؤں نے گناہ کا ایک نیا فلسفہ پیش کیا جس کا مشہور ترجمان روس کا ایک راہب راسپوٹین تھا۔ راسپوٹین نے پہلی عالمگیر جنگ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ زارینۂ روس کے دل و دماغ پر پوری طرح حاوی تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ وہ جرمنوں کا جاسوس ہے۔ وہ گناہ کے راستے نجات کی تبلیغ کرتا تھا۔ اس کے خیال میں جو لوگ زہد و اتقا کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ عام انسانوں سے بالاتر ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ انسان کا تکبر اس کی نجات کے راستے میں حائل ہوتا ہے۔ تکبر پر احساسِ ندامت ہی سے' جو ارتکاب گناہ کے بعد لاحق ہوتا ہے' قابو پایا جاسکتا ہے۔ گناہ عاجزی اور انکسار سکھاتا ہے جو نجات کے لیے ضروری ہے۔ خداوند کے حضور نادم ہونے سے اس کی رحمت کو تحریک ہوتی ہے اور گناہ کے بغیر ندامت محسوس نہیں ہوتی لہٰذا حصولِ نجات کے لیے گناہ کرنا ضروری ہے۔ دوسرے الفاظ میں توبہ خدا کو محبوب ہے' توبہ کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی' گناہ کے بغیر توبہ نہیں کی جاسکتی اس لیے گناہ کرنا لازم ہے چنانچہ راسپوٹین دن رات گناہ میں غرق رہتا تھا۔ جرمنی کے اشراقی صوفی مائسٹر اکہارٹ کا قول ہے:

"گناہ کے بغیر روح میں پختگی نہیں آسکتی نہ روحانی افق میں وسعت پیدا ہوسکتی ہے اس لیے خدا انہیں لوگوں پر گناہ کا بوجھ رکھتا ہے جنہیں اس نے کسی اعلیٰ مقدر کے لیے منتخب کیا ہو۔"

دوستوفسکی نے یہی فلسفۂ گناہ اپنے ناولوں میں پیش کیا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ اور توبہ سے انسان خدا کا قرب حاصل کرلیتا ہے۔ اور خدا گنہگاروں کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے چنانچہ اس کے ناولوں کے کردار گناہ کا ارتکاب اس لیے کرتے ہیں کہ بعد میں انہیں پشیمانی کا احساس ہو جو ان کی روحانی سربلندی کا سبب بن جائے۔ لوتھر کا قول ہے:

"جی بھر کر گناہ کرو۔ خدا صرف گناہِ کبیرہ کو معاف کرتا ہے۔"

جنسی ملاپ اور عورت کے بارے میں کلیسیائے روم کے غیر فطرتی اور مریضانہ تصور کے اثرات راہبوں اور راہبات کی زندگیوں پر بڑے ناخوشگوار اور ضرر رساں ہوئے کیونکہ تجرد سے جنسی خواہش پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ راہب پہاڑوں کی کھوہوں میں بھی عورت کے خیال سے نجات نہ پاسکے۔ جنسی ترغیبات سے بچنے کے لیے وہ کٹھن ریاضتوں سے کام لیتے' مراقبے میں غرق رہتے اور فاقے کیا کرتے۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ جنسی خواہش کو جتنی سختی سے دبایا جائے' یہ اتنی ہی شدت سے ابھر آتی ہے' چنانچہ کئی راہب اپنے [illegible] کھو بیٹھے۔ نوجوان مقدس کنواریوں نے جنابِ مسیح کو اپنا دولہا تصور کرلیا اور پرجوش انداز میں ان [illegible] اظہارِ عشق کرنے لگیں۔ ایک عیسائی ولی میتھوڈیس نے کہا تھا۔

"ایک پاکباز دوشیزہ کی روح یسوع مسیح کی دلہن ہے۔"

پھر کیا تھا۔ 'مسیح کی دلہن' کی ترکیب میں طلسماتی کشش پیدا ہوگئی اور جنسی پہلو سے فاقہ زدہ کنواریاں والہانہ شیفتگی سے آسمانی دولہا سے اظہارِ عشق کرنے لگیں اور اپنے وجود کو اس کے وجود میں کھو

دینے کے خواب دیکھنے لگیں۔ ولیہ تریسا جناب مسیح کو مخاطب کر کے کہتی ہے:

"ترے عشق کے طفیل میں یہاں' اس دنیا میں تیرے بغیر زندہ ہوں۔ میری التجا ہے کہ تو میرے رگ و پے میں عشق کی آگ لگا دے۔ مجھے اس امر کا اذن دے کہ میں اپنی شعلہ پرور تمنا کے ساتھ ترے دل میں سما جاؤں' تیرے عشق میں فنا ہو جاؤں۔"

ولیہ تریسا ڈی سپیڈا کاسٹیل کے ایک رئیس کی بیٹی تھی۔ وہ بچپن ہی میں رومانی تصورات میں کھوئی رہتی تھی۔ دس برس کی ہو کر اس نے ترکِ دُنیا کر کے راہبہ بننے کا عزم کیا۔ چار برس کے بعد وہ جوان ہوئی تو حسن و جمال کی پتلی بن گئی۔ وہ کھیل کود کی رسیا تھی اور ہنسی چہلوں میں اپنا وقت گذارتی تھی۔ نوجوان اس میں دلچسپی لینے لگے۔ وہ ایک خوبرو نوجوان کو دل دے بیٹھی اور اسے ملاقات کا وقت دیا۔ اس کے باپ کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے تریسا کو خانقاہ میں داخل کرا دیا جہاں اسے بڑی کوفت محسوس ہوئی۔ اس زمانے میں وہ بیمار پڑ گئی۔ طویل علالت کے بعد اس کی صحت تو بحال ہوگئی لیکن شباب کا ولولہ جاتا رہا۔ اسے ہسٹریا اور مرگی کے دورے بھی پڑنے لگے۔ اس دوران میں اس پر فالج گرا اور وہ ٹھیک ہوگئی۔ تین برس کے بعد ایک صبح یک لخت اسے محسوس ہوا کہ وہ تو بھلی چنگی ہے اور بستر سے اٹھ کر چلنے پھرنے لگی۔ لوگوں نے اسے تریسا کی کرامت پر محمول کیا اور دُور دُور سے اس کی زیارت کو آنے لگے۔ وہ اس خیال سے پریشان ہو جاتی کہ جب کبھی وہ کسی نوجوان کو دیکھے اس کے رگ و پے میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ ایک دن وہ ایک نوجوان سے جسے وہ چاہنے لگی تھی باتیں کر رہی تھی کہ معاً اسے محسوس ہوا کہ جیسے یسوع مسیح اس نوجوان کے پہلو میں کھڑے ہیں۔ وہ مدہوشی کے عالم میں گر پڑی اور اسے اٹھا کر اندر لے گئے۔ ایک مکاشفے میں اس نے دیکھا کہ اس کی روح جسم سے جدا ہو کر آسمان کی جانب پرواز کر گئی ہے اور وہ یسوع مسیح کی باتیں سن رہی ہے۔ ایک دن اس نے:

"ایک نہایت خوبصورت فرشتے کو دیکھا جس نے میرے دل میں ایک لمبا سونے کا تیر جس کے سرے پر آگ لگی ہوئی تھی بھونک دیا اور وہ اسے بار بار گھنگھولتا رہا حتیٰ کہ وہ تیر میری انتڑیوں تک پہنچ گیا۔ مجھے اس قدر شدید درد محسوس ہوا کہ میں زور زور سے کراہنے لگی لیکن وہ تیر اتنا لذت بخش تھا کہ میں نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسے باہر نکالے۔ اس سے بڑھ کر آسودگی مجھے اپنی زندگی میں کبھی بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔ جب فرشتے نے وہ تیر باہر نکلا اور چلا گیا تو میں خداوند کے عشق میں سراپا جل رہی تھی۔"

جنسی ترغیبات سے بچنے کے لیے کلیسیائے روم نے ازمنہ وسطیٰ میں نہانے دھونے پر پابندی عائد کر دی تھی۔ خیال یہ تھا کہ جسم کو صاف ستھرا رکھنے سے نفسانی خواہش بھڑک اٹھتی ہے۔ غلاظت کی تعریف کی جاتی تھی اور جسم کی بدبو کو "تقدس کی خوشبو" کہتے تھے۔ ولیہ پاؤلا کا قول ہے "جسم اور کپڑوں

کی صفائی کا مطلب ہے روح کی آلائش" جوؤں کو "خدا کے موتی" کہا جاتا تھا۔ خیال یہ تھا کہ جس شخص کے بدن میں جتنی زیادہ جوئیں ہوں اتنا ہی زیادہ وہ مقدس ہوتا ہے۔

تجرد اور زاویہ نشینی سے ان کے تخیل پر عورت کا تصور مسلط ہو جاتا ہے اور جس خواہش کی تسکین وہ روزمرہ کی زندگی میں نہیں کر سکتے اس کی تشفی وہ عالم خیال میں کر لیتے ہیں۔ ہیویلاک ایلس نے لکھا ہے کہ صوفیانہ بے خودی اور جنسی جذبے کی از خود رفتگی میں گہرا ربط و تعلق ہے۔ کرافٹ ایبنگ نے جنسی خواہش اور مذہبی تقدس کے مسئلے پر بحث کرتے ہوئے عیسائی اولیاء کی ترغیبات جنسی کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ مذہبیت اور جنسی جذبے کے ہیجان میں اشتراک پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ولیہ تریسا کے 'لذت بخش عذاب' میں جنسی جذبہ مشمول ہے۔ اس کے خیال میں جنسی جذبے کو دبا دیا جائے تو انسان کے دل میں بے پناہ توانائی پیدا ہو جاتی ہے جس سے جذبۂ مذہبیت سیراب ہوتا ہے۔ فریب نفس سے بحث کرتے ہوئے فرائڈ نے اس کے جنسی عوامل کی طرف توجہ دلائی ہے اور ڈاکٹر شریبر کی مثال دیتے ہوئے کہا ہے:

> "ڈاکٹر شریبر کا فریب نفس مذہبی اور صوفیانہ رنگ اختیار کر گیا۔ وہ کہتا ہے کہ "مجھے خدا سے بلاواسطہ تعلق ہے' مجھے شیطان نے اپنا کھلونا بنا رکھا ہے' مجھے معجزانہ پیکر دکھائی دیتے ہیں' میں مقدس راگ سنتا ہوں" بالآخر اُسے اس بات کا یقین ہو گیا کہ وہ کسی اور ہی عالم میں رہتا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ خدا کی زوجہ ہے۔ وہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ "میرے جسم کے اندر کچھ ایسی تبدیلی واقع ہوئی جیسی کہ مریم عذرا کو مسیح کے استقرار حمل سے ہوئی تھی یعنی ایسی باکرہ کو جو اچھوتی تھی۔ دو مختلف مواقع پر میرے اعضائے تناسلیہ زنانہ ہو گئے اگرچہ وہ پوری طرح عورتوں کے جیسے نہیں تھے اور میں نے اپنے بدن میں جنبش محسوس کی جو عورتیں جنین کی حرکت سے محسوس کرتی ہیں۔"

جنسیات کے غلبہ ایذا کوشی اور ایذا طلبی کو بھی مذہبیت اور جنس میں قدر مشترک مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مختلف مذاہب کے پیروؤں نے ایک دوسرے پر بے پناہ ظلم توڑے ہیں۔ ایک ہی مذہب کے مختلف فرقوں نے معمولی اختلاف کی بنا پر اپنے مخالفین کو قتل کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا۔ یورپ کی مذہبی لڑائیوں میں اور "جادوگرنیوں' اور یہودیوں کے قتل عام میں نہایت درجے سفاکی سے کام لیا گیا۔ احتساب کلیسیا والوں نے عقیدے کے اختلاف کے بہانے بے شمار بے گناہ مرد عورتوں کو روح فرسا عذاب دے دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ انہیں شکنجوں میں کس کر ان کے جسم کی ہڈیاں چور چور کی گئیں' زبانیں گدی سے کھینچ لی گئیں' آگ کے الاؤ میں جھونک دیا گیا' آگ میں تپائی ہوئی کنگھیوں سے گوشت کو ہڈیوں سے جدا کیا گیا۔ ولی سائرل کے حکم سے سکندریہ کی فلسفی خاتون ہائی پیشیا کو پادریوں نے سر بازار قتل کیا اور اس کا انگ انگ کاٹ کر آگ میں پھینک دیا گیا۔

معین باری

سکینڈل

29 اپریل کے نیوز ویک میں پوپ جان پال II کو تصویر میں سر پکڑ کر نہایت کرب کی حالت میں دکھایا گیا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ پوپ آنسو بہا رہے ہیں۔ وہ اس وقت امریکی چرچ کے سب سے بڑے Bishops Cardinals کی روم (Rome) میں ایک کانفرنس کی صدارت کرتے دکھائے گئے ہیں۔ اس میٹنگ کا ایجنڈا یہ ہے کہ ''رومن کیتھولک چرچ کی تاریخ کے سب سے بڑے سیکس سکینڈل کے اسباب اور ان کا سدباب''۔ جنسی سکینڈل یہ ہے کہ وہ ملک جہاں ہم جنس پرستی اور ناجائز بچوں کو تحفظ ملتا ہے' وہاں کے مذہبی پیشواؤں یعنی چرچوں کے پیش اماموں نے چھوٹی عمر کے لڑکوں کے ساتھ جنسی تشدد اور جنسی کھیل کی انتہا کردی۔ یہ دینی پیشوا نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے چھوٹی عمر کے بچوں کو عبادت گاہوں میں اپنی ہوس کا نشانہ بناتے رہے۔ جب بعض بچوں نے شور مچایا' مقدمات چلے تو بہت سے مجرم پادری رشوتیں دے کر بچ گئے۔

''نیوز ویک'' میں لکھا ہے کہ Cardinal McCarrick نے واشنگٹن پوسٹ کو بیان دیتے ہوئے کہا ''امید ہے کہ بڑوں کی کانفرنس جو روم میں ہو رہی ہے وہ اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھائے گی کہ بچوں کے ساتھ سیکس میں کتنے پادری ملوث پائے گئے اور کتنے رشوتیں دے کر بری ہوئے۔''

تاریخ اور مذہبی کتابوں میں یہ تو پڑھا تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی امت کو صرف اس لیے تباہ کردیا گیا کہ وہ ہم جنس پرستی کے گناہ میں بری طرح ملوث ہوچکی تھی۔ علامہ یوسف علی نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور ساتھ تفسیر بھی لکھی ہے...... وہ لکھتے ہیں کہ ''میرا Sodom اور Gomorah کے علاقے میں جانے کا اتفاق ہوا' جہاں محکمہ آثار قدیمہ والے کھدائی کر چکے تھے۔ یہاں راکھ بکھری پڑی تھی جو بڑے بڑے پتھر نکلے ان پر گندھک (Sulphur) جمی ہوئی تھی اور گندھک کی بو ابھی تک آرہی تھی۔'' Sodomy کا معنی ہم جنس پرستی ہے اور Gomorah کا معنی گمراہ ہونے والا ہے۔ اس بستی کو برباد ہوئے ہزاروں سال بیت گئے لیکن منہدم شہروں کے نام آج بھی سوڈام اور گوموراہ ہیں۔

پوپ پال II کا امریکی Cardinals اور Bishops کو روم بلا کر ان کے سامنے اپنا سر پکڑ کر گریہ و زاری کرنا کوئی معمولی نوعیت کا سانحہ نہیں ہے...... اگر انبیاء پر ختم نبوت کی مہر ثبت نہ ہوگئی ہوتی تو اللہ تعالیٰ یہ کام کسی نبی کے سپرد کرتے کہ ''اس بھٹکی ہوئی قوم کو سمجھاؤ کہ اس گناہ کبیرہ سے باز آ جائیں ورنہ سوڈام اور گوموراہ جیسا حشر ہوگا۔''

قرآن میں حضرت لوط کی قوم کا ذکر ہے جس میں ایک فقرہ غور طلب ہے کہ ''ان لوگوں نے ایسی بدکاری شروع کر دی جو ماضی میں کبھی کسی قوم سے سرزد نہ ہوئی تھی۔''

بائبل (Genesis 7,8,9) میں اس موضوع پر دلچسپ کہانی لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو ''اللہ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو کہا کہ سوڈام اور گوموراہ کے مکینوں پر بہت سے سنگین الزامات ہیں اور ان کے گناہ حد سے تجاوز کر چکے ہیں...... ابراہیم نے جواب دیا کہ ''میں خود ان بدعادتوں کی تفتیش کرنے جاؤں گا۔'' پھر ابراہیم اور لوط دونوں سوڈام کی طرف گئے...... ابراہیم نے اللہ سے سوال کیا کہ'' مولا اگر اس شہر میں 50 پاکباز ہوئے تو پھر بھی تو اسے تباہ کر دے گا؟'' اللہ نے جواب دیا ''اگر وہاں 50 نیکوکار بندے ہوئے تو وہاں عذاب نہیں آئے گا۔'' حضرت ابراہیم سوال و جواب میں اللہ کو 10 نیک بندوں کی تعداد پر لے آتے ہیں کہ اگر اس شہر میں 10 نیک انسان ہوئے تو شہر تباہی سے محفوظ رہے گا۔

بائبل میں لکھا ہے۔ ''اسی شام دو فرشتے انسانوں کی شکل میں لوط کے گھر آئے' لوط نے انہیں باعزت طریق سے خوش آمدید کہا۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم رات شہر کے چوک میں گزاریں گے۔ لوط انہیں مجبور کر کے گھر کے اندر لے گیا وہ بستروں پر فراش ہو گئے' مہمان ابھی سوئے نہ تھے کہ شہر کے تمام لوگ جوان اور بوڑھے لوط کے گھر پہنچ گئے اور محاصرہ کر لیا...... وہ لوط سے مطالبہ کرنے لگے کہ خوبصورت مہمانوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ لوط نے لوگوں کی بہت منت سماجت کی اور واسطے ڈالے کہ مہمانوں کو کچھ نہ کہو۔ انہوں نے لوط کو گالیاں دیں اور کہا کہ تم کون ہوتے ہو ہمیں سبق سکھانے والے۔ انہوں نے لوط کو دھکے دے کر گرا دیا۔ اور دروازہ توڑنے لگے۔ مہمان لوط کو بلوائیوں سے چھڑا کر اندر لے گئے اور کواڑ بند کر دیئے۔ فرشتوں نے ایسی کرامت دکھائی کہ سب وقتی طور پر اندھے ہو گئے اور دروازہ ان سے اوجھل ہو گیا۔ اس وقت مہمانوں نے لوط سے کہا' ''اپنے عزیز و اقارب کو لے کر اس بستی سے فوراً نکل جاؤ اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھنا۔ ہم اس بستی کو غرق کر دیں گے۔''

سانحہ سوڈام سے چند حقیقتوں کا انکشاف ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت لوط ہم عصر تھے۔ چونکہ نبیوں میں درجات ہوتے ہیں اس لیے ابراہیم (علیہ السلام) کا درجہ حضرت لوط سے ارفع و اعلیٰ تھا۔ اللہ تعالیٰ ابراہیم سے تو ہم کلام ہوئے' حضرت لوط سے وحی کے ذریعے پیغام رسانی کی۔ دوسری بات کہ اللہ بغیر جرم اور تفتیش کسی قوم کو سزا نہیں دیتا...... تیسرا یہ کہ ان تباہ شدہ بستیوں کے کھنڈرات بیسویں صدی میں یورپ کے محکمہ آثار قدیمہ نے ڈھونڈ نکالے جہاں گندھک اور جلی ہوئی راکھ کے ڈھیر آج بھی دیکھے جا سکتے ہیں جن کا مشاہدہ خود علامہ یوسف علی نے جا کر کیا۔

آج اس علت میں مغرب کے لوگ ہی نہیں چرچوں کے پادری بھی ملوث پائے گئے ہیں۔ لوط قوم کی بد عادات مغرب میں طاعون کی طرح پھیل چکی ہیں۔ آج پوپ جان پال کو وہی سنگین مسئلہ درپیش ہے۔ وہ بھی اس کوشش میں ہیں کہ گمراہ قوم کو راہ راست پر کیسے لایا جا سکتا ہے۔ مغرب کے بعض حکمرانوں کو مجبور ہو کر Homosexuality کو قانونی تحفظ فراہم کرنا پڑا۔ بعض یورپی ملکوں میں اس کے بڑے بڑے کلب کھلے ہیں۔ چونکہ کیتھولک فرقہ سے تعلق رکھنے والے زیادہ مذہبی اور قدامت پسند ہیں' اس لیے ان کے پادریوں پر اس فعل میں ملوث ہونا ان پر شاک گزرا ہے۔

❁.....❁.....❁

''قومی اسمبلی کے اقلیتی امیدوار اور با اثر عیسائی رہنما ایس بی جان اپنے بیٹے ایسٹرن جان اور چار اشتہاریوں سمیت گرفتار ہوگئے۔ گرفتاری کے وقت انہوں نے تھانیدار کو دھمکی دی کہ تمہیں پتہ نہیں کہ تم کس پر ہاتھ ڈال رہے ہو! تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا کیونکہ میں مستقبل کا ایم این اے ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ ایس ایس پی گوجرانوالہ سعود عزیز کی ہدایت پر تھانہ سبزی منڈی کے ایس ایچ او عامر سندھو کی نگرانی میں پل نہر کنگنی والا پر پولیس نے ناکہ لگا رکھا تھا۔ اس دوران پولیس کو اطلاع ملی کہ قتل اور ڈکیتیوں کے خطرناک اشتہاری ملزمان بھاری اسلحہ لے کر ایک گاڑی میں آ رہے ہیں جس پر گاڑی کی چیکنگ کی گئی جب پولیس نے کار کو روکا تو کار میں سوار افراد نے ایس ایچ او کو جھاڑ دیا اور کہا کہ میرا نام ایس بی جان ہے' تم نے کار روکنے کی جرأت کیسے کی ہے۔ ایس ایچ او نے کہا کہ: ''سوری سر'' لیکن مجھے آپ کی گاڑی کی تلاشی لینی ہے اور آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے افراد کی شناخت کرنی ہے' اس کے ساتھ ہی انہوں نے گاڑی سے بھاری مقدار میں اسلحہ برآمد کر لیا اور گاڑی میں سوار چار خطرناک اشتہاری ملزمان اور اس کے بیٹے ایسٹرن جان کو بھی حراست میں لے لیا۔ ملزمان کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہ واہنڈو ستراہ اور نارنگ منڈی میں تقریباً تیرہ افراد کے قتل اور ڈکیتی کے مقدمات میں اشتہاری ہیں اور انہوں نے عیدالضحیٰ کے موقع پر موضع دندیاں میں دو بیوپاریوں کو بھی لوٹ کر قتل کر دیا تھا۔''

(روزنامہ ''دن'' لاہور' 6 ستمبر 2002ء)

امام علاء الدین (امریکہ)
ترجمہ: محمد احسن بٹ

ہم جنس پرستی اور عیسائیت

ہم جنس پرستی ایک قابل نفرت اور کراہت انگیز عمل ہے۔ یہ خالصتاً شیطانی فعل ہے۔ اس طرز کی جنسی بے راہ روی کا شکار شخص حیوان (Gross) ہوتا ہے۔ اس امر کے حقیقی ہونے میں شک و ریب کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں کہ ہم جنس پرستی صریحاً کجروی ہے۔ تمام جانداروں میں صرف سور اور انسان ہی اس فعل شنیع کا ارتکاب کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ کتا بھی اس اخلاق باختگی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ بہت سے ''لیڈر'' اس موضوع کے حوالے سے غیر ذمہ دارانہ رویہ اپناتے ہیں۔ سیاسی' مذہبی اور شہری حقوق کے لیڈر ووٹوں اور مالی مفادات کے لیے اس اخلاقی انحطاط' طبعی برائی' ہم جنس پرستانہ طرزِ زیست کو نہ صرف درگذر کرتے ہیں بلکہ اس کی قانونی اجازت بھی دے دیتے ہیں۔ ایسے دھوکے باز لیڈر قابل احترام نہیں ہیں۔

امریکہ کی صورتِ حالات یہاں تک دگرگوں اور ابتر ہو چکی ہے کہ منی پولس میں ہم جنس پرستوں کی ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی تھی' اس کانفرنس کا عنوان تھا ''ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کے منتخب عہدیداروں کی قومی کانفرنس'' اس کانفرنس میں دو ارکان کانگریس بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ یہ اعزاز بھی امریکہ ہی کے حصے میں آیا کہ وہاں ہم جنس پرستوں کی کانفرنس اس دھوم دھام سے ہوئی۔ ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار جیسی جیکسن نے جو پادری بھی ہیں' اس کانفرنس کے نام ہمدردی کا پیغام بھیجا تھا۔ کانفرنس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ ہم جنس پرستوں کے مطالبات ایک بل کی شکل میں سینٹ میں پیش کیے جائیں۔ ہم جنس پرستوں کے مطالبات کچھ یوں تھے:

1- ہم جنس پرستوں کی فوج میں بھرتی پر پابندی ختم کی جائے۔
2- ہم جنس پرستوں کو اعلیٰ انتظامی ملازمتیں دی جائیں۔
3- ہم جنس پرستوں کو سوشل سیکیورٹی سے مالی امداد دی جائے۔
4- ہم جنس پرستوں کے خلاف تشدد روکا جائے اور ان کی پوری پوری مدد کی جائے۔

-5 دیگر ممالک سے جو ہم جنس پرست امریکہ آنا چاہیں' انہیں روکا نہیں جائے۔

واشنگٹن میں تقریباً پندرہ ہزار مرد و زن ہم جنس پرستوں نے اپنا ایک دن گے پریڈ (Gay Parade) منانے کے لیے اس شہر کی گلیوں میں مارچ کیا۔ اس کے جلوس کی وجہ ماہرین عمرانیات کی یہ دریافت تھی کہ امریکیوں کی دس فیصد تعداد ہم جنس پرست ہے۔ اب نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ پادریوں سے ہم جنس پرستوں کے لیے علیحدہ عبادت کی مجلس منعقد کرنے کے مطالبات ہونے لگے ہیں۔ اس سے آگے سان فرانسسکو سے اطلاع ملی ہے کہ وہاں لوتھرین چرچ کے بشپ نے ان کلیسائی حلقوں کی باقاعدہ توثیق کردی ہے جو ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کے ذریعے چلائے جارہے ہیں۔

جنس کے منحرف رویوں میں سے بدترین قسم مرد کا مرد کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا ہے۔ یہی سدومیت ہے اور اس کے حامل کو سدومی (Sodomite) کہا جاتا ہے۔ عورتوں میں بھی یہی قبیح کجروی راہ پا چکی ہے' اس کو لزبائیت (Lesbianism) کہا جاتا ہے۔ آسانی فہم کے لیے مردوں اور عورتوں ہر دو کی ہم جنس پرستانہ روش کو ہم جنس پرستی (Homo -Sexuality) کہا جاتا ہے۔

عہد نامۂ قدیم (The Old Testament) کے باب پیدائش میں درج ہے کہ جب دو فرشتے سدوم کو آگ اور گندھک برسا کر تباہ کرنے آئے تو جناب لوطؑ کے گھر ٹھہرے۔ جہاں سدومیوں نے انہیں گھیر لیا اور شور مچانے لگے کہ اے لوطؑ! انہیں باہر بھیجو۔ فرشتوں نے انہیں اندھا کردیا اور اس طرح اپنے آپ کو بچایا۔

قرآن میں اس کا ذکر یوں آتا ہے:

> ''یوں لوطؑ کو بھی ہم نے اس طرح بھیجا جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم (ایسی) بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جسے تم سے پہلے اہل جہاں میں سے کسی نے نہ کیا تھا۔ بے شک تم نفسانی خواہش کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو بلکہ تم حد سے تجاوز کر جانے والے ہو۔''
>
> (الاعراف:80:81)

قرآن مجید کے دیگر مقامات پر بھی پیرائے بدل کر اس غیر فطری فعل کی سنگینی کا احساس دلایا گیا ہے۔ سدومیت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''اللہ اس شخص پر لعنت بھیجتا ہے جو قوم لوطؑ کے عمل میں ملوث ہو۔''

اسلام کے ظہور کے بعد گزشتہ چودہ سو برسوں میں یہ برائی دب گئی تھی۔ اکا دکا واقعات کے علاوہ وسیع پیمانے پر اس کے نمودار ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن موجودہ صدی میں ایک بار پھر دنیا خصوصاً یورپ اور امریکہ اس وبا کی لپیٹ میں آگئے ہیں۔ جرمنی کی پارلیمنٹ تو اسے پہلے ہی جائز قرار دے چکی تھی۔ برطانیہ میں بھی شادی سے پہلے یا اس کے بعد ہم جنس پرستی کے ذریعے جنسی لطف و تسکین حاصل کرنے کی قانونی اجازت حاصل ہے اور اب آئرلینڈ نے اپنی قدیم عیسائی روایات سے انحراف کرتے

ہوئے ہم جنس پرستی کو باقاعدہ قانونی جواز عطا کردیا ہے۔ جبکہ اس ملک میں 1861ء سے پہلے تک اس جرم کا مرتکب پھانسی کی سزا کا مستحق قرار پاتا تھا۔ اسی طرح ڈنمارک جہاں 1930ء ہی میں ہم جنس پرستی کو قانونی طور پر تسلیم کرلیا گیا تھا' ایک تازہ قانون کے مطابق یہاں اب ایک ہی جنس کے جوڑوں کو وراثت' ٹیکس' پنشن کی وصولی اور ملکیت کے وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو روایتی شادیوں کے تحت شادی شدہ جوڑوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ ڈنمارک جہاں 1948ء سے سرگرم ہم جنس پرستانہ تحریک چلتی رہی ہے' حکام کا اندازہ ہے کہ اکیاون لاکھ آبادی کے اس ملک میں قریباً بیس ہزار مرد و زن ہم جنسی کی زندگی گزارتے ہیں۔ امریکی ریاست کیلی فورنیا کے شمالی شہر سان فرانسسکو کی بلدیاتی قانون ساز کونسل نے امریکہ کا اپنی نوعیت کا پہلا قانون منظور کر کے ہم جنس پرست جوڑوں کے لیے بھی جو شادی کے بغیر ساتھ رہتے ہیں' سرکاری دفتر میں شریک زندگی کی حیثیت سے اپنی رجسٹریشن کرانے کی اجازت دے دی ہے۔ امریکہ میں یہ بیماری کس قدر پھیلی ہوئی ہے' اس کا کسی قدر اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ یہاں عوام ہی نہیں خواص بھی اس مرض کا شکار ہیں' چنانچہ ہم جنس پرست عام لوگ ہی نہیں' جج' ڈاکٹر' کھلاڑی' سیاست داں' پادری غرضیکہ ہر طبقۂ حیات میں یہ کجرو لوگ موجود ہیں۔

اس کی چند مثالیں ہم اپنے قارین کی نذر کررہے ہیں:

روزنامہ ''ایوننگ نیوز'' (Evening News) اپنی 9 مئی 1992ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

> ''ویسٹ سسکس (برطانیہ) کے پادری ریوٹم ٹائلر (Revtom Tyler) کو چرچ سے علیحدہ کردیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فحش اور برے افعال کا ارتکاب کرتا تھا اور عدالت میں اس کا جرم ثابت ہوچکا تھا۔ اس نے اس مقدمے کے خلاف چرچ ہاؤس لندن میں دو مرتبہ اپیل بھی کی جو مسترد کردی گئی۔''

''ایوننگ نیوز'' (Evening News) کے اسی شمارے میں ایک اور خبر شائع کی گئی ہے جو نام نہاد سفید اشرافیہ (White Aristocracy) کی بدطینتی کو بے نقاب کرتی ہے:

> ''امریکہ کے شہر نیو بیڈفورڈ فال (New Bedford Fall) میں ایک سابق رومن کیتھولک پادری نے عدالت کے رُوبرو اس امر کا واضح اعتراف و اقرار کیا کہ اس نے دورانِ ملازمت میں قریباً ایک سو بچوں کے ساتھ بدفعلی کی تھی۔''

''ایوننگ نیوز'' ہی نے 17 جون 1992ء کے شمارے میں ایک اور عبرت ناک سٹوری (Story) شائع کی ہے' جو کچھ اس طرح سے ہے:

> ''برطانیہ کے شہر کینبرا (Canberra) میں ایک اینگلیکن بشپ عدالت کو ایک مقدمے میں مطلوب ہے' جس پر الزام ہے کہ وہ اپنی جنسی ہوس مٹانے کے لیے لڑکوں کی تلاش میں تھا اور ان مقامات پر موجود تھا جہاں اس قسم کی حرکتیں کرنے

والے موجود ہوتے ہیں۔"

"ڈیلی ٹیلی گراف" (Daily Telegraph) نے 18 فروری 1995ء کی اشاعت میں پادریوں کی جنسی بے راہروی اور انحرافی روش کو واشگاف کرنے والی ایک خبر شائع کی ہے جس کے مطابق:

بیری لینڈ رومن کیتھولک فرقے سے تعلق رکھنے والے تین پادریوں نے جنہیں گزشتہ ہفتے ان کی ذمہ داریوں سے فارغ کردیا گیا تھا' اپنے آپ کو حکام کے حوالے کردیا۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے 1980ء کی دہائی میں بچوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس کے مطابق ان پادریوں میں ایک ستر سالہ الفونس سمتھ' پچاس سالہ ایڈورڈ ٹمچرڈ اور اٹھاون سالہ ایڈورڈ ہارٹل شامل ہیں۔ پادریوں پر تین افراد نے الزام لگایا تھا کہ 1980ء میں سینٹ متھیلس میں ان کے ساتھ بدفعلی کی تھی۔ ٹمچرڈ پر 1984ء اور 1987ء میں دو بچوں پر جنسی تشدد کا الزام ہے۔ جبکہ ہارٹل پر الزام ہے کہ اس نے چرچ کا دورہ کرنے کے دوران ایک بچے سے زیادتی کی۔"

مشی گن سے شائع ہونے والے ہفت روزہ میگزین "مشی گن سٹار" (Michigan Star) نے آسٹریلیا کے ایک مذہبی پیشوا کی ہم جنس پرستانہ زندگی کو بے نقاب کرتے ہوئے درجِ ذیل خبر شائع کی:

"ویانا آسٹریا کے سب سے بڑے عیسائی پیشوا اور رومن کیتھولک فرقے کے بڑے بشپ کارڈینل ہینز ہرمن گروز کو بیس سال قبل ایک لڑکے سے بدفعلی کرنے کے الزام پر بشپ پینل سے مستعفی ہونا پڑا۔ ان کی جگہ گزار شہر کے بشپ جان ریئر کا انتخاب ہوا۔"

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ نئے بشپ نے اپنے پرانے ساتھی کی روایات کو ہی قائم رکھا ہو۔ آخر وضعداری و روایت پسندی بھی تو ایک "انسانی قدر" (Human Value) ہے نا!

ادھر واشنگٹن سے شائع ہونے والے ایک تحقیقی جریدے نے "نیوز ویک" کے حوالے سے خبر دی ہے کہ:

"سترہ علماء وفضلا اور ماہرین صحت پر مشتمل کمیٹی نے ایک گرما گرم رپورٹ بعنوان "جسم اور روح کا اتحاد" تیار کی ہے' کمیٹی کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ جنسی تسکین ایک بنیادی ضرورت ہے۔ اسے طبعی جوڑوں تک محدود یا قدیم اخلاقی اصولوں کا پابند ہرگز نہیں بنانا چاہیے۔"

ملاحظہ کیا آپ نے علماء وفضلا اور ماہرین صحت کی سوچ کا اسلوب اور اخلاقیات کا معیار۔ یہی وہ "عظیم سفید مسیح انسانیت" ہیں جو نسلی تعصب کے زیر اثر ہم سیاہ فاموں کو "کالے" (Blacks) کہہ کر مختلف طرز کی بہتان طرازی کرتے آئے ہیں۔ ذرا ان کی ذہنی پس ماندگی اور اخلاقی انحطاط ملاحظہ کیجئے:

''یورپ و امریکہ میں ناجائز بچوں کی بھرمار ہوچکی ہے۔ ایک امریکی دانشور چارلس مرے (Charles Murray) کے مطابق امریکہ برائیوں کی دلدل میں دھنس چکا ہے۔ بڑھتے ہوئے جرائم' منشیات' غربت' ناخواندگی' لوگوں کا بے گھر ہونا وغیرہ۔ لیکن ایک مسئلہ ایسا ہے جو ان سب سے زیادہ شدید اور نتائج کے لحاظ سے تباہ کن ہے۔ اس لیے کہ اس برائی سے دوسری مغربی برائیاں جنم لیتی ہیں اور یہ برائی ہے ناجائز بچوں کا روز افزوں اضافہ۔ 1991ء میں 12 لاکھ ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ کل پیدا ہونے والے بچوں میں ناجائز بچوں کی تعداد 30 فیصد ہے۔ سیاہ فام ناجائز بچے 32 فیصد جبکہ سفید فام 23 فیصد ہیں۔ مرے کا کہنا ہے کہ امریکی معاشرہ تباہی کی طرف جارہا ہے۔ اگر اس بدی کو روکا نہ گیا تو اس میں تیزی سے اضافہ ہوگا اور پھر رہے سہے خاندانی نظام (Family Setup) کے پرزے اڑیں گے' جرائم میں بے تحاشہ اضافہ ہوگا۔ خاندان کو اگر بچایا نہ گیا تو سب کچھ جل کر خاک ہو جائے گا' مضبوط خاندانی نظام کے بغیر کوئی معاشرہ زندہ نہیں رہ سکتا۔''

اس رپورٹ میں یقیناً آپ نے ''سفید دانش مندوں'' کے تعصب کو کھلی آنکھوں سے ملاحظہ کرلیا ہوگا۔ حیرت اس امر پر ہے کہ امریکی معاشرے کی تباہی پر فکر مند دانش مند ''کالوں'' ہی کو کیوں ہر برائی کی جڑ سمجھتے ہیں؟ کیا ان کی نگاہوں سے سفید لوگوں کے جرائم نہاں ہیں؟ کیا وہ درج ذیل خبروں سے بھی ناآشنا ہیں جو کہ نام نہاد ''سفید پریس'' (White Press) ہی نے شائع کی ہیں؟

''ایڈنبرا یونیورسٹی میں نفسیات کے پروفیسر کرس برائنڈ جنہوں نے اپنی کتاب ''دی جی فیکٹر'' (The G Factor) میں دعویٰ کیا تھا کہ کالے افراد گوروں کی نسبت فطری طور پر کم ذہین ہوتے ہیں۔ انہوں نے انٹرنیٹ پر جاری ہونے والی خبر میں یہ بیان دیا ہے کہ بارہ سال سے بڑی عمر کے بچوں کے ساتھ بڑی عمر کے لوگوں کا باہمی رضامندی سے غیر تشددانہ جنسی تعلق قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ دونوں کا تعلیمی و ذہنی معیار بلند ہو۔ ڈاکٹر کرس برائنڈ نے انکشاف کیا کہ خود انہوں نے بچپن میں رقم کے لالچ میں بڑی عمر کے ایک شخص کو اپنے ساتھ اس طرح کی چند حرکات کرنے کی اجازت دے دی تھی۔''

سیاہ فاموں کو ملعون قرار دینے والے اس نام نہاد ماہر نفسیات کا اعتراف آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اس سے بڑھ کر عبرت کا مقام کوئی اور ہوسکتا ہے؟

''سیکس فری کرانیکل'' میں شائع ہونے والی دو خبریں اختصار کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ اس سے سیاہ فاموں کو برائی کی جڑ قرار دینے والے ''سفید'' لوگوں کے سامنے ان کی اپنی کمیونٹی کی جنسی

غلاظت آجائے گی۔

''42 سالہ خاتون نے نیویارک میں اپنے بیٹے سے شادی کرلی ہے اور وہ ہنسی خوشی رہ رہے ہیں۔''

دوسری خبر ہے:

''پنسلوانیا میں ٹام گرین نامی ایک شخص نے پہلے دوعورتوں سے شادی کی اور بعد میں ان کی تین بیٹیوں سے بھی شادی کرلی۔''

یہ تو تھی سفید بالغوں (White Adults) کی کارستانیاں' جن سے سفید دانش ورنظریں چرا کرمحض سیاہ فاموں کی مذمت کیے جا رہے ہیں۔ ذرا ایک اور خبر مزید دیکھیے جس میں ''انسانوں کی اعلیٰ ترین قسم'' یعنی ''سفید لوگوں'' کے بچوں کی اخلاقی حالت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

''گلاسکو کا ایک دس سالہ بچہ مقامی ایجوکیشن کونسل کے لیے دردسر بن گیا ہے۔ یہ بچہ جس کا نام قانونی وجوہات کی بنا پر صیغۂ راز میں رکھا گیا ہے' اس کوسکول میں اپنی ساتھی طالبہ پر جنسی حملہ کرنے کے الزام میں ایک دوسرے سکول میں بھیج دیا گیا تھا' لیکن جب دوسرے سکول کے بچوں کے والدین کو اس بچے کی اپنے سکول میں آمد کا علم ہوا تو انہوں نے ایک اجلاس منعقد کرکے اس پر شدید احتجاج کیا اور مقامی ممبر پارلیمنٹ اور ایجوکیشن اتھارٹی کو اس مسئلے کا نئے سرے سے جائزہ لینے کے لیے خطوط لکھے۔ دریں اثنا گلاسگو کے نزدیک کلارکن پرائمری سکول کی انتظامیہ نے بچوں پر بڑھتے ہوئے جنسی حملوں کے واقعات کی بنا پر تمام طلباء کو ہدایت کی ہے کہ وہ سکول سے گھر کے سفر کے دوران میں اکیلے جانے کی بجائے گروپس کی شکل میں جائیں اور کسی بھی اجنبی شخص سے محتاط رہیں۔''

مردانہ اور نسوانی ہم جنس پرستی (Male and Female Homo-Sexuality) نے انسانوں کو مرتبہ انسانی سے گرا کر انتہائی ارزل اور اسفل کردیا ہے۔ اس پستی کی مثالیں درج ذیل ہیں:

''سنڈے پوسٹ'' اپنی 4 اگست 1994ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:

''جوہانسبرگ پولیس نے بالآخر اس راہبہ کو گرفتار کرلیا ہے جس کے زیر اثر تربیت حاصل کرنے والے بارہ سے پندرہ سال کے تین بچے ذہنی انتشار کا شکار ہوگئے تھے۔ تفصیلات کے مطابق راہبہ کیتھرین اپنے مقامی چرچ میں بچوں کو مذہبی تعلیم دینے پر مامور تھی۔ تین سال قبل اس کے پاس کچھ بچے بغرضِ تعلیم آئے جن سے اس نے مذہبی تعلیم کی آڑ میں ناجائز تعلقات استوار کرلیے جو مسلسل تین سال تک جاری رہے' جس سے تین بچے ذہنی انتشار کا شکار ہوگئے

تھے جنہیں والدین نے ماہر نفسیات کو دکھایا تو انہوں نے نفسیاتی معائنے کے بعد اس راہبہ کے خلاف عدالتی کارروائی کرانے کا کہا۔ راہبہ نے بھی پولیس تفتیش کے دوران میں اپنی زیادتی کا اعتراف کر لیا ہے۔ بچے ابھی تک نارمل (Normal) نہیں ہوسکے۔"

صرف اسی پر بس نہیں بلکہ عیسائی مذہبی زعما تو اس سے بھی کہیں آگے چلے گئے ہیں۔ آرچ بشپ آف کنٹربریز کا کہنا ہے کہ "حضرت عیسیٰؑ نے اس لیے شادی نہیں کی کہ وہ ہم جنسیت (Homo-Sexuality) میں مبتلا تھے۔" (نعوذ باللہ) پادریوں کی ذہنی پستی بے انتہا بڑھ چکی ہے۔ امریکی ٹی وی کے دسویں چینل نے ایک سروے میں انکشاف کیا ہے کہ 20 فیصد پادری کم سن بچوں کا استعمال کرتے ہیں۔ امریکی ٹی وی نے یہ بھی انکشاف کیا کہ 1983ء سے 1993ء تک امریکی کلیسا کو چار سو ملین ڈالر اس جرمانہ کے طور پر ادا کرنا پڑے جو کمسن بچوں اور بچیوں نے پادریوں کی طرف سے ہونے والے جنسی حملوں کے خلاف امریکی عدالتوں میں مقدمات دائر کر کے معاوضے طلب کیے تھے۔ سکنڈے نیوین ملکوں میں جنسی آزادی نے انسانوں کو حیوانوں کے درجے میں لا کھڑا کیا ہے۔ وہاں شادی سے پہلے اور بعد میں ہم جنس پرستی کے ذریعے جنسی لطف و تسکین حاصل کرنے کی قانونی اجازت ہے۔ اس کے مقابلے میں اسلام جنسی جذبے کو اس کے درست تناظر میں استعمال کرنے کے لیے ایسی پابندیاں عائد کرتا ہے جو انسانی زندگی کے گلستاں کو خوشبودار پھولوں سے بھر دیتا ہے اور انسانی معاشرہ توازن کی خوبی سے مالا مال ہو جاتا ہے۔

قرآن دیکھئے جو اسلام کا دستور اساسی ہے۔ اس میں جنس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ دنیا کی لذتوں کے بیان میں سرفہرست عورت کو قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

"لوگوں کے لیے دُنیوی لذتوں کی محبت آراستہ کر دی گئی ہے' یہ ہے عورتیں اور بیٹے۔" (آل عمران:14)

ان حدود کے باہر' جن کا اسلام نے حکم دیا اپنی جنسی خواہشوں کو پورا کرنا اور اپنی منفی ضروریات کی تکمیل کا سامان کرنا زنا کاری' بدکاری اور سدومیت ہے جو اسلام کے نزدیک حرام اور سخت ترین جرم ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو جنسی بے راہروی اور انحراف سے سختی سے منع کرتا ہے۔ قرآن میں جنسی تعلقات کو اس قدر وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ کوئی مسلمان کبھی راہِ حق سے بھٹک ہی نہیں سکتا۔

ہم جنس پرستوں کے نزدیک "پاک اور منزہ ہونا" بالفاظ دیگر "مستقیم" ہونا قابل نفرت ہے۔

زوجنسی (Bi-Sexual) ہونا خلاف معمول (Abnormal) ہے۔

جو امر "باطل" ہے' وہ فطری و آفاقی نظام اشیاء میں کوئی "حق" نہیں رکھتا۔ بوائے سکاؤٹوں کے ماسٹر' ڈے کیئر کے مالکان' سیاست داں' پادری' انکلز' مبلغ اور استاد...... نوعمر اور معصوم لڑکوں سے ہم

جنس پرستانہ آزادگی برتنے کے حوالے سے معروف ہیں۔ جان گیسی (John Gacey) اور دوسرے لوگ نہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ جنسی طور پر غلط کاری کرتے ہیں بلکہ وہ نوجوان لڑکوں کو بھی ورغلاتے ہیں اور ان کے ساتھ بدکاری اور زنا کرتے ہیں۔ بعض کو تو وہ قتل بھی کر ڈالتے ہیں! مساکیت (Masochism) اور سادیت (Sadism) میں مبتلا بہت سے لوگ ہم جنس پرست ہیں۔ شوبزنس' سپورٹس' سیاست اور تعلیم کے شعبوں میں ہم جنس پرستوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان کی یہ بیماری نیچے تک سرایت کرنے والی اور دوسروں کو ترغیب وتحریک دینے والی ہے۔

سدومیت پرست (نام نہاد ہم جنس پرست) بیمار اور خطرناک ہیں۔ جیفری ڈامر (Jeffery Dahmer)' انکل ایڈ (Uncle Ed-Eward Savitz)' جان گیسی (John Gacey) اور دیگر نے اس کا ثبوت پیش کردیا ہے۔ مرد مرد ''رضامند بالغوں'' (Consenting Adults) کا مقعد لنگی (Anal-lingus) بدفعلی میں مبتلا ہونا انتہائی گھناؤنا ہے۔ ہم جنس پرستوں کے بیہودہ و نفرت انگیز طرزِ زیست کو عیاں کرنا اور نیست و نابود کر دینا انتہائی ضروری ہے۔

''مسلم جرنل'' کے یکم مئی 1987ء کے شمارے میں صفحہ 29 پر میری انتہائی قابل قدر رفیقہ سسٹر کریمہ (عمر) شہباز مذکورہ بالا آیت کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ ''اسلام اور ہم جنس پرستی'' ایک دوسرے کے بالکل الٹ ہیں:

> ''دن اور رات' سورج اور چاند' مثبت اور منفی' مرد اور عورت...... ہمیں ان تمام شریفانہ تضادات سے کچھ سبق حاصل کرنا چاہیے۔ یہ ایک اعتبار سے' اللہ تبارک و تعالیٰ کا ایک عظیم توازن افزا عمل ہے کہ اس نے ہر جنس میں اپنی صنف مخالف کے لیے کشش رکھ دی ہے جو آگ کو ٹھنڈا کرتی ہے اور مثبت اور منفی' ین (Yin) اور یانگ (Yang) کی برف کو پگھلاتی ہے.....''

ہم جنس پرستی ایک سے زیادہ وجوہات کی بنا پر ممنوع ہے۔ یہ گمراہ کن طرز زندگی مادی' اخلاقی' سماجی' روحانی اور ذہنی اعتبار سے انسانیت کے لیے مہلک ہے۔ یہ معاشرے کی ساخت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکتا ہے' زندگی کے حقیقی توازن کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اگر اس کو نظر انداز کردیا گیا تو ہم جنسی پرستی اور سیفوازم (نسوانی ہم جنس پرستی Sapphoism) نوع انسان کو فنا کی طرف لے جاسکتے ہیں۔

کچھ کلچروں میں سدومیت معرفت وعرفان (Initiation) کی ایک رسم ہوتی تھی۔ مورخ ایوا سی کیولز (Eva C.Keuls) لکھتی ہیں:

> ''بہت سے کلچروں میں سدومیت کا ارتکاب جبر و تسلط قائم کرنے والے عمل کے طور پر کیا جاتا تھا۔''

پروفیسر کیولز (Keuls) مزید صراحت کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

> ''اگرچہ سامنے سے کیے جانے والے جنسی عمل میں بھی یہی پہلو مضمر ہے تاہم

پیچھے سے کیے جانے والے جنسی عمل...... خصوصاً مقعد میں دخول...... کے حوالے سے بھی یہی صادق آتا ہے۔ مقعد میں کیے جانے والا جنسی عمل جارحیت اور تغلب سے بھرا ہوتا ہے۔"

بالغ معاشرے میں داخل ہونے کے لیے نئے امیدوار کو نری تحقیر' سخت جان ماری اور انقیاد و اطاعت پذیری (Submission) کی مخصوص جرأت آزمائیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ پیٹرن (Pattern) معرفت کی رسومات اور دیگر راہِ خاص کی رسومات کے حیا سوز منظر نامے کی پیروی کرتا ہے۔ اپنی طلب اور خواہشات کی اطاعت کرتے ہوئے' جو بڑی عمر کے ہم جنس پرستوں نے اسے ودیعت کی ہوتی ہیں' وہ اس نوع کی بے توقیر سوسائٹی کی مقتدرہ میں اپنا مقام حاصل کرنا سیکھتا ہے۔ وقت آنے پر وہ نوبالغوں کی اگلی نسل کے ساتھ اسی طرح کا اخلاق سوز فعل کرتا ہے۔

بائبل میں' پہلے کورنتھین (Corinthians) کے چھٹے باب' نویں فقرے میں متذکرہ روش کو کنایۃً بیان کیا گیا ہے۔ گیارہویں فقرے میں واضح طور پر آیا ہے کہ "عیسائی ہو جانے والے" کورنتھیوں میں سے "چند ایک" اسی مزاج کے حامل تھے۔ قارئین کو آیات 9 تا 20 کو نہایت غور اور احتیاط سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ ساتویں باب کا افتتاحی فقرہ دلچسپ ہے۔ مردوں کو' خصوصاً نوجوان مردوں کو' اپنی شہوت کے لیے نشانہ بنانے والے ہم جنس پرست عورتوں کو مسترد کر دیتے ہیں۔ قرآنِ مقدس اس شیطانی رجحان کی سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہے۔

دور حاضر کے ڈے کیئر سنٹر (Day Care Centres) اس نوع کی لوطیانہ جنسی سرگرمیوں کی آماجگاہ ہیں۔ "لٹل راسکل ڈے کیئر سنٹر" (Little Rascall Day Care Centre) کے مالک' نارتھ کیرولینا (North Carolina) کے باکس کیلی (Box Kelley) کو اپریل 1992ء میں ننانوے بچوں سے جنسی بدفعلی کے ارتکاب پر سزا سنائی گئی۔ اس کے سنٹر کے نام کا آخری جزو "چھوٹے" بچوں میں اس کی دن بھر کی دلچسپی کو عیاں کرتا ہے۔ یہاں بہت سے ڈے کیئر سنٹرز (Day Care Centres) کے انچارج "باب کیلیز" (Bob Kellies) ہیں' ننھے بچوں کے سکاؤٹ دستے' نوجوان لڑکوں کے سکاؤٹ دستے اور نوجوانوں کی سرودگاہیں وغیرہ ان کی شکارگاہیں ہیں۔ یہ انسانی دیمک کے مثل ہیں جو شائستہ معاشرے کی بنیادوں کو نیست و نابود کیے دے رہے ہیں۔

ہم جنس پرستی ایک نہایت سنگین بیماری ہے۔ یا تو ہمارے معاشرے کو اس سے سنجیدگی کے ساتھ نمٹنا ہوگا یا پھر ہمارا معاشرہ روم' ایتھنز' لیزبوس (Lesbos)' سدوم (Sodom) اور گمورہ (Gomorrah) کی راہ پر گامزن ہو جائے گا۔ ہمیں ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ بائبل (پیدائش 18p20-33/19:1-26) میں مذکورہ شہروں میں ایسے دس افراد بھی نہیں ملتے تھے جو ہم جنس پرست نہ ہوں۔ کچھ ہم جنس پرستوں نے تو خالق کے بھیجے ہوئے "دو فرشتوں" سے بھی لواطت کرنا چاہی تھی۔ (19:5-10) یہ موضوع ایسا نہیں ہے جس پر کوئی ہوش مند' اخلاقی طور پر راست رو انسان تحریری طور پر یا

گفتگو کے ذریعے بحث کر سکے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر بحث و تمحیص کی اشد ضرورت ہے۔ خاص طور پر ایک باشعور مسلم کے لیے جو اس حقیقت کی آگاہی رکھتا ہو کہ ''اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوتی''...... قرآن (33:62) خالق نے دو صنفیں تخلیق کی ہیں اور جیسا کہ بائبل بتاتی ہے اسے فریب نہیں دیا جاسکتا۔

ہم جنس پرست قانون کے تحت جن خصوصی مراعات کے مطالبات کر رہے ہیں وہ دستاویز حقوق (بل آف رائٹس) کی بے توقیری کے مترادف ہے۔ ہم جنس پرست مساوات کے پردے میں پورے معاشرے پر اپنی اقدار کے نفاذ کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہم جنس پرستوں کی ایک حکمت عملی یہ ہے کہ وہ ہم جنس پرستانہ روش کو کسی فرد کی جلد کے رنگ یا مقام پیدائش سے تساوی کی تحقیر انگیز کوشش کر رہے ہیں۔ افریقی نژاد امریکی اور ہسپانوی وغیرہ اس نوع کی نفرت انگیز مساوات سے بہت زیادہ پریشان ہیں۔ ایک نوجوان ذہین سماجی سائنس دان (سوشل سائنٹسٹ) امام شمس الدین خبیر کے الفاظ میں ''...... یہ ایک اخلاقی معاملہ ہے...... ایک مسئلہ اخلاقی ہے اور دوسرا ایک نام نہاد اقلیتی مسئلہ۔'' ان کا کہنا درست ہے۔

سب نہیں تو کافی سارے نسل پرست رہنماؤں نے تسلیم کیا ہے کہ ہم جنس پرستوں کو ان غلاموں کی آل اولاد کے شہری حقوق سے جوڑ دیا جائے جن کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ دو متخالف معاملات کو' جن میں سے ایک حقیقی طور پر نسل پرستانہ اور دوسرا ایک منتخب طرز زیست ہے...... یکجا کرنا' ایک پرفریب اور بدنیتی سے کیا جانے والا عمل ہے۔ اس کو بڑھا چڑھا کر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک سنگین عمل ہے۔

دو ہم جنس پرست مصنفوں کی طرف سے کیے گئے سروے میں انکشاف کیا گیا ہے کہ 73 فیصد ہم جنس پرست بعض اوقات' بعض جگہوں پر سولہ سال اور بعض ان سے بھی کم عمر کے لڑکوں کے ساتھ جنسی بدفعلی کرتے ہیں۔ نیویارک کے ہم جنس پرست ایک ٹیچر کی' اس موقف کے ساتھ' حمایت پر اُتر آئے تھے کہ اس نے ایک لڑکے کے ساتھ کلاس روم سے باہر جنسی بدفعلی کی تھی۔ 5 جولائی 1979ء کا نیویارک پوسٹ ملاحظہ فرمایئے۔

مخصوص علاقوں کے ہم جنس پرست جنسی رضامندی کی عمر سے متعلق قوانین کو منسوخ کروانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ چھ' سات' نو یا دس سالہ بچے کو اپنی رضا سے جنسی بدفعلی کروانے کی اجازت دی جائے۔ کسی بچے سے چھیڑخانی کرنا اب زیادہ طویل عرصے تک جرم نہیں رہے گا۔

مائیکل سوئفٹ (Michael Swift) نامی ایک ہم جنس پرست نے 1987ء میں بوسٹن کی ہم جنس پرست برادری نیوز (Boston's Gay Community News) میں لکھا تھا:

> ''ہم تمہارے بیٹوں' جو تمہاری صنف مردانگی کی علامت ہیں' جو تمہارے کھوکھلے خواب اور بے ہودہ جھوٹ ہیں' کے ساتھ لواطت کریں گے۔ ہم انہیں تمہارے

سکولوں میں' ڈور میٹریوں (Dormitories) میں' تمہارے جمنازیموں (Jymnasiums) میں' تمہارے مدرسوں میں' تمہارے نوجوانوں کے گروپوں میں' مشترکہ رہائش گاہوں میں' ٹرک اڈوں میں بے آبرو کریں گے...... تمہارے بیٹے ہمارے منظورنظر ہوں گے اور ہمارے حکم کی اطاعت کریں گے۔ وہ ہمارے تصور کے مطابق ڈھل جائیں گے۔ وہ ہماری آرزو اور ہماری پرستش کریں گے۔"

اسی مضمون میں مزید کہا گیا ہے:

"وہ سارے چرچ جو ہماری مذمت کرتے ہیں' بند کردیے جائیں گے۔ ہمارے دیوتا صرف خوبصورت نوجوان مرد ہیں۔"

(بوسٹن گے کمیونٹی نیوز' 21-15 فروری 1987ء)

تاریخ اس امر کی تصدیق کرتی ہے کہ یورپی لوگوں کی زرخیزی کی خواہش انہیں جنسیت پرستی/شہوت پرستی کی طرف لے گئی' جس کو عہد جدید کے بہت سے لوگ فحش اور ناپاک لنگ مت (Phallic Sects) کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور جس نے "عیسائیت" کی راہ ہموار کی اور آخر کار اس میں مبدل و مدغم ہوگئی۔

مثال کے طور پر فرانس میں لسکاکس (Lascaux in France) اور سپین میں التا میرا (Altamira in Spain) کی غاروں کی مصوری (Cave Painting) جس میں واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مردوں اور عورتوں کی جنسیت کے اظہار میں گہری دلچسپی لی گئی ہے اور ان تصویروں سے مصوروں کے ذہنوں پر مردانہ عضو تناسل کا تسلط واضح جھلکتا ہے۔

جہاں تک قدیم ترین یورپ اور کاکیشائی نسل کے لوگوں کا تعلق ہے تو سارے یورپ میں لنگ پرستی (Phallicism) کا عام رَواج تھا۔ زرخیزی مت (Fertility Cult) کے مردوں اور عورتوں کی جنسیت نے انہیں اعضائے تناسل اور ان سے مشابہ ومماثل تعویذوں کو پہننے اور جادو ٹونے کے لیے استعمال کرنے کی راہ سجھائی قریباً سات ہزار سے پچیس سو قبل مسیح کے عرصے میں' جسے میسولیتھک دور (Mesolithic Period) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے' کاکیشائی لوگوں کے لوگوں کے لیے "مذہب" کے ابتدائی یقین کامل کا ظہور و نمود متذکرہ صورت ہی میں ہوا۔ یورپ میں دریافت ہونے والے زمانہ قبل از تاریخ (Prehistoric) کے غار اس حقیقت کے شاہد عادل ہیں۔ ایک گلوبند (نیکلس)' گورستان معلوم دینے والے علاقے سے' جسے دور حاضر میں اسرائیل کہا جاتا ہے' دریافت ہوا' اس طور سے وضع کیا گیا ہے کہ ہڈیوں سے منکے بنائے گئے ہیں اور ہر منکے کو جڑواں لوؤں کی صورت میں تراشا گیا ہے' گویا اندام نہانی کو ہار کی صورت میں پرویا گیا ہے۔ مردانہ عضو تناسل کی شکل کی اشیا بہت بڑی تعداد میں غاروں سے مسلسل دریافت ہوتی رہتی ہیں۔

بائبل میں، جو کہ ایک وسیع مفہوم میں بعض اعتبار سے تاریخ کی کتاب ہے، ایسی شہادتیں محفوظ ہیں، کہ کچھ یہودی لنگ پرستش میں کیونکر مبتلا تھے۔ (I-King 14:22-24) یہ واضح ہے کہ جو ''ستون'' تعمیر کیے گئے تھے، وہ لنگی علامات (Phallic Symbols) تھے۔ فقرہ 14:24 میں سدومیت پرست کی اصطلاح سے شک وشبہے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔ ان فقروں سے ان یہودیوں کی عکاسی ہوتی ہے جو لوط ؑ کے عہد کی تقلید کر رہے تھے۔ ہم جنس پرستی تو ''کراہت'' کا دوسرا نام ہے۔

بائبل میں (16:15-18) ایذ کائیل نے گمراہ کن جنسی روش کے متعلق واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔ اس بیان میں اس زمانے کے ممتاز افراد کی عصمت فروشی اور زنا کاری اور نسائی ہم جنس پرستوں کے ڈلڈو (Dildo) کے استعمال سے متعلق انکشاف کیا گیا ہے۔ متذکرہ کجرو خواتین نے خود کو ان لنگی تمثالوں کے زندان میں قید کر لیا تھا۔ روم میں لائبر (Liber) کی پرستش عورتوں کے اس قسم کی غیر شائستہ روش اختیار کرنے کی مثال ہے۔

قبل ازیں ہم نے ایک اصطلاح ''دیوتا کی سلاخ'' (God-Rod) استعمال کی ہے۔ یہ اصطلاح استعارہ ہے ایستادہ یا مائل بہ طوالت عضو تناسل کا اور ان جنسی سرگرمیوں کا جو حیات نو یعنی بچوں کی تخلیق پر منتج ہوتی ہیں۔ اس سے ہم جنس پرستی کے رجحان کی کوئی صراحت نہیں ہوتی ہے۔ نوع انسان میں جنس کا علم اور آگاہی دیگر علوم کے مانند پیدا ہوئی اور نشوونما پائی ہے۔ بائبل کی اوّلین کتاب میں، پہلے باب میں، متذکرہ نشوونما کا گہرا مطالعہ کیا گیا ہے۔

''ثمر'' ممنوعہ (The Forbidden "Fruit") کو بہت سے نام نہاد عیسائی نمائندے جنسی اختلاط سے تعبیر کرتے ہیں۔ ویبسٹر (ڈکشنری) میں لفظ ''ثمر'' (Fruit) کے جنس کی دلالت کرنے والے معنی بھی بیان کیے گئے ہیں۔ بائبل کی ''کتاب پیدائش'' (Genesis) میں لفظ ''جینز'' (Genes) موجود ہے اور اس میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ صنف نسواں کے لیے دردِ زہ ایک سزا ہے...... یہ ایک مزید جنسی تناسب لفظی ہے۔

کورنتھیائیوں (Corinthians) کے نام پال (Paul) کے خط (1 Corinth 6:9) میں ایفروڈائٹ (Aphrodite)، ڈائیونیسس (Dionysus) اور پرایاپس (Priapus) کے بت پوجنے والوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اسے بغور ملاحظہ فرمائیے۔ ''زن بیزار'' ''نوع انسان سے بدفعلی کے مرتکبین'' وغیرہ واضح طور پر ہم جنس پرستوں کا بیان ہیں۔ (Leviticus 18:22-25) باغوں، تاکستانوں وغیرہ کی ''روح'' دیوتا پرایاپس کو سینٹ لوقا بائبل میں علامتی طور پر پیش کیا گیا ہے (1:26-35) فقرہ نمبر 28 میں جو کہا گیا ہے اس پر غور کیجئے...... ''اور فرشتہ اس عورت پر وارد ہوا''...... یہ زبان جنسی ہے، کیا بائبلی شواہد کی مزید ضرورت ہے؟

ایسی ہی زبان کی چند مثالوں کے لیے کتاب پیدائش (Genesis) کو بغور ملاحظہ فرمائیے (16:4,19:31,29:21-23,30:4,38: 8-10, 15-18,Judges 16:1) بائبل کا یہ فقرہ واضح

طور پر اس بات کی شہادت فراہم کرتی ہیں کہ سینٹ لوقا نے (1:28) جو زبان استعمال کی ہے وہ شہوانی ہے۔ کیا ''فرشتہ'' یا ''مقدس روح'' قدیم دیوتا پرایا پس مریم سے ہم بستر ہوا تھا؟ بائبل سینٹ لوقا (1:29) بیان کرتی ہے کہ مریم نے ''اسے دیکھا'' وہ آدمی کون تھا؟ ہمیں اس زمانے کی زبان اور محاورے کو ضرور سمجھنا ہوگا یہ جاننے کے لیے کہ حقیقتاً کہا کیا جا رہا ہے۔

''مذاہب'' اپنے سے پہلے والے مذہبوں سے مستعار لیا ہی کرتے ہیں' نہ صرف رسومات بلکہ کسی درجے تک تصوراتِ خدا بھی۔ بس نام مختلف رکھ دیئے جاتے ہیں۔ لفظ (Difficult) میں مذہبی تضادات (Differences) تلاش کیے جاسکتے ہیں۔ یہ ایک مرکب لفظ ہے' (Diffi-cult)' اور یہ (Different Cults) سے نکلا ہے' جو اس حقیقت کو نمایاں کرتے ہیں کہ مذہب کس قدر تفرقہ انگیز اور ناقابلِ ادراک ہو چکے ہیں۔ فرقہ پرستوں کی وجہ سے مذہب Diffi-cult ہو گیا ہے۔

ممکن ہے کہ کچھ لوگ یہ تصور کریں کہ لنگ پوجا جوہری طور پر مذہب کا فطرت پرستانہ اظہار تھی' اس لیے یورپ میں نام نہاد عیسائیت کی نمود سے مذہب میں موجود جنسیت کالعدم ہوگئی ہوگی۔ یہ خیال بعید از حقیقت ہے۔ روم' یونان اور دوسرے یورپی ملکوں میں لنگ پوجا گہرے عقیدے کے طور پر موجود تھی۔ متذکرہ معاشروں میں' پرایاپی (Priapi) کو پیسٹری سے بنایا جاتا تھا۔

جب ایک دیوتا (پرایا پس: Priapus) کی علامت' مع ایک عجیب و غریب ایستادہ عضو تناسل کے' مٹھائیوں' بھنی ہوئی اشیاء میں بنایا اور کھایا جاتا ہو تو اس سے ذکر نوشی (Fellatio) کا تصور ابھرتا ہے۔ لپ سٹک اس شکل کی بنائی جاتی ہے جو کہ قضیب سے مشابہ ہوتی ہے۔ جب اسے استعمال کیا جاتا ہے تو یہ حقیقی قضیب کی طرح مائل بہ طوالت ہونے لگتی ہے۔ کیا یہ ایک اتفاقی امر ہے؟ یا یہ جنسی کجروی کا ترفع یافتہ (Subliminal) اظہار ہے؟

دورِ حاضر میں' جیسا کہ ماضی میں ہوتا تھا' عضو تناسل ایک قسم کے دیوتا کا رتبہ حاصل کرتا جا رہا ہے۔ بچوں کو ''لولی پاپ'' فراہم کیے جا رہے ہیں جو ''ایک لمبی تیلی کے سرے پر سخت مٹھائی کا گولا'' ہوتا ہے۔ (بحوالہ ویبسٹر ڈکشنری) ''پیسٹری'' کا مطلب ہے ''گوشت کی تھی'' یہ بات تو سب کے علم میں ہے کہ کچھ جنسی ساتھی اپنے جنسی اعضاء پر شہد یا دوسرے میٹھے مل لیتے ہیں تاکہ اختلاط کے دوران ان کا ساتھی اسے چاٹے۔ متن سے کسی بھی درجہ کی ناشائستگی جھلکنے پر ہم اپنے قارئین سے دست بستہ معذرت خواہ ہیں۔ غلاظت کو شائستہ اصطلاحات میں واضح کرنا نہایت دشوار امر ہے۔

روم میں لنگ ایک نوع کا دیوتا بن گیا تھا اور کنواریاں اس کی پرستش کرتی تھیں۔ ننھے بچے' مذہبی پیشوا' فوجی افسر وغیرہ ان دیوتاؤں کی شبیہیں اپنے گلوں میں اسی طرح لٹکائے پھرتے تھے جیسے دورِ حاضر کے کچھ مذہبی فرقوں کے لوگ صلیبیں ڈالے پھرتے ہیں۔ (توجہ کیجئے کہ لفظ "Sects" اور "Sex" آپس میں کس قدر ہم صوت ہیں)

کچھ لوگوں کی صلیب پرستی کے حوالے سے برادر منسٹر میلکم ایکس (Brother Minister

Malcolm X) نے سوال اٹھایا تھا کہ ''اگر عیسیٰؑ کو گندے پانی کے تالاب میں ڈبو کر قتل کیا گیا تھا تو پھر ان لوگوں نے اس دعوے کے ساتھ کہ عیسیٰؑ کو مصلوب کیا گیا تھا' گردن میں صلیب کیوں لٹکائی ہوئی ہے؟'' کیوں اور کیسے کوئی ہوش مند انسان اپنے محبوب کے قتل میں استعمال ہونے والی کسی شے کو قیمتی تصور کرسکتا ہے؟ ذرا اس بارے تو غور فرمایئے۔

جان بوسویل (John Boswell) نے اپنی کتاب 'عیسائیت' سماجی رواداری اور ہم جنس پرستی'' (Christianity, Social Tolerance and Homo-sexuality) میں یورپ میں ''عیسائی'' عہد کے آغاز سے دلچسپ حقائق بیان کیے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ سدومیت پرستوں کو نام نہاد عیسائیت نے برداشت کیا جو کہ یورپ میں قریباً بارہ سو برس سے جاری تھی۔ اسی عہد میں طوائفوں کو لائسنس جاری کیے جاتے تھے۔

محاذ جنگ کی طرف مارچ کرتے ہوئے عیسائی فوجی اکثر اوقات سدومیت پرستوں کے گروپوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ افلاطون بہ دلائل کہتا ہے کہ ہم جنس پرست محبت کرنے والے بہترین سپاہی ہوتے ہیں۔ (Symposium 178-179;CF Aristotle Politics 2. 6.6) بائبل نیا عہد نامہ (1 · Corinth 6:9 -11 and Roman 1:24-30) میں اس حقیقت کا اشارہ ملتا ہے کہ ابتدائی یورپی ''عیسائی'' ہم جنس پرستوں اور سابق ہم جنس پرستوں میں تقسیم کیے گئے تھے۔ لفظ ''رومانس'' (Romance) تاریخی طور پر رومیوں کے سدومیت پرستی کے رجحان سے جڑا ہوا ہے۔ بائبل کی کتاب رومن میں ہم جنس پرستی پر کافی کچھ موجود ہے۔

رچرڈ شیر دل (Richard Lion Heart)' پرنس ڈی لاروش (Prince de La Roche)' ایڈورڈ دوم (Edward II) وغیرہ کو جہاں ان کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے' وہیں ان کی سدومیت پرستی بھی ناقابل فراموش ہے۔ روم میں ہم جنس پرستانہ شادیاں عام تھیں اور کچھ یہودی رومی زندگی کے متذکرہ معاملوں میں ملوث تھے۔ حالانکہ ان کے صحیفے توریت میں واضح طور پر ہم جنس پرستی کی سزا موت درج تھی۔

چرچ محض آٹھویں صدی سے تاحال لنگ یا یونی پرستش کو صراحت سے ممنوع قرار دیتا آیا ہے' جبکہ مسجد نے اس سے سینکڑوں برس پیشتر ایسے معاملات کے حوالے سے ایک بڑی تعداد میں نواہی کا اجرا کیا تھا۔ 1989ء کے انقلاب تک چرچ لنگی علامتوں سے مزین ہوا کرتے تھے۔ کچھ آج بھی ہیں۔

جارج ریلی سکاٹ (George Ryley Scott) نے اپنی کتاب ''لنگ پوجا'' (Phallic Worship) میں لکھا ہے کہ کس طرح گرجوں میں:

> ''ایک عورت کو انتہائی غیر مبہم انداز میں اپنے آپ کو عیاں کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔''

وہ مزید لکھتا ہے کہ نسوانی اعضائے تناسل کی یہ پیش کاری کیونکر:

''چرچ کے صدر دروازے کی محراب کی بنیاد کا پتھر ہوا کرتی تھی' جہاں ہر داخل
ہونے والا اس پر نظر ڈالے بغیر اندر نہیں جاسکتا تھا۔''

ان تزئین کاریوں کو جو نام دیا گیا ہے' وہ ہے ''شیلاہ...... نا...... گگز (Shelah-Na Gigs) جس کا مطلب ہے ''بے قرار جولیٹں'' ...... اور یہ اصطلاح کسی ناشائستہ عورت کے لیے مستعمل تھی۔

شمالی اٹلی کے قصبے کومو (Como) میں واقع سان فیڈیلے (San Fedele) کے چرچ کے دروازے کی پیشانی پر دائیں جانب ایک عجیب وغریب نقش موجود تھا۔ اس نقش میں آدمؑ اور حواؑ کو دکھایا گیا تھا (نقل کفر کفر نباشد۔ مترجم) جس میں عورت اپنی ٹانگیں کھولے کھڑی ہے۔ چیکوسلواکیہ کے ایگرا کے چرچ میں آدمؑ اور حواؑ کی شبیہوں سے مزین حاشیہ ہے جس میں (نعوذ باللہ...... مترجم) دونوں اپنے جنسی اعضاء کی نمائش کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔

گرجوں کو لنگ اور یونی سے مزین کرنے کا اقدام حقیقتاً جنسی اعضاء کی پرستش کا ایک معمولی سا نمونہ ہے۔ فطرت پرستی (Paganism) اور عیسائیت کے اتصال نے نام نہاد مقدس مردوں اور عورتوں کو ہم جنس پرستی کی جانب مائل کیا۔ عیسائیت میں (جس کا حضرت عیسیٰؑ سے کوئی تعلق نہیں) مردانہ اور نسوانی جنسی اعضاء کی پیش کاری اسی انداز سے کی گئی ہے جس انداز سے فطرت پرست یورپ میں لنگ پرستی ہوا کرتی تھی۔

یونانی اور رومی جس قسم کا جنسی نمونے کا تعویذ عام طور پر پہنے رہتے تھے' بالکل ویسا ہی تعویذ قرونِ وسطیٰ میں بھی زیر استعمال تھا۔ بہت سے تعویذ پروں اور پنجوں والے مردانہ عضو تناسل کی شکل کے ہوتے تھے' بعض تعویذ عضو تناسل پر سوار مردانہ ٹانگوں والی عورتوں کی شکل کے ہوتے تھے۔ دورِ حاضر کے محاورے کے مطابق عظیم موبی ڈک (Moby Dick)' سفید ویل ایک لنگی استعارہ ہے جس کو یورپ والوں سے لنگی حسد سے منسلک کرکے دیکھا جاسکتا ہے۔ کیا اس وائٹ ویل (White Whale) کو وائٹ میل (White Male) کے طور پر لیا جاسکتا ہے؟ ایک ویل کی ہڈی ''سینگ دار'' چیز ہوتی ہے اور سینگ دار کا مطلب ہے جنسی طور پر گرم۔ جنسی اعضا کے حوالے سے سفید بالادستی (نسل پرستی) کی حقیقی ساخت بے نقاب ہو جاتی ہے' ملاحظہ ہو ڈاکٹر فرانسس سی ویلسنگ (Dr. Frances C. Welsing) کی کتاب' نیز انہی کی دوسری کتاب ''دستاویزات آئسس' کلید الوان'' (The Isis Papers_The Key to the Colors) امریکہ میں سفید بالادستی کو سمجھنے کے لیے اس کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔ ان زمانوں میں نام نہاد اولیائے چرچ کو انہی طاقتوں سے متصف سمجھا جاتا تھا جو کہ فطرت پرست دیوتاؤں سے منسوب ہوا کرتی تھیں۔ قرون وسطیٰ کے فرانس میں یہ ایک مروج عقیدہ تھا۔ برٹینی (Brittany) کے کونٹینٹین (Contentin) کا سینٹ گلز (St. Gilles)' انجو (Anjou) کا سینٹ رینے (St. Rene)' بریسٹ (Brest) کا سینٹ گیگنول (St. Guignole)' برگنڈی (Burgundy) کا سینٹ ریگناڈ (St. Regnaud) سب کے سب واضح طور پر لنگی اولیا (Phallic

(Saints) ہیں۔ ان کی شبیہوں میں انہیں ایک جسم کے سوراخ میں ایک لمبوتری سخت شے...... جو کہ عضو تناسل کی علامت تھی...... دخول کرتے ہوئے دکھایا جاتا تھا۔ فرانس کے علاقے اورنج (Orange) کا سینٹ یوٹروپیئس (St. Eutropius) چمڑے سے منڈھا ہوا طویل عضو تناسل نمایاں کیے ہوتا تھا۔

لیونز(Lyons) کا پہلا بشپ فوٹینس (Photinus)' میں ایک اصطلاح وضع کرنے کی اجازت چاہتے ہوئے عرض کرتا ہوں' قضیپائی (Penistized) تھا۔ پورے فرانس میں اس کی پوجا ایک مستحکم مت کے ساتھ کی جاتی تھی۔ اس کے لکڑی سے تراشے گئے لنگ کی پیش کاری قرونِ وسطیٰ کے چرچوں میں دریافت ہوئی ہے۔ ان لنگی مظہروں کو کھرچا جاتا تھا' ان کی کھرچن پانی میں گرتی تھی اور اس مشروب کو بانجھ عورتیں اور قوتِ مردمی سے محروم مرد اپنے اپنے درد کا درماں سمجھ کر نوشِ جان کیا کرتے تھے۔

ویریلز (Varailles) میں اولیا (Saints) سے منسوب معبد میں سینٹ فاؤنٹین (St. Fountin) کو مردانہ اور زنانہ اعضائے تناسل کی موی شبیہیں نذر کی جاتی تھیں۔ یہ لنگی تمثالیں معبد کی چھتوں سے لٹکائی گئی ہوتی تھیں۔ لنگ کے سر پر شراب بھی انڈیلی جاتی تھیں۔ پھر اس کو ایک بڑے مرتبان میں اکٹھا کر کے سڑنے کے لیے دھر دیا جاتا تھا۔ تب اس کو ''شراب اولیا'' کا نام دے کر مذہبی لوگ پیا کرتے اور سرشار ہو جایا کرتے تھے۔ 1585ء میں پروٹسٹنٹ الپس (Alps) میں جلانے کے لیے لے گئے' وہاں انہیں یہ عظیم الجثہ لنگ ملا' جس کا سر شراب انڈیلنے کی وجہ سے سرخ ہو چکا تھا۔ چرچ کے آثار میں یہ ایک حقیقی ''وائن ہیڈ'' (Wine Head) تھا۔

بہت سے چرچوں میں شراب اور کیک نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک ''لحم'' کی علامت ہے۔ کیا یہاں متذکرہ بالا رسم کا کوئی سراغ ملتا ہے؟ قرونِ وسطیٰ کے رومی اور یونانی فحش شکلوں کی مٹھائیاں بنایا کرتے تھے۔ آٹھویں صدی تک یہ رسم فرانس میں باقی تھی۔ ایسٹر (Easter) کے موقع پر چھوٹے چھوٹے لنگ نما کیک بنائے جاتے اور تبرک کے طور پر گھر گھر بھیجے جاتے تھے۔ دور حاضر کی بائبل (Ezekiel 4:11,12,15) میں اس کیک کے حوالے سے ایک دلچسپ فقرہ موجود ہے۔ میں یہ کہنے کی جرأت کرتے ہوئے ڈرتا ہوں کیونکہ یہ بہت سے مذہبی فرقوں کو ہلا کر رکھ دے گی۔

سابقہ پیراگراف میں ہم نے ''لحم'' کا بھی ذکر کیا تھا جو کہ شراب اور کیک سے منسلک ہے۔ بائبل سے (Ezekiel 23:20) ہمیں پتا چلتا ہے کہ ''لحم'' کا حقیقی مطلب کیا ہے۔

پام اتوار (Palm Sunday) کا تہوار اوّل اوّل ''تہوار ذکر'' (Fetedes Pinnes) کے نام سے موسوم تھا۔ لفظ Pinnes لنگ کے لیے ایک معروف تاہم بے ہودہ بازاری لفظ ہوا کرتا تھا۔ اس تہوار کے جلوس میں عورتوں اور بچوں نے روٹی کا بنا ہوا لنگ اٹھایا ہوتا تھا جس کو بلا مبالغہ Pinne کہا جاتا تھا۔ اس لنگ کو مذہبی پیشوا برکت کی دعا دے کر مقدس بناتا اور پھر لوگ اس کو سال بھر کامل احتیاط سے ایک تعویذ کے طور پر محفوظ رکھا کرتے تھے۔

''عیسائیت'' میں لنگ پوجا کی ایک شکل اولیائی کیک (Saintly Phallus) کا بلالحاظ و براہ راست انداز میں استعمال بھی تھا۔ یہ عمل رومیوں سے اخذ و نقل کیا گیا تھا۔ لیکٹینیکس (Lactanius) سینٹ آگسٹین (St. Augustine)' آرنوبیئس (Arnobius) وغیرہم جیسے عیسائی تاریخ نویسوں نے اس معاملے پر شرح و بسط سے لکھا ہے۔ وہ ہمیں آگاہ کرتے ہیں کہ کس طرح نوجوان بیاہتا' اپنی شب زفاف سے قبل پورے اہتمام کے ساتھ پرایاپس (Priapus) کے بت کے حضور اس طریقے سے حاضر کی جاتی تھی کہ اس کا سر نقاب سے ڈھکا ہوا ہوتا اور اسے ایک لنگ کے مجسمے پر بٹھایا گیا ہوتا تھا۔

لیکٹینیکس (Lactanius) مذکورہ بالا رسم کے علاوہ لکھتا ہے کہ ''میوٹونس'' (Mutunus) یا ''ٹیوٹنس'' (Tutunus) کے نام سے لنگ کی پرستش کیونکر ہوا کرتی تھی۔ اس بیان میں:

> ''میوٹونس (Mutunus) کا مطلب ہے وہ جس کے ابھار پر نئی بیاہی ہوئی لڑکیاں آ کر بیٹھتی تھیں۔ یہ اقدام اس امر کو ظاہر کرتا تھا کہ ان کا کنوارا پن سب سے پہلے خدا کی نذر ہوا ہے۔''

ارنوبیئس (Arnobius) لکھتا ہے کہ مرد ''کس طرح اپنی بیویوں کو مفروضہ سحر زدگی سے نجات دلانے کے لیے ٹیوٹونس (Tutunus) کی طرف ''راغب ہوتے اور ''انہیں اس بت کے عظیم الجثہ اور ڈراؤنے لنگ پر سوار کراتے تھے۔ دور حاضر میں امریکہ اور فرانس میں افریقی امریکی مردوں کو تجرباتی علم حاصل ہوتا ہے کہ کس طرح یورپی لوگ اپنی یورپی بیویوں کو اختلاط کے لیے انہیں پیش کرتے تھے۔ سب کو معلوم ہے کہ یورپی عورتیں اور مرد ''خوب رحمت یاب'' افریقی امریکی مردوں کی خواہش کرتے ہیں...... ایک بار پھر بائبل از کائیل (23:20) کے بیان کو بغور ملاحظہ کیجئے۔ عظیم الجثہ لنگ سے مسحوریت واضح ہے۔

لنگ پرستی سے منسلک کا کیتھولک رسومات آج بھی موجود ہیں۔ ''مے پول'' (May Pole) کا تہوار اس حقیقت کی ایک عمدہ مثال ہے۔ قرون وسطیٰ سے تعلق رکھنے والی ''مے ڈے'' کی یہ تقریب فلوریلیا (Floralia) کے رومی تہوار سے ماخوذ ہے۔

الزبتھ دور کا ایک تاریخ نویس فلپ سٹبز (Philip Stubbes) اپنی کتاب ''گالیوں کی اناٹومی'' (Anatomie of Abuses) میں اس موضوع پر صراحت سے لکھتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ کیونکر اس تہوار کا سرا لائبر (Liber) اور پراپاپس (Priapus) سے جا ملتا ہے۔ مے پول (May Pole) مردانہ جنسی طاقتوں کی علامت ہے۔

لندن میں ایستادہ مے پولوں میں سے ایک کی اونچائی 100 فٹ ہے۔ یہ وہاں ایستادہ تھا جہاں آج کل سینٹ کلیمنٹ ڈینز (St. Clement Danes) نصب ہیں اور 1718ء میں اوّل الذکر کو وہاں سے ہٹایا گیا تھا۔ پول کو ایسس (Esses) میں واقع وینسٹیڈ پارک (Wanstead Park) میں لے جایا گیا' جہاں اس کو سر آئزک نیوٹن (Sir Isaac Newton) کی بنائی ہوئی عظیم دوربین

کے سہارے کا ایک جزو بنادیا گیا۔

مذہبی علامات کے متعلق درجۂ استناد کے حامل جے۔ بی۔ کیمپیگیس (J.B Campagius) لنگی کیکوں وغیرہ کے حوالے سے لکھتا ہے:

"یہ (لنگی کیک) آداب و اخلاق کے تنزل و انحطاط کی دلالت کرتے ہیں کہ عیسائی بذات خود اپنی غذاؤں تک میں ایسی فحش اور ناشائستہ اشیاء کو شامل کر کے لذت اندوز ہوا کرتے تھے۔"

ایک قول ہے کہ "ہم وہی ہیں جو کچھ کہ کھاتے ہیں"......

ذہنی اور جسمانی ہر دو اعتبار سے۔

ٹخینو (Tekhenw) مرد کی تناسلی قوتوں کی ترجمانی کرتا ہے۔ ٹخن (Tekhen) ایک ہی پتھر کی سل سے تراشی گئی بہت بڑی یادگار تھی/ ہے۔ ٹخن (Tekhen) کے سائے کی طوالت آفتاب کی خط استوا سے کامل دُوری اور نقطہ اعتدال کے لمحے کو بے کم و کاست ناپنے کے لیے کافی ہے۔ ٹخن کا تعلق حقیقتاً اوسار (Ausar)' (اوسی رس: Osiris) سے ہے۔ یہ اوسی رس (Osiris) کے گم شدہ خفیہ ممبر کی علامت ہے' یہ اس کی یاد میں اور اس کی نقالی کرتا ہوا ایک مذہبی لنگ ہے۔

مارچ 1993ء میں سان ڈیاگو (San Diego) کے ایک ربی نے اس اعتراف کے بعد استعفیٰ دیا کہ اس نے اپنے ساتھی ربی کے ساتھ ہم جنس پرستانہ فعل کا ارتکاب کیا تھا۔ اپریل 1993ء میں نیویارک کے یہودیوں الٰہیاتی مدرسے کے ڈین نے ایک نوجوان لڑکے پر انٹرویو کے دوران میں ہم جنس پرستانہ پیش قدمیوں کے بعد استعفیٰ دیا۔ کیلیفورنیا (California) کے ایک آرتھوڈاکس (Orthodox) ربی کو اس کے عہدے اور مجلس سے برخواست کردیا گیا اور 1983ء میں اس کے ایک ہم مجلس کے ساتھ ایک جنسی معاملے کے اعتراف کے بعد اس کا تقرر ہی منسوخ کردیا گیا تھا۔

ماہر عمرانیات مصنف فادر اینڈریو ایم گریلے (Andrew M. Greelay) کا اندازہ ہے کہ گزشتہ بیس برسوں میں کم از کم پچیس ہزار مذہبی پیشواؤں نے ایک لاکھ بچوں کو نشانہ بنایا۔

"نیوز ویک" میگزین (News Week Magazine) کے شمارے 12 جولائی 1993ء میں بیان کیا گیا ہے:

"المیہ تو یہ ہے کہ بشپوں (Bishops) کو بذات خود الزام دیا جاتا رہا ہے کہ ان کے نشانہ بننے اور شکایت کرنے والوں کے منہ بند کروا دیئے جاتے ہیں۔"

آج کل کسی مذہبی پیشوا کو صرف ویٹیکن ہٹا سکتا ہے اور وہ بھی اس وقت جب اس کی سدومیت کا نشانہ بننے والے کی عمر سولہ سال سے کم ہو۔

اگر وقوعے کی رپورٹ پانچ سال بعد کی جائے تو مذہبی پیشوا کو ہٹایا نہیں جاسکتا یا کوئی نفسیاتی معالج یا کوئی دوسرا حفظانِ صحت کا پیشہ ور (Health Care Professional) تشخیص کرے کہ

مذہبی پیشوا ذہنی یا جذباتی طور پر مکمل ذمہ دار نہیں ہے۔

اس امر کو واضح کرنا کسی طور نسل پرستی نہیں ہے کہ ہم جنس پرستی کے نوے فیصد معاملات میں ملوث ہونے والے یورپی امریکی ہوتے ہیں۔ کتاب پیدائش (3.1-19) کی غلط تعبیر وتشریح کے ذریعے کمزور آدمیوں کے ذہنوں میں نسوانی اعضائے تناسل کا خوف بٹھا دیا گیا ہے۔ یہی وہ خوف (Phobia) ہے جو ہم جنس پرستی کے رجحان کا باعث بنتا ہے۔ ایک کلاسیکی نفسیاتی تجزیہ کار (Classical Psychoanalyst) نے پال (Paul) کا اپنے جذباتی مسئلے کا ''ہم جنس پرستانہ حل'' قبول کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو ''جنسیت اور ہم جنس پرستی'' (Sexuality and Homosexuality) مصنفہ: آرنو کیرلن (Arno Karlen) صفحہ 69

پال کا مخالف صنف کو تسلیم کرنے سے روگردانی برتنا ان الفاظ سے مترشح ہوتا ہے:

''مرد کے لیے عورت کو نہ چھونا خیر ہے۔'' (بائبل I کورنتھیز 7:12)

اس سے ہم جنس پرستی کے رجحان' منفی جنسیت اور زن بیزاری کے نظام کو ارتفاع یافتہ الوہی استناد حاصل ہو گیا ہے۔ ساتویں صدی کے موڑ پر پوپ گریگوری دی گریٹ (Pope Gregory the Great) نے فرمان جاری کیا کہ مذہبی پیشواؤں کا تجرد لازمی ہوگا۔ پہلا پوپ پیٹر (Peter) شادی شدہ تھا۔ (بائبل سینٹ میتھیو 8:14/1 کورنتھ 9/5) لہٰذا تجرد ایک انحراف ہے۔

کچھ مباحثوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ معاشرے کا ہم جنس پرستانہ رخ کچھ خوبیوں کا حامل بھی ہے' کیونکہ بہت سے سدومیت پرست اشرافیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ معروف ہم جنس پرست بیان کرتے ہیں کہ ہم جنس پرستانہ جذبہ دولت مند طبقوں میں تفریح کے ساتھ ساتھ گھٹیا حیاتیاتی محرکات کی تنزیہ (Refinement) کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ ایسے دعاوی ہوا میں تیر چلانے کے مترادف ہیں۔

روم میں شہوانی دلچسپیوں میں کسی طبقاتی شعور کا عمل دخل نہیں تھا۔ بادشاہ اداکاروں سے برضا ورغبت سدومیت کرواتے تھے اور اسی طرح غریب لوگ بھی۔ بادشاہ اداکاروں سے' سینیٹر غلاموں سے اور عورتیں مصنوعی اندام نہانیوں سے برضا و رغبت سدومیت کرتے تھے۔ امریکہ پہلی حکومت نہیں ہے جس نے اپنے منتخب عہدیداروں کے حلقوں میں سدومیت کے در وا کیے ہوں۔

گبن (Gibbon) تاریخ سلطنت روما (History of Roman Empire) 1789ء والے ایڈیشن میں لکھتا ہے کہ روم کے اوّلین پندرہ بادشاہوں میں سے چودہ ہم جنس پرست تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسلسل ومتواتر دوسو برس تک مردوں اور لڑکوں کے عضو تناسل اور مقعد رومی حکومتوں کا مرکز توجہ رہے۔

بہت سے عیسائی تاریخ نویسوں نے تسلیم کیا ہے کہ رومی کیتھولک چرچ نے اس وقت نشوونما پائی جب سدومیت پسندانہ رویہ رومنوں میں نہ صرف قانونی تھا بلکہ متفقہ طور پر تسلیم شدہ بھی تھا۔ مینوسیئس فی لکس (Minucius Felix) کہتا ہے کہ ہم جنس پرستانہ تعلقات ''رومیوں کا مذہب'' تھے۔ ٹیٹیان

(Tatian) کہتا ہے کہ لواطت کو ''رومنوں نے اعلیٰ مرتبہ'' عطا کردیا تھا۔ لیکٹینیس (Lactanius) اضافہ کرتا ہے کہ رومن ہم جنس پرستانہ افعال کو ''حقیقتاً لائق تحسین'' سمجھا کرتے تھے۔ کورنیلیئس نیپوس (Cornelius Nepos) نے ہم جنس پرستی کو ''بے ایمانی'' ''بے حیائی'' اور ''مجرمانہ'' قرار دیا ہے۔ صحیفوں نے واضح طور پر اس شرمناک رویے کی تکذیب کی ہے۔ (1- کورنتھیئز 11:14)

میڈونا (Modona) کی جنس پر لکھی ہوئی جسارت انگیز کتاب میں ایک تصویر شائع کی گئی ہے جس میں دو ہم جنس پرست ایک دوسرے کے کھلے ہوئے منہ میں پیشاب کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ یہ سب رومنوں کی اولاد ہیں۔ کچھ لوگ اذیت کو لذت سے خلط ملط کر دیتے ہیں۔ یاد رکھئے! شیطان ایک سادیت پسند (Sadist) اور سدومیت پرست تھا۔ ایڈز خالق کی طرف سے نہیں' شیطان کی طرف سے ہے۔ سسی فس کی کہانی کا مطالعہ کیجئے۔

جنس ایک طاقت ور اور نوعی بقا کو یقینی بنانے والا بنیادی محرک ہے۔ نوعی بقا کو یقینی بنانے کے لیے خالق نے اس عمل کو لذت سے معمور کردیا ہے۔ ہم جنس پرستانہ فعل (افعال) نوع انسان کے تسلسل کو یقینی نہیں بناتے ہیں۔ جنس تناسلی اعضا سے معاملہ رکھتی ہے۔ مقعد' منہ' زبان' کیلیے تو لیے ''جنسی اعضائے تناسل'' میں شامل نہیں ہیں۔ فطری جنسی عمل سے ان لوگوں میں کبھی ایڈز نہیں پھیلتی جو خدا کے ہم قدم ہوتے ہیں۔

آج پچاس ملین لوگ ایڈز میں مبتلا ہیں۔ ان میں سے تیس ملین افریقہ میں بستے ہیں جہاں منشیات خوری اور ہم جنس پرستی کا چلن بہت کم ہے۔ دوملین امریکی ایڈز کا شکار ہیں جن میں 8 لاکھ رنگ دار لوگ ہیں۔ 43 فیصد نام نہاد افریقی امریکی یا ''کالے لوگ'' منشیات کے نادرست استعمال کی وجہ سے ایڈز کا شکار ہیں اور بارہ فیصد رومنوں کی آل اولاد سے سیکھی ہوئی ہم جنس پرستانہ روش کی وجہ سے ایڈز میں مبتلا ہیں۔ ایڈز کا شکار نام نہاد ''سفید'' یورپی امریکی لوگوں میں سے بتیس فیصد منشیات کے نادرست استعمال سے اور اڑسٹھ فیصد ہم جنس پرستانہ علت میں ملوث ہونے کی وجہ سے اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

غور تو کیجئے کس قدر ''سیاہ'' زندگیاں ایڈز سے محفوظ ہوتیں اگر متذکرہ برادری میں منشیات خوری ایک حقیقت نہ ہوتی! اگر غلام اور ہمارے ''افریقی'' آباؤ اجداد اس بیماری سے ناآشنا تھے تو ''سیاہ'' لوگ کیونکر ہم جنس پرستی میں ملوث ہوئے؟ رنگ دار لوگوں میں بہت سی برائیاں (سفید لوگوں) سے میل جول کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ صحبت یک رنگی کو جنم دیتی ہے۔

ہم جنس پرستی ایک ذہنی بیماری ہے جو قابل علاج ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں' انسان جیسا سوچتا ہے ویسا ہی ڈھل جاتا ہے۔ خیالات ہی رویوں کو جنم دیتے ہیں' خواہ برے خواہ بھلے۔ منسٹر لوئیس فراخان (Minister Louis Farrakhan) نے' جو مذہبی تاریخ میں ایک ساونٹ (Savant) ہیں' فطری تخلیق کے توسط سے دکھایا ہے کہ ہم جنس پرستی کیونکر غیر مبہم طور پر غیر فطری ہے۔ یہ مظاہرہ 1960ء کے عشرے کے دوران ٹی وی پر دکھایا گیا تھا۔

اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تمام ہم جنس پرستوں میں کوئی مخصوص جین (Gene) ہوتا ہے۔
ہوسکتا ہے چند لوگوں میں اپنے آباؤ اجداد کی متذکرہ افعال میں ملوث ہونے کی وجہ سے یہ کجروی پیدا ہوگئی ہو۔ یہ دعویٰ کہ یہ رویہ مخصوص مزاج کا مظاہرہ کرنے والے لوگوں میں کسی خاص جین کی وجہ سے ہے اس ایقان کے لیے دانش ورانہ وزن مہیا نہیں کرتا ہے کیونکہ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ کاکیشیائی/ یورپی لوگ ''فطرتاً برے ہیں۔'' کیا یہ ان کے ''جینز'' میں ہے' ان کی ''فطرت'' ہے؟ کیا ایسا حقیقتاً ہوسکتا ہے؟

بائبل میں بہت سے فقرے موجود ہیں جو مخصوص لوگوں میں باطل رویے کے جینیاتی میلان کے تصور کو مستحکم کرتی ہیں۔ ہم جنس پرستی کو صحیفے میں جینیات (Genetics) سے منسلک نہیں کیا گیا۔ خالق نے مذکر اور مونث صنفیں خلق کی ہیں اور جنسی نہج (Sexual Orientation) کو نمایاں کرنے والے جسمانی ثبوت فراہم کردیئے ہیں۔

یہ واضح کرنے کی ضرورت نہیں کہ نوع انسان بہت سے مسائل سے دوچار ہے۔ جن میں چند دوسروں سے کہیں زیادہ سنگین ہیں۔

کچھ مسائل تو ارتقا اور نشوونما کے دوران میں قدرتی طور پر پیدا ہوئے ہیں۔ دیگر مسائل انسان ساختہ (Man-Made) ہیں اور بہت سے مسائل مہلک ہیں۔ ہم جنس پرستی کا مکروہ فعل شیطان کی اختراع کردہ برائی ہے اور اسے خالق کے وضع کردہ نوع انسان کے فطری جنسی میلان کا ''متبادل'' قرار دے کر ترویج دی گئی ہے۔

ہم جنس پرستی اور ذوجنسیت ان لوگوں کے ذہنوں میں جنم لیتی ہیں جو شیطانی وسوسوں کو جڑ پکڑنے دیتے ہیں۔ یہ سب اس کے بارے میں ہے ''جس کا علم'' تصور کو جیتی جاگتی حقیقت بنانے کی طرف راغب کرتا ہے۔

بائبل میں جیمز کی کتاب (The Book of James 1:8) کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ دوسری چیزوں کے علاوہ وہ ذُوجنسیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ کوئی ''جین'' ایسا نہیں ہے جو زنا' ڈاکہ زنی' قتل یا ہم جنس پرستی یا ڈوپ ایڈکشن (Dope Addiction) وغیرہ کا باعث ہو۔ یہ سب بیمار ذہنوں سے اُبھرنے والے رویے ہیں جو انسانی فطرت کو تبدیل کردینے والے حالات سے پیدا ہوتے ہیں۔

ہم جنس پرستی انسانیت کے لیے ایک انتہائی سنگین مسئلہ ہے۔ یہ زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔
''خدا کو فریب نہیں دیا جاسکتا'' اور ''بدلا نہیں جاسکتا''۔

سہاگ رات منانے کے نتیجے میں بہنے والے خون سے اس قدر توہمات اور خوف و اسرار وابستہ کردیئے گئے تھے کہ بعض علاقوں میں عہد قدیم میں شادی کے بعد مسلسل تین راتیں شوہر بیوی کے ساتھ ہم بستری نہیں کرسکتا تھا۔ انہیں ٹوبیا نائٹس (Tobia Nights) کہا جاتا تھا۔ شادی کے بعد نوبیاہتا دولہا دلہن کی باقاعدہ نگرانی کی جاتی تھی کہ کہیں وہ اپنی فطری خواہشات کی تسکین و تکمیل میں جلدی نہ کریں۔ اس رسم کا مقصد و مدعا یہ تھا کہ شادی کی پہلی رات سے وابستہ توہمات کے مطابق شر کی قوتیں

مستقبل کی خوشیوں پر اثر انداز نہ ہوں۔ خیال یہ کیا جاتا تھا کہ عورت کے ساتھ فطری جنسی خواہشات پوری کرنے اور مباشرت کے عمل سے جادوئی طاقتیں فعال ہو جاتی ہیں۔ توہم تھا کہ شادی کے بعد پہلی تین راتوں تک بیوی کو تصرف میں نہ لانے سے عائلی زندگی خوش گوار ہوگی اور اگرچہ بعد کے لوگوں نے اصل وجوہات کو نظر انداز کر کے اس رسم کو جاری رکھا تاہم اس سہ شبی امتناع کے جواز میں ایک اسطورہ تراشی گئی۔ جس کے مطابق میڈیا کے خطے میں ایک عورت سارہ تھی۔ بدقسمتی سے اس کے سات شوہر اوپر تلے سہاگ رات کو فوت ہو گئے۔ اسطورہ کے مطابق ان کی موت سموریس نام کی ایک شیطانی قوت کے طفیل ہوئی۔ ایک نیک، پرہیز گار اور پاکباز شخص توبت کا فرزند ٹوبیا محصولات کی وصولی کے لیے وہاں آیا تو اس نے سارہ کے متعلق قصے سن کر اس سے ملاقات کی۔ وہ اسے دل دے بیٹھا۔ ایک مہربان روح اس کی محافظ تھی۔ اس نے سارہ سے شادی رچائی تو اس روح کی ہدایت کے مطابق حجلۂ عروسی میں موجود مچھلی کے دل اور جگر سے دھونی دی۔ اس عمل سے حجلۂ عروسی میں موجود شر کی قوت پسپا ہو گئی اور انہوں نے بعد ازاں ایک خوش گوار ازدواجی زندگی بسر کی۔

واضح طور پر اس اسطورہ سے شب عروسی اور خاص طور پر پردۂ بکارت کے چاک ہونے سے بہنے والے خون سے متعلق ماضی قدیم سے چلے آ رہے خوف کا اثر ظاہر ہو رہا ہے، جس کا تعلق عورت کے شیطانی قوتوں اور شر کی طاقتوں کے زیر اثر ہونے کے مفروضے سے ہے۔ عیسائی چرچ یقینی طور پر ان روایات سے آگاہ ہوگا۔ چنانچہ اس نے بھی اس دورِ قدیم کے رواج کو روحانی رنگ دے کر جاری رکھا اور عیسائیوں کے ہاں بھی شادی کی پہلی تین راتوں میں بیوی کے ساتھ شوہر کی مباشرت پر پابندی لگادی گئی۔ جو مرد ایسا نہیں کرتا تھا اسے جنسی خواہشات سے مغلوب قرار دے کر گناہِ عظیم کا مرتکب قرار دے دیا جاتا تھا۔ گویا چرچ عورت کے فطری حق کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور ساحرانہ ادوار کی جاہلانہ رسوم کو روحانیت کے پردے میں برقرار رکھ کر عورت کو اس کے انسانی عزوشرف سے محروم رکھے ہوئے تھا۔

بائبل میں کثیر ازدواجی کا ذکر اس انداز میں کیا گیا ہے گویا نہ تو یہ مثبت ہے نہ منفی بلکہ محض معمول کا معاملہ ہے۔ عورت کی حیثیت چونکہ کم تر تھی بلکہ اسے انسان ہی نہیں سمجھا جاتا تھا اس لیے اگر اس سے بیزاری نہیں برتی گئی تو بھیڑ بکریوں کا سا سلوک روا رکھا گیا، جس سے جنسی انحرافات خصوصاً ہم جنس پرستی جیسی برائیوں کی راہ کھلنا ناگزیر تھی اور ایسا ہوا بھی۔ عہد نامہ جدید میں بھی کثیر زنی پر کوئی قدغن نہیں ملتی۔ سوال یہ ہے کہ زیادہ بیویوں والے مرد جو بیویوں کو انسانی مقام و مرتبہ نہ دیتے ہوں کیونکر جنسی انحرافات سے بچ سکتے تھے یا جنسی عدم تسکین کے سبب ان کی بیویاں آپس میں ہم جنسی انحراف کی مرتکب ہونے سے کیونکر محفوظ رہ سکتی تھیں۔ تاریخ کا سبق اور ہی ہے۔

ذکر ہو رہا تھا زن بیزاری کا۔ ابھی آپ نے تفصیل سے ملاحظہ فرمایا کہ عہد نامۂ قدیم سے عہد نامۂ جدید تک عورت کا مقام و کردار کس قدر حقیر و پست تصور کیا جاتا رہا ہے۔

افلاطون نے اپنی کتاب ''جمہوریہ'' (Republic) میں یونانی ڈرامہ نویس سوفوکلیز

(Sophocles) کا ایک مکالمہ درج کیا ہے جو عورت بیزاری کے رجحان کو واضح کرتا ہے:

''کسی شخص نے سوفوکلیز سے پوچھا: ''اب تم جنس کے متعلق کیا محسوس کرتے ہو؟ کیا تم اب بھی عورت کے پاس جانے کے قابل ہو؟'' اس نے جواب دیا: ''ہش' اے شخص! میں نے تو اس سب سے چھٹکارا پالیا ہے۔ گویا میں ایک پاگل اور وحشی آقا سے فرار حاصل کر چکا ہوں۔''

گویا جنس کا فطری جذبہ اس قدر تنفر کا باعث اور عورت سے فطری تعلق کا قیام اتنا مکروہ تھا کہ سوفوکلیز اس سے نجات پا کر مطمئن تھا۔ حالانکہ اسی زن بیزاری سے ہم جنس پرستی کی راہیں کشادہ ہوتی ہیں۔

آیئے ہم آپ کو قدیم و جدید یورپی و امریکی نامور شاعروں' ادیبوں' فلسفیوں اور دیگر زعماء کی زن بیزاری کے کچھ نمونے دکھائیں:

رومی شاعر ورجل (Virgil) کا نام کس نے نہیں سنا۔ اس پائے کا شاعر بھی عورت بیزار تھا۔ وہ کہتا ہے:

''عورت ہمیشہ متلون و ناپائیدار اور تغیر آشنا ہوتی ہے۔''

روم ہی کا طنز نویس جیووئنل (Juvenal) عورت سے اپنی بیزاری کا اظہار اس سے متعلق درج ذیل نفرت انگیز قول میں کرتا ہے:

''عورت سے زیادہ کوئی بھی کینہ سے لطف اندوز نہیں ہوتا۔''

سکاٹش مذہبی اصلاح پسند جان ناکس (John Knox) کی عورت بیزاری یوں ظاہر ہوئی ہے:

''عورت کی کسی سلطنت' قوم یا شہر پر حکومت کرنے کی تائید کرنا فطرت کو سخت ناپسند ہے' خدا کے لیے توہین آمیز' اس کی وحی اور مصدقہ قانون کی خلاف ورزی ہے اور آخری بات یہ ہے کہ کامل مساوات اور انصاف کے نظامِ خیر سے انحراف ہے۔''

انگریز ڈرامہ نویس ولیم شیکسپیئر (William Shakespeare) کا یہ قول تو عالم گیر شہرت کا حامل ہے' جو اس کے عہد کی زن بیزاری کا آئینہ دار تو ہے ہی' تاہم اس کی مقبولیت آج کے دور کے مردوں کی زن بیزار ذہنیت کی بھی عکاس ہے:

''کمزوری تیرا نام عورت ہے۔''

''معروف برطانوی طنز نویس سیموئیل بٹلر (Samuel Butler) نے عورت کے متعلق درج ذیل جملہ لکھ کر اپنی زن بیزاری کا اظہار کیا ہے:

''عورتوں کی روحیں اس قدر چھوٹی ہیں کہ بعض لوگ یقین رکھتے ہیں عورتوں میں روح ہی نہیں ہوتی۔''

یہ مقولہ بھی اپنے عہد کی اجتماعی زن بیزاری کا آئینہ دار ہے۔ ہم آگے چل کر اس گہری جڑوں والی برائی کے ثمرات سے آپ کو آگاہ کریں گے۔ ابھی آپ مزید زن بیزاروں کے ''افکارِ عالیہ'' ملاحظہ

فرمائیے۔

برطانیہ کا ڈرامہ نویس ولیم کنگریو (William Congreve) اپنی زن بیزاری یوں ظاہر کرتا ہے:

''جہنم میں بھی عورت کی حقارت جیسی شعلگی و غصہ نہیں ہے۔''

ایک اور معروف برطانوی شاعر الیگزینڈر پوپ (Alexander Pope) کی زن بیزاری ملاحظہ ہو:

''بہر کیف' عورتیں کسی کردار کی حامل نہیں ہوتیں۔''

دیکھا پوپ نے کس شاعرانہ چابک دستی سے صرف ایک جملہ میں نوعِ انسان کے ایک جزو کو انسانی شرف و مقام سے گرا دیا۔ یہ ہے زن بیزاری کا ایک پرتو۔ انہی موصوف کا ایک اور جملہ دیکھئے جو زن بیزاری کے جذبے سے معمور ہے:

''کچھ مرد کاروبار کے لیے اور کچھ تفریح کے لیے ہوتے ہیں لیکن عورت قلبی طور پر ایک لفنگا ہوتی ہے۔''

نامور برطانوی لغات نویس سیموئیل جانسن (Samuel Johnson) نے ان الفاظ میں عورت سے متعلق اپنی تنفر سے معمور بیزاری کا اظہار کیا ہے:

''ایک عورت کی تبلیغ کسی کتے کا اپنی پچھلی ٹانگوں پر چلنے کے مترادف ہے۔''

برطانوی ناول نویس ولیم میک پیس تھیکرے William Makepeace Thackeray) نے اپنی زن بیزاری کا یوں اظہار کیا ہے:

''کچھ ایسی کمینگیاں ہیں جو کہ مرد کے لیے بھی انتہائی پست اور گھٹیا ہیں...... عورت' دلفریب عورت تنہا ان کے ارتکاب کا حوصلہ رکھتی ہے۔''

جرمن فلسفی آرتھر شوپنہار (Arthur Schopenhauer) نے عورت پر غور و تفکر کیا تو یہ نتیجہ اخذ کیا:

''نسائی کردار کی اساسی خامی یہ ہے کہ اس میں انصاف کی حس نہیں ہوتی۔''

برطانوی ناول نویس جارج میریڈتھ (George Meredith) کا فرمان ہے:

''مجھے توقع ہے کہ عورت وہ آخری شے ہوگی جسے مرد مہذب بنائے گا۔''

برطانوی ناول نویس انتھونی ٹرولپ (Anthony Trollop) نے زن بیزاری کا اظہار اس طور کیا:

''سوچتا ہوں کہ عورتوں کے دلوں کو چھونے کا اس سے بڑھ کر حقیقی طریقہ اور کیا ہے کہ ان سے بدسلوکی کی جائے اور بعد ازاں اس کا اعتراف کرلیا جائے۔ اگر تم اپنے قدموں تلے کی بوٹی سے میٹھی مہک حاصل کرنا چاہتے ہو تو اسے مسل دو اور

رگڑ دو۔"

مشہور جرمن فلسفی فریڈرخ ولہیلم نیطشے (Friedrich Wilhelm Nietzsche) نے عورت کو خدا کی دوسری غلطی قرار دے کر اپنی زن بیزاری و خدانافرمانی کا اظہار کیا ہے:

"خدا نے عورت کو تخلیق کیا...... اور اسی لمحے بوریت حقیقتاً فنا ہوگئی ...... لیکن بہت سی دوسری اشیاء بھی ساتھ فنا ہوگئیں! عورت خدا کی دوسری غلطی تھی۔"

نقل کفر کفر نباشد۔

آئرش نژاد برطانوی ادیب رڈیارڈ کپلنگ زن بیزاری سے گزر کر مونث بیزاری تک جا پہنچے:

"تمام انواع کی مونث مذکر کی نسبت زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔"

زن بیزاری کا ایک روپ جو بڑا ہی فریب کارانہ اور مشہور و معروف ہے وہ ہے جس میں عورت کو ناقابل فہم و ادراک رویوں کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔ عصر رواں کے معروف آسٹرین نفسیات داں سگمنڈ فرائڈ (Sigmund Freud) کا درج ذیل جملہ اس کی ایک اہم مثال ہے:

"عظیم سوال...... اپنی تیس برسوں پر محیط نسائی روح کے متعلق تحقیق کے باوجود جس کا جواب دے پانے کا اہل نہیں ہوا ہوں' یہ ہے: "عورت کیا چاہتی ہے؟""

گویا عورت اللہ کی تخلیق کردہ نوعِ انسان کا مرد کے مساوی و مماثل حصہ نہیں بلکہ کوئی انتہائی پیچیدہ مخلوق ہے۔ خدا کی پناہ! پابلو پکاسو (Pablo Picasso) جیسا نامور ہسپانی مصور زن بیزاری کا یوں اظہار کرتا ہے:

"عورتیں دو طرح کی ہوتی ہیں...... دیویاں اور پائیدان۔"

آپ نے بلاشبہ ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یورپ کا مرد خواہ وہ کسی عہد اور زندگی کے کسی شعبے کا ہی کیوں نہ ہو عورت کو انسان سمجھنے پر تیار نہیں۔ یہی زن بیزاری ہے جس نے صدیوں سے انسانوں کی بہت بڑی تعداد کو ہم جنس پرستی جیسے شیطانی افعال کی آگ میں جھونکا ہوا ہے۔ نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی ہم جنس پرستی کی لعنت میں اسی وجہ سے مبتلا ہوتی ہیں۔ پرانی مسلمہ و مصدقہ صداقت ہے:

"گہری جنسی بوریت عورت کو انحراف پر اکساتی ہے۔"

گویا زن بیزاری زہر میں بجھی ہوئی ایسی دو دھاری تلوار ہے جو مرد و زن دونوں کو مجروح کرتی ہے اور ہم جنس پرستی جیسے شیطانی فعل کے ارتکاب پر راغب کرتی ہے۔

اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات توازن اور اعتدال کا درس دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرد اور عورت کے جائز جنسی رشتے کی اجازت دیتا ہے...... جو نکاح و عقد ہے۔ اس کے علاوہ مرد و زن کا اختلاط یا مرد اور مرد یا عورت اور عورت کا جنسی تعلق سخت منع ہے اور اللہ کے قانون سے انحراف ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ تو عورتوں اور مردوں کو ایک دوسرے سے اجتناب کا حکم دیتا ہے نہ بے حد کھلم کھلا میل جول کا' بلکہ شرم و حیا کو مدنظر رکھ کر معاشرتی تقاضے نبھانے کا حکم دیتا ہے۔ ہم جنس پرستی صریحاً خلافِ قانونِ الٰہی ہے۔

قرونِ وسطیٰ کے یورپ اور دورِ حاضر میں ''عیسائی'' چرچ لیڈر شپ' تعلیم اور سماجی روایات کا سرچشمہ ہے۔ کیتھڈرل کی تعمیر کا عرصہ ایک ہزار سے پندرہ سو سال تک محیط ہے اور انہی عمارات کو مرکز مان کر عوام اپنی زندگیوں کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ عمارات ان پڑھ پرستش کرنے والوں کے لیے بولتے ہوئے فن کی حیثیت رکھتی ہیں۔

ہر کیتھڈرل کے سامنے ایک یا دو برجیاں ہوتی تھیں جو اوبی لسکوں (Obelisks) یا لنگ کی عکاسی کرتی تھیں۔ یہ کوئی محض اتفاق نہیں ہے کہ پروٹسٹنوں کے مقابلے میں رومن کیتھولکوں کے ''فادرز'' (Fathers) اکثر ہم جنس پرست نکلتے ہیں۔ کوئی بھی کیتھولک پادری چرچ میں اپنا فادر کا رتبہ گنوائے بغیر حقیقتاً فادر نہیں بن سکتا۔

تجرد خالق کا امر نہیں ہے۔ خالق نے بغیر کسی غلطی کے تخلیق کا عمل سرانجام دیا ہے۔ خالق نے دو صنفیں یا جنسیں تخلیق کی ہیں۔ خالق نے مرد اور عورت کے مابین فطری کشش پیدا کی...... اور کہا ''ثمر ور ہوؤ اور پھلو پھولو'' یہ واضح طور پر ہم جنس پرستی کی نفی ہے۔

بائبل (سینٹ میتھیو 8:14) کے مطابق پہلا پوپ پیٹر (Peter) متاہل تھا۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ یہ تجرد کہاں سے آن ٹپکا؟ اصلاً یہ بھی غیر فطری ہے۔

انتھونی ٹی براؤڈر (Anthony T. Browder) اپنی کتاب ''براؤڈر کی فائل سے'' (From the Browder's File) میں بالکل درست لکھتا ہے کہ:

> ''کسی شخص کا فلسفہ اس کی سوچ کے تانے بانے کا تعین کرتا ہے' رویوں کے تانے بانے کا تعین کرتا ہے اور کسی شخص کے رویوں کا تانا بانا (Pattern) اس کے اعمال کا تعین کرتا ہے۔ اعمال خیالات سے ماخوذ ہوتے ہیں جو کسی شخص کے کسی چیز کے درست ہونے کے متعلق ایقان سے متاثر ہوتے ہیں۔''

ہم جنس پرست ان خیالات اور حالات کی پیداوار ہوتے ہیں' جو نا موزوں رجحان کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں۔ ''انسان جو دیکھتا ہے وہی کرتا ہے۔'' ہم جنس پرستی سے اغماض اس کو رواج دینے کے مترادف ہے۔ حضرت عیسیٰ ؑ کے الفاظ میں ''تم خدا اور شیطان کی پرستش نہیں کرسکتے۔'' (سینٹ میتھیو 6:24) جنسی رویہ یا تو ''مستقیم'' ہوتا ہے یا ''بدچلن'' ''بدچلنی'' کا مفہوم ہے کسی قانون کی بے حرمتی کرنا۔

جارج آرویل (George Orwell) نے اپنے ناول ''1984ء'' میں لکھا ہے کہ:

> ''جو ماضی کو کنٹرول کرتا ہے وہ مستقبل کو کنٹرول کرتا ہے' جو حال کو کنٹرول کرتا ہے وہ ماضی کو کنٹرول کرتا ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم سب کے لیے زمان میں حال سب سے طاقت ور لمحہ ہے۔ حال ہماری ماضی کی یادوں کا تعین کرتا ہے جو مستقبل کے تمام اعمال پر اثر انداز ہوتی ہیں۔''

غور وفکر کے لیے یہ ایک انتہائی گہرا اور اہم بیان ہے۔

سوموار 19 اپریل 1993ء کے شکاگو سن ٹائمز (Chicago Sun Times) میں ایک مضمون بعنوان ''ہم جنس پرستی...... جنسیاتی یا اکتسابی؟'' شائع ہوا ہے' جس کا مصنف اینڈریو ہرمن (Andrew Hermann) ہے۔ اس مضمون میں ایکویناس نفسیاتی کلینک (Aquinas Psychological Clinic) اینسینو' کیلی فورنیا (Encino, California) میں ماہرین نفسیات کی طرف سے کیے گئے ایک مطالعے کا ذکر کیا گیا ہے جس میں:

''سائنس دانوں نے دو سو ایسے ہم جنس پرست مردوں کے انٹرویو کیے جو اپنی جنسی افتادِ طبع کو تبدیل کرنا چاہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سب مریضوں کے اپنے اپنے والد کے ساتھ تعلقات بے حد کمزور تھے۔ ماہرین نفسیات نے کہا کہ بالغ ہو کر مرد اپنے بچپن کی محرومیٔ تذکیر کا مداوا ڈھونڈتا ہے۔''

ایک ماہر نفسیات کا کہنا ہے:

''وہ تین الف (A) ڈھونڈ رہے تھے' اُلفت (Affection) ' اچھی نظر (Approval) اور التفات (Attention)''

دیگر ماہرین نفسیات نے اس امر پر یقین کا اظہار کیا کہ:

''ہم جنس پرستی خلقی اور اکتسابی رویے کا امتزاج ہے۔''

کولمبیا یونیورسٹی (Columbia University) کے ابراہیم کارڈیز نے 1951ء میں ''نشانِ جبر'' (The Mark of Oppression) کے عنوان سے ایک کتاب لکھی تھی' جو کالوں کے جذباتی ارتقاء سے متعلق ہنوز ایک کلاسیک عمرانیاتی نفسیاتی مطالعہ ہے۔ اس کتاب میں اوویسی (Ovessey) نے ہم جنس پرستی پر مقالہ لکھا ہے۔

ڈاکٹر ہربرٹ ہینڈن (Dr. Herbert Hendin) نے اوویسی کے مقالات کو خودکشی پر تعلیم دیتے ہوئے موافقانہ فریم ورک کے طور پر استعمال کیا ہے کہ مختلف سماجی روایات اور دباؤ جذبات کو کس طرح سے ڈھالتے ہیں۔

دوسروں کی جنسی سرگرمیوں کے نظارہ بازی' نمائش پسندی' محرمات سے ذہنی بیماری کا نتیجہ ہیں۔

ارنو کیرلن (Arno Karlen) کی کتاب ''جنسیت اور ہم جنسیت'' (Sexuality and

(Homosexuality متذکرہ ذہنی بیماریوں کے حوالے سے معلومات کے خزانے کی حامل ہے۔ آپ کو اس وقت چنداں کوئی شک نہیں رہے گا کہ ہم جنس پرستی ایک خوف ناک' ناپاک اور ہلاکت انگیز ذہنی بیماری ہے جس وقت آپ ویڈیو ٹیپس میں مردوں اور عورتوں کو کتوں کے ساتھ جنسی بدفعلی میں مبتلا دیکھیں گے۔

ہر عقیدے کے مذہبی پیشواؤں کو ضرور بالضرور اٹھ کھڑے ہونا پڑے گا اور ''خیر کو درست اور شر کو غلط کہنا پڑے گا۔'' انگریزی اصطلاح (Religion) (مذہب) لفظ "Re" بمعنی ''پشت'' اور ''دوبارہ''...... اور لفظ "Ligion" بمعنی ''گرفت کرنا یا باندھنا'' سے وضع ہوئی ہے۔ مذہب کا طریقۂ عمل نوع انسان کی پشتیبانی کے لیے وضع ہوا ہے تاکہ وہ اپنے سرچشمۂ تخلیق سے منسلک رہیں۔

✿......✿......✿

''مسلمانوں میں انتہا پسندی اور انتشار کا ڈھنڈورا پیٹنے والے رومن کیتھولک اور آرتھوڈاکس چرچ کے درمیان اختلاف شدت اختیار کر گئے' رومن کیتھولک' آرتھوڈاکس کے روسی حکومت میں بڑھتی ہوئی مقبولیت سے پریشان ہو گئے اور ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے پر توجہ مرکوز کردی ہے۔ نیوز ویک کے حالیہ شائع ہونے والے مضمون کے مطابق روس میں رومن کیتھولک اور آرتھوڈاکس چرچ والے ایک دوسرے کے شدید دشمن ہو گئے۔ جارجیہ میں آرتھوڈاکس چرچ کے کارکنوں نے کیتھولک رہنما کے گھر میں داخل ہو کر بائبل اور مذہبی پمفلٹ جلا دیئے۔ جبکہ آرتھوڈاکس چرچ کو روسی حکومت کی مکمل سپورٹ حاصل ہے اور اس وابستگی کی بناء پر رومن کیتھولک کو اپنا چرچ بنانے کی اجازت نہیں دی۔ روسی صحافی کے مطابق آرتھوڈاکس کی حد درجہ بڑھتے ہوئے اثر کے باعث کسی دن ضرور خرابی پیدا ہوگی۔ ان کا کیتھولک کو خراب کہنا اور حد سے زیادہ انتہا پسند ہونا بہت زیادہ خطرناک ہے۔ خود بہت زیادہ چرچ تعمیر کرنا اور دوسروں کو اس کی اجازت نہ دینا ایک ایسی چیز ہے جو آنے والے نسلوں پر منفی اثر ڈالے گی۔ ان دونوں فرقوں میں اختلاف اور جنگ کو مزید ہوا دینے کے لیے امریکہ کیتھولک کو فنڈز فراہم کرتا ہے۔ جبکہ آرتھوڈاکس کو صرف روسی عوام ہی فنڈز دیتی ہے۔ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ جنوبی کوریا بھی رومن کیتھولک کو فنڈز دینے والا بڑا ملک ہے' اس وجہ سے روس نے روائتی مخالف کے باعث کیتھولکوں پر گھیرا تنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ پارلیمنٹ نے بھی حال ہی میں ایک بل پیش کیا جس میں انتہا پسندوں کے خلاف کریک ڈاؤن کی سفارش کی گئی ہے اور اس سے صرف کیتھولک فرقہ ہی متاثر ہوگا۔''

(روزنامہ ''انصاف لاہور'' 24 اگست 2002ء)

شیخ محمد علی

عیسائیت' عورت اور جنسی جبلت

انسائیکلوپیڈیا برٹینکا کے گیارہویں ایڈیشن کا مطالعہ فرمایئے تو رومی تہذیب میں عورت گریہ وزاری کرتی دکھائی دے گی۔ اس مملکت میں عورت کو ہمیشہ تنگ دست ومحتاج رکھا گیا اور شادی کے بعد اس کی تمام جائیداد اور تمام حقوق قانونی طور پر اس کے شوہر کے سپرد کر دیئے جاتے تھے اور اس کی حیثیت کو ایک غلام کی شکل قانونی تحفظ کے ساتھ دی جاتی تھی۔ وہ تباہ تھی' بدحال تھی' اس کا کوئی پرسانِ حال نہ تھا نہ قانون اور نہ اس کے پیدا کرنے والے اور نہ ہی وہ فرد جس کے ساتھ بقایا زندگی اسے گذارنی پڑتی۔

آج یورپی دانشور کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو اس کے جائز حقوق سے محروم کر کے مقید کرنے کی کوشش کی ہے انہوں نے تو خود عورت کے منہ سے وہ زبان نکال پھینکی تھی جو اپنے حقوق کا مطالبہ کرسکتی۔ اپنے مقام کی تمنا کرتی یا دنیا والوں سے کم از کم شکایت ہی کر لیتی۔ ان کے ائمہ عیسائیت کے بیانات پڑھیے اور اس ضمن میں ان کے کردار کا مطالعہ کیجئے تو وہ کریہہ تصور سامنے آئے گا جسے کوئی بھی آنکھ دیکھنا پسند نہیں کرے گی۔ یہ دعویٰ یہ بلند بانگ جملے کہ عورت کو ہم نے آزادی دی' جائز حقوق دیئے ان کا پس منظر جس قدر تاریک و بھیانک ہے اس کی گواہی خود تاریخ دیتی ہے۔ ذرا انگلش کامن لاء میں اس کے مقام کی ایک جھلک تو ملاحظہ فرمایئے۔

> ''وہ تمام جائیداد جو شادی سے پہلے ایک بیوی کے نام ہوتی تھی' شادی کے بعد خاوند کے قبضہ میں چلی جاتی وہ ان تمام اراضی کے مالیانے اور اس سے حاصل شدہ آمدنی کا کلی حقدار ہوتا تھا۔ یہ آمدنی جوڑوں کو ان کی مشترکہ زندگی میں جائیداد وغیرہ سے حاصل ہوتی تھی۔ جوں جوں وقت گذرتا گیا' برطانوی عدالتوں نے ایسا نظام رائج کیا جس میں خاوند کو جائیداد کی تمام منتقلیاں بیوی کی مرضی کے بغیر کرنے سے روک دیا گیا لیکن اس کے باوجود اس کا یہ حق برقرار رہا کہ وہ اس کے نظم ونسق میں ہاتھ بٹائے اور اس ضمن میں تمام روپیہ پیسہ حاصل

کرلے جو بیوی کی اس جائیداد سے حاصل ہوا ہو۔ اسے اس قانون کی رو سے
اس بات کا پورا اختیار تھا کہ وہ اپنی بیوی کی جائیداد کو جس طرح چاہے استعمال
کرے اور جیسے چاہے تصرف میں لائے۔''

یہی قوانین اور یہی طریقے تھے کہ ایک مغربی ذہن جون سٹورٹ مل تنقید کیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے واضح الفاظ میں یہی لکھا کہ:

''ہم ایک عرصہ سے مستقل یہ کہہ رہے ہیں کہ تمدن اور عیسائیت نے عورت کے
حقیقی اور جائز حقوق کو بحال کر دیا ہے لیکن حقیقت میں آج بھی عورت بحیثیت
بیوی اپنے شوہر کی غلام ہے جسے کوئی قانونی تحفظ حاصل نہیں۔''

یہ تو خیر مغربی دانشوروں' مفکرین و موئیدین کی بات تھی۔ افسوس تو عیسائی چرچ کے رویہ کو دیکھ کر ہوتا ہے کہ اس صنف کو اس قوم نے مذہب کے حوالے سے بھی پناہ نہ دی بلکہ الٹا اسے مطعون' ذلیل اور کمتر ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ملاحظہ فرمائیے اس ضمن میں مغربی مفکر کی کتاب کے ایک صفحے کی جھلک۔

''یہ امر یقیناً باعث تصور نہیں کہ عیسائی وراثت منصفانہ فیصلوں سے آزاد ہوسکتی ہے لیکن ہمیں ایسا سوچنا ہے اور اس کے ثبوت کی خاطر ایسے خیالوں کا جمع کرنا بڑا مشکل ہوگا جن سے ابتدائی ادوار میں عورت پر پادریوں کی طرف سے ظالمانہ احکامات کے صادر ہونے کے شواہد ملیں۔ تاہم یہ ناممکنات میں سے بھی نہیں ہے۔

مثلاً مشہور مورخ لیکی کہتے ہیں کہ ایسے ظالمانہ و بین جذبات جو نہایت مضحکہ خیز بھی ہیں' عیسائی پادریوں کی تحریر و تقریر کا ایک ضروری حصہ ہیں۔ وہ عموماً تقاریب میں اور اپنی تحاریر میں یہ کہتے اور لکھتے چلے آئے ہیں کہ عورت دروازۂ دوزخ اور تمام انسانی برائیوں' خامیوں اور خرابیوں کی ماں ہے' اسے خود اپنے عورت ہونے پر پشیمانی و شرمندگی ہے اور وہ ہمیشہ دنیا میں بدترین شے کی مانند زندہ رہے گی۔ وہ اپنے لباس پر شرمسار ہوگی جو اس کے زوال کی ایک نمایاں یادگار ہے۔ خاص طور پر اپنی خوبصورتی اور عشوہ آرائی پر شرمندہ ہوگی جو شیطان کا ایک نہایت موثر و طاقتور ہتھیار ہے۔

کچھ ایسے ہی سخت و تلخ جملے ترتولیاں نے کہے ہیں جو کہتا ہے ''کیا تم جانتی ہو کہ تم میں سے ہر ایک اماں حوا ہے؟ خدا کی کتاب کے مطابق تم شیطان کی آمد کا راستہ بنیں۔ مرد کو کارِ غلط کے لیے اکسایا۔ تم نے نہایت آسانی کے ساتھ خدا کے تصور ''مرد'' کو توڑ ڈالا اور تمہاری ہی اس دغا کے نتیجہ میں اس سے جنت چھٹی اور موت کا سلسلہ دراز ہوا اور صرف یہی نہیں بلکہ عیسائی کلیسا نے عورت سے اس کے سارے جائز و قانونی حقوق چھین لیے جن سے وہ کبھی ماضی میں آسودگی حاصل کرتی رہی تھی۔''

خود عیسائی پادریوں نے عورت کی عزت و حرمت کو اپنے ہاتھوں سے تار تار کیا۔ چھٹی صدی عیسوی میں اسقف اعظم سینٹ سرل اور اس کے حریف ارسٹس نے ظلم و ستم اور جور و جفا کی جو داستانیں

اپنے ہاتھوں سے رقم کی ہیں وہ خود انہی عیسائیوں کی تاریخ میں محفوظ ہیں۔ سرل کی ایک خاتون ساتھی ملیشیا اپنی درس گاہ سے واپس آرہی تھی کہ راہبوں کے ایک بڑے گروہ نے اس پر حملہ کردیا اور اسے گاڑی سے اتار کر سرتا پا برہنہ کیا گیا' سارے شہر میں اسی حالت میں گھمایا گیا اور پھر کلیسا میں پادری پیٹر کے گرز نے اس کی روح کا ناطہ جسم سے توڑ دیا۔ اس اندوہناک قتل کے بعد بس نہ کی گئی بلکہ ہڈیوں سے گوشت جدا کیا گیا۔ لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور آلائش جسم کو نذرِ آتش کیا گیا۔

اس عورت کا قصور کیا تھا؟ کیا صرف یہ قصور تھا کہ وہ تعلیم کی جدوجہد میں مصروف تھی۔ یا یہ قصور تھا کہ وہ عورت ہے۔ کلیسائی ٹھیکیداروں نے ایک طویل عرصہ تک عورت کو جانوروں سے بدتر مخلوق سمجھا اور اس سے نہایت نازیبا و ناقابل بیان سلوک روا رکھا۔ یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ جب آپ عیسائی مورخین کی لکھی ہوئی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ الفاظ خود ان کے اپنے ہیں اور یقیناً اس سے بڑھ کر بدنما داغ کلیسائیت پر کیا ہوگا؟

آج یورپ میں شاید ہی کوئی لڑکی بالغ ہونے تک اپنے بدلتے ہوئے فرینڈز کے ساتھ اپنی خواہش کی تکمیل پوری نہ کرچکی ہو۔ اس حقیقت کا اندازہ آپ کو اسی معاشرہ کے ایک فرد اور مشہور مصنف جار رابیلی اسکاٹ کے خیالات پڑھ کر ہوگا جو اس نے اپنی تصنیف ''تاریخ الفحشا'' میں تحریر کیے۔ وہ لکھتا ہے۔

> ''پیشہ ور عورتوں کے علاوہ بڑی تعداد اُن عورتوں کی بھی ہے جو آمدنی میں اضافہ کی خاطر زنا کاری کے پیشہ کو ضمنی طور پر استعمال کیے ہوئے ہیں۔ اب جوان لڑکیوں کے لیے بدچلن اور بیبا کی سوقیانہ اطوار تک فیشن میں داخل ہوگئے ہیں۔ ایسی لڑکیوں اور عورتوں کی تعداد بڑھتی ہی جارہی ہے جو شادی سے پہلے صنفی تعلقات بلا تکلف قائم کرلیتی ہیں اور وہ لڑکیاں شاذ و نادر کے حکم میں ہیں جو کلیسا کی قربان گاہ کے سامنے نکاح کا پیمانِ وفا باندھتے وقت صحیح معنی میں دوشیزہ ہوتی ہیں۔''

بوائے فرینڈز کے ساتھ جنسی تعقات کے نتیجے میں جنم لینے والے جنم لینے سے پہلے ہی دم توڑ دیتے ہیں۔ مختلف اعداد وشمار کے مطابق انگلستان میں یہ تعداد تین لاکھ سالانہ اور امریکہ میں پانچ لاکھ سالانہ ہے۔ باور رہے کہ یہ تعداد تو صرف اسقاط کی ہے' وہ بچے اس سے علیحدہ ہیں جو اس عمل کے ثمر کے طور پر حکومت کے پلے بندھے ہیں۔ حیوانی ازدواج کے اس فلسفہ نے ایک طرف تو معاشرے میں خاندانی نظام کی بیخ کنی کی اور دوسری طرف جنسی بے اُصولی کے بیج کو بویا اس نے لوگوں کو نہایت خوب صورت انداز میں یہ درس دیا کہ آزادانہ جنسی اختلاط تقاضائے فطرت ہے۔ لوگ جو بدرجہ مجبوری معاشرتی ضوابط کے تحت اپنی جنسی جبلت کو دبائے ہوئے تھے پھٹ پڑے اور نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب کا ہر ہوٹل' ہر گلی' ہر پارک اور ہر محلہ بداخلاقی' کجروی اور آزادانہ بوس و کنار کا مرکز بن گیا۔

اس طرزِ عمل نے انسان کو درندہ اور دنیا کو جہنم بنا ڈالا اقدار مٹ گئیں۔ مادیت پرستی نے

فروغ پایا اور انسان مختلف گروہوں کی صورت میں دیوانہ وار مادّی وسائل کی فراہمی میں جت گیا۔ لوگ اس ضمن میں کسی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں رہے کیونکہ ضابطہ تو خود ان کی موت تھا۔ سارا انسانی معاشرہ حیوانی معاشرہ میں بدل گیا خودغرضی' سنگدلی' بغض' بدعہدی و بدکرداری نے بری طرح فروغ پایا اور پھر یہ سب کچھ اتنا بڑھا کہ آج اس معاشرے کے افراد اس سے تنگ ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح اس سے پیچھا چھوٹے۔ فرانسیسی مصنف Oris-Sourarine اس ضمن میں اس سوسائٹی کی ترجمانی یوں کرتا ہے۔

> ''انسانیت کا احترام دلوں سے مٹ گیا ہے زندگی اپنی اصل قدر و قیمت کھو بیٹھی ہے آج کوئی ظالموں کو ختم کرنے کی ہمت نہیں رکھتا اور واقعہ یہ ہے کہ درندگی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔''

آج ذرا ماہرین نفسیات سے پوچھئے کہ اگر عورت اپنی شرم گاہوں کی حفاظت نہ کرے' اپنی نگاہیں نیچی نہ رکھے اور اپنی زینت ظاہر کرے تو کیا ہوتا ہے؟ ماہرین نفسیات کو بھی چھوڑیئے اور یورپ و امریکہ پر نظر ڈالیے تو سارا جواب از خود سامنے آ جائے گا۔ لیکن افسوس کہ ہم خود اپنی بھلائی کے متمنی نہیں بلکہ جب پیروں پر کلہاڑی چلا چکتے ہیں تو پھر چونکتے ہیں۔ پھر چونکنا بیکار ہے۔ آج عورتوں نے اپنی شرمگاہوں کو کھلے بازاروں میں باعث توجہ بنایا ہے۔ اپنی زینت سے گلی گلی' کوچوں کوچوں کو منور کیا ہے۔ لیکن یہ کیسی روشنی ہے جس سے بجائے صبح کے تاریکی پھیل رہی ہے' بجائے نظر آنے کے کچھ بھجائی نہیں دے رہا ہے۔ ایک تباہی ہے کہ ہر سمت دکھائی پڑتی ہے۔ صحت مند اور توانا جسم تو اس نور سے ایسے اٹھ گئے ہیں جیسے کبھی تھے ہی نہیں۔ جی ہاں آج تمام ماہرین طب بالخصوص ماہرین حیاتیات اس بات متفق ہیں کہ سوزاک اور آتشک اخلاقی فقدان سے پیدا ہونے والی مہلک بیماریاں ہیں۔

سوزاک عموماً عورتوں میں بانجھ پن پیدا کر دیتا ہے اس لیے کہ یہ ابتدائی شدید مبالیت کے فوراً بعد عنق الرحم تک پہنچ جاتی ہے گو کہ اس کا مہبل پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تاہم Salpingitis پر ورم ہو جاتا ہے اور پھر اسی کی شدت سے بانجھ پن کے پیدا ہونے کا خطرہ نمودار ہوتا ہے۔ یہ نومولود کی آنکھوں میں آشوبیت پیدا کر دیتی ہے اور اگر اس کا فوری علاج نہ کیا جائے تو مکمل طور پر بینائی چلے جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ یہ مردوں میں عورتوں کی نسبت چار گنا زیادہ ہے اور اس کا سبب خاص فاحشہ عورتیں ہیں۔ یہی حال آتشک کا ہے یہ بیماری بھی ان علاقوں کی ہے جہاں اخلاقی انحطاط زیادہ ہوتا ہے اور جنسی کج روی کے مظاہرے عام ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر پاکستان پر نظر ڈالیں تو اس مرض کے مریض کم ملیں گے جبکہ مغرب میں ہر دوسرا فرد اس کا شکار ہے۔ یہ بیماری نومولود کے لیے زیادہ مہلک ہے اس لیے کہ اگر ماں حمل کے پانچویں مہینے میں ہو تو اس بات کی گنجائش تقریباً ختم ہو جاتی ہے کہ بچہ بچ جائے گا۔ مختلف امریکی انسائیکلو پیڈیاز میں ان اموات کی تعداد چالیس ہزار سالانہ بیان کی گئی ہے۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ امریکہ میں اس مرض کی شدت کیا ہے انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کی جلد چار کے صفحہ 45 کو ملاحظہ کیجئے:

"امریکہ کے دواخانوں میں ہر سال آتشک کے دو لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ساڑھے چھ سو دوا خانے صرف انہی امراض کے لیے مخصوص ہیں مگر سرکاری دواخانوں سے زیادہ مروّجہ پرائیویٹ ڈاکٹروں کا ہے جن کے پاس ساٹھ فیصد آتشک کے اور نواسی فیصد سوزاک کے مریض جاتے ہیں۔"

باور رہے کہ یہ اعداد و شمار تقریباً دس سال قبل کے ہیں۔

یہ تو وہ طبی نوعیت کی بیماریاں ہیں جو بنیادی طور پر بے پردگی' عریانی اور فحاشی سے جنم لیتی ہیں لیکن ان سے زیادہ تکلیف دہ وہ کرب آمیز نفسیاتی امراض ہیں جو اسی محور کے ودیعت کردہ ہیں۔

معاشرے کی کیفیت کو دیکھیے ایک شخص ہمہ وقت عریانی و فحاشی کے طوفان میں گھرا رہے تو یہ توقع کیوں کر کی جاسکتی ہے کہ جبلت شکست کھا جائے اور محتسب فتحیاب ہو۔ نتیجتاً اس ماحول سے ایک مسلسل زور آزمائی کا آغاز ہوتا ہے اور ذہن چوبیس گھنٹے اسی محاذ آرائی میں مبتلا رہتا ہے کبھی جبلت غالب آتی ہے تو بدافعالیاں ہوتی ہیں اور کبھی محتسب غلبہ پاتا ہے تو شرمندگی و ندامت جنم لیتی ہے۔ یہ مسلسل کشمکش یہ جبلت کا مسلسل ابھار اور پھر اس کا دباؤ ذہنی امراض پیدا کر دیتا ہے جو پاگل پنے اور جنسی جنون کی شکل میں ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

دن و رات جنسیت کا بھوت سوار رہنا بڑی حد تک ان بیماریوں میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ ایسا شخص دن میں ذہنی طور پر اس قسم کے منصوبے تیار کرتا رہتا ہے جن سے وہ خواہشات کی تکمیل کر سکے اور جب وہ رات کو محوِ خواب ہوتا ہے تو خواب ان کے منصوبوں کی تکمیل کرتے ہیں۔ فرائڈ نے اپنی مشہور کتاب "Interpretation of Dreams" میں لکھا ہے کہ اس قسم کے تمام خواب جنسی خواہشات کے مظہر ہوتے ہیں۔ جب خواہشات کی تکمیل ہمارے بس میں نہیں ہوتی (خواہ اس کا سبب معاشرتی ضوابط ہوں یا ذاتی شخصیت) تو ہم انہیں لاشعور میں دبا دیتے ہیں اور وہاں وہ چوروں کی طرح اس انتظار میں رہتی ہیں کہ رات آئے تو ان کی تکمیل ہو دن کے وقت محتسب Censor اِن پر پہرہ دیتا ہے لیکن رات میں وہ بھی قدرے غافل ہوتا ہے اور شعور پر اس کا احتساب قائم نہیں رہتا چنانچہ لاشعور میں دبی ہوئی ان خواہشات کو ابھرنے کا موقع مل جاتا ہے اور وہ خواب کی شکل میں وارد ہو کر تباہی مچاتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس ضمن میں تفصیل میں جانا چاہتا ہوں لیکن بعض وجوہات آڑے آتی ہیں تاہم میں کیا کہنا چاہتا ہوں ہمارا نوجوان طبقہ اس سے کماحقہٗ آگاہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنی تحلیل نفسی خود کر کے اس پریشانی کن و تباہ کن ماحول سے نکل سکتے ہیں۔

مغربی معاشرے میں عورت نے اپنی مساویانہ حیثیت تسلیم کرانے کی خاطر جو راہ اختیار کی' اس کا سب سے بڑا فائدہ مرد کو پہنچا اور وہ یہی کہ عورت نے اس ضد میں کہ جب مرد اپنی جنسی خواہشات آزادانہ پوری کرسکتا ہے تو وہ ایسا کیوں نہیں کرسکتی' مرد کے لیے لذت و چاشنی کے نت نئے دروازے

کھول دیئے اور یوں انسانی معاشرے میں حیوانی ازدواج کے طریق عمل نے اپنی جڑیں مضبوط کیں۔ نکاح سے فرار مسلک قرار پایا اور خاندانی نظام کی عمارت پیوند خاک ہوئی۔

موجودہ دور کی عورت' بالخصوص مغربی اور مغرب زدہ عورت آزادی کے پر نکلنے کے بعد اڑنا بھی چاہتی ہے اور اسی بنیاد پر مساوات کا مطالبہ پیش کرتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ مرد اگر اس کا شوہر' باپ یا بھائی ہے تو وہ اس سے اسی طرح کچھ نہ پوچھے جس طرح وہ اس کی پوچھ گچھ سے محفوظ ہے یعنی سارا دن وہ کہاں رہا' کیا کرتا رہا' آیا وہ دفتر میں اپنی معاون لڑکی کو دادِ عیش دیتا رہا یا باہر ہوٹلوں اور کلبوں میں رنگ رلیاں مناتا رہا' اس کے کیا مشاغل رہے۔ وہ کن کن لوگوں سے ملا وغیرہ وغیرہ۔

یہ چاہتی ہے کہ یہی آزادی' یہی خوش باشی اور یہی آزاد زندگی اسے بھی نصیب ہو لیکن وہ سمجھتی ہے کہ اس پر مرد کا تسلط اسے ایک ایسا ''فاعل'' بننے سے مجبور رکھتا ہے۔ وہ اس لحاظ سے آزادی کی خواہاں ہے اور یہ آزادی اس کے مفروضے کے تحت اسی وقت ممکن ہے جب مرد کو اس کے مساوی ہونے کا یقین ہو جائے۔ جب مرد کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ اس کے ہم پلہ ہے' اس کے ہمرکاب ہے اور اس کی ہم حیثیت ہے۔ مغربی طبقہ نے فکر نسواں کے اس انداز پر لبیک کہا اور اسے اس ضمن میں قانونی تحفظات بھی فراہم کیں۔ چنانچہ دیکھئے کہ اقوام متحدہ نے اس مقصد کے لیے خواتین کا ایک شعبہ قائم کر رکھا ہے جس کا مقصد خواتین کو اس میدان میں پوری پوری راہنمائی فراہم کرنا ہے۔ اس شعبہ نے 1975ء میں عالمی اجتماع منعقد کیا اور کئی ایسی تجاویز پاس کیں جن کا مقصد اس تحریک کو تحفظ دینا تھا۔

مغربی عورت اپنی آزادی اور حقوق کے معاملے میں آج اس قدر آگے نکل چکی ہے کہ وہ مرد ذات کو کسی بھی اعتبار سے بااختیار و بالاتر سمجھنے کو تیار نہیں۔ اس کے نزدیک مرد برابر تو ہو سکتا ہے اس سے بالا نہیں۔ چنانچہ اس احساس نے اسے خدا کے لیے صیغۂ مذکر کے استعمال پر بھی اعتراضات کھڑے کرنے کے مواقع فراہم کیے۔ اس کی نگاہ میں مرد جب اس سے بالاتر نہیں تو پھر خدا کے لیے ایسے صیغوں کا استعمال زیب نہیں دیتا جو مرد کے لیے استعمال ہوتے ہوں۔ اس لیے کہ خدا ایک ایسی ذات ہے جو بااختیار و بالاتر ہے' جو طاقت وقوت' شان وشوکت اور جاہ وجلال کی نمائندہ ہے یعنی مرد کی ذات سے اس کی مخالفت ومخاصمت اس قدر شدت اختیار کر گئی ہے کہ اسے خدا کی ذات سے وابستہ مذکر صیغے بھی کھٹکنے لگے مثلاً:

''اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔''

(متی 1)

''خدا میرا گڈریا ہے۔''

(متی)

لفظ باپ یا گڈریا یا ایسے ہی دیگر سینکڑوں الفاظ جو انجیل میں خدا کے لیے استعمال کیے گئے ہیں خالصتاً مذکر الفاظ ہیں اور یہی چیز مغربی عورت کے لیے وجۂ عناد ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ خدا کے ساتھ

ایسے لفظوں کا استعمال عورتوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا ہے اور عورت پر مرد کی بڑائی کو زبردستی مسلط کرنا ہے۔ انگریزی میں ''وہ'' کا استعمال مرد اور عورت دونوں کے لیے علیحدہ علیحدہ الفاظ کے حوالے سے سامنے آتا ہے یعنی ''ہی'' (He) کے معنی بھی وہ کے ہیں لیکن اس کی تخصیص مرد کے لیے ہے اور اسی طرح ''شی'' (She) عورت کے ہیولے کو لے کر سامنے آتا ہے۔ اب بائبل میں دیکھئے جہاں بھی خدا کے لیے وہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے وہاں ''ہی'' استعمال کیا ہے اور عورت یہ سب کچھ دیکھ کر تفکرات میں کب تک گھلتی' نتیجتاً حقوق میں برابری کی خاطر انجیل میں تبدیلی کی تحریک کھڑی کی گئی اور اس پر تیزی و سرعت کے ساتھ کام شروع کیا گیا۔

جہاں کسی مقام پر صرف عورت کا ذکر تھا وہاں مرد کو شامل کیا گیا اور جہاں مرد تھا وہاں عورت داخل ہوئی۔ خدا کے لیے ایسے لفظ استعمال کیے گئے کہ اس کی جنس کا تعین مذکر یا مونث کے حوالے سے نہ ہو سکے۔ شکر خدا کا یہ کہ معاملہ یہیں تک رہا' عورت اگر برتری کی دعویدار ہوتی تو متی کا مندرجہ بالا فقرہ یوں بھی کروا سکتی تھی۔ (نعوذ باللہ)

''اے میری ماں تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔''

حقوق میں برابری کی خاطر دیگر آیات میں جو تبدیلیاں کی گئیں انہیں ملاحظہ فرمایئے۔ انجیل میں ایک فقرہ ہے ''اپنے ہمسائے کی بیوی کو لالچ سے مت دیکھو'' چنانچہ اس فقرہ میں یہ اضافہ کیا گیا کہ

''اپنے ہمسائے کی بیوی یا شوہر کو للچائی نگاہوں سے نہ دیکھو۔''

ان تمام تبدیلیوں سے ایک ثبوت تو یہ از خود بہم پہنچ جاتا ہے کہ انجیل کی حیثیت اب اس قوم کی نگاہ میں خدا کی کتاب کی نہیں' اسی لیے اپنی مرضی کی تبدیلیاں کی جا رہی ہیں اور دوسرے یہ کہ یہ قوم بخوبی جانتی ہے کہ انجیل اپنی اصل حالت میں نہیں بلکہ تبدیل و تحریف شدہ شکل میں ہے اور کیونکہ یہ ساری تبدیلی مردوں کے ہاتھوں رونما ہوئی ہے اس لیے انہوں نے اپنی بالادستی کی خاطر مردوں کی حاکمیت قائم رکھی ہے اور خدا کو مذکر صیغے میں شامل رکھا ہے اور جہاں مناسب سمجھا وہاں عورت کو تنہا چھوڑ دیا۔

امریکہ میں گرجا گھروں کی قومی تنظیم نے مردوں اور عورتوں پر مشتمل ایک اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی تشکیل دی ہے جس نے یونانی اور عبرانی زبانوں میں لکھی گئی اناجیل کو دقت نظر کے ساتھ پڑھ کر اس کی اغلاط درست کیں۔ ان میں عورت کے مقام کو مرد کے مساوی لانے کی خاطر بعض آیات میں تبدیلیاں کی گئیں اور ساتھ ساتھ ''لارڈ'' (Lord) ''ہی'' (He) اور ''فادر'' (Father) جیسے الفاظ کا استعمال ختم کرنے کی پرزور سفارش کی گئی اور ان کے متبادل الفاظ تلاش کیے گئے۔ اس تبدیل شدہ بائبل کا پہلا نسخہ تقریباً دو سال قبل امریکہ میں چھپ چکا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ خدا کے کلام میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ عیسائی صوفیا کے اقوال میں بھی تبدیلیاں کی گئیں۔ ان کے بعض اقوال حذف کر دیئے گئے جن سے عورت کی کسی کمزوری یا اس کی کمتری کا اظہار ہوتا ہو' مثلاً عیسائی دنیا کے مشہور سینٹ پال جن کے ارشادات کو بڑی اہمیت دی جاتی رہی ہے ان کے بہت سے اقوال طباعت کی دنیا سے اب نکل چکے

ہیں۔ شادی کے سلسلے میں موصوف نے ایک جگہ فرمایا تھا کہ:

''بیویوں کو اپنے شوہروں کی اسی طرح اطاعت کرنی چاہیے جس طرح خدا کی اطاعت کرتی ہیں۔''

اب یہ جملہ آپ کو ان کے اقوال میں کہیں نہیں ملے گا اس لیے کہ آج کی عورت شوہر کی اطاعت ایک تو ضروری نہیں سمجھتی اور اگر بالفرضِ محال سمجھتی بھی ہے تو اس طرح کہ مرد عورت کی اطاعت کرے تو عورت مرد کی اطاعت کرے گی۔ اس کے علاوہ ایسے اقوال بھی نکال دیئے گئے ہیں جن سے عورت کا بدکار یا فاحشہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ یعنی اس کی نگاہ میں کہیں بھی مرد کا زنا کرنے کے بعد ایسے القابات سے نوازا نہیں ملتا تو پھر یہ کیوں کر ممکن تھا کہ وہ طوائف' فاحشہ' بدکردار یا جسم فروش کہلائے۔

اسی طرح انجیل میں جہاں بھی خدا کو کسی پیغمبر کے ساتھ وابستہ دکھایا گیا ہے جیسے ابراہیم کا خدا' اسحٰق کا خدا' وہاں ان انبیاء کی ازواجِ مطہرات کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو ایک اضافہ ہے۔ چنانچہ بجاطور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ مغربی عورت نے حقوق میں مساوات کی خاطر مذہب کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ مذہب کو اپنے ہاتھوں سے اپنے مطلب کا بنانے کی سعی کی ہے اور اس کی ان کوششوں میں مرد بھی ان کے ساتھ ہیں۔

یہ تو بات تھی انجیل میں تحریف و ترمیم کی جو محض برابریٔ مرد کی دعویدار عورت نے اپنی تحریک کے زور و بل پر کرائیں۔ اس کے علاوہ بھی بعض اہم نوعیت کے ایسے فیصلے جن کی حیثیت قانونی' مذہبی اور معاشرتی ہے انجام دیئے گئے ہیں جنہوں نے عورت کے سر پر مرد کی برابری کا تاج رکھ دیا ہے۔

انگریزی زبان میں عورت کے لیے ایک نئے ٹائٹل کی اختراع تحریک حقوقِ نسواں ہی کا ایک کارنامہ ہے۔ مغربی عورت کو یہ اعتراض تھا کہ مرد خواہ کنوارہ رہے یا شادی شدہ ہمیشہ ''مسٹر'' (Mr) ہی رہتا ہے جبکہ عورت شادی سے پہلے ''مس'' (Miss) اور شادی کے بعد ''مسز'' (Mrs) ہو جاتی ہے جو یقیناً ایک زیادتی ہے۔ انگریزی میں عورت کے لیے مسٹر کے مترادف کوئی ایسا لفظ ہونا چاہیے جو کنواری اور شادی شدہ دونوں خواتین کے لیے استعمال ہو' چنانچہ یوں ایک نئے ٹائٹل ''میز'' (Ms) کی ابتدا ہوگئی اور آج مغربی معاشرے میں عورتوں کے نام سے پہلے یہ ٹائٹل استعمال کیا جارہا ہے۔

امجد حیات ملک

پوپ کی جنسی خرمستیاں

پوپ الیگزنڈر ششم یکم جنوری 1431ء کو سپین کے مشہور شہر بلنسیہ میں پیدا ہوا۔ 1459ء میں وہ کارڈینل (Cardinal) اور 1480ء میں ویٹی کن (Vatican) میں وائس چانسلر یعنی پوپ کے بعد کلیسا کا اعلیٰ ترین عہدہ دار بنا اور 1492ء میں پوپ چنا گیا۔

1498ء میں ایک روز پوپ الیگزنڈر ششم نے اپنے ''نیوورلڈ آرڈر'' کے مطابق ابدی شہر (Eternal City) یعنی ویٹی کن میں جنسی خرمستیوں کی ایک محفل بڑی دھوم دھام سے منعقد کی۔ جنسی خرمستیوں کی اس محفل میں دوسرے عمائد و اکابرین کلیسا کے علاوہ پوپ کا چہیتا ولدالزنا بیٹا سیزر (Cesare) اور چہیتی ولدالزنا بیٹی لکریشیا (Lucretia) بھی شریک تھی۔ جنسی خرمستیوں کی اس محفل کے نتیجے میں پوپ کی بیٹی لکریشیا نے ایک ولدالزنا بچے کو جنم دیا۔ 1501ء میں پوپ الیگزنڈر ششم نے فرمان کلیسا (Bull) جاری کیا جس کے مطابق اس ولدالزنا بچے کا والد لکریشیا کا بھائی کارڈینل سیزر (Cardinal Cesare) تھا لیکن اس کے کچھ عرصہ کے بعد پوپ الیگزنڈر ششم نے دوسرا فرمان کلیسا (Bull) جاری کیا جس کے مطابق اس نے تسلیم کیا کہ وہ اپنے اس ولدالزنا نواسے کا باپ خود ہے (Encyclopedia Britannica) پوپ الیگزنڈر ششم کی اپنے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے مطابق چار تو تسلیم شدہ ناجائز اولادیں تھیں جن میں سے دو کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ پوپ کی غیر تسلیم شدہ کتنی ناجائز اولادیں تھیں؟ اس کا علم صرف خدا کو ہی تھا۔ پوپ الیگزنڈر ششم نے اس کے بعد اپنے ''نیوورلڈ آرڈر'' کے مطابق اپنی بیٹی لکریشیا کا مزید استعمال اس طرح کیا کہ یورپ کے جس شاہی دربار میں بھی اسے اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی' اس نے لکریشیا کی شادی اس شاہی دربار کے کسی اہم شخص سے کردی۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اگر پوپ کو کسی دوسرے ملک کے شاہی دربار میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس نے پہلی شادی منسوخ کر کے اس کی شادی اس دوسرے دربار کے کسی اہم شخص سے کردی۔ پوپ الیگزنڈر ششم کا ولد الزنا بیٹا کارڈینل سیزر (Cardinal Cesare) اپنی چالوں' ریشہ دوانیوں اور خفیہ واردات قتل کی بنا پر وہی شخص ہے جس کو

مغرب کے مشہور مفکر اور مدبر میکیاولی (Macchiavelli) نے ماڈل بنا کر اپنا شاہکار ''دی پرنس'' (The Prince) نامی کتاب لکھی جو ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے بنیادی ستون کی حیثیت سے نہ صرف مغربی رہنماؤں اور سیاستدانوں کا عملی صحیفہ ہے بلکہ ہمارے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے حامی لیڈروں اور سیاستدانوں کے لیے بھی قرآن اور حدیث کی بجائے مشعل راہ ہے' جس کی وجہ سے ملک ایک بار ٹوٹنے کے بعد پھر دہشت گردی اور قتل و غارت کی دنیا میں سرفہرست آ گیا ہے۔ مزید عراق میں ''نیو ورلڈ آرڈر'' کا عظیم عالمی ناٹک ابھی ختم نہیں ہوا اور ایک طرف اسرائیلی وزیراعظم نے بڑا پراعتماد بیان دے دیا کہ ''عظیم تر اسرائیل'' وجود میں آ چکا ہے۔ اور دوسری طرف ملکہ ازابیلہ کو سینٹ (ولی اللہ) بنانے کی تحریک شروع ہوگئی ہے کیونکہ اسی ملکہ نے سپین میں اسلام کی بیخ کنی کر کے وہاں پوپ الیگزنڈر ششم کا ''نیو ورلڈ آرڈر'' نافذ کیا تھا۔ اور اب اس ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے دنیا پر نافذ کرنے کی امید بڑھ گئی ہے۔ میکیاولی کی کتاب (The Prince) کا مطالعہ کرنے والوں میں وزیروں' بادشاہوں' سیاستدانوں اور حکمرانوں کی ایک لمبی قطار ہے جو اقتدار حاصل کرنا یا بڑھانا چاہتے تھے۔ ان مختلف لوگوں میں فرانس کا رشلو' سویڈن کی کرسٹینا' جرمن کے فریڈرک' بسمارک اور کلیمنجو وغیرہ سرفہرست ہیں۔ بیسویں صدی میں مسولینی نے اس کی کتاب کو اپنی ڈاکٹریٹ کے Thesis کا موضوع بنایا۔ ہٹلر بھی اس کتاب کو مطالعہ کے لیے اکثر اپنے سرہانے رکھتا تھا۔ میکس ریز کے مطابق لینن اور سٹالن بھی میکیاولی کے شاگردوں میں سے تھے۔ اس بارے میں ایک قابل ذکر اور قابل غور بات یہ ہے کہ جس طرح سپین میں پوپ الیگزنڈر ششم کا ''نیو ورلڈ آرڈر'' مسلمان ملوک الطوائف کے نادانستہ تعاون سے نافذ ہوا تھا اسی طرح آج بھی دنیا میں یہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' اکثر و بیشتر مسلمان حکمرانوں کے تعاون سے نافذ ہو رہا ہے جیسا کہ ایران عراق جنگ اور اس کے بعد خصوصاً عراق پر حملے کے واقعات سے ظاہر ہے۔

> ''اس ضمن میں ہندوستان کے خاندانِ غلامان کے دوسرے حکمران سلطان التمش کے متعلق اس واقعہ کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ سلطان التمش کے پیرومرشد خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے وصال کے موقع پر نماز جنازہ کے وقت جب ان کی اس وصیت کا اعلان ہوا کہ ان کی نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جس نے کبھی زنا نہ کیا ہو' جس کی کبھی تکبیر اولیٰ نہ فوت ہوئی ہو اور جس نے نمازِ عصر کی سنتیں کبھی نہ چھوڑی ہوں تو مجمع پر سکتہ طاری ہوگیا۔ جب تک کہ قدرے تامل اور انتظار کے بعد نمازِ جنازہ کی امامت کے لیے بادشاہِ وقت سلطان التمش مجمع میں سے خود آگے نہ بڑھا۔

جس طرح دین حق کے انتہائی پرانے نظام کے کچھ بنیادی ستون ہیں مثلاً توحید' رسالت۔ اسی طرح ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے بھی کچھ بنیادی ستون ہیں۔ اس میں اوّلین پوپ کا ''منزہ عن الخطاء'' اور مطاع ہونا ہے' یعنی پوپ ہمیشہ غلطی سے بالاتر ہوتا ہے۔ اس لیے ہر صلیب پرست کا یہ اوّلین فریضہ ہوتا

ہے کہ وہ پوپ' اس کے نائبین اور تمام عہدہ دارانِ کلیسا کی بلا چون و چرا اطاعت وتقلید کرے' چاہے پوپ کا تعلق عصمت فروشی کرنے والے کریسنٹی (Crescenti) خاندان سے ہو' چاہے پوپ کلیمنٹ ہفتم (Clement VII) کی طرح خود ولدالزنا ہو یا وہ پوپ الیگزنڈر ششم کی طرح اپنے ہی جاری کردہ فرمانِ کلیسا (Bull) کے مطابق خود اپنے نواسے کا حقیقی باپ ہو' چاہے پوپ نے جعلی تمسکات کے ذریعہ سارے یورپ کو اپنی جاگیر قرار دے دیا ہو' جیسا Donation of Constantine کے مشہور کاغذات کی رُو سے ہے یا جعلی دستاویزات کے ذریعہ اور بہت سے اختیارات وفوائد حاصل کر رکھے ہوں جیسا کہ مندرجہ بالا دستاویز اور دوسری بہت سی دستاویزات جو مختلف پوپ اپنے اپنے دور میں جعل سازی سے تیار کرتے رہے۔ ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے مطابق انتہائی جلیل القدر انبیاء ورسل تو ان تمام انتہائی قبیح وشنیع کاموں کے (نعوذ باللہ) مرتکب ہونے کی وجہ سے تو معصوم نہیں ہیں جو ان سے بائبل میں بیسیوں مقامات پر منسوب ہیں' لیکن پوپ اور اس کے گماشتے مندرجہ بالا کارناموں کے باوجود معصوم اور مقدس باپ ہوتے ہیں مثلاً (نقل کفر' کفر نہ باشد)

1- حضرت لوط (علیہ السلام) کی دو بیٹیوں کا اپنے بوڑھے باپ سے جنسی اختلاط اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی اولاد موآب' عمون وغیرہ جو بعد میں مبعوث ہونے والے بنی اسرائیل کے انبیاء کے طویل سلسلے کے دادے' دادیاں' نانے' نانیاں بنے مع حضرت عیسیٰ کے۔ (پیدائش 19:33 تا36)

2- حضرت داؤد' حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حرام زادوں یعنی فارض بن یہودا کی اولاد ہونا۔

3- حضرت داؤد کا اپنے ایک مخلص مجاہد' اُوریا حتی کی بیوی سے زنا اور اس مجاہد کو حیلے سے قتل کرانا' اس کے نتیجے میں خدا کی طرف سے حضرت داؤد کو یہ سزا کہ ان کا بیٹا دن کی روشنی میں بنی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ کی بیویوں سے زنا کرتا تھا۔ (2 سیموئیل :11)

4- حضرت یعقوب کے بڑے لڑکے کا اپنے باپ کی بیوی سے زنا اور ان کے دوسرے بیٹے کا اپنی بہو سے زنا اور اس کے باوجود اس عظیم نبی کا اپنے ان دونوں بیٹوں کو کوئی سزا نہ دینا' بلکہ دوسرے بیٹے کو مرتے وقت برکتوں والی دعا سے نوازنا۔ (پیدائش 4:49,18:38,22:35)

کفر وشرک' محارم اور ذوی القربیٰ کے ساتھ زنا' ہم جنسی' بہائم کے ساتھ جنسی ملاپ' زنا' قتل ناحق' جھوٹ' دھوکہ' فریب وغیرہ وہ اعمالِ شنیعہ ہیں جن میں سے کوئی نہ کوئی ہر نبی کے ساتھ یہود ونصاریٰ کی مقدس کتابوں میں منسوب ہے۔ اور تو اور خدا خود نبی (حضرت ہوسیع) کو ایک بدکار عورت سے زنا کا حکم دیتا ہے۔ (ہوسیع 1:2-9)۔ دراصل یہ مکروہ افعال چونکہ یہود ونصاریٰ خصوصاً ان کے عمائد میں عام رہے ہیں' چنانچہ انہوں نے انہیں جائز قرار دینے کے لیے مقدس صحیفوں میں تحریف کرکے انہیں انبیاء

سے منسوب کردیا ہے۔ جب انسانوں کو ہدایت دینے کے لیے اس دنیا میں بھیجے گئے انسان ہی ایسے گھناؤنے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں بلکہ خدا خود (نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق) انہیں ان کا حکم دیتا ہے تو پھر اخلاقی قوانین' فرد اور معاشرے کے فضائل کی کیا قیمت باقی رہ جاتی ہے۔ صرف اسلام ایک ایسا دین ہے جو عقیدہ' شریعت' سلوک اور ادب کے لحاظ سے ہر عیب لگانے والی چیز سے پاک اور بالاتر ہے۔ دیگر مذاہب اس دین حق کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ یہ دین حق اللہ کی وحدانیت' اس کے کمال مطلق' ایمان بالرسل اور ان کے انسانی کمال اور گناہوں سے منزہ ہونے' کتب ساویہ' تقدیر خیر و شر' بعثت بعد الموت' امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات اور اقوال واعمال میں یکتا مانتا ہے۔ اس کے سوا کسی ہستی میں الوہیت کو تسلیم نہیں کرتا اور دیگر مصنوعی خداؤں کا انکار کرتا ہے۔

> "Nothing in the world should escape the attention and control of sovereign pontiff" said Pope Innocent III "The vicar of Christ, less than God but more than man."

پوپ معصوم سوم کا مشہور قول ہے کہ ''اس دنیا میں کوئی بھی شے پوپ مہاراج کی توجہ اور کنٹرول سے باہر نہیں ہونی چاہیے۔ یسوع مسیح کا خلیفہ خدا سے کمتر لیکن انسان سے بالاتر ہے۔''

بشپ فاروس بیلاجیوس (Bishop Pilage Belageus) جو 1300ء میں پرتگال کے علاقے کا بشپ رہا ہے یوں رقمطراز ہے ''کیا ہی اچھا ہوتا کہ کلیسا والے پاک دامنی کی منت نہ مانتے۔ بالخصوص سپین کے اہل کلیسا اس قسم کی پابندی عائد نہ کرتے۔ اس لیے کہ رعیت کی اولاد اس علاقے میں راہبوں اور پادریوں کی اولاد سے شمار میں کچھ ہی زیادہ ہے۔'' اور پندرہویں صدی کا اسقف جان سالٹز بورگ (John Saltz Bourg) کہتا ہے کہ میں نے بہت تھوڑے راہب اور پادری پائے ہیں جو عورتوں کے ساتھ حرامکاری کے عادی نہ ہوں۔ اور راہباؤں کی خانقاہیں رنڈیوں کے چکلوں کی طرح حرامکاری کے اڈے بنی ہوئی ہیں۔ تقریباً اسی زمانے کی ایک پادری عورت اکثر بڑے فخر سے یہ اعلان کرتی تھی کہ اس نے اپنی ساٹھ سالہ زندگی میں جسم کے کسی بھی حصہ کو صاف کرنے کی ''کافرانہ'' حرکت نہیں کی سوائے اپنی انگلیوں کے سروں کو رسم عشاء ربانی (Eucharist) کے موقع پر صاف کرنے کے۔ اور یہ ایک مشہور روایت ہے کہ فرانس کے شاہ لوئی کی ایک منہ پھٹ قسم کی داشتہ اس کے متعلق اکثر کہا کرتی تھی کہ اس کے جسم سے گلی سڑی لاش جیسی بدبو آتی ہے۔ اور روس کی ملکہ کیتھرائن اعظم کے متعلق روایت ہے کہ تقریباً 67 سال کی عمر میں دماغ کی شریان پھٹنے کی وجہ سے جس روز وہ جان جان آفرین کے سپرد کر رہی تھی اس روز بھی اس کے معمول کے مطابق ایک نیا

جوان اس کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے راسپوتین (Rasputin) کیسانووا (Casanova) اور ساڈ (Sade) وغیرہ جیسی شخصیتیں اس کے علاوہ ہیں۔

پوپ الیگزنڈر ششم جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے' کے نمائندے اور سپین میں کلیسا کے افسر اعلیٰ (Ximenez) نے پوپ الیگزنڈر ششم کے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے رجز وخبث کو دنیا میں پھیلانے کی مہم کی ابتدا مسلمانوں کے لیے غرناطہ میں ان کے عوامی حماموں کے استعمال کی ممانعت کے متعلق شاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلہ کا شاہی فرمان جاری کروا کر کی۔ شمنیش خود اپنے جسم کی صفائی جیسے ''کافرانہ'' فعل کا کبھی مرتکب نہیں ہوا تھا۔ اس کا ایک عام طریقہ یہ تھا کہ وہ بنیاد پرستوں کے علمائے دین کو اکٹھا کر کے انہیں سمجھاتا تھا کہ وہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے مقدس رجز وخبث کو اختیار کر کے اسے اپنے حلقہ اثر میں پھیلائیں۔ اگر اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا تھا تو اس نے اپنے آدمی مقرر کیے ہوئے تھے۔ جوان ڈی ویلیجو (Juan de Vallejo) اپنی تصنیف ''میموریل'' (Memorial) میں لکھتا ہے کہ اگر یہ حربہ کامیاب نہیں ہوتا تھا تو پھر وہ کیا کرتا تھا۔ ''انہیں (علمائے دین کو) پکڑ کر تبلیغ کرنے اور ان سے ہمارا مقدس کیتھولک مذہب اختیار کرانے کے لیے اس نے کچھ لوگوں کو نامزد کیا' خصوصاً اپنے ایک پادری جس کا نام Leon (یعنی ببر شیر) تھا اور جو کہ واقعی اسم بامسمّٰی تھا۔ جو لوگ اس کے ہتھے چڑھ جاتے تھے چاہے وہ اپنے عقیدے کے کتنے ہی پکے اور کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں' چار پانچ روز اس کے رحم وکرم پر گزار کر وہ خود ہی پکارتے ہوئے برآمد ہوتے تھے کہ ہم عیسائی ہونا چاہتے ہیں۔''

ادھر شاہ فرڈیننڈ کے ذاتی ''معترف کلیسا'' (Confessor) طور قماطہ (Torquemata) کو پوپ نے 1483ء سے اپنے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے نفاذ کے لیے سپین میں کلیسا کی عدالتوں کا روحانی محتسب اعلیٰ (Grand Inquisitor) مقرر کیا ہوا تھا۔ اس نے سپین میں جابجا کلیسا کی یہ روحانی عدالتیں (Inquisitions) قائم کر دیں۔ حکومت کے سپاہی اور کلیسا کی ان عدالتوں کے گماشتے اکثر مسلمانوں کے گھروں میں گھس جاتے اور نیو ورلڈ آرڈر کے تحت ان کی دولت' عزت وآبرو پر حملے ہونے لگے۔ اندلس کے مشہور شہر بلنسیہ (جو پوپ الیگزنڈر ششم کا جائے پیدائش تھا) کے نزدیک ایک قصبہ کی مسلمان آبادی کی یہ فریاد اور شکایت خود عیسائی سوانح نگار تحریر کرتے ہیں کہ وہاں کے پادری کو وہاں سے ہٹایا جائے کیونکہ اس کے اس قصبہ میں تقرر کے بعد وہاں تمام بچے اس پادری کی طرح نیلی آنکھوں والے پیدا ہو رہے تھے۔ شمنیش اور طور قماطہ کے آدمی مسلمانوں کو پکڑ کر تلواروں کی نوکوں سے ریوڑوں کی طرح ہنکاتے کلیسا لے جاتے اور انہیں زبردستی گھٹنوں کے بل جھکا کر اصطباغ دیتے۔ اس کے بعد صلیبی مذہب کی خلاف ورزیوں اور رسومات میں فروگزاشتوں پر انہیں پکڑ کر شہر کے چوراہوں میں لے جایا جاتا

جہاں ان کے منہ پر تھوک کر انہیں کنکر مار کر اور دوسرے کئی طریقوں سے ان کی تذلیل کی جاتی' اور انہیں اذیت دی جاتی۔ معمولی لغزشوں پر جائیداد کی ضبطی' عمر قید بلکہ سولی پر لٹکا کر جلانے تک کی سزائیں دی جاتیں۔ جس شہراوری ہیولا Orihuela کی فصیل پر تقریباً آٹھ سو سال قبل مشہور عیسائی کمانڈر تدمیر (Theudmir) شہر کی عورتوں کو بٹھا کر مسلمان کمانڈر عبدالعزیز بن موسیٰ بن نصیر کے ساتھ ایک عجیب چال کی بنا پر مسلمانوں کے رحم وکرم سے فیض یاب ہوا تھا' اسی شہر کے پادری نے مسلمان آبادی کو حکم دیا کہ وہ عربی کو چھوڑ کر قشتلی زبان سیکھیں تا کہ پادریوں کو انہیں پوپ الیگزنڈر ششم کے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے ''مقدس'' رجز وخبث کا درس دینے میں سہولت ہو۔

✿......✿......✿

مولانا محمد تقی عثمانی

فحاشی کا عذاب......ایڈز

حمد و ستائش اس ذات کے لیے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

ایک حدیث میں نبی کریم سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے:

لم تظهر الفاحشة فی قوم قط، حتی یعلنوا بها، الا فشافیهم الطاعون والاوجاع التی لم تکن مضت فی اسلافهم الذین مضوا۔

جب بھی کسی قوم میں فحاشی کا رواج بڑھتا ہے، یہاں تک کہ وہ کھلم کھلا بے حیائی کرنے لگتے ہیں تو ایسے لوگوں کے درمیان طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گذرے ہوئے اسلاف کے زمانے میں موجود نہیں تھیں۔

(سنن ابن ماجۃ، کتاب الفتن، حدیث نمبر 4019، باب العقوبات)

آج دُنیا میں نئی سے نئی بیماریاں سامنے آ رہی ہیں، بہت سی بیماریاں تو ایسی ہیں، جن کا پہلے نہ کوئی تصور تھا، نہ ان کا نام کہیں سنا گیا تھا، اور بہت سی ایسی ہیں کہ پہلے کہیں اِکا دُکا کسی کو ہو جاتیں تو ایک انہونے عجوبے کی طرح ان کا شور مچ جاتا تھا لیکن آج وہ بستی بستی پھیل گئی ہیں، اور ان میں مبتلا ہونے والوں کی تعداد روز افزوں ہے۔ ان تمام ہی بیماریوں کو مذکورہ بالا حدیث نبویؐ کا مصداق قرار دیا جاسکتا ہے، کیونکہ دنیا میں جس رفتار سے فحاشی بڑھ رہی ہے، اسی رفتار سے ان بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔

لیکن حال ہی میں 1981ء کے بعد سے ایک خوفناک بیماری امریکہ وغیرہ میں ایسی پیدا ہوئی ہے جسے سوائے فحاشی کے عذابِ سماوی کے کسی اور عنوان سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ''ایڈز'' کی وہ مہلک بیماری ہے جس کا چرچا آج کل اخبارات و رسائل میں بکثرت ہوتا رہتا ہے۔ یوں تو اس بیماری میں یکایک وزن گھٹتے جانا، بخار، دست وغیرہ کی علامات نمایاں ہوتی رہتی ہیں۔ دماغ بھی اس سے متاثر ہوتا ہے لیکن اس بیماری کی خوفناک ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مریض کے جسم سے ہر قسم کی قوت

مدافعت ختم ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد خفیف سے خفیف بیماری کا بھی اس میں تحمل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ ایک معمولی سا عارضہ بھی جان لیوا ثابت ہوتا ہے' چنانچہ اس بیماری میں مبتلا ہونے کو موت کا پیغام سمجھا جاتا ہے۔ اس بیماری کا کوئی علاج ابھی تک دریافت نہیں ہوا۔ اور اطباء اب تک کی تحقیق و جستجو سے جس نتیجے پر پہنچے ہیں' وہ یہ ہے کہ اس بیماری کا سب سے بڑا سبب رگ کے انجکشن کے ذریعے منشیات کا استعمال اور جنسی اختلاط کی کثرت ہے' اور یہ یا تو ہم جنسی (غیر فطری عمل) سے پیدا ہوتی ہے' یا ایسے مردوں کو لگتی ہے جو کسی امتیاز کے بغیر زیادہ عورتوں سے جنسی تعلق قائم رکھتے ہوں نیز ایسی عورتوں کو جو زیادہ مردوں سے جنسی تعلق استوار کرتی ہوں۔

جب سے امریکہ میں یہ بیماری پیدا ہوئی ہے' وہاں کے اخبارات و رسائل میں اس موضوع پر ایک کہرام مچا ہوا ہے۔ ان کے تقریباً ہر دوسرے تیسرے شمارے میں 'ایڈز' کی خبریں' اس پر تبصرے اور اس سلسلے میں لوگوں کے تاثرات شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن اس مرتبہ امریکی رسالہ ''ٹائم'' نے اپنی 16 فروری 1990ء کی اشاعت میں اس موضوع پر تین بہت مفصل مقالے شائع کیے ہیں اور ان کی اہمیت کے پیش نظر انہی میں سے ایک مقالے کے عنوان کو اپنے ٹائٹل پر' جلی الفاظ میں چھاپا ہے۔

عنوان یہ ہے:

''لرزہ خیز خطرہ''

زیادہ مخلوط جنسی تعلقات رکھنے والے کس طرح ایڈز کے منہ میں جا رہے ہیں؟''

ایک مضمون ''ٹائم'' کی ایک خاتون ایسوسی ایٹ ایڈیٹر مارتھا سملجس (Martha Smilgis) نے لکھا ہے اور دوسرا ایک ایسوسی ایٹ ایڈیٹر کلاڈیا والس کا لکھا ہوا ہے۔ ان دونوں نے یہ مضامین ''ایڈز'' اور اس کے اثرات کے ایک صحافیانہ سروے کے بعد لکھے ہیں۔ تیسرا مضمون مکائیل ایس سیرل کا ہے جس نے افریقہ میں اس بیماری کی تباہ کاریوں کا جائزہ لیا ہے۔ ان مضامین میں دیئے ہوئے اعداد و شمار کے مطابق اس وقت امریکہ میں تیس ہزار سے زائد افراد ایڈز کے مرض میں مبتلا ہیں۔ اٹلانٹا کے طبی مرکز کے مطابق جو لوگ بلا امتیاز مختلف افراد سے جنسی تعلق قائم رکھتے ہیں' ان میں اس بیماری کی بنا پر اموات کی شرح 1986ء کے مقابلے میں دوگنی ہوگئی ہے۔ لیکن اس بیماری کا تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ اس کا جرثومہ جسم میں داخل ہونے کے بعد ظاہری مرض کی شکل اختیار کرتے کرتے مختلف افراد میں مختلف موتیں لے لیتا ہے۔ بعض ماہرین کے خیال کے مطابق یہ موت دس سال تک وسیع ہوسکتی ہے' جس کے معنی یہ ہیں کہ جس جنسی عمل کے ذریعے بیماری کا جرثومہ جسم میں داخل ہوا' ضروری نہیں کہ اس کے بعد جلد ہی اس کے اثرات بیماری کی شکل میں ظاہر ہو جائیں' بلکہ بعض اوقات یہ اثرات دس سال بعد بھی ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے محکمہ صحت کا اندازہ یہ ہے کہ اس وقت امریکہ میں دس لاکھ سے زیادہ فراد ایڈز کے جراثیم کا نشانہ بنے ہوئے ہیں جن میں سے نوے فیصد افراد کو اپنے بارے میں اس

ہولناک حقیقت کا علم بھی نہیں ہے۔

امریکہ کے علاوہ براعظم افریقہ میں بھی یہ بیماری تیزی سے پھیل رہی ہے اور افریقہ میں بیس لاکھ سے پچاس لاکھ کی تعداد ایڈز میں مبتلا ہوچکی ہے۔ امریکہ کے ''محکمہ صحت و انسانی خدمات'' کے سیکرٹری اوٹس باون کا کہنا ہے کہ ''اگر ہم بیماری کی روک تھام میں کوئی موثر پیش رفت نہ کرسکے تو آئندہ دس سال کے اندر دنیا کے کروڑوں افراد کے لیے ایک عالمگیر پیغام موت کا خوفناک اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔'' اور جان پاپ کنس یونیورسٹی کے ماہر وبائی امراض بی فریک پاک نے کہا ہے کہ ''بعض ملک اپنی آبادی کا 25 فیصد حصہ اس وبائی مرض میں گنوا بیٹھیں گے۔''

ابھی تک اس بیماری کا کوئی علاج دریافت نہیں ہوا۔ بڑی کدوکاوش کے بعد جو چند دوائیں ایجاد ہوئی ہیں' وہ صرف عارضی تدابیر کی حیثیت رکھتی ہیں' جن سے عوارض کی شدت میں وقتی افاقہ ہوجاتا ہے لیکن مرض ختم نہیں ہوتا' بلکہ ان میں سے بعض دوائیں کچھ اور پیچیدگیاں پیدا کردیتی ہیں جن میں خون کی بے حد کمی اور غشی وغیرہ داخل ہیں۔ بعض دواؤں کے استعمال کے دوران ہر ہفتے مریض کے جسم کا سارا خون تبدیل کرنا لازمی ہوتا ہے۔

دوسری طرف یہ عارضی اور وقتی علاج بھی اس قدر مہنگا ہے کہ امریکہ میں ایڈز کے مریضوں کی دیکھ بھال پر آنے والے اخراجات کا تخمینہ دس کروڑ ڈالر سے زیادہ ہے اور اندازہ یہ ہے کہ یہ اخراجات 1991ء تک ایک ارب چار کروڑ ڈالر سالانہ تک پہنچ جائیں گے۔ (ٹائم کا مذکورہ شمارہ صفحہ 28' کالم 2)

ایک اور تحقیق کے مطابق امریکہ میں ایڈز کے دس مریضوں کے علاج پر چار لاکھ پچاس ہزار ڈالر کا خرچ آیا۔ یہ رقم افریقی ملک زائر کے سب سے بڑے ہسپتال کے پورے سال کے بجٹ سے بھی زائد ہے۔ (ص 22 کالم 2) اس طرح ایڈز کی بیماری اس میں مبتلا ملکوں کے لیے ایک معاشی چیلنج بھی بنتی جارہی ہے۔

اس بیماری سے حفظ ماتقدم کا بھی کوئی یقینی طریقہ دریافت نہیں ہوا' امریکی محکمہ صحت کے مطابق:

> ''ہر وہ شخص جو کسی نئے ساتھی کے ساتھ جنسی عمل میں مشغول ہو' یا کسی ایسے پرانے ساتھی کے ساتھ جس کا ماضی نامعلوم ہے' ایڈز کے خطرے کا شکار ہے۔''

(ص 25 کالم 2)

امریکی معاشرے میں بلا امتیاز جنسی تعلقات کا جو گھناؤنا سیلاب امڈا ہے' اس کی بنا پر بسا اوقات شوہر اور بیوی کو بھی ایک دوسرے کا ''جنسی ماضی'' معلوم نہیں ہوتا' اس لیے یہ خطرہ گھر گھر پھیل رہا ہے اور جب تک دونوں رفیق زندگی مکمل طور پر اپنا ٹیسٹ نہ کرائیں' اس وقت تک ایک شادی شدہ جوڑا بھی جو آئندہ بدکاری سے تائب ہوچکا ہو' اس خطرے سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اٹلانٹا کا طبی مرکز اس وقت ایڈز کے سدباب کے سلسلے میں سب سے زیادہ سرگرم ہے' اور مارتھا سمگلجس نے اپنے مضمون میں اس کے

ایک ذمہ دار افسر کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ:

"ہم اپنے 1960ء کے عشرے میں کیے ہوئے گناہوں کی قیمت ادا کر رہے ہیں جب حالت یہ تھی کہ ایک رات آتی تو کوئی ذمہ داری قبول کیے بغیر جنسی عمل کا ارتکاب ایک دل کش فیشن سمجھا جاتا تھا۔" (ص 25 کالم 24)

بعض لوگ اب اس نہج پر سوچنے لگے ہیں اور اس صورتحال کا دیرپا علاج اسی میں سمجھتے ہیں کہ بلا امتیاز جنسی تعلقات قائم کر کے فطرت کے ساتھ اس بغاوت کا سلسلہ اب ختم ہونا چاہیے۔

مارتھا سملجس لکھتی ہے:

"تاہم ہر سطح پر محکمہ صحت کے افسران اس بات کی وکالت کر رہے ہیں جو قریب قریب ایک سماجی انقلاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ امریکی محکمہ "صحت و انسانی خدمات" کے سیکرٹری اوٹس آر باون کہتے ہیں کہ "طریق زندگی میں تبدیلی لانے کے ناگزیر ضرورت پر جتنا بھی زور دیا جائے کم ہے۔ 1980ء کے مابعد کے امریکہ کے لیے اس کا مطلب یہ ہے کہ گذشتہ ربع صدی میں جو جنسی انقلاب آیا تھا، اسے منسوخ کر دیا جائے۔" (ص 25 کالم 1)

جن لوگوں کو بے امتیاز جنسی اختلاط کے نتیجے میں اپنے اندر اس بیماری کا شبہ پیدا ہوگیا ہے، اب وہ ہر جنسی عمل سے انتہائی خوفزدہ ہیں۔ بعض افراد نے اپنے اندر ایڈز کی بیماری موجود ہونے کی خبر سنتے ہی اس کی اذیتوں کے خوف سے خودکشی کر لی ہے۔ اٹلانٹا کا طبی مرکز جو ایسے لوگوں کی پناہ گاہ بنا ہوا ہے، اس میں صبح و شام ایسے لوگوں کے فون آتے رہتے ہیں۔ مرکز کی ڈائریکٹر میری ملیمنگ کہتی ہے کہ:

"میں جنسی اختلاط رکھنے والی عورتوں میں شدید خوف کے اثرات دیکھتی ہوں جو اب باقی ماندہ زندگی میں تجرد اختیار کرنے کا فیصلہ کر رہی ہیں۔" (ص 25 کالم 3)

لیکن امریکی معاشرے میں جنسی بے راہ روی جس بری طرح رچ بس گئی ہے اور وہ اس سلسلے میں جس مقام پر پہنچ چکا ہے، اس کو مدنظر رکھتے ہوئے اصلاحِ حال کی کوشش کرنے والے اس بات سے تقریباً مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں کہ معاشرے کے جنسی طرزِ عمل میں کوئی نمایاں تبدیلی آسکے گی، کیونکہ جن لوگوں کو ابھی اس وباء سے براہِ راست واسطہ نہیں پڑا، وہ اپنے جنسی طرزِ عمل میں ادنیٰ تبدیلی لانے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں، بلکہ اس تصور کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، جس کی کئی مثالیں "ٹائم" کے زیرِ نظر مضامین میں دی گئی ہیں۔ لہٰذا محکمہ صحت کی دوسری کوشش یہ ہے کہ کم از کم لوگ جنسی عمل کے دوران ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کریں جو ایڈز کی روک تھام کر سکیں۔ ان احتیاطی تدابیر میں کنڈوم (مانع حمل غلاف) کا استعمال بھی شامل ہے چنانچہ "محفوظ جنسی عمل" (Safe Sex) کے عنوان سے ان تدابیر کی تعلیم و تبلیغ ہر جگہ جاری ہے۔

لیکن ان تدابیر کی تعلیم و تبلیغ سے فحاشی میں کوئی کمی آنے کے بجائے اس میں اضافہ ہوگیا ہے،

کیونکہ مارتھا سملجس کے الفاظ میں:

> ''اس طرح پریس میں اور ٹیلی ویژن پر انسان کی جسمانی حرکات اور کنڈوم جیسے جنسی تحفظات کے استعمال پر مفصل مذاکرے ہونے لگے ہیں اور ان کے نتیجے میں جنسی عمل کے طریقے عوام میں اتنے الم نشرح ہو کر پھیل گئے ہیں کہ ایک سال پہلے ان کے اس طرح گھر گھر پھیلنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔''

(ص 25 کالم 1)

اس کے باوجود جن لوگوں کو اس بیماری سے کوئی قریبی واسطہ نہیں پڑا' وہ ان احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنے پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔ جب انہیں ایڈز کے خطرات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو وہ یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ''ہم تو ایسا کرتے ہیں' ہمیں کچھ نہیں ہوگا۔'' حد یہ ہے کہ نیویارک کی کولمبیا یونیورسٹی میں ''خدماتِ صحت'' کے ڈائریکٹر نے طلبہ اور طالبات کی سہولت کی خاطر ''خدمات صحت'' کی عمارت کے بیت الخلاؤں میں ''کنڈوم'' کی فراہمی کا انتظام کر دیا۔ نیز 31 صفحات پر مشتمل ایک کتابچہ تقسیم کرایا جس میں ''محفوظ جنسی عمل'' کے بارے میں معلومات اتنی وضاحت کے ساتھ درج تھیں کہ اس کے جو فقرے ''ٹائم'' کے مضمون میں نقل کیے گئے ہیں' انہیں نقل کرنے کی راقم الحروف کے قلم میں سکت نہیں ہے کیلیفورنیا کی مشہور یونیورسٹی میں دو ہفتے پہلے ''ایڈز اور کالج کا احاطہ'' کے مضمون پر ایک سمپوزیم کا اہتمام کیا گیا جس میں نوے کالجوں کے 435 نمائندوں نے شرکت کی۔ اس سمپوزیم کے دوران ایک فلم دکھائی گئی جس میں ''محفوظ جنسی عمل'' کا عملی مظاہرہ پیش کیا گیا تھا۔

لیکن طلباء ان خدمات سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ مذکورہ کتابچے ردی کی ٹوکریوں میں پھینک جاتے ہیں اور ''کنڈوم'' کو ''بے آرامی کا ذریعہ'' (Inconvenience) قرار دیتے ہیں۔ ایک اکیس سالہ طالب علم سے جب اس طرزِ عمل کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا کہ ''جذبات کے برانگیختہ ہونے کے بعد انسان ایسے نفسانی دباؤ میں ہوتا ہے جہاں رکنا ممکن نہیں ہوتا۔ اس وقت پانچ سال بعد کی بات نہیں سوچی جاسکتی۔ اس وقت تو صرف اسی وقت کے بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔'' (ص 26 کالم 3,2)

ایک ناول نگار خاتون ایریکا جونگ جو جنسی آزادی کی سرگرم پرچارک رہی ہے' واشنگٹن پوسٹ کے ایک کالم میں ان احتیاطی تدابیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتی ہے:

> ''اب یہ کام بہت مشکل ہے کہ کوئی دلکش تنہا مرد اس سے یہ تحقیق کیے بغیر حاصل کیا جاسکے کہ اس کے جنسی تعلقات اور منشیات کے استعمال کی تاریخ کیا رہی ہے؟ نیز اس کے خون کے معائنے کے نتائج بھی معلوم کرنے ہوں گے پھر اس کے ہاتھ میں کنڈوم بھی تھمانا ہوگا۔ کیا اس سارے جھنجھٹ کے مقابلے میں جنسی عمل سے بالکلیہ دستبردار ہو کر کسی مذہبی تنظیم میں شامل ہو جانا زیادہ آسان

نہیں؟" (ص 25 کالم 1)

یہ ہیں وہ حالات جن میں صحت کی ایک معلمہ میری شرمن کا کہنا ہے کہ:

"ہمارے اور کنڈوم کو قبول کرنے کے درمیان پوری ایک نسل کا فاصلہ ہے۔"

چنانچہ ساری کوششوں کے باوجود لاس انجلز کے "ایڈز پروجیکٹ" کے ڈائریکٹر ڈاکٹر جرمن میسونیٹ کا تخمینہ یہ ہے کہ:

"اوسطاً ہر پانچ سیکنڈ بعد ایک امریکی انتہائی خطرناک جنسی عمل میں مصروف ہوتا ہے۔"

امریکن کالج ہیلتھ ایسوسی ایشن نے ایک ٹاسک فورس ایڈز کے مقابلے کے لیے بنائی ہے۔ اس کے چیئرمین ڈاکٹر رچرڈ کیلنگ نے تعلیمی جدوجہد کے نتائج سے مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

"تعلیم صحت کے بارے میں ایک یاس انگیز نظریہ یہ ہے کہ جب تک مرنے والوں کی تعداد ہولناک حد تک نہ بڑھ جائے' ایڈز کا مرض معاشرے کے باقی ماندہ افراد کے لیے ذاتی مسئلہ نہیں بنے گا اور وہ سنجیدگی کے ساتھ اپنے طرزِ عمل میں کوئی بنیادی تبدیلی نہیں لائیں گے۔" (ص 27 کالم 1)

یہ تھا "ٹائم" کے مذکورہ تین مضامین کے اہم حصوں کا نہایت مختصر خلاصہ۔ اس خلاصے کے بعض حصوں کو نقل کرتے وقت بھی آخر تک قلم جھجکتا ہی رہا اور انہیں اپنے قلم سے لکھنا کافی صبر آزما معلوم ہوا' لیکن اس خیال سے انہیں لکھ دیا کہ امریکی تہذیب کے یہ حقائق ہماری قوم کے ان لوگوں کے سامنے ضرور آنے چاہئیں جو زندگی کے ہر شعبے میں مغرب کے پیچھے پیچھے چلنے کو اپنے لیے راہِ نجات تصور کرتے ہیں۔

سیّد قطب شہید

اخلاقی زوال میں پادریوں کا کردار

جو لوگ زیادہ عرصہ یورپ یا امریکہ میں نہیں رہے یا جو گہری نظر نہیں رکھتے' وہ امریکہ میں کلیسا کی کثرت سے دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں۔ کیونکہ بسا اوقات ایک دس ہزار کی آبادی کے گاؤں میں بیس کلیسا نظر آتے ہیں۔ بڑی کثرت سے مذہبی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں' اور مذہبی تہوار منائے جاتے ہیں۔ بہت سی پارٹیوں کے نام عیسائی ہوتے ہیں۔ اور اہل مذہب بہت بڑی تعداد میں کتابیں اور مقالے لکھتے رہتے ہیں۔ اور خالص اجتماعی' سیاسی' معاشی اور علمی زندگی پر مضامین نشر کیے جاتے ہیں۔

ان تمام باتوں سے لوگ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ یورپ اور امریکہ میں مذہب کا بڑا اثر ہے اور اہلِ مذہب اجتماعی زندگی میں بڑی حد تک اثر انداز ہیں۔ یہ ایک سطحی سا خیال ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

جب سے لوگوں نے کلیسا کو چھوڑ دیا' اجتماعی زندگی کلیسا سے کٹ گئی۔ اور جب دور احیاء عصر روشن اور موضوع مادی فلسفہ نے لوگوں کو کلیسا سے متنفر بنا دیا' اس وقت سے کلیسا معاشرے اور لوگوں کے پیچھے کھنچا چلا آ رہا ہے۔ اب کلیسا کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ معاشرے اور لوگوں کو مذہب کی طرف مائل کرے۔ بلکہ اب مقصد یہ ہے کہ وہ کسی طرح عوام کی خوشنودی حاصل کرے۔

اب کلیساؤں میں عبادت کے بعد مخلوط مجلسیں منعقد ہوتی ہیں' جن میں شراب پی جاتی ہے' رقص ہوتا ہے۔ تفریح طبع کے لیے کھیل ہوتے ہیں۔ اور نشہ میں مست نوجوان جوڑے صبح تک بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ سب کام کلیسا اس لیے کرتے ہیں تاکہ نوجوان کلیسا میں آ سکیں۔

چونکہ کلیسا لوگوں کے فطری جذبات کے بالمقابل موقف اختیار کر کے یہ تجربہ کر چکا ہے کہ عوام نے کس طرح کلیسائی نظام سے بغاوت کی اور اسے ترک کر دیا۔ اب کلیسا لوگوں کی خواہشات و میلانات کی مخالفت سے بچتا ہے کہ کہیں دوبارہ عوام کلیسائی نظام کو کچل ڈالیں اور اسے ترک کر دیں۔

یورپ نے دوبارہ قدیم روما کی زندگی اختیار کر لی۔ قدیم روما میں کاہن خداوند اور دیوتاؤں کی شان میں ترانے گاتے' اور ان کے نام پر تفریحی میلے لگتے۔ مگر خداوندان روما کا عملی زندگی میں کوئی

دخل نہیں تھا۔ اور نہ انہیں یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ لذت ولطف پر کوئی قدغن لگائیں۔

لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یورپ کی زندگی میں کلیسا کا کوئی دخل ہے' یا وہاں پر مذہب کا کوئی قابل احترام وجود ہے۔ ان حضرات کا خیال یہ ہے کہ کلیسا کی لچک اور اس کی ثقافت کی بناء پر اسے معاشرے میں نفوذ کا موقع ملا ہے۔ اور دورِ احیاء عصر روشن اور مادیت کے بعد بھی عیسائیت کو اپنا وجود برقرار رکھنے کی ضمانت مل گئی۔ حقیقت میں یہ خیال ایک وہم ہے۔ واقعہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی' اس حقیقت کو اپنی بلند پایہ کتاب ''مسلمانوں کا عروج و زوال'' میں تحریر فرماتے ہیں:

میں اپنی کتاب ''میرا چشم دید امریکہ'' سے کلیسا' معاشرہ' عورت اور صنفی تعلقات کے بارے میں چند جملے نقل کرتا ہوں جس سے فریب خوردہ سیاحوں کا وہم کسی حد تک دور ہو جائے گا۔

امریکی' کلیسا بہت تعمیر کرتے ہیں۔ ایک دس ہزار کی آبادی کے شہر میں میں نے کلیسا شمار کیے تو بیس تھے۔ امریکی اتوار کی رات اور دن کو بہت کثیر تعداد میں کلیسا جاتے ہیں' اور مقامی سینٹ اور اولیاء کی یادگار محفلوں میں بھی شرکت کرتے ہیں۔

مگر اس کے باوجود امریکی مذہبی روح' اس کے احترام اور تقدس سے بہت دور اور امریکہ کا شعور وعمل مذہب سے قطعاً خالی ہے۔

اگر عیسائی دنیا میں کلیسا عبادت کی جگہ ہے تو امریکہ میں عبادت کے سوا ہر شے کی جگہ ہے۔ آپ کو امریکی کلیسا اور کسی کھیل کود میں امتیاز کرنا سخت مشکل ہے۔ وہاں اکثر لوگ کلیسا صرف ایک اجتماعی ضرورت سمجھ کر جاتے ہیں تا کہ وہاں احباب سے ملاقات ہو سکے اور اچھا وقت گزر سکے۔ یہ تصور عوام تک محدود نہیں' بلکہ کلیسا کے راہنماؤں کا بھی یہی تصور ہوتا ہے۔

ہر کلیسا میں ایک مخلوط مجلس ہوتی ہے اور کلیسا کے راہنماؤں کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس میں بڑی تعداد شامل ہو۔ مختلف مذاہب اور فرقوں کے حامل کلیساؤں میں زبردست مقابلہ ہوتا ہے۔ ہر کلیسا لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے لٹریچر شائع کرتا ہے۔ دروازے اور دیواریں رنگین بلبوں سے سجائی جاتی ہیں۔ لذیذ اور شوق دلانے والے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں جس طرح تاجر اور سینما والے کرتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں اگر شہر کی خوبصورت اور گانے اور رقص کی ماہر لڑکیوں کو بلالیا جائے' جیسے سینما کے دروازوں میں لڑکیاں بھڑکیلے لباس پہنے کھڑی رہتی ہیں۔

ذیل میں کلیسا کی ایک محفل کا اعلان ہے جو کسی کالج کے ہال کی دیوار پر لگا ہوا تھا' تا کہ کالج کے طلبہ اور طالبات اس چھوٹے سے شہر کے کلیسا میں پہنچ سکیں۔

اتوار...... یکم اکتوبر ۱۹۵۰ء شام چھ بجے

ہلکا پھلکا ڈنر...... جادوئی کھیل...... پُر اسرار شعبدے

دوڑ...... دلچسپیاں...... رقص

اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کلیسا کا نگراں جانتا ہے کہ اس کا کام تھیٹر کے ڈائریکٹر اور تاجر سے مختلف نہیں ہے۔ کامیابی حاصل ہونی چاہیے' خواہ کسی طرح سے حاصل ہو' کیونکہ اس کامیابی کے طفیل اسے عزت و دولت ملتی ہے۔ جس قدر لوگ کلیسا سے ملحق ہوں گے اس کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔ اور اسی طرح شہر میں اس کا احترام اور اثر و رسوخ بڑھے گا۔ کیونکہ امریکی حجم اور تعداد کو دیکھتے ہیں۔ یہی ان کے شعور کا پیمانہ ہے۔ میں ایک رات ریاست کولوراڈو کے شہر گریلی کے ایک کلیسا میں گیا۔ کیونکہ میں اس کلیسا کے کلب کا ممبر تھا۔ بلکہ میں واشنگٹن سے لے کر کیلی فورنیا تک تمام چرچوں کے کلبوں کا ممبر رہا' کیونکہ یہ وہاں کی معاشرتی زندگی کا ایک بڑا اہم پہلو ہے جس کو قریب سے اور گہرائی سے مطالعہ کرنا چاہیے اور میرا مدعا بھی امریکی معاشرے کا مطالعہ تھا۔

جب کلیسا میں سروس ختم ہوگئی۔ تلاوت ہوئی اور کچھ لوگوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد ہم نماز کے کمرے سے ملحق رقص کے کمرے میں چلے گئے۔ پادری صاحب اپنی میز پر بیٹھ گئے۔ اور نوجوان لڑکوں نے لڑکیوں کے ہاتھ پکڑ لیے۔ یہ نوجوان کچھ دیر پہلے تلاوت میں مصروف تھے۔

رقص گاہ میں رنگا رنگ بلب روشن تھے۔

گراموفون کے گانوں کی دھنوں میں رقص میں تیزی آتی گئی۔ اب ساری رقص گاہ میں ناچنے والوں کے پیر اور پنڈلیاں نظر آ رہی تھیں۔ بازو کمر میں حمائل تھے اور سینے اور ہونٹ مل چکے تھے۔ غرض ساری فضا رومانوی ہوگئی...... اس کے بعد پادری صاحب اپنی نشست گاہ سے نکل کر آئے۔ ہر جگہ متفحصانہ نظریں ڈالیں اور بیٹھے ہوئے حاضرین و حضرات کو اکسایا کہ وہ بھی رقص میں شریک ہوں۔ پھر جیسے پادری صاحب کو یہ محسوس ہوا کہ سفید بتیاں کچھ زیادہ روشن ہیں اور اس طرح رومان پرور فضا میں خلل آ رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے خالص امریکی پھرتی اور نزاکت کے ساتھ بتیاں گل کرنی شروع کر دیں۔ وہ اس لیے کہ کہیں رقص میں خلل نہ پڑ جائے۔ یا کوئی جوڑا دوسرے لوگوں سے نہ ٹکرا جائے۔ اب رقص گاہ پوری طرح رومان پرور ہوگئی۔ اور پادری صاحب گراموفون کی طرف لپکے تاکہ اس ماحول کے مطابق کوئی ایسا ریکارڈ لگائیں کہ بیٹھے ہوئے لوگ بھی رقص میں شریک ہو جائیں۔ چنانچہ انہوں نے مشہور امریکی گانے کا ریکارڈ لگا دیا۔ جس کا نام ہے:

(But baby it is cold outside)

(مگر میری پیاری باہر سردی ہو رہی ہے۔)

یہ گانا ایک لڑکے اور لڑکی کی گفتگو پر مشتمل ہے۔ لڑکے نے لڑکی کو اپنے گھر میں روکا ہوا ہے۔ لڑکی کہتی ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے تاکہ وہ گھر چلی جائے کیونکہ رات زیادہ ہو چکی ہے اور اس کی ماں اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ لڑکی کی ہر بات کے جواب میں لڑکا یہی کہتا ہے (مگر میری پیاری باہر سردی ہو رہی ہے)۔

پادری صاحب تھوڑی دیر انتظار کر کے اور اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو ہیجان انگیز گانوں اور

موسیقی کی رو میں بہتے دیکھ کر خوشی خوشی اپنے گھر چلے گئے' تا کہ نوجوان جوڑے اس شب بیداری سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔ اور جو جوڑا سب سے آخر میں کلیسا سے جائے وہ پادری صاحب کو کلیسا کی چابی دیتا جائے۔ کیونکہ کلیسا سے روانگی ہر جوڑے کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔

ہمارے ایک عراقی دوست طالب علم کی ایک پادری صاحب سے بڑی دوستی تھی' اس عراقی کی ایک ساتھی ماری تھی۔ ایک دفعہ پادری صاحب نے اس عراقی سے پوچھا ماری کلیسا کیوں نہیں آتی۔ اور کہنے لگے کہ اگر تمام لڑکیاں غیر حاضر ہو جائیں اور صرف ماری آجایا کرے تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ عراقی نے پوچھا۔ آخر آپ ماری کے اس قدر مشتاق کیوں ہیں۔ تو پادری صاحب نے فرمایا۔ اس میں بڑی کشش اور اکثر نوجوان اسی کے پیچھے آتے ہیں۔

ایک شیطان عراقی طالب علم جو امریکہ میں زیر تعلیم تھا' اور ہم اسے اس حرکات کی بناء پر ابوالعتاھیہ کہا کرتے تھے۔ خبر نہیں یہ شاعر قدیم اسے یہ نام دینے سے خوش ہوتا ہے یا ناراض...... اس عراقی طالب علم نے مجھے بتایا کہ اس کی دوست اس کی بغل میں سے نکل کر کلیسا دوڑ پڑتی تھی' تا کہ وہاں تلاوت کر سکے۔ اگر اسے ذرا تاخیر ہو جاتی تو پادری ابوالعتاھیہ کی حرکتوں کی طرف اشارہ کرتا کہ جس کی بناء پر اسے نماز میں آنے سے تاخیر ہوئی۔ مگر اگر ابوالعتاھیہ اس کے ساتھ ہی ہوتا تو پادری صاحب کچھ نہ کہتے۔

پادری کہتے ہیں کہ ہم انہی وسائل سے نوجوانوں کو اپنی جانب متوجہ کر سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کلیسا کی اس کشش کا فائدہ کیا ہے جبکہ لوگ اس گندگی میں وقت گزارتے ہیں۔ کیا کلیسا جانا بذات خود کوئی مقصد ہے' یا وہاں جا کر شعور وعمل کو مہذب بنانا مقصود ہے۔ جہاں تک پادریوں کا سوال ہے۔ ان کی نظر میں کلیسا آنا ہی بذات خود مقصد ہے۔ اور امریکی لوگ اس سے بخوبی واقف ہیں۔

مگر جب ہم مصر آتے ہیں تو لوگ امریکی کلیسا کی خوب خوب تعریفیں کرتے ہیں کہ امریکی کلیسا خطا اور لغزشوں سے درگزر کرتا ہے۔ قلب و روح کی تطہیر میں لگا رہتا ہے۔ اور جدید ترین طریقوں سے مذہب کی برتری قائم رکھتا ہے۔ چنانچہ لوگ کلیسا سے نہیں بھاگتے۔" اللہ کی مخلوق بھی عجیب ہے۔

مغربی تہذیب کے تباہ کن اثرات کے بارے میں مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب ''پردہ'' سے کچھ اقتباسات دیے جاتے ہیں۔

کچھ عرصہ ہوا کہ ڈیٹرائے (Detroit) کے اخبار فری پریس میں ان حالات پر ایک مضمون شائع ہوا تھا' جس کا ایک فقرہ یہ ہے۔

نکاحوں کی کمی' طلاقوں کی زیادتی اور نکاح کے بغیر مستقل یا عارضی' ناجائز تعلقات کی کثرت یہ معنی رکھتی ہے کہ ہم حیوانیت کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ بچے پیدا کرنے کی فطری خواہش مٹ رہی ہے' پیدا شدہ بچوں سے غفلت برتی جا رہی ہے۔ اور اس امر کا احساس رخصت ہو رہا ہے کہ خاندان اور گھر کی تعمیر' تہذیب اور آزاد حکومت کے بقا کے لیے ضروری ہے۔ اس کے برعکس تہذیب اور حکومت کے انجام سے ایک بے دردانہ بے اعتنائی پیدا ہو رہی ہے۔'' (ص 108)

''نفس پرستی ازدواجی ذمہ داریوں سے نفرت' خاندانی زندگی سے بیزاری اور ازدواجی زندگی کی ناپائیداری نے عورت کے اس فطری جذبۂ مادری کو قریب قریب فنا کردیا ہے' جونسوانی جذبات میں سب سے زیادہ اشرف واعلیٰ روحانی جذبہ ہے اور جس کی بقاء پر نہ صرف تہذیب وتمدن بلکہ انسانیت کے بقاء کا انحصار ہے۔ منع حمل' اسقاط حمل اور قتل اطفال اسی جذبہ کی موت سے پیدا ہوتے ہیں۔ منع حمل کی معلومات ہر قسم کی قانونی پابندیوں کے باوجود ممالک متحدہ امریکہ میں ہر جوان لڑکی اور لڑکے کو حاصل ہیں۔ مانع حمل دوائیں اور آلات بھی آزادی کے ساتھ دکانوں پر فروخت ہوتے ہیں۔ عام آزاد عورتیں تو درکنار مدرسوں اور کالجوں کی لڑکیاں بھی اس سامان کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں تاکہ اگر ان کا دوست اتفاقاً اپنا سامان بھول آئے تو ایک پُر لطف شام ضائع نہ ہونے پائے۔ جج لنڈ سے لکھتا ہے:

ہائی سکول کی کم عمر والی 495 لڑکیاں جنہوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے صنفی تعلقات کا تجربہ ہوچکا ہے۔ ان میں سے صرف 25 ایسی تھیں جنہیں حمل ٹھہر گیا تھا' باقیوں میں سے بعض تو اتفاقاً بچ گئی تھیں لیکن اکثر کو منع حمل کی موثر تدابیر کا کافی علم تھا۔ یہ واقفیت ان میں اتنی عام ہوچکی ہے کہ لوگوں کو اس کا صحیح اندازہ نہیں ہے۔'' (ص 109-110)

ایک امریکن رسالے میں ان اسباب کو جن کی وجہ سے وہاں بداخلاقی کی غیر معمولی اشاعت ہورہی ہے' اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دُنیا پر چھا گئی ہے۔ اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں' فحش ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ اشاعت میں بڑھتا چلا رہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں' بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے ناآشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور ان کا نتیجہ عیسائی تہذیب اور معاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے۔ اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔'' (ص 102-103)

ڈاکٹر نادر رضا صدیقی

پادریوں کی اخلاقی بے راہروی

ایک عیسائی جب انجیل کی فحش عبارتوں کو پڑھتا ہے تو یقیناً اس کے تحت الشعور میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ جب خدا کے برگزیدہ افراد نے اس حد تک جنسی بے راہروی کا استعمال کیا ہے تو ان کے پیرو بھی اس میں آزاد ہیں۔ ایک تو کتابوں میں تحریف ہوئی پھر مستزاد یہ کہ سینٹ پال نے دین مسیح کو مسخ کر کے عقیدۂ ابن اللہ اور کفارہ کا پرچار کیا۔ عقیدہ ''ابن اللہ'' کی وجہ سے ان میں بت پرستی آئی۔ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے قرار دیئے گئے اور حضرت مریم کو بھی خدا کا درجہ دیا گیا۔

''عقیدۂ کفارہ'' بڑی حد تک بے راہ روی کا موجب بنا۔ عقیدۂ کفارہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ نے سولی پر چڑھ کر اپنے ماننے والوں کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا' اس لیے اب ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ تمام عیسائی بلا حساب کتاب بہشت میں داخل ہوں گے۔ شریعت کی کوئی اہمیت نہیں (بلکہ اس پر عمل کرنے والا لعنتی ہے) اس چھوٹ سے پرہیزگاری اور خدا ترسی کے جذبہ کا ختم ہونا لازمی تھا اور یہ ہو کر رہا۔ عیسائیوں نے پرہیزگاری کو نکال پھینکا اور دنیاداری میں اس حد تک ڈوب گئے کہ ان کے ہاں اچھے اور برے کا بھی امتیاز نہ رہا۔

آج کل یورپ (جس کا بیشتر حصہ عیسائی ہے) اخلاقی دیوالیہ پن کے علاوہ جنسی بے راہ روی کے راستہ پر نہایت تیزی کے ساتھ اس طرح چل پڑا ہے کہ خود ان کے سنجیدہ اہلِ فکر کانپ کانپ جاتے ہیں۔ جنسی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے موجودہ عیسائی تمدن نے عورت کو گھر کی چاردیواری سے باہر کھینچ نکالا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عورت سے نسوانیت ختم ہوتی چلی گئی۔ وہ دوکانوں' ہوٹلوں' ریستورانوں' ہوائی جہازوں میں مردوں کی دل بستگی کا سامان مہیا کرنے پر سیلز گرل' ایرہوسٹس اور مختلف شکلوں میں لائی گئی۔ فیشن شو اور ماڈل گرل کے نام پر اپنی باہنیں' ٹانگیں اور دیگر اعضاء کی نمائش و پیائش کا مظاہرہ کرنے لگی۔ وہ اور آگے بڑھی۔ بال روم اور نائٹ کلبوں میں عریاں ناچنے لگی۔ اس کا لباس تارتار ہوگیا لیکن عیسائی مردوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہوئی۔ انہوں نے برہنہ تصاویر' فحش پکچرز اور عریاں فلموں کے کلب قائم کیے اور جنسی اعضاء کے پلاسٹک ماڈل بڑی آزادی کے ساتھ عوام میں فروخت ہونے لگے۔ اس کے لیے

بھی سیلز گرلز کو میدان میں لایا گیا۔

جنسی بے راہ روی؟

اس جنسی سیلاب میں عیسائی دنیا میں ''نیو مورلیٹی'' کا نظریہ اُبھرا۔ اس نئے اخلاقی نظریہ کی حمایت عام عیسائی ہی نہیں بلکہ ان کے پادری اور مذہبی پیشوا تک کر رہے ہیں۔ ٹائم میگزین کی رپورٹ ہے۔ ''اخلاقیات کا یہ مذہبی نظریہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی وکالت کرنے والوں کا اثر انداز ہونے والا بڑا گروہ موجود ہے۔'' (1) مجھے عیسائی دنیا میں رات دن واقع ہونے والی جنسی بے راہ روی کے واقعات کا احاطہ مقصود نہیں۔ اس کے لیے تو دفتر کے دفتر درکار ہیں۔ میں صرف ایک تھیالوجیکل کالج سے شائع شدہ کتاب کے کچھ ضروری اور مختصر اقتباس پیش کروں گا۔ 1964ء - 1968ء کے درمیان اس کتاب کے پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں، جب کہ کتاب ناقابل فروخت فہرست میں شامل ہے۔ اس کا نام ہے ''خدا نئی اخلاقیات پر صاف صاف بولتا ہے۔''

God speaks out of New Morality

-1 کم عمر لڑکوں کا آج کل سویڈن میں یہ حال ہے کہ اپنی دوست لڑکی کو وہ اپنے گھر لاتے ہیں تاکہ وہ رات بھر ان کے ساتھ سوئے۔ (صفحہ 79)

-2 سویڈن میں ایسے واقعات کی حوصلہ شکنی نہیں کی جاتی بلکہ وہاں حکومتی ادارے ہیں جو مانع حمل تدبیریں اور مباشرتی بیماریوں سے بچنے کے طریقے بتاتے ہیں۔ جب کوئی کنواری حاملہ ہو جاتی ہے تو وہاں پبلک ویلفیئر ایجنسیاں ہیں جو اس کی مدد کرتی ہیں۔ اگر وہ بچہ چاہتی ہے تو اس کو بشمول زچگی وغیرہ کی سہولتیں دی جاتی ہیں۔ اگر وہ بچہ نہیں چاہتی تو اس کو قانونی اجازت دلائی جاتی ہے کہ وہ اسقاط حمل کرلے۔ (صفحہ 81)

-3 لندن میں، پارک شدہ کاروں میں مباشرت کی کھلی اجازت ہے۔ پولیس کو مداخلت کی اجازت نہیں۔ (صفحہ 82)

-4 لاس اینجلز کے ہائی سکول میں 14 لڑکیاں اپنے گریجویشن کورس میں شرکت سے محروم رہیں وجہ ''پیشگی حمل'' (صفحہ 82)

-5 امریکہ کی پبلک ہیلتھ سروس کی اطلاع ہے کہ سالانہ اوسطاً ڈھائی لاکھ ناجائز بچوں کی پیدائش ہوتی ہے۔ گذشتہ دس برسوں میں یہ 60 فیصد اضافہ ہے۔ (صفحہ 82)

-6 اندازہ لگایا گیا ہے کہ تقریباً بیس لاکھ غیر قانونی اسقاط حمل ہر سال ہوتے ہیں۔ (صفحہ 83)

-7 لندن ''ڈیلی میل'' میں خبر شائع ہوئی کہ آکسفورڈ کے طلبہ نے (جن میں دو لڑکیاں بھی تھیں) گذشتہ دن یونیورسٹی حکام کو ایک ''جنسی منشور'' (سیکس چارٹر) پیش کیا۔ (صفحہ 86)

-8 ''ڈیلی ٹیلیگراف لندن'' رپورٹ دیتا ہے کہ پیدا ہونے والے چھ بچوں میں ایک حرامی ہوتا

ہے۔ سرسری طور پر ہر تین میں سے دو بیس سال سے کم عمر لڑکیوں کے حمل شادی سے قبل ہو جاتے ہیں۔ (صفحہ 87)

9- 1964ء کے موسم گرما میں انٹرنیشنل پلانڈ پیرنٹ ھڈ فیڈریشن (International Planed Parenthood Federation) نے لندن کے چرچ ہاؤس میں کانفرنس کی جس میں چھیالیس قوموں کے نمائندے شریک تھے۔ اجلاس کے شرکاء میں عمومی طور پر شادی سے پہلے جنسی تعلقات میں ہم آہنگی تھی۔ حتیٰ کہ کم سن لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان بھی۔ (2)(صفحہ 101)

بے راہ روی کی انتہا

عیسائیوں کی جنسی پیاس' مخالف صنف کو بالکل عریاں کر کے بھی نہ بجھی تو وہ ہم جنس پرستی پر اُتر آئے۔ اس کے لیے با قاعدہ تقریبات منعقد کی جانے لگیں۔ جشن منائے جانے لگے۔ کلب اور گے ہالوں (Gay Hall) میں مقابلے ہونے لگے۔ ٹائم میگزین' نیویارک نے امریکہ میں ہم جنس پرستی پر سات صفحوں کا مضمون شائع کیا ہے۔ اس کے اقتباس درج ذیل ہیں:

سان فرانسسکو میں 1962ء سے ہر سال ہم جنس پرستوں کی ایک خصوصی تقریب منعقد کی جاتی ہے جو ہر سال بڑھ رہی ہے۔ ایسی ہی تقاریب لاس انجلز' نیویارک' ہوسٹن اور سینٹ لوئیس میں ہوتی ہیں' صرف ایک شہر سان فرانسسکو میں ستر (70) (Gay Bars) ہیں۔

ڈبلیو ڈی لگ (W.D.Lig) ایجوکیشن ڈائریکٹر لاس انجلز کہتا ہے۔ ''میں اس وقت تک خوش نہیں ہوں گا جب تک تمام گرجے ہم جنسوں کے رقص کی اجازت نہ دیں اور والدین بالکنی میں بیٹھے ہوئے کہیں'' نہیں۔ جان اور ہنری! باہم رقص میں اور گرم جوشی دکھاؤ۔''

واشنگٹن ڈی سی کی فیڈرل اپیل کورٹ نے ایک کیس کے بارے فیصلہ دیا کہ کوئی سرکاری شعبہ کسی ملازم کو اس وقت تک نہیں نکال سکتا جب تک پہلے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس کی ہم جنس پرستی کی وجہ سے شعبہ کے کام میں واضح مداخلت ہوئی ہے۔

کنزے Kinsey رپورٹ کے مطابق دس فیصد امریکی مرد زیادہ یا کم مدت سے لواطت باز ہیں۔ مگر چار فیصد ایسے ہیں (جن میں سے 2 فیصد عورتیں شامل ہیں) جو زندگی بھر سے ہم جنس پرست ہیں۔

گریٹ نیک نیویارک میں لوطیوں کے لیے ایک فرم کمپیوٹر سروس چلاتی ہے۔

سان فرانسسکو کا Adonis Book Store تقریباً 360 مختلف رسائل تقسیم کرتا ہے جن میں شہوت انگیز لٹریچر' ننگی تصاویر' حرام کاری کے طریقے' فحش حرکات اور میڈم سوٹو ووس Soto Voce کے مشورے شامل ہوتے ہیں۔

لواطت کرنے والے چار افراد میں سے ایک تاجر ہے۔ اس کا بیان ہے کہ میں مکمل طور پر گے ورلڈ (Gay World) میں رہتا ہوں۔ میرا وکیل گے ہے' میرا ڈاکٹر گے ہے' میرا دندان ساز گے ہے' میرا بینکر گے ہے اور جو گے نہیں ہے وہ میرا مکان والا ہے۔ (3)

نیدر لینڈ کے بارے میں اطلاعات آ رہی ہیں کہ ڈچ لوگوں نے ایک عجیب وغریب انداز سے سیاحت کو فروغ دینے کی ابتدا کی ہے' جن سے یہاں غیر ملکی ہم جنس پرستوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ وہ یہاں آ کر رنگ رلیاں مناتے ہیں۔ ایمسٹرڈیم (ہالینڈ) ہم جنس پرستوں کا اڈہ بن گیا ہے۔ بہت سے (Gay Clubs) لائسنس یافتہ ہیں۔ لواطت بازوں کی باقاعدہ انجمنیں اور لیگیں قائم ہو چکی ہیں۔ (4)

ہم جنس پرستی مذہب کی نظر میں

ہم جنس پرستی کا کریہہ اور شرمناک فعل عیسائی مذہبی پیشواؤں کے نزدیک بھی جرم نہیں رہا۔ اسی لیے وہ بڑھ بڑھ کر اس کی شدت سے حمایت کر رہے ہیں۔

کنٹربری کے آرچ بشپ نے دارالامرا میں کہا کہ برطانیہ کے قانون میں ایسی تبدیلی کی جائے' جس کی رو سے باہمی رضامندی سے بالغوں کے لیے ہم جنس پرستی قانوناً جرم نہ ہو۔ اس نے کہا کہ کسی کو بھی اپنا اخلاقی ضابطہ بنانے اور اس کو ماننے کا حق ہے۔'' (5) (یہ بات پیش نظر رہے کہ آرچ بشپ عیسائی دنیا کا عظیم پیشوا ہوتا ہے)۔

ایک پادری رابرٹ ڈبلیو وڈ (R.W.Wood) نے ''مسیح اور ہم جنس پرست'' (Christ & Homosexual) کے عنوان سے کتاب لکھی۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک اخبار نے لکھا۔ ''معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر وڈ یہ ثابت کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں کہ ہم جنس پرستی خدا کی اختراع ہے' اسی لیے یہ اچھی ہے جیسی خدا کی دوسری مخلوق'' ...... وہ آگے چل کر کہتا ہے کہ ''ہم جنس پرستی کا مطلب شہوت ومستی خدا کی نظروں میں سچے ساکرامینٹلس کی طرح مقدس ہو سکتے ہیں۔ اس نے سنجیدگی سے اس نکتہ پر بحث کی ہے کہ ایک ہی جنس کے دو افراد کے درمیان شادی طے ہونی چاہیے...... وہ کہتا ہے کہ ایک ہم جنس پرست کامیاب پادری ہو سکتا ہے اور وہ تائید میں حوالہ دیتا ہے کہ پادریوں میں لواطت بازی کی شرح دوسرے تمام لوگوں سے زیادہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''یہ بگاڑ'' آبادی کے اضافہ کے مسئلہ کو حل کرے گا۔ اور یہ کہ ہم جنس پرستی کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ خاص شرائط کے تحت یہ ایک ''اخلاقی حل'' ہے۔ (6)

دینیاتی مدرسوں (سمیزین) کے بارے میں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ان میں جن لڑکوں کو کلیسا کے پاسٹر بننے کی ٹریننگ دی جاتی ہے' ان میں ہم جنس پرستوں کی شرح زیادہ ہے۔'' (7)

یسوع مسیح کے بعض پیشہ ور پادری کہتے ہیں کہ بائبل میں کہیں بھی زناکاری یا ہم جنس پرستی کی مذمت نہیں ہے۔ (8)

دو رومن کیتھولک پادریوں نے ہم جنس پرست جوڑے کی شادی کی اجازت دی۔ ایک سپیشل

میرج (خصوصی شادی) کی مذہبی رسوم ایک چھوٹے روٹرڈیم چیپل میں ہوئی۔ اس میں باقاعدہ انگوٹھیوں کا تبادلہ ہوا۔ (9)

''نیویارک پوسٹ'' کی خبر ہے۔ ''گذشتہ ہفتے دو مرد ہم جنس پرستوں نے خفیہ شادی کی۔ اس شادی کی رسم ادا کرنے والا بھی ایک رومن کیتھولک پادری تھا۔ رومن کیتھولک پادریوں میں اس قسم کی ایک مضبوط تحریک بھی چل رہی ہے کہ جس طرح مخالف جنسوں کے مابین تعلقات موجود ہیں اسی روشنی میں ہم جنسوں کے تعلقات پر بھی غور کیا جائے۔ (10)

یہ اخلاق باختہ تہذیب اور یہ بگاڑ والی ثقافت جدید تہذیب کے نام سے ہو یا ترقی کے عنوان سے ہو جہاں جہاں بھی پہنچتی ہے وہاں جنسی اور معاشرتی گندگیوں کا فروغ پانا لابدی ہے خواہ جدید لغت میں اس کا کوئی شاندار نام ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے۔

ایک مذہبی و اخلاقی جائزہ

عیسائی دنیا کی جنسی کج روی کے اس سرسری بیان کے بعد اب دس عیسائی ممالک کے باشندوں کے بارے میں ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے' جو عیسائیوں کے مذہب و اخلاق' دیانت داری' خوشی وغیرہ کے متعلق ورلڈ کونسل آف چرچز کی چوتھی اسمبلی کے آخری دن شائع ہوا۔

یہ اسمبلی سویڈن میں منعقد ہوئی جس میں 220 غیر رومن چرچوں کے نمائندے اور رومن کیتھولک ویٹی کن کے مبصر مذہبی و اخلاقی اقدار پر بحث کر رہے تھے۔ عین اس وقت Polisters کے کمپیوٹرس نے دس ہزار سے زائد لوگوں سے کیے گئے انٹرویوز کے اعداد و شمار پیش کیے۔ یہ دس ممالک برطانیہ' ہالینڈ' سویڈن' سوئٹزرلینڈ' مغربی جرمنی' ناروے' فرانس' فن لینڈ' آسٹریا اور یونان (صرف ایتھنز) پر مشتمل تھے۔ سروے رپورٹ کے خاص خاص امور یہ تھے۔

1- کیا مذہبی عقائد زوال پذیر ہو رہے ہیں............؟

2- کیا اخلاق گر رہے ہیں............؟

3- کیا ایمان داری بھی کم ہو رہی ہے............؟

4- کیا مسرت کو دیکھنا مشکل ہو رہا ہے............؟

5- کیا ذہنی سکون کمیاب ہے۔ اور

6- کیا ہر کوئی شیطان پر یقین رکھتا ہے............؟

اب ہر سوال کے جواب ہاں اور نہیں کی صورت میں ملاحظہ ہوں۔

(1) آپ کیا خیال کرتے ہیں کہ اخلاق اچھے ہو رہے ہیں یا بگڑ رہے ہیں؟

جواب فیصد میں

	ہاں(بہتر)	نہیں(خراب)	کوئی تبدیلی نہیں ہوئی	میں نہیں جانتا
برطانیہ	14	26	19	5
ہالینڈ	8	27	22	3
سویڈن	12	52	29	7
سوئٹزرلینڈ	24	51	......	25
مغربی جرمنی	x	x	x	x
ناروے	15	54	21	10
فرانس	24	50	19	7
فن لینڈ	30	46	20	4
آسٹریا	9	48	38	5
یونان (ایتھنز)	39	55	4	5

چرچ کی ناکامی

عیسائی عوام اور خواص پر چرچ (کلیسا) کا خود کتنا اثر ہے؟ اور چرچ ان کی کردار سازی میں کیا موثر کردار ادا کرسکتا ہے؟ اس کے متعلق ''دی ورلڈ ٹومارو'' ورلڈ وائیڈ ریڈیو پروگرام سننے والوں نے خود سنا ہے کہ ''موجودہ زمانہ کی عیسائیت کو اپنے وفاداروں کی سماجی' تجارتی اور پیشہ ورانہ زندگی سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ وہ کیسے رہتے ہیں۔ عیسائیت کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ چرچ کا ایک ہی مقصد ہے۔ ''لوگوں کو بچایا جائے To get people saved اور یہ عام طور پر مسیح کو ماننے اور تسلیم کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ مسیح کے متعلق فیصلہ کرنے سے یا بادشاہ لارڈ کو تمہارا دل دینے اور پادری کو ہاتھ دینے سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن بہت سے پروٹسٹنٹ فرقے ''ماڈرنسٹ'' (روشن خیال) ہوگئے ہیں۔ اور بچائے جانے (Being Saved) کے بارے میں بھی یقین نہیں رکھتے...... چرچ اخلاقی قیادت فراہم کرنے میں ناکام ہوگئے ہیں۔ جس طرح ان کی ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اسی طرح ان کی ناکامی بھی بدترین ہے۔''(11)

ایک دوست نے ایک بڑے گرجا کے پادری سے کہا کہ تم وہ کیوں نہیں کہتے جس کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اس نے کہا دوست! میں ایسی جسارت نہیں کرسکتا کیونکہ گرجا کی کچھ اہم شخصیتیں میرے گرجا میں pows (خاص لوگوں کے بیٹھنے کی نشست) کے سامنے ہوتی ہیں۔ ان کے چندہ سے مجھے تنخواہ ملتی ہے۔ میرا کام ہے کہ وہ جو سننا چاہیں اس کی تبلیغ کروں۔ مجھے بیوی اور خاندان کو بھی پالنا ہے۔''12)

آدھے سے زیادہ امریکی جوان محسوس کرتے ہیں کہ مذہب اپنا اثر کھو رہا ہے۔ بعض کلیسا مالی

پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چندہ دینے والے اپنا وعدہ پورا نہیں کرتے۔ ایک چوٹی کے عہدیدار کے بقول اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عیسائی عقیدہ کی حقیقت کے بارے میں یقین اٹھ گیا ہے۔ اور ان اداروں کے بارہ میں شکوک وشبہات عام ہوگئے ہیں۔ (13)

پادری اور نن گرجے چھوڑ رہے ہیں

عیسائی دنیا سے یہ خبریں مسلسل آرہی ہیں کہ پادری اور نن جنہوں نے اپنی زندگیاں ''خدا کی خدمت'' کے لیے وقف کر رکھی تھیں اور جنہوں نے اس کے لیے حلف اٹھائے تھے' وہ اب گرجے اور کلیسا چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں یہ نسلاً بعد نسلاً عیسائی تھے۔ سوال پیدا ہوتا ہے آخر یہ اپنی مذہبی زندگی سے کیوں اُکتا گئے؟ عیسائی مذہب نے انہیں حقیقی سکون کیوں نہ دیا؟ خدا کی عظمت' عیسیٰ علیہ السلام کی قربانی اور مریم علیہا السلام کی عفت کی گن گانے والی قوم نے شراب نوشی' رقص وسرود' جنسی بے باکی' فحاشی کیوں اختیار کرلی ہے؟ اور وہ بھی اس حد تک کہ گرجا گھر اور راہب خانے تک ان خرابیوں سے متاثر ہوگئے۔

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چند اخلاقی ہدایات' چند عقیدوں اور چند رسوم میں قطعاً اتنی صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ قوم کے بگاڑ اور خرابی کو دور کرسکیں۔ اور قوم کو فلاح و کامرانی سے ہمکنار کرسکیں۔ عوام مذہب بیزار بن جائیں تو بھی کسی حد تک مانا جاسکتا ہے لیکن عیسائی مذہبی پیشوا' خود ہی مذہب سے اُکتا جائیں' اس کی بندشوں کو توڑیں اور اس کے حدود کو پھلانگ کر اپنی بیزاری کا عملاً اظہار کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یقیناً یہاں کوئی بنیادی نقص ضرور ہے۔

مذہب بیزار پادریوں اور ننوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ ان میں ایسی شخصیتیں بھی ہیں جو اٹھارہ اٹھارہ بیس بیس سال سے اپنے دین عیسوی کی خدمت کر رہی تھیں۔ یہی نہیں کہ صرف کیتھولک فرقہ کے مذہبی پیشوا شادی کی خاطر کلیسائی زندگی کو چھوڑ رہے ہیں بلکہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے مذہبی رہنما بھی یہی کر رہے ہیں' جہاں شادی کی اجازت موجود ہے۔ یہاں ٹائمز کی رپورٹ کے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

ویٹی کن کے ایک افسر نے اندازہ لگایا کہ پوری دنیا کی گیارہ لاکھ چھتر ہزار راہبات میں سے چھ ہزار پانچ سو راہبات صرف گذشتہ سال گرجے چھوڑ چکی ہیں۔ اور جہاں تک خدامِ دین اور پادریوں کا تعلق ہے' وہ اعتراف کرتا ہے کہ ریکارڈ پر دس ہزار درخواستیں موجود ہیں جن میں پادریوں نے کہا ہے کہ انہیں اپنی خدمات سے معافی دی جائے اور اس میں شک نہیں کہ ہزاروں مزید ایسے پادری ہیں جو اجازت لیے بغیر گرجا گھر چھوڑ چکے ہیں۔

جو پادری اور نن چلے گئے بہت ہی کم ان کا بدل مل سکا۔ حتیٰ کہ 1964ء سے گذشتہ سال تک مذہبی سکول چلانے والوں (سمیزین) کی تعداد ایک لاکھ سرسٹھ ہزار سے گھٹ کر ایک لاکھ پینتالیس ہزار رہ گئی۔ کیتھولک کالج سابقہ پریسٹوں کو کرایہ پر حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ پڑھائی ہوسکے۔

گرجا چھوڑنے والی شخصیتیں

317 سابق پریسٹوں کے جائزہ سے معلوم ہوا کہ جو لوگ گرجے چھوڑ رہے ہیں' ان میں سے کچھ بہت بلند شخصیتیں ہیں' جن میں امریکہ کے بشپ' پریسٹ اور سسٹرس وغیرہ قسم کے اچھے درجے کے افراد شامل ہیں۔

بادی النظر میں یہ خیال ہوسکتا ہے کہ پادری اور نن تجرد کی زندگی سے تنگ آنے کے سبب گرجے چھوڑ رہے ہیں لیکن گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تجرد کی زندگی ہی وہ واحد سبب نہیں۔ چنانچہ گرجا چھوڑنے والے ایک سابقہ پریسٹ نے تفصیلات بیان کرنے کے بعد کہا۔ ''میں نے اپنی قیمت جانی...... اگر میں گنہگار بھی ہوں تو کم از کم بہت قیمتی گنہگار ہوں'' ...... ایک 35 سالہ مشنری جو دوسال تک پیرو میں مشنری تھا اور اب انشورنس کا کام کرتا ہے کہتا ہے کہ میں اس قسم کے کام میں لوگوں کی زیادہ خدمت کرسکتا ہوں' بہ نسبت اس دور کے جو پادری ہوتے ہوئے کرتا تھا۔ اس کی بیوی بھی جو دس سال تک ڈومیکین نن رہی ہے۔ اور بہت زیادہ مایوس ہے' کہتی ہے کہ ''چرچ کے پاس لوگوں کو کہنے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔''

امریکہ کی طرح نیدرلینڈ میں بھی ''عقیدۂ عیسائیت'' نے متعدد نن اور پادریوں کو گرجا خیرباد کہنے والے گروپ میں شریک ہونے سے نہ روکا۔(14)

سوال یہ ہے کہ یہ سب عیسائی رہنما اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ مذہبی وسماجی حیثیت کے مالک تھے۔ تجربہ کار اور جہاں دیدہ تھے۔ عیسائی معاشرہ کے بہترین افراد تھے۔ ذہین' دانش مند تھے' اپنے شغل و پیشہ کے اعتبار سے بھی چوٹی کے لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ پھر چند دن نہیں بلکہ 14,14-20,20 اور 28,28 سال کلیسائی زندگی گزار چکے تھے۔ کیا یہ سب کے سب ناعاقبت اندیش تھے کہ انہوں نے بلا سوچے سمجھے مذہبی زندگی کو خیرباد کہہ دیا؟ نہیں یہ نادان نہیں تھے' بلکہ ہوا یہ کہ اتنے سال بعد بھی جب انہوں نے حقیقی مذہب کو نہ پایا' مذہب کا سکون نہ دیکھا' مذہب کے اخلاق نہ دیکھے تو کلیسا سے ان کی طویل وابستگی بھی ان کا راستہ نہ روک سکی۔

گرجا: روحانی مرکز یا سوشل کلب

مغربی ممالک کی مادی زندگی کی مصروفیت نے گرجا کو ایک سوشل کلب بنادیا ہے...... اگر وہاں کا پادری دن بھر گھنٹی بجاتا رہے تو رات گئے جب تک نیند اس پر غلبہ نہ پالے کوئی بھی سروس کے لیے آنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس وہاں اطراف کے عام لوگ جو امریکہ جیسے ملک میں نہ وقت رکھتے ہیں اور نہ ہی اقساط کی ادائیگی کی وجہ سے پیسہ۔ سوشل کلب (گرجا) کی سرگرمیوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ بھی اس حد تک کہ کبھی کام کے وقفہ کے دوران سونے یا آرام کرنے آگئے۔ یا گھریلو جھگڑوں سے سکون چاہنے کے لیے یا ذہنی پریشانیوں سے وقتی نجات حاصل کے لیے...... اس کے علاوہ چونکہ گرجا میں

پارک' پکنک منانے کی جگہیں' میوزک ہال' تفریحی کمرے اور کے جی کلاسیں ہوتی ہیں۔ یہ چیزیں بھی کشش کا باعث بنتی ہیں۔

گرجا کا رکن ہونا امریکن سوسائٹی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے اور پادری اس کے لیے بہت محنت کرتا ہے۔ یہ بات علیحدہ ہے کہ ارکان کی زندگی روحانیت سے یکسر خالی رہتی ہے۔ گرجا ایک طرح کاروبار کا درجہ رکھتے ہیں اور اس کے پادری سیلز مین کا۔ کسی اجتماع میں حاضرین کی تعداد کی باقاعدہ گنتی ہوتی ہے اور اس کو نمایاں جگہ پر لکھا جاتا ہے۔ حاضرین کی کمی بیشی کا مطلب پادری کا تبادلہ یا ترقی ہوتا ہے۔ پادری کی روحانی زندگی اور اچھے اخلاق لوگوں کی نظروں میں کچھ وقعت نہیں رکھتے۔

پادری اپنی خدمات و اہمیت کے لیے اس طرح اشتہار دیتے ہیں اور اپنی بہترین پوز (Pose) کے ساتھ تصاویر شہروں میں مشتہر کرتے ہیں تاکہ ان کی اہمیت لوگوں میں مستقل رہے۔ ہر سال کلیسا اپنے ممبروں کی تعداد معلوم کرتا ہے۔ لوگ مقرر کیے جاتے ہیں جو گھر گھر اور دروازہ دروازہ جاتے ہیں' لوگوں سے کلیسا کی ممبری کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ ان کی تفصیلات نوٹ کرتے ہیں۔ کسی ممبر شپ کے چھوڑنے والے کے اعتراض نوٹ کرتے ہیں۔

یہ سرسری خاکہ ہے کہ کلیسا کا اثر خود عیسائیوں پر کیا ہے۔ اس سے زیادہ عبرت خیز واقعہ شام کے سابق وزیر اور شام یونیورسٹی کے پرنسپل نے گرجا کے متعلق لکھا ہے۔

امریکہ و یورپ میں یہ عام بات ہے کہ کلیسا کے ساتھ ایک انجمن ملحق ہوتی ہے۔ مجھے اس طرح کی ایک انجمن میں شرکت کا موقع ملا۔ میں نے دیکھا کہ گانے بجانے' کھانے پینے اور رت جگے کے سوا کوئی مشغلہ نہ تھا۔ میں نے ناظم سے دریافت کیا۔ کیا آپ انجمن کے شرکاء کے سامنے وعظ و نصیحت کی باتیں بھی پیش کرتے ہیں جواب نفی میں تھا۔ میں نے پوچھا پھر کلیسا کیوں اس کا اہتمام اور سارے اخراجات برداشت کرتا ہے...... اس نے جواب دیا:

''یہ فائدہ ہی کیا کم ہے کہ انجمن کے اجلاس میں شرکت کے لیے لڑکے اور لڑکیاں کلیسا کے احاطہ میں سے گذر جاتے ہیں اور اس طرح گرجا کو بھی یاد رکھتے ہیں۔''

✿......✿......✿

حوالہ جات

-1 ٹائمز میگزین نیویارک 21 جنوری 1966ء

2- God speaks out on New Morality.

Graduate School of Theology Ambassador College.

3- ٹائمز میگزین نیویارک 31 اکتوبر 1969ء

4- نیوز ویک 23 دسمبر 1968ء

5- God speaks out on New Morality, p. 104

6- Ibid, p. 105

7- Ibid, p.105

8- Ibid, p. 109

9- نیوز ویک 17 جولائی 1967ء

10- نیویارک پوسٹ 5 جولائی 1967ء

11- God speaks out on New Morality, p. 90

12- Ibid, p. 108

13- Reader's Digest, Dec. 1969, p. 141

14- ٹائمز میگزین 23 فروری 1970ء

ایڈورڈ ہارٹ پول لیکی

ترجمہ: عبدالماجد دریا آبادی

تاریخ اخلاقِ یورپ

کسی ملک کی تاریخ اخلاق میں جن حقائق پر روشنی ڈالنا سب سے زیادہ دشوار ہوتا ہے' وہ وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق احساسات سے ہوتا ہے۔ یہ بتا دینا نسبتاً نہایت آسان ہے کہ کسی ملک کے باشندے فلاں فلاں اعمال و اشغال میں معروف رہتے تھے' یا ان کی فلاں فلاں تعلیمات تھیں' لیکن ان احساسات و جذبات کا پتہ لگانا جو ان اعمال و اشغال کے محرک تھے' سخت دشوار ہے اور پھر خصوصاً ایسے ملک کے باشندوں کی کیفیاتِ نفسی کی تشخیص کرنا جن کی طرزِ معاشرت اور موجودہ طرز معاشرت میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اقوام میں شہوت پرستی و ذہانت کے اجتماع کی مثالیں تو متعدد ملتی ہیں' اور خود فرانس و اٹلی نے اس کے متعدد شواہد ہمارے پیش نظر کر دیئے ہیں کہ نہایت پست اخلاق جماعت میں علم و تخیل بدرجہ کمال موجود رہا ہے۔ لیکن یونانی زندگی کی بوالعجبی یہ ہے کہ یہاں شہوت پرستی اپنے شباب پر اور مشاہیر حکماء اخلاق کی نظروں کے سامنے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ انہیں کے ظلِ عاطفت میں پہنچی۔ اگر آج ہم سے کوئی یہ بیان کرے کہ فرانس کی مشہور طوائف نیناڈی انکلو کے کمرہ میں پیرس کے دیندار اساطین عیسائیت بیٹھے ہوئے اسے اس کی دکانِ عصمت فروشی کی رونق و ترقی سے متعلق مشورہ دے رہے ہیں' تو ہم میں سے ایک شخص کو بھی اس روایت پر یقین نہ آئے گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ بعینہٖ یہی تعلق سقراط اعظم اور طوائف تھیوڈوتا کے درمیان تھا!

قطع نظر اس عام سبب کے کہ ایک جنس کی غیر محدود آزادی عموماً جنس مقابل کی سلب حریت کا باعث ہوتی ہے۔ یونان میں اور بھی متعدد اسباب ایسے جمع ہو گئے جنہوں نے وہاں زنانِ بازاری کے مرتبہ کو اس قدر ممتاز و بلند کر دیا کہ دنیا کی کسی جماعت میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ عشق کی دیوی افرودایت کی پرستش نے گویا ان کے پیشہ پر مذہبی استفادہ کی مہر لگادی تھی۔ اس کے مندر کی پجاریاں' زنانِ بازاریاں تھیں۔ اور کارنتھہ کی درگاہ کے مجاور بھی اسی طبقہ کی عورتیں تھیں' جن کی بابت روایت ہے کہ انہیں کی دعاؤں سے شہر مصائب شدیدہ سے محفوظ و مصؤن رہا بلکہ منقول تو یہ ہے کہ بادل بابلیس'

سائپرس و کارنتھ میں عصمت فروشی' جزو مذہب بن گئی تھی۔ اور ان مقامات کے علاوہ میلس تین دوس' لیسبوس' وابیڈوس' عصمت فروشی کے لیے خاص شہرت رکھتے تھے۔ جو معابد کے ظل عاطفت میں پروان چڑھ رہی تھی۔

مذہبی عنصر کے شمول کے علاوہ ایک اور بڑا سبب یہ بھی ہوا کہ یونان میں حسن پرستی کا جو مذاق رائج تھا' اس کا لازمی نتیجہ اس خیال کی صورت میں ظاہر ہوا کہ جو سب سے زیادہ حسین ہے' وہ سب سے زیادہ معزز ہے۔ مناظر طبیعی قدرتاً خوشنما' اہل صنائع حسن کی مرقع نگاری پر تلے ہوئے۔ غرض ہر شے حسن و جمال کی آب و ہوا میں نشوونما پاتی تھی۔ دنیائے ادب کی جان حسنِ ادا تھی۔ اہل صنعت کا کمال فن یہ تھا کہ نقاش یا دستکار حسنِ صورت کی نقل کو اصل سے ملا دے۔ مائیں اپنی دعاؤں میں سب سے مقدم دعا یہ رکھتی تھیں کہ اولاد حسین پیدا ہو۔ خود اہلِ حکمت و معلمین اخلاق فضیلت اخلاقی کی تعریف کے لیے پیرایۂ بیان یہ اختیار کرتے تھے کہ وہ نام ہے ایک غیر مادی و اکمل ترین حسن و جمال کا۔ غرض ہر شعبۂ حیات میں حسن و جمال کو انتہائی عظمت و احترام کا مترادف سمجھا جاتا تھا' اور جو طوائفیں ہوتی تھیں وہ گویا حسن کی پتلیاں ہوتی تھیں۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ عشق کی دیوی کا بت' جو سارے ملک کا مرجع عظمت و عقیدت تھا' ایک طوائف کی شکل میں تھا' مشہور نقاش پریکوتیلس اپنی آشنا فرائینی کے مجسمے تیار کرتا تھا جس کا ایک طلائی مجسمہ اپالو کے مندر میں بھی رکھا گیا۔ اس پر لوگوں نے غل مچایا کہ اس سے نوجوانوں کے اخلاق بگڑے جاتے ہیں اور بالآخر عدالت سے چارہ جوئی کی۔ فرائینی مدعا علیہا قرار پائی۔ لیکن عین دورانِ مقدمہ میں وکیل ہاپیریڈس نے دفعتاً اپنی پری جمال موکلہ کو حاکمان عدالت کے سامنے لاکر بے نقاب کردیا۔ حکام اس کے فرطِ حسن سے مبہوت ہوگئے' اور ملزمہ کو فوراً بری کردیا۔ اپلیس اس زمانہ میں بہت مشہور نقاش تھا۔ سکندر اعظم نے اسے اپنی خاص محبوبہ لائیس کا مجسمہ تیار کرنے کو بلایا۔ اپلیس نے مجسمہ تیار کردیا۔ لیکن اس اثنا میں خود بھی اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اس کی محنت کا سب سے بڑا صلہ جو سکندر نے دیا وہ یہ تھا کہ خود لائیس کو اس کے حوالہ کردیا۔ اسی طرح اس وقت جو شخص پھولوں کی تصویر کشی کا سب سے بڑا استاد گنا جاتا تھا' اسے اپنی صنعت میں کمال یوں حاصل ہوا تھا کہ وہ ایک پھول بیچنے والی لڑکی پر مفتون تھا' اور پھولوں سمیت اس کی تصویر کھینچا کرتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس طرح اس کو خاص پھولوں کی مصوری میں ماہرِ فن کا مرتبہ حاصل ہوگیا۔ پنڈار و سموینڈس جیسے مشاہیر شعراء علانیہ طوائفوں کی مدح و ثنا میں قصائد کہتے تھے' اور بڑے بڑے حکما و فلاسفہ زنانِ بازاری سے بالکل غیر مخفی راہ و رسم رکھتے تھے۔

ایسی حالت میں اگر اس وقت کی اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ و بلند نظر خواتین زنان بازاری کی صف میں شامل ہو جاتی تھیں تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے؟ پردہ میں رہ کر سوسائٹی میں نام و نمود حاصل کرنا ناممکن تھا۔ درحقیقت سارے اتھینا میں جو عورتیں آزاد کہی جاسکتی تھیں' وہ صرف اسی طبقہ کی ہوتی تھیں اور وہ خود اس آزادی سے یہ فائدہ اٹھاتی تھیں کہ اعلیٰ تعلیم و تربیت سے اپنی دلفریبیوں کی فہرست میں ایک اور عنوان کا اضافہ کرلیں۔ ان کے گرد ہر وقت مشاہیر شعرا' ماہرین فنونِ لطیفہ مورخین و فلاسفہ کا مجمع لگا رہتا

تھا۔ یہ ان کے علمی و ادبی مشاغل میں حصہ لیتی تھیں اور اکثر ان کا مکان ایک بہترین علمی صحبت کا مرکز ہوتا تھا۔ مشہور مدبر و خطیب پیریکلس کی معشوقہ حسن و جمال کے ساتھ علم و فضل میں بھی یگانۂ روزگار تھی۔ بلکہ روایت تو یہاں تک ہے کہ پیریکلس کو فن خطابت کی تعلیم ایسپیا نے دی تھی اور اس کے بہترین خطبات اسی کے املا کیے ہوئے ہوتے تھے۔ اہم معاملات میں یہ مشیر کا کام دیتی تھی۔ اور دیگر حکما سے قطع نظر کر کے خود سقراط اس کی مجلس میں شریک ہوتا تھا' اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ سقراط خود اپنی تعلیم کے لیے جس کا بہت زیادہ ممنون تھا وہ بھی ایک طوائف دیوتیما تھی۔ اور ایپکورس (بانی فرقہ لذتیہ) کے ممتاز ترین تلامذہ میں بھی ایک طوائف لیونٹیم کا نام نظر آتا ہے۔

اسباب بالا کے علاوہ ایک اور سبب قوی بھی اس وقت موجود تھا' جس کا ذکر کرتے ہوئے بھی ہم ہچکچاتے ہیں۔ لیکن تاریخ نگاری کے فرائض پر رسمی شرم و حیا کا جذبہ غالب نہیں آ سکتا۔ اور اس لیے ہمیں بادلِ ناخواستہ ذکر کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس سے ہماری مراد محبت خلاف وضع فطری سے ہے' جو مرد و مرد کے درمیان پائی جاتی تھی۔ اور اس کے مقابلہ میں زناکاری یقیناً بسا غنیمت تھی۔ اس بیہودگی کا پتہ ہومر و ہسیتیڈ کے صفحات میں نہیں چلتا' لیکن عام مردانہ ورزشوں کی کثرت نے جن میں مرد بالکل برہنہ ہو جاتے تھے' لوگوں کی طبیعت کو اس جانب مائل کر دیا' تا آنکہ کچھ روز میں یہ عادت خبیث یونانی تمدن کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی اور اس سے محترز رہنا ایک غیر معمولی زہد و اتقا کی دلیل سمجھا جاتا تھا۔ رفتہ رفتہ مذہبی عنصر کی اس میں بھی آمیزش ہوگئی۔ یعنی دیوتاؤں کے خدام۔ مردوں کی شکل میں دکھائے جانے لگے۔ اور بڑے بڑے صناع اپنی صناعیوں کا نمونہ انہیں کے مجسموں کی تعمیر میں ظاہر کرنے لگے۔ اصولاً اسے جواز کا مرتبہ کبھی حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ ہمیشہ یہ ناجائز ہی قرار دیا گیا۔ لیکن عملاً یہ عادت اس قدر عام تھی کہ ہمارا وہم و گمان بھی وہاں تک مشکل سے پہنچ سکتا ہے۔ حد یہ ہے کہ سب سے پہلے یونانیوں نے اپنے جن دو ہم وطنوں کے مجسمے بطور یادگار نصب کرائے وہ ہارموڈیس واستوجیشن وہ دو مرد تھے' جن کے درمیان یہی غیر فطری تعلق تھا۔ (زینو' بانی فرقہ رواقیہ زہد و اتقا' خشک مزاجی و تقشف کی تصویر تھا۔ اس کی بابت دیوجانس لیرتیس نہایت مسرت سے لکھتا ہے کہ "وہ اغلام سے برائے نام شوق رکھتا تھا۔" مشہور شاعر سوفکلس کو اس کا خصوصیت کے ساتھ شوق تھا۔)

ہر بڑی برائی کے مقابلہ میں چھوٹی برائی قابل ترجیح ہوتی ہے۔ اغلام کے مقابلہ میں زناکاری بدرجہا بہتر تھی' اسی سبب سے طوائفوں کا مرتبہ اتنا پست نہیں ہونے پایا جس کی وہ مستحق تھیں تاہم اس میں شبہ نہیں کہ اخلاقی نظر سے وہ انتہائی پستی و تذلل کے غار میں دھنسی ہوئی تھیں اور ان میں شاذ و نادر ایسی نکلتی تھیں جنہیں ہم خانگیوں کے درجہ میں بھی رکھ سکیں۔ بیوفائی' حرصِ زر' شہوت پرستی وغیرہ جو اوصاف اس طبقہ کی عورتوں میں عموماً ہوتے ہیں وہی ان میں بھی تھے۔ گو یہ ضرور ہے کہ اس کلیہ میں متعدد مستثنیات بھی تھے۔ مثلاً ہارموڈیس کی آشنا لینا اس قدر باوفا تھی کہ پولیس کی سختیوں سے مر گئی۔ مگر اپنے آشنا کے جرائم کا کسی طرح افشا نہ کیا۔ اس کی یادگار میں یونانیوں نے ایک شیرنی کا مجسمہ نصب کرایا' جس

خصوصیت کے ساتھ آلودہ نظر آتا تھا۔ مذہبی ضیافتیں جن کا مقصد عیسائیوں میں باہم اخوت پیدا کرنا تھا۔ اب بادہ نوشی و بدچلنی کی تماشہ گاہ رہ گئیں تھیں اور کن مشکلوں سے جاکر ساتویں صدی میں بند ہوئیں۔ شہدا' کی یاد و تذکرہ کے بجائے وہاں میلے لگنے لگے اور شہوت رانی و بدچلنی کو گویا ایک مرکز ہاتھ آ گیا۔ یہاں تک کہ بالآخر اسی علت میں انہیں بند کردینا پڑا۔ ازدواج کے بارہ میں پادری تو شروع ہی سے اس کی مخالف رائے پر عمل کرتے تھے۔ یعنی مجرد رہا کرتے تھے۔ لیکن اس تجرد کے پردہ میں ناجائز تعلقات کا وجود بھی سینٹ ساپیرین ہی کے زمانہ سے تھا جو قسطنطین کے بعد سے بہت ترقی پکڑ گیا اور پادریوں پر بدچلنی کا الزام علانیہ لگایا جانے لگا۔ اکثر یہ ہوتا کہ بن بیاہیاں اور پادری تنہا ایک مکان میں رہتے۔ بلکہ ساتھ نہاتے' بلکہ ایک ہی بستر پر ساتھ سوتے اور یہ دعویٰ کرتے رہتے کہ ہم نے اس قدر ضبط نفس حاصل کرلیا ہے کہ باوجود اس قدر اختلاط کے کبھی جذبۂ جنسی کو تحریک نہیں ہوتی۔ امیر بیواؤں کے گرد پادریوں کا ایک ہجوم رہا کرتا جو ہر وقت ان کی خوشامد میں مشغول رہتے تاکہ انہیں خوش کرکے ان کے ترکہ پر قبضہ کریں یا نذر کے نام سے کچھ حاصل کریں۔ یہ مرض اس قدر متعدی ہوا کہ بالآخر ولینٹینیس کو قانوناً اس کی ممانعت کرنا پڑی کہ کوئی پادری کسی غیر کی جائداد کا وارث نہ بن سکے اور سینٹ جروم افسوس کے ساتھ اعتراف کرتا ہے کہ اس قانون کی سخت ضرورت تھی۔ بہت سے لوگ اس لیے گرجا کے خدام بننے لگے کہ ملکی ذمہ داریوں سے بچنا چاہتے تھے اور بہت سے افراد راہبوں کے حلقہ میں ایسے شامل تھے جو محض اس لیے کہ ہاتھ پیر ہلا کر روٹی کھانا نہ پڑے' خانقاہ میں جاکر راہب بن گئے تھے۔ صدہا سپاہی جنگی خدمت سے جی چرا چرا کر اسی طرح راہبوں میں شامل ہوگئے تھے۔ اونچے طبقہ کی عورتوں کو کسی نیچے طبقہ کے شخص سے آشنائی پیدا کرنے کا سب سے آسان ذریعہ یہ معلوم تھا کہ خانقاہ نشین ہو جاتیں۔ فلسطین جو زائرین کا مرجع عام تھا۔ سینٹ گریگوری کے زمانہ میں شہوت رانی کا چکلہ ہوکر رہ گیا تھا اور یہ حالت چند روزہ نہ تھی' بلکہ صدیوں تک قائم رہی۔ چنانچہ آٹھویں صدی میں سینٹ بونیفیس اپنے ایک خط میں آرچ بشپ آف کنٹربری کو تحریر کرتا ہے کہ ''خدا کے واسطے اپنے وطن کی عورتوں کو شوق زیارت سے روکیے۔'' کیونکہ لندن سے روم تک یورپ کا کوئی بڑا شہر ایسا نہ تھا جس میں انگریزی خواتین علانیہ طوائفوں کا پیشہ اختیار کیے نہ ہوں۔ اس زمانہ کے پادریوں کے کھانے پینے اور طرز معاشرت کو دیکھیئے تو (بقول سینٹ جروم) معلوم ہوگا کہ بڑے بڑے امراء دولت ان کے آگے ماند ہیں اور حکومت و اقتدار حاصل کرنے کے لیے تو وہ اور ان کے پیرو جو جوڑ توڑ کرتے تھے ان کی شہادت گرجا کی تاریخ کے ہر صفحہ پر ثبت ہے۔

یہ حال تو مذہبی دنیا کا تھا۔ دنیاداروں کی عام دنیا کی اس وقت سب سے زیادہ نمایاں خصوصیت طفل مزاجی تھی۔ اخلاقی قوت یوں خواہ اس وقت مشرکوں کے زمانہ سے زائد ہو مگر جو کچھ تھی سب صحرا کی طرف منتقل ہوگئی تھی اور اس لیے دنیا پر اس کا کوئی خاص اثر نہیں باقی رہا تھا۔ اس زمانہ میں لوگوں میں جو طفلانہ خرابی پھیل گئی تھی' اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ مذہبی' سیاسی' علمی مناقشے سب دب گئے تھے۔ اور ان کی جگہ جس چیز پر روز بلوہ و فساد' بلکہ کشت و خون اور بغاوت تک کی نوبت پہنچ جاتی

تھی، وہ یہ تھی کہ گاڑیوں کی دوڑ میں کس فریق کی فتح ہوگی اور کس کی شکست؟ جرأت و دلیری اور وطن پرستی کا نام ونشان بھی نہیں رہ گیا تھا اور خلقت میں رکاکت و پستی حد درجہ سرایت کر گئی تھی۔ دربار کی عیش پرستیاں ارکانِ دربار کی غلام طینتی اور ملبوسات و زیورات کی تزئین و آرائش اپنے شباب پر تھیں۔ دنیا اس وقت انتہائی رہبانیت اور انتہائی بدکاری کے تھپیڑوں کے درمیان جھونکے کھا رہی تھی بلکہ بعض شہر جن میں سب سے زیادہ کثیر التعداد زہاد و راہبین پیدا ہوئے تھے، وہ وہی تھے جن میں عیش پرستی و بدچلنی کی سب سے زیادہ گرم بازاری تھی۔ غرض بدکاری اور توہم پرستی کا ایسا اجتماع ہوگیا تھا جو انسان کی شرافت وعظمت کا قطعی دشمن ہے۔ رائے جمہور اس قدر ضعیف ہوگئی تھی کہ لوگوں کو بدنامی و رسوائی کا مطلق خوف نہیں باقی رہا تھا البتہ ضمیر کو مذہب کا دھڑکا ہوسکتا تھا۔ لیکن اسے بھی اس اعتقاد نے مٹا دیا تھا کہ دعاؤں وغیرہ کے ذریعے سے سارے گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔ مکاری، دغابازی، دروغ گوئی کی وہ گرم بازاری تھی جو قیاصرہ کے زمانہ میں بھی نہ تھی۔ البتہ ظلم، تشدد، شقاوت و بے حیائی اتنی نہ تھی۔ لیکن اس کے ساتھ حریتِ فکری، آزاد خیالی و جوشِ قومیت میں بھی کمی تھی۔

معاشرتی زندگی میں ایک عجیب بدنظمی وطوائف الملوکی بھی جاری تھی۔ ظلم و جبر، مکر وفریب آوارگی و اوباشی کی وہ گرم بازاری تھی کہ آدمی ان کی داستانیں پڑھتے پڑھتے اکتا جاتا ہے۔ ملکہ فریڈیگونڈ و ملکہ برونہاٹ کا نمبر اپنی خون آشامیوں اور ہوسناکیوں کے لحاظ سے ایک سے ایک بڑھا ہوا تھا۔ اور خیر یہ دونوں تو ملکہ تھیں، ہر طبقہ نے فسق و فجور و سیاہ کاری کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا۔ ایک پادری کا ذکر ہے کہ وہ اکثر اس قدر مخمور ہو جاتے تھے کہ اپنے پیروں پر کھڑے نہیں ہوسکتے تھے۔ ایک دوسرے پادری کا ٹیلس کی بابت روایت ہے کہ وہ شراب پی کر اس قدر بدمست ہو جاتا تھا کہ چار آدمی اسے پکڑ کر میز پر سے اٹھا لے جاتے تھے۔ اسی پادری نے ایک بار اپنے کسی ماتحت کی جائیداد پر دست برد کرنا چاہی اور جب اس کی طرف سے مزاحمت ہوئی تو اسے زندہ دفن کرا دیا۔ مگر وہ اتفاق سے زندہ بچ آیا۔ اور جب اس نے اس جرم کو طشت از بام کیا تو پادری کو تنبیہ کر دینا کافی خیال کیا گیا۔ بڑے سے بڑے ظالم و سیاہ کار تاجداروں کے مصاحبین و حوارئین خاص یہی پادری ہوتے تھے۔ ملکہ فریڈی گونڈ کے خاص راز دار یہی پادری تھے جن کے ذریعہ سے وہ ہر طرح کی سفاکیوں کا ارتکاب کرتی تھی۔ خود مشہور پاپائے اعظم سینٹ گریگوری ہر وقت ملکہ برونہاٹ کی خوشامد میں لگے رہتے تھے۔ شاہ گونڈی بالڈ نے جب اپنے تینوں بھائیوں کو قتل کر ڈالا تو پادری سینٹ آوٹیس نے اس پر ملامت کرنا تو بہت دور الٹا نہایت تحسین کی کہ اپنے حریفوں کا خطرہ مٹا کر اس نے اپنی رعایا کی آسائش کی جڑ مضبوط کر دی۔ پادریوں کا عہدہ اکثر انہی لوگوں کو ملتا تھا جو حرص و ہوا و عیش پرستی میں خاص شہرت رکھتے ہوتے تھے اور مذہبی مجالس عموماً مے نوشی کے مناظر ہوتے تھے۔ یہ لوگ ایک عرصہ سے مسلح رہنے لگے تھے بلکہ سینٹ گریگوری چھٹی صدی کے دو پادریوں کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے اپنے بہت سے دشمنوں کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کیا تھا۔ غرض اس زمانہ کی تاریخ کے جس کسی صفحہ کو ہم کھولتے ہیں ہر جگہ ظلم و شقاوت، سفاکی و توحش، بدچلنی و شہوت پرستی

کے مناظر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مخالفوں کے ہاتھ پیر یا ناک کان کاٹ ڈالنا ایک معمولی بات تھی اور ہر بادشاہ کے لیے اپنے اعزہ کو قتل کرنا تو گویا لازمی تھا۔ ایک بادشاہ نے اپنے باغی بیٹے' اپنی بہو' اپنی پوتیوں کو اپنے سامنے زندہ جلوا دیا۔ ایک ملکہ نے اپنی بیٹی کو دریا میں غرق کردیا اس ڈر سے کہ کہیں اس کے سوتیلے باپ کی طبیعت نہ اس پر آجائے۔ ایک پادری صاحب ایک مرتبہ کسی معمولی آدمی کے گھر میں گھس آئے اور اس کو اس کے مکان سے باہر نکال دیا تاکہ اس کی حسین بیوی کے ساتھ زنا کرسکیں۔ وہ اس میں مشغول تھے کہ شوہر واپس آیا اور عین حالتِ اختلاط میں زانی و زانیہ دونوں کو قتل کرڈالا۔ ایک شہزادہ صاحب کا یہ مشغلہ تفریح تھا کہ اپنے غلاموں کو آگ سے جلواتے رہتے تھے اور دو غلاموں کو اس جرم میں زندہ دفن کردیا کہ انہوں نے بغیر اجازت اپنی شادیاں کرلی تھیں۔ اس طرح کے واقعات اس زمانہ کی تاریخ کے ہر صفحہ میں نظر آتے ہیں۔ ملکہ برونہاٹ جب اپنے طویل عہد حکومت کے بعد اپنے حریف کلوٹیر کے ہاتھ میں گرفتار ہوگئی تو اسے یہ سزا ملی کہ متواتر تین دن تک انواع و اقسام کے شدائد و آلام میں مبتلا کرکے اونٹ کے اوپر بٹھا کر سارے شہر میں پھرائی گئی اور اس کے بعد ایک شریر گھوڑے کی دم میں باندھ کر اسے تیز دوڑا دیا گیا' جس سے ضعیف العمر ملکہ کی لاش کے پرخچے اڑ گئے۔

چوہدری غلام جیلانی بی۔اے

تصویرِ مغرب

عیسائیوں کے نزدیک پوپ کی ہستی بعد از خدا بزرگ ہے۔ وہ انہیں خدا کا نمائندہ اور حضرت مسیح علیہ السلام کا جانشین جانتے ہیں۔ ان کے عقائد کے مطابق ہر زمانے میں خدا کے کلام کی تعبیر پوپ کے ہاتھ میں ہے۔ پوپ جہاں رہتے ہیں وہ علاقہ شہر روم کا حصہ اور ویٹی کن کہلاتا ہے۔ انگریزی میں ریاست در ریاست کی جو اصطلاح معروف ہے' اس کا صحیح مفہوم ویٹی کن کو دیکھ کر سمجھ میں آتا ہے۔ ویٹی کن کا اپنا نظام ہے۔ اس کا کل رقبہ 42 ایکڑ کے قریب ہے۔ اس کی اپنی پولیس' اپنی انتظامیہ' اپنی عدلیہ' اپنی ریلوے اور اپنا ریڈیو سٹیشن ہے۔ وہ ایک خود مختار ریاست ہے اور ضرورت کے مطابق جہاں چاہے اپنے سفیر مقرر کرتی ہے۔ دوسری ریاستوں کے سربراہ ویٹی کن آتے ہیں تو ان کا استقبال ان کے شایانِ شان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب پوپ کسی ملک کے دورے پر جاتے ہیں تو ان کا استقبال بھی ایک خود مختار ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ 1981ء میں پاکستان کے دورے پر جب وہ تشریف لائے تو ان کو اکیس توپوں کی سلامی دی گئی جو ایک سربراہِ مملکت کے لیے مخصوص ہے۔

نیوز ویک امریکہ کا مشہور و معروف جریدہ ہے' اس کے مالک لادین ہوں تو ہوں لیکن اس کے عملے کی اکثریت عیسائی ہے اور کاروباری نقطۂ نظر سے بھی ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا کے عیسائیوں کی دلداری کریں' جن کی اکثریت ان کی خریدار ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ پوپ کے دورۂ فلپائن کی رپورٹنگ میں انہوں نے دلآزاری کی کوئی ارادی کوشش کی ہو' البتہ واقعاتی رپورٹنگ فنِ صحافت کا بنیادی فرض ہے۔ چنانچہ پوپ کے دورے کی واقعاتی رپورٹ سے پہلے چند مناظر کی قلمی تصویریں اس میں دی گئیں۔ پہلے فلپائن کے کیتھولک پیشوا کی ایک تصویر:

''کارڈینل جیم سن فلپائن کے رومن کیتھولک چرچ کے سربراہ سفید براق لبادے میں ملبوس ہیں جس کے کناروں پر سرخ بانات کی گوٹ ہے۔ منیلا کے مضافات میں واقع اپنی محل نما قیام گاہ کے خوبصورت لان میں کھڑے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی طلائی صلیب سے کھیل رہے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ چرچ عوام کا ضمیر ہے۔ چرچ کو اس وقت بولنا چاہیے جب کوئی بول نہ سکتا ہو۔ لیکن ایک مقام سے

آگے چرچ بھی نہیں بڑھ سکتا' اور وہ تشدد ہے۔ چرچ تشدد کی کبھی حمایت نہیں کرسکتا۔''

ایک طرف یہ منظر کہ سربراہِ چرچ اپنے عظیم الشان محل میں سونے کی صلیب سے کھیل رہا ہے۔ دوسری طرف چرچ کے اس نظام کی ایک بنیادی کڑی ملاحظہ ہو جس پر یہ قائم ہے:

''نوران کے بے آب و گیاہ پہاڑی سلسلے کے شمال میں ایک دیہاتی پادری کیمپ کے آگے جلائی گئی آگ کے پاس کھڑا ہے۔ یہ پادری فوجی وردی میں ملبوس برہنہ پا ہے' اس کے کندھے سے رائفل لٹک رہی ہے۔ جلتی ہوئی لکڑیاں بتدریج ٹھنڈی ہونے لگیں' پادری نے انگاروں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ پادری بننے کا مطلب عوام کی خدمت ہے۔ اس وقت خدمت کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ ایک طویل مسلح جدوجہد میں استقامت کے ساتھ شامل ہوا جائے۔''

یہ پادری غربت اور تشدد دونوں کا نمائندہ ہے۔ مسیح کا نمائندہ کارڈینل جیم سن بھی ہے اور یہ دیہاتی پادری بھی۔ یہ پادری فلپائن کے موجودہ سربراہ مارکوس کے آمرانہ نظام کے خلاف برسرِ پیکار ہے۔ جبکہ اس کا اسقف اسے حکومت کے خلاف جدوجہد سے روک رہا ہے۔

اب تیسرا منظر ملاحظہ ہو۔ یہ فلپائن کے ایک عام کیتھولک عیسائی کی حالت ہے۔

''وسطی منیلا کے علاقے ٹونڈو کی کچی بستی میں ایک عورت اپنی جھونپڑی کی دیوار سے سر لگائے سسکیاں بھر رہی ہے۔ جھونپڑیوں کی بستی کلکتہ کی نوبل انعام یافتہ مدر ٹریسا کی بنا کردہ ہے۔ ایک لکڑی کے تخت پر اس عورت کی چار سالہ ہڈیوں کی ڈھانچہ لڑکی پڑی ہے۔ ایک بھارتی راہبہ اس کے اوپر جھکی اسے دیکھ رہی ہے۔ پھر وہ سر اٹھا کر کہتی ہے' لڑکی کو نمونیا ہے۔ یہاں کی بنیادی بیماری قلت خوراک اور آنتوں کے کیڑے ہیں۔''

فلپائن سے چلتے ہوئے پوپ جاپان پہنچتے ہیں۔ جاپان کے کیتھولک عیسائی انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن جاپانی عیسائیوں ہی کی ایک پارٹی پیٹریاٹ نامی نے ان کی آمد پر ایک احتجاجی مظاہرہ کیا۔ اور ان کے لیے بنائے گئے مقامِ عبادت کے عین سامنے اپنے لاؤڈ سپیکر نصب کر دیئے جن سے یہ اعلان مسلسل ہوتا تھا کہ پوپ عیاشی کی زندگی ترک کر دیں۔ پیٹریاٹ پارٹی کے احتجاجی مظاہرہ کی تصویر بھی پریس میں شائع ہوئی ہے۔ اس تصویر میں جاپانی سپاہی ان لاؤڈ سپیکروں کے منہ میں کپڑے ٹھونستے دکھائی دے رہے ہیں جو پوپ کی اجتماع گاہ کے مقابل میں لگائے گئے تھے' لیکن پولیس نے احتجاج کرنے والوں سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ گویا مظاہرے کرنے کی اجازت تو تھی لیکن احتجاج کے مہمانِ گرامی قدر تک پہنچانے کی اجازت نہیں تھی۔

ہمارے عزیز دوست حافظ ادریس صاحب نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان رمضان گذارنے کے لیے کینیا تشریف لے گئے تو انہوں نے وہاں سے اخبار کا ایک تراشہ بھیجا جس میں خبر تھی کہ ایک پادری صاحب ڈاکہ ڈالتے پکڑے گئے۔ پادری صاحب نے اپنے ساتھیوں کے تعاون سے 2 اور 3 مئی کی راتوں کو 9 گھروں میں نقب زنی کی۔ ایک اور پادری صاحب کو عدالت سے سزائے قید

دی گئی کہ انہوں نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ دونوں پادری سابق پادری نہیں بلکہ برسرِ کار پادری ہیں' لیکن ڈاکے بھی ڈالتے ہیں' جھوٹی گواہیاں بھی دیتے ہیں اور عبادت میں گنہگاروں کی امامت بھی کرتے ہیں۔

حافظ صاحب کو اس خبر سے شاید صدمہ پہنچا کہ عیسائی مذہب اب اس زوال کو پہنچ گیا ہے۔ لیکن یہ جرائم تو کچھ باعثِ تعجب نہیں ہیں کیونکہ عیسائی مذہب کے پیشوا اب ان جرائم سے کہیں آگے نکل گئے ہیں۔ چند ماہ ہوئے یہ خبر آئی تھی کہ ایک پادری صاحب ہم جنسیت کے عادی ہیں۔ ان پر جب اعتراض کیا گیا تو انہوں نے دھڑلے کے ساتھ کہا کہ یہ کوئی جرم نہیں۔ پادری کی نجی زندگی میں جھانکنے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔ اسی طرح ایک اور پادری صاحب نے دو مردوں کا آپس میں نکاح پڑھایا۔ انہوں نے کہا۔ میں اس معاملے میں پہل کر رہا ہوں۔ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہر پادری کو یہ فریضہ انجام دینا ہوگا۔

بلاشبہ اخلاقی زوال ہر شعبۂ زندگی میں داخل ہو چکا ہے۔ لیکن افسوسناک صورتحال ان شعبوں کی ہے جن کا منصب قومی قیادت ہے۔ ایک مذہبی پیشوا قوم کا رہنما ہوتا ہے۔ امریکی مذہبی واعظوں نے قوم کی نفسیات کا جس طرح سے استحصال کیا ہے اس سے اہلِ امریکہ کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔

زمانے کی ترقی کے ساتھ مذہبی وعظ و نصیحت میں بھی ندرت آئی۔ جب ٹی وی رائج ہوا تو بعض پادریوں نے وقت خرید کر ٹی وی پر وعظ کہنا شروع کر دیا۔ ان واعظین میں دو چار نے تو اتنی شہرت پائی کہ ان کو کروڑوں روپے کی آمدنی ہونے لگی۔ ایک پادری صاحب نے اپنا الگ سٹوڈیو بنایا جس کو گرجا گھر کی شکل دی اور اپنے پروگرام وہیں سے نشر کرواتے۔ وہ اپنے ناظرین کو پکار کر کہتے کہ خدا ہم سے راضی نہیں ہوگا جب تک ہم 55 لاکھ ڈالر جمع نہ کر لیں۔ ان 55 لاکھ ڈالروں سے نادار افراد کی اعانت اور مفلسوں کا علاج کیا جائے گا۔ لوگ ان کے طرزِ خطابت سے اتنے متاثر تھے کہ ان کی اپیل پر چندہ دھڑا دھڑ آنا شروع ہوگیا' اور وہ کروڑپتی بن گئے۔ ان واعظین کی حقیقت ایک واقعہ سے کھلی۔

ایک مشہور واعظ باکر صاحب کے بارے میں انکشاف ہوا کہ ان کی ایک داشتہ بھی ہے۔ اور ان کا گھر محل نما ہے' ان کی موٹر امریکہ کی گراں ترین موٹروں میں سے ہے۔ اس انکشاف کے معاً بعد ان واعظین پر ہر جانب سے بوچھاڑ ہونے لگی اور حکومت سے مطالبہ کیا جانے لگا کہ ان کے حسابات کی پڑتال کی جائے۔ ایک صاحب نے ایک واعظ پر 50 لاکھ ڈالر کا دعویٰ کر دیا۔ انہوں نے اپنے دعوے میں لکھا کہ وہ اس واعظ کے بڑے عقیدت مند تھے لیکن ان کے بارے میں گھناؤنے انکشافات نے مجھے سخت ذہنی صدمہ پہنچایا ہے اس لیے مجھے کم از کم 50 لاکھ ڈالر ہرجانہ ان سے دلوایا جائے۔

ایک امریکی جریدے نے ان کے مواعظ کے چند نمونے پیش کیے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واعظ کتنے چرب زبان ہیں۔ ایک واعظ نے وعظ کرتے ہوئے کہا۔

"اے ناظرین! تمہارا خدا تم سے پیسہ مانگتا ہے۔ اگر تمہیں خوشحال زندگی مطلوب ہے تو اللہ کو پیسہ دو۔ یہ پیسہ بیج کا کام دے گا۔ اس سے کونپلیں پھوٹیں گی اور اللہ تمہیں اس کا بونس عطا فرمائے گا۔"

مغرب اپنے آپ کو کتنا ہی ترقی پسند کہے' اس کی ضعیف الاعتقادی باقی ہے۔ اس اپیل پر لوگوں نے دھڑا دھڑ چندہ بھیجا۔ واعظین کے بارے میں ایک رپورٹ میں خصوصیت سے بتایا گیا کہ ان کی تمام تر اپیل آخرت کے لیے نہیں بلکہ موجودہ زندگی کی خوشحالی کے لیے ہوتی ہے۔ گویا مغرب نے مذہب کو بھی دنیادار بنا دیا۔

ویٹی کن پوپ یعنی اسقف اعظم کلیسا کا مسکن ہے۔ یہ مقدس شہر ہے' کروڑ ہا کیتھولک عیسائیوں کا مرکز عقیدت ہے۔ یہاں کے بارے میں ایک خبر نے دنیا دار دنیا کو بھی چونکا دیا۔ خبر حسب ذیل تھی:

پوپ کے بنک میں غبن۔ ایک ارب ڈالر کا فراڈ۔

یہ سرخی ہماری نہیں بلکہ اطالوی اخبارات کی ہے۔ اب کوئی کیا کہے' جن کے ذریعے خطائیں معاف کرائی جاتی ہیں جب وہی خطا کار نکلیں تو کوئی کس کا دامن تھامے؟

ایک اور پادری صاحب کا قصہ ہے کہ وہ دعویٰ کرتے تھے کہ حضرت مسیح کی مانند ان کی بھی کوئی دنیوی جائیداد نہیں ہے۔ ان کی موت کے بعد انکشاف ہوا کہ ان کا ایک گھر پانچ لاکھ ڈالر کا تھا۔ اور بنک بیلنس دس لاکھ ڈالر تھا۔ ان پادریوں کے پاس یہ روپیہ کہاں سے آیا؟ آپ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے یہ روپیہ دھوکے سے حاصل کیا۔

ایک کتاب ''رالف ڈیوڈ ایبرناتھی'' کی ہے۔ اس کا عنوان ہے:

And the Walls Came Tumbling Down ''اور دیواریں کھڑکھڑاتی ہوئی نیچے آرہیں''۔ یہ ایک خودنوشت سوانح ہے۔ ایبرناتھی امریکہ کی الباما ریاست کا پادری اور امریکہ کے سیاہ فاموں کی شہری حقوق کی تحریک (سول رائٹس موومنٹ) کے سربراہ مارٹن لوتھر کنگ کا نائب اور رفیق قدیم تھا۔ اس کتاب کا تبصرہ نگار کہتا ہے: ''یہ خودنوشت بڑی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ لیکن اس کے تین صفحے ایسے ہیں جیسے بلی کبوتروں کے دڑبے میں چھوڑ دی جائے۔'' ایبرناتھی نے ان صفحات میں عظیم سیاہ فام لیڈر کے بارے میں ایسا انکشاف کیا ہے کہ امریکہ کے بہت سے سیاہ فام چونک اٹھے۔

ایبرناتھی آغاز کرتا ہے: ''جس صبح کو مارٹن لوتھر کنگ قتل کیا گیا''

مارٹن لوتھر کنگ ایک عظیم سیاہ فام لیڈر اور ایک عظیم مقرر تھا۔ وہ پیشے کے لحاظ سے پادری تھا۔ وہ ایک دورے پر گیا ہوا تھا جب اسے ایک سفید فام نے قتل کر دیا۔ مارٹن لوتھر کنگ ہوٹل کے جس کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا' قاتل نے اس کے عین بالمقابل کمرہ لیا۔ صبح ناشتے کے بعد کنگ اپنے کمرے کی بالکونی میں آکر کھڑا ہوگیا۔ قاتل نے جو پوری رات بندوق لیے اس کے انتظار میں کھڑا رہا تھا' نشست باندھ کر اس پر فائر کر دیا اور کنگ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ ایبرناتھی کہتا ہے:

''جس صبح کو مارٹن لوتھر کنگ قتل ہوا تھا' اس سے پہلی رات کو وہ تین عورتوں کے پاس گیا۔ دو عورتیں نوجوان تھیں۔ اور تیسری جو اس کی تلاش میں صبح کے قریب اس کے کمرے میں پہنچی تھی۔ اس

عورت کو خیال ہوا کہ کنگ میرے (ایبرناتھی کے) کمرے میں ہوگا۔ لیکن وہ اپنے کمرے میں تھا۔ کنگ نے اس کو دیکھتے ہی اسے بھی دبوچ لیا۔"

یہ خودنوشت سوانح مارکیٹ میں پہنچی تو جس جس نے بھی کتاب کا یہ حصہ دیکھا وہ چونک اٹھا۔ مارٹن لوتھر کنگ سیاہ فام امریکیوں کا ایسا ہی لیڈر تھا جیسے ہندوؤں کے گاندھی اور نہرو۔ ایبرناتھی کے پاس احتجاجی خطوط اور کالوں کا تانتا بندھ گیا۔ ایبرناتھی خوب جانتا تھا کہ اس نے بھڑوں کے چھتے پر پتھر دے مارا ہے۔ وہ سیاہ فاموں کے حقوق کی تحریک میں خود بھی شامل رہا تھا۔ جب لے دے شدید تر ہوئی تو اس نے ایک بیان جاری کیا جس میں کہا:

> "مارٹن لوتھر کنگ میرا عزیز ترین دوست اور رفیق تھا' جن لوگوں کو کنگ کے بارے میں اس انکشاف سے تکلیف پہنچی ہے میں ان کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ کنگ ان سے کہیں زیادہ میرا محبوب تھا۔ لیکن میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا مجھے حقیقت کی پردہ پوشی کرنی چاہیے تھی' کیا میرے نہ بولنے سے حقیقت کالعدم ہو جاتی؟"

یہ حقیقت ہے کہ مارٹن لوتھر کنگ عورتوں کا شائق تھا۔ (لیکن وہ صرف سیاہ فام عورتوں سے تعلق رکھنا پسند کرتا تھا) اس حقیقت کا علم سابق صدر جان کینیڈی کو بھی ہوگیا۔ مغرب کے نزدیک عورتوں کے ذائقے چکھنا کوئی عیب نہیں ہے۔ لیکن غور طلب ہے کہ مغرب کی ابلیسی تہذیب میں غرق ہونے کے باوجود اخلاقی بے راہ روی اہلِ مغرب کو اب بھی کھٹکتی ہے۔ وہ خود چاہے جیسی بھی ناپاک زندگی بسر کرتے ہوں' ان کی پسند اب بھی پاکیزہ زندگی ہے۔

اب ایک اور کتاب کی روداد سنئے:

یہ کتاب برطانیہ کی ہل یونیورسٹی کے ایک ہندوستانی پروفیسر بھیکو پاریکھ کی ہے۔ کتاب کا نام Colonialism, Tradition and Reform ہے۔

اس کتاب کے ایک باب کا عنوان ہے "جنس' توانائی اور سیاست"۔ پروفیسر پاریکھ نے اس باب میں سیاست اور ضبطِ نفس پر گفتگو کرتے ہوئے مہاتما گاندھی کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ:

> "مہاتما گاندھی اپنے نفس کی قوتِ ضبط کو آزمانے کے لیے شب کو عورتوں کو اپنے ساتھ سُلاتے تھے۔ ان کے ساتھ سونے والی عورتوں میں ان کی دو جوان بھتیجیاں بھی ہوتی تھیں۔"

یہ کتاب چھپ کر جونہی برطانیہ میں مقیم ہندوؤں تک پہنچی تو وہ اس پر اسی طرح غضب ناک ہوگئے جس طرح مسلمان شیطان رشدی کی کتاب پر ہوئے۔ پروفیسر پاریکھ کو ٹیلی فون آنے لگے کہ کتاب واپس لے لو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا۔

پروفیسر پاریکھ نے جواب میں ایک بیان میں کہا:

''گاندھی جی کے بارے میں یہ بات میں نے من سے گھڑ کر نہیں لکھی بلکہ یہ وہ بات ہے جو گاندھی جی کے ساتھ کام کرنے والے ان کے ایک پرانے رفیق نرمل کمار بوس نے اپنی کتاب My Days with Gandhi میں لکھی ہے۔

نرمل کمار بوس کون ہے۔ اب وہ سن لیجیے:

نرمل کمار بوس گاندھی جی کا سیکرٹری تھا جو گاندھی جی کی انہی حرکتوں کو دیکھ کر ان سے بددِل ہو کر الگ ہو گیا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ نرمل کمار بوس گاندھی جی سے تنہا الگ نہیں ہوا تھا' اس کے ساتھ اور بھی بہت سے کارکن گاندھی جی کا آشرم چھوڑ گئے تھے۔ لیکن گاندھی جی کا اتنا زبردست اثر تھا کہ نرمل کمار بوس گاندھی جی کی زندگی میں ان کے بارے میں اپنی زبان کھولنے کی جرأت نہ کر سکا۔ کھولتا تو زندہ نہ بچ سکتا تھا۔ گاندھی جی کے ساتھ اپنے ایامِ زندگی کی رُوداد اس نے ان کی موت کے بعد لکھی۔ یہ کتاب 1953ء میں کلکتے سے شائع ہوئی۔ لیکن جلد ہی یہ کتاب گاندھی جی کے عقیدت مندوں نے غائب کر دی اور آج اس کتاب کا شاید ہی کوئی نسخہ مل سکتا ہو۔ ناشر کو بھی اس کتاب کے دوبارہ شائع کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

پروفیسر پاریکھ نے تنقید پر دسیوں مرتبہ معذرت کی اور یہ یقین دلانے کی کوشش کی کہ اس حوالے سے اس کا مقصد گاندھی جی کے ضبطِ نفس کی طاقت کو بیان کرنا تھا' ان کی ذات پر کیچڑ اچھالنا نہ تھا۔ لیکن پروفیسر پاریکھ کو دھمکی کے جو خطوط آئے اور ان میں جو کہا گیا تھا وہ نموتاً ملاحظہ ہو۔

''کیا تم نے مہاتما جی کو الزبتھ ٹیلر سمجھا تھا؟...... تم نے ہمارے باپو کی توہین کی ہے۔ اب سزا بھگتنے کے لیے تیار رہو۔''

نرمل کمار بوس کی کتاب کے چند حصے ہمیں 1970ء میں ایک کتاب کے ذریعے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ یہ کتاب پینگوئن کی شائع کردہ ''دی کرائسس آف انڈیا'' تھی۔ اس کا مصنف ایک نوجوان صحافی رونالڈ سیگل تھا۔ نرمل کمار بوس گاندھی جی کے ساتھ 47-1946ء کے زمانہ میں بطور سیکرٹری کام کرتا رہا تھا۔ بوس لکھتا ہے:

''جب مجھے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ گاندھی جی اپنے ضبطِ نفس کو آزمانے کے لیے عورتوں کے ساتھ برہنہ لیٹتے ہیں تو مجھے جھٹکا سا لگا۔ ان کی پوتی مانو بھی ان عورتوں میں شامل تھی جن کے ساتھ وہ تجربہ کرتے تھے۔ گاندھی جی عورتوں کو نہ صرف اپنے ساتھ لٹاتے تھے بلکہ انہیں چادر میں اپنے ساتھ لپیٹ لیا کرتے تھے...... یہ کام کم از کم میں نہیں کر سکتا۔ عورت تجربے کی چیز نہیں' اس کا احترام ہونا چاہیے۔ کیا جو آدمی گاندھی جی جیسا ضبطِ نفس نہ رکھتا ہو' وہ بھی ایسا تجربہ کر سکتا ہے؟ کیا جس عورت کے ساتھ یہ تجربہ کیا جائے اس کو نفسیاتی جھٹکا نہیں لگتا ہے؟''

بوس نے لکھا کہ ''گاندھی جی کے ساتھ لیٹنے والی بعض عورتوں کو ہسٹریا (اختناق الرحم) ہوگیا۔'' بوس نے گاندھی جی سے اس کا ذکر کیا تو گاندھی جی نے کہا۔''ان کو پہلے ہی سے ہسٹریا تھا۔ میری وجہ سے نہیں ہوا۔ میں تو یہ تجربہ اپنے دھرم کا حصہ سمجھ کر کرتا ہوں۔''

اسلام سے باہر کی پاکدامنی آپ نے ملاحظہ کرلی؟ اب اس حدیث کا مفہوم آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ راقم الحروف نے حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی یہ تقریر خود سنی جس میں انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی مستند سوانح حیات سے یہ واقعہ سنایا کہ اس کے گھر کی ملازمہ (بھانو) مرزا صاحب کی ٹانگیں دبا رہی تھی۔ مرزا صاحب نے کہا بھانو تم ٹانگیں دبا رہی ہو کہ نہیں؟ اس نے کہا۔ جی میں دبا رہی ہوں۔ سردی کے دن تھے لحاف اٹھایا تو دیکھا تو بھانو چارپائی کا بازو دبا رہی تھی۔

شاہ صاحب نے واقعہ سنانے کے بعد کہا۔ نبوت کے جھوٹے دعویدار کا حال سن لیا۔ غیر عورتوں سے ٹانگیں دبواتا ہے۔ اب میں آپ کو سچے نبی کے ایک ادنیٰ امتی کا حال بیان کرتا ہوں:

میرے مرشد حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری نے خود بیان فرمایا کہ ''میں نے عمر بھر کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ صرف ایک مرتبہ ایک عورت کی آواز سن کر اس کی طرف دیکھا تھا...... وہ میری بہن تھیں۔''

مذہب سے لاپروائی زندگی کو بڑے بھنوروں میں دھکیل دیتی ہے۔ قرآن سچ کہتا ہے کہ جس کو اللہ پر ایمان حاصل ہوگیا اس کو گویا ایک مضبوط سہارا مل گیا' لیکن جو لوگ ایمان کے بغیر سفرِ زندگی کرتے ہیں وہ گویا پانی کی چھاگل کے بغیر صحرا میں قدم رکھتے ہیں یا بغیر پتوار کی کشتی کے متلاطم سمندر میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ان کا کیا انجام ہوتا ہے' اس کی جھلک ملاحظہ فرمایئے۔

مغرب کے جرائد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لیے تازہ ترین مصیبت بے نکاح گھرانے ہیں۔ امریکہ میں ان کے لیے بے کاغذ شادیوں "Paperless marriages" کی اصطلاح رائج ہے۔ یعنی ایسی شادیاں جو کسی عہد نامے کے بغیر ہوں۔ چونکہ مغرب میں بے لگام آزادی کا تصور رائج ہے' اس لیے کوئی کسی کو روک ٹوک نہیں سکتا۔ لڑکا یا لڑکی جوان ہوئے تو جوانی ان کے لیے بجائے خود آزادی کا اجازت نامہ بن جاتی ہے۔ وہ جو چاہے کریں' ان کے ماں باپ بھی ان کی ٹوک نہیں سکتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ نوجوان اپنی زندگی اپنی طبعی خواہشات کے سپرد کر دیتے ہیں۔ چونکہ مغرب میں دولت کی فراوانی ہے' اس لیے بھوک پیاس کی تسکین کے بعد جس ضرورت کی جانب توجہ ہوتی ہے وہ جنسی خواہش کی تسکین ہوتی ہے۔ مغربی معاشرے نے جنسی تسکین کی راہ کو اس طرح صاف کر دیا ہے کہ کسی خواہشمند کو کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی۔ جس طرح مشرق میں پانی عام ہے اسی طرح مغرب میں جنس عام ہے۔ اب اس بے لگامی نے ترقی کی اور لڑکے لڑکیوں نے کہا یہ شادی کے بکھیڑے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر لڑکا لڑکی راضی ہیں تو اور کس چیز کی حاجت ہے۔ ایک لڑکی جو بعد میں اپنی آزاد زندگی سے تائب ہوئی بیان کرتی ہے کہ:

میرا ایک دوست دفتر سے میرے ساتھ مجھے گھر چھوڑنے آیا۔ وہ میرے کمرے میں دیر تک بیٹھا رہا' یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ چنانچہ اس نے رات میرے ساتھ بسر کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اسی رات ہم نے طے کیا کہ ہم ایک الگ کمرہ لے کر اکٹھے رہا کریں۔ یوں ہماری بے نکاح زندگی کا آغاز ہوگیا۔

یہ لڑکی جو اس تجربے سے گذری' بتاتی ہے کہ تھوڑی ہی مدت میں ہمیں معلوم ہوگیا کہ ہم درحقیقت دکانداری کر رہے ہیں' جیسے ایک گاہک آتا ہے پیسے ادا کرتا ہے اور سودا لے کر چلتا بنتا ہے' نہ دکاندار کو اس سے کوئی تعلق ہوتا ہے کہ گاہک کون ہے نہ گاہک کو دکاندار سے مطلب ہوتا ہے۔ یہی کیفیت ہماری تھی۔ کسی پر کسی کی ذمہ داری نہ تھی۔ ہماری یہ زندگی صرف جنسی ضرورت تک محدود تھی۔ جس طرح ایک گاہک کا تعلق صرف سودے سے ہوتا ہے اسی طرح یہ زندگی بھی بس سفلی جذبات تک محدود تھی۔ اس میں محبت اور انسانیت نام کو نہ تھی۔

مغرب کے محققین نے جب بے نکاح گھرانوں کے فتنے کا مطالعہ کیا تو اس لڑکی کے اعتراف کی سچائی ظاہر ہوئی۔ چنانچہ اب بے کاغذ شادیوں کے نقصانات پر متعدد کتابیں مارکیٹ میں آگئی ہیں۔ ایک محقق جے ٹروسٹ کی کتاب ''بے نکاح ازدواج'' بہت مقبول ہوئی ہے۔ اس میں انہوں نے تفصیل سے تجزیہ کرکے بتایا ہے کہ ایسے تعلقات کس انجام پر منتج ہوتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ:

☆ سب سے پہلی چیز یہ ہوتی ہے کہ بے نکاح تعلقات سے گھرانہ وجود پذیر نہیں ہوتا۔ دونوں فریقوں کی ''میں'' قائم رہتی ہے۔ وہ کبھی ''ہم'' نہیں بن سکتے۔

☆ بے نکاح لوگ اوباش ہوتے ہیں۔ ان میں وفاداری اور ذمہ داری کا مادہ بتدریج ختم ہوکر رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی ایک کے ساتھ بے نکاح رہ سکتا ہے تو دوسرے کے ساتھ بھی رہ سکتا ہے۔

☆ ایسے تعلقات کبھی پائیدار ثابت نہیں ہوئے۔ سویڈن میں اندازہ کیا گیا ہے کہ:
50 ہزار بے نکاح جوڑوں میں سے 36 ہزار تھوڑی ہی مدت میں علیحدہ ہوگئے۔

☆ لیکن سب سے بُرا حال بے نکاح جوڑوں کے بچوں کا ہوتا ہے۔ ان کا وہی حال ہوتا ہے جو دھوبی کے کتے کا ہوتا ہے۔ وہ کبھی ماں کے ساتھ چند دن گذارتے ہیں تو کبھی باپ کے ساتھ۔ تحقیق کرنے والوں نے پایا کہ یہ بچے جلد ہی آوارہ ہوکر سوسائٹی میں اخلاقی گندگی پھیلانے کا موجب بن جاتے ہیں۔

☆ محققین کے نزدیک بے نکاح گھروں کا سب سے بڑا نقصان شرم وحیا اور اخلاق کی موت ہے۔

محققین نے ایک بڑی عمدہ بات کہی ہے۔ وہ کہتے ہیں جدید آدمی کے دماغ میں یہ خناس سما گیا ہے کہ زندگی بس جنس تک ہی محدود ہے۔ زندگی کا اس سے پست تر تصور اور ہو نہیں سکتا۔ آدمی کا جنسی جذبہ اس کی جسمانی طاقت سے وابستہ ہے۔ طاقت نہ رہے تو جذبہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ تو کیا اس کے بعد زندگی کا مقصد بھی ختم ہو جاتا ہے؟ مغربی محقق کہتے ہیں۔ لوگوں کو یہ بتانے کی شدید ضرورت ہے

کہ انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے۔ حیوان اپنی جبلت سے چلتا ہے جبکہ انسان کی زندگی مقصد سے مفہوم پاتی ہے۔

امریکہ کے مشہور ہفت روزہ ''ٹائم'' نے حال ہی میں امریکی زندگی کے بارے میں چند خبریں دی ہیں۔

ایک یہ ہے کہ لاس اینجلز شہر کی پولیس کو ایک لڑکا مطلوب تھا۔ وہ ایک بارہ سالہ لڑکی پر اجتماعی حملے میں ملوث تھا۔ دوسرے لڑکے تو گرفتار کیے جا چکے تھے لیکن یہ لڑکا نہیں مل رہا تھا۔ پولیس اس کو تلاش کرتی ہوئی اس کے گھر گئی تو اس نے دیکھا کہ گھر کے اندر جابجا اجتماعی زناکاری (Gang Rape) کی تصاویر دیواروں پر آویزاں ہیں۔ جو پولیس افسر لڑکے کی تلاش میں گیا وہ یہ مناظر دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔ اس کے الفاظ میں گھر اجتماعی زناکاری کا عجائب گھر بنا ہوا تھا۔ ایک تصویر میں مطلوب لڑکے کا چھوٹا بھائی جس کی عمر آٹھ سال تھی کیمرے پر پستول تانے کھڑا تھا۔

پولیس افسر نے تعجب سے لڑکے کی ماں سے پوچھا۔ تمہارے گھر میں یہ تصویریں تمہیں بُری محسوس نہیں ہوتیں؟ اور کیا تم کو کبھی خیال نہ آیا کہ لڑکا کس رخ میں جا رہا ہے' اسے روکنا چاہیے۔ لڑکے کی ماں نے کہا۔ بچے ایسے ہی کھیلتے ہیں' انہیں کیوں روکا جائے۔ چنانچہ پولیس نے لڑکے کی ماں اور لڑکے کے باپ کا چالان قانون انسداد دہشت گردی کے تحت کر دیا۔ وہ دونوں حال ہی میں چار لاکھ ڈالر کی ضمانت پر رہا ہوئے ہیں۔ مقدمہ چل رہا ہے۔ اور اگر لڑکے کے بارے میں ان کی غفلت ثابت ہوگئی تو انہیں ایک ایک سال قید اور اڑھائی اڑھائی ہزار ڈالر جرمانہ ہوسکتا ہے۔

اسی شمارے کی دوسری خبر ملاحظہ ہو۔ ہارورڈ یونیورسٹی میں کچھ عرصہ قبل ریزرو افسروں کی تربیت میں ہم جنس پرستوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ اس پر طلبہ کی کونسل نے احتجاج کیا مگر حکام نے اسے مسترد کر دیا۔ تربیتی کورس دوبارہ شروع ہوا تو اس میں وہ ضابطہ بدستور موجود تھا کہ جن لڑکوں کا ہم جنس پرستی میں مبتلا ہونا ثابت ہوگیا وہ کورس سے خارج کر دیے جائیں گے۔ اس پر طلبہ کونسل نے پھر احتجاج کیا۔ اب کے احتجاج کے ساتھ ہنگامہ بھی کیا۔ طلبہ نے دلیل دی (دلیل ملاحظہ ہو) کہ ہم جنس پرستوں سے امتیازی سلوک آئین کے منافی ہے جس میں تمام باشندگانِ ملک کو یکساں اور مساوی قرار دیا گیا ہے۔ اس زوردار آئینی دلیل کا کورس کا انتظام کرنے والے حکام کے پاس کیا جواب ہوسکتا تھا۔ چنانچہ انتظامیہ نے اپنا سابقہ فیصلہ واپس لے لیا' اور ہم جنس پرستوں کو بھی اجازت دے دی گئی کہ وہ تربیتی کورس میں شامل ہو کر ملک کے دفاع میں اپنا حصہ ادا کریں۔

اس خبر کے ساتھ یہ انکشاف بھی تھا کہ ہارورڈ یونیورسٹی میں ہم جنس پرستی اب ایک موثر طاقت بن گئی ہے۔ یونیورسٹی نے پہلی مرتبہ ایک افسر مقرر کیا جو ہم جنس پرستی سے متعلق پیدا ہونے والے امور کی نگرانی کرے گا۔ اس طرح یونیورسٹی میں ایک استاد ہم جنس پرستی کے موضوع پر لیکچر دینے کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔

اس کامیابی پر یونیورسٹی کے ہم جنس پرستوں نے تین روز تک جشن منایا اور ہم جنس پرستی کی تصاویر پر مشتمل جھنڈیاں یونیورسٹی کیمپس میں لگائیں۔ جو چیز تعجب خیز ہے وہ یہ ہے کہ اس ہم جنس پرستی میں صرف لڑکے ہی شامل نہیں لڑکیاں بھی شامل ہیں۔ ہم جنس پرستی کو تسلیم کرنے کے بعد ہارورڈ یونیورسٹی میں جو تقریبات ہوئیں ان میں لڑکے اپنے دوست لڑکوں کے ساتھ اور لڑکیاں اپنی سہیلیوں کے ساتھ ناچیں۔ ہم جنس پرست نہ صرف باہم مل کر ناچتے گاتے رہے بلکہ ایک دوسرے سے بوس و کنار بھی کرتے رہے۔

اس سے بھی بڑھ کر شاق انگیز یہ حقیقت ہے کہ ہم جنس پرستی کی یہ وبا عیسائی مذہبی طبقے میں سرایت کر گئی ہے۔ نومبر 1987ء میں انگلستان کے کلیسا (چرچ آف انگلینڈ) کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ چرچ آف انگلینڈ کی جنرل کونسل ایک نوع کی مذہبی پارلیمنٹ ہوتی ہے' اس کا فتویٰ حرفِ آخر ہوتا ہے۔ اس جنرل کونسل میں ایک قرارداد اس مضمون کی برائے توثیق پیش ہوئی کہ:

زنا' چوری چھپے دوستی اور ہم جنس پرستی گناہ ہیں۔

یہ قرارداد پیش ہوئی تو اس کی خبر اخبارات میں بھی شائع ہوئی۔ دوسرے ہی روز ایک سوسائٹی نے جس کا نام Lesbian and Gay Christian Movement تھا' ایک بیان دیا جس میں کہا گیا تھا کہ:

> اگر یہ قرارداد منظور کی گئی تو کلیسا کہیں کا نہیں رہے گا' کیونکہ برطانیہ کے اسقف اعظم (آرچ بشپ آف کنٹربری) کے علم میں یہ حقیقت ہے کہ اکثر پادری اس گناہ کو گناہ نہیں سمجھتے۔ ایک اندازے کے مطابق برطانیہ کے کم از کم 40 فیصد پادری ہم جنسی پرستی کے مرض میں مبتلا ہیں۔

جس سوسائٹی نے یہ بیان دیا تھا۔ کیا آپ اس کے نام کے معنی سمجھے؟

Lesbian ہم جنس پرست عورت کو کہتے ہیں اور Gay کی اصطلاح ہم جنس پرست مردوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اور یہ سب لوگ عیسائی ہیں یعنی مذہب کے ماننے والے ہیں' سیکولر نہیں۔ ان کی سوسائٹی ایک تحریک کی علامت ہے۔ مقصد اس سوسائٹی کے قیام کا یہ ہے کہ ہم جنس پرستی فطری عمل ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عمل کرتا ہے تو وہ نہ کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے نہ دائرہ عیسائیت سے خارج ہوتا ہے۔ اس لیے چرچ کو بلاوجہ ایسے فتوے نہیں جاری کرنے چاہئیں جن سے خود مذہبی طبقہ بھی پریشان ہو اور مذہب کے ماننے والے بھی۔

دلچسپ خبر یہ ہے کہ یہ قرارداد جب پیش ہوئی تو چرچ آف انگلینڈ کی جنرل کونسل میں زبردست بحث چھڑ گئی۔ یاد رہے کہ اس جنرل کونسل میں کوئی عامی نہیں بلکہ عیسائیت کے چوٹی کے پادری ہوتے ہیں۔ بحث کے بعد طے پایا کہ یہ قرارداد ان الفاظ میں منظور نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ ایک کمیٹی اس کی نظرثانی کے لیے مقرر کی گئی۔ اس نے قرارداد میں جو ترمیم کی تو اس کے بعد یہ جرائم گناہ نہ رہے۔

جنرل کونسل نے ترمیم شدہ قرارداد کی توثیق کی۔

انگلستان کے ڈیلی ایکسپریس نے کونسل کی اس بحث کی روداد شائع کی اور بتایا کہ ایک مندوب پادری نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آپ کس کس کو روکیں گے۔ ایک گرجا گھر کے پادری نے ایک چھوٹے سے بچے کے ساتھ زیادتی کی۔ چرچ کے بالائی ناظم کو اس کی اطلاع دی گئی تو اس نے اس پادری کو سزا دی کہ اسے اس گرجا سے تبدیل کر کے دوسرے گرجا میں بھیج دیا۔ وہاں اس نے پھر یہی حرکت کی۔ لیکن چرچ نے نہ تو اسے اپنی صف سے خارج کیا نہ مزید کوئی کارروائی کی۔

> ہگٹن صاحب نے کہا۔ میں بطورثبوت وہ لٹریچر پیش کرسکتا ہوں جس میں پادریوں نے ہم جنس پرستی کو درست ثابت کیا اور اس کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ پھر انہوں نے ایک کتاب پیش کی جس میں ایک پانچ سالہ بچی کی تصویر تھی۔ اس کے بستر میں ایک طرف باپ لیٹا ہوا تھا تو دوسری طرف بچی کا عاشق۔

پچھلے دنوں امریکہ کے شعبہ یونیسیف (Unicef) نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ بچے بڑی کثرت سے گم ہونے لگے ہیں۔ اس پر امریکی پریس بھی جاگ اٹھا اور اس موضوع پر ہر جانب سے اظہار رائے ہونے لگا۔ ایک امریکی سینیٹر پال ہاکنز نے کہا۔ بچے اب اتنی تعداد میں گم ہونے لگے ہیں کہ ہم پریشان ہو کر رہ گئے۔ اس پر پریس نے امریکہ کی ہیلتھ اینڈ ہیومن سروسز کے شعبے کی ایک رپورٹ شائع کردی جس میں انکشاف کیا گیا تھا کہ:

> امریکہ میں ہر سال 18 لاکھ بچے غائب ہوتے ہیں۔ بعض جلد واپس آجاتے ہیں لیکن بعض ہمیشہ کے لیے گم ہو جاتے ہیں۔ سینکڑوں بچے جنسی ظالموں کے ہتھے چڑھ جاتے ہیں۔ لیکن کم از کم 50 ہزار بچے ایسے ہیں جو ہر سال گم ہوتے ہیں اور ان کا کوئی سراغ نہیں مل پاتا۔

لیکن امریکہ کی انہی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گم یا مفرور ہونے والے بچوں کی اکثریت تہذیب جدید کی زخم خوردہ ہوتی ہے۔ والدین کی جانب سے نہ تو ان کو خدا کا خوف یاد دلایا جاتا ہے۔ نہ اخلاق و مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور آخرت کا تو سرے سے کوئی تصور ہی نہیں دیا جاتا۔ حالانکہ صرف یہی ایک تصور آدمی کو راہ راست پر لانے کے لیے بہت کافی ہے۔

نیویارک ٹائمز نے بچوں کی گمشدگی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

> ''امریکہ میں گم ہونے والے 13 لاکھ بچے درحقیقت مفرور ہوتے ہیں۔ وہ گھر سے خود بھاگتے ہیں۔ جو بچے جلد گھر واپس آجاتے ہیں یہ وہ ہیں جن کی کسی ٹھوکر سے آنکھ کھل جاتی ہے۔''

اس کی رپورٹ میں آگے جو کچھ آتا ہے اس سے دل دہل جاتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''ہر سال ہزاروں بچے مردہ اور مقتول پائے جاتے ہیں اور ان کے قتل بے سراغ رہتے ہیں۔''

کیا یہی تہذیب جدید ہے؟ بچوں کو درندگی کا نشانہ بنانا بدترین غیر انسانی فعل ہے۔ اپنی لذت اور حظ کے لیے یہ ایک معنی میں بچوں کا قتل ہے۔ اور اب تک لاکھوں بچے اس بہیمیت کا شکار ہو چکے ہیں۔ یہ غیر انسانی سلوک ان کی یادوں کا زخم بن کر زندگی بھر رستا رہتا ہے۔ کیا قانون بنانے والے اور قانون نافذ کرنے والے اور والدین اس کربناک پہلو کی جانب توجہ دیں گے؟

نیویارک ٹائمز نے چند بچوں کی تصویریں اپنے تبصرہ کے ساتھ شائع کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

☆ سونی پہلی تصویر میں چھ سال کی بچی ہے' جس کا ایک اگلا دانت ٹوٹا ہوا ہے۔ اس کے چہرے پر معصوم تبسم کھیل رہا ہے۔ اس کی دوسری تصویر چند برس بعد کی ہے۔ اس تصویر میں اس کی معصومیت غائب ہے۔ انسانی بہیمیت کا نشانہ بننے کے بعد اس کا معصوم تبسم ختم ہوگیا۔ وہ درندگی کا کھلونا بن گئی۔ اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے غائب ہوگئی۔ سونی کی یہ تصویریں پولیس کو ایک چھاپے میں ہاتھ لگیں۔ پولیس نے سونی کی مزید تصویروں کی بڑی تلاش کی لیکن نہیں ملیں۔ پولیس کا قیاس ہے کہ جو گروہ صرف بچوں پر حملے کرتا ہے جب وہ بڑی عمر کے ہو جاتے ہیں اور ان کے کام کے نہیں رہتے تو وہ ان کو ایک پھوک کی طرح پھینک دیتے ہیں۔

☆ ایک اور تصویر دیکھئے۔ یہ جولی رچ کی ہے' یہ تین سال کی بچی ہے۔ ایک دن اس نے اپنی توتلی زبان میں اپنے سکول کے ایک ٹیچر کے بارے میں اپنی ماں کو بتایا کہ اس نے میرے کپڑے اتار کر میری تصویریں لی ہیں۔ جولی کی ماں کے کان کھڑے ہوگئے۔ اس نے دوسرے بچوں کے والدین سے بات کی تو معلوم ہوا کہ انہیں بھی اپنے بچوں کی زبانی کچھ اسی نوع کی اطلاعات ملی تھیں لیکن انہوں نے توجہ نہ کی۔ جب سب رپورٹوں کو جمع کیا گیا تو اس سکول ٹیچر کی خوفناک تصویر اُبھر آئی۔ پولیس نے اسے گرفتار کر کے اس کی تلاشی لی تو اس کے کمرے سے تین سال سے پانچ سال تک کی عمر کے بچوں کی دو ہزار سے زائد ناشائستہ حالت میں تصویریں برآمد ہوئیں۔

☆ ایک لڑکا ڈونالڈ ایک پادری کے پاس ملازم ہوگیا۔ کچھ مدت کے بعد اس کے باپ نے محسوس کیا کہ وہ کھویا کھویا سا رہتا ہے۔ اس نے پولیس کو اطلاع دی۔ پولیس نے پادری کو تھانے بلوا کر جرح کی تو معلوم ہوا کہ وہ کم عمر کے بچوں کو تختہ مشق بنانے کا عادی ہے۔ اور وہ بیسیوں بچوں پر وار کر چکا ہے۔

امریکہ کے مشہور جریدے لیڈیز ہوم جرنل (اپریل 83ء) نے سروے کیا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب یہ انکشاف ہوا کہ:

''ایک سال سے لے کر 16 سال عمر تک کے دس لاکھ بچے ہر سال جنسی درندگی کا شکار ہوتے ہیں۔''

اور درندوں کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں ہوتا کہ وہ اس سے یا تو خود حظ اٹھائیں یا ان کی تصویریں بنا کر نفع کمائیں۔ بعض جریدوں کی زندگی صرف انہی تصویروں کی اشاعت پر قائم ہے:

ایک میگزین نے ایک تصویر شائع کی جس میں ایک ڈیڑھ سال کا معصوم بچہ نشانۂ ستم بنایا جا رہا تھا۔

لیڈیز جرنل کے نمائندے نے ایک سماجی ادارے کے سربراہ سے گفتگو کی تو اس نے کہا:

یہ حقیقت ہے کہ ہماری سوسائٹی کا ایک اقل قلیل طبقہ اس چیز کی طلب رکھتا ہے۔ اس کی طلب کو پورا کرنا چونکہ نفع بخش ہے اس لیے بہت سے لوگوں نے اس پیشے کو اپنا لیا ہے۔ سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ ہماری سوسائٹی کی اکثریت لاپروا ہے۔

کم عمر بچوں پر ظلم و ستم کی تحقیق کے دوران میں معلوم ہوا کہ یہ فحاشی کوکین کی طرح بہت بڑا کاروبار ہے۔ ایک تصویر پر دو چار ڈالر لاگت آتی ہے لیکن اس کی قیمت فروخت ہزاروں ڈالر ہوتی ہے۔ جب پورے امریکہ میں پھیلے ہوئے کاروبار کا تخمینہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ پورا کاروبار لاکھوں ڈالر کے پھیر میں ہے۔ یہ نہیں کہ یہ کاروبار اب خفیہ رہ گیا ہو۔ لیڈیز اون جرنل کی تحقیق کے مطابق اس کی حمایت میں بہت سی سوسائٹیاں بھی قائم ہوگئی ہیں۔

لاس انجلز میں ایک سوسائٹی کا نام رینی گائیان سوسائٹی ہے۔ اس کے پانچ ہزار متفقین ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بچوں کو چھوٹی عمر ہی سے جنس کی تعلیم اور تربیت دینی چاہیے۔ ان کا سلوگن ہے۔

Sex by year eight or else it is too late

یعنی جنس کی تعلیم آٹھ برس کی عمر تک لازماً دے دینی چاہیے ورنہ بچہ اس کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔

اسی طرح ایک ایسی ہی سوسائٹی شمالی امریکہ میں ہے۔ اس سوسائٹی کا نام ہے نارتھ امریکن مین' بوائے لو ایسوسی ایشن۔ یہ سوسائٹی ہر قسم کی اخلاقی بے راہ روی کی حامی ہے۔ اور بے راہ روی کے نتیجے میں اگر کوئی مبتلائے مصیبت ہوتا ہے تو سوسائٹی اس کو اسی طرح قانونی مدد فراہم کرتی جیسے مظلوم سیاسی قیدیوں کو دی جاتی ہے۔ پھر کوئی مجرم سزا پا جائے تو اس کی جیل میں بھی مدد کی جاتی ہے۔

امریکی معاشرہ اپنی نوجوان نسل کی بے راہ روی سے سخت پریشان ہے۔ نوجوان نسل کی بے راہ روی صرف انہی کے لیے تباہ کن نہیں بلکہ اس نے معاشرے کے لیے امن و امان کا مسئلہ بھی پیدا کر دیا ہے۔ کوئی شہری محفوظ نہیں ہے۔

امریکہ کے مشہور جریدے ہفت روزہ ٹائم نے اپنے شمارے (12 جون 1989ء) میں نوجوانوں میں تشدد کے بڑھتے ہوئے رجحان پر ایک تفصیلی رپورٹ پیش کی ہے جس کا عنوان ہے:

نوجوانوں میں بہیمانہ تشدد کے رجحان نے امریکی سوسائٹی کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔

نوجوانوں کی بے راہ روی سے وہ معاشرہ اب کانوں کو ہاتھ لگا رہا ہے جو کسی زمانے میں مذہبی رجحان کا ٹھٹھا اُڑایا کرتا تھا۔ کسی نوجوان میں مذہبی رجحان دیکھ کر اسے تاریک خیال کہا جاتا تھا اور

زور لگایا جاتا تھا کہ وہ تاریکی سے روشنی میں آجائے۔ افسوس کہ مشرق کے مغرب زدہ اب بھی اس فریب میں مبتلا ہیں اور روشنی کو تاریکی اور تاریکی کو روشنی سمجھ رہے ہیں۔ ٹائم نے اس سلسلے میں ایک سروے کروایا جس میں 88 فیصد نے رائے دی کہ نوجوانوں کے اندر تشدد و دہشت کا رجحان آج کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔

سروے رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 14 سے 16 سال کی عمر کے لڑکوں میں حسب ذیل رجحانات غالب آرہے ہیں۔

- کمزوروں' بوڑھوں' بیماروں اور دردمندوں کی پٹائی۔
- اجتماعی زنا بالجبر (Gang Rape) اور مل کر قاتلانہ حملے کرنا۔
- نشہ بازی

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ لڑکوں کی ٹولیاں اکٹھی ہو کر نکلتی ہیں اور بھرے بازاروں میں بیک آواز گاتی ہیں۔

مارو! مارو! مارو!

شریف راہ گیران کی جانب تعجب سے دیکھتے ہیں لیکن کوئی انہیں ٹوک نہیں سکتا۔ جوانی میں سبھی شرارتیں اور چھیڑ خانی کرتے ہیں لیکن ایسی ایذا رساں حرکتیں پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تھیں۔ پرانے زمانے میں شرم وحیا حائل ہو جاتی تھی لیکن موجودہ نوجوان نسل شرم وحیا کے تصور سے بھی عاری ہے۔

یہ اپریل 1989ء کی بات ہے۔ ایک لڑکی جاگنگ کر رہی تھی کہ پانچ لڑکے اس پر پل پڑے۔ پولیس نے ان کے سرغنے سے پوچھا۔ تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ اس نے جواب دیا۔ بس شغلاً۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیرونی عوامل بھی بگاڑ میں بڑا دخل رکھتے ہیں۔ مغرب کا مادی ماحول جس میں خدا کا نام اب روز بروز کم ہو رہا ہے اس میں جو بچہ آنکھ کھولتا اور پروان چڑھتا ہے وہ سوائے نفس کی زندگی کے اور کسی سے متعارف نہیں ہوتا۔ اسے صرف اپنے حقوق بتائے جاتے ہیں دوسروں کے حقوق نہیں بتائے جاتے۔ مرتبینِ رپورٹ ایک جگہ خود لکھتے ہیں:

> افسوس یہ ہے کہ امریکی سوسائٹی میں یہ نہیں سکھایا جاتا کہ ہمیں دوسروں کا خیال بھی کرنا چاہیے۔ نفسانفسی کا عالم ہے۔

ماحول کے ایک بچے پر جو اثرات مرتب ہوئے ہیں ان سے مغرب کے اہل علم اب کماحقہٗ واقف ہو رہے ہیں۔ رپورٹ میں مجموعی ماحول کا بھی اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ یہ خاکہ واقعتاً ہلا دینے والا ہے بتایا گیا ہے کہ ماہرین کے اندازے کے مطابق:

ایک امریکی بچہ 16 سال کی عمر تک ٹی وی پر دو لاکھ تشدد کے مناظر اور 33 ہزار قتل کی وارداتیں دیکھ چکتا ہے۔ بعض بچوں نے بیان کیا کہ انہوں نے تشدد و دہشت کا پہلا سبق ٹی وی سے سیکھا۔ اس کے بعد ویڈیو کیسٹ گانے ہیں۔ یہ گانے اتنے واہیات ہیں کہ ان کو درج کرنا یا ان کا

ترجمہ پیش کرنا بھی ممکن نہیں۔ یہ ڈسکو ڈانس کے ساتھ بے حجاب گائے جاتے ہیں۔ اب جو بچہ ان گانوں میں پلے گا وہ گناہ کو کب گناہ سمجھے گا۔ اسی طرح بچوں کو جو کامک اور کارٹون کتابیں لا کر دی جاتی ہیں ان میں بھی مار دھاڑ ہوتی ہے۔ بچہ انہیں دیکھتا ہے اور یہ اثر لیتا ہے کہ ایسا عمل ہی محمود ہے۔ ایک ماہر نفسیات نے ٹھیک کہا۔ امریکی بچہ اندر سے مر چکا ہے۔ ماحول نے اس کے اندر بلند اور لطیف جذبات و احساسات کو ختم کر دیا ہے۔

نیویارک میں خبر پھیل گئی کہ ایک بچے کو ایڈز کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ اس خبر کا پھیلنا تھا کہ لوگوں نے اپنے بچوں کو سکول جانے سے روک دیا۔ نیویارک میں 622 پرائمری سکول اور ان میں ساڑھے نو لاکھ بچے تعلیم پاتے ہیں۔ یہ خبر اُڑی تو دوسرے روز ایک سکول کے 1100 بچوں میں سے 944 غیر حاضر تھے۔ جب تمام سکولوں کا جائزہ لیا گیا تو معلوم ہوا کہ جس علاقے میں یہ خبر پھیلی تھی اس کے سکولوں کے 47,000 طالب علموں میں سے 12 ہزار بچے سکول نہیں آئے تھے۔ تیسرے دن ہر سکول کے سامنے بچوں کے والدین کا ہجوم لگا ہوا تھا جو یہ پلے کارڈ اٹھائے ہوئے تھے۔

"ہمارے بچے گریڈ چاہتے ہیں ایڈز نہیں چاہتے۔"

یعنی وہ پڑھائی کے لیے سکول آتے ہیں مرض لگوانے کے لیے نہیں۔ لیکن خوف و ہراس کی یہ حالت سکولوں سے نکل کر منڈی اور مارکیٹ میں بھی پہنچ گئی ہے۔

- میامی میں ایک پھول فروش کے بارے میں مشہور ہوا کہ اسے ایڈز کا مرض ہے۔ اچانک اس کا کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گیا۔
- کیلی فورنیا میں ایک پادری صاحب نے اپنے گرجا میں آنے والوں سے کہا کہ وہ ایک دوسرے کے قریب ذرا دیکھ بھال کر بیٹھا کریں کیونکہ ایڈز نامراد بغیر اطلاع کے لگ جاتی ہے۔ اس پر عبادت گذاروں میں کھلبلی مچ گئی۔
- سان انٹونیو ایک چھوٹا سا شہر ہے' اس میں ایک ملزم عدالت کے روبرو پیش کیا گیا۔ جرح کے دوران میں معلوم ہوا کہ اسے ایڈز کا مرض ہے۔ اسے اسی وقت عدالت سے نکال دیا گیا۔ ایک اور عدالت میں ایک لڑکا سائیکل کی چوری میں پیش ہوا۔ جج کو بتایا گیا کہ لڑکے کے بارے میں شبہ ہے کہ اسے ایڈز ہے۔ جج نے اسی وقت اپنی جیب سے 20 ہزار ڈالر نکالے اور لڑکے کو دیتے ہوئے کہا۔ میں تمہیں رہا کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم شہر چھوڑ دو۔
- اب ایک اور وہم پھیل گیا ہے کہ مچھر بھی ایڈز کی بیماری پھیلاتے ہیں' جو مچھر ایڈز کے مریض کو کاٹ کر دوسرے کو کاٹے گا اس سے ایڈز کی بیماری لاحق ہونے کا اندیشہ ہے۔ لیکن مچھروں کو کاٹنے سے کیسے روکا جائے۔ اور یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں مچھر ایڈز زدہ ہے اور فلاں نہیں؟

حکومت امریکہ کو ایک شہر میں ایڈز کے مریضوں کے لیے ایک ہسپتال قائم کرنے کی ضرورت

محسوس ہوئی۔ محکمہ صحت کے لوگ ایک خالی مکان دیکھنے گئے۔ مالک مکان نے پوچھا۔ آپ کو یہ مکان کس غرض کے لیے چاہیے؟ سرکاری افسروں نے کہا۔ ایڈز کے مریضوں کے لیے۔ مالک مکان نے یہ سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔ اس نے کہا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتا۔ چنانچہ اس کے بعد افسروں نے ایڈز کے مریضوں کا نام لینا چھوڑ دیا تب مکان ملا۔

قوم کو یہ غم ہے لیکن آوارہ مزاج لوگوں کا جن کے سبب یہ ساری مصیبت نازل ہوئی ہے غم اور ہے۔ انہوں نے بعض اخبار والوں سے کہا۔ ہم مفت میں بدنام ہوگئے ہیں۔ آوارگی کون نہیں کرتا۔ ہمارا دکھ یہ ہے کہ آوارگی کا جو ہمیں ہیں قوم سے منوانا تھا' اس مرض کے سبب پھیلے ہوئے خوف کی حالت میں وہ دس پندرہ برس کے لیے معرض التواء میں پڑ گیا ہے۔

1982ء کے چوٹی کے سکولوں کے حسب ذیل مسائل تھے۔

1- زنا
2- ڈاکہ
3- چوری
4- حملہ
5- لوٹ مار اور آتش زنی
6- بم پھینکنا
7- قتل
8- خودکشی
9- غیر حاضری
10- غنڈہ گردی
11- پستول دکھا کر پیسے بٹورنا
12- نشہ بازی
13- شراب نوشی
14- گروہی جنگ
15- ناجائز حمل
16- اسقاطِ حمل اور
17- جنسی بیماریاں

ایک تعلیمی رپورٹ میں ایک ماں کے تاثرات بیان کیے گئے ہیں۔ ماں نے کہا۔ ہم اپنے زمانے میں محفوظ زندگی بسر کرتے تھے۔ ہماری حفاظت گھر میں بھی ہوتی تھی اور سکول میں بھی۔ لیکن اب تو ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ بچہ سکول سے بخیریت واپس آئے گا بھی یا نہیں۔

(ہالینڈ۔ ایمسٹرڈم) نشہ بازوں کا شہر بن چکا ہے۔ اب یہاں کوئی اخلاقی قدر باقی نہیں رہی ہے۔ چوریاں عام ہوگئی ہیں۔ کسی شہری کی گاڑی محفوظ نہیں رہ سکتی۔ آپ نے گاڑی کھڑی کی۔ چند منٹ کے بعد باہر نکلے تو گاڑی کے شیشے ٹوٹے ہوئے اور گاڑی کا ریڈیو ٹیپ غائب ہے۔ اب بتایئے اس بدنامی کا سامنا میں کیسے اور کب تک کرسکتا ہوں۔ ہالینڈ عام تہذیب و شائستگی سے بھی دور ہوگیا ہے۔

سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ایمسٹرڈم میں جگہ جگہ چکلہ کھل گیا ہے' اور نوجوانوں میں ہم جنسیت فیشن بن گئی ہے۔ خودکشی ہالینڈ کے قانون کے مطابق ممنوع ہے لیکن اب کوئی بوڑھا بیمار پڑتا ہے تو وہ ڈاکٹر سے درخواست کرتا ہے کہ اس کو ایک ٹیکہ لگا کر ختم کردیجئے' اس سے مرض کی تکلیف برداشت نہیں ہوسکتی۔ یہ اہلِ ہالینڈ کی تن آسانی کی انتہا ہے۔ ایمسٹرڈم کے میئر کی فریاد رائیگاں نہ گئی اور پریس والوں نے اس کی شکایات کی تحقیق شروع کردی۔

ایک اخبار نے لکھا۔ ہالینڈ یورپ کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں کہیں زیادہ مذہبی ہے۔ مثلاً برطانیہ میں 14 فیصد لوگ گرجا جاتے ہیں اور فرانس میں 12 فیصد' اس کے مقابلے میں ہالینڈ میں گرجا جانے والوں کی تعداد 27 فیصد ہے۔ اگر اس شرح کے باوجود ہالینڈ میں اخلاق باقی نہ رہنے کی شکایت ہے تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ برطانیہ اور فرانس کا کیا حال ہوگا۔

اس اخبار نے مزید لکھا کہ اگر ایمسٹرڈم میں چوری' ڈکیتی اور رہزنی کی یہی صورت رہی تو باہر کی کوئی تجارتی کمپنی ہالینڈ میں اپنا دفتر کھولنے پر آمادہ نہیں ہوگی۔ یہ بددیانتی ہالینڈ کی مصنوعات میں بھی سرایت کرسکتی ہے۔ اس کے بعد دنیا کا کون سا ملک ہوگا جو اس سے تجارت کرنا پسند کرے گا۔

اخبار نے بیان کیا کہ:

> ایک غیر ملکی ہیگ کے ایک تجارتی مرکز کے باہر گاڑی کھڑی کرکے اندر گیا۔ وہ چند منٹوں کے بعد واپس آیا تو اس کی گاڑی کے تمام شیشے ٹوٹے ہوئے اور ریڈیو ٹیپ ریکارڈ غائب تھا۔ وہ قریبی تھانے رپٹ درج کرانے گیا تو تھانے کے محرر نے لکھا۔ کیس نمبر 17,865۔ کار کے مالک نے پوچھا۔ یہ نمبر کیا ہے۔ محرر نے کہا۔ آپ کا یہ کیس اس سال کا 17,865 واں کیس ہے۔

گویا کاروں کو نقصان پہنچانے کے سال کے ابتدائی چھ ماہ میں پونے اٹھارہ ہزار کیس ہوچکے تھے۔ اور سال ختم ہونے میں ابھی چھ ماہ باقی ہیں۔ کار کے مالک کے بیان کے مطابق محرر تھانہ نے کہا۔ ہم کس کو کیا پکڑیں۔ پکڑتے ہیں تو دو چار گھنٹے بعد وہ پھر باہر ہوتا ہے۔ خود ہالینڈ کا پریس چوری کی بڑھتی ہوئی وارداتوں سے سخت پریشان ہے۔

> ہالینڈ کے ایک شہر روٹرڈم میں 1960ء میں چوری کی آٹھ ہزار وارداتیں ہوئی تھیں۔ اسی شہر میں 1986ء میں چوری کی وارداتوں کی اوسط 64 ہزار ہے۔

پولیس کے ایک ریٹائرڈ افسر نے چوری کی روز افزوں وارداتوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

ایک وقت تھا کہ ہم سمجھتے تھے کہ ہالینڈ میں ہمیں جیل کی ضرورت نہیں۔ لیکن اب تو جیلیں بھی کم پڑ رہی ہیں۔ ہالینڈ میں اس وقت تین ہزار جیلیں ہیں لیکن قیدیوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر اب 5 ہزار نئی جیلیں تعمیر کی جا رہی ہیں۔ عدالت کسی کو قید کی سزا دیتی ہے تو جیل والے یہ کہہ کر اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں کہ جیل میں ابھی گنجائش نہیں اس لیے اسے دو ماہ بعد بھیجا جائے چنانچہ مجرم کو سزا کے لیے دو ماہ انتظار کرنا پڑتا ہے۔ ہالینڈ کی جیلوں میں یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اگر ایک سنگین تر مجرم آ گیا تو کم تر مجرم جیل سے نکال دیا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اپنی سزائے قید پوری کرنے کے لیے وہ چند ماہ بعد جیل سے رابطہ کرے۔

ہالینڈ کی عدالتیں بھی مجرموں کو عجیب و غریب سزائیں دیتی ہے۔ ایک نوجوان کو سزا دی گئی کہ وہ بحیرۂ روم کے ساحل پر 22 روز تفریح کرے۔ مجرم نے واپس آ کر کہا۔ جی چاہتا ہے کہ ایسی سزا بار بار ملے۔

ہیروئن کو ختم کرنے کا طریقہ ہالینڈ میں یہ اپنایا گیا ہے کہ ہیروئن کو کافی یا چائے میں ملا کر پینے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ چنانچہ اکثر چائے یا قہوہ خانوں پر لکھ دیا گیا ہے کہ یہاں Soft Drink ملتا ہے، یعنی بے کھٹکے آؤ کوئی روکے گا نہیں۔

سب سے عجیب و غریب رویہ جنس کے بارے میں حکومت کا ہے۔ ہالینڈ پہلا ملک ہے جہاں ہم جنس پرستوں کی باقاعدہ انجمن قائم ہے جس کے نمائندے وقتاً فوقتاً وزیر اعظم سے اپنے مسائل کے سلسلے میں ملاقات کرتے رہتے ہیں۔ ایمسٹرڈم میں ہم جنس پرستوں کی ایک یادگار بھی تعمیر ہو رہی ہے۔ اور یہ دنیا میں پہلی یادگار ہوگی جو ہم جنس پرستی کی یاد میں بنائی گئی ہے۔ ہم جنس پرستوں کی ایسوسی ایشن کے صدر کے مطابق یہ ان ہم جنس پرستوں کی یاد میں ہے جو ہم جنس پرستی کی راہ میں ستائے اور مارے گئے۔

آپ یہاں رُکیے نہیں، خوبصورت ہالینڈ میں جنس کو کس کس شکل میں آزادی حاصل ہے، وہ دیکھیے۔ ایک مرتبہ خبر آئی تھی کہ مغرب کے دو مردوں نے شادی کی۔ اور تقریب شادی باقاعدہ گرجا گھر میں منعقد ہوئی۔ اور یہ بھی عجوبہ صرف ہالینڈ میں ہے کہ:

دو عورتوں نے شادی کر رکھی ہے۔ پھر ان کو بچے کی خواہش ہوئی تو خاوند عورت کی اجازت سے بیوی عورت نے مصنوعی حمل کروایا۔ بچہ پیدا ہوا تو دونوں نے اس پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ ان سے سوال کیا گیا اس بچے کا باپ کون ہوگا؟ مرد عورت نے کہا۔ میں ہوں۔ اور میں باپ کیوں بن نہیں سکتی۔ ہم انسانوں کے خود ساختہ ضابطے توڑ کر رہیں گے۔

اب خودکشی کی سنئے:

ہالینڈ کے قانون کے مطابق خودکشی ممنوع ہے۔ لیکن خود ہالینڈ کے اپنے پریس کے مطابق:

اوسط دس ہزار افراد ہسپتالوں میں از خود ڈاکٹروں سے درخواست کرتے ہیں کہ
ان کی جان بیماری سے چھڑا دی جائے۔

پچھلے برس کی بات ہے یورپ کے ایک بڑے شہر میں جب لوگ اپنے کام کاج پر جا رہے

تھے کہ اچانک ایک پُر رونق بازار میں کھلبلی مچ گئی۔ لوگوں نے دانتوں میں انگلی دبالی' چند مردوں اور عورتوں کا ایک گروہ الف ننگا چلا آ رہا تھا۔

ہمارے ہاں اسے بے حیائی کا نام دیا جائے گا لیکن یورپ میں اسے تخلیقی فعلیت سے تعبیر کیا گیا۔ مختصر لباس پہننا تو عام بات ہے' جرأت مندی اور تخلیق یہ ہے کہ آدمی بھری مجلس میں عریاں ہو جائے۔ یورپ کی یہ جدت پسندی ہم مشرقیوں کے لیے بعض اوقات بڑی شاق انگیز ہوتی ہے۔ چند دن ہوئے ایک اخبار میں یہ خبر شائع ہوئی کہ سوئٹزرلینڈ میں جنسی قوانین پر نظرثانی کی جا رہی ہے...... کیونکہ عوام پرانے قانون پر عمل کرتے کرتے تھک گئے ہیں اور اب وہ ندرت چاہتے ہیں۔ خبر میں کہا گیا تھا کہ حکومت سوئٹزرلینڈ کی مقرر کردہ اکتیس ماہرین کے ایک پینل نے سفارش کی ہے کہ اٹھارہ سال سے زائد عمر کے بہن بھائیوں کے درمیان جنسی تعلقات کو جرم تصور نہ کیا جائے۔ پھر جرم کیا ہو؟ سفارشات میں کہا گیا تھا کہ جرم صرف یہ ہو کہ آدمی کسی کی مرضی کے بغیر زبردستی کرے۔ گویا اخلاق اور نیکی کی اصل بنیاد رضا ہے' رضا ہے تو نہ قتل جرم نہ زنا قابلِ مواخذہ۔

ایک خبر سن لیجئے:

ایک اطالوی فلم ساز نے ایک قحبہ کے گھر کی فلم خفیہ طور پر تیار کی۔ اس نے اپنے کیمرے دیواروں میں فٹ کر دیئے اور مائیکروفون بستر اور قالین کے نیچے لگا دیئے۔ جب فلم تیار ہوئی تو وہ دھماکے سے کم نہ تھی۔ اس میں وہ بڑے بڑے چہرے ناقابلِ بیان حالت میں دکھائی دیتے تھے کہ جب وہ سٹیج پر آتے ہیں تو ان کا سر غرور سے اکڑا ہوا ہوتا ہے۔ فلم کے خلاف غصے کی لہر دوڑ گئی۔ فلم کی نمائش حکماً بند کر دی گئی۔ اس پر معاملہ عدالت اور پریس میں پہنچ گیا۔ اطالوی فلمساز نے کہا ہم اطلاع کی آزادی رکھتے ہیں۔ یہ اظہار پر پابندی ہے۔ لیکن ادھر سے جواب ملا کہ اظہار کے بھی کچھ حدود ہوتے ہیں۔

مغرب کے لیے اس وقت سب سے بڑا مسئلہ منشیات ہے' منشیات کی نت نئی قسمیں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ پہلے یہ لت صرف بڑی عمر کے لوگوں میں تھی۔ اب یہ چھوٹی عمر کے بچوں تک بھی پہنچ گئی ہے۔ اٹلی کے بارے میں پچھلے دنوں اطلاع آئی کہ کوکین سکولوں کے باہر بکتی ہے اور روم کے باغات میں صفائی کرنے والوں کو ہر روز سینکڑوں استعمال شدہ سرنجیں باغات اور پارکوں سے ملتی ہیں۔ یہ سرنجیں استعمال کے بعد اسی طرح پھینک دی جاتی ہیں جس طرح پینے کے بعد سگریٹ کا ٹوٹا۔

امریکہ اور یورپ سے منشیات وغیرہ کی وبا آسٹریلیا میں بھی پہنچ گئی ہے۔ کہا گیا کہ ملک پہلے اس وبا سے محفوظ تھا لیکن حال ہی میں حکومت آسٹریلیا کو یہ دیکھ کر صدمہ ہوا کہ آسٹریلیا میں:

> منشیات کے عادی افراد کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی ہے۔ ایک اندازے کے مطابق یہ پچاس ہزار کے قریب ہے۔ پہلے آسٹریلیا میں برآمد ہونے والی ہیروئن کی مقدار 60 کلوگرام تھی۔ اب یہ ایک ہزار کلو سالانہ ہو گئی ہے۔

ہیروئن کی عادت میں جوں جوں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس کے استعمال کی مقدار میں بھی اضافہ

ہوتا جاتا ہے مثلاً پہلے ایک رتی سے نشہ ہوتا تھا تو پھر ماشے سے بھی نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ مقدار تولے تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ ہم محض تمثیلاً کہہ رہے ہیں ورنہ ہیروئن کے استعمال کے ایسے طریقے ہیں جنہیں اس کاروبار سے تعلق رکھنے والے ہی جان سکتے ہیں۔ اس کا ٹیکہ بھی لگتا ہے اور یہ سگریٹ کی شکل میں بھی پی جاتی ہے۔ اس کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو یہ مہلک ہو جاتی ہے۔

آسٹریلیا کے محکمہ صحت نے انکشاف کیا ہے کہ ہیروئن کی زیادہ مقدار سے مرنے والوں کی تعداد میں پچھلے دو برسوں میں تین گنا اضافہ ہوگیا ہے۔

آسٹریلیا کے محکمہ صحت نے اس پر بھی اظہار رنج کیا ہے کہ کوکین کی زیادہ مقدار سے مرنے والوں کی تعداد امریکہ والوں سے سبقت لے گئی ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ:

> امریکہ میں اس وقت نشے کے عادیوں کی تعداد 200 فی لاکھ ہے۔ آسٹریلیا اگرچہ اس معاملے میں امریکہ سے قدرے پیچھے ہے تاہم عنقریب اس کے قریب پہنچ جائے گا۔

آسٹریلیا کی رپورٹ میں جو چیز انتہائی دردناک بیان کی گئی ہے وہ ایک ایک ماہ کے بچے کی حالت ہے جس کے ماں باپ دونوں نشہ کرتے ہیں۔ ان کے بچہ پیدا ہوا' اس کا خون ٹیسٹ کیا گیا تو اس میں ہیروئن کے آثار تھے۔ ایک ڈاکٹر بچے کے خون کی رپورٹ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا۔ اس نے کہا اس معصوم کا کیا قصور تھا؟

آسٹریلیا کے ایک اخبار نویس نے ایک دس سالہ بچی کو دیکھا جو نشے کی عادی ہوگئی تھی۔ بچی نے کہا۔ میں ختم ہوچکی ہوں۔ ایک اور لڑکی جس کی عمر 23 سال تھی' اس نے بتایا۔ مجھے تیرہ برس کی عمر میں لت لگی۔ میں آٹھ مرتبہ جیل اور ہسپتال جا چکی ہوں۔ میں پچھتاتی ہوں' توبہ کرتی ہوں لیکن اس عادت کا دورہ پڑتا ہے تو اس کی مزاحمت نہیں کرسکتی۔

ایک 27 سالہ لڑکے نے بتایا۔ میں اس وقت سکول میں تھا جب ہیروئن سے متعارف ہوا۔ میں نے اس لت کو چھوڑنا چاہا لیکن میرے چاروں طرف ہر دوست اس کا استعمال کرتا تھا تو میں اسے کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ میرے دو نشہ کرنے والے دوست جیل میں اور چار زیادہ مقدار کے استعمال کی وجہ سے مرچکے ہیں۔

ملبورن کے نشہ بازوں کے علاج کے مرکز کے ڈائریکٹر جولمبارٹی نے کہا:

> ہمارے لیے سب سے زیادہ دکھ کی بات یہ ہے کہ نشہ بازوں کی عمر بتدریج کم ہو رہی ہے پہلے 20 سال سے اوپر کے نوجوان نشہ کرتے تھے اب عمر 20 سے نیچے دس سال تک پہنچ گئی ہے۔

لیکن مغرب کے لیے اس سے بھی بڑا عذاب ایک اور ہے یعنی بچوں پر مظالم کا رجحان......

امریکہ میں ایک مطالعے کے ذریعے انکشاف ہوا ہے: بچوں پر ظلم و زیادتی ہیروئن کی آمد سے پہلے بھی

ہوتی تھی لیکن اس کی شرح اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی ہیروئن کے رواج کے بعد ہوئی ہے۔ امریکہ کے ایک تحقیقاتی ادارے نے حال ہی میں چونکا دینے والے اعداد وشمار شائع کیے ہیں۔ اس ادارے نے بتایا ہے کہ امریکہ میں اہل خانہ پر ہاتھ اٹھانے کا رجحان تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ خاوند مشتعل ہو کر بیویوں کو مارنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ مار پیٹ ہلکی نہیں ہوتی بعض صورتوں میں ہڈی پسلی ٹوٹ جاتی ہے۔ یہ اعداد و شمار ان خواتین کے لیے خاص طور پر توجہ طلب ہیں جو محض مغرب کی تقلید میں خواتین کے حقوق کے نعرے یہاں بلند کر رہی ہیں۔

یہ اعداد وشمار امریکہ کے ہیں:

- ہر سال 18 لاکھ عورتوں کی خوب ٹھکائی ہوتی ہے۔
- کم از کم 25 فیصد شادی شدہ جوڑے باہم ضرور لڑتے اور ہاتھاپائی کرتے ہیں۔
- گھر کی ان لڑائیوں میں 20 فیصد عورتوں کو مرہم پٹی کروانا پڑتی ہے۔
- 1976ء میں پونے سات لاکھ بچے ظلم وستم کا نشانہ بنے' 1986ء میں مظلوم بچوں کی تعداد 20 لاکھ سے تجاوز کر گئی۔
- ہر سال قریب سوا ہزار بچے ظلم وزیادتی یا عدم توجہی کی وجہ سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔
- گھر کے تشدد اور مار کٹائی میں منشیات کا بھی دخل ہے۔ مار کٹائی کرنے والے کم از کم 40 فیصد نشے کے عادی پائے گئے۔

امریکہ میں حال ہی میں ایک کیس نے ٹی وی پر بڑی شہرت پائی۔ یہ کیس براہ راست عدالت سے نشر کیا گیا۔ نیویارک کے ایک شخص نے اپنی چھ سالہ سوتیلی بیٹی کو مار مار کر ہلاک کر دیا۔ آدمی کو پکڑ لیا گیا لیکن ماں بھی مجرمانہ غفلت میں گرفتار کر لی گئی۔ استغاثے کا بیان تھا کہ ماں اپنی بچی کو بچا سکتی تھی اگر وہ فوراً ہی ہسپتال اس کی اطلاع کر دیتیں۔ ماں نے اپنے بیان میں جو انکشافات کیے وہ بڑے ہی دل گرفتہ تھے جس پر عدالت نے اسے بری کر دیا۔ عورت اس شخص کے عشق اور خوف میں اس طرح مبتلا تھی کہ وہ اس کے خلاف زبان کھولنے کی بھی ہمت نہ رکھتی تھی۔ یہ شخص اس عورت کو اکثر مارتا رہتا تھا لیکن عورت اس سے اس طرح مسحور تھی کہ اگر ہمسایوں نے پوچھا بھی تو وہ یہ کہہ کر ٹال دیتی تھی کہ میں سیڑھیوں سے گر گئی تھی۔ اس سے چوٹ آئی ہے۔ اس کے وکلاء نے اس عورت کی ہمت بڑھائی تو اس نے عدالت کو بتایا کہ میرا یہ دوست (جس کے عشق میں یہ مبتلا تھی) مجھ کو اکثر بری طرح مارتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے میری آنکھ پھوڑ دی۔ ایک دفعہ مجھے مارا تو میرا پتہ زخمی ہو گیا۔ ایک مرتبہ اس نے میرا گھٹنا اور میری پسلی توڑ دی۔ پھر وہ میرے ہاتھ پاؤں جلتے سگریٹ سے داغا کرتا تھا۔ میرے بال نوچتا اور میری آنکھوں میں انگلیاں دیا کرتا تھا۔ وہ مجھے حکم دیا کرتا تھا اور میں کئی دفعہ غسل خانے کے ٹب میں سوئی۔ ایک دفعہ اس نے میری ناک کی ہڈی توڑ دی۔ عورت جس کا نام ہیڈا نا سبام تھا جب بیان دے رہی تھی تو کمرۂ عدالت پر سناٹا طاری تھا۔ اس کا چہرہ واقعتاً یوں دکھائی دیتا تھا گویا وہ ابھی ابھی باکسنگ

کھیل کر آ رہی ہو۔ اس کا یہ بیان من وعن ٹی وی پر نشر ہوا تو پبلک کانپ اٹھی۔ عدالت نے سوال کیا۔ کیا تم اس کی مزاحمت نہ کرسکتی تھی؟ عورت نے کہا۔ اس میں کچھ ایسا جادو تھا کہ میں اس کی مزاحمت یا اس کے خلاف شکایت کا سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ اور بچی کو اس شخص (سٹین برگ) نے کیسے مارا؟...... جب عورت نے یہ روداد بیان کی تو سننے والا ہر شخص اشکبار ہوگیا۔ عورت نے کہا۔ سٹین برگ گھر آیا تو اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا لیزا نے کافی پانی پیا ہے؟ سٹین برگ کو وہم تھا کہ بچوں کو خوب پانی پینا چاہیے۔ اس سے جسم صاف رہتا ہے۔ میں نے جواب دیا۔ لیزا نے آج تو پانی نہیں پیا۔ اس پر سٹین برگ باورچی خانے گیا اور وہ مرچ کا ڈبہ لے کر آیا۔ اس نے لیزا کو پہلے مرچ کھلائی پھر اسے پانی پلایا۔ اس کے بعد سٹین برگ لباس تبدیل کرنے چلا گیا۔ کیونکہ اس کو اس روز ایک دعوت میں جانا تھا۔ لیزا نے مجھ سے پوچھا۔ کیا ابا مجھے بھی اپنے ساتھ دعوت میں لے جائیں گے۔ میں نے کہا۔ تم خود ہی پوچھ لو۔ یہ کہہ کر میں باورچی خانے میں چلی گئی۔ تھوڑی ہی دیر بعد مجھے غسل خانے سے چیخ اور دھمک کی آواز آئی۔ میں گئی تو لیزا غسل خانے کے فرش پر آدھ موئی پڑی تھی۔ میں نے سٹین برگ سے پوچھا یہ کیا۔ اس نے جواب دیا۔ لیزا نے میری طرف گھور کر دیکھا مجھے غصہ آ گیا۔ پھر اس نے باہر جاتے ہوئے کہا۔ یہ بھی ٹھیک ہو جائے گی اور تم بھی ٹھیک ہو جاؤ گی۔ عورت نے متوحش نگاہوں سے عدالت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں لڑکی کو دم توڑتے دیکھ رہی تھی لیکن مجھ میں کچھ کرنے کی ہمت نہ رہی تھی...... یہاں تک کہ لیزا مر گئی۔

قرآن میں آتا ہے کہ عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ کیا عرب کا وحشی بدو اب بھی موجود نہیں ہے؟

مغرب زدہ خواتین کا مطالبہ ہے کہ مرد اور عورت کی مساوات ہونی چاہیے۔ اگر مرد کشتی لڑتا ہے تو عورت کو بھی کشتی لڑنے کا حق ہونا چاہیے حالانکہ عورت پھول ہے۔ اگر پھول کی خواہش کانٹا بننے کی ہو جائے تو پھول کہاں رہے گا۔ ایک امریکی جریدے میں یہ خبر پڑھ کر ہم انگشت بدنداں رہ گئے کہ اب عورتیں پہلوانی کرنے لگی ہیں اور امریکہ میں خاتون پہلوانوں کے دنگل ہوتے ہیں۔

کیا مساوات کا یہ مفہوم ہے؟ مغرب والے ہر معاملے میں بال کی کھال اتارتے ہیں لیکن لفظ مساوات کی مٹی جس طرح انہوں نے پلید کی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ وہ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انسان ہر پہلو میں برابر نہیں ہوسکتے۔ کوئی غبی ہے تو کوئی عبقری۔ کسی کے لیے شعر کہنا آسان ہے تو کسی کو شعر سننا گوارا نہیں۔ کوئی آرٹسٹ ہے تو کوئی سائنسدان۔ حالانکہ یہ دونوں دنیائیں دو انتہائیں ہیں۔ ایک آدمی محنت کرکے پونجی جمع کرتا ہے دوسرا کام کی بجائے خواب خرگوش کو ترجیح دیتا ہے۔ اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ دونوں کو برابر کردیا جائے۔ دونوں کی مساوات قائم کردی جائے۔ آوارہ اور محنتی یکساں نہیں ہوسکتے۔

اصل قصہ یہ ہے کہ مغرب کا نعرۂ مساوات بے لگام جنسی آزادی کا ایک بہانہ ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ جس طرح مرد کو آوارگی کی اجازت ہے اسی طرح عورت کو بھی ہونی

چاہیے۔ مرد ایک سے زائد شادیاں کر سکتا ہے تو عورت کے لیے یہ حق کیوں ممنوع ہے۔ مرد طلاق کا حق رکھتا ہے تو عورت کو بھی یہ حق ہونا چاہیے۔

امریکہ سے جاری ہونے والے حالیہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ امریکہ میں ہر سال 25 ہزار افراد خودکشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اسی ذریعہ نے مزید بتایا کہ ہر گھنٹہ میں 57 بچے اور نوجوان لڑکے خودکشی کی کوشش کرتے ہیں۔ کینیڈا کی ساری ثروت امریکہ کی مانند اپنے شہریوں کو خوشی نہیں دے سکی۔ وہاں حالت یہ ہے کہ 1950ء کے بعد سے نوجوانوں میں خودکشی کا رجحان چار گنا زیادہ ہوگیا ہے۔ اور یہی کیفیت فرانس، جرمنی، سویڈن اور جاپان کی ہے۔ یہ لوگ مشرق کو نگاہِ حقارت سے دیکھتے تھے اور اس کے معتقدات پر طنزیہ مسکراتے تھے، لیکن آج ان کے اپنے ذرائع شہادت دیتے ہیں کہ مغرب کا طرزِ زندگی عذاب ہے۔ اسی طرح جب عورت کے پردے کا ذکر ہوتا تھا تو مغرب کے لوگ حیرت سے کہتے تھے کہ مشرق نے عورت کو پنجرے میں مقید کر دیا ہے، برقع کو شٹل کاک کا نام دیا جاتا تھا۔ لیکن کیا عورت بے پردگی سے زیادہ محفوظ و مامون ہو جاتی ہے؟...... اس سلسلے میں جنوبی افریقہ کے دارالحکومت کیپ ٹاؤن کی ایک داستان بڑی دلچسپ اور عبرت انگیز ہے۔

ایک نوجوان لڑکی نصف شب کے قریب اپنے دفتر سے چلی آ رہی تھی کہ ایک موٹر کار والے نے اس کو پیدل دیکھ کر کہا۔ محترمہ آیئے میں آپ کو گھر پہنچا دوں۔ لڑکی شکریہ ادا کر کے اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ تھوڑی دور جا کر موٹر والے نے اپنی گاڑی ایک سنسان سڑک پر کھڑی کر کے لڑکی سے کہا۔ اگر بولیں تو جان سے مار دوں گا۔ لڑکی جان کے خوف سے خاموش ہوگئی۔ کار والے نے مقصد برآری کر کے لڑکی کو کار سے باہر دھکیل دیا اور خود کار لے کو غائب ہوگیا۔ اب لڑکی پھر خوفزدہ بچتی بچاتی چلی جارہی تھی کہ ایک اور کار پیچھے سے آئی، لڑکی نے اسے ہاتھ دے کر روکا اور کار والے کو اپنی داستانِ غم سنائی۔ کار والے نے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا۔ میں تمہیں ابھی گھر پہنچائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے لڑکی کو کار میں بٹھایا۔ اور ابھی زیادہ دور نہیں گیا ہوگا کہ اس کی نیت بھی خراب ہوگئی۔

یہ صرف ایک مثال ہے۔ کیپ ٹاؤن کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ جدید سدوم ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ زنا بالجبر اسی شہر میں ہوتے ہیں۔ کیپ ٹاؤن پولیس کی رپورٹ کے مطابق جولائی 1979ء سے جون 1980ء تک 16,149 زنا بالجبر کے مقدمات درج ہوئے۔ حالانکہ اس شہر کی کل آبادی 26 لاکھ ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ صرف درج شدہ مقدمات ہیں۔ واقعتاً اس سے کہیں زیادہ جرائم ہوئے جن کی شہریوں نے رپورٹ نہ کی۔ 1978ء میں عورتوں پر جنسی حملوں کی 6 ہزار اطلاعات پولیس کو دی گئیں۔ پولیس کے اپنے بیان کے مطابق افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس بداخلاقی میں کمی کا کوئی رجحان دکھائی نہیں دیتا ہے۔ جنوبی افریقہ وہ ملک ہے جو اب گوروں کا وطن بن چکا ہے، اور گوروں کی تہذیب کو بچانے کے لیے اس ملک نے ایٹم بم بھی تیار کر رکھا ہے۔ اس پہلو سے جنوبی افریقہ کے مورث ملک امریکہ کا حال بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ حکومت امریکہ کے اپنے اعداد و شمار کے

مطابق: امریکہ میں حرامی بچوں کی شرح 1970ء تک 17 فیصد تھی' یعنی امریکی آبادی کا ہر چھٹا بچہ حرامی تھا۔ لیکن 1979ء میں یہ شرح بڑھ کر 24 فیصد ہوگئی۔ یعنی اب ہر تیسرا بچہ حرامی ہے۔ صرف 1978ء میں 5,97,000 حرامی بچے پیدا ہوئے۔

جرم کو چھپانے کے لیے اسقاطِ حمل میں اضافہ ہوگیا ہے۔ لیکن جرم پھر بھی چھپا نہیں رہ سکتا۔ تعلیم گاہوں میں بعض محققین کے جائزے کے مطابق غیر شادی شدہ نوجوان ماؤں کی تعداد میں یوماً فیوماً اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق امریکہ میں 1980ء میں 13 لاکھ نوجوان غیر شادی شدہ مائیں پائی گئی ہیں۔ یہ وہ مائیں ہیں جن کے باقاعدہ بچے ہیں اور وہ فخر سے بتاتی ہیں کہ ان کے بچے باقاعدہ شادی کے بغیر ہوئے ہیں۔ زوال کی انتہا یہ ہے کہ اب احساسِ گناہ بھی باقی نہیں رہا۔

یورپ اور امریکہ کے تجدد پسندوں کا یہ مطالبہ اس شدت کے ساتھ اٹھا کہ کلیسا اس کی مزاحمت نہ کرسکا اور اربابِ اختیار اس پر سنجیدگی سے غور کے لیے تیار ہوگئے اور انجیل کے ترجمے پر نظرثانی کے لیے ایک کمیٹی مقرر کر دی گئی۔ اس کمیٹی کی ایک سفارش یہ ہے کہ انجیل میں خدا کے لیے جہاں فادر' لارڈ اور He (مذکر) کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں کوشش کی جائے کہ ان کی ضرورت نہ پڑے۔ اسی طرح انجیل میں جہاں انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم' حضرت اسحاق علیہ السلام وغیرہ کا ذکر آیا ہے وہاں ان کی ازواج کا ذکر بھی شامل کردیا جائے۔ اس تحریک مساوات کا ایک فائدہ عورتوں کو یہ حاصل ہوا ہے کہ اب عورتیں بھی پادری مقرر ہونے لگی ہیں۔ ایک اور فائدہ اس تحریک کا یہ ہوا کہ انگریزی زبان میں ایک نئے لفظ کا اضافہ ہوگیا۔ پہلے انگریزی میں تین لفظ ہوتے تھے۔ غیر شادی شدہ عورت کے لیے مس' مرد کے لیے مسٹر اور شادی شدہ عورت کے لیے مسز۔ اب تقاضا ہوا کہ جس طرح مردوں کے لیے ایک جامع لفظ مسٹر کا استعمال ہوتا ہے' خواہ مرد کنوارا ہو' رنڈوا ہو یا شادی شدہ۔ اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ایک جامع لفظ ہونا چاہیے خواہ وہ غیر شادی شدہ ہوں یا شادی شدہ۔ عورتوں کی اس تحریک کے نتیجے میں انگریزی میں ایک نیا لفظ اختراع کیا گیا۔ (Ms) میز وزیراعظم بھٹو کے لیے بھی یہی لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

حال ہی میں مغرب کی مار کھانے والی بیویوں کے بارے میں ایک مفصل رپورٹ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ سچی بات ہے کہ مشرق کا کوئی ظالم سے ظالم خاوند بھی اس درندگی تک نہیں جاسکتا جس تک مغرب کے خاوند پہنچ جاتے ہیں۔ مغربی ایجنسیوں کی اپنی خواتین کے بارے میں کیا رپورٹیں ہیں۔ ایک ترتیب سے دیکھئے۔

امریکہ کی مرکزی تفتیشی ایجنسی (ایف بی آئی) کے اندازے کے مطابق:

ہر 18 سیکنڈ میں ایک بیوی اپنے خاوند کے ہاتھوں پٹتی ہے۔

ایف بی آئی ہی کا اندازہ ہے کہ امریکہ میں ہر سال 60 لاکھ عورتیں مار پیٹ اور تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔

امریکہ کے ایک جریدے سائیکالوجی ٹوڈے نے ایک مرتبہ لکھا:

ہر دس عورتوں میں سے ایک اپنے خاوند سے مار کھاتی ہے۔

اس پر ایک دوسرے جریدے فیملی ریلیشنز نے لکھا:

دس عورتوں میں سے ایک نہیں بلکہ امریکہ کی ہر دو میں سے ایک عورت اپنے شوہر کے تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔

کینیڈا کے بارے میں بھی یہی رپورٹ ہے کہ:

ہر دس میں سے ایک عورت خاوند سے لازماً مار کھاتی ہے۔

مدت ہوئی جرمن ریڈیو سے ایک پروگرام نفسیاتی الجھنوں کے حل کے نام سے نشر ہوا۔ (یہ معلوم نہیں کہ یہ پروگرام اب بھی نشر ہوتا ہے یا نہیں) اس پروگرام میں ایک مرتبہ ایک لڑکی نے اپنی الجھن لکھ بھیجی۔ اس نے کہا۔ میں ایک مدت تک ایک نوجوان سے محبت کرتی رہی ہوں۔ لیکن اب اس میں مجھے کچھ زیادہ کشش محسوس نہیں ہوتی۔ کیا میں کسی اور سے محبت کرتے ہوئے اپنے سابقہ دوست سے بھی تعلقات قائم رکھ سکتی ہوں؟ جواب دیا گیا کہ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں 28 سال کی عمر تک ایک لڑکی متعدد دوستوں کے ساتھ یکساں محبت قائم کر اور رکھ سکتی ہے۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک سیکولر معاشرے کے فرد کی کیسی الجھنیں ہوتی ہیں اور سیکولر مرشد کیسی دستگیری کرتے ہیں۔

امریکہ کی ایک علمی انجمن نے ایک مرتبہ مردوں اور عورتوں کی وفاشعاری کا خفیہ جائزہ لیا۔ یعنی جن سے انٹرویو لیے ان کو یقین دلایا کہ ان کے نام ظاہر نہیں کیے جائیں گے۔ اعداد و شمار نے انکشاف کیا کہ پچاس فیصد امریکی شوہر اپنی بیویوں سے خیانت کرتے ہیں اپنی بیوی کو اپنی پاکدامنی کا یقین دلاتے ہیں لیکن خفیہ طور پر اور بھی ناجائز تعلقات قائم کیے ہوتے ہیں۔ اور یہی حالت عورتوں کی ہے۔ ٹیلی فونی ٹیپ سے معلوم ہوا کہ عورتیں بھی مردوں جیسے ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔

ٹیکساس کے ایک اخبار نے اتوار کو گرجا نہ آنے والوں کے عذر جمع کیے:

- بعض نے کہا۔ انہیں ہفتے میں ایک دن سونے کے لیے ملتا ہے اس لیے وہ گرجا نہیں جاسکتے۔
- بعض نے کہا اس دوران ٹی وی دیکھنا ہوتا ہے۔
- بعض نے کہا۔ گرجا نہیں گئے تو کیا ہوا۔
- بعض نے کہا گرمی زیادہ تھی اس لیے نہیں جاسکے۔
- بعض نے کہا ٹھنڈ زیادہ تھی۔

بیت اللحم یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ نے ان عذروں کے مطالعے کے بعد اعلان کیا کہ اگر لوگ اتوار کو گرجا آئیں گے تو ان کی ہر ضرورت پوری کی جائے گی۔ اُن کے لیے ٹی وی بھی ہوگا۔ سونے کے لیے بستر بھی ہوگا۔ پنکھے اور ہیٹر بھی ہوں گے اور کھیل کود کا سامان بھی ہوگا۔ کرسمس کے موقع پر ایک ادارے کو یہ سوجھی کہ وہ معلوم کرے کہ یورپ کے عیسائی کیا واقعی عیسائی ہیں؟ یا نام کے عیسائی رہ گئے

ہیں اور ان سے عیسائیت رخصت ہوچکی ہے۔ اس کی تحقیق کے مطابق تین چوتھائی عیسائی تو کسی نہ کسی معنی میں مذہبی ضرور ہیں۔ لیکن ایک چوتھائی عیسائی دہریہ ہوچکے ہیں۔ وہ خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ باقی تین چوتھائی جو مذہبی ہیں ان کا تصور مذہب بھی عجیب وغریب ہے۔ ہر شخص خدا اور مذہب کے بارے میں اپنے رنگ کے اعتقادات رکھتا ہے۔ ان لوگوں کا خدا شخصی ہے۔ ان کے مذہبی عقیدوں کی بنیاد انجیل نہیں بلکہ ذاتی خیالات ہیں۔

یہ یورپ کی آزاد خیالی کا نتیجہ ہے۔ اس کے بعد اسی ادارے نے اس سوال کا جواب بھی حاصل کرنے کی کوشش کی کہ کیا جو مذہبی عیسائی ہیں وہ اپنے مذہب پر عمل بھی کرتے ہیں یا نہیں؟ خدا کی عبادت کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہبی رجحان رکھنے والے عیسائی بھی عملاً مذہب سے دُور ہیں۔ ان کا مذہبی رجحان صرف ان کے قول تک محدود ہے۔ یعنی آپ ان سے گفتگو کریں گے تو وہ مذہب سے اپنی عقیدت کا اظہار بھی کریں گے۔ اور خدا کا نام بھی لیں گے۔ لیکن جب کوئی حکم خدا کا پیش کیا جائے تو وہ اس کو اس نگاہ سے دیکھتے ہیں جیسے مصروف آدمی ردی کاغذ کے ٹکڑے کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح عبادت کے لیے گرجا گھر جانے والوں کی تعداد میں بھی بُری طرح کمی آئی ہے۔ مغربی یورپ میں عیسائی عبادت گزاروں کی شرح میں خصوصاً کمی آئی ہے۔

عبادت پسندی میں اتنی کمی کیوں آئی ہے؟ ناروے کے ایک پادری نے سروے کرنے والے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: ٹیلی ویژن اور ویڈیو عوام کے اخلاق کو کھا گئے ہیں۔ لوگ گرجا گھر جانے کی بجائے ٹی وی پر عبادت دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح ٹی وی ان کے خیالات پر بے حد اثر انداز ہے۔ اسی پادری نے بتایا کہ گرجے ویران ہورہے ہیں۔ مذہب میں اپنا مستقبل نہ دیکھ کر نوجوان مذہبی تعلیم سے ہٹ رہے ہیں۔ 1965ء میں فارغ التحصیل پادریوں کی تعداد 1200 تھی جو اب گھٹ کر صرف 200 رہ گئی ہے۔ اگر کسی جگہ سے پادری کا مطالبہ ہوتا ہے تو پادری ملتا نہیں۔ بعض علاقوں میں 17 گرجوں کے لیے صرف ایک پادری ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ نکاح ازلی اور مقدس ہوتا ہے یہ ٹوٹتا نہیں۔ عیسائیوں کے عقائد میں نئے زمانے نے بڑی تبدیلیاں پیدا کی ہیں۔ پروٹسٹنٹ لبرل قسم کے عیسائی ہیں۔ ان کی تعبیر ہے کہ نکاح ایسا نہیں کہ ٹوٹ نہ سکے۔ لیکن کیتھولک جو عقیدے میں بڑے سخت اور قدامت پرست واقع ہوئے ہیں، کہتے ہیں کہ جب خدا کے کلام میں آیا ہے کہ نکاح ازلی اور مقدس ہے تو پھر یہ کیسے ٹوٹ سکتا ہے۔ بنابریں عیسائیت میں طلاق کا کوئی تصور نہیں۔ وہ تو موجودہ زمانے میں نئے قوانین کی وجہ سے عیسائی طلاق حاصل کرسکتے ہیں ورنہ ٹھیٹھ عیسائی فقہ کے مطابق عیسائیت میں کوئی حق طلاق نہیں ہے۔

آئرلینڈ کی اکثریتی آبادی کٹر کیتھولک ہے۔ وہاں یہ مسئلہ پھر اُبھر آیا ہے کہ طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں۔ پارلیمنٹ میں زیرِ غور نکاح وطلاق کے ایک بل پر اگر پارلیمنٹ کے اندر بحث چھڑی ہوئی ہے تو یہ بحث پارلیمنٹ کے باہر بھی زور وشور سے جاری ہے۔ طلاق کے حامی کہتے ہیں کہ طلاق کو جائز نہ سمجھا گیا تو

ہزاروں لاکھوں زندگیاں تلخی اور ناخوشی میں غرق ہو جائیں گی۔ جبکہ طلاق کے مخالفین کہتے ہیں کہ طلاق گھروں کو پھاڑنے اور توڑنے والی ہے۔ جس کو خدا نے جائز نہیں کیا اس کو آدمی کیسے جائز کر سکتا ہے؟

اکثریت طلاق کے مخالفین کی تھی۔ چنانچہ ان کا دباؤ غالب آیا اور پارلیمنٹ نے طلاق کو جائز اور قانونی قرار دینے سے انکار کردیا۔ اب ایک طرف گھی کے چراغ جلائے جا رہے ہیں تو دوسری طرف صف ہائے ماتم بچھ گئی ہیں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ تقریباً 70 ہزار افراد ہیں جن کی علیحدگی ہو چکی ہے۔ ہر فرد نے اپنا گھر الگ بسا لیا ہے۔ اس قانون کے تحت ان سب نے اگر اور شادیاں کرلی ہیں تو وہ ناجائز ہیں اور انہیں اپنے پرانے نکاح ناموں کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔

ایک 52 سالہ شخص نے کہا' اپنی بیوی کو طلاق دیئے مجھے چودہ برس ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد میں نے بھی اور شادی کرلی۔ اور میری بیوی نے بھی۔ میری دوسری بیوی سے میری ایک بارہ سالہ لڑکی ہے تو کیا وہ ناجائز ہے؟ میں اسے کہاں پھینکوں؟

ایک 27 سالہ لڑکی نے اپنے خاوند سے طلاق حاصل کر کے نئی شادی کرلی ہے۔ اس نے ایک اخبار کو خط لکھا۔

> میرا خاوند 6 برس ہوئے مجھے چھوڑ کر کہیں چلا گیا ہے' وہ مجھے پسند نہیں کرتا تھا اس لیے اس نے مجھے خود چھوڑ دیا۔ نئے قانون کے بعد میری نئی شادی کیسے منسوخ ہوگی اور میں اپنے اس پرانے خاوند کے پاس واپس کیسے جاسکتی ہوں جو مجھ کو ناپسند کرتا ہے اور خود میں بھی اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی۔ نئی شادی کے بعد میری زندگی بڑی پُرسکون اور خوشگوار ہے۔ میرا نیا خاوند مجھے اور میں اسے چاہتی ہوں۔ ہم دونوں...... اپنے موجودہ گھر کو کیسے ختم کر دیں؟

یہ اور اس جیسی بیسیوں فریادیں ہیں جن سے آئرلینڈ کا پریس بھرا ہوا ہے۔

لیکن قانون دان اس کا ایک ہی جواب دیتے ہیں۔ تمہاری شادی آئرلینڈ کی حدود میں جائز نہیں ہوسکتی۔ آئرلینڈ سے باہر چلے جاؤ تو تمہاری ہر نوع کی شادی جائز ہے۔

برطانیہ کی حکمران کنزرویٹو پارٹی کا ڈپٹی چیئرمین سیاست دان ہونے کے علاوہ ایک ناول نگار بھی ہے۔ مدت ہوئی اس نے ایک ناول لکھا تھا' جس میں اس نے ایک سیاست دان کی داستان بیان کی جو بلیک میل کا شکار ہوگیا۔ عجیب اتفاق ہے کہ اپنے ناول کے پلاٹ کے عین مطابق آرچر کو بھی ایسے ہی ایک بلیک میل کا شکار ہونا پڑا۔ ایک طوائف سے اس کی شناسائی تھی یا نہیں لیکن طوائف نے دعویٰ کیا کہ آرچر کے اس کے ساتھ مراسم ہیں۔ آرچر نے طوائف کا یہ بیان دیکھا تو اس نے اس کو پیغام بھیجا کہ مجھے بدنام نہ کرو۔ اگر تم تفریح کے لیے ملک سے کہیں باہر جانا چاہتی ہو تو میں تمہیں خرچہ بھیجے دیتا ہوں۔ چنانچہ آرچر نے ایک واسطے کے ذریعے طوائف کو تین ہزار پونڈ کی رقم بھیجی۔ اسی دوران میں ایک کثیر الاشاعت اخبار (نیوز آف دی ورلڈ جس کی اشاعت 45 لاکھ ہے) کے نمائندے کو کسی طور اطلاع مل گئی

کہ آرچر طوائف کا منہ بند کرنے کے لیے اسے رقم پیش کر رہا ہے۔ رپورٹر نے خفیہ طریقے سے نہ صرف طوائف کو لفافۂ رقم پیش کی جانے کی تصویر کھینچ لی بلکہ طوائف کا ٹیلی فون ٹیپ کر کے اس سے ہونے والی گفتگو بھی من و عن شائع کردی۔ اس خبر کا شائع ہونا تھا کہ آرچر کے لیے گویا قیامت آ گئی۔ وہ بڑا لائق اور ذہین شخص تھا اور آگے چل کر وہ کنزرویٹو پارٹی کا چیئرمین بھی بن سکتا تھا لیکن یہ خبر اس کے لیے ایسی تھی جیسے آشیانے کے لیے بجلی۔ آرچر نے چپکے سے اپنا استعفیٰ پیش کردیا اور اپنے مستقبل کے خوابوں سے ہمیشہ کے لیے دستبردار ہو گیا۔

1973ء میں مسٹر لیمبسٹن وزیر فضائیہ تھے۔ وہ زمانہ ایڈورڈ ہیتھ کی حکومت کا تھا۔ ایک صبح پورا برطانیہ یہ تصویر اخبار میں دیکھ کر ہل گیا کہ وزیر فضائیہ صاحب ایک داشتہ کے ساتھ بستر میں استراحت فرما رہے ہیں۔ اس کے ساتھ یہ خبر بھی تھی کہ جنابِ وزیر نشے کا شوق بھی فرماتے ہیں۔ وزیر صاحب کے لیے تو یہ خبر جو بجلی بن سو بنی' ہیتھ حکومت کی ناؤ ڈگمگا گئی۔ وزیراعظم نے لیمبسٹن سے کہا۔ صاحب آپ کے ساتھ ہماری پوری کشتی ڈوب رہی ہے۔ آپ کی نوازش ہوگی کہ آپ کشتی سے اتر جائیے۔

1983ء میں ایک اور وزیر پارکنسن صاحب کا سکینڈل فاش ہوا۔ پارکنسن کی ایک سیکرٹری تھی۔ اس کے اس سے تعلقات ہو گئے۔ جب وہ حاملہ ہو گئی تو وزیر صاحب نے اسے اپنے محکمے سے تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ اس پر اس نے وزیر صاحب کا بھانڈا بیچ پریس کے پھوڑ دیا۔ اس نے بتایا کہ پارکنسن صاحب نے مجھ سے شادی کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اب مکر گئے ہیں۔ لیکن پارکنسن صاحب کے لیے مشکل یہ تھی کہ صرف اس کے بیوی بچے ہی اس کے خلاف ایک محاذ بنا کر کھڑے نہیں ہو گئے بلکہ پارٹی بھی ساتھ شامل ہو گئی۔ پارکنسن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ نہایت ذہین وزیر اور اعلیٰ سیاست دان تھا لیکن اس سیکنڈل نے اس کی عمر بھر کی سیاسی کمائی پر چشم زدن میں پانی پھیر دیا۔ اس کو بڑی رسوائی کے ساتھ میدانِ حکومت و سیاست سے رخصت ہونا پڑا۔ برطانیہ کا عہد قدیم میں ایک سیاسی معیار و وقار ہوا کرتا تھا۔ لیکن اس کے زوال کے ساتھ اس کے سارے معیار بھی ختم ہو گئے ہیں۔ برطانیہ کی لبرل پارٹی کے لیڈر کا سارا کیرئر اس راز کے فاش ہونے کے ساتھ برباد ہو گیا کہ وہ ہم جنس پرست ہے۔

کچھ مدت ہوئی برطانیہ کے ایک اخبار نے یہ سرخی جمائی۔

بکنگھم پیلس کے عملے کے چھ ارکان کو ایڈز ہونے کا شبہ

ایڈز دہ خبیث نا قابلِ علاج مرض ہے جو ہم جنس پرستوں کو لاحق ہوتا ہے۔ قرآن سچ کہتا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں' اُن کو حیات طیبہ عطا ہوتی ہے یہ ایمان کا انعام ہے حیات طیبہ کا مطلب ہے ظاہر و باطن کا سکون اور پاکیزگی۔ با ایمان زندگی کے لیے صرف دشمن ہی کے دل میں احترام نہیں پیدا ہوتا بلکہ اس پاکیزہ راہ پر چلنے والا باطن میں بھی ہر طرح کا سکون اور اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اس کی مثال اس سے سمجھئے کہ ایک شخص ٹکٹ خرید کر سفر کر رہا ہے اور دوسرا بلا ٹکٹ سفر کر رہا ہے' بلا ٹکٹ سفر کرنے والا کتنا ہی ہنس بول رہا ہو اسے ہر آن دھڑکا رہتا ہے مبادا وہ پکڑا جائے۔ یہی

فرق ایک باایمان زندگی اور بے ایمان زندگی میں ہے۔ بے ایمان مغرب ایک عذاب میں مبتلا ہے' اس کی نکیل اس کے نفس کے ہاتھ دے دی گئی ہے اور وہ اسے کہیں قرار نہیں لینے دیتا۔ مغرب کے پاس مادی وسائل ہیں لیکن دل کا سکون نہیں ہے۔

جنگ عظیم دوم کی تباہی سے مغرب نے عبرت حاصل کرنے کی بجائے نفس کی باگیں مزید ڈھیلی چھوڑ دیں۔ اب اس کی تلاش یہ تھی کہ لذتِ نفس کے ساتھ فطرت نے جو کانٹے لگائے ہیں وہ بھی دور ہو جائیں یعنی آدمی حظ اٹھائے لیکن حمل کا جھنجھٹ نہ رہے۔ اس کانٹے سے بچنے کے لیے دو طریقے ایجاد کیے گئے۔ ایک مانع حمل گولی دوسری اسقاطِ حمل کی قانونی اجازت' مانع حمل گولی تو رائج ہو گئی لیکن اسقاطِ حمل کی قانونی اجازت میں کئی رکاوٹیں اور مخالفتیں تھیں۔ ادھر مانع حمل گولیاں بھی بے خطرہ نہ تھیں' ایک تو اس سے جسم میں کئی عوارض پیدا ہو جاتے ہیں دوسرے یہ مکمل طور پر مانع حمل بھی نہیں۔ یعنی ایسے، کیس پائے گئے ہیں جن میں گولی کے مسلسل استعمال کے باوجود حمل قرار پا گیا۔ اس لیے لذت پرستوں نے اسقاطِ حمل کی قانونی اجازت کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔

اسقاطِ حمل کی قانونی اجازت 1968ء میں حاصل ہو گئی' اب لذت پرستوں کو اطمینان ہوا کہ مانع حمل گولیوں اور اسقاط حمل دونوں سے ہر خطرے کا مقابلہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس سے ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا۔ اگر کچھ لوگ لذت کے لیے بچے نہیں چاہتے تو کچھ جوڑے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہر تدبیر کے باوجود صاحب اولاد ہونے میں ناکام رہتے ہیں۔ ان کو تلاش رہتی ہے کہ کوئی بچہ مل جائے۔ برطانیہ میں ہر سال اوسط ایک لاکھ لوگ لے پالک بچوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔ 1968ء سے پہلے تقریباً 24 ہزار لوگ بامراد ہو جاتے تھے اور انہیں ہسپتالوں یا دوسرے اداروں سے بچے مل جاتے تھے۔ 1968ء کے بعد دستیاب بچوں کی تعداد میں اچانک کمی آ گئی یعنی تعداد 24 ہزار سے کم ہو کر صرف 9 ہزار رہ گئی۔ گویا ہزاروں لوگ سالانہ سرگرداں ہیں اور انہیں بچہ نہیں مل رہا ہے۔ اس مسئلے نے بھی سنگین صورت اختیار کر لی۔ اب سائنسدان بچوں کی سپلائی کی نگرانی میں لگ گئے یعنی بچوں کی طلب کیسے پوری کی جائے۔ بے ایمان دماغوں کی مشین ہمیشہ الٹی چلتی ہے۔ انہوں نے سوچا کہ اگر زرعی پیداوار میں اضافہ ہو سکتا ہے تو انسانی پیداوار میں کیوں اضافہ ممکن نہیں۔

اسی طلب میں ''کرایے کی مائیں'' دریافت ہوئیں یعنی اگر رحم کرایے پر مل سکے تو بچہ باقاعدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر ماں صحت مند ہے اور باپ میں نقص ہے تو ماں کے رحم کے لیے مرد کا مادۂ منویہ قیمتاً خریدا جا سکتا ہے۔ یہ سلسلہ پہلے خفیہ چلتا رہا پھر اس نے باقاعدہ کاروبار کی شکل اختیار کی ہے۔ رحم مادر کا کرایہ ہمارے حساب کے مطابق قریباً لاکھ سوا لاکھ روپے ہے۔ جبکہ مرد کا مادۂ منویہ سو ڈیڑھ سو روپے میں دستیاب ہو جاتا ہے۔ برطانوی پارلیمنٹ میں اس کاروبار کی شدید مذمت کی گئی ہے لیکن جس شخص کے نزدیک زندگی کا انجام قبر کی لامتناہی رات کے سوا کچھ نہ ہو تو وہ کوئی اخلاقی طرزِ عمل کیونکر اختیار کر سکتا ہے؟ اخبار والوں نے برطانیہ کی ایک ماں سے انٹرویو لیا جس نے اپنے رحم کو

کرایے پر دیا تھا۔ اس عورت نے انکشاف کیا کہ اپنے رحم میں بچہ پالنے کا کرایہ اسے سوا لاکھ روپے کے قریب ملا ہے۔ کرایے کا حساب بھی مزدور کے گھنٹوں کی طرح کیا گیا۔ پریس والوں نے پوچھا لیکن کیا تمہیں اپنے پیٹ میں پلے ہوئے بچے کو جدا کرتے ہوئے تکلیف نہ ہوئی۔ عورت نے جواب دیا۔ مجھے پیسوں کی ضرورت تھی۔

کرائے کی ماں کا یہ مقدمہ امریکہ کی ایک ریاست نیوجرسی میں چل رہا تھا۔ فریقین مقدمہ تھے مسٹر اسٹرن اور مسز وائٹ ہیڈ۔ مسٹر اسٹرن کھاتا پیتا شخص تھا۔ وہ شادی شدہ تھا۔ اس کی ازدواجی زندگی بڑی خوشگوار تھی لیکن شومئی قسمت کہیے۔ بیوی کا ہر قسم کا علاج معالجہ کرانے کے باوجود ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا تھا۔ مسٹر اسٹرن کو ایک واسطے سے معلوم ہوا کہ کوڑا کرکٹ صاف کرنے والی ایک عورت اپنا رحم کرائے پر دینے کے لیے آمادہ ہے۔ یعنی مادۂ منویہ یہ مسٹر اسٹرن کا ہوگا اور رحم مسز وائٹ ہیڈ کا جو بچہ پیدا ہوگا وہ مسٹر اسٹرن کا ہوگا۔ مسز وائٹ ہیڈ اس خدمت کے عوض دس ہزار ڈالر لے گی۔ مسٹر اسٹرن اس سودے کے لیے تیار ہوگیا۔ اس نے سودا کرانے والے کو اس کا کمیشن اور مسز وائٹ ہیڈ کو اس کی اجرت ادا کی اور قانونی کاغذ پر معاہدہ طے پا گیا۔ مسٹر اسٹرن کو جب بچہ پیدا ہونے کی اطلاع ملی تو وہ اپنی بیوی سمیت مسز وائٹ ہیڈ کے پاس ہسپتال پہنچا تھا۔ مسز وائٹ ہیڈ نے کہا۔ بچہ از روئے معاہدہ آپ ہی کا ہے لیکن ذرا اسے سنبھل لینے دیجئے مناسب ہوگا کہ آپ اسے چند دن کے بعد لے جائیں۔ لیکن ان چند ایام میں بچے نے ماں کی چھاتی کا دودھ پیا تو ماں کا دل مچل گیا۔ مسٹر اسٹرن بچہ لینے آیا تو مسز وائٹ ہیڈ نے بچے کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا میں اپنا لخت جگر کیسے دے سکتی ہوں؟ مسٹر اسٹرن نے معاہدے کا حوالہ دیا لیکن مسز وائٹ ہیڈ کے سر کو ماں کی ممتا کا خمار چڑھ گیا تھا۔ اس نے مسٹر اسٹرن کی کوئی بات سننے سے انکار کردیا۔ اس پر مسٹر اسٹرن نے مسز وائٹ ہیڈ کے خلاف استغاثہ دائر کردیا۔ دونوں جانب سے دلائل کے انبار لگا دیئے گئے۔ عدالت نے نہایت غور سے ان دلائل کو سنا۔ اسی نوعیت کے 63 مقدمات امریکہ کی دوسری ریاستوں کی عدالتوں میں بھی زیر سماعت ہیں۔ اس لیے نیوجرسی کی عدالت میں پیش اس مقدمے کو بڑی شہرت ہوئی اور ہر پیشی پر کمرۂ عدالت کھچا کھچ بھر جاتا...... جج نے فیصلہ دیا ہے کہ:

> مسز وائٹ ہیڈ نے مسٹر اسٹرن سے دس ہزار ڈالر کے عوض یہ عہد کیا تھا کہ مصنوعی حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ مسٹر اسٹرن کے حوالے کردیا جائے گا۔ یہ معاہدہ مسز وائٹ ہیڈ کو پابند کرتا ہے کہ وہ بچہ مسٹر اسٹرن کے حوالے کردے۔ مسز وائٹ ہیڈ نے درحقیقت اپنی امومت دس ہزار ڈالر کے عوض فروخت کردی ہے۔ مسز وائٹ ہیڈ پر اس کی پابندی لازم ہے۔

اس فیصلے کے مطابق بچہ مسز وائٹ ہیڈ سے لے کر مسٹر اسٹرن کے حوالے کیا جانا تھا۔ لیکن مسز وائٹ ہیڈ نے عدالت بالا میں اپیل دائر کر کے حکم امتناعی حاصل کرلیا چنانچہ بچے کی سپردگی ملتوی

ہوگئی۔ نیوجرسی کے جج کے فیصلے نے امریکہ میں ایک نئی بحث چھیڑ دی ہے۔

1- کیا نیوجرسی کی عدالت کا فیصلہ امریکہ کی تمام ریاستوں پر لاگو ہوگا؟ یا ہر ریاست کا فیصلہ اپنا اپنا ہوگا؟ چونکہ یہ ایک مقامی تنازعہ ہے اس لیے ماہرین قانون کا موقف ہے کہ یہ فیصلہ نافذالعمل تو صرف نیوجرسی میں ہوگا لیکن دوسری ریاستیں اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکیں گی۔

2- کرایے کی ماؤں کے بارے میں یہ پہلا عدالتی فیصلہ ہے جس میں انسان کے جسم کے فریضے کی فروخت کو قانونی طور پر جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ قانونِ معاہدات وتجارت صرف تجارتی اشیاء ہی پر نافذالعمل نہیں انسانی جسم پر بھی لاگو ہے۔ انسانی جسم کے کسی حصے کے استعمال کا اگر کوئی معاہدہ ہو جائے تو وہ قانونی طور پر تسلیم شدہ ہوگا۔ یوں انسانی جسم بھی فروختنی شے تسلیم کرلیا گیا ہے۔

3- لیکن کچھ لوگوں نے سوال اٹھایا ہے کہ یہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے جس کے دو پہلو ہیں۔ ایک یہ کہ کیا عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے جسم کے ساتھ جو چاہے کرے۔ دوسرا یہ کہ کیا کوئی غریب عورت اپنی حاجت پوری کرنے کے لیے کوئی ایسا کام کرسکتی ہے جس کو سوسائٹی ناپسند کرتی ہے؟

بعض آراء اس حق میں ہیں کہ عورت اپنے جسم کے ساتھ جو چاہے کرسکتی ہے۔ اس کو مکمل اختیار ہے۔ اور اگر اپنی مالی ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ ایسا کرتی ہے تو وہ اس کی اور بھی زیادہ حقدار ہے۔ لیکن جو آراء اس کے خلاف ہیں ان کا واویلا بھی کچھ کم زوردار نہیں، خواہ وہ مذہبی ہی ہوں۔ چونکہ امریکہ کا پورا ماحول غیر مذہبی اور غیر اخلاقی ہوگیا ہے اس لیے عام رائے یہی بن رہی ہے کہ انسان (عورت) کو اپنے جسم کے استعمال پر پورا اختیار حاصل ہے۔ وہ اسے اپنے استعمال میں لائے یا کسی کو استعمال کے لیے کرایہ پر دے دے۔ لیکن اس دلیل پر اعتراض یہ ہوا ہے کہ پھر قحبہ گری کیوں ممنوع ہے؟ کیا وہ بھی جسم فروشی نہیں؟ مغرب کی شاید ہی کوئی سیکولر مملکت ہو جہاں قحبہ گری خلاف قانون نہ ہو۔ اگر قحبہ گری ممنوع ہے تو پھر کرائے کی ماں بننا بھی ممنوع ہونا چاہیے ورنہ دونوں سے پابندی اٹھا دیں۔

مغرب کے مذہبی حلقے اس پر بالخصوص سخت جزبز ہیں۔ ان کا موقف ہے کہ اگر جذبۂ مادری (امومت) بھی قابلِ فروخت بن گیا تو انسان کا کیا بنے گا۔ وہ کون سی قدریں ہیں جن سے انسان انسان بنتا ہے۔ اگر یہ قدریں بتدریج مٹا دی گئیں تو پھر انسان اور حیوان کے درمیان کیا فرق باقی رہ جائے گا؟

سیّد تنظیم حسین

پادریوں میں رنگین مزاجی

صحافیوں کی حاصل کردہ معلومات کے مطابق نیویارک میں طعام آخریں کی ہفتہ واری تقریب کے معزز شرکاءٗ پادریوں میں ہم جنس پسندی کی نہ صرف حمایت کرتے ہیں بلکہ ایسی ہی ایک تقریب میں کلیسا سے متعلق قریباً تین سو صالحین میں ''عشائے ربانی'' کی میز کے نگراں جیسوئٹ فادر رابرٹ کارٹر سمیت آدھے درجن ہم جنس پسند پادری بھی تھے۔ اب کیفیت یہ ہو چکی ہے کہ اعلیٰ علمی تربیت گاہ کے سابق پروفیسر کارٹر اپنی ہم جنس پسندی کو صیغۂ راز میں بھی نہیں رکھتے۔ لیکن تربیت گاہ سے سبکدوشی کے بعد ان کو ذریعۂ معاش کے لیے سائیکوتھراپسٹ کا پیشہ اختیار کرنا پڑا کیونکہ ان کے خیال میں ایک رنگین مزاج پادری کے لیے روزی کمانے کے چند ہی طریقوں میں سے ایک یہ ہے۔ شرکاء میں سے ایک اور پادری فادر جم نے یہ خیال ظاہر کیا کہ ایک پادری کے لیے اپنا عہدہ برقرار رکھنے کے لیے ہم جنس پسندی کو چھپانا اشد ضروری ہے۔ انہوں نے تقریب کے اختتام کے بعد شگفتگی کے انداز میں کہا ''یہ بات اگر میں صاف صاف کہہ سکتا تو اس سے عوام کو کس قدر تقویت ملتی۔'' لیکن ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اگر ان کے اعلیٰ عہدیدار اس سے واقف ہو جائیں تو ان کا ہاتھ اسی طرح کاٹ ڈالیں گے۔

اہل کلیسا اور ہم جنس پسند پادری

مضمون نگاروں نے لکھا ہے کہ خواہ پروٹسٹنٹ ہوں خواہ کیتھولک' دونوں فرقے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ یہ بات (جنسی بے راہ روی) کلیسائی خلوت خانوں تک محدود رہے لیکن اب اخفاء ناممکن ہو چکا ہے۔ دوسرے عوام الناس میں ہم جنس پسندی پھیلنے کے بعد پادریوں کے متعلق بھی یہ سوال اٹھنا لازمی ہوگیا تھا کیونکہ رومن کیتھولک گرجاؤں میں پادریوں کی جانب سے نوعمروں کی ایذا رسانی کے واقعات کی بڑی تشہیر ہوئی نیز چند پادریوں کے ایڈز کے مرض میں مبتلا ہونے کے بعد کلیساؤں کے ذمہ دار افراد کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ پادریوں میں نہ صرف ہم جنس پسند موجود ہیں بلکہ ان کو کلیسا کی حمایت کی بھی

ضرورت ہے۔

ہم جنس پادریوں کے اعداد وشمار

اگر چہ رنگین مزاج پادریوں سے متعلق قابل اعتماد اعداد وشمار نہیں ملتے لیکن میری لینڈ کے ایک نفسیاتی ماہر اور سابق پادری رچرڈ سائپ کی 85-1960ء کے دوران حاصل کردہ معلومات کے مطابق ستاون ہزار کیتھولک پادریوں میں سے بیس فیصد ہم جنس پسندی سے متفق ہیں اور ان میں سے نصف اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ یہ اندازہ پندرہ سو پادریوں سے استفسارات پر مبنی ہے لیکن رچرڈ سائپ کا خیال ہے کہ 1978ء کے بعد اس تعداد میں معتد بہ اضافہ ہوا ہے اور اب صحیح تعداد چالیس فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ سان فرانسسکو اور نیویارک کے کلیسائی حلقوں میں عیسائیوں کے مقابلتاً ایک چھوٹے فرقے اپسکوپل (Episcopal) کے پادریوں میں تو یہ شرح پچاس فیصد تک پہنچ چکی ہے۔ لہٰذا ہوسٹن میں نفسیاتی امراض کے علاج کرنے والے ادارے شیلوم سینٹر کے فادر جیمز ہرنن نے کہا ''اہل کلیسا کو چاہیے کہ وہ پادریوں میں ہم جنس پسندی کا گہرا مطالعہ کریں۔'' انہوں نے یہ بھی کہا کہ ''مجھے معلوم نہیں کہ ان میں ایسا کرنے کی جرأت بھی ہے یا نہیں۔''

رنگین مزاج پادریوں سے کلیسا کا سلوک

کلیسائی حلقوں کے باشندوں کو تو یہ علم نہیں کہ ان میں کتنے رنگین مزاج ہیں۔ وہ مختصر سی تعداد جو اس فعل شنیع میں ملوث ہے' اپنے حلقے کے سادہ لوح عوام کو معلوم ہو جانے کے خوف میں زندگی گذارتی ہے۔ بوسٹن کے پادری فادر پیٹر جو دوسرے رنگین مزاج پادریوں کی طرح کھل کر سامنے آنا نہیں چاہتے' کہتے ہیں ''میں تو یہاں تک کہوں گا کہ جن افراد سے میرا تعلق ہے ان میں سے ننانوے فیصد کو تو اس حقیقت کا علم بھی نہیں۔'' نیز اگر کسی پادری کی رنگین مزاجی کا علم ہو جائے تو بہت سے افراد اس سے دینی خدمات لینا پسند نہیں کریں گے۔'' مضمون نگاروں کا کہنا ہے کہ اگر پادریوں کی (خواہ پروٹسٹنٹ ہوں خواہ رومن کیتھولک) ہم جنس پسندی کا علم ہو جائے تو ان کو ایک خصوصی انداز میں مذہبی خدمات سے سبکدوش کردیا جاتا ہے۔

یورپ میں ہم جنس پسند پادری اور پوپ کا ردِ عمل

یورپ میں ہم جنس پادریوں کو اپنے امریکی بھائیوں کے مقابلہ میں زیادہ مشکلات کا سامنا ہے کیونکہ وہاں رنگین مزاجوں کی تحریک آزادی نے ابھی اس قدر زور نہیں پکڑا جتنا کہ اس تحریک کا زور امریکہ کی ریاستوں میں ہے لہٰذا کلیسا کے رنگین مزاج عملے کو اگر زیادہ نہیں تو کلیسا کے اعلیٰ عہدیداروں کی جانب سے اتنی ہی ملامت گوارا کرنی پڑتی ہے' جتنی کہ امریکہ میں ہوتی ہے۔ انگلستان' سوئٹزرلینڈ اور فرانس جیسے ممالک میں کیتھولک زعماء ویٹی کن (پوپ) کی ہدایات پر سختی سے پابندی کرتے ہوئے اس

مسئلہ کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہیں۔ لیکن ویٹی کن کے ایک ذریعہ نے بتلایا ''جہاں تک امریکی ریاستوں میں اقبالی رنگین مزاج پادریوں کی جماعتوں کا سوال ہے تو ہولی آفس (پوپ کا دفتر) اس کو انفرادی مسئلہ قرار دے کر اسے سیاسی رنگ دینے سے اتفاق نہیں کرتا۔'' ویٹی کن کے اسی ذریعہ نے مزید بتلایا کہ ''اس معاملہ میں رومن کیتھولک فرقہ کا رویہ بالکل واضح ہے۔ جو بھی عملی طور پر ہم جنس پسند ہوگا اس کو نکال پھینکا جائے گا۔'' مضمون نگاروں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اگرچہ یہ مسئلہ اس قدر اہم ہے لیکن جنیوا میں قائم شدہ نسبتاً آزاد خیال اور 107 ممالک کی نمائندہ' رومن کیتھولک' اینگلیکن اور قدیم کیتھولک کلیساؤں کی متحدہ تنظیم 'ورلڈ کونسل آف چرچز' نے ابھی تک پادریوں میں ہم جنس پسندی کے مسئلہ پر غور تک نہیں کیا۔

ہم جنس پسندی اور عیسائی فرقے

رومن کیتھولک عیسائیوں کے لیے ہم جنس پسندی خصوصی طور پر ایک اہم مسئلہ ہے کیونکہ ان کے یہاں پادریوں کو عفت پسند اور مجرد رہنے کا حلف اٹھانا پڑتا ہے۔ عیسائیوں کے دوسرے فرقوں میں پادریوں کی اکثریت شادی شدہ ہوتی ہے جہاں تک پروٹسٹنٹ فرقے کے عیسائیوں کا تعلق ہے تو اگرچہ ان کے کلیدی عہدوں پر ہم جنس پسند پادریوں کا تقرر ہو جاتا ہے لیکن ایسا بڑے تامل کے بعد ہوتا ہے اور رنگین مزاج پادری (مرد اور خواتین دونوں سے) تجرد کی زندگی گزارنے کی توقع رکھی جاتی ہے۔ کچھ ایپسکوپل 'اسقف' (Bishop) اصولی طور پر مسلمہ ہم جنس پسندوں کا تقرر بہ حیثیت پادری کے کر بھی لیتے ہیں بلکہ نیویارک کے ایپسکوپل اسقف پال مورنے تو پادری کا تقرر کرنے والی کمیٹیوں کو یہاں تک ہدایات دی ہیں کہ وہ امیدواروں سے ذاتی نوعیت کے سوال ہی نہ کریں۔

یورپ کے کلیساؤں کی کیفیات

یورپ کے ان کلیساؤں میں بھی جہاں ہم جنس پسندی کے لیے نرم گوشہ ہوتا ہے' رنگین مزاج پادریوں کو اپنی جنسی زندگی لازمی طور پر مکمل راز میں رکھنی پڑتی ہے۔ انگریزی کلیسا کے یہاں تو مثال کے طور پر ہم جنس پسندوں پر پادری مقرر ہونے یا مذہبی اجتماعات میں شرکت کے لیے کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ 1981ء کی ایک رپورٹ میں تو یہاں تک اعلان کردیا گیا کہ ''بہ یک وقت عیسائی اور رنگین مزاج ہونے میں کوئی تضاد نہیں ہے۔'' لیکن برطانیہ میں عیسائی رنگین مزاجوں کے لیے تحریک آزادی کے جنرل سیکرٹری اور اینگلیکن کلیسا کے پادری رچرڈ کرکر کا کہنا ہے کہ ''آپ ایک بھی اسقف کو یہ اقرار کرتا ہوا نہ پائیں گے کہ ہم جنس پسندوں کو متواتر پادری مقرر کیا جاتا رہا ہے' کیونکہ دراصل کلیسا والے اس شور و غوغا کو روکنا چاہتے ہیں' جو اس انکشاف سے عوام میں ہوسکتا ہے۔'' کرکر کے اندازے کے مطابق اینگلیکن کلیساؤں کے ایک تہائی عہدے دار' خواہ شادی شدہ ہوں یا کنوارے' رنگین مزاج ہیں اور یہ کہ ان پر وہی بیتی ہے جو خود اس پر گذری ہے یعنی اپنی تقرری اور ترقی کے لیے ہم جنس پسندی کو چھپانا پڑا۔ اس نے تو

یہاں تک کہا کہ ’’اس معاملہ میں اسی نقطہ تک دور اندیشی کی ترغیب موجود ہے جہاں پہنچ کر دور اندیشی دجل وفریب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔‘‘

اعلیٰ تربیت گاہیں اور ہم جنس پسندی

پروٹسٹنٹ فرقے کی کچھ اعلیٰ تربیت گاہوں میں (مرد و خواتین دونوں) ہم جنس پسندوں کی انجمنیں موجود ہیں حتیٰ کہ کیتھولک فرقے کی تربیت گاہوں میں بھی جہاں اوسط عمر 35 سال ہے رنگین مزاج امیدواروں کو داخلہ مل جاتا ہے۔ لیکن وہ اس وقت تک پادری نہیں بن سکتے جب تک وہ مجرد رہنے کا عہد نہ کرلیں۔ ان امیدواروں کی چھان بین کا طریقہ غلطی سے مبرا نہیں ہے اور نہ اس معاملہ میں پالیسیوں میں بھی ہم آہنگی ہے مثلاً کچھ تربیت گاہیں تمام ہم جنس پسندوں کو مسترد کر دیتی ہیں جبکہ کچھ تربیت گاہوں نے داخلہ کے لیے ہم جنس پسندوں کی ایک تعداد مقرر کر رکھی ہے۔

تنہائی کا مقابلہ: ہم جنس پسندی کا جواز

سائپ کے خیال کے مطابق اعلیٰ تربیت گاہوں سے فارغ ہونے والے قریباً آدھے رنگین مزاج پادری روحانی طور پر خاصے ترقی یافتہ ہو کر تجرد کی زندگی بڑی باقاعدگی سے گذارتے ہیں جبکہ باقی یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ پاکیزہ کردار (عفیف) رہ ہی نہیں سکتے یا ایسا رہنا ہی نہیں چاہتے۔ ہم جنس پسند پادریوں میں سے قریب قریب ایک چوتھائی افرد (جن سے سائپ نے معلومات حاصل کیں) اپنی تنہائی کا مقابلہ طویل المیعاد معاشقہ سے کرتے ہیں۔ ٹیکساس کے گرجا کے پادری فادر جیک نے جو ایک طویل عرصہ تک نفسیاتی معالج رہے ہیں' اپنے سے دس سال کم عمر کے ایک شخص سے اپنا تعلق قائم کرلیا۔ اب جیک کا کہنا ہے کہ ’’35 سال تک نفسانی خواہشات کو دبانے کے نتیجہ میں خود سے پیدا شدہ تنفر کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں نجی طور پر وہی سب کچھ کروں گا جس کی کلیسا اجازت نہیں دیتا۔‘‘ لیکن ہوا یہ کہ جیک کا عاشق گذشتہ گرمیوں میں ایڈز میں مبتلا ہو کر مر گیا اور اب جیک پہلے سے زیادہ تنہا ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ اس کا ضمیر صاف ہے۔

بعض ہم جنس پادری 'تجرد' اور 'پاکیزہ کرداری' سے متعلق اپنے عہد و پیمان کو نئے معنی پہنا کر اپنی مذموم حرکتوں کا جواز پیش کرتے ہیں۔ بوسٹن کے رنگین مزاج پادری فادر ایرک کا کہنا ہے کہ ’’میرے خیال میں تو عفت کا مطلب جنسی اختلاط کی قطعی نفی ہے اور 'تجرد' کا مطلب 'صرف شادی نہ کرنا' ہے۔ باقی پادری ہم جنس پسندی سے متعلق کلیسا کے اصول کو اسی طرح مسترد کرتے ہیں جس طرح کچھ کم سمجھ کیتھولک اسقاط اور مانع حمل ادویات سے متعلق مذہبی تعلیمات کو قابل توجہ نہیں سمجھتے۔

مذہبی پابندیوں کے حامیوں کا استدلال اور کلیسا کا رویہ

کلیسا کی روایات کے حامی یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ رنگین مزاج پادریوں کو دیگر پادریوں کے

مقابلہ میں عہد شکنی کا زیادہ حق نہیں پہنچتا۔ اس کے برخلاف تین سال تک ہم جنس پسندوں میں کام کرنے والے فادر جوہن ہاروی کا خیال ہے کہ ''یہ ادراک کہ ایک پادری رنگین مزاج ہے یا زنخا ہے' کلیسا کے نام پر ایک دھبہ ہے۔'' کیونکہ ''کلیسا نے ہمیشہ یہ تعلیم دی ہے کہ ہم جنس پسندی غیر فطری ہے اور یہ عیسائیت سے سراسر دشمنی ہے۔'' اسی وجہ سے گذشتہ سال کے آخر میں ویٹ کن نے ایک غیر مصالحانہ خط جاری کیا جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ ہم جنس پسندی کی طرف رجحان ہی حقیقی معنی میں ایک فتنہ ہے۔''

کیتھولک فرقہ کے عہدہ داروں نے ایک اور پیغام کے ذریعہ یہ ہدایت کی ہے کہ جو پادری اس سے مختلف سوچ رکھتے ہوں وہ اس مسئلہ پر سکوت اختیار کریں۔ بہت سے اسقفوں نے اپنے اپنے حلقوں میں صالحین (Dignity) کو ہفتہ واری تقریب منعقد کرنے سے روک دیا ہے حتیٰ کہ گذشتہ مہینہ میں ہم جنس پسندی کے ایک قدیم حمایتی نیویارک کے فادر جوہن میک نیل کو ویٹ کن کے خط پر تنقید اور نافرمانی کی بنا پر جیسوئٹ (مشہورِ زمانہ عیسائی تنظیم) سے خارج کردیا گیا۔ میک نیل کا کہنا ہے کہ ''جو کچھ نفسیاتی طور پر برا ہے وہ مذہبی اعتبار سے بھی برا ہے۔'' اس کے باوجود اگرچہ کلیسا کا رویہ رائے عامہ سے اس اختلاف پر سخت ہے لیکن اہل کلیسا اُن پادریوں کی حفاظت کرتے ہیں جو عوام میں اپنا وقار کھو بیٹھتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تک نوعمروں سے غیر انسانی سلوک کرنے والے مشتہرہ افراد کو ایک کلیسائی حلقے سے دوسرے حلقہ میں تبدیل کیا جاتا رہا جس کا نتیجہ اب کلیسا کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق دینیات کے قانونی وکیل فادر تھومس ڈائل کا کہنا ہے کہ ''اس وقت کلیسا کو درپیش مسائل میں یہ سب سے زیادہ اہم اور خطرناک مسئلہ ہے۔'' فادر تھومس وہ وکیل ہیں جن کو لفائیا میں ہونے والے ایک مقدمہ کی تفتیش کرنی پڑی۔ اس مقدمہ میں ایک پادری کو جیل جانا پڑا اور باقی چھ افراد کو نوعمروں کو ایذا رسانی کے جرم میں ساٹھ لاکھ ڈالر جرمانہ کی سزا ہوئی جو متعلقہ کلیسائی حلقہ کو ادا کرنا پڑا۔ فادر تھومس کہتے ہیں ''جب ہم خود پادریوں سے سرزد ہونے والے ایسے جرائم کے لیے معافی کی درخواست کرتے ہیں تو ہم کلیسا والے عوام سے اعلیٰ اخلاقی معیار کا کس طرح مطالبہ کرسکتے ہیں۔''

نجی زندگیاں

مرکزی طور پر تو پروٹسٹنٹ فرقہ والے بھی باعمل ہم جنس پسند افراد کو بہ حیثیت پادری منتخب کرنے میں اتنے ہی سخت ہیں جتنے کہ رومن کیتھولک عیسائی ہیں۔ اسی طرح پربسی ٹیرین فرقے کے پادری جیمز اینڈریوز نے بتلایا کہ ''کسی بھی اقبالی باعمل ہم جنس پسند کو اعلیٰ یا ادنیٰ درجہ کا پادری منتخب کرنا ممکن نہیں ہے۔'' یہی صورت عیسائیوں کے دیگر فرقوں میتھوڈسٹوں اور لوتھرنز میں ہے۔ عمومی طور پر کیفیت یہ ہے کہ ایک ہم جنس پسند کو خواہ وہ تجرد کی زندگی گذار رہا ہو مذہبی اجتماعات کی مخالفت کی وجہ سے کلیسا میں معمولی تنخواہ پر بھی ملازمت ملنا بہت مشکل ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ رنگین مزاج طلباء اور طالبات کو جو کلیسا کی خدمات انجام دینا چاہتے ہیں' اپنے جنسی رجحانات کو راز میں رکھنا پڑتا ہے۔ یہی

صورت اعلیٰ تربیت گاہوں کی ہے جونجی زندگی کے متعلق چھان بین تک نہیں کرتے۔ جنسی میلانات کو اخفا میں رکھنے کا ایک اور واقعہ ہوا۔ وہ یہ کہ سابق کیتھولک راہبہ جین کو اپسکوپل فرقے میں راہبہ کے تقرر کے لیے اپنی ہم جنس پسندی کو چھپانا پڑا۔ لیکن ہوا یہ کہ جب 4 سال بعد اس نے ایک مذہبی اجتماع میں اس کا اعتراف کیا تو اس کو ریکٹر کی حیثیت سے اپنی ملازمت کو خیر باد کہنا پڑا۔ مزید یہ ہوا کہ اسی فیصد افراد نے اس کے ذریعہ کیے ہوئے اپنے عہد و پیمان واپس لے لیے۔

ہم جنس پسندوں کا مستقبل' حال کے آئینہ میں

اہل کلیسا میں سے آزاد خیال افراد رنگین مزاج افراد کو ادھر ادھر کھپانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایوانسٹن (امریکہ) کے یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ نے تو ایک ہم جنس پسند خاتون کو پادری کی حیثیت سے تقرر کرنے کی سفارش کی ہے۔ یہ ایک آزمائشی معاملہ ہے جس کے فیصلہ پر بہت کچھ منحصر ہے۔ یہی نہیں بلکہ نیوآک (نیو جرسی) کے اپسکوپل حلقہ نے اس تجویز پر غور کرنا بھی قبول کرلیا کہ پادریوں کو ہم جنس پسندوں کے مابین شادی پر برکتوں کے نزول کے لیے دعا کی اجازت دی جائے۔ (نیوز ویک نے ایک تصویر بھی شائع کی ہے جس میں ایک پادری ایک ہم جنس پسند جوڑے (مردوں) کو شادی سے متعلق مشورہ دے رہا ہے۔) نیوآک کے 'بشپ' جوہن شلبی سپونگ نے تو یہاں تک کہا ''میرے لیے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ جب اہل کلیسا لومڑیوں کے شکار کے لیے کتوں پر برکتوں کے نزول کے لیے دعا کرسکتے ہیں تو وہ انسانوں (مردوں) کے مابین ایک حیات افزاء اور دیرپا تعلق پر ایسا کیوں نہیں کرسکتے۔'' بلجیئم اور ہالینڈ میں کلیسا سے متعلق 90 افراد نے ایک انجمن ہم جنس پسند پادریوں کے نام سے بنائی ہے جس کا مقصد کلیسا کے اعلیٰ عہدیداروں سے ملاقات کرکے ہم جنس پسندوں کے مفادات کی حفاظت کرنا ہے۔ اس انجمن نے پادریوں سے ہم جنس پسندی کے متعلق رائے طلب کی تو 375 پادریوں میں سے 84 فیصد نے ہم جنس پسندی کے حق میں رائے دی اور 28 فیصد نے یہ تسلیم بھی کیا کہ وہ باعمل ہم جنس پسند ہیں۔ فرانس اس معاملہ میں چند قدم آگے ہے وہاں رنگین مزاج اور اہل کلیسا ایک دوسرے سے قریب آنے کے لیے کوشاں ہیں۔ رومن کیتھولک پادری جیک پیروٹی کو اپنی ہم جنس پسندی کی وجہ سے کلیسا کی فضا ناسازگار نظر آئی تو انہوں نے کلیسا سے تعلق ختم کرکے ایک انجمن 'ڈیوڈ اور جوناتھن' کے نام سے قائم کرلی۔ اس انجمن کا ایک مقصد رنگین مزاجوں کو درپیش اخلاقی مسائل کا حل بتلانا ہے۔ پیروٹی کا کہنا ہے کہ ''حضرت عیسیٰ نے فرمایا ہے کہ ''انسان محبت کے لیے پیدا ہوا ہے۔'' لٰہذا ہم بھی اسی مقصد کے تحت کام کررہے ہیں۔ پیرس میں بپٹسٹ پادری جوزف ڈوش بھی رنگین مزاجوں کی پیروٹی کی طرح خدمت کررہے ہیں۔ وہ اب تک بیسوں ہم جنس پسند جوڑوں کی شادیاں کرا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ان کی بھی مدد کرتے ہیں جو تبدیلی جنس کے خواہاں ہیں اور 'ایڈز' کے مریضوں کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ ڈوش کا کہنا ہے کہ وہ ہم جنس پسندی سے متعلق کلیسا کے منفی رویہ کا علم ہونے کے

باوجود یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔

اپسکوپل فرقے کے کچھ بشپ ہم جنس پسند پادریوں کو اور فرقوں کے مقابلہ میں زیادہ گوارا کرتے رہے ہیں۔ سان فرانسسکو میں رنگین مزاج جزوقتی پادریوں' رک کر اور برنارڈ گریزل کل وقتی پادری بننے کے خواہش مند ہیں لیکن اس کلیسا کے حلقہ میں 87 آسامیاں رکٹر کی ہیں جبکہ (امیدوار) پادریوں کی تعداد تین سو ہے جس میں سے آدھے ہم جنس پسند ہیں اور گرجا کے انچارج بننے کے امیدوار ہیں۔ ایک تاجر نے جو نیویارک کے ایک گرجا میں وارڈن تھے استعفیٰ دے دیا کیونکہ وہ اپنے ہم جنس پسند حلقے سے دور ہو گئے تھے۔

الحاصل

مختصر ہم جنس پسندی سے متعلق قیل و قال کا تعلق نہ آسامیوں سے ہے' نہ تجرد کی زندگی سے اور نہ 'ایڈز' کے مہلک مرض سے۔ اس کا تعلق معاشرہ میں ہم جنس پسندی کو قبول کیے جانے سے ہے۔ ہر کلیسا میں پادریوں کے متعلق یہ خیال پایا جاتا ہے کہ وہ خدا رسیدہ ہیں اور ان کی زندگی میں ایک راسخ العقیدہ عیسائی کی طرح ایثار و قربانی اور نظم و ضبط موجود ہے۔ کلیسا سے جو سوال پوچھا جا رہا ہے' وہ یہ ہے کہ ہم جنس پسندوں سے محبت اور زندگی کی مندرجہ بالا اعلیٰ اقدار میں کہاں تک مطابقت اور موافقت ہے۔ اب تک تو بیشتر نے یہی کہا ہے کہ ایسا (موافقت و مطابقت) نہیں ہے اور یہ چیز ایک سولی کی طرح ہے جسے ہم جنس پسند پادریوں کو برداشت کرنا ہوگا جو اس امر کی تصدیق ہوگی کہ حضرت عیسیٰ کی صحیح معنی میں پیروی کو کبھی بھی آسان اور بلا رنج و غم نہیں سمجھا گیا۔

''پادریوں کی زندگی کا ایک اور رخ''

عیسائی پادریوں کے جدید رجحانات کے بعد ان کی زندگی کا ایک اور رخ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ بھی 'نیوز ویک' کے اسی شمارہ سے لیا گیا ہے۔ اس مضمون کا عنوان ہے ''زندگی کے لیے ایک سہارے کی ضرورت۔'' واضح رہے کہ عیسائی مذہب کی تعلیمات کے اعتبار سے یہ لازمی ہے کہ راہب ہو یا راہبہ اس کو تجرد کی زندگی گذارنی چاہیے لیکن موجودہ دور ہی میں نہیں ابتدا ہی سے یہ اصول ناقابل عمل رہا ہے کیونکہ یہ فطرتِ انسانی کے سراسر خلاف ہے۔

جنسی اختلاط میں ملوث پادریوں کے اعداد و شمار

کیلیفورنیا کے پادری فادر ٹیموتھی نے کہا کہ ''میں تسلیم کرتا ہوں کہ اب تک مصروفیت اور شراب دو ایسی چیزیں رہی ہیں جن سے میں اپنی تنہائی کا مقابلہ کرتا رہا لیکن اب مجھے ایک ہاتھ کی ضرورت ہے جو مجھے تھام سکے۔ میں قرب چاہتا ہوں۔ میں رفاقت چاہتا ہوں۔ یہی احساسات بہت سے زندہ دلوں کے ہیں۔'' ان احساسات کا نتیجہ یہ ہے کہ پوپ جوہن پال دوم کی طرف سے اخراج کے

خطرہ کے باوجود پادری خفیہ طریقے اختیار کر کے جنسی اختلاط میں مبتلا رہتے ہیں۔ نفسیاتی معالج رچرڈ سائپ کے 25 سالہ سروے کے اعتبار سے قریباً بیس فیصد پادری جنسی اختلاط میں ملوث ہیں اور ہر ایسے پادری کے ساتھ جس نے عہد شکنی کی ہے ایک مظلوم عورت ہے۔ تین سال قبل اکتالیس سالہ میگی اولسن نے ایک انجمن "گڈ ٹائڈنگس (خوشخبری) کے نام سے قائم کی ہے جس کے ممبروں کی تعداد ایک ہزار ہے۔ اس انجمن کا مقصد ان مظلوم خواتین کی مدد کرنا ہے جو پادریوں سے خفیہ طور پر وابستہ ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں ناگفتنی حالات سے دوچار ہو جاتی ہیں۔

مذہبی احکامات کی کھلم کھلا خلاف ورزی اور مستقبل

ان حالات میں مذہبی احکامات کی علی الاعلان خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ سٹینفورڈ یونیورسٹی کے سابق پادری جوہن ڈوری نے ایسا ہی کیا ہے۔ جب اس نے سٹینفورڈ شادی کرنے کی غرض سے چھوڑا تو اس کے بہت سے ہم مسلکوں نے اس کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد بھی وہ طعامِ آخریں کی ہفتہ واری تقریب میں دعائیں پڑھتا ہے (یعنی گرجا والوں کو قابل قبول ہے) صحافیانہ سروے کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اگر روم (پوپ) اپنی تجرد سے متعلق پالیسی کو نہیں بدلتا تو یہ واضح ہے کہ بہت سے پادری اپنے ضمیر کو کسی نہ کسی طرح مطمئن کر کے تجرد سے متعلق پابندی سے انحراف کرتے رہیں گے۔

نیوز ویک مورخہ 23 فروری 1987ء سے اخذ کیا گیا

عزیز الرحمٰن ثانی

ویلنٹائن ڈے تاریخ وتحقیق کی روشنی میں

انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا کے مطابق ''یوم ویلنٹائن'' کے بارے میں تاریخ دو مختلف موقف بیان کرتی ہے۔ یہ دونوں موقف ایک ہی ہستی سینٹ ویلنٹائن کے حوالے سے بیان ہوتے ہیں:

(1) Valentine was a Roman priest and patron of lovers, who was martyred during the sack of Rome and persecution of Christians by Claudius II, and was buried in Rome. A bishop of Terini (Italy), martyred in Rome and his remains were taken back to Terini.

اس کے ساتھ ساتھ ایک تیسرا معمہ بھی اس یوم کے ساتھ ملحق ہو گیا ہے:

That lupercalia was a pagan feast celebrated on February 15 in honour of the pastoral gol lupercalia, who had many love affairs with nymphs and goddesses. During that feast names of young women were put in a pot and a draw was held. Young men then drew these names and those that matches each other stayed together for the rest of the year, which began in March.

The lupercalia was abolished by Pope Gelasius I in the 5th century, but the tradition allowed to merge with the celebrations of February 14 St,

Valentine's feast day.

''یوم ویلنٹائن'' کے حوالے سے یہ تمام خرافات تاریخ کے دفتر میں یقیناً موجود ہیں مگر حقیقت مکمل طور پر غائب ہے۔

W.Leeruth اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''اے ہسٹری آف ویلنٹائن'' میں لکھتا ہے:

The sending of love notes on February 14 arose in the late middle ages and appeared to have been accidental.

With the passage of time the varity of Valentine's Day cards and purchasers have been increasing. Most of the cards carry the pictures of traditional deep red heart, lovers knot, flowers, cartoons of animals making faces and other other characters.

''یوم ویلنٹائن 14 فروری کو پوری دنیا میں یوم محبت کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس کے آغاز کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں۔ بعض کے نزدیک یہ وہ دن ہے جب سینٹ ویلنٹائن نے روزہ رکھا تھا اور لوگوں نے اسے محبت کا دیوتا مان کر یہ دن اسی کے نام کر دیا۔ کئی لوگ اسے کیوپڈ (محبت کے دیوتا) اور وینس (حسن کی دیوی) سے موسوم کرتے ہیں جو کیوپڈ کی ماں تھی۔ یہ لوگ کیوپڈ کو ویلنٹائن ڈے کا مرکزی کردار کہتے ہیں جو اپنی محبت کے زہر بجھے تیر نوجوان دلوں پر چلا کر انہیں گھائل کرتا تھا۔ تاریخی شواہد کے مطابق ویلنٹائن کے آغاز کے آثار قدیم رومن تہذیب کے عروج کے زمانے سے چلے آرہے ہیں' 14 فروری کا دن وہاں رومن دیوی' دیوتاؤں کی ملکہ جونو کے اعزاز میں یوم تعطیل کے طور پر منایا جاتا تھا۔ اہل روم ملکہ جونو کو صنف نازک اور شادی کی دیوی کے نام سے موسوم کرتے ہیں جبکہ 15 فروری لیوپرکس دیوتا کا دن مشہور تھا اور اس دن اہل روم جشن زرخیزی مناتے تھے۔ اس موقع پر وہ پورے روم میں رنگا رنگ میلوں کا اہتمام کرتے۔ جشن کی سب سے مشہور چیز نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے نام نکالنے کی رسم تھی۔ ہوتا یوں تھا کہ اس رسم میں لڑکیوں کے نام لکھ کر ایک برتن میں ڈال دیئے جاتے اور وہاں موجود نوجوان اس میں سے باری باری پرچی نکالتے اور پھر پرچی پر لکھا نام جشن کے اختتام تک اس نوجوان کا ساتھی بن جاتا جو آخر کار مستقل بندھن یعنی شادی پر ختم ہوتا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق شہنشاہ کلاڈیس دوم کے عہد میں روم کی سرزمین مسلسل جنگوں کی وجہ سے کشت وخون اور جنگوں کا مرکز بنی رہی اور یہ عالم ہوا کہ ایک وقت کلاڈیس کی اپنی فوج کے لیے مردوں کی بہت کم تعداد آئی جس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ روم کے نوجوان اپنی بیویوں اور ہم سفروں کو چھوڑ کر پردیس لڑنے کے لیے جانا پسند نہ کرتے تھے۔ اس کا شہنشاہ کلاڈیس نے یہ حل نکالا کہ ایک خاص عرصے کے لیے

شادیوں پر پابندی عائد کردی تا کہ نوجوانوں کو فوج میں آنے کے لیے آمادہ کیا جائے۔ اس موقع پر سینٹ ویلنٹائن نے سینٹ ماریس کے ساتھ مل کر خفیہ طور پر نوجوان جوڑوں کی شادی کروانے کا اہتمام کیا۔ ان کا یہ کام چھپ نہ سکا اور شہنشاہ کلاڈیس کے حکم پر سینٹ ویلنٹائن کو گرفتار کرلیا گیا اور اذیتیں دے کر 14 فروری 270ء کو اور بعض روایتوں کے مطابق 269ء میں قتل کردیا گیا' اس طرح 14 فروری بلکہ جونو' جشن زرخیزی اور سینٹ ویلنٹائن کی موت کے باعث اہل روم کے لیے معتبر و محترم دن قرار پایا۔ سینٹ ویلنٹائن نام کا ایک معتبر شخص برطانیہ میں بھی تھا۔ یہ بشپ آف ٹیرنی تھا جسے عیسائیت پر ایمان کے جرم میں 14 فروری 269ء کو پھانسی دے دی گئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ قید کے دوران بشپ کو جیلر کی بیٹی سے محبت ہوگئی اور وہ اسے محبت بھرے خطوط لکھا کرتا تھا۔ اس مذہبی شخصیت کے ان محبت ناموں کو ''ویلنٹائز'' کہا جاتا ہے۔ چوتھی صدی عیسوی تک اس دن کو تعزیتی انداز میں منایا جاتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس دن کو محبت کی یادگار کا رتبہ حاصل ہوگیا اور برطانیہ میں اپنے منتخب محبوب اور محبوبہ کو اس دن محبت بھرے خطوط' پیغامات' کارڈز اور سرخ گلاب بھیجنے کا رواج چل پڑا۔ برطانیہ سے رواج پانے والے اس دن کو بعد میں امریکہ اور جرمنی میں بھی منایا جانے لگا تاہم جرمنی میں دوسری جنگ عظیم تک یہ دن منانے کی روایت نہیں تھی۔ برطانوی کاؤنٹی ویلز میں لکڑی کے چمچ 14 فروری کو تحفے کے طور پر دیئے جانے کے لیے تراشے جاتے اور خوبصورتی کے لیے ان کے اوپر دل اور چابیاں لگائی جاتی تھیں جو تحفہ وصول کرنے والے کے لیے اس بات کا اشارہ ہوتیں کہ ''تم میرے بند دل کو اپنی محبت کی چابی سے کھول سکتے ہو''۔ کچھ لوگ اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ ویلنٹائن ڈے کو اگر کوئی چڑیا کسی عورت کے سر پر سے گزر جائے تو اس کی شادی ملاح سے ہوتی ہے اور اگر عورت کوئی چڑیا دیکھ لے تو اس کی شادی کسی غریب آدمی سے ہوتی ہے جبکہ زندگی بھی خوش گوار گزرے گی اور اگر عورت ویلنٹائن ڈے پر کسی سنہرے پرندے کو دیکھ لے تو اس کی شادی کسی امیر کبیر شخص سے ہوگی اور زندگی ناخوش گوار گزرے گی۔ امریکہ میں روایت مشہور ہے کہ 14 فروری کو وہ لڑکے اور لڑکیاں جو آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں سٹیم ہاؤس جاکر ڈانس کریں اور ایک دوسرے کے نام دہرائیں۔ جونہی رقص کا عمل ختم ہوگا اور جو آخری نام ان کے لبوں پر ہوگا اس سے ہی اس کی شادی قرار پائے گی۔

14 فروری کو سینٹ ویلنٹائن سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ جو تیسری صدی عیسوی میں روم میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے اور ایک راہبہ (Nun) کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا اس لیے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ 14 فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ جنسی ملاپ بھی کرلیں تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوش عشق میں یہ سب کچھ کر گزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا جو عموماً ہوا کرتا ہے یعنی انہیں قتل کردیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو ''شہید محبت'' کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کردیا۔

آج کل یورپ اور امریکہ میں ویلنٹائن ڈے کیسے منایا جاتا ہے اور اس کو منانے والے دراصل کون ہیں؟ اس کی تفصیلات جاننے کے بعد اس دن کو محض ''یوم محبت'' سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ تہوار ہر اعتبار سے یوم اوباشی یا یوم اباحیت کی صورت اختیار کرچکا ہے۔ مغرب میں ''محبت کا تصور و مفہوم یکسر مختلف ہے۔ جس جذبے کو وہاں ''محبت'' (Love) کا نام دیا جاتا ہے وہ درحقیقت بوالہوسی (Lust) ہے۔ مغرب کے تہذیبی اہداف میں جنسی ہوس ناکی اور جنسی باؤلا پن کی تسکین کی خاطر مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو بھرپور ہوا دینا ہے۔ اس معاشرے میں عشق اور فسق میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ مرد و زن کی باہمی رضا مندی سے ہر طرح کی شہوت رانی اور زنا کاری وہاں ''محبت'' (Love) ہی کہلاتی ہے۔ اسی طرح ویلنٹائن ڈے منانے والوں کی جانب سے ''محبت'' (Love) کا لفظ جنسی بے راہ روی کے لیے بطور استعارہ استعمال ہوتا ہے۔

ہمارے ایک فاضل دوست جو نہ صرف امریکہ میں بین الاقوامی قانون میں پی ایچ ڈی کر کے آئے ہیں بلکہ وہاں ایک معروف یونیورسٹی میں پڑھانے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنے چشم دید واقعات کی روشنی میں اس کا پس منظر بیان کیا کہ حالیہ برسوں میں امریکہ اور یورپ میں اس دن کو جوش و خروش سے منانے والوں میں ہم جنس پرستی میں مبتلا نوجوان لڑکے (Gay) اور لڑکیاں پیش پیش تھیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے سان فرانسسکو میں ویلنٹائن ڈے کے موقع پر ہم جنس پرست خواتین و حضرات کے برہنہ جلوس دیکھے۔ جلوس کے شرکاء نے اپنے سینوں اور اعضائے مخصوصہ پر اپنے محبوبوں کے نام چپکا رکھے تھے۔ وہاں یہ ایسا دن سمجھا جاتا ہے جب محبت کے نام پر آوارہ مرد اور عورتیں جنسی ہوسناکی کی تسکین کے شغل میں غرق رہتی ہیں۔ جنسی انارکی کا بدترین مظاہرہ اسی دن کیا جاتا ہے۔ ہمارے یہ دوست آج کل لاہور میں ایک پرائیویٹ لاء کالج کے پرنسپل ہیں۔ ایک جدید، روشن خیال اور وسیع المطالعہ شخص ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے پاکستان میں ''ویلنٹائن ڈے'' منانے والوں کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہا کہ ''میرا جی چاہتا ہے کہ اس دن کو منانے کے لیے جہاں جہاں اسٹال لگائے گئے ہیں، انہیں آگ لگا دوں۔''

قدیم رومی کلچر کی روایات ہوں یا جدید مغرب کا اسلوب جنس پرستی، ان کا ہماری مذہبی تعلیمات تو ایک طرف مشرقی کلچر سے بھی دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قدیم روم میں اس تہوار کو ''خاوند کے شکار'' کا دن سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں کسی عورت کے لیے مارکیٹ میں خاوند کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا بے حمیتی اور بے غیرتی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے خاندانی نظام میں عورت کو جو احترام حاصل ہے اس کے پیش نظر اس کی شادی بیاہ کا اہتمام اس کے خاندان کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔

''ویلنٹائن ڈے'' ہر اعتبار سے ''یوم اوباشی'' ہے۔ اس کا اصل مقصود عورت اور مرد کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دینا بلکہ تقدس عطا کرنا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں نوجوان نسل کو اس خرافات کے مضمرات سے آگاہ نہیں کیا جارہا۔ اخبارات میں اس یوم کے حوالے سے منعقدہ تقریبات کو جس طرح کوریج دی گئی ہے' اس سے اس کے مزید بڑھنے کے امکانات پیدا ہوگئے ہیں۔ ہمارے وہ دانشور جو اسلامی کلچر کے مقابلے میں برصغیر کے قدیم کلچر کے احیاء کا پرچار کرتے ہیں' مغربی تہذیب کے اس حیا سوز تہوار کے خلاف آخر خاموش کیوں ہیں؟ ہندوستان کی بعض ہندو تنظیموں بشمول کانگرس نے ''ویلنٹائن ڈے'' کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیے لیکن ہمارے ہاں مذہبی تنظیموں اور مقامی کلچر سے محبت کرنے والے دانشوروں نے اس طرح کے مظاہرے نہیں کیے۔ ان کی خاموشی کو کیا نیم رضا سمجھا جائے؟...... مغرب کی ثقافتی استعماریت کا اس قدر غلبہ ہے کہ ہماری قوم کے اندر بے حسی پیدا ہوتی جارہی ہے!!

اخباری اطلاعات کے مطابق اس دفعہ ایران میں بھی ''ویلنٹائن ڈے'' کے موقع پر اجتماعی شادی کی تقریبات منعقد کی گئیں۔ معلوم ہوتا ہے' مغربی ذرائع ابلاغ کی ایران کے خلاف رجعت پسند' قدامت پسند اور بنیاد پرست ہونے کی تکرار نے ایرانی قیادت کے اعصاب کو بھی متاثر کیا ہے۔ انہوں نے بھی ایسی تقریبات منانے کی اجازت دے کر' معلوم ہوتا ہے اپنے خلاف پراپیگنڈہ کا اثر زائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام میں نہ تو اجتماعی شادی پر کوئی پابندی ہے اور نہ ہی میاں بیوی کے درمیان محبت کے اظہار پر کوئی بندش ہے لیکن اس کے لیے ایک ایسے دن کا انتخاب کرنا جو مغرب کی جنس پرست تہذیب کا علامتی اظہار بن چکا ہے' کسی بھی اعتبار سے مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ کیا ہمارے ذرائع ابلاغ کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ محض خبروں کی سنسنی خیز اشاعت کے ساتھ ساتھ ایسے مسائل میں پاکستانی قوم کی رہنمائی کا فریضہ بھی ادا کریں؟

دعوت فکر ہے ذرائع ابلاغ کے ذمہ داران کے لیے!

ملک احمد سرور

حرامی کون......؟

امریکی دانشوروں کی گالیوں کے جواب میں تاریخی حقائق

اس مضمون کے نوٹس میں نے اس وقت لیے تھے جب پاکستان کے ضمیر فروش حکمرانوں نے ایمل کانسی کو 20 لاکھ کے عوض امریکہ کے حوالے کردیا تھا اور امریکی اٹارنی جنرل نے اس پر کہا تھا کہ امریکی حکومت نے پاکستان کو اتنی بڑی رقم کیوں دی ہے کیونکہ پاکستانی تو اپنی ماں بہن کو معمولی رقم پر فروخت کر دیتے ہیں۔ مگر اس وجہ سے ان نوٹس کو مضمون کے قالب میں نہ ڈھالا کہ بیدار ڈائجسٹ منفی کے بجائے مثبت اقدار کو فروغ دینے کی پالیسی پر عمل کرتا ہے۔ 11 ستمبر کے امریکی حکمرانوں اور دانشوروں نے امیرالمومنین ملا محمد عمر مجاہد' حضرت اسامہ بن لادن اور دیگر مجاہدین اسلام کے خلاف جو زبان استعمال کی ہے اس نے مجھے مجبور کردیا ہے کہ میں بیدار ڈائجسٹ کی پالیسی سے ہٹ کر گورے صلیبیوں کو ان کا اصل چہرہ دکھاؤں۔ امریکہ کے خونخوار بھیڑیئے بش نے حضرت اسامہ کو ''خرگوش'' کہہ کر ان کی تضحیک کی ہے تو بھیڑیئے کی کابینہ کے سؤر وزراء امیرالمومنین حضرت ملا محمد عمر کا تمسخر اڑاتے ہیں۔ یہی صورت ڈاکوؤں کی اولاد امریکی دانشوروں کی ہے جو ان مسلم ہیروز کو دہشت گرد' قاتل' بھگوڑے' بدمعاش' بدکار' خونی' جرائم پیشہ' فسادی' جنونی' شر کے پتلے اور دیگر گالیوں نما الفاظ اور گالیوں سے ملقب کر رہے ہیں۔ میں زیادہ حوالے نہیں دوں گا بلکہ امریکی دانشوروں کی تحریروں سے صرف چار حوالے نقل کروں گا۔

1- سٹیوڈن لیوی کا تعلق نیویارک پوسٹ سے ہے۔ یہ کہتا ہے "Kill the Bastards" یعنی ان مسلمان حرامزادوں کو قتل کر دو یا زہر دے کر ختم کر دو۔

2- چارلس کراتھ ہیمر واشنگٹن پوسٹ کا صحافی ہے۔ اس کا کہنا ہے ''ان (مسلمان) حرامزادوں نے ہمارے پانچ ہزار لوگ قتل کر دیئے اور اگر ہم انہیں نہیں مٹاتے تو وہ ہمارے مزید لوگوں کو قتل کر دیں گے۔

3- تھامس فریڈ مین کا تعلق نیویارک ٹائمز سے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں تمام اصول بھولنا ہوں گے۔

4- نیشنل ریویو سے تعلق رکھنے والی خاتون صحافی این کولٹر کہتی ہے ''امریکہ کو دہشت گرد ممالک پر قبضہ کر لینا چاہیے' ان کے رہنماؤں کو قتل کر دینا چاہیے اور ان کے عوام کو زبردستی عیسائی بنا دینا چاہیے۔

مسلم معاشرہ اس وقت اپنے خراب ترین دور میں بھی عزت وعصمت اور حلال النسل کے معاملے میں اپنی مثال آپ ہے۔ مسلم دنیا کے کسی ملک میں بھی حرامی بچوں کا تناسب ایک فی ہزار بھی نہیں' شاید ایک فی لاکھ بھی نہ ہو۔ بوسنیا ایک یورپی مسلمان ملک ہے' صلیبیوں نے جنگ کے دوران تعلیمات مسیح کو پاؤں تلے روندتے ہوئے عصمت دریوں کی انتہا کر دی۔ ہسپتالوں کی رپورٹ کے مطابق اس تشدد کا شکار ہونے والی غیر شادی شدہ لڑکیاں 90فیصد سے زیادہ کنواری پائی گئیں۔ یہ اس مسلمان ملک کا حال ہے جو اسلامی تعلیمات سے ناآشنا مغربی تہذیب میں رنگا ہوا تھا۔ اس کے مقابلے میں صلیبی دنیا کا کیا عالم ہے' صلیبی دنیا اس سے آگاہ ہے۔ مبالغہ آرائی بھی کر لیں تو بمشکل 15 تا20 فیصد لڑکیاں شادی کے وقت کنواری ہوتی ہیں بلکہ ایک سروے رپورٹ کے مطابق برطانیہ میں 90 فیصد سے زیادہ لڑکیاں شادی سے پہلے حاملہ یا پھر جنسی تعلق سے لطف اندوز ہو چکی ہوتی ہیں۔ برطانیہ میں ایک ہزار جوڑوں میں سے صرف 6.8 فیصد شادی کرتے ہیں باقی معاہدے کے تحت اکٹھے رہتے ہیں اور حرامی بچوں کو جنم دیتے ہیں جنہیں وہ حلالی کہتے ہیں۔ شمالی یورپ میں مجموعی طور پر 50 فیصد بچے حرامی ہوتے ہیں۔ 1992ء میں امریکہ میں 19 سال سے کم عمر لڑکیوں نے جن بچوں کو جنم دیا ان میں 65 فیصد حرامی تھے۔ حرامی بچوں میں برطانیہ میں 30 فیصد بچے کنواری ماؤں کے ہوتے ہیں۔ رش لم باؤگ (Rush Limbaugh) امریکہ میں ریڈیو' ٹی وی کا ایک معروف مبصر تھا' (شاید اب بھی ہو) اس کے مطابق سویڈن میں ناجائز بچوں کی تعداد 52 فیصد ہے۔ واشنگٹن پوسٹ کے ایک کالم نگار تھامس کے ایک سروے کے مطابق امریکہ میں زنا میں ملوث 50 فیصد لڑکیاں 18 سال سے کم عمر ہوتی ہیں اور 25 فیصد تو 12 سال سے بھی کم عمر ہوتی ہیں۔ ایک اور سروے رپورٹ کے مطابق 12 سال سے کم عمر بچیوں میں 20 فیصد اپنے باپوں کی ہوس کا شکار ہوتی ہیں۔ یہ اعداد وشمار 1992ء کے ہیں' اب صورتحال کہیں زیادہ خراب ہے۔ جون 1991ء میں امریکہ کے چلڈرن ڈیفنس فنڈ کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر 27 منٹ بعد 19 سال سے کم عمر لڑکی حرامی بچے کی ماں بنتی ہے۔ (مذکورہ بالا اعداد شمار پڑھتے ہوئے ایک بات ذہن میں رکھیں کہ امریکہ و یورپ میں باہم رضامندی سے زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو اگر باپ تسلیم کر لے تو وہ حرامی شمار نہیں ہوتا۔ امریکہ و یورپ میں حلالی بچوں میں اکثریت ایسے ہی حرامیوں کی ہوتی ہے۔)

روزنامہ جنگ یکم مئی 1984ء کی ایک خبر کے مطابق نیویارک میں ایک 43 سالہ ماں نے

اپنے بیٹے سے شادی کرلی۔ ہوا یوں کہ ایک خاتون ''میری'' نے سترہ سال کی عمر میں ایک بچے ڈینی کو جنم دیا۔ وہ سات سال کا تھا جب وہ اس سے لاتعلق ہوگئی۔ یہ حرامی بچہ خیراتی اداروں میں پڑھ کر جوان ہوا۔ 26 سال کی عمر میں اس کا تعارف ''میری'' سے ہوا۔ وہ جانتی تھی کہ ڈینی اس کا بیٹا ہے' اس کے باوجود اس نے اس سے شادی کرلی۔

27 دسمبر 1991ء جنگ جمعہ میگزین کی خبر بھی بڑی دلچسپ بلکہ شرمناک ہے۔ امریکہ کے ٹام گرین نے پہلے دو عورتوں سے شادیاں کیں اور بعد میں ان کی تین بیٹیوں سے بھی شادی رچالی۔ پہلے اس نے میمہ نامی بیوہ سے شادی کی جس کی ایک بیٹی لنڈا بھی اس کے ساتھ آ گئی۔ پھر ٹام نے ایک اور بیوہ سے شادی کی جس کی دو بیٹیاں ماں کے ساتھ آ گئیں۔ دونوں بیویاں اپنے شوہر ٹام کے حسن سلوک سے بہت متاثر ہوئیں اور اپنی بیٹیوں سے ٹام کا عشق دیکھ کر انہوں نے یکے بعد دیگرے اپنی بیٹیوں کی شادیاں بھی ٹام سے کردیں۔ (حرامی بچوں کے تفصیلی اعداد و شمار اور جنسی عیاشیوں کے حوالے سے مزید تفصیل کے لیے ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ کا شمارہ فروری 95ء' مارچ 95ء اور ستمبر 95ء کا مطالعہ کریں۔)

ذیل میں گوری صلیبی دنیا کے چند نامور حرامیوں کا ذکر کیا جارہا ہے۔

پوپ الیگزینڈر ششم' شہزادی لوکریشیا بورجیا اور سیزر بورجیا

پوپ الیگزینڈر ششم جس کا اصل نام راڈریگو بورجیا تھا جنوری 1431ء میں سپین میں پیدا ہوا۔ وہ 1492ء میں پوپ چنا گیا۔ اس زمانے میں پوپ کا خاندان شاہی مراعات کا مالک ہوتا تھا۔ راڈریگو بورجیا کلیسائی شہزادہ ہونے کے باعث عیاشی میں کہیں آگے تھا اور لوکریشیا کی ماں وانوزا کیٹانی اس کی کئی داشتاؤں میں سے ایک تھی یعنی لوکر ایشیا ایک حرامی بچی تھی۔ لوکریشیا کے لغوی معنی تو عصمت مآب کے ہوتے ہیں مگر لوکریشیا اپنے باپ سے بھی زیادہ عیاش تھی۔ وانوزا کیٹانی کا ایک بیٹا سیزر بورجیا بھی تھا یعنی یہ بھی حرام زادہ تھا مگر اس کے باوجود کلیسا کا ایک اہم عہدیدار تھا۔ پوپ نے 1498ء میں ویٹی کن میں ایک محفل منعقد کی۔ جنسی خرمستیوں کی اس محفل میں عمائدوا کا بر کلیسا کے علاوہ پوپ کا حرامی لڑکا سیزر اور حرامی شہزادی لوکریشیا بھی شریک تھی جو اس وقت 18 سال کی تھی۔ اس جنسی محفل کے نتیجے میں اس نے ایک حرامی بچے کو جنم دیا۔ 1501ء میں پوپ الیگزینڈر کے جاری کیے گئے فرمان کے مطابق لوکریشیا کے حرامی بیٹے کا باپ لوکریشیا کا سگا بھائی سیزر تھا۔ لوکریشیا نہایت خوبصورت تھی اور کتب میں لکھا ہے کہ وہ 12 سال کی عمر میں ہی جنسی دنیا میں داخل ہوگئی تھی۔ سیزر کے علاوہ ایک دوسرے بھائی کے بھی اس سے ناجائز تعلقات تھے جسے سیزر نے رقابت میں قتل کرا دیا۔ پوپ الیگزینڈر ششم کے ایک دوسرے فرمان کے مطابق وہ اپنے حرامی نواسے کا باپ خود تھا یعنی اس کے اپنی خوبصورت بیٹی کے ساتھ اپنے ناجائز تعلقات بھی تھے۔ (بحوالہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا) پوپ کے اپنے اعتراف کے مطابق اس کی چار تسلیم شدہ ناجائز اولادیں تھیں' غیر تسلیم شدہ کی تعداد کا اندازہ کسی کو نہیں۔ پوپ لوکریشیا کو اپنی تسکین کے لیے

نہ صرف خود استعمال کرتا رہا بلکہ اس نے اسے سیاسی رشوت کے طور پر بھی بہت استعمال کیا۔ لوکریشیا' سیزر اور پوپ کی داستان انتہائی حیا سوز ہے اور تاریخ کے خبیث ترین آٹھ مردوں اور عورتوں میں شامل ہے۔ یہ ہے گورے صلیبیوں کا ایک اعلیٰ ترین مذہبی اور شاہی خاندان۔ پوپ کلیمنٹ ہفتم خود ولد الزنا یعنی حرام زادہ تھا۔ (بحوالہ نیو ورلڈ آرڈر از امجد حیات ملک)

روس کی ملکہ کیتھرائن دی گریٹ

اٹھارویں صدی میں روس کی ملکہ کیتھرائن دی گریٹ انتہائی عیاش تھی۔ اس سے قبل ایک ملکہ کیتھرائن اوّل بھی گزری ہے جس کا اصل نام مارتھا تھا۔ پیٹر کی داشتہ تھی' حرامی بچی کو جنم دینے کے بعد کلیسا جاکر مارتھا کا نام بدل کر کیتھرائن الیکسیونا رکھ دیا گیا اور اسے زار روس کے بیٹے الیکسس کی منہ بولی ماں بنادیا گیا۔ 1724ء میں اسے شہنشاہ بیگم کا خطاب ملا۔ تاج پوشی کے چند ماہ بعد ہی شاہی خواب گاہ کے نوجوان محافظ ولیم مونس سے اس کے تعلقات قائم ہوگئے...... یہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد دو سال تک حکمران بھی رہی۔ کیتھرائن دی گریٹ کا اصل نام صوفیہ تھا۔ ملکہ الزبتھ 1742ء میں روس کے تخت پر قابض ہوئی تو اس نے اپنے بھانجے پیٹر کو جو پیٹر اعظم کی بیٹی اور الزبتھ کی دوسری بہن این کے بطن سے تھا کو اپنا جانشین بنانے کا فیصلہ کیا اور شہزادی جونا کی بیٹی صوفیہ سے اس کی شادی کرا دی جو بعد میں کیتھرائن دی گریٹ کے نام سے معروف ہوئی۔ انتہا کی عیاش تھی۔ اس کے منظور نظر بستری محبوبوں اور عاشقوں کی تعداد بعض سوانح نگاروں نے 21 اور بعض نے 80 لکھی ہے۔ کیتھرائن نے جس پہلے بچے پال کو جنم دیا وہ حرامی تھا اور کیتھرائن نے اپنی یادداشتوں میں خود تسلیم کیا ہے کہ پال کا باپ اس کا عاشق سرجی سولٹیکوف تھا...... دوسری بچی کو جنم دیا تو وہ بھی حرامی تھی' تیسرا بچہ بھی حرامی تھا۔ کتب میں ہر بچے کے اصل باپ کا نام لکھا ہے اور یہ کیتھرائن کی یادداشتوں سے نقل کیے گئے ہیں۔ الزبتھ کے انتقال کے بعد کیتھرائن کا شوہر ''پیٹر سوم'' کے لقب سے تخت نشین ہوا تو تھوڑے ہی عرصہ بعد کیتھرائن نے اپنے عاشقوں کے ذریعے اس سے زبردستی دستبرداری کے محضر پر دستخط لیے اور قید کردیا جہاں چند دن بعد اسے قتل کردیا گیا۔

ملکہ بننے کے بعد اس کی عیاشیوں میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ اس صلیبی ملکہ کی عیاشیوں کی داستانیں اس قدر فحش اور حیا سوز ہیں کہ بیدار کے اندر ہم ان کی تلخیص بھی نہیں دے سکتے۔ 67 سال کی عمر میں جب وہ مر رہی تھی تو اس وقت بھی ایک نوجوان اس کی خدمت میں حاضر تھا۔

پادریوں اور ننوں کی حرام کاریاں

پندرھویں صدی کا اسقف ''جان سالٹر بورگ'' کہتا ہے کہ ''میں نے بہت تھوڑے راہب اور پادری ایسے پائے ہیں جو عورتوں کے ساتھ حرامکاری کے عادی نہ ہوں...... اور راہباؤں کی خانقاہیں رنڈیوں کے چکلوں کی طرح حرام کاری کے اڈے بنی ہوئی ہیں۔'' مختلف اوقات میں چرچوں میں جنسی

جرائم کے حوالے سے بچوں اور ننوں کی عصمت دری کے جو اعداد و شمار رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہتے ہیں وہ انتہائی ہولناک ہیں۔ جب ہم مسلم ممالک کی مساجد اور دینی مدارس کو دیکھتے ہیں تو صلیبی چرچوں کے مقابلے میں جنسی جرائم کا تناسب اگر 200 گنا کم نہیں تو 100 گنا ضرور کم ہے۔ ہمارے ہاں تو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاح مولوی کسی بے حیائی میں ملوث ہے تو اس کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے' کم از کم اسے کسی مسجد اور مدرسے میں کوئی جگہ نہیں ملتی مگر صلیبی دنیا کے انداز نرالے ہیں کہ وہاں حرامزادے پوپ' پادری اور حرامزادیاں ملکائیں اور ننیں بن جاتی ہیں۔

سپین اور ہنگری کے حرامی مہم جو

سپین کا فرانسسکو پزارو (Francisco Pizzaro) جس نے جنوبی امریکہ کی اِنکا سلطنت (Inca Empire) کو فتح کر کے وہاں قدیم تہذیب کا خاتمہ کیا تھا وہ ولد الزنا یعنی حرامی تھا۔ ہرنان کورٹیز (Hernan Cortez) جس نے میکسیکو اور اس کے گرد و نواح میں واقع ازٹک سلطنت کو فتح کیا تھا وہ ایک حرامی شخص کی اولاد تھا۔ یورپ کا ایک ہیرو جرنیل ہنیاڈی (Hunyadi) ہنگری بجسمنڈ شاہ کا حرامی بیٹا تھا اور اس کے حرامی ہونے کا ذکر لین پول نے اپنی تاریخ میں بھی کیا ہے۔ وہ حرامیوں ہی کی طرح بدتہذیب اور خونخوار تھا۔

یہ تو محض چند مثالیں بطور نمونہ نقل کی ہیں ورنہ جس ملت میں 50 تا 60 فیصد بلکہ اس سے بھی زیادہ بچے حرامی ہوں اس کے حکمرانوں اور دانشوروں کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے کہ ان میں کتنے جائز اور کتنے حرامزادے ہیں۔ جس ملت میں راسپوٹین شاہی عورتوں کا پیرہو وہاں شاہی خواتین کی پاکدامنی کا ذکر کون کرسکتا ہے۔ حیرت ہے کہ اس حرامی ملت کے دانشور مسلمان مجاہدین کو ''حرامزادے'' کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں جو شرم و حیا کی پیکر خواتین کے فرزند ہیں۔ یہ ان ماؤں کے فرزند ہیں جن کی طرف کوئی غیر محرم آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ مغرب کو کیا پتا عصمت' شرم اور حیا کس چیز کا نام ہے۔ امریکی دانشوروں کو یہ حقیقت جان لینی چاہیے کہ حرامزادے صرف گورے صلیبیوں میں پائے جاتے ہیں' ملت اسلامیہ میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ اس لیے اگر حرامزادوں کو مارنا ہے تو یورپ و امریکہ پر ایٹم بموں کی بارش کردو کہ انہی خطوں میں حرامی آباد ہیں۔

گزشتہ تین صدیوں کی فتوحات جو مسلمان صلیبی گماشتوں کے ذریعے انہیں ملی ہیں' اس سے گوروں کا دماغ خراب ہوگیا ہے اور یہ اپنا حرامی ہونا ہی نہیں بلکہ اپنی اوقات بھی بھول گئے ہیں۔ یہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کر لیتے تو یوں متکبر نہ ہوتے۔ یہ انہی گوروں کے آباء حکمران تھے جو اپنی بیٹیاں اور بہنیں دے کر اپنی جان بچایا کرتے تھے۔ گرینڈ چانسلر کنٹا کوزین قسطنطنیہ کا شہنشاہ تھا جس نے اپنی بیٹی شہزادی تھیوڈورا کو عثمانی سلطان اورخان کے حرم میں داخل کر کے اپنی دوستی کا اظہار کیا تھا۔ بلغاریہ کے بادشاہ نے اپنی بیٹی عثمانی سلطان مراد اوّل کے حضور بطور نذر بھیجی۔ لین پول لکھتا ہے کہ بلغاریہ کے بادشاہ

نے اپنے مفتوح ہونے کا انتظار بھی نہ کیا بلکہ اس سے پہلے ہی بڑی عاجزی کے ساتھ اس نے مراد سے رحم کی بھیک مانگی اور اپنی ایک بیٹی اس کے سپرد کردی۔ سربیا کے بادشاہ اسٹیفن نے اپنی بہن شہزادی ڈسپینا (Despina) سلطان بایزید یلدرم کو پیش کی۔ ایسی ان گنت مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ کیا صلیبی تاریخ کسی اسامہ اور ملا عمر کی مثال پیش کرسکتی ہے۔

محمد اسلم رانا

بائبل میں انبیاء کے گناہوں کی حقیقت

پندرہ روزہ کاتھولک نقیب 8- کچہری روڈ لاہور ایک عیسائی جریدہ ہے۔ اس میں عیسائی نظریۂ نبوت پر اعلیٰ اور قیمتی مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ مناسب عنوانات کے ساتھ اس جریدہ سے چیدہ چیدہ اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں۔

1- نبی کی تعریف

"نبی کا کام اسرائیلی قوم کو خدا اور اس کی مرضی اور اس کی تعالیم (تعلیمات۔ اسلم) کے بارے میں تعلیم دینا ہوتا تھا۔ وہ قوم کو لاحق ہونے والے خطروں سے بھی آگاہ کرتا تھا۔ مصیبت اور دکھ کے وقت تسلی دیتا تھا۔ اور مستقبل کی جس بات کے بتانے کی ضرورت ہوتی تھی' وہ بتاتا تھا۔"
(کاتھولک نقیب کرسمس نمبر 83 ص 20)

2- بلند اخلاقی

سچے نبیوں کا کام یہ تھا کہ وہ خداوند کے بارے میں غور کرتے اور اس کا دھیان کرتے۔ اس کی نافرمانی یا گناہ کے ساتھ جنگ کرتے' راست بازی کی تبلیغ کرتے اور نبی سب سے پہلے اپنی ذات میں اخلاقی ارتفاع پایا جانا ضروری سمجھتے۔ نبی کو مکمل طور پر خداوند ہی کا ہونا تھا۔ سارا نبی خداوند کا ہوتا تھا۔ اسے خداوند کی بلا شرط اطاعت اور فرماں برداری کرنا ہوتی تھی۔" (کاتھولک نقیب کرسمس نمبر 83 صفحہ 11 کالم 1)

3- معیار حق و باطل

اگر سکھانے والا خود برباد کرنے کے لیے کوئی اور تعلیم سکھائے' تو تم اس کی مت سنو۔ لیکن اگر وہ خداوند کی راست بازی اور علم کو ترقی دینے کے لیے سکھائے تو تم اسے قبول کرو۔ جیسا خداوند کو۔"
(نقیب یکم فروری 1984ء صفحہ 4 کالم 1)

''ہر ایک نبی جو سچائی کی تعلیم دیتا ہے' اگر اس پر جس کی وہ تعلیم دیتا ہو وہ عمل نہیں
کرتا تو وہ جھوٹا نبی ہے۔'' (ایضاً کالم 2)

4- الٰہی تعلیم

''تو نبی اور جھوٹے نبی کو پرکھ سکتا ہے۔ اس کی زندگی سے تو اس شخص کو آزما لینا جو الٰہی روح رکھتا ہے۔ پہلے تو وہ شخص جو الٰہی روح رکھتا ہے۔ جو اوپر سے ہے حلیم اور سنجیدہ اور فروتن ہے۔ اور تمام برائیوں سے اور اس دنیا کی باطل خواہشوں سے پرہیز کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو تمام لوگوں سے نیچ سمجھتا ہے۔ اور جب اسے پوچھا جائے تو وہ کسی کو کچھ جواب نہیں دیتا۔ اور نہ وہ خلوت ہی میں بولتا ہے۔ اور نہ روح القدس ہی بولتا ہے۔ جب کوئی چاہے کہ اس سے بولے بلکہ وہ اس وقت بولتا ہے۔ جب کہ خدا چاہتا ہے کہ وہ بولے۔'' (ایضاً صفحہ 5 کالم 2)

5- صبر و ضبط

''اگر کوئی کہے کہ میں خدا کے پیغام اور اس کی روح سے معمور ہوں۔ اور وہ فی الواقع ایسا ہی ہو' تو وہ اپنے آپ کو ضبط کرسکتا ہے۔ کیونکہ سچے نبی کا ایک نشان یہ ہے کہ وہ اپنی روح پر اختیار رکھتا ہے۔ وہ کبھی بے لگام نہیں ہوتا۔'' (نقیب 15 جنوری 1984ء) صفحہ 10 کالم 1)

6- تقسیم رحمت

انبیاء سب جہانوں کے لیے رحمت ہوتے ہیں۔ اگرچہ ذاتی اور شخصی طور پر وہ ایک خاص جگہ اور خاص وقت کے لیے ہوتے ہیں۔ لیکن ان کا پیغام جہان کے لیے ہدایت' نور اور رحمت ہوتا ہے۔
(نقیب یکم دسمبر 1983ء صفحہ 9 کالم 3)

7- جرأت و حوصلہ

''کسی نبی کو اپنے دشمنوں کی مخالفانہ باتوں سے نہیں ڈرنا ہوتا تھا۔ اسے اپنے ہم عصروں کے کاموں سے نہیں ڈرنا ہوتا تھا۔ (نقیب کرسمس نمبر 1983ء صفحہ 12 کالم 1)

8- قابل فخر اعلیٰ تعلیم

مجھے خیال آیا کہ بائبل میں خدا کی اپنی برگزیدہ چنی ہوئی اور یہود کے بعض انبیاء کرام اور بزرگوں سے متعلق ایسی باتیں لکھی ہوئی ہیں جن سے مذکورہ نظریات کے نازک آبگینوں کو ٹھیس پہنچتی ہے بھلا ان واقعات کی تہہ تک تو پہنچا جائے۔ چنانچہ میں نے بائبل کے متعلقہ حصوں کے بارے میں چھان بین کی ٹھانی۔ اور مستند و معروف اور عالمی شہرت کی حامل بلند پایہ عیسائی اور یہودی کتب کا مطالعہ کیا۔ ماحصل تحریر خدمت ہے۔

9- چند بنیادی تصورات

عیسائی کتب مقدسہ کا مجموعہ جسے عام طور پر بائبل کہا جاتا ہے' دو بڑے حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ عہد عتیق یا پرانا عہد نامہ کہلاتا ہے۔ یہودی صرف اسے ہی مقدس مانتے ہیں۔ عیسائی اس کے ساتھ دوسرے حصہ یعنی عہد نامہ جدید یا نئے عہد نامہ کو ماننا بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ یہودیوں کے انبیاء اور آباء و اجداد سے متعلق مذکورہ قسم کی باتیں صرف پہلے حصہ میں مندرج ہیں۔ واضح ہو کہ بائبل کی اکثر و بیشتر کتابوں کے مصنفین کو مقام اور سن تحریر کا کچھ علم نہیں ہے۔ انہیں صرف اس لیے مقدس اور الہامی مانا جاتا ہے کہ یہودی یا عیسائی علماء کی کونسلوں' کمیٹیوں اور مجلسوں نے انہیں مقدس اور مستند قرار دیا تھا۔

خیال ہے کہ بالخصوص یہودی بائبل کی کتابیں مختلف قسم کی دستاویزات اور منتشر اجزاء سے مرتب کی گئی تھیں۔ سہولت کی غرض سے ان کے نام فرض کر لیے گئے ہیں۔ فی الحقیقت وہ نسخے علماء اور محققین کے ہاتھ لگے نہیں تھے۔ (برائے تفصیلات Seventy Short Sermons by Basil Overton: 1977. vol.I, p.15)

حضرت نوحؑ اور شراب خوری

بائبل کی پہلی کتاب کا نام پیدائش ہے۔ اس کے ساتویں' آٹھویں اور نویں ابواب میں مشہور زمانہ طوفانِ نوحؑ اور اس کے خاتمہ کا ذکر ہے۔ پھر لکھا ہے:

> ''نوحؑ کے بیٹے جو کشتی سے نکلے۔ سام' حام اور یافت تھے اور حام کنعان کا باپ تھا۔ یہی تینوں نوح کے بیٹے تھے۔ اور ان ہی کی نسل ساری زمین پر پھیلی۔''

اور نوح کاشتکاری کرنے لگا۔ اور اس نے ایک انگور کا باغ لگایا۔ اور اس نے اس کی مے پی اور اسے نشہ آیا۔ اور وہ اپنے ڈیرے میں برہنہ ہوگیا۔ اور کنعان کے باپ حام نے اپنے باپ کو برہنہ دیکھا اور اپنے دونوں بھائیوں کو باہر آ کر خبر دی۔ تب سام اور یافت نے ایک کپڑا لیا۔ اور اسے اپنے کندھوں پر دھرا اور پیچھے کو الٹے چل کر گئے۔ اور اپنے باپ کی برہنگی ڈھانکی۔ سو ان کے منہ الٹی طرف تھے اور انہوں نے اپنے باپ کی برہنگی نہ دیکھی۔ جب نوحؑ اپنی مے کے نشہ سے ہوش میں آیا تو جو اس کے چھوٹے بیٹے نے اس کے ساتھ کیا تھا۔ اسے معلوم ہوا۔ اور اس نے کہا کہ کنعان ملعون ہو۔ وہ اپنے بھائیوں کے غلاموں کا غلام ہوگا۔ پھر کہا۔ خداوند سام کا خدا مبارک ہو اور کنعان سام کا غلام ہو۔ خدا یافت کو پھیلائے۔ کہ وہ سام کے ڈیروں میں بسے اور کنعان اس کا غلام ہو۔

(کتاب پیدائش باب 9 دروس 18-27)

تحقیق

(1) بائبل کے مشہور و معروف مفسر پادری ڈملو بتاتے ہیں کہ دروس 19,18 طوفان والے

بیان اور شراب نوشی کے قصہ میں تعلق پیدا کرنے کے لیے زائد کیے گئے تھے۔

یہ بیان دو دستاویزات سے تیار کیا گیا ہے۔ ایک دستاویز Primitive کے مطابق نوح کے بیٹے دراصل سام' یافث اور کنعان تھے۔ دوسرے ریکارڈ Priestly میں نوح کے بیٹے سام' حام اور یافث بتائے گئے ہیں۔ (A Commentary on the Holy Bible by the Rev.J.R Dummelow M.A. 1944. p.16. col.1)

(2) انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا میں لکھا ہے۔ یہ کہانی بابلی روایات سے بہت قریبی تعلق رکھتی ہے۔ جس میں اُت ناپش تم دیوتا نوحؑ ایسا کردار ادا کرتا ہے۔

کتاب پیدائش 18:9 تا27 کا بیان ایک مختلف چکر سے تعلق رکھتا ہے' جس کا طوفان کی داستان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ موخر الذکر میں نوحؑ کے بیٹے شادی شدہ ہیں۔ ان کی بیٹیاں کشتی میں سوار ہوتی ہیں۔ لیکن اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غیر شادی شدہ ہیں اور اپنے باپ کے ساتھ خیمے میں رہتے ہیں۔ نہ ہی نوحؑ کی شرمناک شراب نوشی طوفان کی داستان کے راست باز ہیرو کے کردار سے مطابقت رکھتی ہے۔ (Encyclopaedia Brittanica: 1969, vol.16, p.547, col.1)

(3) یہودی مفسر ڈاکٹر جے ایچ ہرٹز نوحؑ کا عذر پیش کرتے ہیں: ''چونکہ نوحؑ نے سب سے پہلے انگور کی بیل کاشت کی' وہ اس کے پھل کے نشہ آور اثر سے بے خبر تھا۔'' (The Pentateuch and Haftorahs edited by Dr. J.H Hertz C.H.Late chief Rabbi of the British Empire: 1979, p.34, col.1)

(4) انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا کی وضاحت بڑی سادہ اور فیصلہ کن ہے۔ مرقوم ہے:

''یہ اعتراض اہم تر ہے کہ داستانِ طوفان کا ہیرو پیدائش 9:20-27 والا نوح نہیں ہے۔ یا تو نوح دو تھے۔ اور یہ نظریہ غیر ممکن ہے یا داستانِ طوفان والا نوح غلط ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ یہ حوالہ دستاویز ج 2 (مقالہ 1 کا پیراگراف 9) کی داستان طوفان میں کردار ادا کرنے والے نوح کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ تاہم معلوم یوں ہوتا ہے کہ اس بیان (شراب نوشی۔ اسلم) کے ہیرو کا اصل نام نوح نہیں تھا۔ بلکہ حنوک تھا (عبرانی لفظ) عبرانی لفظ میں آخری عبرانی حرف مٹ گیا اور عبرانی حروف کی ترتیب بدل گئی۔ اصلاح و ترمیم کی دوسری وجوہات' شائد سہولت کی خاطر' شومئی قسمت سے طوفان کا ہیرو اور شراب کا موجد (جو ایسے لوگوں سے متعلق ہے' جہاں طوفان نہیں آیا تھا) متحد کر دیئے گئے۔'' (Encyclopaedia Biblica, edited by the Prof. Rev.T.K.Cheyne D. Litt. D.D.and T. Sutherl and Black M.A. L.LD)

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ نوحؑ نے شراب نہیں پی تھی۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بائبل میں نوحؑ کے شراب پینے کا قصہ باطل اور بے بنیاد ہے۔ (کالم 3426)

بائبل اور حضرت ابراہیمؑ کا جھوٹ

ابراہام نے مصر میں جا کر اپنی خوبصورت بیوی ساری کو بہن بتایا۔ اگر وہ سچ بولتا تو قتل کر دیا جاتا تھا۔ (تفصیلات کتاب پیدائش باب 12)

اسی طرح ابراہام نے جرار کے بادشاہ ابی ملک کے سامنے بھی اپنی بیوی ساری کو بہن بتایا۔ (پیدائش باب 20)

تحقیق

''کتاب پیدائش کے مطابق ابراہام نے دو دفعہ اپنی بیوی کو بہن کہا تھا۔ (1:20,10:12)
اسی طرح کی کہانی اسحاقؑ کے بارے میں بھی بیان کی گئی ہے۔
(پیدائش 6:26) ممکن ہے کہ ایک ہی کہانی بالاختلاف منسوب کر دی گئی ہو۔ بزرگوں نے اس بات کو معمولی نہیں لیا تھا۔'' (انسائیکلو پیڈیا برٹینکا مطبوعہ 1969 جلد 10 صفحہ 93 کالم 2)

(2) یہودی انسائیکلو پیڈیا میں لکھا ہے:

''کیا اس بیان میں کوئی تاریخی حقیقت ہے؟ ظاہراً اس کا زیادہ حصہ روایاتی ہے۔ لوطؑ اور قطورہ کی کہانیاں انسانی نسلوں سے متعلق فرضی داستانیں ہیں۔ خدا کے انسان پر ظاہر ہونے اور (قوم لوط کے۔ اسلم) شہروں کی تباہی کی کہانی روایاتی افسانے ہیں۔ جیسا کہ یہاں بیان کیا گیا ہے۔ اسرائیلیوں نے ختنہ اس طرح نہیں اپنایا تھا۔ اسحاق کی قربانی کی کہانی۔ شاہی (داؤد اور سلیمان کے۔ اسلم) دور کی پیدوار ہے۔ ابراہام کے رشتہ دار (کتاب پیدائش 24-20:22) قبائل کے فرضی اشخاص ہیں۔ اور نوحؑ سے لے کر یعقوب تک اس کے آباؤ اجداد اور ورثاء فرضی ہیں یا روایاتی۔ کتاب پیدائش کے زبردست متنازعہ فیہ چودھویں باب سے متعلق کیا رائے ہے: اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔ عیلام کے بادشاہ کا حملہ اور اس سے ابراہام کا تعلق۔ ممکن ہے۔ پہلا حصہ تاریخی ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسرا حصہ بھی تاریخی ہے۔

کتاب پیدائش میں ابراہام کی سوانح عمری شاید روایات پر مبنی ہے۔ یہ مقدس مقامات، خیالات اور اداروں کے گرد پروان چڑھی ہے۔ تاہم اس میں شک نہیں ہے کہ نام میں کچھ تاریخی حقیقت ہے اور یہ حقیقت قبائلی ہجرت سے متعلق ہے۔ نام اگرچہ ذاتی ہے قبائلی نہیں۔ ہجرت کو ظاہر کرتا ہے۔ معلومات کی کمی کی وجہ سے سارا معاملہ دھندلا ہے۔ نتائج زیادہ تر فرضی ہوں گے۔''

(Jewish Encyclopedia vol. 1,p. 90, col.2)

اس طرح یہودیوں کا اپنا مذکورہ بالا اعتراف ابراہیمؑ پر سے بائبل میں مندرجہ جھوٹ بولنے کا الزام دھونے کے لیے کافی و وافی ہے۔

(3) لوطؑ اور زنا

کتاب پیدائش میں مندرج ہے۔ ''اور لوط ضغر سے نکل کر پہاڑ پر جا بسا اور اس کی دونوں بیٹیاں ساتھ تھیں' کیونکہ اسے ضغر میں بستے ڈر لگا۔ وہ اور اس کی دونوں بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ تب پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ ہمارا باپ بڑھا ہے اور زمین پر کوئی مرد نہیں جو دنیا کے دستور کے مطابق ہمارے پاس آئے۔ آؤ ہم اپنے باپ کو مے پلائیں۔ اور اس سے ہم آغوش ہوں' تا کہ اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو انہوں نے اسی رات اپنے باپ کو مے پلائی اور پہلوٹھی اندر گئی اور اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ اور دوسرے روز یوں ہوا کہ پہلوٹھی نے چھوٹی سے کہا کہ دیکھ کل رات کو میں اپنے باپ سے ہم آغوش ہوئی۔ آؤ آج رات بھی اس کو مے پلائیں' اور تو بھی جا کر اس سے ہم آغوش ہو تا کہ ہم اپنے باپ سے نسل باقی رکھیں۔ سو اس رات بھی انہوں نے اپنے باپ کو مے پلائی اور چھوٹی گئی اور اس سے ہم آغوش ہوئی۔ پر اس نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ گئی۔ سو لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں اور بڑی کے ایک بیٹا ہوا۔ اور اس نے اس کا نام مواب رکھا۔ وہی مو ابیوں کا باپ ہے۔ جو اب تک موجود ہیں۔ اور چھوٹی کے بھی ایک بیٹا ہوا اور اس نے اس کا نام بن عمی رکھا۔ وہی بن عمون کا باپ ہے۔ جو اب تک موجود ہیں۔''

(کتاب پیدائش 30:19 تا 38)

تحقیق

(1) جب بنی اسرائیل کنعان میں پہنچے تو موابی اور عمونی اقوام ان کی سخت دشمن ثابت ہوئیں۔ پادری ڈملو لکھتے ہیں:

''کچھ علماء اس کہانی کو عبرانیوں کی اپنے دو پڑوسیوں اور دشمنوں سے نفرت کا اظہار سمجھتے ہیں۔ (تفسیر بائبل صفحہ 28 کالم 2) یعنی لوطؑ کے سینکڑوں برس بعد یہودیوں نے موآبیوں اور عمونیوں کو ذلیل کرنے کے لیے یہ کہانی گھڑی تھی۔

(2) انسائیکلو پیڈیا نے اس کیس کا نہایت گہرا اور دوٹوک مطالعہ کیا ہے۔ لکھا ہے: ''اس حقیقت سے انکار تقریباً ناممکن ہے کہ پیدائش 19:30-38 کی کہانی بعد میں کسی نے سدوم کی تباہی کی کہانی کے ساتھ جوڑ دی تھی۔ یہ یہودیوں کا کوئی مشہور قومی روایتی افسانہ نہیں تھا۔ لوطؑ کے پہلے قابل احترام تذکرہ کے ساتھ کوئی مطابقت نہیں رکھتی۔ جیسا کہ نوحؑ کی شراب نوشی کی داستان اس کی راست بازی کے انعام سے لگا نہیں کھاتی۔''

یوں لگتا ہے کہ پہلا لوط (19:30-38) حوری تھا وہ لوطان کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ جو شعیر حوری کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ (پیدائش 20:36) وہ خود بھی حوری نامی بیٹے کا باپ تھا (درس 22) (ابراہام کے رشتہ دار) لوط کا کوئی اور نام معلوم ہوتا ہے۔ (جیسا کہ طوفان کی کہانی میں نوح نے حنوک کی

جگہ لے لی تھی) عین ممکن ہے کہ اس تبدیلی کی بنیاد کتابت کی غلطی ہو۔ پیدائش 27:11 کے مطابق حاران لوط کا باپ تھا۔ اب حاران کی وضاحت صرف یہ ہو سکتی ہے کہ یہ حاران یا حورآن کا اختلاف قرأت ہے۔ کتاب پیدائش کے نسخہ ج 2 کے بیان میں شائد وہ حوران ہی تھا جو اپنے مشترکہ آبائی وطن سے ابراہام ؑ کے ساتھ تھا۔ (عبرانی لفظ) غلطی سے بآسانی (عبرانی لفظ) حوری لکھا جاسکتا تھا اور عبرانی لفظ لوطان یا لوط حوری کا ہم معنی سمجھا جاسکتا تھا۔ اس طرح موآب اور عمون کی ابتدا کی کہانی سدوم سے بچ نکلنے والے راست باز اور ابراہام کے رشتہ دار کی طرف منسوب کرنا قدرتی امر تھا۔ ادھر موآب اور عمون کی قومی داستان کے مطابق اصل جد امجد حوران عبرانی نہیں۔ لوط حوری تھا۔ یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ پیدائش 19:30-38) کی کہانی نہ موابی اور عمونی ہے نہ ہی پہلے پہل اس نے عبرانیوں (قوم یہود کا ایک نام۔ اسلم) میں جنم لیا تھا۔ یہ موضوع افسانہ ہے جس کی بنیاد غلط فہمی ہے۔ اس کا مطلب موابیوں اور عمونیوں کو لوط حوری کی اولاد بتانا ہے۔'' (انسائیکلو پیڈیا ببلیکا جلد اوّل کالم 28,24)

(3) یہودی انسائیکلو پیڈیا جلد 8 کے صفحہ 186 پر ایک تصویر ہے لوط کی بیوی نمک کا ستون بنے کھڑی ہے۔ اس کی پشت لوط کی طرف ہے جو اپنی دو چھوٹی چھوٹی بچیوں کو ہاتھوں سے آگے لے جارہا ہے۔ تصویر میں بچیاں جواں سال نظر نہیں آتی ہیں۔

اگر بائبل کے الفاظ پر ہی غور کیا جائے تو یہ قصہ من گھڑت اور غلط محسوس ہوگا۔

(الف) لوط کو ضغر سے نکلنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ اسی باب کے انیسویں درس میں خداوند کا وعدہ مرقوم ہے کہ وہ صغر کو غارت نہیں کرے گا۔

(ب) باپ سے زنا کاری کے لیے ''زمین پر کوئی مرد نہیں'' کی دلیل بودی اور بے وزن ہے۔ کیونکہ (نہ صرف) مرد (بلکہ پناہ) کی تلاش میں بآسانی ابراہام کے پاس پہنچا جاسکتا تھا۔ جو دور ہرگز نہیں تھا۔ اپنے ڈیرے سے سدوم اور عمورہ کی تباہی سے اٹھنے والا دھواں دیکھ رہا تھا۔

(28:19)

(ج) شراب تو پی ہوئی تھی لوط نے لیکن ہم آغوش ہو کر ہر ایک بیٹی نے نہ جانا کہ وہ کب لیٹی اور کب اٹھ بیٹھی؟''

(د) اگر لوط نشے میں اس قدر مدہوش ہو چکا تھا کہ وہ مفعول کی حیثیت سے اپنی جنی ہوئی بیٹیوں کو بھی نہیں پہچان سکتا تھا۔ تو پھر اس نے یہ کام کیا ہی نہیں کیونکہ وظیفہ جنسی ہوش و جوش کا فعل ہوتا ہے۔

(4) داؤدؑ اور زنا کی تہمت

داؤد ؑ شام کے وقت شاہی محل کی چھت پر ٹہل رہا تھا کہ اس کی نظر ایک نہاتی ہوئی نہایت خوب صورت پڑوسن پر پڑ گئی۔ وہ حتی اُوریاہ کی بیوی بت سبع تھی۔ داؤد نے اسے منگوا کر اس کے ساتھ زنا

کیا اور ہر ممکن کوشش کی کہ وہ حمل اس کے خاوند کے ذمہ لگ جائے۔ ناکامی پر اوریاہ کو جنگ میں بھیج کر مروا دیا اور بت سبع کو اپنی باقاعدہ بیوی بنالیا۔ (تفصیلات بائبل کی کتاب 2- سموئیل ابواب 12,11)

انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے۔ "یہ ایک یقینی امر ہے کہ کتاب 2 سموئیل 11:1-12 تا 25:12 بعد کے الحاقات سے پاک نہیں ہے۔ عین ممکن ہے کہ کہانی کا انتہائی پرکشش حصہ کسی ایڈیٹر کے تصورات کا نتیجہ ہے۔" (تفصیلات کالم 1532)

اس طرح بائبل میں حضرت داؤد ؑ کا واقعہ زنا کاری من گھڑت اور بے بنیاد ثابت ہوا۔ مسلمان اس قصہ کو غلط اور داؤد ؑ نبی پر اتہام سمجھتے ہیں۔

یہوداہ اور زنا کاری

یعقوبؑ کے ایک بیٹے کا نام یہوداہ تھا۔ اس کی بہو تمر بیوہ ہوگئی تو یہوداہ نے کہا کہ میرا بیٹا سیلہ بالغ ہوگا تو تجھ سے بیاہ دوں گا۔ اب متعلقہ بیان پڑھئے:

"اور ایک عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ سوع کی بیٹی جو یہوادہ کی بیوی تھی مرگئی اور جب یہوداہ کو اس کا غم بھولا تو وہ اپنے عدلامی دوست حیرہ کے ساتھ اپنی بھیڑوں کی پشم کترنے والوں کے پاس تمنت کو گیا۔ اور تمر کو یہ خبر ملی کہ تیرا خسر اپنی بھیڑوں کی پشم کترنے کے لیے تمنت جارہا ہے۔ تب اس نے اپنے رنڈاپے کے کپڑوں کو اتار پھینکا اور برقع اوڑھا اور اپنے آپ کو ڈھانکا اور عینیم کے پھاٹک کے برابر جو تمنت کی راہ پر ہے جا بیٹھی کیونکہ اس نے دیکھا کہ سیلہ بالغ ہوگیا مگر یہ اس سے بیاہی نہیں گئی۔ یہوداہ نے اسے دیکھ کر سمجھا کہ کوئی کسبی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنا منہ ڈھانک رکھا تھا۔ سو وہ راستہ سے اس کی طرف کو پھرا۔ اور اس سے کہنے لگا کہ ذرا مجھے اپنے ساتھ مباشرت کر لینے دے۔ کیونکہ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ اس کی بہو ہے۔ اس نے اس کے ساتھ مباشرت کی اور وہ اس سے حاملہ ہوگئی۔" (پیدائش باب :38)

تحقیق

انسائیکلو پیڈیا ببلیکا میں لکھا ہے۔ "یہ کہانی کتاب روت 12:4 میں روت کی بوعز کے شادی کے مقابلہ کی غرض بہم پہنچاتی ہے۔ عستارات دیوی کی کنعانی پیداوار ہے۔" (کالم 4891)

امنون کی زنا کاری

داؤد بادشاہ کے دو بیٹے امنون اور ابی سلوم تھے۔ (بائبل کی کتاب 2 سموئیل 3:2-3) ابی سلوم کی ایک خوب صورت بہن تمر تھی۔ امنون کی باپ کی طرف سے سگی اور ماں کی طرف سے سوتیلی بہن تھی۔ امنون اس پر فریفتہ ہوگیا اور غم میں گھلنے لگا۔ اسے ایک استاد مسمی یوندب مل گیا۔ کتاب مقدس میں لکھا ہے:

"سو امنون بیمار پڑ گیا اور اس نے بیماری کا بہانہ کرلیا۔ اور جب بادشاہ اس کو دیکھنے آیا تو

امنون نے بادشاہ سے کہا۔ میری بہن تمر کو ذرا آنے دے کہ وہ میرے سامنے دو پوریاں بنائے تاکہ میں اس کے ہاتھ سے کھاؤں۔ سوداؤد نے تمر کے گھر کہلا بھیجا کہ تو ابھی اپنے بھائی امنون کے گھر جا اور اس کے لیے کھانا پکا۔ سوتمرا اپنے بھائی امنون کے گھر گئی اور وہ بستر پر پڑا ہوا تھا۔ اور اس نے آٹا لیا اور گوندھا اور اس کے سامنے پوریاں بنائیں۔ اور ان کو پکایا اور توے کو لیا اور اس کے سامنے ان کو انڈیل دیا پر اس نے کھانے سے انکار کر دیا۔ تب امنون نے کہا کہ سب آدمیوں کو میرے پاس سے باہر کر دو۔ سو ہر ایک آدمی اس کے پاس سے چلا گیا۔ تب امنون نے تمر سے کہا کہ کھانا کوٹھڑی کے اندر لے آ تاکہ میں تیرے ہاتھ سے کھاؤں۔ سوتمر وہ پوریاں جو اس نے پکائی تھیں اٹھا کر ان کو کوٹھڑی میں اپنے بھائی امنون کے پاس لائی اور جب وہ ان کو اس کے نزدیک لے گئی کہ وہ کھائے تو اس نے اسے پکڑ لیا اور اس سے کہا اے میری بہن مجھ سے وصل کر۔ اس نے کہا نہیں میرے بھائی میرے ساتھ جبر نہ کر۔ کیونکہ اسرائیلیوں میں کوئی ایسا کام نہیں ہونا چاہیے۔ تو ایسی حماقت نہ کر اور بھلا میں اپنی رسوائی کہاں لیے پھروں گی اور تو بھی اسرائیلیوں میں احمقوں کی طرح ایک کی مانند ٹھہرے گا۔ سو تو بادشاہ سے عرض کر کیونکہ وہ مجھ کو تجھ سے روک نہیں رکھے گا۔ لیکن اس نے اس کی بات نہ مانی اور چونکہ وہ اس سے زور آور تھا اس لیے اس نے اس کے ساتھ جبر کیا اور اس سے صحبت کی۔'' (2 سموئیل باب 13)

تحقیق

اس تمر کا نام نہ صرف جنوں پریوں کی سی داستانوں سے متعلق ہے بلکہ اس سے اپنے نیم بھائی امنون کے زنا بالجبر کی تمام کہانی ہی فرضی داستان ہے۔ لوگوں نے کنعان عستارات' تمر اور اس کے بھائی کے تعلقات کے بارے میں ایک قدیم داستان کو ایک گونہ تاریخی بیان کی شکل دے دی۔''

(انسائیکلو پیڈیا ببلیکا کالم 4891)

عستارات بابل کی دیوی تھی۔ جنسی جذبہ کی سرپرست تھی۔ لبنان کے شہر افاکا میں اس کا خاص تہوار منایا جاتا تھا۔ جس میں اتنی شرمناک حرکات کی جاتی تھیں کہ رومی بادشاہ کنسٹنٹائن اعظم نے اس عبادت کو حکماً بند کر دیا۔ اس کی ناپاک رسومات یہودیوں میں بھی سرایت کر آئی تھیں۔

(تفصیلات ڈملو کی تفسیر صفحہ xxxviii کالم 2)

پادری یوحنا خان لکھتے ہیں: ''عستارات یا عستاراتی جو عشق کی دیوی تھی مقدس درخت کی شکل میں اپنی شبیہ کی جھلک دکھاتی اور درختوں کی گھنی جگہوں میں پوجی جاتی تھی۔ بدترین نفسانی اور شہوانی ناپاکیاں عبادت کا جزو تھیں۔ عستارات ان جھوٹے دیوتاؤں میں سے ایک تھی' جنہیں سلیمان نے اختیار کیا۔ (جغرافیہ بائبل مصنفہ پادری یوحنا خان سابق پروفیسر مدرسہ علم الٰہی سہارنپور مطبوعہ 1913ء صفحہ 120)

حضرت سلیمانؑ اور بت پرستی

سلیمانؑ پر بت پرستی کے الزام کا بیان یوں ہے:

''اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں سے یعنی موآبی' عمونی' ادومی' صیدانی اور حتی عورتوں سے محبت کرنے لگا۔ یہ ان قوموں کی تھیں' جن کی بابت خداوند نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ تم ان کے بیچ نہ جانا اور نہ وہ تمہارے بیچ آئیں۔ کیونکہ وہ ضرور تمہارے دلوں کو اپنے دیوتاؤں کی طرف مائل کرلیں گی۔ سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا۔ اور اس کے پاس سات سو شہزادیاں اس کی بیویاں اور تین سو حرمیں تھیں۔ اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا۔ کیونکہ جب سلیمانؑ بڈھا ہوگیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کرلیا۔ اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا۔ جیسا اس کے باپ داؤدؑ کا دل تھا۔ کیونکہ سلیمانؑ صیدانیوں کی دیوی عستارات اور عمونیوں کے نفرتی ملکوم کی پیروی کرنے لگا۔ اور سلیمان نے خداوند کے آگے بدی کی۔ اور اس نے خداوند کی پوری پیروی نہ کی' جیسی اس کے باپ داؤد نے کی تھی۔ پھر سلیمان نے موآبیوں کے نفرتی کموس کے لیے اس پہاڑ پر جو یروشلم کے سامنے ہے اور بنی عمون کے نفرتی مولک کے لیے بلند مقام بنادیا۔ اس نے ایسا ہی اپنی سب بیویوں کی خاطر کیا۔ جو اپنے دیوتاؤں کے حضور بخور جلاتی اور قربانیاں گزرانتی تھیں۔ (بائبل کی کتاب 1- سلاطین 11:1-8)

تحقیق

اس پر برٹینکا کا تبصرہ مندرجہ ذیل ہے:

''سلیمانؑ کا حیران کن حرم سات سو شہزادیاں اور تین سو حرمین...... کتاب 1- سلاطین کا بیان بلاشک عام روایت کی مبالغہ آرائی ہے۔'' (انسائیکلوپیڈیا برٹیکا مطبوعہ 1974ء جلد16 صفحہ 1044 کالم2)

(2) ببلیکا کی فاضلانہ تحقیقات قابل مطالعہ ہیں:

''کیا وہ ایک مشرک تھا؟ کیا اس نے غیر ملکی دیوتاؤں کی پرستش کی سرپرستی کی؟ کتاب 1- سلاطین 11:1-8 اس سوال کا جواب مثبت دیتی ہے۔ یہ امر یونانی ترجمہ کے متن اور مسور آہی متن دونوں سے واضح ہے کہ بعد کے مصنفین نے کسی مذہبی مقصد کے لیے اصل متن کو پھیلا دیا۔ اس میں بدنیتی کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ بعد کے مصنفین تاریخ کو کسی بنیادی اصول کی روشنی میں دوبارہ لکھتے ہیں اور ان کا طرز عمل اصل سے زیادہ چونکا دینے والا معلوم ہوتا ہے۔ اصل بیان شاید 11:7 تھا کہ پھر سلیمانؑ نے کموس اور جراحمیل کے دیوتاؤں کے لیے ایک عبادت گاہ تعمیر کی۔

اس درس کے حاشیہ میں کئی تشریحات درج کی گئیں اور ایڈیٹر یا ایڈیٹران نے متن میں داخل کردیں' حتیٰ کہ تحریف نے ''کوشم کے دیوتا'' کو ''مواب کے نفرتی کموس'' اور ''جیراحمیل'' کو ''بن عمون کے نفرتی امولک'' میں تبدیل کردیا۔ پہلے درس میں جیراحمیل مصری رہو بوتھی۔ موآبی' عمونی' ادومی (جو کہ جیراحمیل کی آرامی قرأت ہے۔ صیدونی اور حتی بن گئے۔ تیسرے درس میں اسماعیلی شہزادیاں ''سات سو شہزادیاں'' بن گئیں۔ اور اسماعیلی حرمیں ''تین سو حرموں'' میں تبدیل ہوگئیں۔

یہ تو مانا جاسکتا ہے کہ سلیمان کی اسرائیلی اور غیر اسرائیلی متعدد بیویاں تھیں۔ لیکن اس نے ان سب کے لیے قربان گاہیں نہیں بنائی تھیں۔ نہ ہی اس نے اپنی بیویوں کے دیوتاؤں کی پوجا کو یہوواہ (خدا کے لیے خاص یہودی اصطلاح۔ اسلم) کی پوجا کے ساتھ ملایا تھا۔ وہ اس ملک میں یہوواہ کی خدائی سے انکار نہیں کرسکتا تھا۔ جو یہوواہ کی میراث تھی۔ یونانی ترجمہ کا سلیمانؑ کو غیر ملکی دیوتاؤں کے آگے ''بخور جلاتے اور قربانیاں چڑھاتے'' دکھانا تحریف وتصریف ہے۔ اس اولوالعزم اور نفس کش پرہیز گار بادشاہ) جس کا حال ہم کتاب 1- سلاطین 8:14-61 میں پڑھتے ہیں' کے بارے میں یہ بات قطعاً ناقابل تصور ہے۔

یہ امر شک وشبہ سے بالاتر ہے اور جیسا کہ تمام تر دانائیوں کا تقاضا تھا۔ اور اس کے جابرانہ رجحانات ساتھ دیتے تھے وہ یہوواہ کا وفادار پجاری تھا۔''

(انسائیکلوپیڈیا ببلیکا مطبوعہ 1907ء جلد چہارم کالم 4689)

ہم حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے تحقیقی مطالعہ کو کتاب زبور کے ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں۔ ''تیری شہادتیں عجیب ہیں۔ اسی لیے میرا دل ان کو مانتا ہے۔ تیری باتوں کی تشریح نور بخشتی ہے۔ وہ سادہ دلوں کو عقل مند بناتی ہے۔ میں خوب منہ کھول کر ہانپتا رہا کیونکہ میں تیرے فرمان کا مشتاق تھا۔ میری طرف توجہ کر اور مجھ پر رحم فرما جیسا تیرے نام سے محبت رکھنے والوں کا حق ہے۔''

(زبور 119:129 تا 132)

3- بائبل کے بیانات کی صحت

بائبل میں یہودیوں کے انبیاء اور آباء واجداد کے بارے الزامات پر مشتمل بیانات ناقابل اعتبار' جعلی' الحاقی' موضوع' من گھڑت اور کتابت کی غلطیوں پر مبنی ہیں۔ مزید عرض ہے کہ ساری کی ساری بائبل کا پایہ اعتبار بھی مذکورہ بیانات کی حیثیت سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ چند مشاہیر علماء کی تحقیقات تحریر خدمت ہیں:

1- پروفیسر جانسن

کونیک ٹی کٹ کالج (امریکہ) میں شعبہ مطالعہ مذاہب کے چیئرمین آر فرانسس جانسن لکھتے ہیں: ''مدتوں قارئین کا اس امر پر اختلاف رہا ہے کہ بائبل کے حصوں کا مطلب کس طرح سمجھا جائے۔ کچھ لوگوں کا ایمان ہے کہ بائبل میں مذکور ہر واقعہ بالکل ایسے ہی ہوا جیسا کہ بائبل کہتی ہے۔ دوسرے لوگ محسوس کرتے ہیں کہ بائبل کے بہت سے واقعات مذہبی ایمان کی نشانیوں کے طور پر پڑھے جانے چاہئیں۔ فی زمانہ بہت سارے علماء بائبل کو زیادہ تر ایمان کا اظہار خیال کرتے ہیں۔

(The Worldbook Encyclopedia: 1979 vol.2, p. 222a. col 1)

2- پروفیسر بروس

ڈی پال یونیورسٹی شکاگو کے پروفیسر بروس واوٹر لکھتے ہیں: ''یہ امر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ

کتاب پیدائش میں مذکورہ تاریخ موضوع ہے۔من گھڑت ہے' پھر سے درست کر کے لکھی گئی ہے۔ پیدائش کی کہانی صراحتاً محض ایک داستان ہے...... یہ کہانی تخلیق کائنات کے بارے سائنسی معلومات اور قوانین قدرت سے تقریباً مکمل لاعلمی کی صورت میں لکھی گئی تھی۔ باغ عدن (جہاں آدمؑ اور حواؑ کے ممنوعہ پھل کھانے کا واقعہ پیش آیا۔ اسلم) مرد اور عورت کی کہانی منتشر کر دینے کا جواز مہیا کرنے کے لیے ایک فرضی داستان ہے۔طوفان (نوحؑ ......اسلم) سے پہلے اور بعد''بزرگانِ یہود'' کی طویل عمریں ماضی کا خلا پر کرنے کے لیے منسوب کی گئی ہیں۔طوفان کی کہانی بابلیوں (اہل بابل میں بھی طوفانِ نوحؑ قسم کی داستان مروّج تھی۔ اسلم) سے بہت مشابہ ہے۔تاہم اس کی جوشکل بائبل میں بیان کی گئی ہے۔لفظی طور پر واقعتہً ایسا ناممکن ہے یہ دنیا کا ایک غیر حقیقی تصور پیش کرتی ہے۔'' Encyclopedia Americana 1983, vol.12. p. 393, col.1)

''بزرگوں کی کہانیوں میں سے کسی بھی کہانی کے سچی ہونے کی ضمانت دینا ممکن نہیں ہے۔''

''علم تاریخ کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو موسیٰ کا وجود بمشکل ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے۔'' (ایضاً)

3- ڈاکٹر گور

ڈاکٹر گور لکھتے ہیں:''ہمارا ایمان بائبل میں اس درجہ بڑھ گیا کہ ہم ماننے لگے کہ اس کا ہر ایک بیان صحیح ہے۔ ان ایام میں اس ایمان کو بڑا دھکا لگا ہے۔صرف یہی نہیں کہ سائنس نے ناممکن کر دیا ہے کہ ہم مانیں کہ دنیا کی یا ہماری نسل کی بائبل کے بیان کے مطابق پیدائش ہوئی۔صرف یہی نہیں کہ اسرائیلیوں کی مذہبی رسوم اور باتیں دوسری قوموں میں بھی پائی جانی معلوم ہوگئی ہیں۔صرف یہی نہیں کہ پرانے عہد نامہ کی تاریخی باتیں اب محض کہانیاں ثابت ہوگئی ہیں۔ بلکہ نکتہ چینی نے یہاں تک حملہ کیا ہے۔ اور یہاں تک نئے عہد نامہ (بائبل کی خاص عیسائی کتب جنہیں یہودی سچی نہیں مانتے۔ اسلم) کی تحلیل کر رہی ہے کہ ہمارے نجات دینے والے (مسیح۔ اسلم) کی شخصیت پر بھی شک کیا جارہا ہے۔ اس قسم کی تباہ کن نکتہ چینی کا آغاز جرمنی سے ہوا۔ اور اس کی تائید کرنے والے فرانس اور انگلستان (اور اب امریکہ' اسلم) میں بھی موجود ہیں۔ بہت سے عالموں نے بلکہ پادریوں اور الٰہیات کے پروفیسروں نے نئے عہد نامہ کے بارے میں ایسے مضامین لکھے ہیں جن سے سادہ لوح لوگ خیال کرنے لگ گئے ہیں کہ ان سے ہمارے مذہب کی بنیاد ہل گئی ہے۔ اور وہ شک اور گڑبڑ میں پڑ گئے ہیں۔ اس طور پر بائبل پر مذکورہ بالا قسم کے ایمان کو بڑا دھکا لگا ہے۔ عام طور پر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بائبل کی نسبت یہ ثابت ہوگیا ہے کہ وہ سچی کتاب نہیں ہے۔

اس میں شک نہیں کہ رومن کیتھولکوں کے ایمان کے مقابلہ میں ہمارے اور دیگر پراٹسٹنٹوں کے بہت کم نقصان پہنچا ہے۔ کیونکہ عملاً ان کی بائبل سے دلچسپی اور واقفیت کم تھی۔ کیونکہ ان کے ایمان کا کلیسیا کے صحیح ہونے پر حصر تھا۔ عیسائی ایمان کا حصر (انحصار۔ اسلم) کلیسیا (عیسائی امت۔ اسلم) پر ہونا

چاہیے۔ نہ محض بائبل کی کتابوں پر کلیسیا کو مقدم رکھنا چاہیے۔ کیونکہ حقیقت یہی ہے کہ کلیسیا موجود تھی۔ پہلے اور پیشتر اس کے کہ کتابیں لکھی گئیں۔ کلیسیا نے ایمان پر گواہی دی۔ ابتدائی عیسائی کتابیں یعنی مقدس پولوس کے خطوط خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ کلیسیائیں ان سے پہلے موجود تھیں۔''

مزید لکھا ہے: ''یہ صاف ہے کہ پیدائش' باغ عدن' آدم کے گناہ کرنے اور طوفان کے بیان میں سائنس کی صحت نہیں مل سکتی۔ یہ ویسی ہی کہانیاں ہیں جیسے کہ پرانے زمانے کے لوگ دنیا کی پیدائش کے بارے میں بنا لیا کرتے تھے۔ اور اسرائیلی لوگوں نے بھی دوسرے لوگوں کی طرح ایسی کہانیاں بنائیں۔'' (مسائل کلیسیا مصنفہ ڈاکٹر گور ترجمہ جلال الدین عنبر تحصیلدار شائع کردہ کرسچن نالج سوسائٹی لاہور مطبوعہ 1927ء صفحات 95,96,106)

4-پادری منیلی

پادری منیلی نصیحت فرماتے ہیں:

''ہمارے علم کی روشنی میں یہ موزوں نہ ہوگا کہ ہم قدیم انسان کی ان باقی ماندہ اشیاء اور بکھرے ہوئے نقوش کے نتائج سے کوئی نظریہ قائم کریں۔ ''زمانہ سنگ صیقلی'' اور زمانہ ''سنگ تراشیدہ'' کی مدتوں کے بارے میں کوئی قیاس آرائی کریں۔ اور نہ ہی یہ کوئی عقل مندی کی بات ہوگی کہ کسی خاص لفظی یا کسی اور قسم کی تشریح پر زور دیں۔ یا پیدائش کے شجرہ ہائے نسب کے متعلق بحث کریں۔''
(ص 122)

تائید مزید بھی پڑھیے۔ ''پرانے عہد نامہ کو پڑھتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ نئے عہد نامہ سے اس بات میں مختلف ہے کہ یہ نامکمل اور عارضی تیاری کے لیے تھا۔'' (ہماری کتب مقدسہ مصنفہ پادری جی ٹی منیلی ایم۔ اے ترجمہ پروفیسر جے ایس امام دین اور مسز کے ایل ناصر مطبوعہ 1981ء صفحہ 33)

5- فادر پروڈنٹ

ریورنڈ فادر پروڈنٹ لکھتے ہیں: ''عیسائی تعلیم معلوم کرنے کے لیے بائبل کا پہلا اور بڑا حصہ یعنی پرانا عہد نامہ قریباً بے کار ہے۔ کیونکہ اس میں عیسائی تعلیم کا بیان نہیں۔ لیکن یہودی مذہب کا بیان ملتا ہے۔ بے شک یہودی مذہب بھی خدا کی طرف سے تھا۔ لیکن وہ ادھورا اور کمزور ہونے کے باعث منسوخ ہوگیا۔'' (انتظام نجات مصنفہ ریورنڈ فادر پروڈنٹ او ایف ایم کپ مطبوعہ 1958ء صفحہ 47)

6-پروفیسر گنتھر بارن کم

مسیح کی تعلیم اور زندگی کے بارے معلومات کا ماخذ اناجیل اربعہ ہیں ریوپرٹ چارلس یونیورسٹی آف ہیڈل برگ میں مطالعہ عہد جدید کے فاضل پروفیسر گنتھر بارن کم رقمطراز ہیں:

''مسیح کے بارے میں ابتدائی کلیسا کے ایمان میں مروّجہ مذہبی خیالات اور پہلے سے قائم مفروضات کی وجہ سے یقین کے ساتھ مسیح' کی زندگی کے مصدقہ حالات لکھنا مشکل ہے۔''

(Encyclopaedia Brittanica: 1974, vol 10, p.145, col.1)

7- مشنری نہلز

کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں کام کرنے والے مشنری گرہارڈ نہلز نے تو حد ہی کردی۔ ان کے نزدیک عہد نامہ عتیق پر کاہ کے برابر بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ ''بائبل کیسے ہم تک پہنچی کے زیر عنوان صرف خاص عیسائی کتب مقدسہ کے انتخاب وغیرہ پر ہی بحث کرتے ہیں۔ اور پرانے عہد نامہ کا ذکر تک نہیں کیا ہے۔ اس میں یہ بتا کر کہ کلیسیاؤں نے ان کتابوں کو چنا تھا۔ لکھتے ہیں:

''ہم اب بھی ان سے اتفاق یا اختلاف کرنے کی پوزیشن میں ہیں۔''

(Christians answer Muslims by Gerhard Nehls 1980, p.118)

یعنی فی زمانہ بھی عیسائی علماء کی کوئی کونسل، کوئی کتاب بائبل میں داخل کرنے یا اس میں سے نکال دینے کا اختیار رکھتی ہے۔

8- پروفیسر سارنا

مطالعہ بائبل کے ایک امریکی پروفیسر ناحوم ایم سارنا رقمطراز ہیں:

''بلا ارادہ اور جان بوجھ کر تبدیلی کرنے اور ایسی تبدیلی جو سارے نسخے کا متن متاثر کر کے رکھ دے، کا امکان ہمیشہ موجود تھا۔ فی الحقیقت ایسا ہونے کی شہادت بہت معقول اور بہتیری ہے۔

(انسائیکلو پیڈیا برٹیکا مطبوعہ 1974ء جلد 2 صفحہ 884 کالم 1)

مختلف ترجموں اور مسودوں کے اختلافات اور تبدیلیوں کے معلومہ اسباب کی روشنی میں بائبل کے کسی پیراگراف کا اصل متن حاصل کرنے کی کوشش کے ضمن میں، خصوصاً اس صورت میں جبکہ پیرا گراف ناقابل فہم ہو، یہ حقیقت ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دوبارہ حصول لازمی طور پر اصل متن کے ضیاع کے ناقابل تلافی نقصان کی وجہ سے، ظنی، تخمینی اور چاروناچار آزمائشی ہوگا۔

(ایضاً صفحہ 885 کالم 1)

واضح ہو کہ پادری برکت اللہ کا یہ قول بائبل کی تمام کتابوں کے اصل متن کے بارے میں صادق آتا ہے کہ:

''حوادث زمانہ کے ہاتھوں وہ نسخے نہ بچ سکتے تھے اور نہ بچے۔''

(صحت کتب مقدسہ مطبوعہ 1952ء صفحہ 145)

محمد متین خالد

پادریوں کی اخلاقی حالت

اس سال کے شروع میں منظر عام پر آنے والے بچوں اور ننوں سے پادریوں کی بدفعلیوں کے واقعات نے اب تک امریکہ اور یورپ میں تہلکہ مچا رکھا ہے۔ کلیسا کے اس اخلاقی زوال کی بناء پر عیسائیوں کے موجودہ سربراہ پوپ پال اور امریکی صدر جارج بش کی پریشانی دیدنی ہے۔ بداعتمادی اور بے یقینی کی اس بے نور فضا نے عوام اور چرچ کا رشتہ تقریباً ختم کردیا ہے۔ ان شرمناک واقعات سے لوگ اپنے مذہبی راہنماؤں سے نفرت کرنے لگے ہیں جبکہ پادری عوام سے اپنا منہ چھپاتے پھرتے ہیں۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں پادریوں کے ایسے کرتوت سیلاب کی طرح امنڈتے چلے آرہے ہیں۔ ہر دن ایک نیا انکشاف لئے طلوع ہوتا ہے۔ مغربی دانشور ان واقعات کو ''مذہب کے لیے سرطان'' قرار دے رہے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کے واقعات کے بارے میں امریکی اخبارات و رسائل نے کیا لکھا۔ یاد رہے کہ ان اخبارات و رسائل میں شائع ہونے والی ہر خبر تقریباً مصدقہ اور ٹھوس شواہد پر مبنی ہوتی ہے۔ یہاں کسی کے خلاف کوئی خبر بغیر ٹھوس ثبوت کے شائع نہیں ہوتی کیونکہ غلط یا جھوٹی خبر شائع ہونے پر متاثرہ فریق کی طرف سے عدالت میں رجوع کیا جاسکتا ہے اور وہاں ''قانون ہتک'' عزت کے تحت متعلقہ اخبار یا رسالے کے ایڈیٹر کو اس قدر بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے جس کا کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اس لیے یہاں شائع ہونے والی تمام خبریں بڑی احتیاط' اعتماد اور مکمل ثبوت کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں تاکہ ادارے کی ساکھ متاثر نہ ہو۔

1980ء سے 16 ''پادری'' بدفعلی کے الزام میں ہٹا دیئے گئے

امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ (9 جون 2002ء) کا سٹاف رائٹر کیرائل مرفی (Caryle Murphy) لکھتا ہے:

''چرچ افسران کے مطابق اس برس کم از کم 16 پادری واشنگٹن کے چرچوں میں مذہبی منصب (Ministry) سے برطرف کردیئے گئے' کیونکہ ان پر بچوں سے بدفعلی کے ٹھوس الزامات عائد کیے گئے

تھے' یہ بدفعلیاں انہوں نے 1980ء کی دہائی کے وسط سے لے کر پندرہ بیس برس کے عرصے میں کیں اور ان کی ہوس کا نشانہ بننے والوں میں دو سال کا ایک معصوم بچہ بھی شامل تھا۔

دس پادریوں کا تعلق واشنگٹن کے اعلیٰ مذہبی علاقے (Archdiocese) سے تھا جس میں دارالحکومت واشنگٹن اور ریاست میری لینڈ کی 5 کاؤنٹیاں شامل ہیں۔ چھ پادریوں کا تعلق بالٹی مور کے مذہبی علاقے سے تھا۔ مذہبی علاقہ آرلنگٹن جس میں ورجینیا کی 21 کاؤنٹیاں شامل ہیں' میں حالیہ برسوں میں کسی پادری کو بچوں سے بدفعلی کے الزام میں مستقل طور پر منسٹری سے نہیں ہٹایا گیا۔

ہر چرچ میں چرچ کے ذمہ دار افسران نے بدفعلی کے واقعات کے بارے میں ملنے والی اطلاعات پر مختلف درجے کی کارروائی کی ہے۔ مختلف علاقوں سے 16 پادری خاموشی سے برطرف کردیئے گئے اور کلیسائی حلقے (Parish) سے وابستہ لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی کہ اب اُن کا پادری ''خدمات'' انجام کیوں نہیں دے رہا۔ اور کسی بھی چرچ کے ذمے دار افراد یہ بتانے کو تیار نہیں کہ متاثرہ بچوں کے والدین کو منہ بند رکھنے اور عدالتوں سے باہر قانونی مقدمات نپٹانے کے لیے کس قدر رقوم صرف کی گئی ہیں۔

بالٹی مور کے متعلقہ چرچوں سے کئی بار پوچھا گیا کہ انہوں نے کتنے پادریوں کو کاغذات میں ''غیر حاضر یا چھٹی پر'' قرار دیا ہے جن پر 1999ء سے بچوں سے بدفعلی کے الزامات تھے' تو کوئی جواب نہ ملا۔ ایک بدکردار پادری ''عزت مآب'' مورس جے بلیک ویل (Maurice J. Blackwell) ہے جسے 13 مئی کو اس کی جنسی ہوس کا شکار ہونے والے ایک لڑکے نے گولی کا نشانہ بنایا تھا۔ فہرست میں ایک دوسرا پادری ''عزت مآب'' برائن ایم کوکس (Brian M. Cox) ہے جسے 1980ء میں ایک لڑکے (Altar Boy) سے بدفعلی کرنے کے الزامات پر گزشتہ 22 مئی کو گرفتار کرلیا گیا تھا۔

جب پوچھا گیا کہ حالیہ دہائیوں میں بچوں سے بدفعلی کے مصدقہ الزامات کتنے پادریوں پر عائد کیے گئے ہیں تو علاقہ بالٹی مور کے ترجمان ریمونڈ کیمپسٹی (Raymond Kempisty) نے جواب دیا: ''ہم کل تعداد بتانے سے قاصر ہیں......'' انہوں نے کہا کہ ''تعداد بدل سکتی ہے کیونکہ ہم فی الحال اپنی فائلوں پر نظرثانی کررہے ہیں۔''

تینوں چرچ جہاں اس وقت 550 علاقہ پادری فرائض انجام دے رہے ہیں اور 13 لاکھ عیسائی ان کے حلقہ بگوش ہیں' ان تینوں نے برسوں پہلے بچوں سے بدفعلی کے سلسلے میں پالیسیاں وضع کی تھیں۔ واشنگٹن نے 1986ء میں' بالٹی مور نے عشرۂ 1980ء کے وسط میں' اور آرلنگٹن نے 1991ء میں۔ بعد کے برسوں میں ان پالیسیوں کو مستحکم کیا گیا اور 1993ء سے ان تینوں علاقوں نے مقامی قوانین مرتب کیے ہیں جن میں طے کیا گیا ہے کہ بچوں سے بدفعلی کے تمام الزامات کی سول حکام کو اطلاع دی جائے گی۔

1986ء اور 2000ء کے درمیان واشنگٹن کے مرکزی چرچ نے 9 پادریوں کو مذہبی فرائض کی

ادائیگی کے منصب سے ہٹا دیا تھا جبکہ ان پرلڑکوں سے بدفعلی کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔ ان سب پر بطور مجرم مقدمہ چلایا گیا۔ مارچ میں ایک پادری کو جبری چھٹی پر بھیج دیا گیا کیونکہ اس نے عشرۂ 1980ء کے اوائل میں مبینہ طور پر دو کم عمر لڑکیوں سے اپنی جنسی ہوس پوری کی تھی۔ اس پر ارتکابِ جرم کا الزام نہیں لگایا گیا کیونکہ ڈسٹرکٹ آف کولمبیا (جس میں واشنگٹن واقع ہے) کے ضابطہ کار کی مدت ختم ہوگئی تھی۔ ان سب دس پادریوں کو عوامی دعائیہ تقریب منعقد کرانے سے روک دیا گیا۔ ان میں سے ایک تھامس چبلوسکی (Thomas Chebloski) کے اعتراف جرم کے بعد اُس سے پادری کا منصب بھی چھین لیا گیا..... اس احتسابی کارروائی کو (Laicization) کہا جاتا ہے۔

1995ء میں واشنگٹن کے مرکزی چرچ نے اپنے پادریوں کی ذاتی فائلوں پر نظرثانی کی اور 6 پادریوں کے خلاف، ماضی میں 1947ء سے لے کر اب تک بچوں سے بدفعلی کے الزام میں پولیس رپورٹ درج کرائی۔ ان چھ میں سے ایک رابرٹ جے پیٹریلا (Robert J. Petrella) کو اس وقت مجرم ٹھہرایا گیا جب اس کی ہوس کا شکار ہونے والے ایک بچے نے بڑے ہو کر اس کے خلاف دعویٰ دائر کردیا۔ دوسرے پانچ پادریوں کے خلاف کوئی الزام عائد نہ کیا گیا۔ چرچ کی ترجمان سوسن گبس (Susan Gibbs) کے مطابق وہ اب مذہبی رسوم کی ادائیگی میں سرگرم نہیں رہے۔

علاقہ آرلنگٹن میں حالیہ برسوں میں کسی پادری کو بچوں سے بدفعلی کے الزام میں برطرف نہیں کیا گیا۔ لیکن 1944ء میں سٹیفن روسزل (Stephen Roszel) کو اس وقت انتظامی چھٹی پر بھیج دیا گیا جب ایک عورت نے اس کے خلاف سول مقدمہ دائر کردیا کہ جب وہ چھوٹی تھی تو اس نے اس کی آبرو ریزی کی تھی۔ اس مقدمے کو عدالت سے باہر ایسی شرائط پر نپٹا لیا گیا جو بیان نہیں کی گئیں۔ روسزل نے الزام کی تردید کی اور اسے پادری کے منصب پر بحال کردیا گیا۔

1992ء میں مونسیور ولیم ٹی رائنیکے (Monsignor William T. Reinecke) جو علاقے کا چانسلر تھا، اس نے اس وقت خودکشی کرلی جب ایک شخص نے اسے دھمکی دیتے ہوئے الزام لگایا کہ اس نے برسوں پہلے اس کو جنسی طور پر ہراساں کیا تھا۔

1985ء سے بالٹی مور کے چرچ میں 6 پادریوں کو حلقے سے برطرف کردیا گیا اور اُن سے مقدس رسوم بجالانے کا حق واپس لے لیا گیا کیونکہ ان پر بچوں سے بدفعلی کے الزامات تھے۔ ان میں سے ایک پر 1988ء میں فوجداری مقدمہ چلایا گیا اور دوسرے کو 1980ء میں بدفعلی کا مرتکب ہونے کے الزام میں 22 مئی کو گرفتار کرلیا گیا۔ چرچ کے ترجمان کیمپسٹی (Kempisty) نے بتایا کہ ایک تیسرے پادری کو اس موسم بہار میں علاقے کے انتظامی عہدے سے ریٹائر ہونے کو کہا گیا تاکہ "علاقے کی اس پالیسی کی حمایت کا اظہار ہوسکے کہ وہ اخلاقی حدود سے تجاوز کرنے والوں کو ہرگز برداشت نہیں کرتا۔"

جہاں تک بچوں سے بدفعلی کے سلسلے میں پادریوں کے جرائم کے مالی نتائج کا تعلق ہے، آرلنگٹن کے چانسلر رابرٹ جے رپی کا کہنا ہے کہ "علاقے نے گزشتہ دس برسوں میں بچوں سے بدفعلی کے الزامات

سے جنم لینے والا کوئی سول مقدمہ نہیں نپٹایا۔'' انہوں نے روسزل کیس کا ذکر تک نہ کیا جس کی مفاہمتی شرائط عوام کے سامنے نہیں لائی گئیں۔ ادھر کیمپسٹی نے بالٹی مور میں بتایا کہ گزشتہ عشرے میں بالٹی مور کے علاقے میں (پادریوں کی بدفعلی پر) دو مالی سمجھوتے کیے گئے لیکن انہوں نے یہ نہ بتایا کہ کتنی رقوم متاثرین کو ادا کی گئیں۔ خبروں کے مطابق واشنگٹن کے مرکزی چرچ نے 1988ء سے لے کر 1993ء تک بچوں سے بدفعلی کے سول مقدمات نپٹائے گئے جن میں کئی پادری ملوث تھے۔ جب علاقے کی خاتون ترجمان گبس (Gibbs) سے حال ہی میں پوچھا گیا کہ اس سلسلے میں کتنی کل رقم ادا کی گئی تو انہوں نے کہا کہ ''میرے پاس کوئی معلومات نہیں۔''

واشنگٹن کے علاقے کے کارڈینل تھیوڈور ای میکیرک (Theodore E. McCarrick) نے گزشتہ اپریل (2001ء) میں بتایا کہ بچوں سے بدفعلی کے واقعات سے جنم لینے بحران کے نتیجے میں ضروری ہوگیا ہے کہ کلیسا میں بہت کشادگی کو راہ دی جائے۔ انہوں نے کہا کہ ''اگر کلیسا نے پادریوں کی غلط کاریوں کے باعث رقوم خرچ کی ہیں تو میرے خیال میں کلیسا کے ارکان کو اس سلسلے میں جاننے کا حق حاصل ہے۔''

نیویارک کے لاٹ پادری (Archbishop) کارڈینل ایڈورڈ ایگان (Edward Egan) نے بھی ایک بیان جاری کرتے ہوئے ''اس صورتحال میں ملوث تمام افراد کے لیے ذاتی تشویش'' ظاہر کی ''خصوصاً کسی بھی خاتون اور اس کے خاندان کے لیے جو دکھی ہوئے ہوں' اور بشپ میکارتھی (McCarthy) کے لیے بھی۔'' انہوں نے ڈلاس (Dallas) کی میٹنگ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا: ''آیئے دعا کریں کہ ہم سب ''تمام پادریوں کی تقدس اور پاکیزگی کی طرف واپسی'' دیکھ لیں اور اور جو زخم لگ چکے ہیں' انہیں مندمل کرنے کا آغاز کرسکیں۔''

نیویارک میں چرچوں کی قیادت آرچ بشپ کرتے ہیں جبکہ معاون بشپ ان کی مدد کرتے ہیں۔ میکارتھی کو 1999ء میں بشپ مقرر کیا گیا تھا۔ کلیسا کے عہدیدار زولنگ (Zwilling) نے بتایا کہ میکارتھی کا استعفیٰ اس وقت موثر ہوگا جب پوپ اسے منظور کرلیں گے۔ میکارتھی نے شرب اوک' نیویارک میں سینٹ الزبتھ این سیٹن نامی کلیسائی حلقہ (Parish) کے پادری کے منصب سے استعفیٰ دے دیا ہے جبکہ ایگان نے اسے ہدایت کی تھی کہ وہ بطور پادری کام کرنا بند کردے۔

ولیمز کو 1988ء میں نئے تشکیل شدہ علاقہ لیگزنگٹن کا بشپ مقرر کیا گیا۔ اس پر الزامات عائد کیے گئے ہیں کہ اس نے 1969ء میں ایک بچے سے اور 1981ء میں دو بچوں سے بدفعلی کی تھی۔ اس برس 23 مئی کو ولیمز نے اعلان کیا کہ وہ پہلے الزام کے سلسلے میں اپنے خلاف ہونے والی تحقیقات کے نتیجے میں بشپ کے منصب سے عارضی طور پر الگ ہو رہے ہیں اگرچہ انہوں نے الزام کا انکار کیا' تاہم علاقہ لیگزنگٹن کے ایک بیان میں کہا گیا کہ ولیمز نے ایک ہفتہ بعد 31 مئی کو اپنا استعفیٰ ویٹیکن کو پیش کردیا ہے۔ اپنے بیان میں ولیمز نے کہا کہ ''میرے استعفیٰ سے حلقے کو اور مجھے فی الحال (الزامات) کے بادل

سے نجات مل جائے گی۔"

گزشتہ ماہ ملواکی کے آرچ بشپ ریمبرٹ جی ویک لینڈ (Rembert G. Weakland) نے اس انکشاف کے بعد استعفیٰ دے دیا کہ 1988ء میں چرچ نے ایک ایسے شخص سے ساڑھے چار لاکھ پر سمجھوتہ کیا تھا جس نے ویک لینڈ پر الزام لگایا تھا کہ اس نے 20 سال پہلے اس سے بدفعلی کی تھی۔ مارچ میں پام بیچ فلوریڈا کے بشپ انتھونی اوکونل (Anthony O'connell) نے اس اعتراف کے بعد استعفیٰ دے دیا کہ اس نے ایک کم سن طالب علم سے بدفعلی کی تھی جب وہ میزوری کے مذہبی مدرسے (Seminary) کا ریکٹر تھا۔

جنسی سکینڈل میں دو اور بشپوں نے استعفے دے دیئے

(ایڈورڈ والش (Edward Walsh) واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹر بدھ 12 جون 2002ء)

امریکی رومن کیتھولک بشپ اس ہفتے ڈلاس (Dallas) میں ایک اجلاس منعقد کر رہے ہیں تاکہ بچوں سے پادریوں کی بدفعلی کی قومی پالیسی وضع کی جاسکے۔ اس دوران کل مزید دو پادریوں نے استعفے دے دیئے جن پر جنسی بدفعلی کے الزامات عائد کیے گئے تھے۔ نیویارک کے 59 سالہ معاون بشپ جیمز ایف میکارتھی (James F. McCarthy) نے یہ سنگین اعتراف کرنے کے بعد بشپ اور پادری کے مناصب سے استعفیٰ دے دیا کہ کئی برسوں کے دوران اس کے عورتوں سے ناجائز تعلقات رہے تھے۔ یہ اعلان نیویارک چرچ کے افسران نے کیا۔

لیگزنگٹن (ریاست کینٹکی) میں 65 سالہ بشپ جے کینڈرک ولیمز (J.Kendrick Williams) پر الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے 12 تا 18 سال کے تین بچوں سے بدفعلی کی تھی' چنانچہ بشپ مذکور نے اعلان کیا ہے کہ پوپ جان پال دوم نے اس کا استعفیٰ منظور کر لیا ہے۔ اس سے پہلے اس نے اپنے خلاف ہونے والی تحقیقات کے پیش نظر پادری کے فرائض کی ادائیگی بند کر دی تھی' تاہم اس نے اپنے خلاف لگنے والے الزامات کی تردید کی۔ ان استعفوں سے اس سال جنسی بدفعلی کے الزامات کے تحت استعفے دینے والے بشپوں کی تعداد چار ہوگئی ہے۔ خود بشپوں نے اسے "ایسا بحران قرار دیا ہے جس کی ہمارے زمانے میں مثال نہیں ملتی۔" یہ اس مسودۂ دستاویز کا پہلا جملہ ہے جو بشپوں کے اجلاس میں جنسی بدفعلیوں کے اس سکینڈل پر کلیسا کا ردعمل زیرغور لانے کے لیے پیش کیا گیا جس نے امریکہ بھر کے کیتھولک کلیسا کو ہلا ڈالا ہے۔

اس سکینڈل کا مرکزی نقطہ بچوں سے بدفعلی کے عادی پادریوں کے سیاہ کرتوت ہیں لیکن اس برس اسے اتنی شہرت ملی ہے کہ میکارتھی جیسے جنسی مریضوں کو خوف نے آلیا ہے جن پر دوسری قسم کی جنسی بدفعلیوں کے الزامات لگائے جاتے رہے ہیں۔

نیویارک چرچ کے ترجمان جوزف زولنگ (Joseph Zwilling) نے بتایا کہ کلیسائی

حکام کو میکارتھی کے خلاف لگائے جانے والے الزامات کا علم ایک خط سے ہوا۔ زولنگ نے یہ نہیں بتایا کہ خط کس نے لکھا تاہم یہ ضرور کہا کہ میکارتھی نے خط میں لگائے گئے الزامات کی تصدیق کی ہے۔

پادری کی بدفعلی پر 8 لاکھ ڈالر کی ادائیگی

(ایسوسی ایٹڈ پریس ہفتہ 15 جون 2002ء)

اوماہا......(OMAHA) 14 جون...... ایک جیوری نے چرچ کے سابق خادم ایک لڑکے اور اس کی ماں کو 8 لاکھ ڈالر کی ادائیگی کا حکم دیا کیونکہ ایک پادری نے 1990ء کے عشرے میں اس لڑکے سے بدفعلی کی تھی۔ اوماہا کے چرچ نے پادری ڈینئل ہیرک (Daniel Herek) کی نگرانی کرنے میں اپنی کوتاہی تسلیم کر لی۔ اب سول مقدمے میں ہرجانہ طے ہوگا جس کی ادائیگی چرچ کرے گا۔ ماں اور بیٹا جس کی عمر اب 23 سال ہے' ان دونوں نے چالیس لاکھ ڈالر ہرجانہ طلب کیا ہے۔

پادری ہیرک کو ایک لڑکے پر جنسی حملہ کرنے اور بچے کی عریاں تصویریں بنانے پر 1998ء میں سزا سنائی گئی تھی۔ ارتکابِ جرم کے وقت سینٹ رچرڈ کیتھولک چرچ میں تعینات تھا۔ اڑھائی سال کی سزائے قید بھگتنے کے بعد اسے رہا کر کے سٹیٹ مینٹل ہیلتھ سنٹر' لنکن بھیج دیا گیا۔ جیوری نے ایک شخص کو ساڑھے سات لاکھ ڈالر کی ادائیگی کا حکم دیا جس سے ہیرک 1992ء سے 1997ء تک بدفعلی کرتا رہا تھا۔ اس کی ماں کو 50 ہزار ڈالر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے استدعا کی تھی کہ ان کے نام شائع نہ کیے جائیں۔ ماں بیٹے کے وکیل نے بحث کرتے ہوئے کہا کہ بدفعلی کے نتیجے میں ماں بیٹے کو ذہنی دباؤ کے عارضے کا شکار ہونا پڑا۔ وکیل ہیرلڈ زابن (Harold Zabin) نے کہا کہ انہیں زندگی بھر ذہنی عارضے کا علاج کرانا پڑے گا جس پر ساڑھے تین لاکھ ڈالر خرچ ہوں گے۔

پادریوں کی بدفعلی قرونِ وسطیٰ کی روایت ہے

(ایلن کوپر مین (Alan Cooperman) واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹر 19 مئی 2002ء)

"جنسی حملوں میں ملوث پادریوں کو کلیسا سے برطرف کرنے کا طریقہ کار بے حد سست اور بوجھل ہے۔ اس کی وجہ وہ ضابطے ہیں جو قرونِ وسطیٰ میں طاقتور بشپوں (Bishops) کو پادریوں کو سخت سزائیں دینے سے روکنے کے لیے وضع کیے گئے تھے۔" یہ بات کولمبس' اوہایو (Ohio) میں ایک وکیل جان جانسن (John Johnson) نے بتائی۔ صرف پوپ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کسی پادری کو انتظامی سطح پر سزا سنا سکے۔ گزشتہ 23 برسوں میں تقریباً آٹھ مواقع پر پوپ جان پال نے اس اختیار کو استعمال کرتے ہوئے چرچ کے معمول کا طریق کار بالائے طاق رکھا ہے جس میں پادریوں کے پینل کے سامنے مقدمہ چلایا جاتا ہے۔ اس طریقے سے ہٹائے گئے دو پادریوں میں بچوں سے بدفعلی کے دو بدنام مجرم بوسٹن کے جان جے جیوگھان (John J. Geoghan) اور ڈلاس کے روڈی کوس (Rudy Kos) شامل تھے۔

عام تعزیری طریق کار کے تحت ایک بشپ کو کسی پادری کے خلاف سنگین الزام موصول ہوتا ہے تو پہلے وہ کسی کو تفتیش کے لیے نامزد کرتا ہے۔ پھر کلیسا کا پراسیکیوٹر جسے ''انصاف پرور'' (پروموٹر آف جسٹس) کہا جاتا ہے' فردِ جرم عائد کرتا ہے جس میں الزامات کی تفصیل ہوتی ہے۔ پھر تین ججوں کا پینل' جو سب پادری ہوتے ہیں' مقدمہ چلاتا ہے۔

کئی لحاظ سے اس کے ضابطے سول مقدمے کے مانند ہوتے ہیں۔ مدعا علیہ کو وکیل کرنے کا حق ہوتا ہے اور اسے اعتراف جرم پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ ''انصاف پرور'' اور مدعا علیہ کا وکیل دونوں گواہوں کو طلب کرتے ہیں۔ چرچ پراسیکیوٹر پر یہ ذمے داری ہوتی ہے کہ ''اخلاقی حد میں'' جرم ثابت کرے' یہ ایک معیاری قانونی ضابطہ ہے جو وکلاء کے نزدیک ''شک و شبہ سے بالاتر'' کے مترادف ہے۔ اگر مدعا علیہ قانونی کارروائی کو گھسیٹنا چاہے تو اس میں سالہاسال لگ سکتے ہیں لیکن وکلاء کا کہنا ہے کہ بچوں سے بدفعلی جیسے سنگین جرائم پر کلیسائی مقدمات شاذ و نادر ہوتے ہیں۔''

مذہبی طور پر ایک پادری ہمیشہ پادری ہوتا ہے۔ جس وقت وہ اپنے منصب پر فائز ہو جاتا ہے تو کیتھولک عقیدے کے مطابق اس میں ایک حقیقی اندرونی تبدیلی رونما ہوتی ہے جو اسے مقدس رسوم بجالانے کا مستحق ٹھہراتی ہے اور یہ حق اس سے واپس نہیں لیا جاسکتا۔ تاہم پوپ اور بشپ پادری کی سرگرمیوں کو محدود کرسکتے ہیں۔ اسے عوامی عبادت منعقد نہ کرنے کا حکم دے سکتے ہیں یا پادری کے منصب سے برطرف کرسکتے ہیں۔ لیکن منصب سے محروم پادری بھی ہنگامی حالت میں آخری رسوم ادا کرواسکتا ہے۔

گزشتہ ماہ ویٹیکن میں پوپ سے ملاقات کے بعد امریکہ کے کارڈینلوں نے سفارش کی کہ کلیسا بدفعلی کے مرتکب بدنام پادریوں کو برطرف کرنے کے لیے ایک طریق کار وضع کرے۔ شکاگو چرچ کے نمایاں ''انصاف پرور'' وکیل ولیم ووسٹ مین (William Woestman) نے کہا ہے: ''میرے خیال میں وہ ایک انتظامی کارروائی کی بات کر رہے ہیں' مکمل مقدمے کی نہیں' بلکہ اس کارروائی میں ملزم کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔''

اس وقت طریق کار یہ ہے کہ جب کسی بشپ کو کسی پادری کے بارے میں بدفعلی کی شکایت موصول ہوتی ہے تو وہ پہلا کام یہ کرتا ہے کہ وہ ملزم پادری کو تفتیش تک کے لیے انتظامی چھٹی پر بھیج دیتا ہے۔ لیکن ''انتظامی چھٹی'' کی اصطلاح ضابطۂ قانون میں موجود نہیں۔ اکثر صورت میں بشپ ضابطہ 1722 استعمال کرتے ہیں جس کے تحت پادری کو اس کے منصب سے عارضی طور پر ہٹا دیا جاتا ہے تاکہ وہ تفتیش میں مداخلت نہ کرسکے۔

مسٹر جانسن کہتے ہیں: ''عام قانونی ضابطے میں اس مسئلے کو سنجیدگی سے نہیں لیا جاتا۔ جن لوگوں نے قوانین بنائے ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ایک پادری اس طرح کا شکاری ہوسکتا ہے جیسے آج کل کے بچوں سے بدفعلی کرنے والے پادری ہیں۔ بشپ ایک ایسے مسئلے سے نپٹنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کے متعلق کبھی کسی نے نہیں سوچا تھا اور اس مقصد کے لیے جو ذرائع استعمال کر رہے

ہیں وہ دور از کار ہیں۔"

بدفعلی کے ملزم پادری نے خودکشی کرلی

(سٹیفن میننگ (Stephen Manning) ایسوسی ایٹڈ پریس' رائٹر' 16 مئی 2002ء)

سلور سپرنگ (میری لینڈ)...... بدفعلی کا ملزم ایک پادری نفسیاتی امراض کے ایک ہسپتال میں گلے میں رسہ ڈالے جھولتا پایا گیا۔ جب سے رومن کیتھولک چرچ بدفعلی کے سکینڈلوں کی زد میں آیا ہے' یہ ایک پادری کی بظاہر خودکشی کا دوسرا واقعہ ہے۔ پادری "عزت مآب" الفریڈ جے بائیگوفر (Alfred J. Bietighofer) کو ان پر الزامات عائد ہونے کے بعد نفسیاتی جائزے کے لیے کیتھولک ہسپتال بھیجا گیا تھا اور اس نے برج پورٹ (کنیکٹی کٹ) میں اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا تھا۔

64 سالہ بائیگوفر کو واشنگٹن کے مضافات میں سینٹ لیوک انسٹیٹیوٹ میں اپنے کمرے میں رسے میں لٹکتے پایا گیا۔ سٹیفن روزیٹی (Stephen Rossetti) جو ایک ماہر نفسیات ہیں اور مرکز کے ڈائریکٹر ہیں' ان کے بقول ایک نرس نے پادری کی لاش جھولتی پائی۔ یہ ہسپتال پادریوں اور ننوں کے مختلف ذہنی مسائل' بلانوشی' ڈیپریشن اور بچوں سے بدفعلی جیسی بیماریوں کا علاج کرتا ہے۔

برج پورٹ کے بشپ ولیم لوری (William Lori) نے بدفعلی کے ملزم پادری کی خودکشی پر ایک بیان میں کہا: "مجھے فادر الفریڈ بائیگوفر کی المناک موت پر بے حد صدمہ ہوا۔ اہل کلیسا اور وہ سب لوگ جن کی مدد فادر بائیگوفر اپنے منصب کے دوران کرتے رہے' ان سے میں ہمدردی کا اظہار اور ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔"

گزشتہ ماہ دو آدمیوں نے برج پورٹ کے چرچ حکام کو بتایا کہ عشرہ 1970ء کے اواخر اور عشرۂ 1980ء کے اوائل میں جب وہ لڑکپن میں تھے' بائیگوفر نے ان سے بدفعلی کی تھی۔ بائیگوفر' برج پورٹ کے سینٹ اینڈریو پیرش میں معاون پادری تھا اور الزامات عائد ہونے کے بعد 29 اپریل کو اس نے استعفیٰ دے دیا۔ اس موقع پر بشپ ولیم لوری نے کہا: "دونوں شریف آدمیوں کے الزامات اس قدر قابل اعتبار تھے کہ ان پر فوری کارروائی ضروری ہوگئی۔ پادری کی خودکشی پر اس کے ستم رسیدہ افراد نے کہا: "ہمیں اس پر یقیناً خوشی نہیں ہوئی۔ کسی بھی جان کا ضیاع بدقسمتی ہے۔ لیکن ہم خوش ہیں کہ ہم برائی کے خلاف آگے آئے۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ آئندہ کسی بھی بچے سے بدفعلی کی واردات نہ ہونے پائے۔" ملزم جب برج پورٹ میں بلیسڈ سیکرامنٹ چرچ (Blessed Sacrament Church) میں تعینات تھا تو بچوں سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا۔

چرچ حکام نے بائیٹیگوفر کے خلاف الزامات سے حکام کو مطلع نہیں کیا۔ اس وقت کنیکٹی کٹ کے قانون کا تقاضا یہ تھا کہ متاثرین' بدفعلی کی رپورٹ 20 سال کی عمر سے پہلے درج کرائیں۔ سینٹ لیوک ہسپتال میں 65 بیڈ ہیں جن میں سے تقریباً ایک چوتھائی بیڈ پادری استعمال کرتے ہیں جن کا جنسی

بدفعلی کے مسائل کی بنا پر علاج ہو رہا ہے۔ روزیٹی نے بتایا کہ ہر آنے والے مریض کی یہاں سکریننگ کی جاتی ہے تاکہ پتہ لگ سکے کہ وہ خودکشی کا رجحان تو نہیں رکھتا۔ جو خطرناک خیال کیے جائیں انہیں مستقل نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔ اس سال کے شروع میں جب سے بوسٹن میں پادریوں کی جنسی بدفعلی کے الزام کو شہرت ملی ہے' 177 سے زیادہ پادری برطرف کیے جا چکے ہیں یا انہوں نے استعفیٰ دیا ہے۔

- گزشتہ ماہ کلیولینڈ اسقفی علاقے کے 48 سالہ پادری ''عزت مآب'' ڈون رونی (Don Roony) نے خود کو گولی مار کر ہلاک کرلیا۔ اس پر ایک لڑکی کو اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنانے کا الزام تھا۔
- گزشتہ سوموار کو عزت مآب مورس بلیک ویل کو ایک شخص نے بالٹی مور میں اس کے گھر کے اندر گولی مار کر زخمی کر دیا۔ اس نے الزام لگایا کہ اس پادری نے 9 سال پہلے اس سے بدفعلی کی تھی۔
- گزشتہ جمعرات کو آرچ بشپ الفریڈ ہکس (Alfred Hughes) نے نیو آرلینز کے چرچ میں اپنی طرف سے اور دوسروں کی طرف سے ان غلطیوں کی معافی مانگی جو ان سے بچوں کے ساتھ پادریوں کی بدفعلیوں کے سلسلے میں سرزد ہوئی تھیں۔ انہوں نے ایک بیان میں کہا: ''ہم اپنے درمیان اپنے معصوم بچوں کی حفاظت کرنے میں ناکام رہے۔''
- ہارٹ فورڈ (کنیکٹی کٹ سٹیٹ) کے رومن کیتھولک آرچ بشپ ایک سٹیٹ چائلڈ ابیوز ہاٹ لائن (بچوں سے بدفعلی کے متعلق ریاستی ہاٹ لائن) استعمال کرنے پر رضامند ہو گئے تاکہ کسی پادری کے خلاف الزامات کی فوری رپورٹ درج کرائی جا سکے۔ ڈیپارٹمنٹ آف چلڈرن اینڈ فیملیز کے سربراہ نے تشویش ظاہر کی تھی کہ کلیسا ریاستی قانون کے تحت اطلاعاتی ذمے داریاں پوری نہیں کر رہا۔
- لاس اینجلس کے ڈسٹرکٹ اٹارنی سٹیو کولی (Steve Cooley) نے کارڈینل راجر ماہونی کو انتباہ کیا ہے کہ اگر کارڈینل نے جنسی بدفعلیوں میں ملوث پادریوں سے متعلق تمام دستاویزات ان کے حوالے نہ کیں تو وہ گرینڈ جیوری سے رجوع کریں گے۔ پراسیکیوٹرز آفس کا کہنا ہے کہ چرچ نے ابھی تک تحریری معلومات حوالے نہیں کیں۔ ادھر چرچ کے ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ ''وہ قانون نافذ کرنے والے تمام اداروں سے تعاون کر رہا ہے اور تمام ممکنہ غلط فہمیوں کا ازالہ کرنے کو تیار ہے۔''

ایک رہنما پادری کا خفیہ ماضی

پادری کے ٹین ایجرز سے جنسی تعلقات تھے

(اینی گوون اور کریگ وٹلاک(Annie Gowen and Craig whitlock)......

واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹرز 17 مئی 2002ء)

1974ء کے ایک روشن ہفتے کو بالٹی مور میں ''کیتھڈرل آف میری آور کوئین'' (Cathedral of Mary our Queen) میں ایک ہجوم تھا جو امید اور فخر کے جذبات کے ساتھ موریس جے بلیک ویل (J. Blackwell) کو پادری بنائے جانے کی تقریب کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ یہ تقریب اس لیے غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی کہ اس سے پہلے کبھی اس شہر میں کسی افریقی امریکی کو پادری مقرر نہیں کیا گیا تھا۔ لیکن جب بلیک ویل نے کارڈینل لارنس شیمان کے ہاتھوں سے برکت حاصل کرنے کے لیے اپنا سر ان کے آگے جھکایا تو اس نو تقرر یافتہ پادری کے سینے میں ایک راز پنہاں تھا۔ راز یہ تھا کہ جب بلیک ویل خدا کے لیے اپنی زندگی وقف کرنے کی تعلیم و تربیت کے مرحلے سے گزر رہا تھا تو اس نے ایک ٹین ایج لڑکے سے لمبے عرصے تک جنسی تعلقات استوار کیے رکھے تھے۔

بلیک ویل نے بعد میں اس جنسی تعلق کا اعتراف کر لیا جس کے بارے میں اس نے کہا کہ یہ اس کے پادری بننے سے پہلے کا واقعہ ہے اور اس کو رُبع صدی گزر چکی ہے۔ وقتی طور پر لوگوں کی توجہ اس امر پر مبذول ہوگئی کہ بلیک ویل ان دو نئے سیاہ فام پادریوں میں سے ایک ہے جو اس موسم بہار میں شہر کے بڑے افریقی امریکی گرجوں کی رہنمائی کے لیے تشریف لائے ہیں۔ مذہبی مدرسے (Seminary) میں بلیک ویل کا ہم جماعت ایڈورڈ پی کینی (Edward P. Kenny) جو خود بھی بالٹی مور میں بطور پادری تعینات ہے' اسے خوب یاد ہے کہ بلیک ویل ''ایک پوری نسل کی تمام تر امید اور خواب اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے تھا۔ اس سے بے حد امیدیں وابستہ کی گئیں' صرف افریقی' امریکی برادری ہی میں نہیں بلکہ سفید فاموں میں بھی۔ تقریب میں موجود ہر کوئی بلیک ویل کے پادری بننے سے دلی وابستگی رکھتا تھا۔''

سوموار کو مبینہ طور پر کلیسائی حلقے سے وابستہ ایک سابق عقیدت مند نے بلیک ویل کے بازو اور سرین میں تین گولیاں ماریں۔ اس شخص نے بتایا کہ جب وہ چھوٹا تھا تو یہ پادری اس سے بدفعلی کیا کرتا تھا۔ بالٹی مور ہسپتال میں داخل بلیک ویل کی حالت بہتر ہے' اس نے سٹوکس کے الزام کے بارے میں کوئی بات کرنے سے انکار کر دیا جس نے اس کے پیشے کو داغدار کر دیا ہے۔ 26 سالہ ڈونٹی سٹوکس (Dontee Stokes) کو نفسیاتی جائزے کے لیے سائیکیٹرک سنٹر لے جایا گیا۔

''عشرہ 1960ء کے اواخر اور عشرہ 1970ء کے اوائل کا زمانہ' بالخصوص بالٹی مور میں' ایک زیر تعلیم و تربیت سیاہ فام پادری کے لیے تند و تیز مگر ایک چیلنج تھا۔'' یہ بات ڈونلڈ اے سٹرلنگ (Donald A. Sterling) نے کہی جسے بلیک ویل سے چند ہفتے پہلے رومن کیتھولک چرچ نے پہلے افریقی امریکی پادری کے منصب پر فائز کیا تھا۔ انہوں نے کہا: ''چرچ نے ہم سے پہلے کبھی کسی سیاہ فام کو پادری نہیں بنایا تھا۔ یہ ہمارے نقطۂ نظر سے افسوسناک تاریخ تھی۔ دوسری طرف لوگ بہت فخر کرتے تھے کہ رنگ و نسل کی بندش ٹوٹ گئی ہے۔''

بلیک ویل کو سب سے پہلے مغربی بالٹی مور میں برنارڈین رومن کیتھولک چرچ میں تعینات کیا گیا تھا جہاں اس نے پانچ سال گزارے۔ وہ ٹین ایجر لڑکوں اور نوجوانوں میں بہت مقبول تھا جو سیاہ فاموں کی سیاست اور سماجی زندگی پر گفتگو کے لیے اُس کے دفتر آتے تھے۔ اس کے سابق رفقائے کار اور اہل حلقہ اسے ایک خوش باش نوجوان پادری کے طور پر جانتے تھے۔ 1979ء میں اس کے سینٹ ایڈورڈ رومن کیتھولک چرچ میں تبادلے کے بعد وہ ایک سفید بی ایم ڈبلیو چلانے لگا جس کی لائسنس پلیٹ پر Priest کا لفظ نمایاں تھا۔ ایک بار اُس نے بالٹی مور کے ایک فلمساز کو گرجے میں ایک فلمی سین ریکارڈ کرنے کی اجازت دی۔ 25 سالہ کالج سٹوڈنٹ سنڈی ہیرن (Cindy Hearn) جو بلیک ویل کی ہمسائیگی میں رہتی ہے' اس نے بتایا: ''وہ خنک مزاج اور شائستہ تھا۔ وہ پادری کی طرح بات نہیں کرتا تھا۔ اس کی گفتگو ایک عام ''جو'' (Joe) کے مانند ہوتی۔ وہ نوجوانوں کی سطح پر بات کرتا تھا۔''

1993ء میں سب کچھ بدل گیا۔ 17 سالہ نوجوان سٹوکس نے اپنے کونسلر (وکیل) کو بتایا کہ پادری بلیک ویل نے سینٹ ایڈورڈ چرچ آفس میں گزشتہ تین برسوں کے دوران کئی مواقع پر اس سے بدفعلی کی تھی۔ پولیس رپورٹ درج کرائی گئی مگر بلیک ویل نے تمام الزامات کی تردید کی اور اس کے خلاف کوئی فرد جرم عائد نہ کی گئی لیکن حکام کا کہنا تھا کہ انہیں سٹوکس کی بات پر یقین ہے کیونکہ وہ دو بار جھوٹ پکڑنے والی آزمائشوں سے گزر گیا ہے۔ بالٹی مور چرچ کے مقرر کردہ ایک آزاد پینل نے تحقیقات کے بعد یہ نتیجہ نکالا کہ نوجوان کے الزامات قابل یقین ہیں۔ لیکن کارڈینل ولیم ایچ کیلر (William H. Keeler) نے پینل کی سفارشات مسترد کر دیں۔ چرچ افسران کے بقول بلیک ویل نے چرچ کے احاطے سے گھر منتقل ہونے کی رضاکارانہ پیشکش کی مگر انہوں نے اسے سینٹ ایڈورڈ میں اپنے کام پر رہنے کی اجازت دے دی کیونکہ بہت سے دوسرے پادری اس کی پشت پناہی کرنے لگے تھے اور انہوں نے تحقیقات کے دوران اپنی حمایت کے بینر چرچ کے باہر آویزاں کر دیئے تھے۔

پانچ سال بعد بلیک ویل کا ماضی ایک بار پھر اسے ڈرانے لگا۔ 1998ء میں ایک اور آدمی آگے آیا اور اس نے اُسقفی علاقہ کو بتایا کہ اس پادری نے اس سے بدفعلی کی تھی جب وہ عشرۂ 1970ء کے اوائل میں ابھی لڑکا تھا۔ اس بار بلیک ویل نے بدعملی کا اعتراف کر لیا۔ تب کلیسائی حکام نے اسے اس کے فرائض سے سبکدوش کر دیا اور پبلک میں ''ماس'' (اجتماعی عبادت) اور دوسری رسوم بجالانے سے روک دیا تاہم اسے پریسٹ (پادری) کا ٹائٹل بدستور استعمال کرنے کی اجازت دے دی۔

بلیک ویل کی بداعمالیوں کی خبریں بالٹی مور میں عام ہوگئیں لیکن وہ شہر ہی میں مقیم رہا اور کئی سابق اہل حلقہ اور حامیوں میں بدستور مقبول رہا۔ اسے ''ون چرچ ون ایڈکٹ انکارپوریٹیڈ'' نامی غیر منافع گروپ میں سٹیٹ ڈائریکٹر کا کام مل گیا جو میری لینڈ گرجوں میں ''منشیات چھڑاؤ پروگرام'' منظم کرتا ہے۔ اس نے مغربی بالٹی مور کی ریزروائر سٹریٹ میں واقع اپنے خاندانی گھر سے پروگرام کا آغاز کیا۔ ایک شکستہ سرخ وسفید چھجا اور ایک سیاہ آہنی دروازہ اس کے گھر کی شناخت ہیں۔ اپنے تکلیف دہ ماضی

کے باوجود بلیک ویل کو اپنے نئے کام پر کئی مقامی اور ریاستی حکام کی حمایت حاصل رہی ہے۔ 1997ء سے ریاست نے اسے پانچ آبادیوں میں مستحقین کے لیے 50 ہزار ڈالر کی امداد دی۔ جون 2000ء میں کیٹونزویل کی ایک تقریب میں بلیک ویل نے لیفٹیننٹ گورنر کیتھلین کینیڈی ٹاؤنسینڈ (Lt. Gov. Kathleen Townsend) کو سندِ ستائش پیش کی۔

ٹاؤنسینڈ جو گورنر کے انتخاب کے لیے امیدوار تھی' اس سے سندِ ستائش وصول کرتے وقت بلیک ویل کے ماضی کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی۔ تقریب اس وقت منعقد ہوئی جب بلیک ویل کو پادری کے اختیارات سے محروم ہوئے دو سال گزر گئے تھے۔ گزشتہ سال گورنر کے دفتر کرائم کنٹرول اور پبلک سیفٹی نے براہ راست بلیک ویل کو 2000ء ڈالر دیئے جس نے اپنی انسداد منشیات مہم کے لیے مالی امداد طلب کی تھی۔ یہ امداد انسدادِ منشیات کے پوسٹر ڈیزائن کا مقابلہ منعقد کرانے کے لیے دی گئی جس میں سکولوں کے تین سو بچے شریک ہوئے۔ ریاستی حکام نے بتایا کہ وہ گرانٹ پر نظرثانی کر رہے ہیں' خصوصاً اس پس منظر میں کہ بلیک ویل کی تجویز میں بچوں کے ساتھ کام کرنا شامل ہے۔ ایجنسی کے لیے پروگرام ڈائریکٹر گریگوری لیکو (Gregory Leyko) نے بتایا: ''یہ مسئلہ باعث تشویش ہے۔''

بالٹی مور کے پادری کو بدفعلی کے الزام میں گولی ماردی گئی

(پال شوارزمین اور کارلائل مرفی (Schwartzman and Caryle Murphy) واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹرز 15 مئی 2002ء)

ایک پادری کو بالٹی مور میں اس کے گھر کے باہر ایک شخص نے گولی ماردی۔ اس نے پادری پر الزام لگایا کہ اس نے 9 سال پہلے چرچ آفس میں اس سے بدفعلی کی تھی۔ 26 سالہ ڈونٹی ڈی سٹوکس (Dontee D. Stokes) نے سوموار کی شب خود کو پولیس کے حوالے کرتے ہوئے بتایا کہ اس نے ''عزت مآب'' مورس جے بلیک ویل (Maurice J. Blackwell) کو اس وقت گولی ماری جب اس نے اس سے بات کرنے سے انکار کردیا تھا۔ پولیس نے ان الزامات پر مبنی رپورٹ بالٹی مور ڈسٹرکٹ کورٹ میں پیش کردی ہے۔ دریں اثناء سٹوکس کے دادا چارلس سٹوکس (Charles Stokes) نے بتایا ہے کہ میرے پوتے نے پادری کو گولی مارنے سے پہلے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس سے بدفعلی کرنے کی معافی مانگے مگر بلیک ویل نے انکار کردیا تھا۔ پادریوں کی جنسی ہوس کا شکار ہونے والے افراد کی تنظیم ''سروائیورز نیٹ ورک فار دوز ابیوزڈ بائی پریسٹس'' کے نیشنل ڈائریکٹر ڈیوڈ کلوہسی (David Clohessy) نے اسے واقعے پر گفتگو کرتے ہوئے کہا: ''اس کے متعلق ہمارے ذہن میں عرصے سے خدشات موجود تھے۔''

پولیس رپورٹ کے مطابق ڈونٹی سٹوکس ایک حجام ہے جو وسطی بالٹی مور میں بلیک ویل کی قیام گاہ سے چند بلاک پرے رہتا ہے۔ وہ گاڑی میں پادری کے گھر ریزروائر سٹریٹ آیا' بلاک کا ایک چکر لگا

اور پھر بلیک ویل کے پاس آن رکا جو اپنے گھر کے باہر کھڑا ہمسائے سے باتیں کر رہا تھا۔ سٹوکس نے پادری سے بات کرنی چاہی لیکن اس نے سنی ان سنی کردی۔ سٹوکس نے کار میں بیٹھے بیٹھے ایک سیاہ تھیلے سے 357 بور کی ہینڈ گن نکالی اور پادری پر تین فائر کیے۔ ایک گولی بلیک ویل کے بائیں ہاتھ میں لگی اور دو گولیاں بائیں سرین کے پاس لگیں۔ اس کے بعد سٹوکس گاڑی بھگا لے گیا۔ جب پولیس پہنچی' اس وقت تک پادری گلی میں زخمی پڑا تھا۔ پونے بارہ بجے دوپہر سٹوکس نے خود کو پولیس کی تحویل میں دے دیا اور ایک درخت کے نیچے سے ہتھیار بھی برآمد کرا دیا۔ اس نے اپنے ابتدائی بیان میں کہا: ''مجھ پر جو گزری تھی اس نے آخر کار مجھ سے یہ کام کروایا۔ مسئلہ ایسا ہے کہ کسی نے میری بات نہ سنی...... پولیس ڈیپارٹمنٹ' چرچ اور سوشل سروسز ڈیپارٹمنٹ' کسی نے کان نہ دھرے۔''

ڈونٹی سٹوکس کوئی سابقہ مجرمانہ ریکارڈ نہیں رکھتا۔ اس پر ارادۂ قتل' فرسٹ اینڈ سیکنڈ ڈگری حملے اور ہینڈ گن کے غلط استعمال کے الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ اسے ضمانت کے بغیر حراست میں رکھا گیا ہے۔ اگست 1993ء میں درج کرائی گئی پولیس رپورٹ میں سٹوکس نے الزام لگایا تھا کہ بلیک ویل نے اپنے حلقے کے گرجے سینٹ ایڈورڈ رومن کیتھولک چرچ میں اس سے جنسی بدفعلی کی تھی۔ وہ مطالعہ بائبل کی کلاس کے بعد اکثر اسے اپنے دفتر میں بلا کر اس سے چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا۔ یہ الزام لگنے کے بعد چرچ نے بلیک ویل کو چھٹی دے کر تین ماہ کے نفسیاتی جائزے کے لیے ''انسٹیٹیوٹ فار لیونگ'' ہارٹ فورڈ بھیج دیا۔ اس دوران چرچ نے تحقیقات اور سٹوکس کے الزامات ''ناقابل یقین'' قرار دے دیئے جس پر کارڈینل کیلر (Keeler) نے بلیک ویل کو چرچ میں بحال کر دیا اگرچہ کیلر ہی کے مقرر کردہ عوام الناس کے ایک پینل نے تحقیقات کے بعد سفارش کی تھی کہ اسے کلیسائی ذمے داریاں نہ سونپی جائیں۔ عوامی پینل کاروباری اداروں کے سربراہوں' وکلاء اور حقوقِ اطفال کے علمبرداروں پر مشتمل تھا جنہوں نے بلیک ویل پر لگنے والے الزامات ''قابل یقین'' قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس کی چرچ میں واپسی ''ناقابل قبول خطرہ'' مول لینے کے مترادف ہے۔ تب کارڈینل نے بلیک ویل کو بحال کرتے ہوئے اس کی ''دماغی صحت کے جائزے'' کو بنیاد بنایا تھا۔

لیکن چار سال بعد جب ایک دوسرے شخص نے بلیک ویل کے خلاف شکایت کی تو چرچ حکام نے اسے انتظامی تعطیل پر بھیج دیا اور اب کے بلیک ویل نے بھی اعتراف کیا کہ اس نے دو عشروں سے زیادہ عرصہ پہلے اس شخص سے جب یہ لڑکا تھا' بدفعلی کی تھی' تاہم یہ جنسی تعلق اس کے 1974ء میں پادری بننے سے پہلے ختم ہو چکا تھا۔ اگرچہ چرچ میں عیسائی عبادت (Mass) کرانے کا اختیار بلیک ویل سے چھین لیا گیا ہے مگر وہ نجی عبادتیں کرا سکتا ہے۔ یوں اسے کلیسا کی طرف سے کچھ وظیفہ اور ہیلتھ کیئر کے کم از کم اخراجات مل جاتے ہیں۔

بلیک ویل کی منشیات کے خلاف مہم کے حوالے سے اس کے محلے دار ٹونی اوگنفوا (Toni O Gunfua) نے کہا: ''بلیک ویل ہمسائیگی میں منشیات میں مبتلا نوجوانوں سے بلا تکان باتیں کیا کرتا

تھا...... کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ آپ دروازے سے باہر قدم رکھیں اور وہیں آپ کو ایک پادری مل جائے۔ مجھے تو بچپن ہی سے یہ یقین دلایا گیا کہ پادری وہ کام کرسکتے ہیں جو گلی محلے میں خدا نہیں کرسکتا۔" (نعوذ باللہ!)

بشپ اپنی گناہ گاری کا جائزہ لینے پر مجبور ہوگئے

(ایلن کوپر مین' واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹر 14 جون 2002ء)

ڈلاس۔13 جون کو یہاں امریکہ کے کیتھولک بشپوں کا اجتماع ہوا۔ زیر بحث مسئلہ یہ تھا کہ بچوں سے بدفعلی کا ارتکاب کرنے والے پادریوں کو کس طرح سزا دی جائے۔ بحث و تمحیص کے بعد وہ یہ سوال اٹھانے پر مجبور ہوگئے کہ کیا انہیں خود اپنے آپ کو سزا دینی چاہیے۔

اجتماع میں شکاری پادریوں کا نشانہ بننے والے افراد کی جذباتی تقریروں پر بعض بشپوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور انہیں اپنے گناہ گار ہونے کا شدید احساس ہوا کہ وہ رومن کیتھولک کلیسا میں جنسی بے راہروی میں ملوث ہونے والوں کو برداشت کرتے رہے ہیں۔ امریکی "کانفرنس آف کیتھولک بشپس" کے صدر اور دو سرکردہ کیتھولک دانشوروں نے شرکاء کو ملامت کی کہ کیا پادریوں کی بدفعلیوں کا نشانہ بننے والوں کے بیانات کافی نہیں کہ ہم اپنے گریبان میں جھانکیں اور اظہار تاسف کریں۔ گرینز برگ پنسلوینیا کے بشپ اینتھونی جی باسکو (Anthony G. Bosco) نے بعد میں کہا: "میں 32 سال سے کانفرنس میں شرکت کرتا آرہا ہوں اور میں نے کبھی ایسی لیپاپوتی کا مظاہرہ نہیں دیکھا جیسا کانفرنس کے صدر بشپ ولٹن ڈی گریگوری (Wilton D. Gregory) نے یہاں کیا ہے۔"

کانفرنس کا ایجنڈا یہ تھا کہ ایسی قومی سطح کی پالیسی وضع کی جائے کہ مستقبل میں چرچ کے تمام ذمہ دار بچوں سے بدفعلی کے الزامات کی رپورٹ سول حکام کو دیا کریں اور ایسی بدفعلی میں ملوث ہر پادری کو اس کے منصب سے محروم کردیا جائے۔ لیکن کانفرنس میں بحث کا مرکزی نکتہ یہ رہا کہ کیا کلیسا میں بدفعلی ہرگز برداشت نہ کرنے کی پالیسی ماضی کے تمام گناہ گار پادریوں کے سلسلے میں اختیار کی جائے یا نہیں۔ اس پر کانفرنس کا ماحول سخت کشیدہ ہوگیا۔ بشپوں کے لیے رکاوٹ یہ رہی کہ اگر وہ پادریوں کی بدفعلیوں پر انہیں فوراً برطرف کرنے کا سلسلہ شروع کردیں تو بھی ان کے پیروکار اس وقت تک مطمئن نہیں ہوں گے جب تک جوابدہی کی اس پالیسی کا اطلاق خود بشپوں پر نہیں کیا جاتا۔ سینٹ کلاؤڈ منیسوٹا کے بشپ جان ایف کنائے (John F. Kinney) نے کہا: "کئی برس پہلے بھی یہ سوال اٹھا تھا کہ اگر ہم اپنی کوششیں مجتمع نہیں کرتے تو بات صرف پادریوں تک محدود نہیں رہے گی' بشپ بھی اس کی زد میں آئیں گے۔" کنائے اور دوسرے بڑے مذہبی عہدیداروں نے یہ بات بڑے زور دے کر کہی کہ ساتھی بشپ اور کارڈینل نہیں بلکہ صرف پوپ کسی بشپ سے استعفے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ کلیسا کے تمام شہزادے باہم مساوی ہیں اور ہر ایک خود مختار ہے۔

الی نائے کے بشپ جوزف ایل امیش (Joseph L. Imesch) نے کہا: ''ظاہر ہے کہ ہم صرف ان پادریوں کی بات نہیں کر سکتے جو ناکام رہے۔ ہمیں ان بشپوں کی بھی بات کرنی ہوگی جو ناکام رہے ہیں۔'' لیکن یہ لوگ باتیں ہی کر سکتے ہیں کیونکہ امیش کے الفاظ میں ''طبقہ امراء کی طرف سے بشپوں پر زیادہ دباؤ نہیں ہے۔''

کارڈینل برنارڈ ایف لاء (Bernard F.Law) سے بوسٹن کے کیتھولک عیسائی کئی مہینوں سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ مستعفی ہو جائیں مگر کارڈینل ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پوپ کے سوا کسی اور کو ان بزرگان کلیسا پر کوئی اختیار نہیں۔ تاہم ڈلاس کانفرنس میں ایسی تجاویز ضرور پیش کی گئیں کہ بشپوں کو کسی نہ کسی طرح جوابدہ ٹھہرایا جائے یا کم از کم وہ رضا کارانہ اظہارِ ندامت کریں۔ ایک تجویز یہ تھی کہ بشپ اس کانفرنس میں وضع کی گئی پالیسیوں پر کاربند رہنے کے لیے وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کا محاسبہ کیا کریں اور پھر ویٹیکن سے گزارش کریں کہ وہ ایسا اطلاقی ڈھانچہ فراہم کرے جو ضابطوں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو نظم وضبط سکھائے یا انہیں برطرف کر سکے۔

یہ وہی تعزیری اقدام ہے جو بشپ بچوں سے بدفعلی کرنے والے پادریوں کے خلاف کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کہ ویٹیکن انہیں اختیار دے کہ وہ امریکہ میں پادریوں کی بدفعلیوں پر ''صفر چشم پوشی'' (Zero- Tolerance) کی پالیسی اپنائیں اور مستقبل میں ہر اس پادری کو منصب سے ہٹا سکیں جو چھوٹوں سے بدفعلی کا مرتکب ہو۔

سزا کی ایک اور قسم مالی ہو سکتی ہے۔ پیٹرسن نیوجرسی کے بشپ فرینک جے روڈیمر (N.J. Frank J. Rodimer) نے یہ پیشکش کر کے اپنے پیروکاروں میں سنسنی پیدا کر دی کہ چرچ نے اس کے خلاف قانونی مقدمہ نپٹانے کے لیے جو اڑھائی لاکھ ڈالر خرچ کیے تھے' اتنی رقم وہ اپنی جیب سے چرچ کو ادا کرنے کو تیار ہے۔ مقدمے میں اس پر الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے بچوں سے بدفعلی کے ایک کیس کو نظر انداز کر دیا تھا۔

پادریوں کی جنسی ہوس کا شکار ہونے والوں میں پاؤلا گونزالیز روہر باخر (Paula Gonzales Rohrbacher) بھی شامل ہے۔ جب وہ 12 سال کی تھی تو اوریگون میں ایک مذہبی مدرسے کے ایک پادری نے اس سے زیادتی کی تھی۔ اس نے کانفرنس میں بشپوں کے سامنے اپنی روداد ابتلاء سنائی تھی۔ پاؤلا نے ایک انٹرویو میں کہا: ''میں تب مطمئن ہوں گی جب بشپ توبہ کی رسم بجالائیں گے مثلاً رجوع اور مقاماتِ مقدسہ کی زیارت' اور اس کے ساتھ معافی طلبی کے عوامی سطح پر بیان دیں۔ کم سے کم یہ کہ اپنے لیے معافی طلب کریں۔'' (پادریوں نے اپنے بے خبر پیروکاروں کے ذہنوں میں اپنے ''تقدس'' اور ''خدا رسیدگی'' کا رعب اس طرح بٹھا رکھا ہے کہ پاؤلا جیسے پیروکار سوچ بھی نہیں سکتے کہ پادریوں کی وساطت کے بغیر بھی ان کی نجات ہو سکتی ہے یا اللہ براہ راست بھی اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔ ایسے عیسائی عقیدت مند پادریوں کی سیاہ کاریوں کے باوجود ان کے حلقہ بگوش بنے رہتے ہیں۔ متین)

ڈلاس کانفرنس میں بشپ گریگوری نے جنسی بدفعلی کے مسئلے کو ''چند برے پادریوں'' سے بڑھ کر ''چند برے اور بے نام بشپوں کا مسئلہ'' بھی قرار دیا۔ یونیورسٹی آف نوٹرے ڈیم کے کلیسائی مورخ سکاٹ ایپل بائی نے بشپوں کو بتایا: مسئلے کی جڑ بشپوں کی طرف سے جوابدہی کی کمی ہے جو بند کلیسائی کلچر سے فروغ پاتی ہے'' ڈلاس کانفرنس میں اس بند کلچر کا یوں مظاہرہ ہوا کہ فیئر مونٹ ہوٹل میں بشپوں کے داخلے کے دروازے الگ تھے اور ان کے لیے ایلی ویٹر مخصوص تھے اور سیکورٹی گارڈز اخباری رپورٹروں کو اُن سے دور رکھتے تھے۔ وقفے کے دوران سان ڈائیگو کے بشپ رابرٹ ایچ بروم (Robert H. Brom) نے تسلیم کیا کہ ''مسئلہ یہ ہے: پہلا پتھر کون پھینکے گا؟ تقریباً ہر بشپ جو دس برس سے اپنے منصب پر فائز ہے' اس نے سخت پابندیوں کے باوجود بدفعلی کے مجرم کلیسا میں برقرار رکھے ہیں۔ بروم نے بتایا کہ اس نے 1990ء کی دہائی کے وسط سے سان ڈائیگو (San Diego) میں بتدریج بدفعلی برداشت نہ کرنے کی پالیسی اپنائی ہے' بدفعلی کا نشانہ بننے والوں سے ملاقاتیں کی ہیں جبکہ بدفعلی کے مجرم پادریوں کو ماہرین نفسیات کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے ایسی یقین دہانی کرانے سے انکار کردیا کہ پادری دوبارہ ایسی حرکت نہیں کریں گے' تاہم اس نے سکھ کا سانس لیا کہ کلیسا میں ان کی نگرانی میں رکھے گئے پادریوں نے مزید بدفعلیوں کا ارتکاب نہیں کیا۔

بشپوں نے جنسی بدفعلی کی پالیسی پر مفاہمت کرلی

(ایڈورڈ والش' واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹر 15 جون 2002ء)

کانفرنس آف کیتھولک بشپس نے پادریوں کی بچوں سے جنسی بدفعلیوں کے مسئلے پر نئی قومی پالیسی بھاری اکثریت کی منظوری سے اپنالی ہے' یہ کہ ایسے افعال کا ارتکاب کرنے والوں کو خواہ وہ کلیسا کے کسی بھی منصب پر فائز ہوں' ہٹا دیا جائے گا لیکن انہیں لازمی طور پر ''پادریت'' سے خارج نہیں کیا جائے گا۔ زبردست بحث مباحثے کے بعد نئی پالیسی کے حق میں 239 ووٹ آئے جبکہ اس کی مخالفت میں 13 ووٹ پڑے۔ اکثر نے یہ کہا کہ اس اقدام سے اس نقصان کی تلافی ہونے لگے گی جو پادریوں کی بدفعلیوں کے منظر عام پر آنے سے پہنچ رہا تھا اور عوام سے کلیسا کے تعلقات میں جو کشیدگی پیدا ہو رہی تھی' اس کا خاتمہ ہوگا۔ ووٹنگ کے بعد صدر کانفرنس بشپ ولٹن ڈی گریگوری (بیلے ویل' الی نائے) (Bishop Wilton D. Gregory of Belleville) نے اعلان کیا:

''آج کے دن سے بچوں کے ساتھ جنسی بدفعلی میں ملوث کوئی شخص چرچ میں کام نہیں کرے گا۔''

انہوں نے مزید کہا کہ ''بشپ ہر اس شخص سے معافی مانگتے ہیں جسے ہمارے کسی پادری نے تکلیف پہنچائی اور جنسی بدفعلیوں کے گھناؤنے مسئلے کو پہچاننے میں ہم سے جو کوتاہی ہوئی' اس پر معذرت چاہتے ہیں۔''

جیسوئٹ میگزین (Jesuit Magazine) (عیسائی جریدہ) امریکہ کے ایڈیٹر تھامس ریس

(Thomas Reese) نے کہا کہ بشپوں نے بدفعلی کے مرتکب پادریوں کو لازماً ہٹانے کی تجویز بالائے طاق رکھ دی کیونکہ کسی پادری کو ہٹانے کا رسمی طریق کار (Laicization) دور از کار اور وقت طلب ہے اور ایسی شق رکھنے پر ویٹیکن کی طرف سے مخالفت ہوسکتی تھی۔ ان کے بقول کانفرنس میں یہ بھی کہا گیا کہ بدفعلی کے عادی پادری کو اگر جبری طور پر ''پادریت'' سے برطرف کردیا گیا اور وہ چرچ حکام کی نگرانی میں نہ رہا تو وہ بچوں کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوگا۔

نئی پالیسی کے تحت کوئی پادری جسے بدفعلی کا مرتکب پایا گیا وہ ''عبادت اور توبہ کی زندگی گزارے گا۔'' وہ پادری رہے گا لیکن عوامی سطح پر خود کو بطور پادری پیش نہیں کرے گا اور اسے اجتماعی عبادت (Mass) کرانے یا کلیسائی لباس پہننے سے روک دیا جائے گا۔ ریس نے بتایا: ''دراصل ہم اسے کلیسا کی نگرانی میں رکھ کر آبادی کو اس کی بدفعلیوں سے محفوظ رکھیں گے۔'' (عیسائی کلیسا کے ''رہنماؤں'' کا یہ نادر فلسفہ ان کی نفسی خباثت کی پوری پوری عکاسی کرتا ہے! متین)

''عزت مآب'' تھامس ریس کی یہ دلیل پادریوں کے ستم رسیدہ افراد کے نزدیک انتہائی بودی ہے۔ ان کی تنظیم سناپ (Snap) کے ایک رکن پیٹر آئزلی نے کہا: ''یہ بدفعلی کا ارتکاب برداشت نہ کرنے کی پالیسی تو نہیں۔ یہ وہ بات نہیں جو کیتھولک پیروکاروں کو مطلوب ہے۔'' سناپ (سروائیورز نیٹ ورک آف روز ابیوزڈ بائی پریسٹس) کے نیشنل ڈائریکٹر ڈیوڈ کلوہسی نے کہا کہ بشپ ''ان لوگوں کو پہلے پادری جانتے ہیں اور بعد میں جنسی شکاری۔''

لیکن بشپوں کا اصرار تھا کہ انہوں نے تمام پادریوں کے لیے جو ضابطہ بنادیا ہے کہ انہیں بچوں سے جنسی بدفعلی کے ایک واقعے پر بھی کلیسائی اور دوسرے عوامی فرائض سے سبکدوش کردیا جائے گا تو یہ دراصل بچوں کے تحفظ کا اہم ترین کارنامہ انجام دیا گیا ہے۔ واشنگٹن کے کارڈینل تھیوڈور میکارک (Cardinal Theodore McCarrick) نے کہا کہ ''اس ضابطے کے تحت عملاً تمام وہ پادری جو بچوں کے ساتھ بدفعلی کے مرتکب ہوں گے' انہیں رسمی طریق کار کے ذریعے ''پادریت'' سے نکالا بھی جاسکے گا۔'' (بچوں سے بدفعلی کے گھناؤنے جرم کی سزا اس قدر ہلکی بلکہ نہ ہونے کے برابر! یہ کارنامہ عیسائیت کی جھوٹی شریعت کے عزت مآب ہی انجام دے سکتے ہیں جن کا جعلی تقدس ان کے پاپی ہونے کے باوجود انہیں ''پاکیزہ'' ٹھہراتا ہے۔ متین)

ڈلاس کے معاون بشپ جوزف اے گیلانٹے (Joseph A. Galante) نے کہا: ''میں جانتا ہوں کہ اس ضابطے کے خلاف لوگوں کے جذبات شدید ہیں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہم نے وہی کام کیا ہے جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہم کریں' اور وہ یہ ہے کہ بدفعلی کے ملزموں کو چرچ کی ذمے داریوں سے سبکدوش کردیا جائے اور ان کا پادری ہونے کا تشخص بھی برقرار نہ رہے۔''

بحث و تمحیص کے بعد چرچ کانفرنس نے بیچ کا راستہ یوں نکالا ہے:

''چرچ پالیسی کے تحت کسی بچے سے جنسی بدفعلی کے ایک واقعے پر بھی' خواہ یہ فعل ماضی کا ہو'

حال کا یا مستقبل کا' مجرم پادری (Priest or Deacon) کو کلیسائی ذمے داری سے مستقل طور پر ہٹا دیا جائے گا۔"

اس شق کی منظوری پر بعض بشپ بہت جھلائے کہ انہیں ان پادریوں کو ہٹانے کا تکلیف دہ قدم اٹھانا پڑے گا جنہیں وہ اپنی کلیسائی زندگی میں مدت سے جانتے ہیں۔ بعض بشپوں نے کہا کہ وہ اس شق کے خلاف ہیں۔ اس شق کے تحت ہر اس پادری کو جو ماضی میں کسی بچے سے بدفعلی کا مرتکب پایا گیا اور ابھی تک کلیسا میں سرگرم ہے' کلیسائی ذمے داری چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ اینکریج (الاسکا) کے سابق بشپ فرانسس ٹی ہرلے (Francis T. Hurley) نے کہا: ''میں سمجھتا ہوں کہ نیا ضابطہ انتہائی ناقص ہے۔ اب میں سوچنے لگا ہوں کہ ہم بہت عیبی ہیں اور ہم نے خود کو الزامات کے آگے ڈال دیا ہے جیسے ہم ارکان کانگرس کی طرح ہوں اور ہماری معمولی کوتاہی پر ہماری گردن ناپنا ضروری ہو۔''

بروکلین (نیویارک) کے بشپ جوزف ایم سلیوان (Joseph M. Sullevan) نے بشپوں کو قصوروار ٹھہرایا کہ انہوں نے جنسی بدفعلی سکینڈل کے سلسلے میں اپنی ذمے داری محسوس نہیں کی۔ انہوں نے کہا: ''حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ ہم سکینڈل بننے کے خوف سے اتنے بزدل ہو چکے تھے کہ ہم مسئلے کو دیکھنے سے انکاری تھے۔''

فلاڈلفیا کے کارڈینل انتھونی بیویلاقوا (Anthony Bevilacqua) نے کہا: ''مجھے یہ کہنے سے نفرت ہے کہ میں 'صفر برداشت' (بدفعلی کو ہرگز برداشت نہ کرنے کی) پالیسی کا حامی ہوں۔ بلکہ ہمیں ہر حال میں کلیسا کی بہتری کو اوّلیت دینی چاہیے۔'' (یاللعجب! یہ کیسی کلیسا کی ''بہتری'' ہے جس کے لیے معصوم بچوں سے پادریوں اور بشپوں کی بدفعلیوں کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔ متین)

نئی پالیسی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی بچے سے جنسی بدفعلی کے معاملے میں متعلقہ پادری کی رضامندی کے بغیر ہی اسے کلیسائی منصب سے سبکدوش کرنے کی درخواست پر عمل درآمد شروع ہو جائے گا۔ جبکہ اس سے پہلے تجویز یہ تھی کہ کسی بچے سے پادری کی بدفعلی کے بعد اگر وہ مستقبل میں بھی یہ حرکت کرے گا تو اس کے نتیجے میں ازخود پادری کے منصب سے ہٹ جائے گا۔ اب ڈلاس کانفرنس نے اس میں ترمیم کر دی ہے۔ نئی پالیسی کے تحت ایک نظر ثانی بورڈ تشکیل پائے گا جو ملک بھر میں اس کے نفاذ اور چرچوں کی نگرانی کرے گا۔ بورڈ کے چیئرمین اوکلاہوما کے گورنر فرینک اے کیٹنگ (Gov. Frank A. Keating) ہوں گے اور واشنگٹن کے وکیل رابرٹ ایس بینٹ بھی اس میں کام کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں جنہوں نے سابق صدر بل کلنٹن کے خلاف پاؤلا جونز کے جنسی ہراس کے مقدمے میں کلنٹن کی نمائندگی کی تھی۔ بشپوں نے اس امر کی بھی حمایت کی کہ نئی پالیسی ویٹی کن بھیج کر چرچ حکام سے گزارش کی جائے کہ امریکی کلیسا کے لیے واجب الامر قانون بنا دیا جائے۔ تاہم بشپوں کا کہنا تھا کہ اس پالیسی کے فوری نفاذ کے لیے انہیں کسی مزاحمت کی امید نہیں۔

بشپوں نے 1992ء میں بچوں سے پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کے متعلق پالیسیاں وضع کی

تھیں لیکن ان پر عمل درآمد لازم نہ تھا۔ اور اب ڈلاس کانفرنس میں بشپوں نے تسلیم کیا ہے کہ ان پالیسیوں پر یکساں عمل درآمد نہیں ہوتا تھا اور بعض صورتوں میں انہیں یکسر نظرانداز کردیا جاتا تھا۔ یہ معاملہ اُس وقت انتہائی گھمبیر اور ناقابل برداشت ہوگیا جب جنسی بدفعلی کا مشہور سکینڈل منظر عام پر آیا۔ اس کا آغاز بوسٹن سے ہوا جہاں بچوں سے بدفعلیاں کرنے والے ایک پادری کا انکشاف ہوا جس کا تبادلہ دوسرے چرچ میں کردیا گیا۔ اس پر پورا سال ذرائع ابلاغ اور عوام میں پادریوں کے خلاف غم وغصہ کا اظہار ہوتا رہا۔ آخرکار پادریوں کے ڈسے ہوئے چار افراد نے ڈلاس کی بشپ کانفرنس میں اپنی المناک داستانیں سنا کر حاضرین کو رُلا دیا۔

بش کی پادریوں کے جنسی سکینڈل پر پوپ سے بات چیت

(ڈانا ملبینک' واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹر 29 مئی 2002ء)

ویٹیکن سٹی...... صدر بش نے پوپ جان پال دوم سے ایک نجی ملاقات میں تشویش ظاہر کی کہ بچوں سے پادریوں کی بدفعلی کا سکینڈل امریکہ میں کلیسا پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ دونوں رہنماؤں میں معاونین یا ترجمانوں کے بغیر ملاقات ہوئی اور وہ ایک منقش میز پر آمنے سامنے 20 منٹ تک محوِ گفتگو رہے۔ بش نے بیمار پوپ سے ملاقات کے بعد کوئی بیان نہ دیا۔ ویٹیکن کے ترجمان نے ملاقات کے بعد ایک بیان میں کہا کہ ''پوپ مشکل لمحے کے باوجود امریکی کیتھولک آبادی کے روحانی وسائل پر اپنے یقین کا اظہار کرنا چاہتے تھے جو معاشرے میں آسمانی کتاب کی قدروں کی گواہی دینے میں راسخ ہیں۔'' (اب یہ پوپ سے کون پوچھے کہ ''آسمانی قدروں کی گواہی'' دینے کے لیے بچوں سے جنسی زیادتیاں کرنا کیا ضروری ہے! متین)

بش نے اب تک اپنے آپ کو اس سکینڈل سے پرے رکھا ہے۔ مارچ 2002ء میں ایک نیوز کانفرنس میں ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا تھا: ''مجھے یقین ہے کہ چرچ اپنے معاملات صاف کرلے گا اور صحیح فیصلہ کرے گا...... میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے چرچ کی قیادت پر اعتماد ہے۔'' انہوں نے مزید کہا تھا: ''بوسٹن کے کارڈینل برنارڈ لاء (Cardinal Bernard Law) جن سے عیسائی مستعفی ہونے کا مطالبہ کرتے ہیں' وہ ایک صاحب یقین انسان ہیں اور میں ان کا احترام کرتا ہوں۔''

پوپ سے بش کی ملاقات سے ایک ماہ پہلے امریکی کارڈینلوں کے ایک گروہ نے پوپ جان پال سے دو روز نجی مشاورت کی تھی اور پادریوں کے جنسی سکینڈل کے حوالے سے اقدامات تجویز کیے تھے۔ کارڈینلوں کے منصوبے میں کہا گیا تھا کہ بشپوں کو یہ اختیار ہونا چاہیے کہ وہ ان پادریوں کو ان کے منصب پر بحال رکھ سکیں جن کے جرائم ان کے نزدیک معمولی نوعیت کے ہوں۔

کارڈینلوں کے بیان سے امریکہ میں کیتھولک کلیسا کے خلاف عوامی غم وغصہ ٹھنڈا کرنے میں کوئی مدد نہیں ملی اور پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کا سکینڈل ملک کے طول وعرض میں پھیل رہا ہے۔ گزشتہ

جمعے کو پوپ نے ملوا کی کے آرچ بشپ ریمبرٹ جی ویک لینڈ (Rambert G. Weakland) کا استعفیٰ منظور کرلیا جس پر دو دہائیاں پہلے ایک بالغ طالبعلم سے جنسی بدفعلی کا الزام تھا۔ چرچ نے 1998ء میں اس شخص کو خاموش کرنے کے لیے ساڑھے چار لاکھ ڈالر ادا کیے تھے۔

صدر بش ویٹیکن پہنچے تو ویٹیکن کے سوئس گارڈ نے روایتی لبادوں میں انہیں خوش آمدید کہا۔ پوپ سے ملاقات میں پادریوں کے جنسی سکینڈل کے علاوہ شرق اوسط اور روس کے مسائل زیر بحث آئے۔ امریکی وزیر خارجہ کولن پاول دوسرے کمرے میں کارڈینل آنجیلو سوڈانو (Angelo Sodano) سے ملے جو ویٹیکن کے وزیر خارجہ ہیں۔ پھر تحائف کا تبادلہ ہوا۔ بش نے پوپ کو ایک نقرئی بیضوی میڈالین دیا جس پر کنواری مریم کی قلمی تصویر تھی۔ بش کو پوپ نے مریم کا چھوٹا مرجانی مجسمہ دیا جو اٹلی کے ٹورڈیل گریکو کے علاقے سے ہے۔ بش کے معاونین نے پوپ سے مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ چومے۔ جب فوٹو گرافر تصویریں لینے لگے تو پوپ نے مذاق میں اپنی آنکھوں کے آگے ہاتھ کر لیے۔ اس پر صدر نے کہا: ''مقدس باپ! وہ آپ کو اچھا دکھائیں گے۔''

"They'll make you look good, your Holy Father"

پوپ نے بش سے پوچھا: ''کیا آپ اپنے والد سے مشورہ کرتے ہیں؟'' صدر نے جواب دیا: ''وہ ریٹائر ہو چکے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وزیر خارجہ وقتاً فوقتاً مختلف مسائل پر ان سے مشورہ لیتے ہیں۔'' بش اپنے باپ سے مشاورت کے موضوع کو عوام کے سامنے زیر بحث نہیں لاتے۔

جب بش رخصت ہونے کے لیے اٹھے تو پوپ نے کہا: ''خدا امریکہ پر رحم کرے!'' "God bless America" بش کے ہمراہیوں میں سے جنہوں نے پوپ کو سلام کیا' ان میں صدر کے ٹاپ پولیٹیکل سٹریٹجسٹ کارل روو (Karl Rove) بھی شامل تھے۔ روو نے 2004ء میں بش کے دوبارہ انتخاب کے لیے کیتھولک آبادی کو اہم ووٹنگ گروپ قرار دیا ہے۔ 2000ء کی انتخابی مہم کے دوران بش نے باب جونز یونیورسٹی میں خطاب کر کے بعض کیتھولک عیسائیوں کو ناراض کر دیا تھا کیونکہ جنوبی کیرولینا میں باب یونیورسٹی عیسائی بنیاد پرستوں کا سکول ہے۔ باب جونز کے بعض رہنماؤں نے کیتھولک دشمن بیان دیے ہیں لیکن کالج انتظامیہ نے کیتھولک دشمن ہونے کی تردید کی ہے۔ اپنی بقیہ انتخابی مہم کے دوران بش نے کیتھولک عوام سے اپنے تعلقات سنوارنے کی مسلسل کوششیں کیں جو ملکی آبادی میں ایک چوتھائی سے زیادہ ہیں۔

پوپ جان پال دوم 82 سال کے ہو چکے ہیں۔ انہیں کھڑے ہونے میں دقت ہوتی ہے اور طویل عرصے سے صحت کے مسائل درپیش ہیں جن میں ایک بیماری ایسی ہے جو بیرونی معالجین کے نزدیک پارکنسنز بیماری ہے۔ (محمد علی کلے بھی اسی مرض کا شکار ہیں) بش سے ملاقات کے موقع پر پوپ نے آہستہ آہستہ ایک چرمی بیگ کھولنے کی کوشش کی جس میں ان کے کاغذات تھے۔ اس سے پہلے بش اور پوپ کی ملاقات جولائی 2001ء میں پوپ کی دیہی قیام گاہ پر ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں پوپ نے سٹیم

سیل ریسرچ (Stem Cell Research) کے لیے جنین (Embryos) تخلیق کرنے کی مخالفت کی تھی اور صدر پر زور دیا تھا کہ امریکہ کو چاہیے کہ ''ایسے اقدامات کو مسترد کردے جو حمل سے لے کر فطری موت تک کسی بھی مرحلے پر انسانی زندگی کی بے قدری اور خلاف ورزی کریں۔''

پادریوں کی بدفعلیوں پر بشپوں کی ڈرافٹ پالیسی

(واشنگٹن پوسٹ 5 جون 2002ء)

بشپوں کی ایک کمیٹی نے سفارش کی ہے کہ ہر اس پادری کو کلیسائی منصب سے مستقل طور پر سبکدوش کردیا جائے جو مستقبل میں بچوں سے جنسی بدفعلی کرے لیکن اس امکان کو کھلا چھوڑ دیا کہ بعض ماضی کے مجرم' پادری کے منصب پر فائز رہ سکتے ہیں۔ آٹھ رکنی کمیٹی کی سفارش کے مطابق وہ پادری اپنے منصب پر برقرار رہ سکتے ہیں جنہوں نے ایک بار جرم کیا ہو' جو نفسیاتی علاج کے مرحلے سے گزرے ہوں اور وہ بچوں سے بدفعلی کے عادی مجرم ثابت نہ ہوں۔ سینٹ پال اور منی پولس کے آرچ بشپ ہیری جے فلائن (Harry J. Flynn) نے بتایا کہ کمیٹی کے ارکان کی اکثریت نے ایک جرم پر پادریت سے خارج کرنے (One-Strike you'rs Out) کی پالیسی کی حمایت کی۔

ایک اندازے کے مطابق 1500ء سے زائد امریکی پادریوں نے گزشتہ چار عشروں میں ہزاروں بچوں سے بدفعلی کی ہے جبکہ کلیسا کے اعلیٰ عہدیداروں نے ان کی مذموم حرکات پر چشم پوشی کی روش اختیار کی۔ فلائن کے بقول مجوزہ پالیسی کا کریڈٹ کیتھولک کلیسا کو جاتا ہے جو کہ بچوں سے جنسی بدفعلی روکنے کے لیے وضع کی گئی ہے لیکن پادریوں کی جنسی ہوس کا شکار ہونے والے افراد کے گروپوں کا کہنا ہے کہ بش پوں نے ایسے ہی دعوے 1992ء' 1993ء اور 1994ء کی کانفرنسوں میں کیے تھے۔ پادریوں کے ڈسے ہوئے افراد کی تنظیم ''سناپ'' (شکاگو) کے ڈائریکٹر ڈیوڈ کلوہسی (David Clohessy) نے ایک تحریری بیان میں کہا: ''کمیٹی کی تجاویز بدعنوان چرچ رہنماؤں کے بارے میں خاموش ہیں جنہوں نے بدفعلی کے مجرموں کو دوبارہ ان کے عہدوں پر فائز کردیا اور ان کے جرائم پر چشم پوشی کی۔''

بشپ فلائن کے مطابق مجوزہ پالیسی کا لب لباب یہ ہے کہ ''یہ فوراً لاگو ہوگی۔ کسی بچے سے بدفعلی کے ایک جرم پر بھی پادری کو مستقل طور پر سبکدوش کرنے کی درخواست کی جائے گی حتیٰ کہ اس پادری کی مرضی کے بغیر یہ قدم اٹھایا جائے گا۔ لیکن پادری کو سزا دینے کے لیے لازماً سول عدالت میں مقدمہ نہیں چلے گا۔ یہ پالیسی اُن صورتوں میں بھی لاگو ہوگی جن میں پادری نے اپنے سیاہ کرتوت کا اعتراف کرلیا ہو یا کلیسائی حکام اس نتیجے پر پہنچے ہوں کہ الزام قابل یقین ہے۔

ڈلاس کانفرنس کے لیے ڈرافٹ پالیسی میں آفس آف چائلڈ اینڈ یوتھ پروٹیکشن کے قیام کی تجویز بھی شامل ہے۔ نیز ہر چرچ بدفعلی کے الزام سے سول حکام کو مطلع کرے گا' پادریوں سمیت تمام ملازمین کے پس منظر کی نگرانی کے لیے پولیس سے رابطہ رکھے گا' زیادتی کا شکار ہونے والوں سے رابطے

کے لیے ایک اسسٹنٹ کو آرڈی نیٹر کی خدمات حاصل کرے گا اور ''محفوظ ماحول'' پروگرام منعقد کرے گا جو والدین اور بچوں کو یہ بتائیں گے کہ جنسی بدفعلی سے کیسے بچا جائے۔

ماضی میں کئی چرچ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں سے خفیہ معاہدوں پر دستخط کروا لیتے تھے جن میں عدالت سے باہر مفاہمت کی شرط شامل ہوتی تھی۔ تاہم ڈرافٹ پالیسی میں کہا گیا ہے کہ مستقبل میں ''چرچ خفیہ معاہدے میں شامل نہیں ہوگا الا یہ کہ زیادتی کا شکار ہونے والا سنگین اور معقول وجوہات پیش کرے۔''

ڈرافٹ پالیسی میں ایسی کوئی تجویز نہیں کہ بشپ یہ افشاء کرنے کے پابند ہوں کہ چرچ نے قانونی مفاہمتوں پر کتنی رقم اب تک خرچ کی ہے۔ ''سناپ'' (واشنگٹن) کے ڈائریکٹر مارک سیرانو نے بشپوں پر زور دیا کہ وہ بچوں سے بدفعلی کے معاملات کی تمام فائلیں ''اوپن'' کردیں' ماضی کے خفیہ معاہدے تمام فریقوں کے لیے جاری کردیں اور جنسی بدفعلی کے مقدمات میں قانونی ہتھکنڈے استعمال کرنے سے باز آجائیں۔ انہوں نے اس شق پر بھی سخت تنقید کی کہ ماضی کے بعض سیاہ کار بدستور ''پادریت'' پر فائز رہیں گے۔ انہوں نے کہا: ''اب پادری کو اس کے منصب سے مستقل طور پر ہٹانے کے لیے اسے دو یا زیادہ مرتبہ بدفعلی کا ارتکاب کرنا ہوگا۔ بشپ ایسے لوگوں کو بدفعلی کا لائسنس دے رہے ہیں۔''

لاس اینجلس کا کارڈینل بدفعلی کا مرتکب

(کم باکا (Kim Baca) ایسوسی ایٹڈ پریس رائٹر' 6 اپریل 2002ء)

فریسنو (FRESNO) (کیلیفورنیا)...... ملک کے سب سے بڑے چرچ کے سربراہ نے اپنے ایک غیر معمولی بیان میں کہا کہ اس پر الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے 32 سال پہلے ہائی سکول کی ایک طالبہ سے بدفعلی کی تھی۔ بعد میں اس عورت نے اپنے گھر پر ایسوسی ایٹڈ پریس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''1970ء میں اس روز وہ سان جواکن میموریل ہائی سکول (فریسنو) میں بے ہوش ہوگئی تھی اور جب جاگی تو اس نے اپنے لباس کا ''نچلا'' حصہ غائب پایا اور دیکھا کہ ماہونی (Mahony) (جو اس وقت فریسنو میں ''مونسینور'' کے منصب پر فائز تھا) اس کے اوپر کھڑا ہے۔ اس نے کہا: ''جب میں ہوش میں آئی' مونسینور ماہونی وہاں موجود تھا اور میرے لباس کا ایک حصہ ہٹا ہوا تھا۔ جب میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو وہی ایک تھا جو مجھ پر جھکا ہوا تھا۔''

اس نے مزید کہا: ''میری زندگی ان واقعات سے دوبھر ہوچکی ہے۔ میں تنہا رہتی ہوں۔ کوئی مجھ سے بات کرنے والا نہیں۔ میں خوف کے باعث خاموش رہی لیکن جب میں نے دیکھا کہ زیادہ سے زیادہ کیتھولک افراد الزام لگا رہے ہیں کہ وہ پادریوں کی بدفعلی کا شکار ہوتے رہے تو میں نے بھی بولنے کا فیصلہ کرلیا۔''

66 سالہ ماہونی 1986ء میں لاس اینجلس اسقفی علاقہ کا سربراہ بنا تھا اور 1991ء میں اسے

کارڈینل کے منصب پر ترقی ملی۔ وہ اعلیٰ ترین مرتبے کا حامل چرچ آفیسر ہے جس پر جنسی بدفعلی کا الزام لگایا گیا ہے جبکہ ملک پچھلے چند ماہ سے چرچ میں پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کے سکینڈل کی زد میں ہے۔ کارڈینل نے بتایا کہ اس عورت نے 20 مارچ کو فریسنو کے سینٹ جونز کیتھیڈرل کے پاسٹر سے رابطہ کیا اور مونسیور جان ایسکوئل کو بتایا کہ اس کی آبروریزی کی گئی تھی۔ ماہونی نے کہا کہ اس سکول سے میرا رابطہ کبھی کبھار اجتماعی عبادت منعقد کرنے تک محدود ہوتا تھا۔

فریسنو میں کلیسائی حکام نے دو گھنٹے اس عورت کا انٹرویو کیا اور اس انٹرویو کی ایک نقل فریسنو پولیس کے حوالے کردی۔ اُدھر ویکین نے اس معاملے پر تبصرہ کرنے سے انکار کردیا۔ لاس اینجلس چرچ جنوبی کیلیفورنیا کی تین کاؤنٹیوں میں 50 سے زائد کیتھولک باشندوں کی خدمات انجام دیتا ہے۔ لاس اینجلس پولیس کا کہنا ہے کہ وہ اس امر کی تفتیش کر رہے ہیں کہ اُسقفی علاقہ نے اپنے 12 پادریوں کو سبکدوش کردیا ہے جن پر پچھلے دس برسوں کے دوران جنسی بدفعلیوں کے الزامات ہیں۔

ماہونی اور دوسرے اعلیٰ کلیسائی حکام کی طرف سے بھیجے گئے 60 ای میل KFI-AM ریڈیو سٹیشن کے ہاتھ لگے ہیں۔ ایک ای میل میں ماہونی چرچ حکام پر زور دیتا ہے کہ وہ فریسنو اور لاس اینجلس پولیس سے اس عورت کے بیانات کی نقول حاصل کریں اور یہ کہ وہ (کارڈینل) سراغرسانوں کو انٹرویو دینے کو بھی تیار ہے۔ دوسرے ای میل میں اس کی وکیل سسٹر جوڈتھ این مرفی ایک اور مقدمے میں دو مونسیوروں کو تیار کرتی ہے کہ وہ تفتیش کنندگان کو انٹرویو دیں۔ وہ کہتی ہے: ''رضا کارانہ معلومات فراہم نہ کریں۔ اس ملاقات میں زیادہ باتیں کرنے کی ضرورت نہیں۔''

چرچ حکام عدالت میں گئے کہ KFI اور لاس اینجلس ٹائمز کو ای میل جاری کرنے سے روکا جائے مگر جج نے ان کی درخواست مسترد کردی۔

بدفعلی کے الزامات پر سینکڑوں پادری برطرف کیے گئے

(ایلن کوپر مین اور لینا ایچ سن' واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹرز 9 جون 2002ء)

رومن کیتھولک چرچ نے اس سال 218 پادری برطرف کیے کیونکہ ان پر بچوں سے بدفعلی کے الزامات تھے۔ لیکن کم از کم 34 پادری جو بچوں سے بدفعلی کے لیے بدنام ہیں' آج بھی کلیسائی مناصب پر فائز ہیں۔ یہ حقائق پورے امریکہ میں چرچوں کے ایک سروے کے نتیجے میں منظر عام پر آئے ہیں جس کا اہتمام واشنگٹن پوسٹ نے کیا تھا۔ سروے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ 1960ء کی دہائی کے اوائل سے لے کر آج تک 850 امریکی پادریوں کو بچوں سے جنسی بدفعلی کے ملزم ٹھہرایا گیا اور ان میں سے 350 پادری کلیسائی عہدوں سے برطرف کردیے گئے۔

یہ اعداد و شمار اُن اعداد و شمار سے کہیں بڑھ کر ہیں جو چرچ کی طرف سے پہلے بتائے گئے تھے۔ ان سے نہ صرف امریکہ میں چرچ کو ہلا ڈالنے والے سکینڈل کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے بلکہ چرچ

کے جنسی بدفعلی کے مسئلے پر قابل اعتبار اعداد و شمار کی کمیابی کا بھی پتہ چلتا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ نے یہ سروے ملک کے 178 بڑے بڑے چرچوں سے رابطے کر کے انجام دیا۔ 96 چرچوں نے سوالات کے جواب دیئے اور 82 نے خاموشی اختیار کی' حالانکہ انہیں بار بار فون کیے گئے اور ای میل بھیجے گئے۔ جنہوں نے پوسٹ کے سوالوں کے جواب دیئے' ان میں سے صرف چند ایک نے پادریوں کے جنسی کرتوتوں کے سلسلے میں مالی مفاہمتوں کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ کئی کلیسائی ترجمانوں نے کہا کہ وہ نہیں جانتے مقامی پادریوں کی جنسی ہوس کا شکار ہونے والے لڑکے تھے یا لڑکیاں' ٹین ایجز تھے یا چھوٹے بچے۔ تب اضافی اعداد و شمار مقامی اخبارات' چرچ نیوز لیٹرز اور کلیسائی ویب سائٹس سے حاصل کیے گئے۔

سناپ (Survivors Network of those Abused by Priests) کے نیشنل ڈائریکٹر ڈیوڈ کلوہسی (David Clohessy) کے مطابق ان کی تنظیم 11 سال سے سرگرم ہے اور اس کے ارکان کی تعداد 4000 ہے۔ کلوہسی نے خیال ظاہر کیا کہ پادریوں کی بدفعلیوں سے متعلق معلومات کی کمی چرچ کی ذمے داریوں پر پردہ ڈالے رکھنے کی سوچی سمجھی سٹریٹجی معلوم ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا: ''یہ بات مضحکہ خیز ہے کہ آپ کلیسا کے بارے میں بہت ہی بنیادی اعداد و شمار حاصل نہیں کر سکتے جیسے ان پادریوں کی تعداد جنہیں کلیسائی مناصب سے مستقل طور پر برطرف کیا گیا یا پادریوں کے خلاف دائر کیے گئے دیوانی یا فوجداری مقدمات کی تعداد۔ میں سمجھتا ہوں کہ چرچ اتنا ہوشیار ہے کہ اس نے وہ اعداد و شمار جمع ہی نہیں کیے جنہیں قانونی مقدمات میں مدعیان کے وکلاء استعمال کر سکیں۔''

بیل ویل (الی نائے) کے بشپ ولٹن گریگوری (Wilton D. Gregory) (صدر بشپس کانفرنس' ڈلاس) نے کہا ہے کہ وہ پادریوں کے معاملے کو زیادہ سے زیادہ شفاف دیکھنا چاہتے ہیں لیکن ان کے کئی ساتھی بشپ اعداد و شمار فراہم کرنے میں متامل ہیں۔ انہیں خوف ہے کہ اس سے کلیسا کی مزید بدنامی ہوگی۔ بشپ گریگوری نے بتایا: ''دو ہفتے پہلے اپنے کلیسائی حلقے میں' میں نے مکمل مالی حساب پیش کیا کہ قانونی فیسیں' مفاہمتی رقوم اور بدفعلی کا شکار ہونے والوں کے سلسلے میں وکلاء سے مشاورت کے معاوضے...... اب سے 10 سال پہلے تک کی ہر چیز بتا دی۔ میں نے یہ اس لیے کیا کہ لوگوں کو جاننے کا حق ہے لیکن ہر بشپ ایسا نہیں کرتا۔'' بیل ویل نسبتاً ایک چھوٹا کلیسائی علاقہ ہے جس سے وابستہ کیتھولک عیسائیوں کی تعداد ایک لاکھ 5 ہزار ہے' اس میں 180 پادری ہیں' اس نے بدفعلی کے قانونی مقدمات اور مشاورت پر 31 لاکھ ڈالر خرچ کیے ہیں۔

سروے کے مطابق نیو آرلینز کے چرچ نے بتایا کہ پچھلے 50 برسوں میں اس کے 18 پادری' بچوں سے بدفعلی میں ملوث رہے۔ عوام الناس کے ایک آزاد بورڈ نے اس سال اُن کے ریکارڈ چیک کیے اور فیصلہ دیا کہ 8 معاملات میں الزامات قابل اعتبار تھے' 2 معاملات میں قابل اعتبار نہیں تھے اور 8 معاملات ابھی تفتیش طلب تھے۔ آرچ بشپ الفریڈ سی ہگس (Alfred C. Hughes) نے اس سال 11 پادریوں کو ان کے عہدوں سے ہٹا دیا کیونکہ ان پر جنسی بدفعلی کے الزامات تھے اور چرچ نے 1980ء

سے مبینہ طور پر 4 لاکھ 55 ہزار ڈالر قانونی ہرجانوں کی مد میں اور 4 لاکھ 20 ہزار ڈالر بدفعلی کے مقدمات میں قانونی مشاورت کے لیے ادا کیے۔

اس کے برعکس انڈیانا پولس کے اسقفی علاقے نے کہا کہ اس نے ماضی کے الزامات کا "داخلی تجزیہ" (Internal Review) کیا ہے اور اس کے نتائج افشا نہیں کرے گا۔ چرچ کے آرچ بشپ کی ترجمان سوسن بورچرٹس نے کہا: "ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ کوئی نام یا تعداد جاری نہیں کیے جائیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ بچوں سے بدفعلی کا ایک کیس بھی بہت زیادہ ہے' اور یہ کہ لوگوں کو بدفعلی کے واقعات کی تعداد بتانا کسی طور ان کے لیے مفید نہیں۔"

عام طور پر چرچ حکام قانونی معاوضوں کے بارے میں بات کرنے سے گریزاں تھے۔ واشنگٹن پوسٹ کے سروے سے پتہ چلا کہ اس سلسلے میں تسلیم شدہ ادائیگیاں صرف 10 کروڑ 60 لاکھ ڈالر کی ہیں۔ مدعیان کے وکلاء کہتے ہیں کہ صحیح رقم ایک ارب ڈالر کے لگ بھگ ہے مگر بیشتر ہرجانے رازداری کے ساتھ مفاہمتوں کے تحت ادا کیے گئے ہیں۔

سروے سے پتہ چلا کہ گزشتہ چار سے زیادہ دہائیوں سے 866 پادریوں پر بچوں سے بدفعلی کے الزامات عاید کیے گئے۔ تاہم ملزمان کی اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوسکتی ہے۔ ٹیکساس میں ایک مدعی کی وکیل سلویا ڈیماریسٹ نے بتایا کہ اس نے 1990ء کی دہائی میں تقریباً 1200 پادریوں کے بارے میں اعداد و شمار اکٹھے کیے تھے جن پر بچوں سے جنسی بدفعلی کے الزامات تھے اور اس کے خیال میں حالیہ تعداد 1500 سے زیادہ ہے۔

اے ڈبلیو رچرڈ سائپ (A.W.Richardsipe) ایک سابق پادری ان دنوں سائیکوتھیراپسٹ کا کام کررہے ہیں۔ انہوں نے سینکڑوں کلیسا کے آدمیوں اور کلیسا والوں کی جنسی ہوس کا شکار ہونے والوں کو مشاورت فراہم کی۔ ان کا اندازہ ہے کہ امریکی پادریوں کی اکثریت نے بچوں سے جنسی بدفعلی کا ارتکاب کیا ہے۔

یہ سکینڈل جنوری 2002ء میں منظر عام پر آیا جب یہ انکشاف ہوا کہ بوسٹن کے کارڈینل برنارڈ لاء اور دوسرے کلیسائی حکام بچوں سے جنسی بدفعلی میں ملوث پادریوں کو ایک گرجے سے دوسرے گرجے میں تبدیل کرتے رہے جس سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ ماضی میں اہل کلیسا جنسی بدفعلی کرنے والے پادریوں کو بالعموم ایک گرجے سے دوسرے گرجے میں بھیجتے رہتے تھے اور شاذ و نادر ہی انہیں چرچ کی ذمے داریوں سے یکسر سبکدوش کیا جاتا تھا۔ لیکن پوسٹ کے سروے سے پتہ چلا کہ رواں سال سے پہلے بھی 355 پادری جنسی بدفعلی کے الزامات کی وجہ سے کلیسائی عہدوں سے برطرف کیے گئے تھے۔

تاہم ان میں سے چند فیصد ہی کلیسائی ذمے داریوں سے مستقل طور پر سبکدوش (Laicized) کیے جاتے تھے۔ سروے میں جنسی بدفعلی کے مقدمات میں مستقل برطرفی یعنی "لائی سائزیشن" کے صرف بیس واقعات سامنے آئے۔ دوسرے مجرمین میں سے اکثر کو بظاہر یا تو ریٹائر ہونے پر مجبور کردیا گیا یا ان

سے پادریانہ اختیارات واپس لے لیے گئے' یعنی وہ کسی گرجے میں عوامی عبادت منعقد نہیں کر سکتے تھے اور نہ گرجے میں کام کر سکتے تھے' لیکن وہ ''پادری'' رہ سکتے تھے۔

اس سال 218 پادری کلیسائی مناصب سے ہٹائے گئے ہیں اور دوبارہ کہیں ان کی تعیناتی عمل میں نہیں آئی۔ بیشتر کو بعض وقت تک کے لیے انتظامی چھٹی پر بھیج دیا گیا جب تک کہ ان کے خلاف لگائے گئے الزامات پر چرچ کی تحقیقات مکمل نہیں ہو جاتی۔ واشنگٹن پوسٹ کے سروے میں ملک بھر میں تقریباً تین درجن ایسے بدفعلی کے بڑے ملزم پادریوں کا پتہ چلا جو پادری رہتے ہوئے ''زیر علاج'' رہے حتیٰ کہ ''جائزہ بورڈ'' نے انہیں دیکھ بھال کر کلیسا میں مسلسل نگرانی کے تحت فرائض ادا کرنے کے لیے واپس بھیج دیا۔ اکثر معاملات میں ماضی کے ملزم کسی نہ کسی شکل میں محدود کلیسائی ذمے داریاں نبھا رہے ہیں۔ وہ گرجوں میں' ہسپتالوں میں یا انتظامی فرائض انجام دے رہے ہیں جہاں خیال ہے کہ ان کا بچوں سے باقاعدہ واسطہ نہیں پڑتا۔ کئی چرچوں نے ایسے پادریوں کے نام اور عہدے عوام کے لیے منکشف کر دیئے ہیں لیکن اکثر نے ایسا نہیں کیا۔

راک فورڈ' الی نائے کا ''عزت مآب'' ہارلان کلیپ سیڈل (Harlan Clapsaddle) مسلمہ جنسی مجرم کی مثال ہے جو نگرانی کے تحت بدستور گرجے میں فرائض انجام دیتا ہے۔ راک فورڈ کے بشپ تھامس جے ڈوران نے گزشتہ ماہ انکشاف کیا کہ چرچ نے اس پادری کے خلاف جنسی بدفعلی کے دعاوی نپٹانے کے لیے 80 ہزار ڈالر ادا کیے تھے۔ ڈوران نے بتایا کہ جب پانچ سال پہلے کلیپ سیڈل کے خلاف الزامات عائد کیے گئے تو اسے اس کے گرجے سے فارغ کر دیا گیا تھا اور وہ کئی ماہ زیر جائزہ اور زیر علاج رہا۔ اسے واپس آنے کی اجازت دے دی گئی لیکن اب اس کا کام صرف ایک ''ہوم فار دی ایلڈرلی'' (بوڑھوں کا گھر) اور کیتھولک خیراتی اداروں کے مقامی دفاتر تک محدود تھا۔

گرینڈ ریپڈز مشین کا ''عزت مآب'' ڈون ہیڈنز (Don Heydens) 1970ء کے بدفعلی کے کرتوت کی وجہ سے کلیسا کے محدود ذمے دار کے منصب پر رہا اور کلیسا کا پروگرام برائے ڈیکنز (Deacons) چلاتا رہا (ڈیکن خیراتی ادارے کا ناظم ہوتا ہے) سپرنگ فیلڈ' میساچوسٹس میں ''عزت مآب'' رچرڈ میہان (Richard Meehan) پر بھی جنسی بدفعلی کا الزام لگا اور اسے اپنا منصب چھوڑنا پڑا۔ گزشتہ آٹھ سال سے وہ کلیسا کے ناظم دستاویزات (Archivist) کے طور پر کام کر رہا ہے۔

کولمبس (ریاست اوہائیو) میں بشپ جیمز اے گریفن (James A. Griffin) نے اس سال مونسیور جوزف فیٹی (Monsignor Joseph Fete) کا گرجے سے ''ایکومینیکل اور انٹر فیتھ افیئرز'' (عالمی عیسائی و بین المذاہب امور) کے ڈائریکٹر کے منصب پر تبادلہ کر دیا کیونکہ اس نے تسلیم کیا تھا کہ اس نے 1976ء سے 1979ء تک بے شمار دفعہ ایک نوخیز لڑکے سے جنسی بدفعلی کی تھی۔

شکاگو کے چرچ میں ماضی کے چار جنسی مجرم کوئی نہ کوئی کلیسائی ذمے داری نبھا رہے ہیں۔ ملواکی میں چھ ایسے پادری ہیں جن کے ناموں اور ان کے عہدوں کا افشاء نہیں کیا گیا اور وہ عوام الناس

کے ایک پینل کے زیر جائزہ ہیں۔ کینٹکی میں کووٹگٹن کے کلیسائی علاقے نے گزشتہ مارچ میں انکشاف کیا کہ اس کے 110 پادریوں میں سے کئی ایک محدود ذمے داریوں پر برقرار رکھے گئے ہیں کیونکہ ان پر ٹین ایجز سے بدفعلی کے الزامات ہیں۔ ان کے نام اور عہدے اخفاء میں رکھے گئے ہیں۔

یہ واضح نہیں کہ کتنے اور جنسی مجرم پادری کیتھولک رہنماؤں کی خاموشی اور سرپرستی کے باعث کلیسائی عہدوں پر فائز ہیں کیونکہ بعض بشپ ہنوز ایسے معاملات انتہائی خفیہ رکھتے ہیں۔

یونائٹڈ سٹیٹس کانفرنس آف کیتھولک بشپس

بچوں اور نوجوانوں کے تحفظ کا منشور

(Charter for the protection of children and young people)

ریاستہائے متحدہ (امریکہ) میں چرچ ایک بحران سے دوچار ہے جس کی ہمارے زمانے میں مثال نہیں ملتی۔ بعض پادریوں اور بشپوں کی طرف سے بچوں اور نوجوانوں سے جنسی بدفعلیاں اور جن طریقوں سے ہم بشپوں نے ان جرائم اور گناہوں کی پردہ پوشی کی' ان سے عوام الناس میں بہت دکھ' غم و غصہ اور انتشار پیدا ہوا ہے۔ زیادتی کا شکار ہونے والے معصوم بچوں' نوجوانوں اور ان کے خاندانوں نے خوفناک تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ ماضی میں راز داری کی پالیسی نے ایسی فضا پیدا کی ہے جس سے اصلاح کا عمل رک گیا ہے اور بعض صورتوں میں جنسی بدفعلی کی وارداتیں دہرانے کی ترغیب ملی ہے۔ بشپوں کی حیثیت سے ہم اپنی غلطیوں اور عوام کے اس ابتلاء میں اپنے کردار کا اعتراف کرتے ہیں اور ہم معافی چاہتے ہیں اور اس کوتاہی کی ذمے داری قبول کرتے ہیں کہ ہم نے ماضی میں جنسی بدفعلی کا شکار ہونے والوں اور اپنے عوام کو اکثر مایوس کیا۔ ہم یہ ذمے داری بھی قبول کرتے ہیں کہ مستقبل میں ہم اس مسئلے سے اور موثر طور پر نپٹیں گے۔ ہم اپنے دل کی گہرائیوں سے اس تکلیف دہ صورت حال پر نہایت افسوس اور معذرت کا اظہار کرتے ہیں جس سے عوام گزر رہے ہیں۔

ہم' جنہیں خدا کے بندوں کی گلہ بانی کی ذمے داری سونپی گئی ہے' خدا کی مدد اور اپنے عوام کے مکمل تعاون سے اعتماد کے رشتے بحال کرنے کا کام جاری رکھیں گے جو ہمیں متحد کرتے ہیں۔ صرف لفظوں سے یہ مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔ اس کا آغاز ان اقدامات سے ہوگا جو ہم یہاں اپنی ''جنرل اسمبلی'' میں اور گھر پر اپنے اُسقفی علاقوں یا ذیلی اُسقفی علاقوں (Eparchies) میں کریں گے۔

کمسنوں کے ساتھ جنسی بدفعلی سے پہنچنے والا نقصان تباہ کن اور دیرپا ہے۔ ہمیں ان لوگوں تک پہنچنا ہے جو مصائب کا شکار ہیں' خصوصاً جنسی بدفعلی کا شکار ہونے والوں اور ان کے خاندانوں تک۔ انہیں جو شدید نقصان پہنچا ہے ہم اس پر معافی مانگتے ہیں اور مستقبل کے لیے اپنا تعاون انہیں پیش کرتے ہیں۔ جنسی بدفعلیوں کے نتیجہ میں اتنے زیادہ مصائب اٹھانے کے پیش نظر زخموں کا کامل اندمال اور مفاہمت انسانی استطاعت میں نہیں صرف خدا کا رحم و کرم اور عفو ہی ہماری آگے کو رہنمائی کرسکتا ہے کہ ہم

عیسیٰ (علیہ السلام) کے وعدہ پر یقین رکھتے ہیں: ''خدا کے لیے ہر شے ممکن ہے۔'' (متی 19:26)

اعتماد کا نقصان اور بھی المناک ہو جاتا ہے جب اس کے نتیجے میں ایمان جاتا رہے جس کی نگہداشت ہمارا مقدس فرض ہے۔ ہم اپنے ''مقدس باپ'' (پوپ) کے الفاظ کو اپناتے ہوئے دہراتے ہیں: کہ نوجوانوں سے جنسی بدفعلی ''ہر لحاظ سے غلط ہے اور معاشرہ اسے بجا طور پر گناہ خیال کرتا ہے۔ یہ خدا کی نظروں میں بھی ایک خوفناک گناہ ہے۔'' (امریکی کارڈینلوں اور کانفرنس آفیسرز سے خطاب 23 اپریل 2002ء)

کانفرنس آف بشپس ایک پادری کی طرف سے چھوٹوں سے جنسی بدفعلی کی برائی کی اصلاح کرتی آرہی ہے اور اپنی جون 1992ء کی میٹنگ میں اس نے پانچ اصول قائم کیے تھے جن کی پیروی ضروری ہے۔ (جنسی بدفعلی پر ایڈہاک کمیٹی' نیشنل کانفرنس آف کیتھولک بشپس' ریسٹورنگ ٹرسٹ' نومبر 1993ء) ہمیں یہ اعتراف کرنے کی بھی ضرورت ہے کہ کئی اسقفی علاقوں اور ''ایپارکیز'' (ذیلی اسقفی علاقوں) نے ان پالیسیوں اور طریق کار کو ذمہ داری سے اور بروقت عملی جامہ نہیں پہنایا جن سے بچوں اور نوجوانوں کو تحفظ مل سکتا تھا۔ بہرحال کئی بشپوں نے ان پادریوں کی اصلاح کرنے کے اقدامات کیے تو ہیں جو جنسی بے راہروی کے مجرم تھے۔

مسیح نے نرمی اور تاکید کے ساتھ بچوں کے لیے اپنی شفقت کا اظہار کیا اور اپنے شاگردوں کو ڈانٹا کہ وہ بچوں کو خود سے پرے رکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''بچوں کو میرے پاس آنے دو (متی 19:14) اور انہوں نے اس شخص کے بارے میں شدید وعید سنائی جو چھوٹوں کو گمراہ کرے گا۔ انہوں نے ارشاد فرمایا: ایسے شخص کے لیے بہتر ہوگا کہ اس کی گردن میں چکی کا بڑا سا پاٹ ڈال کر اسے سمندر کی گہرائیوں میں غرق کردیا جائے۔'' (متی 18:6)

ہمیں آقا و مالک کے یہ الفاظ اس وقت بھی اسی طرح پیغمبرانہ سنائی دیتے ہیں۔ اس بحران کو حل کرنے کے لیے مضبوط عزم کے ساتھ ہم بشپ اپنے آپ سے عہد کرتے ہیں کہ ہم مذہبی جذبے سے وہ شگاف پر کریں گے جو جنسی بدفعلیوں کا شکار ہونے والوں اور کلیسا کے سارے عوام اور ہمارے درمیان حائل ہے۔ ہم اپنے اس عزم کی تجدید کرتے ہیں کہ ہم اپنے گرجوں اور کلیسائی اداروں میں بچوں اور نوجوانوں کو تحفظ اور سلامتی فراہم کریں گے۔ ہم اپنے آپ سے عہد کرتے ہیں کہ ہمارا طرز عمل ایسا ہوگا جس سے ظاہر ہو کہ اس سنگین معاملے میں ہم خدا کو' اپنے عوام کو اور ایک دوسرے کو جوابدہ ہیں۔ ہم اپنے آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم اس صدمے کو زائل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے جس سے زیادتی کا شکار ہونے والے' اور ان کے خاندان دوچار ہیں اور اس زخم کو مندمل کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے جس کی ٹیس پورا کلیسا محسوس کر رہا ہے۔ ہم اپنی اس ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہمیں تمام کیتھولک عوام' بالخصوص جنسی زیادتیوں کا شکار ہونے والوں اور ان کے والدین سے اس مسئلے پر مکالمہ کرنا چاہیے۔ ان اقدامات سے ہم وسیع پیمانے پر معاشرے کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم چھوٹوں سے جنسی

زیادتی کی سنگینی کو سمجھتے ہیں۔

یہ مقاصد پورے کرنے کے لیے ہمارے تمام چرچ اور ہماری نیشنل کانفرنس وہ پالیسیاں اختیار کریں گے اور انہیں عملی جامہ پہنائیں گے جو درج ذیل امور پر مبنی ہوں گی۔

جنسی بدفعلی کا شکار ہونے والوں یا بچ رہنے والوں سے اندمال (Healing) اور مفاہمت کو فروغ دینے کے لیے چرچ کے نمائندے ان تک اور ان کے خاندانوں تک پہنچیں گے اور ان کی روحانی اور جذباتی بہبود سے مخلصانہ وابستگی کا اظہار کریں گے۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں کے معاملے میں کلیسا کا اوّلین فریضہ یہ ہے کہ زخموں کے اندمال اور مفاہمت کے لیے کام کریں۔ جہاں یہ کام پہلے نہیں ہوا' ہر چرچ کا ذمہ دار ہر اس شخص تک پہنچے گا جسے اس کی چھوٹی عمر میں کلیسا کے نام پر کام کرنے والے کسی شخص نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا' خواہ جنسی بدفعلی حالیہ ہو یا ماضی میں کئی سال پہلے ہوئی ہو۔ اس رسائی میں مشاورت' روحانی امداد' امدادی گروپ اور دوسری سماجی خدمات شامل ہوں گی جن پر مظلومین اور اہل کلیسا کا اتفاق ہو جائے۔ سماجی خدماتی اداروں اور دوسرے گرجوں کے تعاون سے ہر علاقے میں جنسی زیادتیوں کے متاثرین کے لیے امدادی گروپ قائم کیے جائیں گے اور ان کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

مظلومین اور ان کے خاندانوں تک رسائی کے لیے علاقوں کے بشپ یا ان کے نمائندے جا کر ان سے ملیں گے۔ صبر اور ہمدردی کے ساتھ ان کے تجربات اور ان کی پریشانیاں سنیں گے اور ''یکجہتی اور ہمدردی کا شدید احساس'' ان تک پہنچائیں گے جس کا اظہار ''مقدس باپ'' نے امریکی کارڈینلوں اور کانفرنس آفیسرز سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ پادریوں یا ان کے نمائندوں کی یہ کلیسائی رسائی اس کیتھولک برادری تک بھی ہوگی جس میں جنسی بدفعلی واقع ہوئی ہو۔

چرچ ایسا ڈھانچا تشکیل دیں گے جو کسی بھی الزام پر بروقت کارروائی کریں گے' جہاں یہ یقین کرنے کی معقول وجہ ہو کہ کسی چھوٹے سے جنسی زیادتی کا واقعہ پیش آیا ہے۔ چرچ اپنے ہاں اہل معاون کو آرڈی نیٹر مقرر کریں گے جو ان لوگوں کو فوراً کلیسائی امداد فراہم کرے گا۔ جو یہ دعویٰ کریں کہ ان کے بچپن میں کسی پادری یا چرچ کے کسی دوسرے فرد نے ان سے جنسی بدفعلی کی تھی۔ چرچ ایک جائزہ بورڈ تشکیل دیں گے جس کے ارکان کی اکثریت عوام الناس پر مشتمل ہوگی' چرچ کے ملازم نہیں ہوں گے۔ یہ بورڈ ان الزامات کا جائزہ لینے میں چرچ کی مدد کرے گا اور کمسنوں سے جنسی بدفعلی کے معاملات نپٹانے کے لیے اختیار کی گئی ان کی پالیسیوں اور طریق کار کا باقاعدگی سے جائزہ لے گا۔ بورڈ ماضی کے یا آئندہ کے معاملات پر بھی کارروائی کرسکتا ہے اور ان کے سلسلے میں اختیار کردہ پالیسیوں کے تمام پہلوؤں پر مشورہ دے گا۔ شکایت کرنے والوں کے لیے طریقہ کار مطبوعہ شکل میں فوری دستیاب ہوگا اور وقتاً فوقتاً عوامی سطح پر اس کا اعلان کیا جائے گا۔ چرچ رازداری کے سمجھوتے نہیں کریں گے سوائے سنگین اور معقول وجوہات کے۔

چھوٹوں سے جنسی بدفعلی کے الزمات پر موثر کارروائی کی ضمانت دینے کے لیے

چرچ کسی کمسن کی طرف سے لگائے گئے جنسی بدفعلی کے الزام کی اطلاع حکام کو دیں گے۔ وہ قانون کے مطابق ان کی تفتیش میں تعاون کریں گے۔ چرچ ان کیسوں کی اطلاع دینے کے بارے میں حکام سے تعاون کریں گے۔ جب الزام لگانے والا شخص اب کمسن نہ ہو۔ ہر کیس میں چرچ مظلومین کو مشورہ دیں گے کہ حکام کو اطلاع دینا اُن کا حق ہے اور وہ ان کے اس حق کی حمایت کرتے ہیں۔

ہم امریکی کارڈینلوں اور کانفرنس افسروں سے اپنے مقدس باپ کے خطاب کے الفاظ دہراتے ہیں: ''اُن لوگوں کے لیے پادریت یا مذہبی زندگی میں کوئی جگہ نہیں جو نوجوانوں کو جنسی تکلیف دیتے ہیں۔''

جب کسی پریسٹ (Priest) یا ڈیکن (Deacon) کے خلاف شکایت کی ابتدائی تحقیقات سے اس کا جرم ظاہر ہو تو متعلقہ بشپ ملزم کو کلیسائی ذمے داریوں سے فوراً سبکدوش کر دے گا۔ ملزم کو مناسب طبی اور نفسیاتی معائنے کے لیے بھیجا جائے گا جب تک کہ اس سے سول حکام کی تفتیش میں مداخلت نہ ہو۔

جہاں قانون کے مطابق مناسب تحقیقات کے بعد پادری یا ڈیکن کی طرف سے جنسی بدفعلی تسلیم کر لی جائے اس پر درج ذیل کارروائی ہوگی:

- چرچ کسی کم سن سے جنسی بدفعلی کے ایک فعل پر بھی مجرم پادری یا ڈیکن کو' خواہ جرم ماضی' حال یا مستقبل میں سرزد ہو' مستقل طور پر کلیسائی ذمے داریوں سے سبکدوش کر دے گا۔ اس چارٹر کے مذکورہ منصب کے مطابق مجرم پادری یا ڈیکن کو اس کی اصلاح اور آئندہ احتیاط کے مقصد سے پیشہ ورانہ امداد فراہم کی جائے گی۔
- ہر صورت میں قانون میں فراہم کردہ طریق کار کی پابندی کی جائے گی۔ (دیکھیے جنسی بدفعلی اور کلیسائی منصب سے برطرفی کے متعلق قانونی شقیں 1995...... (اجتماع برائے نظریہ ایمان'' سے خطوط' 18 مئی 2001ء) ان دفعات میں پادری یا ڈیکن کی طرف سے یہ درخواست بھی شامل ہو سکتی ہے کہ اسے مقدس سلسلے (Holy Orders) سے فارغ اور کلیسائی منصب سے برطرف کر دیا جائے یا بشپ یہ درخواست کر سکتا ہے کہ پادری یا ڈیکن کی منظوری کے بغیر ہی اسے کلیسائی منصب سے سبکدوش کر دیا جائے۔ رائج طریق کار کے مطابق ملزم کی حوصلہ افزائی کی جائے گی کہ وہ سول اور قانونی مشیر کی خدمات حاصل کرے۔ جب ضروری ہو' چرچ پادری یا ڈیکن کو قانونی مشیر فراہم کرے گا۔
- اگر کلیسائی منصب سے برطرفی کی سزا نہ دی گئی ہو (مثلاً ضعیفی یا کمزوری کے باعث) تو مجرم پادری عبادت اور توبہ کی زندگی گزارے گا۔ اس کو عوامی اجتماعی عبادت منعقد کرانے کی

اجازت نہیں دی جائے گی۔

یہ منشور امریکہ کے اُسقفی / ذیلی اسقفی علاقوں کے لیے شائع کیا گیا ہے اور ہم بشپ اس کے فوری نفاذ کے پابند ہیں۔ دو سال کے اندر کانفرنس آف بشپس اس پر نظرثانی کا کام آرٹیکل 9 کے تحت تشکیل شدہ نیشنل ریویو بورڈ کے تعاون سے انجام دے گی تاکہ کمسنوں سے پادریوں کی بدفعلی کے مسائل حل کرنے میں اسے یقینی طور پر موثر بنایا جاسکے۔

ضروری نہیں کہ جنسی جرم مکمل دخول کا فعل ہو' نہ ہی اس اصطلاح کو سول لاء میں شامل جنسی بدفعلی اور دوسرے جرائم کی تعریفات کے لازماً مساوی قرار دینا چاہیے۔ ''جنسی بدفعلی ایک بچے اور ایک بالغ کے مابین جسمانی رابطے یا مباشرتوں پر مشتمل ہے جبکہ بچے کو بالغ کی جنسی تسکین کی شے کے طور پر استعمال کیا جارہا ہو۔ ایک بچے سے بدفعلی کی جاتی ہے خواہ اس عمل میں کھلی زبردستی شامل ہو یا نہ ہو' خواہ اس میں عضویاتی یا جسمانی رابطہ شامل ہو یا نہ ہو' خواہ اس کا آغاز بچے کی طرف سے ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کا نتیجہ کھلا نقصان دہ ہو یا نہ ہو۔'' (کینیڈین کانفرنس آف بشپس' ''درد سے امید تک'' 1992ء صفحہ 20) اگر کسی کو شک ہو کہ کوئی مخصوص فعل اس تعریف پر پورا اترتا ہے یا نہیں تو مسلمہ ماہرین اخلاقی دینیات کی تحریریں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں' اور اگر ضروری ہو تو کسی مسلمہ ماہر سے رائے لی جاسکتی ہے۔ (جنسی بدعملی اور پادری کے منصب سے برطرفی سے متعلق قانونی ضوابط' 1995ء صفحہ 6) ہم یہ بھی واضح کر دیتے ہیں کہ چرچوں کی پالیسیاں سول لاء کے مطابق ہی ہونی چاہئیں۔

بچوں اور نوجوان لوگوں کے تحفظ کے لیے یہ دستاویزی منشور یونائیٹڈ سٹیٹس کانفرنس آف کیتھولک بشپس (USCCB) کی جنسی بدفعلی پر ایڈہاک کمیٹی نے تیار کیا۔ اسے امریکی کیتھولک بشپس کی فل باڈی نے اپنی جون 2002ء کی جنرل میٹنگ میں منظور کیا اور زیر دستخطی نے اس کی اشاعت کی منظوری دی ہے۔

مونسیئور ولیم پی فائے

(Msgr. William P. Fay)

جنرل سیکرٹری' یو ایس سی سی بی

پادریوں کی بدفعلیوں کے مظلومین کلیسا پر زور دیتے ہیں کہ وہ ذمہ داری قبول کرے

کارڈینل دردناک کہانیاں سنتے ہیں جبکہ بشپ پالیسی کا جائزہ لیتے ہیں

(ایڈورڈ والش (Edward Walsh) واشنگٹن پوسٹ سٹاف رائٹر جمعرات 13 جون 2002ء)

ڈلاس (DALLAS) پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کا شکار ہونے والے دو درجن افراد نے چار کارڈینلوں اور دوسرے کلیسائی رہنماؤں سے بند کمرے میں ملاقات کی جبکہ یو ایس کانفرنس آف

کیتھولک بشپس اس تکلیف دہ مسئلے کا سامنا کرنے کی تیاری کر رہی تھی۔ جس نے امریکہ میں کلیسا کو سنگین بحران سے دوچار کر رکھا ہے۔ اس جذباتی ملاقات میں بعض مظلومین نے کہا کہ انہوں نے کارڈینلوں اور بشپوں کو بتا دیا ہے کہ انہیں چرچ میں جنسی بدفعلیوں کے سکینڈل کی اور ذاتی ذمے داری قبول کرنی ہے۔ ان کے بقول انہوں نے چرچ لیڈروں کو بتا دیا ہے کہ ہر وہ بشپ جس نے کمسنوں سے جنسی بدفعلی کے لیے بدنام کسی پادری کو اس کے کلیسائی حلقے میں رہنے کی اجازت دی' اسے استعفا دے دینا چاہیے۔

پادریوں کے مظلومین میں سے بچ رہنے والوں کے نیٹ ورک (SNAP) کے ایک رکن پیٹر آئزلے (Peter Isely) نے کہا: ''مسئلہ صرف ظالم نہیں بلکہ اس میں ظالم اور انہیں تحفظ دینے والے سب شامل ہیں۔''

سناپ کے نیشنل ڈائریکٹر ڈیوڈ کلہیسی (David Clohessy) نے کہا کہ چرچ لیڈروں نے ''نرمی سے باتیں سنیں۔'' مگر مظلومین کے بیانات پر کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ ''بہت سے بچ رہنے والوں (Survivors) نے اپنے دل کھول کر رکھ دیے اور اپنی روحوں کے زخم دکھائے۔ وہ زار زار روئے۔'' کلہیسی کے بقول میٹنگ کے آخر میں بعض بشپوں نے کانوے سپرنگز (کنساس) کے جوڑے جینٹ اینڈ ہوریس پیٹرسن (Janet and Horace Patherson) سے ہاتھ ملائے جن کے 12 سالہ بیٹے ایرک (Eric) سے ایک پادری نے جنسی بدفعلی کی تھی اور اس بیچارے نے بڑے ہو کر 17 سال کی عمر میں خودکشی کر لی تھی۔

سناپ کی بانی باربرا بلائن جنہوں نے پیشگی انتباہ کیا تھا کہ مظلومین کو ''خالی الفاظ'' سے نہیں بہلایا جاسکتا' نے امید ظاہر کی کہ یہ میٹنگ کمسنوں سے پادریوں کی بدفعلیوں پر مجوزہ پالیسی سے زیادہ سخت پالیسی اپنائے گی۔

واشنگٹن کے کارڈینل تھیوڈور میکارک (Theodore McCarrick) نے کہا کہ انہوں نے اور دوسرے شرکائے مجلس نے مظلومین کو توجہ سے سنا اور ان کی داستانوں سے بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے کہا: ''ہم دیکھتے ہیں اور محسوس کرتے ہیں اور سنتے ہیں' چرچ میں پھیلے ہوئے غم کو اور چرچ کی مشکل کو جو اس صورتحال سے پیدا ہوئی ہے۔''

سناپ کے لیڈروں نے کہا کہ انہوں نے تمام 9 سرگرم امریکی کارڈینلوں سے ملنے کی خواہش کی تھی مگر صرف 4 اس پر رضامند ہوئے۔ میکارک کے علاوہ ان کارڈینلوں میں بالٹی مور کے ولیم کیلر' فلاڈلفیا کے اینتھونی بیوی لاقوا اور لاس اینجلس کے راجر ایم ماہونی شامل تھے۔

پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کے مظلومین نے بار بار غم وغصہ اور مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ چرچ کے رہنماؤں کی مسئلے اور اس کے نتائج پر بے حسی تکلیف دہ ہے۔ آج کی میٹنگ سے کشیدگی میں بظاہر کچھ کمی آئی ہے اور اس سے پہلے صبح کی نیوز کانفرنس میں باربرا بلائن نے بعض اعلیٰ چرچ حکام کا

حوالہ دیا کہ انہوں نے پادریوں کی جنسی بدفعلیوں پر اظہار افسوس کیا ہے' تاہم انہوں نے کہا کہ چرچ حکام کے یہ تاثرات 1992ء کے ہیں' اس وقت بھی بشپوں نے مسئلے پر بحث کی تھی اور اس سے نپٹنے کے لیے پالیسیاں وضع کی تھیں۔ باربرا نے مزید کہا: ''جو کچھ ہم اب سن رہے ہیں یہ اس سے کسی طور مختلف نہیں جو ہم نے 1992ء میں سنا تھا۔ ہم خالی خولی الفاظ کی ضرورت نہیں اور نہ ایسی باتوں کی کہ وہ ہماری داستانیں سن کر بہت متاثر ہوئے ہیں۔''

سناپ کے واشنگٹن کے نمائندے مارک سیرانو (Mark Serrano) نے کہا: ''مظلومین کی تنظیم کانفرنس آف بشپس سے تین خصوصی اقدامات کا تقاضا کرتی ہے: کسی بھی بشپ کے خلاف تعزیری کارروائی جس نے جان بوجھ کر جنسی بدفعلی کے کسی مجرم کو کلیسا میں رہنے کی اجازت دی' کمسنوں سے جنسی بدفعلی کے مجرم پادریوں کی فوری برطرفی اور چرچ کے کارکنوں اور جنسی بدفعلی سکینڈل سے متعلق دوسرے ریکارڈ کا آزادانہ آڈٹ'' سیرانو نے مزید کہا: ''میں سمجھتا ہوں کہ بشپ اور کارڈینل اس امید کے ساتھ ڈلاس کانفرنس میں شریک ہو رہے ہیں کہ معاملہ یہاں ختم ہو جائے گا۔ لیکن معاملہ ختم نہیں ہوگا۔''

جب ملک بھر سے بشپ یہاں پہنچے تو ان کا استقبال ڈلاس مارننگ نیوز میں پہلے صفحے کے ایک مضمون نے کیا جس میں کہا گیا تھا کہ ان میں سے دو تہائی بشپوں نے جنسی بدفعلی کے ملزم پادریوں کو اپنے کلیساؤں میں رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اخبار کے مطابق یہ تخمینہ تین ماہ کے سروے پر مشتمل ہے اور کسی کلیسائی ترجمان نے اس کی تردید نہیں کی۔

ڈلاس کانفرنس میں منظوری کے لیے پیش ہونے والی ڈرافٹ نیشنل پالیسی میں کہا گیا ہے کہ ''کوئی پادری جس کا کسی کمسن سے جنسی بدفعلی پر (نفسیاتی) علاج ہو چکا ہو اور جسے بچوں سے بدفعلی کا عادی مجرم (Pedophile) قرار نہ دیا گیا ہو اور اس نے کسی کمسن سے بدفعلی کا ایک سے زیادہ بار ارتکاب نہ کیا ہو' اس پر ''صفر برداشت'' (Zero Tolerance) کی شق لاگو نہیں ہوگی''...... (گویا اسے کلیساؤں میں مزید کھل کھیلنے کی اجازت ہوگی۔ متین)

ڈرافٹ نیشنل پالیسی میں ان بشپوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا جنہوں نے کمسنوں سے جنسی بدفعلی کے مجرم پادریوں کو اس وقت بھی کلیسائی ذمے داری پر فائز رہنے اور بچوں سے رابطہ رکھنے کی اجازت دی جب ان پر بدفعلی کا الزام لگ چکا تھا۔ ایسے بشپوں میں بوسٹن کے کارڈینل برنارڈ ایف لاء بھی شامل ہیں۔

بیلے ویل (الی نائے) کے بشپ ولٹن ڈی گریگوری نے کہا:

''ڈلاس کانفرنس کے مقاصد میں درج ذیل اہداف شامل ہیں: اپنے بچوں کا تحفظ کرنا' مظلومین اور ان کے خاندانوں کے ساتھ اندمال اور مفاہمت کو فروغ دینا اور ان لوگوں تک پہنچنا جن کا یقین ہل چکا ہے اور بعض صورتوں میں تباہ ہو چکا ہے اور اس امر کو یقینی بنانا کہ ہم بشپ جنسی بدفعلی کے معاملات اور الزامات کے سلسلے میں ذمے داری سے کام کریں' اور ملک بھر میں اپنی پالیسیوں کے نفاذ میں

حوالہ دیا کہ انہوں نے پادریوں کی جنسی بدفعلیوں پر اظہار افسوس کیا ہے' تاہم انہوں نے کہا کہ چرچ حکام کے یہ تاثرات 1992ء کے ہیں' اس وقت بھی بشپوں نے مسئلے پر بحث کی تھی اور اس سے نپٹنے کے لیے پالیسیاں وضع کی تھیں۔ باربرا نے مزید کہا: ''جو کچھ ہم اب سن رہے ہیں یہ اس سے کسی طور مختلف نہیں جو ہم نے 1992ء میں سنا تھا۔ ہم خالی خولی الفاظ کی ضرورت نہیں اور نہ ایسی باتوں کی کہ وہ ہماری داستانیں سن کر بہت متاثر ہوئے ہیں۔''

سناپ کے واشنگٹن کے نمائندے مارک سیرانو (Mark Serrano) نے کہا: ''مظلومین کی تنظیم کانفرنس آف بشپس سے تین خصوصی اقدامات کا تقاضا کرتی ہے: کسی بھی بشپ کے خلاف تعزیری کارروائی جس نے جان بوجھ کر جنسی بدفعلی کے کسی مجرم کو کلیسا میں رہنے کی اجازت دی' کمسنوں سے جنسی بدفعلی کے مجرم پادریوں کی فوری برطرفی اور چرچ کے کارکنوں اور جنسی بدفعلی سکینڈل سے متعلق دوسرے ریکارڈ کا آزادانہ آڈٹ'' سیرانو نے مزید کہا: ''میں سمجھتا ہوں کہ بشپ اور کارڈینل اس امید کے ساتھ ڈلاس کانفرنس میں شریک ہو رہے ہیں کہ معاملہ یہاں ختم ہو جائے گا۔ لیکن معاملہ ختم نہیں ہوگا۔''

جب ملک بھر سے بشپ یہاں پہنچے تو ان کا استقبال ڈلاس مارننگ نیوز میں پہلے صفحے کے ایک مضمون نے کیا جس میں کہا گیا تھا کہ ان میں سے دو تہائی بشپوں نے جنسی بدفعلی کے ملزم پادریوں کو اپنے کلیساؤں میں رہنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اخبار کے مطابق یہ تخمینہ تین ماہ کے سروے پر مشتمل ہے اور کسی کلیسائی ترجمان نے اس کی تردید نہیں کی۔

ڈلاس کانفرنس میں منظوری کے لیے پیش ہونے والی ڈرافٹ نیشنل پالیسی میں کہا گیا ہے کہ ''کوئی پادری جس کا کسی کمسن سے جنسی بدفعلی پر (نفسیاتی) علاج ہو چکا ہو اور جسے بچوں سے بدفعلی کا عادی مجرم (Pedophile) قرار نہ دیا گیا ہو اور اس نے کسی کمسن سے بدفعلی کا ایک سے زیادہ بار ارتکاب نہ کیا ہو' اس پر ''صفر برداشت'' (Zero Tolerance) کی شق لاگو نہیں ہوگی''...... (گویا اسے کلیساؤں میں مزید کھل کھیلنے کی اجازت ہوگی۔ متین)

ڈرافٹ نیشنل پالیسی میں ان بشپوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا جنہوں نے کمسنوں سے جنسی بدفعلی کے مجرم پادریوں کو اس وقت بھی کلیسائی ذمے داری پر فائز رہنے اور بچوں سے رابطہ رکھنے کی اجازت دی جب ان پر بدفعلی کا الزام لگ چکا تھا۔ ایسے بشپوں میں بوسٹن کے کارڈینل برنارڈ ایف لاء بھی شامل ہیں۔

بیلے ویل (الی نائے) کے بشپ ولٹن ڈی گریگوری نے کہا:

''ڈلاس کانفرنس کے مقاصد میں درج ذیل اہداف شامل ہیں: اپنے بچوں کا تحفظ کرنا' مظلومین اور ان کے خاندانوں کے ساتھ اندمال اور مفاہمت کو فروغ دینا اور ان لوگوں تک پہنچنا جن کا یقین ہل چکا ہے اور بعض صورتوں میں تباہ ہو چکا ہے اور اس امر کو یقینی بنانا کہ ہم بشپ جنسی بدفعلی کے معاملات اور الزامات کے سلسلے میں ذمے داری سے کام کریں' اور ملک بھر میں اپنی پالیسیوں کے نفاذ میں

اپنے افعال کی جوابدہی کرنا۔"

گریگوری نے تسلیم کیا کہ پادریوں کی جنسی بدفعلیوں کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے کلیسائی رہنماؤں کی ماضی کی کوششیں کافی نہیں تھیں۔ 1992ء کی اختیار کردہ پالیسیاں ناکام ہونے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ لازمی (Mandatory) نہیں تھیں اور ان میں ہر بشپ کو اجازت تھی کہ وہ انہیں نافذ کرے یا نہ کرے۔ گریگوری نے کہا کہ اس "بے مثال" کانفرنس کی پالیسی "لازمی" ہوگی' "واضح' جامع اور شفاف ہوگی اور وہ پورے امریکہ میں یکساں طور پر لاگو ہوگی۔" انہوں نے مزید کہا: "امریکہ کے بشپ اب یکسو ہو چکے ہیں کیونکہ ہم نے عمل نہ کرنے سے جنم لینے والا سانحہ دیکھ لیا ہے۔"

بشپ گریگوری نے بتایا کہ "ویٹیکن نے ڈلاس کانفرنس میں اپنا نمائندہ بطور مبصر نہیں بھیجا مگر یہ یقینی امر ہے کہ امریکی بشپوں کے فیصلوں کی روم میں تائید و حمایت کی جائے گی۔ باب مقدس (Holy See) ہمیں درپیش مسئلے کی شدت سے خوب آگاہ ہے۔"

میڈب روان (Medb Ruane) نے لکھا:

بدھ کو نیویارک کے کیتھولک اسقفی علاقے نے جنسی بدفعلی کے معاملات کی ایک فہرست مین ہٹن ڈسٹرکٹ اٹارنی کو پیش کی۔ فہرست میں پادریوں کے خلاف 40 سال پر محیط شکایات شامل ہیں' ان کی تفاصیل' تاریخیں اور مقامات بھی دیئے گئے ہیں۔

جنوری سے بوسٹن اسقفی علاقے نے سول حکام کو 80 پادریوں کے خلاف الزامات پر مشتمل معلومات فراہم کی ہیں۔ سنسناٹی' نیو ہمپشائر اور مائن کے اسقفی علاقہ حکام نے بھی پادریوں کی داخلی ذاتی فائلوں کے جامع جائزوں کے بعد ایسا ہی کیا ہے۔

گزشتہ شام ڈبلن (آئرلینڈ) میں مارک کولنز (Maric Collins) نے آرٹی ای کے پرائم ٹائم سامعین کو بتایا کہ کارڈینل ڈیسمنڈ کونل (Desmond Connell) نے ایک پادری کے خلاف اس کے مقدمے میں مدد دینے کے لیے ہر طرح کی معلومات افشاء کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ فادر پال میلکینس (Father Paul McGennis) نے اعلیٰ کلیسائی حکام کے سامنے تسلیم کیا ہے کہ اس نے مز کولنز سے بدفعلی کی تھی جب وہ 13 سال کی عمر میں بطور مریضہ "آور لیڈی ہسپتال" کرملن میں داخل تھی۔

کارڈینل پادری کے اعتراف کے بارے میں جانتا تھا اور اس نے معلومات افشاء کرنے سے انکار پر قانونی مشاورت کو مورد الزام ٹھہرایا جن سے مز کولنز کو اپنے مقدمے میں مدد مل سکتی تھی۔

بچوں سے جنسی بدفعلی کے مسئلے کی شدت کے پیش نظر صاف بات یہ ہے کہ تقریباً ایک عشرے کے اس براہ راست تنازع کو حل کرنے کا فوری عوامی مطالبہ بہت پہلے سے چلا آ رہا ہے جبکہ برینڈن سمتھ کیس سے لے کر فرنز میں جنم لینے والی خوفناک کہانیاں تو حال کے واقعات ہیں۔

تنویر قیصر شاہد

امریکہ اخلاقی اعتبار سے کہاں کھڑا ہے؟

17 فروری 2002ء کو امریکی دارالحکومت سے شائع ہونے والے ممتاز اخبار ''واشنگٹن پوسٹ'' کی نامور صحافیہ پامیلا فرڈی ینڈ نے ایک ایسی رپورٹ شائع کی، جس نے ہر طرف تہلکہ مچا دیا۔ پامیلا نے اپنی مفصل رپورٹ میں لکھا کہ گزشتہ 50 برسوں کے دوران امریکہ کے گرجوں میں بزرگ پادریوں نے 1750 معصوم بچوں سے بداخلاقی کا ارتکاب کیا ہے۔ پامیلا فرڈی ینڈ کی تیار کردہ یہ رپورٹ ایٹم بن کر امریکیوں پر گری ہے۔ یہ دراصل امریکہ اور اس کے مذہبی اداروں اور شخصیات کا باطن ہے۔ اس باطن کو چنگیز سے زیادہ ظالم اور کالی رات سے زیادہ سیاہ کہا جاسکتا ہے؟ اس کی رپورٹ کی اشاعت کے بعد امریکی ریاست بوسٹن کے 90 سینئر اور بزرگ پادریوں نے اخبار نویسوں کے سامنے، گرجا گھروں میں بیٹھ کر اعتراف کیا کہ ''ہاں ہم گزشتہ پانچ عشروں سے معصوم بچوں کے ساتھ یہ ظلم کرتے آرہے تھے۔''

امریکیوں کا کہنا ہے کہ ان بدکار پادریوں کو ٹی وی پر لایا جائے، تاکہ ساری دنیا دیکھ سکے کہ یہ ہیں وہ ''بزرگان دینِ عیسوی'' جو امریکہ اور امریکی سماج کو سنوارنے کے مدعی ہیں۔ پامیلا فرڈی ینڈ نے حیرت انگیز بات یہ بھی لکھی ہے کہ امریکی شہریوں نے خداترسی اور ''دین'' کی محبت سے مغلوب ہو کر اس چرچ کی مختلف شاخوں کو جو چندہ دیا، اس کی مقدار تین سو ملین ڈالر یعنی تیس کروڑ ڈالر کے لگ بھگ ہے۔

18 فروری 2002ء کے ''واشنگٹن پوسٹ'' میں پامیلا فرڈی ینڈ کی حیرت انگیز رپورٹ کے حوالے سے ایک دلچسپ واقعہ لکھا گیا ہے۔ اخبار لکھتا ہے۔ ''بوسٹن کے علاقے برائٹن (Brighton) کے ایک گرجا گھر میں لوگ اکٹھے ہوئے تاکہ پادری صاحب کی معرفت خدا سے معافی مانگی جائے اور ان پادریوں کی مذمت بھی کی جائے، جنہوں نے ان حرکاتِ بد کا ارتکاب کیا۔ عبادت کے دوران بوڑھا پادری آرتھر آسٹن رونے لگا۔ جب اس کے آنسو تھمے تو اس نے یہ حیرت خیز خبر سنا کر سب کو حیران کر دیا کہ بچپن میں اسی چرچ میں جہاں آج میں عبادت کرا رہا ہوں، پادریوں نے میرے ساتھ بداخلاقی کا مظاہرہ کیا تھا۔''

میں نے یہ شرمناک رپورٹ پڑھی تو مجھے دو واقعات یاد آ گئے۔ پہلا واقعہ جمی سواگرٹ سے وابستہ ہے۔ یہ ذات شریف امریکہ کا سب سے بڑا پادری رہا ہے۔ مذہبی شخصیت ہونے کے ناتے وہ اتنا طاقتور تھا کہ امریکی صدور کئی برسوں سے اس کے حضور میں حاضر ہوتے اور عقیدت سے سر جھکا لیتے۔ اس کی ذات کے گرد تقدیس کا ہالہ اتنا مضبوط تھا کہ بازار میں آتا تو ہزاروں افراد کی گردنیں سلام اور عقیدت میں جھک جاتیں۔ دسمبر 1991ء کی ایک سرد رات، جبکہ امریکی کرسمس کی تیاریاں کر رہے تھے، جمی سواگرٹ کی مقدس شخصیت کا بت چکنا چور ہو گیا۔ اس رات وہ نیویارک کے معروف ترین علاقے ''مین ہٹن'' سے دو جسم فروش عورتوں ''لیزا اور ڈینی'' کو اپنے ساتھ لے گیا۔ چرچ میں پہنچا، مگر شیطان کے ہاتھوں یوں رسوا ہو گیا کہ نیویارک کے دوسرے بڑے اخبار ''ڈیلی نیوز'' کا نمائندہ پیٹر مارک اس کے تعاقب میں تھا۔

دوسرے روز کے ''ڈیلی نیوز'' میں جمی سواگرٹ لاکھوں امریکیوں کے سامنے برہنہ کھڑا تھا اور لاکھوں کروڑوں پھٹکاریں اور لعنتیں اس پر برس رہی تھیں۔ حیرانی کی بات ہے کہ جمی سواگرٹ نے اپنے گناہ کو چھپایا نہیں۔ اس نے نہ صرف اعتراف کیا، بلکہ بعدازاں تحقیق کرنے والی جیوری کے سامنے یہ انکشاف بھی کیا (روتے ہوئے) کہ یہ حرکاتِ بد تو وہ پچھلے بائیس برس سے کرتا آ رہا ہے۔ امریکہ کے عدالتی نظام نے جمی سواگرٹ کو معاف نہ کیا۔ اسے گرفتار کیا گیا، مقدمہ چلا، ڈیڑھ سال کی طویل بحث و تمحیص کے بعد اسے دس سال کی سزا سنا دی گئی۔''

28 فروری 2002ء کو ایک معاصر نے اسی حوالے سے ایک اور خبر شائع کر کے امریکی اخلاقیات کو پوری طرح عیاں کر دیا۔ خبر میں بتایا گیا تھا کہ ''امریکہ کے ریورنڈ جان جے جیوگین کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب نو عمر لڑکوں کے ساتھ جنسی تشدد کے واقعات اور پیٹرک میکسوالے کی طرف سے 1986ء میں اس سے ہونے والے جنسی تشدد پر ریورنڈ جیوگین کے خلاف عدالتی کارروائی اور نو سے دس سال تک سزائے قید کے بعد امریکہ بھر کے کیتھولک فرقے کے لوگ خوفزدہ ہیں اور وہ اپنے فادرز کے ہاتھوں بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے متعدد سکینڈلوں سے پریشان ہو چکے ہیں۔ امریکہ کے ممتاز جریدے ''نیوز ویک'' کی حالیہ اشاعت میں شائع مضمون ''فادرز کے گناہ'' میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ کے لوگ اب بوسٹن کے کارڈینل کے مخالف ہو چکے ہیں، جس کے ماتحت کام کرنے والے پادری جنسی سکینڈل میں ملوث پائے گئے ہیں۔ اس تازہ سکینڈل کے باعث متعدد پادریوں نے جان جے جیوگین کے خلاف قانونی کارروائی پر تشویش اور غم و غصے کا اظہار کیا ہے۔ بعض پادریوں (جو اس گندے کام میں ملوث نہیں تھے) کا کہنا ہے کہ ہم اتنی توہین محسوس کر رہے ہیں کہ ہم نے عوام میں اپنا مخصوص کالر پہننا بھی ترک کر دیا ہے۔

امریکی پادریوں کی کج رویوں اور بدکاریوں کا یہ نیا انوکھا اور اکلوتا واقعہ نہیں ہے۔ امریکی سماج اور سوسائٹی اخلاقی اعتبار سے آج اس مقام پر آ کھڑی ہے، جس کی طرف حضرت علامہ اقبالؒ نے

80برس قبل اشارہ کرتے ہوئے پیشگوئی کردی تھی کہ یہ تہذیب اپنے خنجر سے آپ خودکشی کرے گی۔

امریکی سماج کو سنوارنے، بگاڑنے اور فیصلہ کرنے والی قوتوں کو معلوم ہے کہ امریکہ کا مادر پدر آزاد معاشرہ اور مطلق آزادی نوجوان نسل کو کس جانب لے جارہی ہے۔ کبھی کبھار وہ اصلاح کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ مگر یہ کوششیں زیادہ تر رائیگاں ہی جاتی ہیں۔ مثلاً 2مارچ 2002ء کو سی این این پر امریکی وزیرخارجہ کولن پاول کا ایک مفصل انٹرویو نشر ہوا۔ اس میں جہاں دہشت گردوں کے خلاف امریکی حکومت کی جنگ، ڈینیل پرل کے اغواء، مشرق وسطیٰ کی تازہ ترین صورتحال، شمالی کوریا کی ضد اور عراق پر ممکنہ امریکی حملے ایسے معاملات زیر بحث آئے، وہاں آخر میں امریکی نوجوان نسل کی گمراہی اور بدکاریوں کا ذکر بھی چھڑا۔ کولن پاول نے اعتراف کیا کہ امریکی نوجوان نسل بداخلاقی کی دلدل میں بری طرح پھنس چکی ہے۔ ''مگر اس کے باوجود ہمارا بنیادی فرض ہے کہ ہم انہیں بتائیں کہ غیرمحتاط ہوکر وہ جس راستے پر گامزن ہیں، اس کے سرے پر کس طرح کا عذاب ان کا منتظر ہے۔'' امریکی وزیرخارجہ نے کہا مجھے معلوم ہے کہ امریکی نوجوان نسل میری باتیں سن کر ہنستی ہوگی۔ یہ ساری باتیں جاننے کے باوجود میں جوان امریکیوں سے پھر بھی کہتا ہوں کہ جنسی آسودگی کے معاملات کے لیے انہیں باقاعدہ شادی کرنی چاہیئے۔

ماہرین عمرانیات اور سماجی رویوں کا مشاہدہ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ کسی بھی تہذیب، سوسائٹی اور ملک کی اخلاقی حالت کا فوری اندازہ لگانا ہو تو اس ملک کی جیلوں میں بند افراد کی تعداد پر نظر ڈال لینی چاہیئے۔ ان ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ کوئی بھی معاشرہ اخلاقی اعتبار سے کس مقام پر کھڑا ہے۔ اس کا اندازہ لگانے کی اگر ضرورت پڑے تو اس ملک اور تہذیب سے وابستہ افراد کی متاہلانہ زندگیوں اور پیدا ہونے والے بچوں کا مشاہدہ کرنا ازبس ضروری ہے۔ اگر ہم کسوٹی پر امریکیوں کو پرکھیں تو حیرت انگیز نتائج سامنے آتے ہیں۔ امریکہ میں اس وقت 33 فیصد ناجائز بچے زندگی گزار رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رواں لمحوں میں امریکہ کی کل آبادی میں سے ہر تیسرا بچہ ناجائز اور حرامی ہے۔

امریکہ میں اخلاقی قدروں کی شکست و ریخت اور گھریلو نظام کے تباہ ہونے کا فوری اور براہِ راست نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ امریکی جیلیں جرائم پیشہ افراد سے بھر چکی ہیں۔ 2001ء میں امریکی جیلوں میں قیدیوں کی تعداد 20لاکھ سے بھی تجاوز کرگئی اور جو لوگ صرف 2001ء میں مختلف جرائم کی پاداش میں گرفتار ہوئے، ان کی تعداد 97ہزار ہے۔ 1960ء میں امریکی جیلوں میں قیدیوں کی تعداد 3لاکھ 33ہزار تھی۔

محمد اسلم رانا

بائبل کی فحش تعلیمات

سیکولرازم اور خدا سے بغاوت کی تعلیم:

بائبل کے پہلے حصہ کے اصل الاصول تورات اور مابعد کی کتب میں بھی شریعت کے اعمال کی بجا آوری پر تو بے حد وحساب زور دیا گیا ہے۔ لیکن آخرت میں اعمال کے محاسبہ اور ابدی زندگی کا کوئی تصور پیش نہیں کیا گیا۔ سخت شرعی احکام کی تعمیل کی جزا دنیاوی خوشحالی اور نافرمانی کی سزا اسی دنیا میں بد حالی بتائی گئی ہے۔ (کتاب احبار، باب 26)

مسیح نے بھی شریعت پر عمل کرنے کی تعلیم زورشور سے دی تھی لیکن آخرت کی جزا، سزا کا قطعی ذکر نہیں کیا تھا۔ (انجیلِ متی، باب 5)

اس سے ایماندار سوچ سکتا ہے کہ جب سوال اسی دنیا میں خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کا ہے تو شرعی اعمال بجالانے کے جھمیلے میں کیوں پڑیں؟ انسان بائبل ہی کے مقولہ پر کیوں نہ چلے کہ:

"آؤ کھائیں اور پئیں کیونکہ کل تو ہم مریں گے" (یسعیاہ، 13:22)

سیکولرازم کا مادر پدر آزاد نظام خوشحالی کا ضامن ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"سیکولرازم کا مقصد و مدعا اس مادی حالت کا حصول ہے جس میں کوئی محروم نہیں رہے گا۔"
(انسائیکلو پیڈیا امریکنا، مطبوعہ، 1979ء، جلد 24، صفحہ 521)

ایسے میں خدا، مذہب، نبوت، کتاب اور شرعی اوامرونواہی کا کیا مطلب، ضرورت اور کیا وقعت رہ جاتی ہے؟

بائبل خدا پرستی کی بجائے خدا سے بغاوت کا سبق دیتی ہے!

بائبل ریاست اور مذہب کی علیحدگی کی تعلیم دیتی ہے:

رومی بادشاہ بارے مسیح کی ہدایت ہے "جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔"
(متی، 21:22)

اس فلسفہ نے انسانی زندگی کو دین اور دنیا میں تقسیم کیا ہے۔ مذہب کو انسان کا ذاتی اور پرائیویٹ معاملہ بتایا ہے۔ مذہب کو گھر اور گرجا تک محدود کر کے رکھ دیا ہے اور مذہب کو بے اثر اور نکما قرار دیا ہے۔

ریاست اور مذہب کی علیحدگی کی تعلیم نے انسان کو دنیاوی نفع نقصان کے لحاظ سے سوچنے کی راہ پر چلایا ہے۔ مادہ پرست بنایا ہے اور بدنامِ زمانہ میکیاولی سیاست کو جنم دیا ہے کہ اپنے مفادات کی خاطر مخالف کی جان لے لینا بھی روا و جائز ہے۔

ریاست اور مذہب کی جدائی کے فلسفہ کا بانی مبانی مسیح تھا۔ رومی بادشاہ بارے مسیح کی ہدایت ہے۔ ''جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کرو۔'' (انجیل متی، 22:21)

شراب خوری......عبادت:

بائبل ام الخبائث شراب کو انبیاء کا مشروب، خدا کے ہاں مسرور کن اور اسے بطور نعمت الٰہی اور شراب خوری کو عبادت اور مزین کر کے پیش کرتی ہے۔

''نوحؑ نے اپنے باغ کے انگوروں سے تیار کردہ مے پی جس سے اسے نشہ آ گیا اور وہ ڈیرے میں برہنہ ہو گیا۔'' (پیدائش، 20:10)

''یعقوب اپنے باپ اسحاق کے لئے مے لایا اور اس نے پی۔''

(پیدائش، 25:27)

خوش ہو کر اسحاق نے یعقوب کو دعا دی۔

''خدا آسمان کی اوس اور زمین کی فربہی اور بہت سا اناج اور مے تجھے بخشے۔''

(پیدائش، 28:27)

''اور اس کے ساتھ مے کا تپاون ہین کے چوتھے حصہ کے برابر مے لے کر آنا اور جب تک تم اپنے خدا کے لیے یہ چڑھاوا نہ لے آؤ......'' (احبار، 23:13، 14)

''اور تپاون کے طور پر تہائی ہین کے برابر مے دینا تا کہ وہ خداوند کے حضور راحت انگیز خوشبو ٹھہرے۔'' (گنتی، 15:7)

''اور تو تپاون کے طور پر نصف ہین کے برابر مے گزراننا تا کہ وہ خداوند کے حضور راحت انگیز خوشبو کی آتشیں قربانی ٹھہرے۔'' (گنتی، 15:10)

وضاحت:

ہین ایک پیمانہ تھا۔

تپاون کے معنی ہیں مے، پانی یا تیل کو دیوتاؤں کو چڑھانا۔ یہ رسم غیر اقوام میں عام تھی۔ یہودیوں کی کئی قربانیوں کے ساتھ تپاون تپایا جاتا تھا۔

تپاون ہندی لفظ ہے جواب پاکستان میں متروک ہے۔ (قاموس الکتاب)

''اور تو خداوند اپنے خدا کے حضور اسی مقام میں جسے وہ اپنے نام کے مسکن کے لیے چنے، اپنے غلہ اور مے اور تیل کی دہ یکی کو اور اپنے گائے، بیل اور بھیڑ بکریوں کے پہلوٹھوں کو کھانا تاکہ تو ہمیشہ خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا سیکھے۔'' (استثناء، 23:14)

''خداوند تیرا خدا...... اور تمہارے ان حکموں کے سننے اور ماننے اور عمل کرنے کے سبب سے تیری اولاد پر اور تیری زمین کی پیداوار یعنی تیرے غلّہ اور مے اور تیل پر اور تیرے گائے بیل کے بچوں پر برکت نازل کرے گا۔'' (استثناء، 13:7)

''مے جو خدا اور انسان دونوں کو خوش کرتی ہے۔'' (قضاۃ، 13:9)

''اور اس نے قلعوں کو بہت مضبوط کیا اور ان میں سرداروں کو مقرر کیا اور رسد اور تیل اور مے کے ذخیرہ کو رکھا۔'' (2تواریخ 11:11)

''ہاں انہوں نے میرے لوگوں پر قرعہ ڈالا اور ایک کسبی کے بدلے ایک لڑکا دیا اور مے کے لیے ایک لڑکی بیچی تاکہ مے خواری کریں۔'' (یوایل، 3:3)

''اپنے مال سے اور اپنی ساری پیداواری کے پہلے پھلوں سے خداوند کی تعظیم کریوں تیرے کھتے خوب ہرے بھرے رہیں گے اور تیرے حوض نئی مے سے لبریز ہوں گے۔'' (امثال 9:3، 10)

''ان کی خوشحالی عظیم اور ان کا جمال خوب ہے! نوجوان غلہ سے بڑھیں گے اور لڑکیاں نئی مے سے نشوونما پائیں گی۔'' (زکریا، 17:9)

''مے جان کو خوش کرتی ہے۔'' (واعظ، 19:10)

''اے میری پیاری! میری زوجہ! تیرا عشق کیا خوب ہے!
تیری محبت مے سے زیادہ لذیذ ہے۔'' (غزل الغزلات، 10:5)

''اور بنی افرائیم پہلوانوں کی مانند ہوں گے اور ان کے دل گویا مے سے مسرور ہوں گے۔''
(زکریا، 7:11)

لیجئے! مے زخموں کا علاج بھی ہے!

''اس کے زخموں کو تیل اور مے لگا کر باندھا۔'' (لوقا، 24:10)

مسیح کا پہلا معجزہ شادی کی دعوت میں دو دو تین تین من کی گنجائش کے چھ مٹکوں کو عمدہ مے میں تبدیل کرنا تھا۔ (انجیل یوحنا، باب 2)

''اور دنیا کے سوداگر اس کے لیے روئیں گے اور ماتم کریں گے۔ کیونکہ اب کوئی ان کا مال نہیں خریدنے کا اور وہ مال یہ ہے: سونا، چاندی، جواہر...... اور دارچینی اور مصالح اور عود اور عطر اور لوبان اور مے اور تیل اور میدہ...... (مکاشفہ، 11:18)

''آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کر بلکہ اپنے معدہ اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی مے

بھی کام میں لایا کرے" (1-تیم، 23:5)

سود خوری:

سود زر پرستی کی بنیاد اور بدترین اقتصادی قباحت ہے۔ سود خوری انسان کو لالچی اور اندھا بناتی ہے، ہوس زر پیدا کرتی ہے اور ہوس زر اخلاقی اور معاشرتی اقدار کی بربادی کی ایک بنیاد ہے۔

بائبل میں یہودیوں سے سود لینا منع ہے۔ اغیار سے سود لینے کی اجازت ہے۔ مسیح سود خوری کا علی الاعلان علمبردار تھا۔

"اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو جو تیرے پاس رہتا ہو کچھ قرض دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا اور نہ اس سے سود لینا۔"

(خروج، 25:22)

"اگر تیرا کوئی بھائی مفلس ہو جائے......تو اس سے سود یا نفع مت لینا۔"

(احبار، 35:25)

"تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا۔"

(استثناء، 2:23)

مسیح نے تمثیل بیان کی:

"پس تجھے لازم تھا کہ میرا روپیہ ساہوکاروں کو دیتا تو میں آ کر اپنا مال سود سمیت لیتا۔" (انجیل متی، 24:25)

انبیاء کا کردار

انبیاء کرام مثالی ہستیاں اور ان کی پاک زندگیاں قابل تقلید اور نمونہ ہوتی ہیں۔ بائبل ان کی شان یا شان کردار بیان نہیں کرتی، جس سے قارئین پر اچھا تاثر نہیں پڑتا۔ وہ ان کی بدکاریوں سے شہہ پا کر برائی پر دلیر ہوتے ہیں۔

یعقوب:

"اپنی ماں ربقہ کے کہنے پر یعقوب نے دغابازی سے کام لیا۔ فریب، جھوٹ، مکاری اور سازش سے اپنے ضعیف العمر باپ اسحاق کو دھوکا دے کر اپنے بڑے بھائی عیسو کی برکت ہتھیالی۔"

(پیدائش، باب 27)

موسیٰ:

"صحرا نوردی کے دوران خدا نے موسیٰ کو حکم دیا کہ چٹان سے کہو کہ وہ پانی دے لیکن موسیٰ

نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور دو بار چٹان پر لاٹھی ماری۔ کثرت سے پانی بہہ نکلا۔ اس پر خدا موسیٰ اور ہارون دونوں بھائیوں سے ناراض ہوا اور انہیں بتایا کہ وہ بطور سزا قوم کے ساتھ فلسطین نہیں پہنچ پائیں گے بلکہ راستہ میں ہی وفات پا جائیں گے۔" (گنتی، باب 20)

داؤد:

"اور جب خداوند کا صندوق داؤد کے شہر کے اندر آ رہا تھا تو ساؤل کی بیٹی میکل نے کھڑکی سے نگاہ کی اور داؤد بادشاہ کو خداوند کے حضور اچھلتے اور ناچتے دیکھا۔ سو اس نے اپنے دل ہی دل میں اسے حقیر جانا اور کہنے لگی کہ اسرائیل کا بادشاہ آج کیسا شاندار معلوم ہوتا تھا جس نے آج کے دن اپنے ملازموں کی لونڈیوں کے سامنے اپنے کو برہنہ کیا جیسے کوئی بانکا بے حیائی سے برہنہ ہو جاتا ہے۔"
(2 سموئیل، باب 6)

ابراہیم:

موسیٰ کے جانشین یسوع نے کہا:

"خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تمہارے آباء یعنی ابراہام اور نحور کا باپ تارح وغیرہ قدیم زمانہ میں بڑے دریا کے پار رہتے اور دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے تھے۔ ان دیوتاؤں کو دور کرو جن کی پرستش تمہارے باپ دادا بڑے دریا کے پار اور مصر میں کرتے تھے اور خداوند کی پرستش کرو۔"

(یشوع، باب 24)

یعنی اسرائیل کے آباؤ اجداد ابراہیم وغیرہ عراق میں دریائے فرات کے کنارے اور بعد میں خود بنی اسرائیل مصر میں بت پوجتے تھے اور یہ بت پرستی یشوع کے زیر مطالعہ خطاب کے دنوں بھی جاری تھی۔

سلیمان:

سلیمان کے عہد میں دولت بے تحاشا آئی۔ اس کی برائیاں اور گناہ بھی ساتھ تھے۔ اخلاقیات اور روحانیت کے زوال کا دور دورہ تھا۔ سلیمان نے بت پرست عورتوں سے شادیاں کیں۔ ان کے لیے اپنی ہیکل کے سامنے مندر بنائے اور بت پرست بیویوں کی تقلید میں خود بھی بت پرستی اختیار کی۔ چنانچہ لکھا ہے:

"سلیمان ان ہی کے عشق کا دم بھرنے لگا اور اس کے پاس سات سو شاہزادیاں اور تین سو حرمیں تھیں اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا، کیونکہ جب سلیمان بڈھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر لیا اور اس کا دل خداوند اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ رہا، جیسا کہ اس کے باپ داؤد کا دل تھا۔" (1-سلاطین، باب 11)

لوط:

اپنی بستیوں کی بربادی کے بعد غار میں رہنے لگا۔ دو راتیں شراب پی کر اپنی بیٹیوں کے ساتھ گزاریں۔ وہ حاملہ ہوگئیں۔ بڑی کے بیٹے کا نام موآب اور چھوٹی کے بیٹے کا نام عمون رکھا۔
(پیدائش، باب 19)

داؤد:

داؤد نے اپنے محل کی چھت پر سے نہاتی ہوئی خوبصورت پڑوسن بت سبع کو دیکھا۔ اسے بلا کر اس کے ساتھ صحبت کی اور وہ حاملہ ہوگئی۔ داؤد نے ہر چند چاہا کہ یہ حمل اس کے خاوند کے ذمہ لگ جائے۔ ناکامی پر اسے جنگ میں آگے بھجوا کر مروا ڈالا۔ (2۔ سموئیل، باب 11)

علماء:

''اس کے امراء اس میں گرجنے والے ببر ہیں۔ اس کے قاضی بھیڑیے ہیں جو شام کو نکلتے ہیں اور صبح تک کچھ نہیں چھوڑتے۔ اس کے نبی لاف زن اور دغاباز ہیں۔ اس کے کاہنوں نے پاک کو ناپاک ٹھہرایا اور انہوں نے شریعت کو مروڑا ہے۔'' (صفنیاہ، 3:3، 4)

کلامِ خدا میں تحریف:

''تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کے کلام کو بگاڑ ڈالا ہے۔'' (یرمیاہ، 36:23)
''تب یرمیاہ نے دوسرا طومار لیا اور باروک بن نیریاہ منشی کو دیا اور اس نے اس کتاب کی سب باتیں جسے شاہ یہوداہ یہویقیم نے آگ میں جلایا تھا، یرمیاہ کی زبانی اس میں لکھیں اور اس کے سوا ویسی ہی اور بہت سی باتیں ان میں بڑھا دی گئیں۔'' (یرمیاہ، 32:36)
نظرثانی شدہ پروٹسٹنٹ اردو بائبل 1974ء (جس کا متن اس رسالہ میں استعمال کیا گیا ہے) کی رو سے انجیل مرقس میں لکھا ہے:
''ایک شخص دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اس سے پوچھنے لگا کہ اے نیک استاد میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ یسوع نے اس سے کہا تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے کوئی نیک نہیں مگر ایک خدا۔'' (انجیل مرقس، 17:10، 18)
یہ واقعہ متی 16:19 اور لوقا 18:17 میں بھی بیان ہوا ہے۔
اس پر بائبل کے معروف مفسر پادری ڈملو لکھتے ہیں:

نیک استاد:

''نیک استاد، مرقس اور لوقا کے ہاں نوجوان کہتا ہے۔ ''اے نیک استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ اور مسیح جواب دیتا ہے تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟ وغیرہ۔ جب کہ متی کے

نزدیک نوجوان پوچھتا ہے اے استاد میں کون سی نیکی کروں کہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ مسیح جواب دیتا ہے تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ وغیرہ۔ (ریوائزڈ ورشن) مرقس اور لوقا کے متن کا حقیقی ہونا واضح ہے۔ انجیل متی کے مصنف نے (یا شاید کسی قدیم کاتب نے) کیونکہ یہ کہنے کی وجہ معقول ہے کہ متی کا اصل متن بھی مرقس اور لوقا کے مطابق ہی تھا۔ متن میں معمولی تحریف کر دی تاکہ پڑھنے والے کو یہ فرض کرنے سے روکا جاسکے کہ مسیح نیک ہونے سے انکاری تھا۔"

وفاتِ موسیٰ:

توریتِ موسوی کی کتاب استثناء کے آخری باب میں لکھا ہے:

"پس خداوند کے بندہ موسیٰ نے خداوند کے کہے کے مطابق وہیں موآب کے ملک میں وفات پائی اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغفور کے مقابل دفن کیا پر آج تک کسی آدمی کو اس کی قبر معلوم نہیں اور موسیٰ اپنی وفات کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا اور نہ تو اس کی آنکھ دھندلانے پائی اور نہ اس کی طبعی قوت کم ہوئی اور بنی اسرائیل موسیٰ کے لیے موآب کے میدانوں میں تیس دن تک روتے رہے۔ پھر موسیٰ کے لیے ماتم کرنے اور رونے پیٹنے کے دن ختم ہوئے.............. اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں، نہیں اٹھا۔"

کلام خدا کی وقعت: بنی اسرائیل کا مصر میں قیام:

اور بنی اسرائیل کو مصر میں بود و باش کرتے ہوئے چار سو تیس برس ہوئے تھے اور ان چار سو تیس برسوں کے گزر جانے پر ٹھیک اسی روز خداوند کا سارا لشکر ملک مصر سے نکل گیا۔" (خروج، 40:12)

یہودیوں کی احادیثوں و روایات کی کتاب تالمود کا بیان ہے:

"وہ مصر میں دو سو دس برس ہی رہے تھے۔"

(The Talmud Translated byProf.#H.#Polano:5636'P.168)

یہودی مفسر ڈاکٹر جے ایچ ہرٹز تصدیق کرتے ہیں:

"علماء یہود کا بیان ہے کہ ان چار سو تیس برسوں میں سے اسرائیلی مصر میں دو سو دس برس ہی رہے تھے۔"

(The Pentateuch and Haftorahs edited by Dr.J.H. Hartz C.H. late chief rabbi of the British Empire:1979,P.259)

اسماعیل کی عمر:

"اور اسماعیل کی کل عمر ایک سو سینتیس برس کی ہوئی تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی۔" (پیدائش، 17:25)

ڈاکٹر کیٹو بائبل سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اسماعیل نے ایک سو سات برس کی عمر میں وفات پائی۔"

(An Illustrated History of the Bible by John Kitto:1902,P.115)

اکلوتا کون:

اسماعیل، ابراہیم کا بیٹا تھا۔ ابراہیم کی دعاؤں اور آرزوؤں کی قبولیت کا نشان تھا، باپ کا وارث تھا۔ (پیدائش، باب 15) پہلا اسحاق کی خوشخبری ملنے پر بھی ابراہیم اسے ہی کافی سمجھتا تھا اور اسی کی زندگی کا خواہاں تھا۔ (پیدائش، 16:17-18)

اسحاق کی پیدائش پر ان تمام حقائق کو پس پشت ڈال کر لکھا ملتا ہے کہ اسحاق، ابراہیم کا "اکلوتا" بیٹا تھا۔ (پیدائش، 2:22)

جبکہ یہودی انسائیکلو پیڈیا میں مرقوم ہے۔

"اسحاق، ابراہیم کا دوسرا اور سارہ کا اکلوتا بیٹا تھا۔"

A New Concise Jewish Encyclopedia edited by Abraham Bustein :1962,P.60,Col.2

علماء کا روایات اور تحقیقات کو بائبل کے بیانات پر فوقیت دینے کا پڑھنے والے بچوں کے ننھے منے دلوں میں کلام خدا کی کیا وقعت اور قدر و منزلت رہ جائے گی۔

وہ نوعمری میں ہی کلام خدا کو موم کی ناک سمجھنے لگ جائیں گے!

بائبل کی بدی پروری

بائبل برائی سے نفرت نہیں دلاتی۔ بائبل برائی پر چشم پوشی کرتی ہے۔ بائبل برائی کے مرتکب کو سزا نہیں دیتی۔ بائبل برائی کی حوصلہ افزائی اور پرورش کرتی ہے۔

یہوداہ:

یعقوب کے ایک بیٹے یہوداہ کی بیوہ بہو تمر اس کے راستہ میں کسبی کا لباس پہن کر بیٹھ گئی۔ یہوداہ نے اسے فاحشہ سمجھ کر اپنی مہر، بازو بند اور لاٹھی دے کر اس سے مباشرت کی۔ تین ماہ بعد اس کے حمل کا بھید کھلا تو یہوداہ نے کہا اسے باہر لاؤ تاکہ جلائی جائے۔ جب اسے باہر نکالا گیا تو اس نے اپنے خسر کو کہلا بھیجا کہ مجھے اس شخص کا حمل ہے جس کی یہ چیزیں ہیں۔ اس پر بات آئی گئی ہوگئی۔ تمر نے دو جڑواں بیٹے فارص اور زارح جنے۔ نسب نامہ انجیل متی میں ان دونوں کو مسیح کے اجداد میں دکھایا گیا ہے۔

روبن:

سگی بہنیں لیاہ اور راخل یعقوب کی بیویاں تھیں۔ لیاہ کا بیٹا روبن، یعقوب کا پہلوٹھا تھا۔ راخل

کی لونڈی بلہاہ بھی یعقوب کی بیوی تھی۔ لکھا ہے:

''روبن نے جاکر اپنے باپ کی حرم بلہاہ سے مباشرت کی اور اسرائیل کو یہ معلوم ہوگیا۔'' (پیدائش، 22:35)

اسرائیل (یعقوب) نے کوئی ایکشن نہ لیا۔

امنون:

داؤد کا بیٹا امنون اپنی (باپ کی طرف سے سگی اور ماں کی طرف سے) خوبصورت سوتیلی بہن تمر پر عاشق ہوگیا۔ استاد یوندب کے سکھانے پر ''بیمار'' بن گیا۔ جب وہ اسے کھانا دینے گئی تو بیچاری سے زبردستی کر ڈالی۔ داؤد نے کوئی باز پرس نہ کی۔ (2- سموئیل، باب 13)

عیلی کے ظالم:

عیلی کاہن کے بیٹے بہت شریر تھے۔ وہ خدا کے گھر میں لوگوں سے حسب منشا چربی اور گوشت زبردستی وصول کرتے تھے۔ ''سو ان جوانوں کا گناہ خداوند کے حضور بہت بڑا تھا۔ کیونکہ لوگ خداوند کی قربانی سے گھن کرنے لگے تھے...... اور عیلی بہت بڈھا ہوگیا تھا اور اس نے سب کچھ سنا کہ اس کے بیٹے سارے اسرائیل میں کیا کیا کرتے ہیں اور ان عورتوں سے جو خیمہ اجتماع کے دروازہ پر خدمت کرتی تھیں۔ ہم آغوشی کرتے ہیں اور اس نے ان سے کہا تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ کیونکہ میں تمہاری بدذاتیاں تمام قوم سے سنتا ہوں۔ نہیں میرے بیٹو! یہ اچھی بات نہیں جو میں سنتا ہوں۔ تم خداوند کے لوگوں سے نافرمانی کراتے ہو۔'' (1- سموئیل، باب 2)

بائبل بُرائیوں کی استاد

بائبل میں دنیا جہان کی برائیوں کی باقاعدہ تعلیم، ترغیب، اجازت اور نسخے لکھے ہوئے ہیں۔

برہنگی کا حکم:

''اے عورتو! تم جو آرام میں ہو تھرتھراؤ۔ اے بے پرواؤ! مضطرب ہو، کپڑے اتار کر برہنہ ہوجاؤ، کمر پر ٹاٹ باندھو۔'' (یسعیاہ، 11:32)

خدا خود برہنہ کرے گا:

''خداوند صیون کی بیٹیوں کے سر گنجے اور یہوداہ ان کے بدن بے پردہ کرے گا۔''

(یسعیاہ، 17:3)

جب خداوند کے احکام و اعمال یہ ہوں تو بندے کیا کچھ نہیں کر گزریں گے!

لابن:

یعقوب اپنے ماموں لابن کی بیٹی راخل پر فریفتہ تھا۔ پر لابن نے دھوکہ سے حسین اور خوبصورت راخل کی بجائے چندھیالیاہ اس سے بیاہ دی۔ (پیدائش، باب29)

راخل:

باپ سے رخصت ہوتے وقت راخل اس کے بتوں کو چرالائی۔ وہ بتوں کو ڈھونڈنے آیا تو ''راخل ان بتوں کو لے کر اور ان کو اونٹ کے کجاوہ میں رکھ کر ان پر بیٹھ گئی۔'' سارے خیمے میں بت تھے نہ اسے ملے:

''تب وہ اپنے باپ سے کہنے لگی کہ اے میرے بزرگ! تو اس بات سے ناراض نہ ہونا کہ میں تیرے آگے اٹھ نہیں سکتی کیونکہ میں ایسے حال میں ہوں جو عورتوں کا ہوا کرتا ہے۔''

(پیدائش، باب 31)

بیوہ روت:

بیوہ روت اپنے رشتہ دار بوعز کے کھیت میں بالیں چننے جایا کرتی تھی۔ وہ اس پر مہربانی کرتا۔ ایک رات روت اپنی ساس کے کہنے پر نہا دھو، خوشبو لگا اور اپنی پوشاک پہن بوعز کے کھیت میں چلی گئی اور جب وہ غلہ کے ڈھیر کی ایک طرف جا کر لیٹ گیا تو وہ چپکے چپکے آئی اور اس کے پاؤں کھول کر لیٹ گئی۔ آدھی رات کو اسے پتہ چلا تو روت نے کہا۔'' تو اپنی اس لونڈی پر اپنا دامن پھیلا دے کیونکہ تو نزدیک کا قرابتی ہے۔'' (کتاب روت، باب 3)

داؤد:

داؤد نے بت پرست بادشاہ کے سامنے اپنے آپ کو دیوانہ سا بنالیا اور پھاٹک کے کواڑوں پر لکیریں کھینچنے لگا اور اپنی تھوک کو اپنی داڑھی پر بہانے لگا۔'' (1۔ سموئیل، 13:21)

زنا:

باپ بیٹے کی ان بن ہوگئی۔ داؤد اپنے بیٹے ابی سلوم کے ڈر سے یروشلم چھوڑ کر بھاگا۔ پیچھے اپنی دس حرمیں گھر کی نگرانی کو چھوڑ گیا...... ''سو انہوں نے محل کی چھت پر ابی سلوم کے لئے ایک تنبو کھڑا کر دیا اور ابی سلوم بنی اسرائیل کے سامنے اپنے باپ کی حرموں کے پاس گیا۔'' (2۔ سموئیل، ابواب 16,15)

جھوٹا ابراہیم:

ابراہیم نے جان بچانے کی خاطر شاہ مصر کے سامنے اپنی بیوی ساری کو اپنی بہن کہا۔

(پیدائش، 19:12)

اسحاق:

''پس اسحاق جرار میں رہنے لگا اور وہاں کے باشندوں نے اس کی بیوی کی بابت پوچھا۔ اس نے کہا وہ میری بہن ہے کیونکہ وہ اسے اپنی بیوی بتاتے ڈرا۔ یہ سوچ کر کہ کہیں ربقہ کے سبب سے وہاں کے لوگ اسے قتل نہ کر ڈالیں کیونکہ وہ خوبصورت تھی۔'' (پیدائش، 26:6،7)

سبھی جھوٹے:

''اور میں نے سامریہ کے نبیوں میں حماقت دیکھی۔ انہوں نے بعل کے نام سے نبوت کی اور میری قوم اسرائیل کو گمراہ کیا۔ میں نے یروشلیم کے نبیوں میں بھی ایک ہولناک بات دیکھی، وہ زناکار، جھوٹ کے پیرو اور بدکاروں کے حامی ہیں یہاں تک کہ کوئی اپنی شرارت سے باز نہیں آتا۔ وہ سب میرے نزدیک سدوم کی مانند اور اس کے باشندے عمورہ کی مانند ہیں۔'' (یرمیاہ، 23:13،14)

یرمیاہ:

یرمیاہ نبی نے بادشاہ کے کہنے پر امراء کے سامنے جھوٹ بولا۔ (یرمیاہ، باب 38)

ابراہیم:

بائبل میں ہاجرہ کو بار بار ابراہیم کی بیوی سارہ کی لونڈی اور اسماعیل کو لونڈی کا بیٹا لکھا گیا ہے۔ سارہ بے اولاد تھی۔ ابراہیم اپنے وارث کے بارے میں پریشان تھا۔ خدا نے اس کی دعا سنی اور بیٹے کی خوشخبری دی۔ (پیدائش، باب 15) لیکن ان کے ہاں بچہ پیدا نہ ہوا۔ اس زمانہ کا رواج تھا کہ ایسی صورت میں بیوی اپنی لونڈی خاوند کو پیش کر دیتی اور اس طرح جو بچہ پیدا ہوتا، وہ بیوی کی اولاد سمجھا جاتا تھا۔ اب عیسائی بیان پڑھئے۔ سارہ نے ابراہیم سے کہا:

> ''تم جانتے ہو کہ میں اس سے کتنی آزردہ ہوں کہ ہمارے ہاں کوئی بچہ نہیں ہے، مگر میری ایک لونڈی ہے اور اگر رواج کے مطابق وہ تمہاری داشتہ ہو جائے تو ممکن ہے اسی ڈھنگ سے ہمارا بھی کوئی بچہ پیدا ہو جائے۔ اس طرح ہاجرہ سے ابراہیم کا ایک بیٹا پیدا ہوا۔'' (تفصیلات کے لیے دیکھئے ''بزرگانِ بائبل'' مصنفہ مسز ہیلیڈ یا سٹوارٹ، مطبوعہ پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور، جون 67ء، صفحہ 7)

انگریزی بائبلوں میں ہاجرہ کو Concubine لکھا گیا ہے جس کے دو معانی ہوتے ہیں۔ دوسری بیوی اور دوسرے درجہ کی بیوی، لیکن ہاجرہ کو داشتہ پڑھنے والا تو سر پیٹ کے رہ جائے گا!
معصوم طلبہ اس سے ابراہیم کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟ اور زندگی میں کیا طرزِ عمل اختیار کریں گے؟

شراب علاجِ غم:

شراب اس کو پلاؤ جو مرنے پر ہے اور مے اس کو جو تلخ جان ہے تا کہ وہ پئے اور اپنی تنگدستی فراموش کرے اور اپنی تباہ حالی کو پھر یاد نہ کرے۔ (امثال، 6:31، 7)

لعنت:

بنی اسرائیل کی بابت ہے کہ "تب وہ ملک میں بھوکے اور خستہ حال پھریں گے اور یوں ہوگا کہ جب وہ بھوکے ہوں گے تو جان سے بیزار ہوں گے اور اپنے بادشاہ اور اپنے خدا پر لعنت کریں گے۔" (یسعیاہ، 21:9)

انہی یہودیوں کی بابت لکھا ہے:

"تم خداوند اپنے خدا کے فرزند ہو۔" (استثناء، 1:14)

"سُن اے آسمان اور کان لگا اے زمین کہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ میں نے لڑکوں کو پالا اور پوسا پر انہوں نے مجھ سے سرکشی کی۔ بیل اپنے مالک کو پہچانتا ہے اور گدھا اپنے صاحب کی چرنی کو لیکن بنی اسرائیل نہیں جانتے۔ میرے لوگ کچھ نہیں سوچتے۔ آہ خطا کار گروہ، بدکرداری سے لدی ہوئی قوم، بدکرداروں کی نسل، مکار اولاد جنہوں نے خداوند کو ترک کیا اور اسرائیل کے قدوس کو حقیر جانا اور گمراہ و برگشتہ ہوگئے۔" (یسعیاہ، 2:1 تا 4)

تعلیماتِ مسیح

والدین کو ستانا:

مسیح کے ماں باپ عید منا کر یروشلیم سے واپس ہوگئے پر مسیح ان کے ساتھ نہ گیا۔ ایک منزل فاصلہ طے کر کے پتہ چلا تو وہ بیچارے سخت پریشانی کے عالم میں جلتے کڑھتے اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے واپس یروشلم پہنچے تو مسیح نے ان سے کہا "تم مجھے کیوں ڈھونڈتے تھے؟ کیا تم کو معلوم نہ تھا کہ مجھے اپنے باپ کے ہاں ہونا ضرور ہے؟ مگر جو بات اس نے ان سے کہی وہ نہ سمجھے۔" (انجیلِ لوقا، باب 2)

ماں کے حضور گستاخی:

مسیح کی ماں اور بھائی اسے ملنے گئے، خبر ملنے پر مسیح نے جواب میں کہا "کون ہے میری ماں اور کون ہیں میرے بھائی اور اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا دیکھو میری ماں اور میرے بھائی یہ ہیں۔" (انجیلِ متی، 49:12)

ماں سے بدتمیزی:

ایک شادی کی دعوت میں شراب ختم ہوگئی تو مسیح کی ماں نے اسے بتایا۔ اس پر مسیح نے اس

سے کہا ''اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔'' (یوحنا، باب 2)

پہلے ڈاکو:

مسیح نے کہا:

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بھیڑوں کا دروازہ میں ہوں۔ جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں۔ مگر بھیڑوں نے ان کی نہ سنی۔'' (یوحنا، 7:10، 8)

صلح پسندی:

مسیح کا قول ہے:

''یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا ہوں۔ صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں کیونکہ میں اس لیے آیا ہوں کہ آدمی کو اس کے باپ سے اور بیٹی کو اس کی ماں سے اور بہو کو اس کی ساس سے جدا کر دوں اور آدمی کے دشمن اس کے گھر ہی کے لوگ ہوں گے۔'' (متی، 34:10،36)

ہٹلر اور عیسائیت:

معروف جرمن ڈکٹیٹر ایڈولف ہٹلر نوعمری میں رومن کیتھولک عیسائی تھا۔ بعدازاں وہ مذہب ہی سے متنفر ہوگیا۔ عیسائیت کا سخت دشمن تھا۔ اس کا ایک دست راس ہملر کہا کرتا تھا:

''عیسائیت کو بیخ و بن سے اکھاڑے بغیر ہم چین سے نہیں بیٹھیں گے۔''

یہودیوں پر ہٹلر کے مظالم مشہور ہیں، جب کہ عیسائیوں پر بھی اس کے مظالم بے حدوحساب ہیں۔ اس کا قول ہے:

''انسانیت کے واسطے عیسائیت سب سے کاری ضرب تھی۔ اشتراکیت اس کا حرامی بچہ ہے اور دونوں یہودیوں کی ایجادات ہیں۔''

(A History of The Catholic Church.Chap.16)

ہدایت پسندی:

مسیح تمثیلوں میں باتیں کرتا تھا۔ شاگردوں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے ان سے کہا۔

''تم کو خدا کی بادشاہی کا بھید دیا گیا ہے، مگر ان کے لیے جو باہر ہیں، سب باتیں تمثیلوں میں ہوتی ہیں تاکہ وہ دیکھتے ہوئے دیکھیں اور معلوم نہ کریں اور سنتے ہوئے سنیں اور نہ سمجھیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ رجوع لائیں اور معافی پائیں۔'' (انجیلِ مرقس، 10:4 تا 12)

جھوٹ پسندی:

مسیح کے بھائیوں نے اسے عید میں چلنے کو کہا۔ اس پر اس نے جواب دیا:

''تم عید میں جاؤ، میں ابھی اس عید میں نہیں جاتا کیونکہ ابھی تک میرا وقت پورا نہیں ہوا......
لیکن جب اس کے بھائی عید میں چلے گئے اس وقت وہ بھی گیا۔ ظاہراً نہیں بلکہ پوشیدہ۔''
(انجیلِ یوحنا، باب 7)

غیر یہود کتے:

ایک عورت جس کی چھوٹی بیٹی میں ناپاک روح تھی، اس کی خبر سن کر آئی اور اس کے قدموں پر گری۔ یہ عورت یونانی تھی۔ اس نے اس سے درخواست کی کہ بدروح کو اس کی بیٹی میں سے نکالے۔ مسیح نے جواب میں کہا:

''لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈال دینا اچھا نہیں۔'' (متی، 25:7)

دولت اور نجات:

مسیح نے پھر جواب میں ان سے کہا:

''بچو! لوگ دولت پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ان کے لیے خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا کیا ہی مشکل ہے! اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے گزر جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو۔'' (مرقس، 24:10)

شاگردانِ مسیح

بارہ شاگرد مسیح کی خاص الخاص کمائی تھی۔

پطرس کی مسیح کو ملامت:

''اس نے ان سے کہا مگر تم مجھے کیا کہتے ہو؟ شمعون پطرس نے جواب میں کہا تُو زندہ خدا کا بیٹا مسیح ہے۔ یسوع نے جواب میں اس سے کہا مبارک ہے تو شمعون بریوناہ کیونکہ یہ بات گوشت اور خون نے نہیں بلکہ میرے باپ نے جو آسمان پر ہے تجھ پر ظاہر کی ہے اور میں بھی تجھ سے کہتا ہوں کہ تو پطرس ہے اور میں اس پتھر پر اپنی کلیسا بناؤں گا اور عالم ارواح کے دروازے اس پر غالب آئیں گے۔ میں آسمان کی بادشاہی کی کنجیاں تجھے دوں گا اور جو کچھ تو زمین پر باندھے گا وہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ تو زمین پر کھولے گا وہ آسمان پر کھلے گا...... اس پر پطرس اس کو الگ لے جا کر ملامت کرنے لگا کہ اے خداوند خدا نہ کرے۔ یہ تجھ پر ہرگز نہیں آنے کا۔ اس نے پھر کر پطرس سے کہا اے شیطان! میرے سامنے سے دُور ہو۔ تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے۔ کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ آدمیوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔'' (متی، باب 16)

پطرس کا انکار:

پطرس کو وہ بات جو یسوع نے اس سے کہی تھی، یاد آئی کہ مرغ کے دوبار بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا اور اس پر غور کرکے وہ رو پڑا۔" (مرقس، 22:14)

غدار شاگرد:

مسیح کے ایک شاگرد یہوداہ سکریوتی نے یہودی سرداروں سے کہا "اگر میں اسے تمہارے حوالے کرا دوں تو مجھے کیا دو گے؟ انہوں نے اسے تیس روپے تول کردے دیئے۔" (متی، 26:14، 15) "وہ آ کر فی الفور اس کے پاس گیا اور کہا اے ربی! اور اس کے بوسے لیے۔ انہوں نے اس پر ہاتھ ڈال کر اسے پکڑ لیا...... اس پر سب شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ (مرقس، 50,46,45:14)

تعلیماتِ پولوس

موجودہ عیسائیت مسیح کے ایک خود ساختہ شاگرد پولوس کے افکار پر قائم ہے۔ یہودی مسیح کا پیغام برائے یہود ہی تھا۔ پولوس نے اسے بگاڑ کر غیر یہود کے لیے عام کیا۔

جھوٹ:

"اگر میرے جھوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے۔" (رومی، 7:3)

حرام حلال کی تمیز ختم:

"جو کچھ قصابوں کی دکانوں پر بکتا ہے، وہ کھاؤ اور دینی امتیاز کے سبب سے کچھ نہ پوچھو...... اگر بے ایمانوں میں سے کوئی تمہاری دعوت کرے اور تم جانے پر راضی ہو تو جو کچھ تمہارے آگے رکھا جائے، اسے کھاؤ اور دینی امتیاز کے سبب سے کچھ نہ پوچھو۔" (1- کرنتھی، 25:10، 27)

توریت لعنت، مسیح لعنتی:

"مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا، اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا، وہ لعنتی ہے۔" (گلتی، 13:3)

غلط بیانی:

پولوس، قوم یہود، یہودی شریعت اور ہیکل کے خلاف تعلیم دیا کرتا تھا۔ بت پرستوں میں انہی بنیادوں پر اس کا پیغام مقبول تھا۔ بت پرستوں کو یہودی ہیکل میں ایک خاص مقام تک ہی جانے کی اجازت ہوتی تھی لیکن پولوس بت پرستوں کو وہاں لے جا کر عبادت میں شامل کیا کرتا تھا۔ یہ تھے وہ جرائم

جن کی بناء پر یہودیوں نے اسے ہیکل میں پکڑا اور باہر لے جا کر مارنے پیٹنے لگے۔ اس پر رومی حاکم نے اسے گرفتار کر لیا اور اگلی صبح علماء یہود کی عدالت میں پیش کیا۔ یہودیوں کے دو فرقے صدوقی اور فریسی آپس میں بڑے مخالف تھے۔ پولوس نے غلط بیانی اور جھوٹ سے کام لے کر اپنی جان بچائی۔ بائبل کا بیان ہے:

''جب پولوس نے یہ معلوم کیا کہ بعض صدوقی ہیں اور بعض فریسی تو عدالت میں پکار کر کہا اے بھائیو! میں فریسی اور فریسیوں کی اولاد ہوں۔ مردوں کی اُمید اور قیامت کے بارے میں مجھ پر مقدمہ ہو رہا ہے۔ جب اس نے یہ کہا تو فریسیوں اور صدوقیوں میں تکرار ہوئی اور حاضرین میں پھوٹ پڑ گئی اور جب بڑی تکرار ہوئی تو پلٹن کے سردار نے اس خوف سے کہ مبادا پولوس کے ٹکڑے کر دیئے جائیں، فوج کو حکم دیا کہ اسے ان میں سے زبردستی نکالو اور قلعہ میں لے آیا۔''
(تفصیلات، کتاب اعمال، 27:21 تا 10:23)

خدا بیوقوف اور کمزور:

خدا کی بیوقوفی آدمیوں کی حکمت سے زیادہ حکمت والی ہے اور خدا کی کمزوری آدمیوں کے زور سے زیادہ زور آور ہے۔'' (1- کرنتھی، 25:2)

نیکی کی بیخ کنی:

''جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں۔ وہ سب لعنت کے ماتحت ہیں۔ مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا، اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا۔'' (گلتی، باب 3)

بائبل کی قابلِ غور روش

عیسائیت کا کھاتا بہت کھلا ہے۔ گناہ پر گناہ کی تعلیمات در تعلیمات مطالعہ کی جا چکیں۔ اب بائبل کی اختتامی ہدایات پڑھیے اور ہر اچھائی، برائی، بلاتمیز کیجئے۔ جو جی چاہے، حسب منشا کر گزریے۔ چنانچہ لکھا ہے:

گناہ کی چھٹی:

''پھر اس نے مجھ سے کہا اس کتاب کی نبوت کی باتوں کو پوشیدہ نہ رکھ۔ کیونکہ وقت نزدیک ہے۔ جو برائی کرتا ہے وہ برائی ہی کرتا رہے اور جو نجس ہے، وہ نجس ہی ہوتا جائے اور جو راست باز ہے، وہ راست بازی ہی کرتا جائے۔'' (مکاشفہ 11:22)

خدا معلوم ہم یہ سمجھنے میں کہاں تک حق بجانب ہیں کہ اس مضمون کا خلاصہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے

بانی مارٹن لوتھر کی زبانی ان الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے:

''گناہ کرو...... دلیری سے کرو...... لیکن مسیح پر ایمان رکھو۔''

(''انتظامِ نجات'' مصنفہ ریورنڈ فادر پروڈنٹ، مطبوعہ 1958ء صفحہ 59)

کفارہ:

خدا کی نافرمانی اور انسان کو گناہ پر ابھارنے میں عیسائی عقیدہ کفارہ کا حصہ بھی کافی زیادہ ہے۔

''سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔'' (رومی، 23:2)

''پس جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب سے موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی اس لیے کہ سب نے گناہ کیا۔'' (رومی، 12:5)

''جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر موا۔'' (رومی، 9:5)

''چنانچہ میں نے سب سے پہلی تم کو وہی بات پہنچا دی، جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لیے مؤا۔'' (1- کرنتھی، 3:15)

جب لوگوں کو بتایا جائے کہ تم پیدائشی گنہگار ہو تو وہ یہ کہہ کر گناہ کرنے پر شیر ہوں گے کہ جب گناہ ہماری سرشت ہے، گناہ ہمارے خون میں شامل ہے تو ہم اس سے فرار کیسے کر سکتے ہیں؟ گناہ کرنا تو ہماری فطری مجبوری ہے!

پھر وہ یہ جان کر کہ مسیح کو اپنے گناہوں کے بدلہ میں مصلوب مان لینا مسئلہ گناہ کا کافی وشافی اور ریڈی میڈ علاج اور حل موجود ہے تو یار لوگ کھلی موجیں لوٹیں گے!

عیسائیت کی بت پرستی اور سیکولر ذہنیت اس جلتی پر تیل کا کام دیں گی!

علمی اور نظریاتی لحاظ سے اس کی توجیہ خواہ کچھ بھی کی جائے، عملی طور پر کفارہ کا نتیجہ یہی ہے۔

خیال رہے کہ بت پرست کسی قاعدے، ضابطے، شرح، شریعت، آسمانی احکام، کتاب، نبی کی ہدایات کے قائل نہیں ہوتے۔ ان کا مذہب ان کے جسم پر، گھر اور مندر کی چار دیواری تک محدود ہوتا ہے۔ باہر نکلتے ہی وہ نعرہ مارتے ہیں۔

''کھاؤ، پیو، مزے اڑاؤ...... کل نام کال کا ہے۔''

عیسائیوں کی تجویز سے بچہ کا دس سال بائبل پڑھنے کے بعد مکمل مسیح ہو کر نکلنا تو تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن مطالعۂ بائبل کی بناء پر یہ کہنا شاید ناممکن ہو کہ وہ ''کبھی بھی بے راہ روی کا شکار نہیں ہوگا۔''

ناقابلِ یقین

نوعمر اور ناپختہ ذہن بچوں کو بائبل پڑھانے سے ان کے ایمان کو خطرہ ہے، کیونکہ بائبل میں ناقابلِ یقین، ناقابلِ فہم اور ناقابلِ تاویل باتیں درج ہیں۔ انہیں پڑھنے والے بچوں کا بائبل سے باغی ہو جانا عین ممکن ہے۔ مثلاً

سورج اور چاند کی گردشوں کا رکنا:

''یشوع نے خداوند کے حضور بنی اسرائیل کے سامنے یہ کہا:

اے سورج! تُو جبعون پر
اور اے چاند! تو وادی ایالون میں ٹھہرا رہ
اور سورج ٹھہر گیا اور چاند تھما رہا
جب تک قوم نے اپنے دشمنوں سے اپنا انتقام نہ لے لیا۔

اور سورج آسمان کے بیچوں بیچ ٹھہرا رہا اور تقریباً سارے دن ڈوبنے میں جلدی نہ کی اور ایسا دن نہ کبھی اس سے پہلے ہوا اور نہ اس کے بعد جس میں خداوند نے کسی آدمی کی بات سنی ہو کیونکہ خداوند اسرائیلیوں کی خاطر لڑا۔'' (یشوع، باب 10)

یشوع اور داؤد کی فتوحات:

''پھر اس وقت یشوع نے آ کر عناقیم کو کوہستانی یعنی جبعون اور دبیر اور عناب سے بلکہ یہوداہ کے سارے کوہستانی ملک اور اسرائیل کے سارے کوہستانی ملک سے کاٹ ڈالا۔'' (یشوع، 21:11)

975 قبل مسیح میں سلیمان کی وفات کے بعد اس کی سلطنت دو ٹکڑوں (یہوداہ کے ملک اور اسرائیل کے ملک) میں بٹ گئی۔ صرف یہوداہ کے قبیلہ نے سلیمان کے بیٹے رجعام کا ساتھ دیا۔ باقی سارے بنی اسرائیلی یربعام باغی کے ساتھ مل گئے تھے۔ یربعام کے ملک کو اسرائیل پکارا گیا تھا۔
(1- سلاطین، 20:12)

موسیٰ کے جانشین یشوع کی مذکورہ فتوحات 450 ق م میں ہوئیں۔
مشکل یہ ہے کہ یشوع کے پونے پانچ سو سال بعد قائم ہونے والے ممالک کا ذکر یشوع کی فتوحات میں کیسے آ گیا؟

''اس کے بعد فلستیوں کے ساتھ پھر جوب میں لڑائی ہوئی۔ تب حوساتی سبکی نے سف کو جو دیو زادوں میں سے تھا، قتل کیا اور پھر فلستیوں سے جوب میں ایک اور لڑائی ہوئی۔ تب الحنان بن تعیری نے ازجیم جو بیت لحم کا تھا، جاتی جولیت کو قتل کیا۔ جس کے نیزہ کی چھڑ جلاہے کے شہتیر کی طرح تھی۔ پھر جات میں لڑائی ہوئی اور وہاں ایک بڑا قدآور شخص تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں چھ چھ انگلیاں تھیں جو سب کی سب گنتی میں چوبیس تھیں اور یہ بھی اس دیو سے پیدا ہوا تھا۔ جب اس نے اسرائیلیوں کی فضیحت کی تو داؤد کے بھائی سمعی کے بیٹے یونتن نے اسے قتل کیا۔ یہ چاروں اس دیو سے جات میں پیدا ہوئے تھے اور داؤد کے ہاتھ سے اور اس کے خادموں کے ہاتھوں سے مارے گئے۔''
(2- سموئیل، 21: 18 تا 22)

بیٹا باپ سے 2 سال بڑا:

''یہورام جب سلطنت کرنے لگا تو بتیس برس کا تھا اور اس نے آٹھ برس یروشلم میں سلطنت کی۔'' (2-تواریخ، 5:21)

''سو شاہ یہوداہ، یہورام کا بیٹا اخزیاہ بادشاہ ہوا۔ اخزیاہ بیالیس برس کا تھا جب وہ سلطنت کرنے لگا۔'' (2-تواریخ، 2:22)

چالیس برس کی عمر پانے والے باپ کی وفات پر بیٹا تخت نشین ہوا تو وہ بیالیس برس کا تھا!

معجزات مسیح:

''اور بھی بہت سے کام ہیں جو یسوع نے کیے۔ اگر وہ جدا جدا لکھے جاتے تو میں سمجھتا ہوں کہ جو کتابیں لکھی جاتیں، ان کے لیے دنیا میں گنجائش نہ ہوتی۔'' (انجیلِ یوحنا، 25:21)

بائبل کا ُبت پرستانہ تصورِ خدا

بائبل کو سکولوں میں بطور درسی کتاب ہرگز ہرگز نہیں پڑھایا جانا چاہیے، کیونکہ بائبل بُرائیوں کی جڑ ہے۔ برائیوں کی اصل الاصول ہے۔ بائبل برائیوں کی بنیاد ہے۔ بائبل برائیوں کی منبع اور ماں، بت پرستی کی وارث امین، محافظ اور مبلغ ہے، بائبل دنیا کی قدیم بت پرستیوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ بائبل خدا کا بت پرستوں والا تصور پیش کرتی ہے کہ اس کا قاری خالقِ کائنات کو انتہائی قابلِ عزت واحترام قادر مطلق ہستی سمجھنے کی بجائے اسے (نعوذ باللہ) حقیر و ذلیل ایک عام مجبور و بے بس، لاچار اور معمولی درجہ کا گنہگار انسان خیال کرنے لگتا ہے۔

حق تعالیٰ ہی کو گاجر یں مولیاں سمجھنے والے خدا پرست سے کسی انسانی شخصیت کی عزت وتوقیر، قانون کی پاسداری اور قواعد وضوابط کی پابندی کی کیسے اور کیونکر توقع رکھی جاسکتی ہے؟ چند جھلکیاں ملاحظہ کیجئے۔

خدا کی سیر:

''اور انہوں نے خداوند خدا کی آواز جو ٹھنڈے وقت باغ میں پھرتا تھا، سُنی۔''
(پیدائش، 8:3)

خدا کے بیٹوں کی شادی:

''جب روئے زمین پر آدمی بہت بڑھنے لگے اور ان کی بیٹیاں پیدا ہوئیں تو خدا کے بیٹوں نے آدمی کی بیٹیوں کو دیکھا کہ وہ خوبصورت ہیں اور جن کو انہوں نے ُچنا ان سے بیاہ کرلیا۔

ان دنوں زمین پر جبار تھے اور بعد میں جب خدا کے بیٹے انسان کی بیٹیوں کے پاس گئے تو

ان کے لیے ان سے اولاد ہوئی۔ یہی قدیم زمانہ کے سورما ہیں جو بڑے نامور ہوئے ہیں۔"

خدا کا ملول ہونا:

"اور خداوند نے دیکھا کہ زمین پر انسان کی بدی بہت بڑھ گئی اور اس کے دل کے تصور اور خیال سدا برے ہی ہوتے ہیں۔ تب خداوند زمین پر انسان کو پیدا کرنے سے ملول ہوا اور دل میں غم کیا اور خداوند نے کہا کہ میں انسان کو جسے میں نے پیدا کیا، روئے زمین پر سے مٹا ڈالوں گا۔ انسان سے لے کر حیوان اور رینگنے والے جاندار اور ہوا کے پرندوں تک کیونکہ میں ان کے بنانے سے ملول ہوں۔"
(پیدائش، باب 6)

خدا کا خوشبو سونگھنا:

تب نوح نے...... مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائیں اور خداوند نے ان کی راحت انگیز خوشبو لی۔" (پیدائش 8:20)

خدا کا علم:

"پھر خداوند نے فرمایا چونکہ سدوم اور عمورہ کا شور بڑھ گیا اور ان کا جرم نہایت سنگین ہو گیا ہے۔ اس لئے میں اب جا کر دیکھوں گا کہ کیا انہوں نے سراسر ویسا ہی کیا ہے۔ جیسا شور میرے کان تک پہنچا ہے اور اگر نہیں کیا تو میں معلوم کروں گا۔" (پیدائش، 18:12)

خدا کی کشتی:

"خدا نے یعقوب سے کشتی لڑی اور پچھاڑ کھائی اور یعقوب کی شرط مان کر جان چھڑائی۔"
(پیدائش، باب 32)

خدا کے علاوہ الٰہ:

"خداوند تمہارا خدا الٰہوں کا الٰہ خداوندوں کا خدا ہے۔" (استثناء، 10:17)
"اور الٰہوں کے الٰہ کے خلاف بہت سی حیرت انگیز باتیں کہے گا۔" (دانی ایل، 11:26)

خدا کروبی پر سوار:

"میں اپنے خدا کے حضور چلایا
اس نے اپنی ہیکل میں سے میری آواز سنی
اور میری فریاد اس کے کان میں پہنچی
تب زمین ہل گئی اور کانپ اٹھی
اور آسمان کی بنیادوں نے جنبش کھائی

اور ہل گئیں۔ اس لیے کہ وہ غضبناک ہوا
اس کے نتھنوں سے دھواں اٹھا
اور اس کے منہ سے آگ نکل کر بھسم کرنے لگی
کوئلے اس سے دہک اٹھے
اس نے آسمانوں کو بھی جھکا دیا اور نیچے اتر آیا
اور اس کے پاؤں تلے گہری تاریکی تھی
وہ کروبی پر سوار ہو کر اڑا
اور ہوا کے بازوؤں پر دکھائی دیا
اور اس نے اپنے چوگرد تاریکی کو اور پانی کے اجتماع
اور آسمان کے دَلدار بادلوں کو شامیانے بنایا
اس جھلک سے جو اس کے آگے آگے تھی
آگ کے کوئلے سلگ گئے
خداوند آسمان سے گرجا
اور حق تعالیٰ نے اپنی آواز سنائی
اس نے تیر چلا کر ان کو پراگندہ کیا
اور بجلی سے ان کو شکست دی۔'' (2-سموئیل، 22:7 تا 15)

خدا کا ستانا:

''اے میرے دوستو مجھ پر ترس کھاؤ۔ ترس کھاؤ! کیونکہ خدا کا ہاتھ مجھ پر بھاری ہے۔ تم کیوں خدا کی طرح مجھے ستاتے ہو۔'' (ایوب، 19:21، 22)

خدا کی فریب خوردگی:

یعقوب نے اپنے عمر رسیدہ باپ اسحاق کو دھوکا دے کر عیسو کو ملنے والی برکت خود ہتھیا لی تھی یعنی بنی اسرائیل کی برکت جس کا سب سے بڑا ثبوت خود بائبل کا وجود ہے۔ مسیح خدا بھی اسی برکت کا ایک مظہر ہے، فراڈ پر مبنی تھی!

بوڑھے اسحاق کو تو معذور سمجھا جا سکتا ہے
خدا بھی کیوں اس فریب میں آ گیا تھا؟
خدا نے اس نہلے پر دہلا کیوں مارا تھا؟
کیا خدا بھی فریب کھا سکتا ہے؟

خدا فتنہ پرور:

بنی اسرائیل کے سب قبیلوں نے اپنے ایک قبیلہ بن یمین کو اس کی کرتوتوں کی وجہ سے تہس نہس کر ڈالا تو پھر:

"بن یمین کی وجہ سے پچھتائے اس لیے کہ خداوند نے اسرائیل کے قبیلوں میں رخنہ ڈال دیا تھا۔" (قضاۃ، 15:21)

"تب میں نے کہا افسوس اے خداوند خدا یقیناً تو نے ان لوگوں اور یروشلم کو یہ کہہ کر دغا دی کہ تم سلامت رہو گے حالانکہ تلوار جان تک پہنچ گئی ہے۔" (یرمیاہ، 10:4)

مقام فکر ہے کہ جب خدا ہی ستانے والا، فتنہ پرور اور دغا باز ٹھہرے تو اس کے بندوں کا ٹھکانا کہاں ہوگا؟ ایسے خدا کے ماننے والوں کے اخلاق اور کردار و اعمال کا تصور کون کرے گا؟ دنیا بھر میں یہودیوں کی شرانگیز کارروائیاں زبان زد عام ہیں۔ عیسائی ان کی مذہبی کتب کو مقدس ماننے اور ان کے مندرجات پر عمل کرنے میں ان کے شاگردانِ رشید ہیں۔

خدا کی جھوٹی پیش گوئیاں:

"لیکن داؤد پر اور اس کی نسل پر اور اس کے گھر پر اور اس کے تخت پر ابد تک خداوند کی طرف سے سلامتی ہوگی۔" (1-سلاطین، 33:2)

"میں نے اپنے برگزیدہ کے ساتھ عہد باندھا ہے میں نے اپنے بندہ داؤد سے قسم کھائی ہے۔ میں تیری نسل کو ہمیشہ کے لیے قائم کروں گا اور تیرے تخت کو پشت در پشت بنائے رکھوں گا۔" (زبور 89:3،4)

"لیکن سلیمان بادشاہ مبارک ہوگا اور داؤد کا تخت خداوند کے حضور ہمیشہ قائم رہے گا۔" (1-سلاطین، 25:2)

اب ہے کسے داؤد کی نسل کا اتہ پتہ؟
داؤد کے گھر اور تخت پر ابد تک سلامتی!؟
قوم یہود لٹ پٹ کر اقوام عالم میں جا بکھری
آہ! کیا مطلب ہے خدا کی ان فرامین نما پیشگوئیوں کا؟

خدا حجام:

"اس روز خداوند اس استرے سے جو دریائے فرات کے پار سے کرایہ پر لیا، یعنی اشور کے بادشاہ سے سر اور پاؤں کے بال مونڈے گا اور اس سے داڑھی بھی کھرچی جائے گی۔" (یسعیاہ، 20:8)

خدا کی تلوار:

"دیکھو خداوند اپنے مقام سے چلا آتا ہے تا کہ زمین کے باشندوں کو ان کی بدکرداری کی سزا دے...... اس وقت خداوند اپنی سخت اور بڑی اور مضبوط تلوار سے اژدھا یعنی تیز رو سانپ کو اور اژدھا یعنی پیچیدہ سانپ کو سزا دے گا اور دریائی اژدھا کو قتل کرے گا۔" (یسعیاہ، 21:26)

خدا کا بازو:

"دیکھو خداوند دور ہی سے چلا آتا ہے۔ اس کا غضب بھڑکا اور دھوئیں کا بادل اٹھا اور اس کے لب قہر آلود اور اس کی زبان بھسم کرنے والی آگ کی مانند ہے۔اس کا دم ندی کے سیلاب کی مانند ہے جو گردن تک پہنچ جائے۔ وہ قوموں کو ہلاکت کے چھاج میں پھٹکے گا اور لوگوں کے جبڑوں میں لگام ڈالے گا تا کہ ان کو گمراہ کرے...... کیونکہ خداوند اپنی جلالی آواز سنائے گا اور اپنے قہر کی شدت اور آتشِ سوزاں کے شعلے اور سیلاب اور آندھی اور اولوں کے ساتھ اپنا بازو نیچے لائے گا۔ ہاں خداوند کی آواز ہی سے اسور تباہ ہوجائے گا۔ وہ اسے لٹھ سے مارے گا اور اس قضا کے لٹھ کی ہر ایک ضرب جو خداوند اس پر لگائے گا، دف اور بربط کے ساتھ ہوگی اور وہ اس سے سخت لڑائی لڑے گا۔" (یسعیاہ، 27:30)

خداوند مہیب بہادر:

"خداوند مہیب بہادر کی مانند میری طرف ہے۔" (یرمیاہ، 11:20)

خدا کا ہانپنا:

"میں مدت سے چپ رہا، میں خاموش رہا اور ضبط کرتا رہا۔ پر اب میں دردِ زہ والی کی طرح چلاؤں گا، میں ہانپوں گا اور زور زور سے سانس لوں گا۔" (یسعیاہ، 14:42)

خدا کی ناک میں دھواں:

"یہ میری ناک میں دھوئیں کی مانند اور دن بھر جلنے والی آگ کی طرح ہیں۔"
(یسعیاہ، 6:65)

خدا کا تنگ آنا:

"میں تو ترس کھاتے کھاتے تنگ آ گیا۔" (یرمیاہ، 6:14)

خدا کے پہلوٹھے بیٹے:

"اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے۔" (خروج، 22:5)

''میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے۔'' (یرمیاہ، 9:31)

خدا کی شکل:

یہ خدا کی شکل وصورت کا نقشہ ہے۔

''......اور اس فضا سے اوپر جوان کے سروں کے اوپر تھی تخت کی صورت تھی اور اس کی صورت نیلم کے پتھر کی سی تھی اور اس تخت نما صورت پر کسی انسان کی سی شبیہ اس کے اوپر نظر آتی تھی......''
تفصیلات حزقی ایل، باب اوّل)

نجاست سے پکانا:

''اور تو جو کے پھلکے کھانا اور ان کی آنکھوں کے سامنے انسان کی نجاست سے ان کو پکانا اور خداوند نے فرمایا کہ اسی طرح سے بنی اسرائیل اپنی ناپاک روٹیوں کو ان اقوام کے درمیان جن میں ان کو آوارہ کروں گا، کھایا کریں گے۔'' (حزقی ایل، 12:4، 13)

قارورہ پینا:

''کیا اس نے مجھے ان لوگوں کے پاس نہیں بھیجا جو تمہارے ساتھ اپنی ہی نجاست کھاتے اور اپنا ہی قارورہ پینے کو دیوار پر بیٹھے ہیں۔'' (2- سلاطین، 27:8)

بھارت کا ایک ہندو بت پرست آنجہانی نائب وزیر اعظم مرار جی ڈیسائی بھی روزانہ اپنا ہی چھ اونس پیشاب پیا کرتا تھا!

قومِ یہود ایک فاحشہ عورت:

بنی اسرائیل کی نافرمانیوں، حکم عدولیوں، بدکاریوں اور بت پرستیوں کو کسی اور پیرائے میں بھی بیان کیا جاسکتا تھا۔ یہ کلام، مقدس شان الٰہی کے شایان ہے؟

> ''......لیکن تو نے اپنی خوبصورتی پر تکیہ کیا اور اپنی شہرت کے وسیلہ سے بدکاری کرنے لگی اور ہر ایک کے ساتھ جس کا تیری طرف گزر ہوا خوب فاحشہ بنی اور اسی کی ہوگئی......لوگ سب کسبیوں کو ہدیے دیتے ہیں پر تُو اپنے یاروں کو ہدیے اور تحفے دیتی ہے تا کہ وہ چاروں طرف سے تیرے پاس آئیں اور تیرے ساتھ بدکاری کریں۔'' (حزقی ایل، باب 15)

''سو وہ پھر ان یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا۔ اس طرح تُو نے اپنی جوانی کی شہوت پرستی کو جب کہ مصری تیری جوانی کی چھاتیوں کے سبب سے تیرے پستان ملتے تھے پھر یاد کیا۔''

''ہاں انہوں نے اپنے بتوں سے بدکاری کی اور اپنے بیٹوں کو جو مجھ سے پیدا ہوئے آگ

سے گزارا کہ بتوں کی نذر ہو کر ہلاک ہوں۔'' (حزقی ایل، باب 23)

''رب الافواج فرماتا ہے دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اور تیرے سامنے سے تیرا دامن اٹھا دوں گا اور قوموں کو تیری برہنگی اور مملکتوں کو تیرا ستر دکھلاؤں گا اور نجاست تجھ پر ڈالوں گا اور تجھے رسوا کروں گا۔'' (ناحوم، 5:3)

غلط پیشگوئیاں:

اس فرمانِ خداوندی کا کیا بنا؟

''وہ خداوند کی پیروی کریں گے جو شیر ببر کی طرح گرجے گا کیونکہ وہ گرجے گا اور اس کے فرزند مغرب کی طرف سے کانپتے ہوئے آئیں گے۔ وہ مصر سے پرندہ کی طرح اور اسور کے ملک سے کبوتر کی مانند کانپتے ہوئے آئیں گے اور میں ان کو گھروں میں بساؤں گا۔ خداوند فرماتا ہے۔'' (ہوسیع، 11:11)

برہنہ خدا:

''اس لیے میں ماتم و نوحہ کروں گا۔ میں ننگا اور برہنہ ہو کر پھروں گا۔ میں گیدڑوں کی طرح چلاؤں گا اور شتر مرغوں کی مانند غم کروں گا۔'' (میکاہ، 8:1)

''اور دنیا کے تمام قبائل پر جو بادشاہ رب الافواج کے حضور سجدہ کرنے کو یروشلم میں نہ آئیں گے مینہ نہ برسے گا اور اگر قبائل مصر جن پر بارش نہیں ہوتی نہ آئیں تو ان پر وہی عذاب نازل ہوگا جس کو خداوند ان غیر قوموں پر نازل کرے گا جو عید خیام منانے کو نہ آئیں گی۔ اہل مصر اور ان سب قوموں کی جو عید خیام منانے کو نہ جائیں، یہی سزا ہوگی۔'' (زکریا، 7:14)

اب یہودیوں کا وہ مندر غائب غلہ ہے۔ وہاں عیدیں منانے کی ریت خواب و خیال ہو چکی ہے! یہ سب کچھ کب ہوگا؟

''یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے۔'' (متی، 22:1، 23)

کلام مقدس کی یہ پیشگوئی در پیش گوئی پوری کوئی نہ ہوئی۔ عیسائی کتبِ مقدسہ میں مسیح کا نام عمانوایل رکھے جانے کا کہیں بھی مذکور نہیں ہے۔

ارواح پرستی:

''میں نے دیکھا کہ خداوند اپنے تخت پر بیٹھا ہے اور سارا آسمانی لشکر اس کے دائیں اور بائیں کھڑا ہے اور خداوند نے فرمایا کون اخی اب کو بہکائے گا تاکہ وہ چڑھائی کرے اور رامات جلعاد میں کھیت آئے؟ تب کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ لیکن ایک روح نکل کر خداوند کے سامنے کھڑی ہوئی اور

کہا میں اسے بہکاؤں گی۔ خداوند نے اس سے پوچھا کس طرح۔ اس نے کہا میں جا کر اس کے سب نبیوں کے منہ میں جھوٹ بولنے والی روح بن جاؤں گی۔ اس نے کہا تو اسے بہکاوے گی اور غالب بھی ہوگی۔ روانہ ہو جا اور ایسا ہی کر'' (1-اسلاطین، 22:19 تا 22)

خدا کی تذلیل:

عیسائی عقیدہ میں مسیح خدا تھا۔ بالکل ٹھیک اور صحیح خالق کائنات خدا!

مصلوبیت سے پیشتر مسیح کی جو تذلیل و توہین کی گئی وہ خدا کے ایک برگزیدہ بندے سے متعلق بھی ناقابلِ تصور اور ناقابلِ فہم ہے چہ جائکہ خدا کی مخلوق اور خدا کے بندے، خود خالق کائنات خدا کی طرح مٹی پلید کریں اور مذاق اڑائیں!

''اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا اور اس کے مکے مارے اور بعض نے طمانچے مار کر کہا اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تجھے کس نے مارا؟''

(انجیلِ متی، 67:46)

''اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے۔ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے۔'' (متی، 29:27، 30)

''اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے، اس پر لعن طعن کرتے تھے۔''

(متی، 24:27)

العیاذ باللہ! وہ خدا تھا کہ مٹی کا مادھو تھا! توبہ!! توبہ!!!

اس قدر کمزور و لاچار اور بے بس خدا کا تصور رکھنے والے بچے کیا کسی حاکمِ قانون اور بڑے کی حکم برداری، عزت، قدر اور فرمان برداری کریں گے؟

مسیح خدا نے صلیب پر چلا چلا کر بڑی کسمپرسی کے عالم میں جان دے دی۔

(متی، 45:27، 50)

خدا کے مرنے سے عجیب تر اور اچرج حادثہ فاجعہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ موجودہ دور تو بال کی کھال اتارنے کا ہے۔ بچے اساتذہ کا مغز چاٹیں گے اور گھر میں بڑوں سے پوچھیں گے کیا خدا بھی مر سکتا ہے؟

وہ کیا خدا ہے جسے انسانوں نے سسکا سسکا کر مصلوبیت کی اذیتیں دے دے کر مار ڈالا تھا؟

خدا مر گیا تھا تو نظام عالم کیسے چلتا رہا؟

کیا اس سے Deitism اور دہریت کو تقویت نہیں ملتی؟ Deitist لوگوں کا کہنا ہے کہ خدا نے کائنات پیدا تو ٹھیک کی تھی لیکن اب وہ خاموش تماشائی بنا بیٹھا ہے۔ یہ نظمِ کائنات خود بخود چل رہا ہے!

خدا کا مر جانا ُبت پرست ذہنیت کا نقطۂ عروج ہے:

بیسویں صدی کی خیرہ کن علمی، تہذیبی اور سائنسی ترقی کے اس ہوشربا دور میں جب کہ حضرتِ انسان نے خوابوں کی سرزمین چاند کی مٹی، پتھر بھی زمین پر ڈھو مارے ہیں اور تجربہ گاہ میں ان کا تجزیہ کر ڈالا ہے!

بچوں کو سبقاً پڑھانا کہ بُت پرست رومی سپاہیوں نے عدیم المثال اہانت وتحقیر کے بعد خدا کو مصلوبیت کی لعنتی موت مار دیا تھا!

مفتوح اقوام سے سلوک کا حکم:

''جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور ان کو مار لے تو تُو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا، تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا اور نہ ان پر رحم کرنا۔'' (استثناء، 2:7)

تعمیل:

''اور ان شہروں کے تمام مالِ غنیمت اور چوپاؤں کو بنی اسرائیل نے اپنے واسطے لُوٹ میں لے لیا لیکن ہر ایک آدمی کو تلوار کی دھار سے قتل کیا۔ یہاں تک کہ ان کو نابود کر دیا اور ایک متنفس کو بھی باقی نہ چھوڑا۔'' (یشوع، 14:11)

خدا عورت ہے؟

''خداوند یوں فرماتا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے۔ (خروج، 22:5)

میں اسرائیل کا باپ ہوں اور افرائیم میرا پہلوٹھا ہے۔'' (یرمیاہ، 9:31)

وضاحت:

دونوں حوالوں میں اسرائیل سے یعقوب کی نسل، ساری بنی اسرائیلی قوم، مراد ہے۔

افرائیم یوسف کا بیٹا اور یعقوب کا پوتا تھا۔

پہلے حوالہ میں یہودی خدا کے پہلوٹھے ہیں دوسرے کی رُو سے صرف افرائیم!

عورت جو پہلا بیٹا جنے، اسے پہلوٹھا کہتے ہیں۔

ان حوالوں سے تحریک نسواں کی عید ہوگئی!

خدا کا عورت ہونا واضح ہے۔

''اور جو اسرائیل کی قوت ہے وہ نہ تو جھوٹ بولتا اور نہ پچھتاتا ہے، کیونکہ وہ انسان نہیں ہے کہ پچھتائے۔'' (1-سموئیل، 29:15) اس کے متصل بعد چھٹا فقرہ ہے:

''اور خداوند ساؤل کو بنی اسرائیل کا بادشاہ کر کے ملول ہوا'' (1-سموئیل، 35:15)

خدا کا نوح کو حکم دینا

خدا نوح کو کشی بنانے کا حکم دے رہا ہے۔ (پیدائش، 6:14 تا 22) (صفحہ 298)
خداوند کا خوف دانائی کا شروع ہے۔ (امثال، 111:10)
تیرا کلام میرے قدموں کے لیے چراغ
اور میری راہ کے لیے روشنی ہے۔ (زبور، 119:115)
مجھے اجازت دو تو میں بھی کچھ کہوں گا۔ (ایوب، 21:3)
جو میری سنتا ہے وہ محفوظ ہوگا اور آفت سے ڈر کر اطمینان سے رہے گا۔ (امثال، 1:33)
میرے فہم پر کان لگا تا کہ تو تمیز کو محفوظ رکھے
اور تیرے لب علم کا نگہبان ہوں۔ (امثال، 5:1،2)
میرے منہ کی سب باتیں صداقت کی ہیں
ان میں کچھ ٹیڑھا ترچھا نہیں ہے
سمجھنے والے کے لئے وہ سب صاف ہیں
اور علم حاصل کرنے والوں کے لیے راست ہیں۔ (امثال، 8:8،9)
جو کلام کی تحقیر کرتا ہے اپنے آپ پر ہلاکت لاتا ہے، پر جو فرمان سے ڈرتا ہے اجر پائے گا۔
(امثال 13:13)

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے!

✿……✿……✿

پیش کار: خواجہ حامد بن جمیل

بائبل میں فحش تصاویر

بائبل مقدس کی بے حرمتی کا نیا اقدام

گذشتہ اشاعت میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا تھا کہ اردو کے موجودہ اور مروجہ ترجمہ کی نظرثانی کی کوشش کی جارہی ہے اور اس مہم میں پاکستان میں حاضر غیر ملکی مشنری اور ان کے حواری سرگرم ہیں۔ اکتوبر میں ان کی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ موجودہ اردو ترجمہ کی نظرثانی کی جائے اور فی الحال رومیوں کے نام خط کو تختہ مشق بنایا جائے۔ نہ معلوم کونسی کمیٹی اس ''کار خیر'' کے لیے مقرر کی گئی ہے تاہم عوام کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون سے ''علماء'' ہیں جو اپنے آپ کو اس قابل تصور کر رہے ہیں۔

عوام کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں جہاں نئے ترجمے کیے جا رہے ہیں' وہاں نام نہاد جدید علمی دریافتوں کا بہانہ بنا کر نئی بدعتی تعلیم کو بھی متن میں داخل کیا جا رہا ہے۔ مثلاً یسعیاہ ۷: ۱۴ میں ''کنواری'' کی جگہ ''جوان عورت'' کا استعمال اور یوحنا ۳: ۱۶ میں ''اپنا اکلوتا بیٹا'' کی جگہ محض ''اپنا بیٹا'' نیز مرقس ۱۶: ۹۔۲۰ اور یوحنا ۸: ۱۔۱۱ کو متن سے خارج کر کے نئی علمی دریافت کا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے۔ ستم تو یہ ہے کہ انجیل مقدس کے قدیم صحیح یونانی متن کو بھی نیا رنگ دینے کی جسارت کی گئی ہے۔ یہ اقدام اس لیے کیا گیا ہے کہ نیا ترجمہ کرنے والے عوام کو بتا سکیں کہ ہم یونانی متن کی پیروی کر رہے ہیں۔ خدا کے کلام کے بارے میں ایسی دیدہ دلیری ایک زبردست اور مہلک ترین سازش ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ بعض لیڈر کلیسائی تنازعات کی آڑ لے کر اس خوفناک سازش کی مخالفت کی جرأت نہیں کر رہے اور ذاتی مفاد کے پیش نظر مشنریوں کو ناراض کرنا نہیں چاہتے۔ خداوند تمام ایسے لوگوں سے حساب لے گا۔

انگلستان کے عیسائی لیڈروں کا نیا احمقانہ اقدام بھی ملاحظہ فرمائیں۔ حال ہی میں پرانے عہد نامہ کا ایک نیا ایڈیشن آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کی طرف سے شائع کیا گیا ہے جس میں انگلستان کے جید مصوروں کی تیار کردہ عریاں تصاویر بھی شائع کر دی گئی ہیں۔ امثال کی چند ایک آیات کی تشریح کرنے کے لیے ننگی تصویریں کلام کے اندر رکھ دی گئی ہیں۔ حیرت تو یہ ہے کہ عیسائی دنیا کے عظیم مذہبی رہنما آرچ

بشپ آف کنٹر بری نے بھی اس ایڈیشن کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے۔

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی

معلوم انگلستان کے عیسائی اس بے غیرتی پر کیوں خاموش ہیں۔ اور وہاں کے پاکستانی عیسائی اس ایڈیشن کے خلاف اپنی زبان کھولنے سے کیوں ڈرتے ہیں۔

بے دینی کے اس دور میں بائبل مقدس کی شان میں ناقابل برداشت گستاخی کی جارہی ہے اور پاکستانی عیسائیوں کو اس امر میں اپنی ایمانی غیرت اور حمیت کا اظہار ضرور کرنا چاہیے۔

یو پی چرچ آف پاکستان کے افسران اوران کی ایگزیکٹو کمیٹی کے ارکان نے آرچ بشپ آف کنٹر بری کو احتجاج کا خط لکھا ہے اور آکسفورڈ یونیورسٹی پریس پر ملامت کا ووٹ پاس کیا ہے۔ امید ہے کہ ہر غیرت مند عیسائی پرانے عہد نامہ کی اس نئی ایڈیشن کے خلاف اپنی آواز بلند کرے گا۔ اور ادارہ ''کلامِ حق'' کو اپنی آراء سے مطلع کرے گا۔ (ایڈیٹر)

(عیسائی ماہنامہ: کلام حق' جلد 4' شمارہ 3' تھیولاجیکل سیمنری' گوجرانوالہ' نومبر 1968ء' ص 2)

✿......✿......✿

پیش کار: خواجہ حامد بن جمیل

Old Testament Gets a Sexy New Look

London (UPI). Britain's Oxford University Press has given the old testament a new look with earthy, explicity illustrations, including one of a nude couple making love.

Christians regard the Bible as a record of revelations that lie at the basis of their faith.

Some might judge the new five volume Oxforrd University Press edition of the Old Testament published yesterday too revealing.

The drawing of a couple having sex illustrates the song of Solomon.

Another of a naked girl with a sunflower illustrates the Biblical proverb: "Man that is born of woman, he cometh forth like a flower, and is cut down."

The three daughters of Job are shown naked.

A modern-day business executive wearing horned-rim glasses is shown contemplating a half-naked woman in black tights. Beneath is the proverb: "To deliver thee from the strange woman, even from the stranger which flatterth with her words."

The book raised the bushy eyebrows of the Archbishop of Canterbury, Dr. Michael Ramsey, who toured an exhibition of the

drawings.

The Archbishop, 63, clerical leader of the Anglican Church, walkded quickly by the drawing of the couple making love and tried unsuccessfully to persuade photographers not to take his picture with the daughters of Job.

But after recovering from his initial shock, Dr. Ramsey said the "result is really rather exciting" and a " service to religion and art."

"You see, I think we've suffered in the past from the painters of the Old Testament, "he said, "They tried to be realistic and so often this has resulted in drawings that are purely sentimental and sometimes nauseating.

"We have to realize that the Old Testament really is about people, the actual world in which we live. It gives a very down-to-earth picture of human life----human life in all its crudity.

A Spookesman for Oxford University Press said, "We don't consider these illustrations in any way shocking. All are done by artists of worth who are perfectly sincere. The Bible does deal with people. It's not an abstract document."

The drawings were done by British artists John Bratby, Cyril Reason, Carol Annand, Peter Blake, David Hockney and Edward Burra.

The publishers said the new edition will be a limited print of 700 copies of each volume and will also be on sale in the United States. A spokesman said there are plans for similar treatment of the the New Testament.

(عیسائی ماہنامہ: کلامِ حق' جلد4' شمارہ3' تھیولاجیکل سیمنری' گوجرانوالہ' نومبر1968ء ص3)

پیش کار: خواجہ حامد بن جمیل

”جنس، شادی اور طلاق“......ایک مغربی عیسائی جریدے کا سروے

(چند ماہ پہلے کرسچئٹی ٹوڈے“ نے اپنے قارئین میں سے پندرہ سو کے نام ”جنس، شادی اور طلاق“ کے حوالے سے ایک سوال نامہ ارسال کیا تھا۔ ان میں سے دو تہائی نے سوالنامے کا جواب دیا، جریدے کے زیادہ تر قارئین چرچ رہنما ہیں، اگرچہ یہ سب مشنری نہیں ہیں۔ سوال نامے کا جن قارئین نے جواب دیا، ان میں سے تین چوتھائی مرد تھے۔ ”کرسچئٹی ٹوڈے“ کے دسمبر 1992ء کے شمارے میں مدیراعلیٰ جناب ہڈن روبنسن کے تبصرے کے ساتھ سوال نامے اور اس سے حاصل شدہ جوابات پر مبنی ایک مفصل رپورٹ شائع ہوئی ہے۔ ماہنامہ ”فوکس“ (لیسٹر) نے ”کرسچئٹی ٹوڈے“ کے اس سروے کے اہم نکات فروری 1993ء کی اشاعت میں پیش کیے ہیں جو بہ شکریہ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔ مدیر)

1- شادی شدہ زندگی کے تسلسل کا سبب

جواب دینے والوں میں سے 28 فیصد نے زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر طلاق کے بارے میں سوچا ہے۔ ان میں سے 9/10 نے بتایا ہے کہ شادی کے بارے میں عیسائی تعلیمات پر ایمان نے انہیں یکجا رہنے میں مدد دی ہے۔

صرف 1/10 کا خیال ہے کہ خاندان یا دوستوں کی مداخلت ان کی شادی شدہ زندگی کو بچانے میں مددگار ثابت ہوئی ہے۔

2- مدد کا حصول

وہ لوگ جنہیں اپنی شادی شدہ زندگی قائم رکھنے کے لیے مدد کی ضرورت پڑی، ان میں 61 فیصد نے عیسائی معالج سے رجوع کیا۔

41 فیصد نے پادری سے رجوع کیا اور 18 فیصد نے غیر عیسائی معالج سے مدد لی۔

3- طلاق کے بارے میں عقیدہ۔

ستر فیصد نے اس بیان سے اتفاق کیا کہ ''طلاق دینا خداوند تعالیٰ کے کسی دوسرے حکم کی خلاف ورزی سے زیادہ بڑا گناہ نہیں۔''

بیس فیصد اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ کسی طلاق شدہ یا طلاق کے بعد دوسری شادی کرنے والے کو ڈیکن (منتظم کلیسیا) یا ایلڈر نہیں بننا چاہیے۔ تیس فیصد کے خیال میں طلاق کسی شخص کو پاسٹر کے منصب کے لیے نااہل بنا دیتی ہے۔

4- پہلی شادی کی ناکامی پر دوسری شادی

73 فیصد جواب دینے والے کسی عیسائی کے ایک شادی کے ناکام ہونے پر دوسری شادی کے حق کو تسلیم کرتے ہیں بشرطیکہ پہلے رفیق زندگی نے ناجائز جنسی تعلقات رکھے ہوں یا دوسری شادی کر لی ہو۔

5- جنسی گناہ کا اعتراف

چالیس فیصد جواب دہندگان نے، جن کی حال ہی میں شادی ہوئی ہے، شادی سے پہلے جنسی عمل سے گزرنے کا اعتراف کیا۔

چودہ فیصد نے شادی شدہ زندگی کے باوجود ناجائز جنسی تعلق کا اعتراف کیا۔

6- جنس پر بائبل کے نقطہ نظر کی تبلیغ

39 فیصد کا خیال ہے کہ چرچ جانے والے ان کے ساتھی جنسی اخلاق پر بائبل کی تعلیمات سننے کے خواہش مند ہیں۔

7- طلاق شدہ کی مدد

ایسے چرچ جہاں اتوار کے اجتماع میں حاضری دوسو یا اس سے کم ہوتی ہے، صرف 6 فیصد میں طلاق شدہ لوگوں کے لیے امدادی گروپ کام کر رہے ہیں۔ تاہم ایسے چرچوں میں جہاں اتوار کا اجتماع کم از کم ایک ہزار افراد پر مشتمل ہوتا ہے، 65 فیصد میں امدادی گروپ موجود ہیں۔

8- خداوند کا لطف و کرم اور سچائی

طلاق شدہ افراد میں 21 فیصد کا خیال ہے کہ طلاق کے زمانے میں چرچ نے ان کی مدد /بھرپور مدد کی۔

ساٹھ فیصد کو یہ اخلاقی و دینی مدد اپنے خاندان سے حاصل ہوئی۔

(''عالم اسلام اور عیسائیت''۔ 29 جلد 3، شمارہ 7 (انسٹیٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، جولائی 1993ء) ص 28-29)

خواجہ حامد بن جمیل

پادریوں کے رنگ ڈھنگ

پی ٹی ایل مخفف ہے Praise the Lord (خداوند کی تعریف کرو) یا People that Love (محبت کرنے والوں کی جماعت) امریکی پادریوں کی یہ متمول تنظیم ٹی وی پر عیسائیت کی تبلیغ کرتی ہے۔ دیارِ مغرب میں سو سے زائد ٹی وی چینل پر یہ پروگرام دیکھے جاسکتے ہیں۔ جم بیکر۔ پی ٹی ایل کا بانی جو اس تنظیم سے مستعفی ہو چکا ہے۔ جیسی گاہاہن' بیس سالہ سیکرٹری جس کے ساتھ جم بیکر نے 1980ء میں فلوریڈا کے ہوٹل میں زنا کیا۔ ٹیمی فائی' ٹیمی' ٹیمی بیکر مسز بیکر' فائی' جم بیکر کی بیوی۔ گرے پیکسٹن' گرے پیکسٹن' مسٹر پیکسٹن مشہور گلوکار اور نغمہ نگار جس پر ٹیمی کے ساتھ زنا کرنے کا الزام ہے۔

کیرن پیکسٹن' گرے کیرن' مسز پیکسٹن' گرے پیکسٹن کی بیوی جسے اب طلاق ہو چکی ہے۔

لنڈا اولسن: فائی کی سابقہ بیوی۔

تہذیب تمہاری اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا
(اقبال)

پادریوں کی زندگی کے حالات ہم بلاتبصرہ ٹورنٹو (کینیڈا) کے مشہور اخبار The Toronto Sun سے ترجمہ کرکے شائع کر رہے ہیں۔

پادریوں نے گندگی کے کیڑے کو مسل ڈالا

جب دوزخ ٹی وی کی جنگ مقدس میں کود پڑا

کیرولیٹ این سی (یو پی آئی) گذشتہ روز اورل رابرٹس بھی ٹی وی مبشرین کی جنگ میں کود پڑا' کیونکہ جوشیلا پادری جمی سواگرٹ پی ٹی ایل کے بانی جم بیکر کی 1980ء والی جنسی لغزش کی بنا پر اسے گرانے کے لیے ''غیر مقدس اتحاد'' میں شریک ہو گیا تھا۔

رابرٹس نے پادریوں کی اپنی جماعت کو تاکید کی کہ وہ بیکر اور اس کی بیوی ٹیمی کے گرد

''حفاظتی دیوار'' تعمیر کرنے کے لیے روپیہ پانی کی طرح بہا دیں۔ یاد رہے کہ میاں بیوی نے جمعرات کے دن پی ٹی ایل اور اسمبلیز آف گاڈ دونوں ٹیموں سے استعفیٰ دے دیا تھا۔ بیکر کے وکیل نے اسے جنگ مقدس قرار دیا۔

سواگرٹ کا کہنا ہے کہ وہ بذریعہ ٹی۔ وی عیسائیت کی تبلیغ کرنے والوں کے بارے میں سخت پریشان ہے۔ یسوع مسیح کی انجیل کی حالت اتنی ناگفتہ بہ کبھی بھی نہ تھی۔ نارتھ کیرولینا اسمبلیز آف گاڈ کے سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر چارلس ایچ کک مین نے بیکر پر اپنا منصب سنبھالنے کے لیے دباؤ ڈالا تو اس نے ہمدردانہ غور کرنے کا وعدہ کیا۔

مورل میجارٹی لیڈر فالویل نے پی ٹی ایل پراجیکٹ مالیتی 17 کروڑ 20 لاکھ ڈالر کا چارج لینے کے بعد اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کی کوشش کی جس میں اسے نہ ہونے کے برابر کامیابی ہوئی۔

گذشتہ روز بیکر اور اس کی بیوی نے اپنے ٹی وی پروگرام ''جم اینڈ ٹیمی شو'' میں حصہ نہ لیا۔ پی ٹی ایل کے ایک نمائندہ نے کہا۔ ''ٹیمی بیمار تھی' کوئی خاص بات نہیں۔'' وہ منشیات کے استعمال کی لت میں مبتلا تھی۔ کیلیفورنیا میں زیر علاج ہے۔

نیو یارک میں پی ٹی ایل کے وکیل نارمن گرٹ مین نے کہا کہ سواگرٹ اور بیکر باہم ناراض ہیں۔ کیونکہ پی ٹی ایل نے سواگرٹ سے ذاتی اور بالخصوص کیتھولک کلیسیا پر حملے کروائے تھے۔ پی ٹی ایل کے وکیل نے کہا' یہ تین لاکھ 90 ہزار گھروں کا معاملہ ہے جو پی ٹی ایل کو چندہ دیتے ہیں۔

ماہر نفسیات فریڈ گراس نے کہا: بیکر نے اسے یہ بتانے کی اجازت دے دی ہے کہ اس نے کلیسیا کی طرف سے مقرر کردہ سیکرٹری جیسی کاہن کے ساتھ 1980ء میں فلاریڈا کے ہوٹل میں رنگ رلیاں منائیں۔ گراس نے کہا۔

''وہ آہیں بھرتا تھا۔ اس قدر لڑکھڑا رہا تھا کہ مجھے اس کو سہارا دینا پڑا۔ دس منٹ میں ہم فرش پر تھے۔ اس کا چہرہ قالین میں چھپا ہوا تھا۔ وہ سسکیاں لیتا' ٹانگیں ہلاتا اور چیخیں مار رہا تھا...... جو ہوا سو ہوا۔''

ہاہن نے نیویارک کے اخبار نیوز ڈے کو بتایا کہ پی ٹی ایل کے ایک لاکھ 15 ہزار ڈالر کے چیک میں سے اس نے ''صرف چند ڈالر'' ہی وصول کیے۔ بیکر اس رقم کو بلیک میل قرار دیتا تھا۔ وہ مصر تھی کہ ''میں نے پہلی بار خود ہی پیش نہیں کیا تھا۔'' انٹرویو میں ہاہن نے تسلیم کیا کہ اسے دوسروں نے بھی استعمال کیا تھا۔ لیکن وہ کسی کو نقصان پہنچانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔

اسی دوران گذشتہ روز ایک اور پادری ماروِن گورمن نے 9 کروڑ ڈالر ہرجانہ کا مقدمہ دائر کردیا ہے۔ اس نے الزام لگایا ہے کہ جب وہ نیویارک میں فسٹ اسمبلیز آف گاڈ کا پادری تھا تو سواگرٹ نے اس پر زناکاری کا الزام لگا کر اس کی 15 سالہ ملازمت پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

جم بیکر اس کی بیوی ٹیمی بیکر اور جمی سواگرٹ کے فوٹوؤں کے نیچے لکھا ہے: ''حریف واعظ جمی سواگرٹ پر الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے جم اور ٹیمی بیکر کی پی ٹی ایل آسامی پر قبضہ کرنے کے لیے رقم لگائی۔''

ہنستی مسکراتی فوٹو کے نیچے لکھا ہے: ''جیسی کاہن عمر 27 سال اپنے نیویارک والے مکان کے باہر اخباری رپورٹروں کو ٹی وی مبشر جمی بیکر کے ساتھ 1980ء میں پہلی جنسی ملاقات کی تفاصیل بتا رہی ہے۔ (The Toronto Sun, Wednesday, March 25, 1987)

پی ٹی ایل کے نئے سربراہ کا کلیسیائی اتحاد پر زور

امتحان میں متحد رہو اور باقی سب کچھ نظر انداز کر دو۔ اجتماع سے خطاب

(کیمتی انگلش نمائندہ ٹورنٹو سٹار سے) فورٹ ہل ایس سی۔ رسوائے زمانہ پی ٹی ایل کے نئے صدر نے گزشتہ روز اپنے پیروکاروں کو تاکید کی کہ ایمان میں متحد رہو۔ اور باقی سب کچھ نظر انداز کر دو۔ پی ٹی ایل کے بانی پر زنا' بلیک میل' منشیات کے استعمال اور کلیسیائی جھگڑوں کے وحشت ناک الزامات لگے تو اس نے تنظیم سے استعفیٰ دے دیا۔ چنانچہ پچھلے ہفتے پادری رچرڈ ڈارچ کو صدر مقرر کیا گیا۔ اس نے کہا کہ موجودہ بحران امتحان کا امتحان ہے۔ پادری ڈارچ نے کہا ''مصیبت بہترین ذریعہ تعلیم ہوتی ہے۔''

میاں بیوی کے لیے دعا

دو گھنٹوں کی دعائیہ عبادت کے آخر میں بیس منٹ کے پرجوش وعظ میں ڈارچ نے کہا۔ ''شیطان ہمیشہ کمزور ترین کڑی پر حملہ آور ہوتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ ہم لڑتے جھگڑتے رہیں۔ ہم جھگڑوں سے دور پیار محبت سے رہیں گے' تو خدا ہمیں اتفاق بخشے گا۔ ہم مل جل کر ایمان میں اکٹھے چلتے رہیں گے۔ اور اپنے اذہان سے ادھر ادھر کی باتیں باہر نکال پھینکیں گے۔ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے۔ وقت آنے پر یہ باتیں بھولی بسری داستانیں بن کے رہ جائیں گی۔ اس کی تقریر کے دوران مجمع میں سے ''سب تعریف خدا کے لیے اور خداوند کی حمد ہو۔'' کے نعرے بلند ہوتے رہے۔

ڈارچ نے کلیسیا کو باایمان رہنے اور بیکر اور اس کی بیوی ٹیمی فائی کے لیے دعا کرنے کی تاکید کی۔ پچھلے ہفتہ دونو میاں بیوی کیلیفورنیا بھاگ گئے تھے۔ وہاں فائی علیل ہے۔ چندہ دینا پی ٹی ایل کی ہر عبادت کا حصہ ہوتا۔ نئے صدر نے کلیسیا کو تحفے دینے کی حد مقرر کر دی اور اسے موجودہ مشکلات کا حل بتایا۔ جب کہ گرجا گھر کے خدام تحائف وصول کرنے میں منہمک تھے۔ اس نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان دنوں ہمیں خداوند کی اور آپ کی مدد کی سخت ضرورت ہے۔

بیکر کی طرف سے 1980ء میں اپنی بیس سالہ سیکرٹری کے ساتھ ناجائز تعلقات علی الاعلان تسلیم کرنے کے چند روز بعد ڈارچ کو 17 کروڑ 20 لاکھ ڈالر کے پروگرام اور پی ٹی ایل کلب کا صدر

مقرر کیا گیا تھا۔ بیکر نے کہا کہ اسے اور پی ٹی ایل تنظیم کو سابق دھوکا باز دوستوں نے بلیک میل کیا ہے۔ پی ٹی ایل جسے پانچ لاکھ عیسائیوں کی نمائندہ تنظیم ہونے کا دعوٰی ہے۔ وہ بھی دغا باز دوستوں کے بغض و عناد کا نشانہ بنی۔ بیکر کے وکیل نے الزام لگایا کہ اس سازش کی تہہ میں جمی سواگرٹ کا ہاتھ تھا۔ جب سواگرٹ نے اس الزام کی صحت تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ تو بتایا گیا کہ بیکر نے جس عورت سے زنا کیا تھا' اسے 2 لاکھ 65 ہزار ڈالر ادا کیے گئے تھے تاکہ وہ یہ راز افشا نہ کرے۔

پچھلے ہفتہ ڈارچ نے معاملات کو سلجھایا اور تنظیم کو سنبھالا' جبکہ آوازے کسے جا رہے تھے کہ اسے بھی مستعفی ہو جانا چاہیے۔ اس ہفتہ کے دوران پی ٹی ایل کی بنیادی تنظیم ڈارچ کا کردار تعین کرے گی۔ ڈارچ کا خطاب نئے عیسائیوں سے تھا جو بیرون ملک سے آئے ہوئے تھے۔ اس کے وعظ کے دوران تالیاں بجتے اور تعاون کے نعرے مارتے رہے۔ بعد میں جن لوگوں کے انٹرویو لیے گئے' ان کا کہنا تھا کہ کلیسیائی مشکلات نے ان کے ایمان کو متاثر نہیں کیا ہے۔ 15 ڈالر ماہانہ چندہ دینے والے ارل رابرٹسن نے کہا۔ ''میرا خیال ہے کہ ہمارا انجیل کی تبلیغ کرنا بجا و درست ہے۔ ہمیں ان کی اور زیادہ مدد کرنی چاہیے۔ جہاں تک جمی بیکر کا تعلق ہے۔ وہ بھی ایک انسان ہے۔ ہم سب غلطیاں کرتے ہیں۔ جم اور ٹیمی واپس آ جائیں گے یہ ان کے بس برے دن ہیں۔''

باب اور کیرول بلسما کہتے ہیں کہ کلیسیائی بدنامیاں ان کے ایمان کو نہیں ڈگمگائیں گی۔ اگر تم مسیح پر ایمان رکھتے ہو تو ایسی باتیں تمہیں باہم قریب لائیں گی۔ اگر مسیح پر تمہارا ایمان نہ ہو' تو ایسے امور زاہد خشک بنا دیتے ہیں۔ باب نے کہا۔ ''میں یہ نہیں کہتا کہ جمی بیکر نے جو کچھ کیا وہ درست ہے۔ اس نے غلط کام کیا کیونکہ وہ انسان ہے۔ (The Toronto Sun, Monday March 30, 1987)

ہونٹ بند رکھو اور ڈھیلا لباس پہنو

پی ٹی ایل کو بدنام کرنے والی عورت کو نصیحت

نیویارک (اے پی) جم بیکر کے ساتھ جس عورت کے جنسی سکینڈل نے اے ٹی وی پر تبلیغ اور پی ٹی ایل کی سربراہی سے استعفٰی دلوایا۔ اس عورت کے وکیل نے اسے ہدایت کی ہے کہ وہ ڈھیلے کپڑے پہنے اور منہ بند رکھے۔ پادری پال روپر نے بیکر کے پی ٹی ایل تنظیم کے ساتھ 2 لاکھ 65 ہزار ڈالر کا سودا کیا تھا۔ اس نے ایک اخباری بیان میں افسوس ظاہر کیا کہ جیسی کا ہاہن پائیں باغ میں جسم کے ساتھ چپکا لباس پہن کر سیر کرتی ہے۔ میں نے تحریری طور پر مشورہ دیا ہے اور ٹیلیفون پر بھی کہا ہے کہ وہ منہ بند رکھے اور کچھ نہ بولے' یا وہ اپنی تمام کہانی پادریوں پر مشتمل عدالت کو سنائے۔

روپر کا بیان لانگ آئلینڈ سے چھپنے والے اخبار نیوز ڈے میں شائع ہوا ہے۔

(The Toronto Sun, Monday March 30, 1987)

بیکر فیملی خدا پر ایمان رکھتی ہے

ہم تباہ ہو کر رہ گئے ہیں

مسکیگن ہک (یو پی آئی) جمی بیکر نے اپنے شہر کے اخبار کو جنسی سیکنڈل کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ جس کی قیمت اسے پی ٹی ایل سے علیحدگی کی صورت میں ادا کرنی پڑی تھی۔ وہ سیکنڈل اس کے خاندان کو برباد کر رہا ہے۔ بیکر نے کیلیفورنیا سے چھپنے والے اخبار مسکیگن کرانیکل کو ٹیلیفون پر 35 منٹ کی طویل ملاقات میں بتایا کہ وہ سات برس پہلے اپنی سیکرٹری کے ساتھ نادانی کی حرکت پر سخت نادم ہے یہ چیز بچوں کو لے ڈوبنے والی ہے۔ ہماری زندگیاں مکمل طور پر تباہ ہو کے رہ گئی ہیں۔ ہمارے پاس صرف خدا پر ایمان باقی ہے۔

اس نے سیکرٹری کے ساتھ ملاقات اور اس کے بعد ہونے والی باتنخواہ برطرفی پر براہ راست بات نہیں کی۔ البتہ اس کے خاندان کے لیے سیکنڈل کی اہمیت ضرور جتائی۔ اس نے بتایا کہ اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافران کی تصاویر اتارتے ہیں۔ مسکیگن میں پلنے والے بیکر نے کہا۔ وہ ہمارے رہائشی اور سونے کے کمرے کے علاوہ ہر کھڑکی میں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ اس کے ساتھی پادریوں کے درمیان ذلالت بھری کہانی کی اشاعت حیران کن تھی۔ میرا خیال ہے کہ اب ایسی باتیں کرنے کا سب کو حق ہے۔ میں کرنے والوں کو جانتا ہوں۔ ایسی قابل نفرت باتیں جن کا نشانہ میں بنتا ہوں۔

پی ٹی ایل کے سربراہ کی حیثیت سے استعفیٰ دینے کے بعد تنظیم ہورل میجارٹی لیڈر جیری فوالویل کے سپرد ہے۔

بیکر اور اس کی بیوی ٹیمی فائی ان کے بچے سترہ سالہ ٹیمی سو اور گیارہ سالہ جیمی چارلس اب تنہا رہتے ہیں۔ (The Toronto Sun, Wednesday April 1 1987)

ممکن ہے ٹیمی فائی کے دل کے زخم عشقبازی کا سبب بنے ہوں

بیکر کو گلوکار سے اس کی محبت کا شک تھا

فیشول ٹین (آرٹ ہیرس نمائندہ واشنگٹن پوسٹ سے)

ٹیمی فائی بیکر کی بظاہر جاذب نظر مگر کم حیثیت دیہاتی گلوکار سے توجہ نے اس کے خاوند کے اعتماد کو مجروح کیا ہے۔ گھر کے بعض بھیدیوں کے نزدیک ممکن ہے کہ اس امر نے اسے اپنی سیکرٹری سے دست درازی پر مجبور کیا ہو۔ مشہور گلوکار اور نغمہ نگار گرے پیکسٹن سے فائی کے جنونِ عشق نے ٹی وی مبشر جم بیکر کو پریشان کر دیا۔ اب اس نے تسلیم کیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو غیرت دلا کر اس کی محبت جیت لینے کا خواہش مند ہے۔ ٹیمی بیکر کی پرائیویٹ سیکرٹری لنڈا ولسن بھی اس سے پریشان ہوئی۔

پیکسٹن کی بیوی کیرن کا کہنا ہے کہ وہ اپنے خاوند کو ٹیمی کی طرف روز بروز زیادہ راغب

ہوتے دیکھ کر سخت مشتعل ہوگئی تھی۔ 1980ء میں پیکسٹن کی شادی رُو بہ طلاق تھی۔ شراب کا پیگ لیے یہ کہتے ہوئے کیرن پیکسٹن کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔

''میں لٹ گئی۔ میں برباد ہوگئی۔'' اب کیرن پیکسٹن کے چوتھے خاوند پیکسٹن نے اسے طلاق دے دی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ فائی کو گرے سے محبت تھی۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ مجھے اس چیز کا علم تھا۔ میں اسے اپنی بہترین سہیلی سمجھتی تھی۔ لیکن میری بہترین سہیلی اور بہترین خاوند ہی مجھے لے ڈوبے۔ کیرن پیکسٹن اور ولسن کے مطابق گرے اور ٹیمی سٹوڈیو میں کئی کئی گھنٹے تنہائی میں اکٹھے گزارتے۔ بعض ساری راتیں بھی اسی طرح کٹیں۔

گرے پیکسٹن' پادری کی بیوی کو پیار سے ''خاتون چڑیا'' کہتا تھا اس نے 1970ء کی دہائی کے آخر میں اپنا البم تیار کیا۔ اور فائی کی شکل تبدیل کرنے کی انتہائی کوشش کی۔ 48 سالہ گرے پیکسٹن کو اصرار ہے کہ ہم دوست تھے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ لیکن وہ یہ بھی مانتا ہے کہ بعض اوقات یہ تعلقات بہت زیادہ تسکین دہ ہو جاتے تھے۔ جم بیکر اپنا 17 کروڑ 90 لاکھ ڈالر کے اخراجات پر مشتمل ٹی وی پلان تیار کرنے میں منہمک تھا۔ جب اس کی بیوی اور گلوکار کے عشق و محبت کی داستانیں اس تک پہنچیں۔ 47 سالہ بیکر کو اپنی 18 سالہ پرانی بیوی کی محبت کھو جانے کا دکھ ہوا۔ ولسن سوچتی کیا وہ عشق بازی میں مگن تھی؟ اسے شک ہے کہ وہ تھی۔ ولسن نے اپنی مالکہ ٹیمی بیکر کو محبت میں کھو جانے اور دل دے بیٹھنے سے محتاط رہنے کا مشورہ دیا۔

ولسن کا کہنا ہے کہ ہم ٹیمی اور گرے کی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے اسے کہا ٹیمی سب سے پہلے خدا سے محبت کرو۔ پھر اپنے خاوند سے۔ دیکھنا کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھنا جس پر تمہیں پچھتانا پڑے۔ اپنی محبت اور اپنے دل کی حفاظت کرنا۔'' لیکن اس نے اپنی خیر خواہ کی سنی ان سنی کر دی۔''

جم بیکر ٹیمی فائی کو روزانہ گلاب کے پھولوں کا تحفہ پیش کرتا تھا۔ اس نے گرے پیکسٹن کو اپنے ٹی وی پروگرام جم اور ٹیمی شو میں بطور مہمان شریک ہونے سے منع کر دیا۔ کیرن پیکسٹن کہتی ہے کہ ان کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوئی تھی۔ گرے پیکسٹن نے جم سے تحریری معافی مانگی۔ لیکن بیکر نے اس کا آٹھ صفحات پر مشتمل خط واپس کر دیا۔

حال ہی میں بیکر نے ایک ملاقاتی کے سامنے اعتراف کیا کہ دسمبر 1980ء میں فلاریڈا کے ہوٹل میں جیسی کا ہاہن کے ساتھ ایک شب کا جنسی اختلاط ٹیمی فائی کی ۔بے رخی کا نتیجہ تھا۔ ایک پچاس سالہ ممتاز کالم نویس بکنگھم رقمطراز ہے کہ میں ہی اس کیس کو منظر عام پر لایا۔ انہیں ہر چیز کا کھلے بندوں اعتراف تھا۔ ٹیمی نے کہا: اس میں جنسی اختلاط ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ تو بس ایک بت تھا جو میری سنتا رہتا تھا۔ وہ تن تنہا تھی' اس کا خاوند اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ یہ امر جم بیکر کی مردانگی پر حرف گیری تھا کہ اس کی بیوی کسی دوسرے سے باتیں کرنے پر مجبور ہوئی۔ بیکر نے اسے بتایا کہ ''یہ اس کے لیے ایک چیلنج تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی مردانگی ہاہن پر آزمائی۔''

جلد ہی بعد بیکر کی ملاقات ایک سفری مبشر انجیل جان ویزنی فلیچر سے ہوئی۔ بکنگھم کے مطابق فلیچر نے بیکر سے کہا:

''اگر تم اپنی بیوی کو راغب کرنا چاہتے ہو تو کسی دوسری عورت سے محبت کرو۔''

1975ء میں پیکسٹن اور اس کی بیوی کیرن نے بیکر کو ٹیلی ویژن پر گرے کے گانے کی تعریف کرتے سنا۔ کیرن اور گرے نئے ٹی وی مبشر انجیل جم بیکر کو البم پیش کیے۔ ملاقات ہوئی تو پیکسٹن نے تفصیل سے بتایا کہ کس طرح یسوع نے اسے وہسکی' منشیات اور آوارہ عورتوں سے بچایا تھا۔ بیکر نے پیکسٹن کو ٹی وی پروگرام میں حصہ لینے کی دعوت دی اور وہ جلد ہی باقاعدگی سے حصہ لینے لگا۔ پھر اسے ٹیمی کے ریکارڈ پیش کرنے میں ٹیمی کی مدد کے لیے کہا گیا۔ وہ مان گیا۔

جم کی بیوی پیکسٹن کے ساتھ کام کرنے کے لیے بذریعہ ہوائی جہاز شول گئی۔ ٹیمی فائی اپنی خودنوشت داستانِ حیات میں لکھتی ہے۔

''میں تو مارے ڈر کے مر ہی چلی تھی۔ لیکن جلد ہی پیکسٹن کی روح نے مجھے سکون پہنچایا۔ وہ گا سکتا تھا۔ اس نے میرے صحیح مقام میں گیت داخل کیے۔ میرے ساتھ عبادت کی۔ اس نے مجھے ایسے اعتماد سے نوازا' جو پہلے کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔''

کیرن اور ٹیمی اکٹھی شاپنگ کرتیں۔ نوجوان طالبات کی طرح رہ رہ کر ہنستیں۔ کیرن نے اسے گولیاں اور چاکلیٹ چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ وہ بہت قریب تھیں۔ مصنوعی بال لگانے کی ماہر 43 سالہ کیرن پیکسٹن دوستی اور دغا بازی کی داستانیں سناتی ہے۔ جوڑوں کے فوٹو دکھاتے وقت اس کے قہقہے آنسوؤں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ وہ انڈر ویر میں ملبوس ٹیمی اور کیرن کو پیار کرتے فوٹو کی محض جھلک ہی دکھاتی ہے۔

کچن کی میز پر ٹیمی کے خطوط بکھرے پڑے ہیں۔ آخری خط 1984ء کا ہے۔ ایک خط میں اس نے گرے سے التجا کی ہے کہ وہ اپنی داڑھی نہ منڈائے۔ کیرن کہتی ہے۔ ''میں نے یہ باتیں برسوں دل میں چھپائے رکھیں کیونکہ میں چاہتی تھی کہ عیسائی پی ٹی ایل سے نفرت نہ کرنے لگ جائیں۔''

کیرن پیکسٹن نے گرے کو طلاق دینے سے ذرا پہلے اس کی عشق بازی کے بارے میں پوچھا۔ گرے نے کیرن کو بتایا۔ ''میں نے اسے ایک بار سٹوڈیو میں چوما تھا۔''

اس نے پوچھا۔ پہل کس نے کی تھی؟ گرے نے چند لمحے توقف کیا اور پھر بولا۔ ''میں نے۔''

کیرن نے کہا۔ ''مجھے علم ہے کہ وہ لیٹا ہوا تھا۔ وہ نہیں کہہ سکتا تھا ٹیمی میرے پاس آئی۔ گرے ایک بہت شریف آدمی تھا۔'' **(The Toronto star, Thursday April 2, 1987)**

سکینڈل سیکرٹری کنواری تھی

جنسی سکینڈل کی مرکزی شخصیت جیسی کاہاہن جس نے جم بیکر کو ٹی وی پروگراموں سے نکال

باہر کیا۔ اضطراری حرکت سے پہلے کنواری تھی۔ اب سارا دن گھر میں بیٹھی چیختی چلاتی رہتی ہے' اس کے وکیل نے بتایا۔ سٹینلے سیگل کا کہنا ہے کہ سات برس بعد بیکر کے ساتھ جنسی اختلاط کے بعد وہ خودکشی کرنے پر تل گئی تھی۔ بیکر کی تنظیم سے ''طبی مدد'' مانگنے پر اسے دس ہزار ڈالر ملے تھے۔

سیگل نے اس کے لیے کسی ٹرسٹ فنڈ کی موجودگی سے انکار کیا۔ جب پتہ چلا کہ بیکر نے 1980ء میں فلوریڈا کے ایک ہوٹل میں ہاہن سے زیادتی کی تھی' تو اس نے 19 مارچ کو پی ٹی ایل تنظیم سے استعفیٰ دے دیا۔ اس پر ٹی وی پر کام کرنے والے پادری بھڑک اٹھے۔

سیگل کے بیان کے موجب ہاہن ایک سادہ سی شخصیت ہے' جسے آپ قحبہ خانہ میں بھی فروخت کر سکتے ہیں۔ وہ قسمیں اٹھاتی ہے اور مجھے اس پر اعتبار بھی ہے کہ وہ فلوریڈا میں بیکر کے پاس جانے سے پہلے کنواری تھی۔ بیکر نے اپنی سیکرٹری کے ساتھ جنسی اختلاط تسلیم کیا ہے۔ لیکن کبھی بھی ہاہن کا نام نہیں لیا۔ نہ ہی اصل واقعات بتائے ہیں۔

سیگل نے کہا۔ ہاہن برباد ہو رہی ہے۔ جذباتی ہے۔ وہ بیکر سے کچھ نہیں مانگتی۔ اس کی دولت پر نظر نہیں رکھتی۔ اسے نقصان پہنچانا نہیں چاہتی۔ ایک پبلشر نے تصویری پوز حاصل کرنے کے لیے اسے ساڑھے تین لاکھ ڈالر کی پیشکش کی تھی۔ جو اس نے ٹھکرا دی۔

(The Toronto Sun, Friday, April 3. 1987)

متعلقہ پادری کی بیوی سے معاشقہ

واشنگٹن (ایسوسی ایٹڈ پریس) گذشتہ روز یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ جن دنوں ٹی وی مبلغ جم بیکر کلیسیا کی طرف سے مقرر کردہ اپنی سیکرٹری کے ساتھ عشق بازی میں مصروف تھا' انہی دنوں وہ اپنی بیوی کے ایک دیہاتی گلوکار کے ساتھ معاشقہ سے بھی پریشان تھا۔

مشہور و معروف گلوکار گرے پیکسٹن نے روزنامہ واشنگٹن پوسٹ کو بتایا کہ وہ اور ٹیمی محض دوست ہی تھے' اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ اگرچہ بعض اوقات اس کی رائے میں بات اس سے بھی آگے بڑھ جاتی تھی۔ 48 سالہ مسٹر پیکسٹن نے اخبار کو بتایا ایک آدمی کے ساتھ آپ کے تعلقات بہت اچھے ہو جاتے ہیں۔ پھر آپ محسوس کرتے ہیں کہ بات بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ بعد ازاں تعلقات ختم کر دیتے ہیں۔

تاہم مسٹر پیکسٹن کی سابقہ بیوی کیرن نے کہا۔ مسز بیکر پیکسٹن کے ساتھ محبت کرتی تھی۔ یا اسے اس امر کا احساس تھا۔ اور اسے یہ بھی علم تھا کہ میں اس بات کو جانتی ہوں۔ میں لٹ گئی' میں برباد ہو گئی۔ میں انتقام پسند عورت نہیں ہوں۔ مجھے ٹیمی سے محبت ہے۔ ہم بہت قریب تھیں۔ میں اسے اپنی بہترین سہیلی سمجھتی تھی۔ لیکن میری بہترین سہیلی اور میرے بہترین خاوند نے وقت آنے پر میرا ساتھ نہیں دیا۔''

مسٹر پیکسٹن اور مسز بیکر کی سابقہ سیکرٹری لنڈا ولسن نے بتایا ہے کہ مسٹر پیکسٹن نے 1970ء کی آخری دہائی میں مسز بیکر کے ساتھ تصاویر بنائیں۔ دونو سٹوڈیو میں ملاقاتیں ریکارڈ کراتے۔ گھنٹوں اکٹھے گزارتے۔ کبھی کبھی ساری ساری رات اسی دھندے میں گزر جاتی۔

مس ولسن نے اخبار کو بتایا کہ میں نے ان الفاظ میں مسز بیکر کو مسٹر پیکسٹن کے ساتھ محبت کرنے سے باز رہنے کی تلقین کی۔ "کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھنا جس پر تمہیں بعد میں پچھتانا پڑے۔ تمہارے لیے اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا اور دل کی حفاظت کرنا ضروری ہے لیکن اس نے اس نصیحت کو کوئی وقعت نہ دی۔"

بیکر کے سابق مشن پی ٹی ایل کلب کے ایک نمائندہ نیل الیکیلن نے اخبار کو بتایا کہ وہ مسز بیکر اور مسٹر پیکسٹن کے تعلقات پر کوئی رائے زنی نہیں کرے گا۔

اخبار نے لکھا ہے کہ میاں بیوی کیلیفورنیا میں تنہائی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کسی مشورہ کے لیے ان تک نہیں پہنچا جاسکتا۔ **(Globe and Mail, Friday April 3, 1987)**

بے مثال الجھن...... پادری بھی ایڈز کا شکار ہیں

بوسٹن (یو پی آئی) گذشتہ روز بوسٹن سے چھپنے والے جریدہ گلوب نے اطلاع دی ہے کہ بوسٹن کے علاقہ میں کم از کم دو کیتھولک پادری ایڈز کا شکار ہیں۔ چار اس بیماری سے موت کی آغوش میں جاچکے ہیں۔

اخبار کے مطابق اس امر کا پتہ نہیں ہے کہ ان پادریوں میں سے کوئی بوسٹن کے حلقہ میں اس بیماری کے انسداد کے سلسلہ میں کام کرنے والا تھا یا نہیں۔ مرنے والوں میں سے دو پادری بغرض علاج بیرونِ ریاست سے آئے ہوئے تھے۔

پادریوں میں ایڈز کا پھیلنا بہت ہی نازک مسئلہ ہے۔ کیونکہ پادری شادی نہ کرنے کا حلف اٹھاتے ہیں۔ اور رومن کیتھولک کلیسیا لونڈے بازی کو گناہ قرار دیتی ہے۔ فرانسس فرقہ کے پادری رونلڈ فیلے کا کہنا ہے کہ اب پادری مقرر کرتے وقت شادی کے معاملہ میں واضح سمت اختیار کی جائے گی۔ اور ایک حکم کے مطابق امیدوار کو ایڈز کا شکار نہ ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی مہیا کرنا ہوگا۔

بوسٹن کے نزدیک رہنے والے ایڈز کے شکار ایک پادری نے روزنامہ گلوب کو اس شرط پر انٹرویو دینا منظور کیا کہ اس کے اصل نام کی بجائے اسے صرف فادر نکولاس پکارا جائے گا۔ اس نے کہا: میں دوسرے لوگوں کی طرح خوش رہنے کی بجائے ڈرا ڈرا رہا کرتا تھا۔ فلو کے حملہ کے دوران یہی پوچھتا۔ کہیں مجھ پر ایڈز کا حملہ تو نہیں ہوگیا؟"

اس نے بتایا کہ اس کا مذہبی کردار اس کا معاون و مددگار تھا۔ اسے سرکاری حکام کی مدد کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ پریشانی کے عالم میں پادری بنا۔ جب 1950ء کے دہے

میں مذہبی زندگی اختیار کی تو وہ بالکل معصوم تھا۔ اسے 29 برس کی عمر شراب نوشی کی لت پڑی۔

اس کی رائے میں یہ معاملہ سلجھانے کے لیے جنسی لحاظ سے چاک و چوبند پادریوں کی مذہبی رہنما کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ اس کی جنسی سرگرمیاں مذہبی فرائض کے ساتھ کہاں تک مطابقت رکھتی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا:

''اس کی کوئی حد نہیں ہے۔''

(The Toronto Sun, Friday February 6, 1987)

فالویل نے 30 لاکھ میں سے 3 لاکھ ڈالر سوڈان بھیجے

واشنگٹن، رائٹر یو ایس نیوز اینڈ ورلڈ رپورٹ کے مطابق اس مبشر انجیل جیری فالویل نے افریقی قحط زدگان کی امداد کے لیے قریباً 22 لاکھ ڈالر اکٹھے کیے۔ لیکن اس مد میں صرف تین لاکھ خرچ کیے۔

اخبار کا کہنا ہے کہ فالویل مورل میجارٹی اور اس سے ملحقہ گروہ نے یہ رقم جنوری 85ء اور فروری 86ء کے درمیان بذریعہ ڈاک اکٹھی کی۔ اپیلوں میں کہا گیا تھا کہ اس رقم سے سوڈان کے قحط زدگان کی امداد کی جائے گی جبکہ کالج کے 15 طلباء سوڈان بھیجے گئے تاکہ وہاں کیمپ لگائیں۔ اور امدادی کارروائیوں کے لیے ٹرک خریدیں۔

حکومت سوڈان کی طرف سے فالویل کو اس سکیم کو عملی شکل دینے کی اجازت نہ ملنے پر خوراک یا طبی ضروریات خریدی گئیں۔ نہ ہی تقسیم کا مرحلہ پیش آیا۔

فالویل نے میگزین کو بتایا کہ جمع شدہ رقم سوڈان میں امدادی کارروائیوں، ٹیلی ویژن پر اشتہار بازی یا پیسے اکٹھے کرنے کے لیے خطوط لکھنے پر خرچ کی گئی۔

تنظیم کے پاس صحیح اعداد و شمار مہیا کرنے کے لیے فرصت نہیں۔

ڈاکٹر غلام جیلانی برق

قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی اخلاقی حالت

آج یورپ تہذیب و تمدن کی راہوں پہ بہت آگے نکل گیا ہے۔ برطانیہ جیسے چھوٹے سے ملک میں چالیس سے زیادہ یونیورسٹیاں ہیں۔ ہر یونیورسٹی کے تحت بیسیوں کالج ہیں۔ تعلیم و تدریس پر بڑے بڑے ماہرین متعین ہیں جن سے فیض پانے کے لیے دُنیا کے ہر گوشے سے طلبہ آتے ہیں۔ تالیف وتصنیف کے سینکڑوں ادارے ہیں' جو ہر فن پر کتابوں کے انبار لگا رہے ہیں۔ صرف طبیعیات' کیمیا' فزکس' حیوانات' نباتات' جمادات' طبقات الارض وغیرہ پر تیس ہزار سے زائد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ یہی حال فرانس' جرمنی اور روس کا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یورپ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا؟ مطلقاً نہیں۔ یورپ صدیوں تک وحشت' بربریت اور تہ بر تہ جہالت میں گرفتار رہا۔ وہاں تہذیب و اخلاق کا کوئی تصور نہیں تھا۔ آٹھویں صدی عیسوی میں مسلمان سپین میں پہنچے اور سو سال بعد سسلی میں وارد ہوئے۔ یہ اپنے ساتھ تاریخ' فلسفہ' طبیعیات' طب' ریاضی' شعر و ادب' تاریخ' علم الکلام اور دیگر درجنوں علوم لے گئے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ علوم' اٹلی' جرمنی' فرانس اور دیگر ممالک میں پہنچے۔ اور بارھویں صدی میں یورپ مائل بہ علم ہو گیا۔ یہ شوق بڑھتا ہی گیا۔ یہاں تک کہ سولھویں صدی میں ایک عام بیداری پیدا ہو گئی' جسے یورپ کی حیاتِ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ (یورپ میں پہلی علمی لہر اندازاً 500 ق۔م میں اٹھی تھی' جب یونان میں فیثا غورث' سقراط' افلاطون' ارسطو' بقراط' جالینوس جیسے سینکڑوں فلسفی' مورخ' ادیب' طبیب' منجم اور منطقی پیدا ہوئے تھے)

ڈاکٹر ڈریپر (1882ء) لکھتا ہے (معرکہ مذہب و سائنس ص 361 تا 425۔ یہ کتاب ڈریپر کی کتاب کا ترجمہ ہے جو مولانا ظفر علی خاں نے کیا تھا) کہ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کا بیشتر حصہ لق و دق بیابان یا بے راہ جنگل تھا۔ کہیں کہیں راہبوں کی خانقاہیں اور چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد تھیں۔ جابجا دلدلیں اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لنڈن اور پیرس جیسے شہروں میں لکڑی کے ایسے مکانات تھے' جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ چمنیاں' روشندان اور کھڑکیاں مفقود' آسودہ حال امراء فرش پر گھاس بچھاتے اور بھینس کے سینگ میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔ صفائی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ نہ گندے پانی کو نکالنے کے لیے نالیوں اور بدروں کا رواج تھا۔ گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ چونکہ سڑکوں پہ بے اندازہ کیچڑ ہوتا تھا اور

روشنی کا کوئی انتظام نہیں تھا' اس لیے رات کے وقت جو شخص گھر سے نکلتا' وہ کیچڑ میں لت پت ہو جاتا۔ تنگی رہائش کا یہ عالم کہ گھر کے تمام آدمی اپنے مویشیوں سمیت ایک ہی کمرے میں سوتے تھے۔عوام ایک ہی لباس سالہاسال تک پہنتے تھے جسے دھوتے نہیں تھے۔ نتیجتاً وہ چرکین' میلا اور بدبودار ہو جاتا تھا۔نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک ثانی (1212-1250) پہ کفر کا فتویٰ لگایا تو فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔

جب سپین (تہذیب اسلام از مارمڈیوک پکتھال ص37) میں اسلامی سلطنت کو زوال آیا تو فلپ دوم (1556-1598ء) نے تمام حمام حکماً بند کر دیئے' کیونکہ ان سے اسلام کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ اسی بادشاہ نے اشبیلیہ کے گورنر کو محض اس لیے معزول کر دیا تھا کہ وہ روزانہ ہاتھ منہ دھوتا تھا۔

غلیظ جسم اور میلے لباس کی وجہ سے جوؤں کی یہ کثرت تھی کہ جب کینٹر بری (برطانیہ) کا لاٹ پادری باہر نکلتا تھا' تو اس کی قبا پر سینکڑوں جوئیں چلتی پھرتی نظر آتی تھیں۔فقر و فاقہ کا یہ عالم کہ عام لوگ سبزیاں' پتے اور درختوں کی چھال ابال کر کھاتے تھے۔متوسط طبقہ کے ہاں ہفتے میں ایک مرتبہ گوشت عیاشی سمجھا جاتا تھا۔ 1030ء کے قحط میں لنڈن کے بازاروں میں انسانی گوشت بھی بکتا تھا۔ اور فرانس (یہ جملہ ''اور فرانس کے''...... بریفالٹ کی کتاب تشکیل انسانیت۔ترجمہ مولانا عبدالمجید سالک ص209 سے لیا گیا ہے۔) کے ایک دریا ساؤن کے کنارے انسانی گوشت کی کتنی ہی دکانیں تھیں۔ امرا معدودے چند تھے۔جن کا کام زنا' شراب نوشی اور جوا تھا۔ جاگیرداروں کے قلعے ڈاکوؤں کے اڈے تھے جو مسافروں پر چھاپے مارتے اور زرِ فدیہ وصول کرنے کے لیے انہیں پکڑ لاتے تھے۔حصولِ زر کے لیے وہ مختلف طریقے استعمال کرتے تھے۔ مثلاً پاؤں کے انگوٹھوں کو رسی سے باندھ کر الٹا لٹکا دیتے' یا گرم سلاخوں سے جسم کو داغتے یا گرہ دار رسی کو سر کے گرد لپیٹ کر پوری طاقت سے مروڑتے تھے۔

یورپ میں سڑکیں نہ تھیں۔ ذرائع حمل و نقل بیل گاڑیاں' خچر اور گدھے تھے۔ جنگلوں اور پہاڑوں میں ایسے ڈاکو رہتے تھے' جو آدم خور بھی تھے۔ وبائیں عام تھیں۔صرف دسویں صدی میں دس تباہ کن قحط اور تیرہ وبائیں پھوٹیں' اور لوگ مکھیوں کی طرح ہلاک ہوئے۔شہر سنڈاس سے بدتر تھے۔ سوزاک اور آتشک جیسے امراض عام تھے۔ یہاں تک کہ روم کا ایک تقدس مآب پوپ لیو دہم بھی آتشک کا شکار تھا۔

ان کے پادری فریب اور جعلسازی سے کام لیتے تھے۔ پوپ جنت کی راہداریاں اور گناہ کرنے کے پرمٹ (اجازت نامے) فروخت کیا کرتا تھا۔ لوتھر (1546ء) اسی لیے تو باغی ہوا تھا کہ جرمنی میں پرمٹ اور راہداریاں فروخت کرنے کا ٹھیکہ کسی اور کو مل گیا تھا۔ اور لوتھر کی درخواست مسترد کر دی گئی تھی۔حضرت مسیح کو سولی دینے سے پہلے کانٹوں کا تاج پہنایا گیا تھا' اور وہ صرف ایک تھا۔لیکن ایسے کئی تاج متعدد گرجوں میں رکھے ہوئے تھے۔ وہ برچھا جس سے مسیح علیہ السلام کی پسلی کو چھیدا گیا تھا۔ایک تھا۔لیکن گرجوں میں ان کی تعداد گیارہ تھی۔عوام کے لیے سود لینا حرام تھا۔لیکن پوپ کا بینک

لوگوں کو بھاری شرح سود پہ قرض دیتا تھا۔ عوام گور پرست و مجسمہ ساز تھے اور علماء عشائے ربانی' کراماتِ اولیاء' رہبانیت اور تصرفاتِ روح کی بحثوں میں الجھے ہوئے تھے۔

ڈاکٹر ڈریپر (معرکہ مذہب و سائنس ص 425) لکھتا ہے کہ "وہ 1877ء میں رومہ گیا۔ وہاں جابجا غلاظت کے ڈھیر اور گندے پانی کے جوہڑ دیکھے۔ سترھویں صدی میں برلن کی یہ حالت تھی کہ بازاروں میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے رہتے تھے۔ وہاں ایک عجیب قانون نافذ تھا کہ جو دیہاتی چھکڑا لے کر کسی غرض کے لیے برلن میں آئے' وہ کوڑے سے چھکڑا بھر کر ساتھ لے جائے۔"

رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے (تشکیل انسانیت ص209-212) کہ "رومیوں نے دریائے رائن کے کنارے جتنے شہر آباد کیے تھے' وہ رفتہ رفتہ سب اجڑ گئے۔ نویں صدی میں ان میں سے ایک بھی باقی نہیں تھا۔ ان کے کھنڈروں میں بھیڑیوں' ریچھوں اور خنزیروں کے گلے گھومتے نظر آتے تھے..... "لوگوں کی بے حیائی کا یہ عالم تھا۔ کہ ڈٹ کر کھاتے' تیز شراب پی کر بنکارتے' غل مچاتے' فساد کرتے اور ہر روز حرام کاری کے نئے ریکارڈ قائم کرتے تھے۔ ان وحشیوں کی عدالتوں میں عموماً باپ' بیٹے کے قتل' زہر خورانی' جعلسازی' اغوا' فحش کاری اور راہزنی کے مقدمات آتے تھے۔"

گبن لکھتا ہے: (ایک انگریز مورخ (1737-1794ء) اس نے روم کی مفصل تاریخ لکھی۔)

> "اتنے طویل تاریخی زمانے میں بدی کی یہ کثرت اور نیکی کی یہ قلت کہیں اور نظر نہیں آتی۔"

گاتھ (تشکیل انسانیت ص 212) قوم کا ایک مورخ پروکوپیس (560ء) لکھتا ہے:

> "میں ان وحشیوں کے ہولناک افعال کے ذکر سے صفحاتِ تاریخ کو آلودہ نہیں کرنا چاہتا' تاکہ آئندہ نسلوں کے لیے خلافِ انسانیت افعال کی مثال زندہ رکھنے کی ذمہ داری مجھ پہ عائد نہ ہو۔"

صلیبیوں نے 1099ء میں بیت المقدس پہ قبضہ کیا تھا' جو 1187ء تک جاری رہا۔ یہ حکومت کس قسم کی تھی۔ بریفالٹ (تشکیل انسانیت ص 300) سے سنئے:

> "صرف بیس سال کے عرصے میں ان عیسائیوں نے سارے ملک کو برباد کر دیا۔ یہاں جاگیردارانہ نظام جاری کر دیا۔ ملک کو ٹکڑوں میں بانٹ کر مختلف یورپی سرداروں کے حوالے کر دیا جو ہمیشہ آپس میں لڑتے رہتے تھے۔ ان ظالموں کا مقصد دولت سمیٹنا تھا۔ انہوں نے ایک ایسے ملک کو جو عربوں کی مدبرانہ حکومت کی وجہ سے شاداب و آباد تھا' بالکل تباہ کر دیا۔"

موسیوژاک ڈی وتری' جو اسی زمانے میں فلسطین کے ایک شہر عکہ کا پادری تھا' اپنی کتاب "تاریخ بیت المقدس" میں لکھتا ہے:

> "پہلے صلیبیوں سے جو باخدا لوگ تھے' شریر' بدوضع اور ذلیل انسان یوں نکلے'

جیسے شراب سے وردٗ زیتون سے چھال' گیہوں سے بھوسہ یا پیتل سے زنگ......
اب اس ارضِ مقدس میں بدچلن' لامذہب چوروں' زانیوں' باپ کے قاتلوں' جھوٹوں' مسخروں' عیاشوں اور بے حیا پادریوں کے سوا اور کوئی موجود نہیں...... یہ صلیبی فی الحقیقت شیطان کے بچے ہیں۔''

کیا پہلے صلیبی باخدا اور نیک تھے؟ اس کا جواب موسیو لیبان سے سنیے:

''جب صلیبیوں کی پہلی مہم بلغاریہ سے گزری تو تمام دیہات و قصبات میں قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ یہاں تک کہ جو انسان نظر آتا اُسے مار ڈالتے۔ ان کا ایک شغل یہ بھی تھا کہ جو بچہ ہاتھ آتا' اس کی تکا بوٹی کر کے آگ میں پھینک دیتے۔ چنانچہ راہ میں ترک سرداروں نے ان پر جابجا حملے کیے اور ہزاروں کو ہلاک کر ڈالا۔ اب صلیبیوں نے بھاگنا شروع کیا۔ جب ان مفروروں میں سے کوئی پکڑا جاتا' تو صلیبی سپہ سالار اسے ذبح کر کے اس کا گوشت فوج کو کھلا دیتا۔ یہ لوگ مرد و زن' طفل و پیر' یہود' عیسائی اور مسلم سب کو مارتے اور لوٹتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔ یہ بارہا کئی آدمیوں کو ایک ہی رسی میں باندھ کر پھانسی دیتے۔ یہ جہاں جہاں سے گزرتے بستیاں قبرستان بن جاتیں۔ جب یہ فوج' جو دس لاکھ صلیبیوں پہ مشتمل تھی' فلسطین میں پہنچی' تو صرف بیس ہزار رہ گئی تھی۔ باقی یا تو راہ میں وبا و فاقہ سے مر گئے تھے اور یا ترک سرداروں نے مار ڈالے تھے۔
ان کا برتاؤ اس شہر مقدس کے مسلم باشندوں کے ساتھ اس سلوک سے قطعاً مختلف تھا' جو ساڑھے چار سو سال پیشتر حضرت عمرؓ نے یہاں کے عیسائی باشندوں سے کیا تھا۔ صلیبیوں کے قبضہ کے بعد مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ ہر طرف ان کے ہاتھوں اور پاؤں کے انبار لگ گئے۔ کچھ آگ میں زندہ پھینکے جا رہے تھے۔ کچھ فصیل سے کود کر ہلاک ہو رہے تھے اور گلیوں میں ہر طرف سر ہی سر نظر آتے تھے...... حضرت سلیمانؑ کے ہیکل میں دس ہزار مسلمانوں نے پناہ لی تھی۔ عیسائیوں نے اس مقام کے تقدس کا بھی کوئی خیال نہ کیا اور سب کو قتل کر ڈالا۔ (ملخص)

یہی حال ''مہذب'' رومیوں کا تھا۔ آنکھیں نکالنا' زبان کاٹنا' خصی کرنا' جسم میں میخیں ٹھوکنا' کھال کھینچنا اور زندہ جلا دینا رومیوں کی عام سزائیں تھیں۔ ایک مرتبہ جب رومیوں نے روسیوں کو شکست دی' تو قیدیوں کے ہاتھ کاٹ کر ان کے ہار بنائے اور ان ہاروں سے قسطنطنیہ کی فصیل کو سجایا۔ ایک اور موقع پر جب اسلامی فوج کو شکست ہوئی تو رومیوں نے مسلم اسیرانِ جنگ کو سمندر کے کنارے لٹا کر ان کے پیٹ میں لوہے کے بڑے بڑے کیل ٹھونک دیئے تاکہ بچے کھچے مسلمان جب جہازوں پہ واپس

جائیں تو اس منظر کو دیکھیں۔ اسی طرح جب قیصر ((تشکیل انسانیت ص 233) باسل دوم (963-1025) نے بلغاریہ پہ فتح حاصل کی' تو پندرہ ہزار اسیرانِ جنگ کی آنکھیں نکال ڈالیں اور ہر سو قیدیوں کے بعد ایک کی ایک آنکھ رہنے دی' تاکہ وہ ان اندھوں کو گھروں تک پہنچاسکیں۔

تیسری (تمدنِ عرب ص 302) صلیبی جنگ میں برطانیہ کے ''شیر دل'' رچرڈ اوّل (1179-1199ء) نے اسلامی فوج کے ایک دستے کو جو تین ہزار افراد پر مشتمل تھا' وعدۂ معافی دے کر اس سے ہتھیار رکھوا لیے۔ لیکن فوراً بعد اسلامی لشکر گاہ کے سامنے انہیں قتل کر ڈالا۔ دوسری طرف (تمدنِ عرب ص303) جب ایک دفعہ یہی رچرڈ بیمار ہوا تو صلاح الدین ایوبی (1169-1193ء) جو رچرڈ کے خلاف لڑ رہا تھا۔ ایامِ علالت میں اسے کھانا' پھل اور دیگر مفرحات بھیجتا رہا۔ جب 1187ء میں صلاح الدین نے بیت المقدس کو فتح کیا' تو کسی عیسائی کو کوئی تکلیف نہ دی' اور ہلکا سا ٹیکس لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی۔ مسلمانوں نے ہر ملک میں غیر مسلم رعایا کے ساتھ اسی طرح کا عادلانہ اور فیاضانہ سلوک روا رکھا۔ لیکن جب ہم پر کسی قوم نے غلبہ پایا' تو وہاں سے ہمارا نشان تک مٹا دیا۔ ہم سسلی پہ دوسو چونسٹھ اور سپین پہ سات سو اکاسی برس تک حکمران رہے لیکن آج وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں ہے۔ ہندوستان پر ہمارا پرچم ایک ہزار برس تک لہراتا رہا لیکن اب وہاں نسل کشی کی ایک خوفناک مہم سترہ برس سے جاری ہے۔

چوتھی صلیبی جنگ (1203ء) میں یورپی فوج کا سپہ سالار بلجیئم کا ایک کاؤنٹ بڈوائن تھا۔ یہ جب صلیبیوں کو لے کر قسطنطنیہ میں پہنچا۔ (صلیبی اسی راہ سے فلسطین آیا کرتے تھے) تو اس نے سوچا کہ جنگ کا مقصد تو لوٹ ہی ہے' کیوں نہ قسطنطنیہ جیسے آباد و خوشحال شہر ہی کو لوٹا جائے۔ چنانچہ اس نے شہر کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لوٹ لیا اور کتابیں جلا دیں۔

جب گیارہویں (تمدن عرب ص277) صدی میں نارمن سسلی کے بڑے حصے پہ قابض ہوگئے' تو پوپ لیونہم (1049-1054ء) نے ایک خط میں قیصر روم کو لکھا:

> ''نارمنوں کی خودسری' شرارت اور فسق و فجور کو جو کفار سے بھی بدتر ہے' دیکھ کر میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ اٹلی کو ان کے ظلم سے نجات دلاؤں' نارمن کسی چیز کو نہیں مانتے۔ یہ عیسائیوں کو قتل کرتے اور طرح طرح کے ظلم کرتے ہیں۔ انہیں نہ عمر کا پاس ہے نہ مرد و زن کا۔ یہ اولیاء کے کلیسوں کو اجاڑتے' لوٹتے اور آگ لگاتے ہیں۔ میں ان ناقابل برداشت غیر ملکیوں کے خلاف لڑنے پہ مجبور ہوگیا ہوں۔ یہ لڑائی جائز اور مقدس ہے کیونکہ اس کا مقصد عوام اور مذہب کی حفاظت ہے۔''

نارمنوں کی یہ عادت تھی کہ جب وہ کسی خانقاہ میں داخل ہوتے' تو اسے لوٹ لیتے اور راہبوں کے پیٹ چیر ڈالتے۔ ایک دن نارمنوں کا ایک سردار پندرہ ساتھیوں کے ساتھ گرجے میں عبادت کے

لیے گیا۔ جب وہ سب رکوع میں گئے تو ان پر راہبوں نے حملہ کر دیا۔ اور سردار کے سوا (باقی سب کو مار ڈالا) (تمدنِ عرب ص 279)

سترھویں صدی کے یورپ کے متعلق بریفالٹ (تشکیل انسانیت ص 323) لکھتا ہے کہ

''وہ لوگ اپنی ہر بدی کو نیکی کا رنگ دیتے تھے۔ سفیروں کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے وحشی سرداروں کی نفس پرستیوں اور بدمعاشیوں کو ایسے حسین انداز میں پیش کریں کہ وہ خوبیاں بن جائیں۔ منافقت' جھوٹ' دھوکہ اور ریاکاری ایک فن لطیف بن گیا تھا' جس میں ہر شخص ماہر تھا اور میکیاولی (اٹلی کا سیاست دان جس نے جھوٹ اور فریب کو سیاست بنادیا تھا' یورپ چار سو برس سے اس کی تقلید کر رہا ہے۔) (1527ء) اس فن کا امام سمجھا جاتا تھا۔ معاملہ اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ بعض ہوشیار لوگ دھوکہ دینے کے لیے سچ سے بھی کام لیتے تھے۔ زر خدا تھا' اور یورپ اس کا پجاری! اسے حاصل کرنے کے لیے فریب' دھوکہ' جھوٹ' کمینہ پن' جبر و تشدد' چوری' قزاقی اور قتل کو نیکی سمجھا جاتا تھا۔''

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ظہورِ رُہبانیت کے اسباب

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دو سو سال تک عیسائی کلیسا رُہبانیت (اس کا تلفظ رہبانیت بھی کیا جاتا ہے اور رُہبانیت بھی۔ اس کا مادہ رہب ہے جس کے معنی خوف کے ہیں۔ رُہبانیت کا مطلب ہے مسلک خوف زدگی اور رَہبانیت کے معنی ہیں مسلک خوف زدگان۔ اصطلاحاً اس سے مراد ہے کسی شخص کا خوف کی بنا پر قطع نظر اس سے کہ وہ کسی کے ظلم کا خوف ہو یا دنیا کے فتنوں کا خوف یا اپنے نفس کی کمزوریوں کا خوف' تارک الدنیا بن جانا اور دنیوی زندگی سے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لینا یا گوشہ ہائے عزلت میں جا بیٹھنا۔ از مؤلف) سے ناآشنا تھا۔ مگر ابتدا ہی سے عیسائیت میں اس کے جراثیم پائے جاتے تھے اور وہ تخیلات اس کے اندر موجود تھے جو اس چیز کو جنم دیتے ہیں۔ ترک و تجرید کو اخلاقی آئیڈیل قرار دینا اور درویشانہ زندگی کو شادی بیاہ اور دنیوی کاروبار کی زندگی کے مقابلے میں اعلیٰ و افضل سمجھنا ہی رَہبانیت کی بنیاد ہے اور یہ دونوں چیزیں عیسائیت میں ابتدا سے موجود تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ تجرد کو تقدس کا ہم معنی سمجھنے کی وجہ سے کلیسا میں مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے لیے یہ بات ناپسندیدہ خیال کی جاتی تھی کہ وہ شادی کریں' بال بچوں والے ہوں اور خاندان کے بکھیڑوں میں پڑیں۔ اسی چیز نے تیسری صدی تک پہنچتے پہنچتے ایک فتنے کی شکل اختیار کر لی۔ اور رہبانیت ایک وبا کی طرح عیسائیت میں پھیلنی شروع ہوئی۔

تاریخی طور پر اس کے تین بڑے اسباب تھے:

پہلا سبب

ایک یہ کہ قدیم مشرک سوسائٹی میں شہوانیت' بدکرداری اور دنیا پرستی جس شدت کے ساتھ پھیلی ہوئی تھی اس کا توڑ کرنے کے لیے عیسائی علماء نے اعتدال کی راہ اختیار کرنے کے بجائے انتہا پسندی کی راہ اختیار کی۔ انہوں نے عفت پر اتنا زور دیا کہ عورت اور مرد کا تعلق بجائے خود نجس قرار پا گیا' خواہ نکاح ہی کی صورت میں ہو۔ انہوں نے دُنیا پرستی کے خلاف اتنی شدت برتی کہ آخر کار ایک دین دار آدمی کے

لیے سرے سے کسی قسم کی املاک رکھنا ہی گناہ بن گیا' اور اخلاق کا معیار یہ ہوگیا کہ آدمی بالکل مفلس اور ہرلحاظ سے تارک الدنیا ہو۔ اسی طرح مشرک سوسائٹی کی لذت پرستی کے جواب میں وہ اس انتہا پر جا پہنچے کہ ترکِ لذات' نفس کو مارنا اور خواہشات کا قلع قمع کر دینا اخلاق کا مقصود بن گیا' اور طرح طرح کی ریاضتوں سے جسم کو اذیتیں دینا آدمی کی روحانیت کا کمال اور اس کا ثبوت سمجھا جانے لگا۔

دوسرا سبب

دوسرے یہ کہ عیسائیت جب کامیابی کے دور میں داخل ہو کر عوام میں پھیلنی شروع ہوئی تو اپنے مذہب کی توسیع و اشاعت کے شوق میں کلیسا ہر اس برائی کو اپنے دائرے میں داخل کرتا چلا گیا جو عام لوگوں میں مقبول تھی۔ اولیاء پرستی نے قدیم معبودوں کی جگہ لے لی۔ ہورس (Horus) اور آئسس (Isis) کے مجسموں کی جگہ مسیح ؑ اور مریم ؑ کے بت پوجے جانے لگے۔ سٹرنیلیا (Saturnalia) کی جگہ کرسمس کا تہوار منایا جانے لگا۔ قدیم زمانے کے تعویذ گنڈے' عملیات' فال گیری و غیب گوئی' جن بھوت بھگانے کا عمل' سب عیسائی درویشوں نے شروع کردیئے۔ اسی طرح چونکہ عوام اس شخص کو خدا رسیدہ سمجھتے تھے جو گندہ اور ننگا ہو اور کسی بھٹ یا کھوہ میں رہے' اس لیے عیسائی کلیسا میں ولایت کا یہی تصور مقبول ہوگیا' اور ایسے ہی لوگوں کی کرامتوں کے قصوں سے عیسائیوں کے ہاں تذکرۃ الاولیاء قسم کی کتابیں لبریز ہوگئیں۔

تیسرا سبب

تیسرے یہ کہ عیسائیوں کے پاس دین کی سرحدیں متعین کرنے کے لیے کوئی مفصل شریعت اور کوئی واضح سنت موجود نہ تھی۔ شریعت موسوی کو وہ چھوڑ چکے تھے' اور تنہا انجیل کے اندر کوئی مکمل ہدایت نامہ نہ پایا جاتا تھا۔ اس لیے عیسائی علماء کچھ باہر کے فلسفوں اور طور طریقوں سے متاثر ہو کر اور کچھ خود اپنے رجحانات کی بنا پر طرح طرح کی بدعتیں دین میں داخل کرتے چلے گئے۔ رہبانیت بھی انہی بدعتوں میں سے ایک تھی۔

عیسائی فلسفہ رہبانیت

اس فلسفہ کے ماخذ

عیسائی مذہب کے علماء اور ائمہ نے اس کا فلسفہ اور اس کا طریق کار بدھ مذہب کے بھکشوؤں سے' ہندو جوگیوں اور سنیاسیوں سے' قدیم مصری فقراء Anchorites سے' ایران کے مانویوں سے' اور افلاطون اور فلاطینوس کے پیرو اشراقیوں سے اخذ کیا اور اسی کو تزکیۂ نفس' روحانی ترقی کا ذریعہ اور تقرب الی اللہ کا وسیلہ قرار دے لیا۔ اس غلطی کے مرتکب کوئی معمولی درجہ کے لوگ نہ تھے۔ تیسری صدی سے

ساتویں صدی عیسوی (یعنی نزولِ قرآن کے زمانے) تک جو لوگ مشرق اور مغرب میں عیسائیت کے اکابر علما، بزرگ ترین پیشوا اور امام مانے جاتے ہیں، سینٹ اتھاناسیوس، سینٹ باسل، سینٹ گریگوری نازیانزین، سینٹ کرائی سوسٹم، سینٹ ایمبروز، سینٹ جیروم، سینٹ آگسٹائن، سینٹ بینیڈاکٹ، گریگوری اعظم، سب کے سب خود راہب اور رُہبانیت کے زبردست علمبردار تھے۔ انہی کی کوششوں سے کلیسا میں رہبانیت نے رواج پایا۔

اس فلسفہ کا عملی ظہور

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں میں رہبانیت کا آغاز مصر سے ہوا۔ اس کا بانی سینٹ اینتھونی (St. Anthony) تھا جو 250ء میں پیدا ہوا اور 350ء میں دنیا سے رخصت ہوا۔ اسے پہلا عیسائی راہب قرار دیا جاتا ہے۔ اس نے فیوم کے علاقے میں پسپیر کے مقام پر (جو اب دیرالمیمون کے نام سے معروف ہے) پہلی خانقاہ قائم کی۔ اس کے بعد دوسری خانقاہ اس نے بحراحمر کے ساحل پر قائم کی، جسے اب دیر مارانیوس کہا جاتا ہے۔ عیسائیوں میں رہبانیت کے بنیادی قواعد اسی کی تحریروں اور ہدایات سے ماخوذ ہیں۔

اس آغاز کے بعد یہ سلسلہ مصر میں سیلاب کی طرح پھیل گیا اور جگہ جگہ راہبوں اور راہبات کے لیے خانقاہیں قائم ہوگئیں، جن میں سے بعض میں تین تین ہزار راہب بیک وقت رہتے تھے۔ 325ء میں مصر ہی کے اندر ایک اور عیسائی ولی پاخومیوس نمودار ہوا جس نے دس بڑی خانقاہیں راہبین اور راہبات کے لیے بنائیں۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شام و فلسطین اور افریقہ و یورپ کے مختلف ملکوں میں پھیلتا چلا گیا۔ کلیسائی نظام کو اوّل اوّل اس رہبانیت کے معاملہ میں سخت الجھن سے سابقہ پیش آیا، کیونکہ وہ ترکِ دنیا اور تجرد اور غریبی و مفلسی کو روحانی زندگی کا آئیڈیل تو سمجھتا تھا، مگر راہبوں کی طرح شادی بیاہ اور اولاد پیدا کرنے اور ملکیت رکھنے کو گناہ بھی نہ ٹھہرا سکتا تھا۔ بالآخر سینٹ اتھاناسیوس (متوفی 373ء)، سینٹ باسل (متوفی 379ء) سینٹ آگسٹائن (متوفی 430ء) اور گریگوری اعظم (متوفی 609ء) جیسے لوگوں کے اثر سے رہبانیت کے بہت سے قواعد چرچ کے نظام میں باقاعدہ داخل ہوگئے۔

عیسائی رُہبانیت کی چند خصوصیات

اس راہبانہ بدعت کی چند خصوصیات ہم اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

1- جسمانی اذیت پسندی

سخت ریاضتوں اور نت نئے طریقوں سے اپنے جسم کو اذیتیں دینا۔ اس معاملہ میں ہر راہب دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ عیسائی اولیاء کے تذکروں میں ان لوگوں کے جو کمالات بیان کیے گئے ہیں وہ کچھ اس قسم کے ہیں۔

اسکندریہ کا سینٹ مکاریوس اپنے جسم پر ہر وقت 80 پونڈ کا بوجھ اٹھائے رکھتا تھا۔ 6 مہینے تک وہ ایک دلدل میں سوتا رہا اور زہریلی مکھیاں اس کے برہنہ جسم کو کاٹتی رہیں۔ اس کے مرید سینٹ یوسیبیوس نے پیر سے بھی بڑھ کر ریاضت کی۔ وہ 150 پونڈ کا بوجھ اٹھائے پھرتا تھا اور 3 سال تک ایک خشک کنوئیں میں پڑا رہا۔ سینٹ سابیوس صرف وہ مکئی کھاتا تھا جو مہینہ بھر پانی میں بھیگ کر بدبودار ہو جاتی تھی۔ سینٹ بیساریون 40 دن تک خاردار جھاڑیوں میں پڑا رہا اور 40 برس تک اس نے زمین کو پیٹھ نہیں لگائی۔ سینٹ پاخومیوس نے 15 سال' اور ایک روایت کے مطابق پچاس سال زمین کو پیٹھ لگائے بغیر گزار دیئے۔ ایک ولی سینٹ جان تین سال تک عبادت میں کھڑا رہا۔ اس پوری مدت میں وہ نہ کبھی بیٹھا نہ لیٹا۔ آرام کے لیے بس ایک چٹان کا سہارا لے لیتا تھا اور اس کی غذا صرف وہ تبرک تھا جو ہر اتوار کو اس کے لیے لایا جاتا تھا۔ سینٹ سیمون اسٹائلائٹ (390ء تا 449ء) جو عیسائیوں کے اولیائے کبار میں شمار ہوتا ہے' ہر ایسٹر سے پہلے پورے چالیس دن فاقہ کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہ پورے ایک سال تک ایک ٹانگ پر کھڑا رہا۔ بسا اوقات وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر ایک کنوئیں میں جا رہتا تھا۔ آخر کار اس نے شمالی شام کے قلعہ سیمان کے قریب 60 فٹ بلند ایک ستون بنوایا جس کا بالائی حصہ صرف تین فٹ کے گھیر میں تھا اور اوپر کٹہرا بنا دیا گیا تھا۔ اس ستون پر اس نے پورے تیس سال گزار دیئے۔ دھوپ' بارش' سردی' گرمی سب اس پر سے گزرتی رہتی تھیں اور وہ کبھی ستون سے نہ اترتا تھا۔ اس کے مرید سیڑھی لگا کر اس کو کھانا پہنچاتے اور اس کی گندگی صاف کرتے تھے۔ پھر اس نے ایک رسی لے کر اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ لیا یہاں تک کہ رسی سے اس کا گوشت سڑ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے۔ جب کوئی کیڑا اس کے پھوڑوں سے گر جاتا تو وہ اسے اٹھا کر پھر پھوڑے ہی میں رکھ لیتا اور کہتا ''کھا جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے۔'' عیسائی عوام دور دور سے اس کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ جب وہ مرا تو عیسائی عوام کا فیصلہ یہ تھا کہ وہ عیسائی ولی کی بہترین مثال تھا۔

اسی دور کے عیسائی اولیاء کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں وہ ایسی ہی مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔ کسی ولی کی تعریف یہ تھی کہ 30 سال تک وہ بالکل خاموش رہا اور کبھی اسے بولتے نہ دیکھا۔ کسی نے اپنے آپ کو ایک چٹان سے باندھ رکھا تھا۔ کوئی جنگلوں میں مارا مارا پھرتا اور گھاس پھونس کھا کر گزارا کرتا۔ کوئی بھاری بوجھ ہر وقت اٹھائے پھرتا۔ کوئی طوق و سلاسل سے اپنے اعضاء جکڑے رکھتا۔ کچھ حضرات جانوروں کے بھٹوں' یا خشک کنوؤں' یا پرانی قبروں میں رہتے تھے۔ اور کچھ دوسرے بزرگ ہر وقت ننگے رہتے اور اپنا ستر اپنے لمبے لمبے بالوں سے چھپاتے اور زمین پر رینگ کر چلتے تھے۔ ایسے ہی ولیوں کی کرامات کے چرچے ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان کے مرنے کے بعد ان کی ہڈیاں خانقاہوں میں محفوظ رکھی جاتی تھیں۔ میں نے خود کوہ سینا کے نیچے سینٹ کیتھرائن کی خانقاہ میں ایسی ہی ہڈیوں کی ایک پوری لائبریری سجی ہوئی دیکھی ہے جس میں کہیں اولیاء کی کھوپڑیاں قرینے سے رکھی ہوئی تھیں' کہیں پاؤں کی ہڈیاں' اور کہیں ہاتھوں کی ہڈیاں اور ایک ولی کا تو پورا ڈھانچہ ہی شیشے کی ایک الماری

میں رکھا ہوا تھا۔

2- ترکِ طہارت و نظافت

ان کی دوسری خصوصیت یہ تھی کہ وہ ہر وقت گندے رہتے اور صفائی سے سخت پرہیز کرتے۔ نہانا یا جسم کو پانی لگانا ان کے نزدیک خدا پرستی کے خلاف تھا۔ جسم کی صفائی کو وہ روح کی نجاست سمجھتے تھے۔ سینٹ اتھاناسیوس بڑی عقیدت کے ساتھ سینٹ اینتھنی کی یہ خوبی بیان کرتا ہے کہ اس نے مرتے دم تک کبھی اپنے پاؤں نہیں دھوئے۔ سینٹ ابراہام جب سے داخل عیسائیت ہوا' پورے پچاس سال سے اس نے نہ منہ دھویا نہ پاؤں۔ ایک مشہور راہبہ کنواری سلویا نے عمر بھر اپنی انگلیوں کے سوا جسم کے کسی حصے کو پانی نہیں لگنے دیا۔ ایک کانوینٹ کی 130 راہبات کی تعریف میں لکھا ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے پاؤں نہیں دھوئے اور غسل کا تو نام سن کر ہی ان کے بدن پر لرزہ چڑھ جاتا تھا۔

3- ازدواجی زندگی سے احتراز

اس رہبانیت نے ازدواجی زندگی کو عملاً بالکل حرام کردیا اور نکاح کے رشتے کو کاٹ پھینکنے میں سخت بیدردی سے کام لیا۔ چوتھی اور پانچویں صدی کی تمام تحریریں اس خیال سے بھری ہوئی ہیں کہ تجرد سب سے بڑی اخلاقی قدر ہے' اور عفت کے معنی یہ ہیں کہ آدمی جنسی تعلق سے قطعی احتراز کرے' خواہ وہ میاں اور بیوی کا تعلق ہی کیوں نہ ہو۔ پاکیزہ روحانی زندگی کا کمال یہ سمجھا جاتا تھا کہ آدمی اپنے نفس کو بالکل مار دے اور اس میں جسمانی لذت کی کوئی خواہش تک باقی نہ چھوڑے۔ ان لوگوں کے نزدیک خواہش کو مار دینا اس لیے ضروری تھا کہ اس سے حیوانیت کو تقویت پہنچتی ہے۔ ان کے نزدیک لذت اور گناہ ہم معنی تھے' حتیٰ کہ مسرت بھی ان کی نگاہ میں خدا فراموشی کی مترادف تھی۔ سینٹ باسل ہنسنے اور مسکرانے تک کو ممنوع قرار دیتا ہے۔ انہی تصورات کی بنا پر عورت اور مرد کے درمیان شادی کا تعلق ان کے ہاں قطعی نجس قرار پا گیا تھا۔ راہب کے لیے ضروری تھا کہ وہ شادی کرنا تو درکنار' عورت کی شکل تک نہ دیکھے' اور اگر شادی شدہ ہو تو بیوی کو چھوڑ کر نکل جائے۔ مردوں کی طرح عورتوں کے دل میں بھی یہ بات بٹھائی گئی تھی کہ وہ اگر آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا چاہتی ہیں تو ہمیشہ کنواری رہیں' اور شادی شدہ ہوں تو اپنے شوہروں سے الگ ہو جائیں۔ سینٹ جیروم جیسا ممتاز عیسائی عالم کہتا ہے کہ جو عورت مسیح کی خاطر راہبہ بن کر ساری عمر کنواری رہے وہ مسیح کی دلہن ہے اور اس عورت کی ماں کو خدا' یعنی مسیح ؑ کی ساس Mother-in-law of God ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایک اور مقام پر سینٹ جیروم کہتا ہے کہ ''عفت کی کلہاڑی سے ازدواجی تعلق کی لکڑی کو کاٹ پھینکنا سالک کا اوّلین کام ہے۔'' ان تعلیمات کی وجہ سے مذہبی جذبہ طاری ہونے کے بعد ایک عیسائی مرد یا ایک عیسائی عورت پر اس کا پہلا اثر یہ ہوتا تھا کہ اس کی خوش گوار ازدواجی زندگی ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی تھی۔ اور چونکہ عیسائیت میں طلاق و تفریق کا راستہ بند تھا' اس لیے نکاح کے رشتے میں رہتے ہوئے میاں اور بیوی ایک دوسرے سے جدا ہو

جاتے تھے۔ سینٹ نائلس (St. Nilus) دو بچوں کا باپ تھا۔ اس پر رہبانیت کا دورہ پڑا تو اس کی بیوی روتی رہ گئی اور وہ اس سے الگ ہوگیا۔ سینٹ امون (St. Ammon) نے شادی کی پہلی رات ہی اپنی دلہن کو ازدواجی تعلق کی نجاست پر وعظ فرمایا' اور دونوں نے بالاتفاق یہ طے کرلیا کہ جیتے جی ایک دوسرے سے الگ رہیں گے۔ سینٹ ابراہام شادی کی پہلی رات ہی اپنی بیوی کو چھوڑ کر فرار ہوگیا۔ یہی حرکت سینٹ ایلیکسس (St. Alexis) نے کی۔ اس طرح کے واقعات سے عیسائی اولیاء کے تذکرے بھرے پڑے ہیں۔

کلیسا کا نظام تین صدیوں تک اپنے حدود میں ان انتہا پسندانہ تصورات کی کسی نہ کسی طرح مزاحمت کرتا رہا۔ اس زمانے میں ایک پادری کے لیے مجرد ہونا لازم نہ تھا۔ اگر اس نے پادری کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے شادی کر رکھی ہو تو وہ بیوی کے ساتھ رہ سکتا تھا' البتہ تقرر کے بعد شادی کرنا اس کے لیے ممنوع تھا۔ نیز کسی ایسے شخص کو پادری مقرر نہیں کیا جاتا تھا جس نے کسی بیوہ یا مطلقہ سے شادی کی ہو' یا جس کی دو بیویاں ہوں یا جس کے گھر میں لونڈی ہو۔ رفتہ رفتہ چوتھی صدی میں یہ خیال پوری طرح زور پکڑ گیا کہ جو شخص کلیسا میں مذہبی خدمات انجام دیتا ہو اس کے لیے شادی شدہ ہونا بڑی گھناؤنی بات ہے۔ 362ء کی گنگرا کونسل (Council of Gengra) آخری مجلس تھی جس میں اس طرح کے خیالات کو خلاف مذہب ٹھہرایا گیا۔ مگر اس کے تھوڑی ہی مدت بعد 382ء کی رومن سیناڈ Synod نے تمام پادریوں کو مشورہ دیا کہ وہ ازدواجی تعلقات سے کنارہ کش رہیں۔ اور دوسرے سال پوپ سائریکس Siricius نے حکم دیا کہ جو پادری شادی کرے' یا شادی شدہ ہونے کی صورت میں اپنی بیوی سے تعلق رکھے' اس کو منصب سے معزول کردیا جائے۔ سینٹ جیروم' سینٹ ایمبروز اور سینٹ آگسٹائن جیسے اکابر علماء نے بڑے زور وشور سے اس فیصلے کی حمایت کی اور تھوڑی سی مزاحمت کے بعد مغربی کلیسا میں یہ پوری شدت کے ساتھ نافذ ہوگیا۔ اس دور میں متعدد کونسلیں ان شکایات پر غور کرنے کے لیے منعقد ہوئیں کہ جو لوگ پہلے سے شادی شدہ تھے وہ مذہبی خدمات پر مقرر ہونے کے بعد بھی اپنی بیویوں کے ساتھ ''ناجائز'' تعلقات رکھتے ہیں۔ آخر کار ان کی اصلاح کے لیے یہ قواعد بنائے گئے کہ وہ کھلے مقامات پر سوئیں۔ اپنی بیویوں سے کبھی علیحدگی میں نہ ملیں اور ان کی ملاقات کے وقت کم از کم دو آدمی موجود ہوں۔ سینٹ گریگوری ایک پادری کی تعریف میں لکھتا ہے کہ 40 سال تک وہ اپنی بیوی سے الگ رہا۔ حتیٰ کہ مرتے وقت جب اس کی بیوی اس کے قریب گئی تو اس نے کہا' عورت' دور ہٹ جا!

4۔ قطع رحمی اور قرابتوں کا خاتمہ

سب سے زیادہ دردناک باب اس رہبانیت کا یہ ہے کہ اس نے ماں باپ' بھائی بہنوں اور اولاد تک سے آدمی کا رشتہ کاٹ دیا۔ عیسائی ولیوں کی نگاہ میں بیٹے کے لیے ماں کی محبت' بھائی کے لیے بھائی بہنوں کی محبت اور باپ کے لیے اولاد کی محبت بھی ایک گناہ تھی۔ ان کے نزدیک روحانی ترقی کے

لیے یہ ناگزیر تھا کہ آدمی ان سارے تعلقات کو توڑ دے۔ عیسائی اولیاء کے تذکروں میں ایسے ایسے دلدوز واقعات ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان کے لیے ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک راہب ایواگریوس Evagrius سالہاسال سے صحرا میں ریاضتیں کر رہا تھا۔ ایک روز یکایک اس کے پاس اس کی ماں اور اس کے باپ کے خطوط پہنچے جو برسوں سے اس کی جدائی میں تڑپ رہے تھے۔ اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں ان کے خطوط کو پڑھ کر اس کے دل میں انسانی محبت کے جذبات نہ جاگ اٹھیں۔ اس نے ان کو کھولے بغیر فوراً آگ میں جھونک دیا۔ سینٹ تھیوڈورس کی ماں اور بہن بہت سے پادریوں کے سفارشی خطوط لے کر اس خانقاہ میں پہنچیں جہاں وہ مقیم تھا اور خواہش کی کہ وہ صرف ایک نظر بیٹے اور بھائی کو دیکھ لیں۔ مگر اس نے ان کے سامنے آنے تک سے انکار کر دیا۔ سینٹ مارکس (St. Marcus) کی ماں اس سے ملنے کے لیے اس کی خانقاہ میں گئی۔ خانقاہ کے شیخ Abbot کی خوشامدیں کر کے اس کو راضی کیا کہ وہ بیٹے کو ماں کے سامنے آنے کا حکم دے۔ مگر بیٹا کسی طرح ماں سے نہ ملنا چاہتا تھا۔ آخر کار اس نے شیخ کے حکم کی تعمیل اس طرح کی کہ بھیس بدل کر ماں کے سامنے آ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس طرح نہ ماں نے بیٹے کو پہچانا نہ بیٹے نے ماں کی شکل دیکھی۔ ایک اور ولی سینٹ پوئمن (St. Poemen) اور اس کے چھ بھائی مصر کی ایک صحرائی خانقاہ میں رہتے تھے۔ برسوں بعد ان کی بوڑھی ماں کو ان کا پتہ معلوم ہوا اور وہ ان سے ملنے کے لیے وہاں پہنچی۔ بیٹے ماں کو دور سے دیکھتے ہی بھاگ کر اپنے حجرے میں چلے گئے اور دروازہ بند کر لیا۔ ماں باہر بیٹھ کر رونے لگی اور اس نے چیخ چیخ کر کہا کہ میں اس بڑھاپے میں اتنی دور سے چل کر صرف تمہیں دیکھنے آئی ہوں' تمہارا کیا نقصان ہوگا اگر میں تمہاری شکلیں دیکھ لوں۔ کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں؟ مگر ان ولیوں نے دروازہ نہ کھولا اور ماں سے کہہ دیا کہ ہم تجھ سے خدا کے ہاں ملیں گے۔ اس سے بھی زیادہ دردناک قصہ سینٹ سیمیون سٹائیلائٹس (St. Simeon Stylites) کا ہے جو ماں باپ کو چھوڑ کر 27 سال غائب رہا۔ باپ اس کے غم میں مر گیا۔ ماں زندہ تھی۔ بیٹے کی ولایت کے چرچے جب دور و نزدیک پھیل گئے تو اس کو پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے۔ بے چاری اس سے ملنے کے لیے اس کی خانقاہ پر پہنچی مگر وہاں کسی عورت کو داخلے کی اجازت نہ تھی۔ اس نے لاکھ منت سماجت کی کہ بیٹا یا تو اسے اندر بلا لے یا باہر نکل کر اسے اپنی صورت دکھا دے۔ مگر اس ولی اللہ نے صاف انکار کر دیا۔ تین دن اور تین رات وہ خانقاہ کے دروازے پر پڑی رہی اور آخر کار وہیں لیٹ کر اس نے جان دے دی۔ تب ولی صاحب نکل کر آئے۔ ماں کی لاش پر آنسو بہائے اور اس کی مغفرت کے لیے دعا کی۔

ایسی ہی بے دردی ان ولیوں نے بہنوں کے ساتھ اور اپنی اولاد کے ساتھ برتی' ایک شخص میوٹیس (Mutius) کا قصہ لکھا ہے کہ وہ خوشحال آدمی تھا۔ یکایک اس پر مذہبی جذبہ طاری ہوا اور وہ اپنے 8 سال کے اکلوتے بیٹے کو لے کر ایک خانقاہ میں جا پہنچا۔ وہاں اس کی روحانی ترقی کے لیے ضروری تھا کہ وہ بیٹے کی محبت دل سے نکال دے۔ اس لیے پہلے تو بیٹے کو اس سے جدا کر دیا گیا۔ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے ایک مدت تک طرح طرح کی سختیاں اس معصوم بچے پر کی جاتی رہیں اور وہ سب کچھ

دیکھتا رہا۔ پھر خانقاہ کے شیخ نے اسے حکم دیا کہ اسے لے جا کر اپنے ہاتھ سے دریا میں پھینک دے۔ جب وہ اس حکم کی تعمیل کے لیے بھی تیار ہوگیا تو عین اس وقت راہبوں نے بچے کی جان بچائی جب وہ اسے دریا میں پھینکنے لگا تھا۔ اس کے بعد تسلیم کرلیا گیا کہ وہ واقعی مرتبہ ولایت کو پہنچ گیا ہے۔

عیسائی رہبانیت کا نقطہ نظر ان معاملات میں یہ تھا کہ جو شخص خدا کی محبت چاہتا ہو اسے انسانی محبت کی وہ ساری زنجیریں کاٹ دینی چاہئیں جو دنیا میں اس کو اپنے والدین' بھائی بہنوں اور بال بچوں کے ساتھ باندھتی ہیں۔ سینٹ جیروم کہتا ہے کہ "اگرچہ تیرا بھتیجا تیرے گلے میں بانہیں ڈال کر تجھ سے لپٹے' اگرچہ تیری ماں اپنے دودھ کا واسطہ دے کر تجھے روکے' اگرچہ تیرا باپ تجھے روکنے کے لیے تیرے آگے لیٹ جائے' پھر بھی تو سب کو چھوڑ کر اور باپ کے جسم کو روند کر ایک آنسو بہائے بغیر صلیب کے جھنڈے کی طرف لوٹ جا۔ اس معاملے میں بے رحمی ہی تقویٰ ہے۔"

سینٹ گریگوری لکھتا ہے کہ "ایک نوجوان راہب ماں باپ کی محبت دل سے نہ نکال سکا اور ایک رات چپکے سے بھاگ کر ان سے مل آیا۔ خدا نے اس قصور کی سزا اسے یہ دی کہ خانقاہ واپس پہنچتے ہی وہ مرگیا۔ اس کی لاش زمین میں دفن کی گئی تو زمین نے اسے قبول نہ کیا۔ بار بار قبر میں ڈالا جاتا اور زمین اسے نکال کر پھینک دیتی۔ آخر کار بینیڈکٹ نے اس کے سینے پر تبرک رکھا تب قبر نے اسے قبول کیا۔"

ایک راہبہ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ مرنے کے بعد تین دن عذاب میں اس لیے مبتلا رہی کہ وہ اپنی ماں کی محبت دل سے نہ نکال سکی تھی۔ ایک ولی کی تعریف میں لکھا ہے کہ اس نے کبھی اپنے رشتہ داروں کے سوا کسی کے ساتھ بے دردی نہیں برتی۔

5- فرقہ وارانہ بنیادوں پر ظلم و تعدی

اپنے قریب ترین رشتہ داروں کے ساتھ بے رحمی' سنگ دلی اور قساوت برتنے کی جو مشق یہ لوگ کرتے تھے' اس کی وجہ سے ان کے انسانی جذبات مرجاتے تھے اور اسی کا نتیجہ تھا کہ جن لوگوں سے انہیں مذہبی اختلاف ہوتا تھا ان کے مقابلے میں یہ ظلم وستم کی انتہا کر دیتے تھے۔ چوتھی صدی تک پہنچتے پہنچتے عیسائیت میں 80-90 فرقے پیدا ہوچکے تھے۔ سینٹ آگسٹائن نے اپنے زمانے میں 88 فرقے گنائے ہیں۔ یہ فرقے ایک دوسرے کے خلاف سخت نفرت رکھتے تھے۔ اس نفرت کی آگ کو بھڑکانے والے بھی راہب ہی تھے اور اس آگ میں مخالف گروہوں کو جلا کر خاک کر دینے کی کوششوں میں بھی راہب پیش پیش ہوتے تھے۔ اسکندریہ اس فرقہ وارانہ کشمکش کا ایک بڑا اکھاڑا تھا۔ وہاں پہلے ایرین (Arian) فرقے کے بشپ نے اتھاناسیوس کی پارٹی پر حملہ کیا' اس کی خانقاہوں سے کنواری راہبات پکڑ پکڑ کر نکالی گئیں' ان کو ننگا کر کے خاردار شاخوں سے پیٹا گیا اور ان کے جسم پر داغ لگائے گئے تاکہ وہ اپنے عقیدے سے توبہ کریں۔ پھر جب مصر میں کیتھولک گروہ کو غلبہ حاصل ہوا تو اس نے ایرین فرقے کے خلاف بھی سب کچھ کیا' حتیٰ کہ غالب خیال یہ ہے کہ خود ایریس (Arius) کو بھی زہر دے کر مار دیا

گیا۔ اسی اسکندریہ میں ایک مرتبہ سینٹ سائرل (St Syril) کے مرید راہبوں نے ہنگامہ عظیم برپا کیا۔ یہاں تک کہ مخالف فرقے کی ایک راہبہ کو پکڑ کر اپنے کلیسا میں لے گئے' اسے قتل کیا' اس کی لاش کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالی اور پھر اسے آگ میں جھونک دیا۔ روم کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھا۔ 366ء میں پوپ لبیریس Liberius کی وفات پر دو گروہوں نے اپنے اپنے امیدوار کھڑے کیے۔ دونوں کے درمیان سخت خونریزی ہوئی حتیٰ کہ ایک دن صرف ایک چرچ سے 137 لاشیں نکالی گئیں۔

6۔ ترک و تجرد کے ساتھ دنیا پرستی

اس ترک و تجرد اور فقر و درویشی کے ساتھ دولت دنیا سمیٹنے میں بھی کمی نہ کی گئی۔ پانچویں صدی کے آغاز ہی میں یہ حالت ہوچکی تھی کہ روم کا بشپ بادشاہوں کی طرح اپنے محل میں رہتا تھا اور اس کی سواری جب شہر میں نکلتی تھی تو اس کے ٹھاٹھ باٹھ قیصر کی سواری سے کم نہ ہوتے تھے۔ سینٹ جیروم اپنے زمانے (چوتھی صدی کے آخری دور) میں شکایت کرتا ہے کہ بہت سے بشپوں کی دعوتیں اپنی شان میں گورنروں کی دعوتوں کو شرماتی ہیں۔ خانقاہوں اور کنیسوں کی طرف دولت کا یہ بہاؤ ساتویں صدی (نزولِ قرآن کے زمانے) تک پہنچتے پہنچتے سیلاب کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ یہ بات عوام کے ذہن نشین کرا دی گئی تھی کہ جس کسی سے کوئی گناہِ عظیم سرزد ہو جائے اس کی بخشش کسی نہ کسی ولی کی درگاہ پر نذرانہ چڑھانے' یا کسی خانقاہ یا چرچ کو بھینٹ دینے ہی سے ہوسکتی ہے۔ اس کے بعد وہی دنیا راہبوں کے قدموں میں آ رہی جس سے فرار ان کا طرۂ امتیاز تھا۔ خاص طور پر جو چیز اس تنزل کی موجب ہوئی' وہ یہ تھی کہ راہبوں کی غیر معمولی ریاضتوں اور ان کی نفس کشی کے کمالات دیکھ کر جب عوام میں ان کے لیے بے پناہ عقیدت پیدا ہوگئی تو بہت سے دنیا پرست لوگ لباسِ درویشی پہن کر راہبوں کے گروہ میں داخل ہوگئے اور انہوں نے ترکِ دنیا کے بھیس میں جلب دنیا کا کاروبار ایسا چمکایا کہ بڑے بڑے طالبین دنیا ان سے مات کھا گئے۔

8۔ خانقاہوں میں فحاشی کے اڈے

عفت کے معاملہ میں بھی فطرت سے لڑ کر رہبانیت نے بارہا شکست کھائی اور جب شکست کھائی تو بری طرح کھائی۔ خانقاہوں میں نفس کشی کی کچھ مشقیں ایسی بھی تھیں جن میں راہب اور راہبات مل کر ایک ہی جگہ رہتے تھے اور بسا اوقات ذرا زیادہ مشق کرنے کے لیے ایک ہی بستر پر رات گزارتے تھے۔ مشہور راہب سینٹ ایواگریس (St. Evagrius) بڑی تعریف کے ساتھ فلسطین کے ان راہبوں کے ضبط نفس کا ذکر کرتا ہے جو "اپنے جذبات پر اتنا قابو پاگئے تھے کہ عورتوں کے ساتھ یک جا غسل کرتے تھے اور ان کی دید سے' ان کے لمس سے' حتیٰ کہ ان کے ساتھ ہم آغوشی سے بھی ان کے اوپر فطرت غلبہ نہ پاتی تھی۔" غسل اگرچہ رہبانیت میں سخت ناپسندیدہ تھا مگر نفس کشی کی مشق کے لیے اس طرح کے غسل بھی کر لیے جاتے تھے۔ آخر کار اسی فلسطین کے متعلق نیسا (Nyssa) کا سینٹ گریگوری

متوفی 396ء لکھتا ہے کہ وہ بدکرداری کا اڈہ بن گیا ہے۔ انسانی فطرت کبھی ان لوگوں سے انتقام لیے بغیر نہیں رہتی جو اس سے جنگ کریں۔ رہبانیت اس سے لڑ کر بالآخر بداخلاقی کے جس گڑھے میں جا گری اس کی داستان آٹھویں صدی سے گیارہویں صدی عیسوی تک کی مذہبی تاریخ کا بدنما داغ ہے۔ دسویں صدی کا ایک اطالوی بشپ لکھتا ہے کہ ''اگر چرچ میں مذہبی خدمات انجام دینے والوں کے خلاف بدچلنی کی سزائیں نافذ کرنے کا قانون عملاً جاری کردیا جائے تو لڑکوں کے سوا کوئی سزا سے نہ بچ سکے گا' اور اگر حرامی بچوں کو بھی مذہبی خدمات سے الگ کردینے کا قاعدہ نافذ کیا جائے تو شاید چرچ کے خادموں میں کوئی لڑکا تک باقی نہ رہے۔'' قرونِ متوسطہ کے مصنفین کی کتابیں ان شکایتوں سے بھری پڑی ہیں کہ راہبات کی خانقاہیں بداخلاقی کے چکلے بن گئی ہیں۔ ان کی چار دیواریوں میں نوزائیدہ بچوں کا قتل عام ہو رہا ہے' پادریوں اور چرچ کے مذہبی کارکنوں میں محرمات تک سے ناجائز تعلقات اور خانقاہوں میں خلاف وضع فطری جرائم تک پھیل گئے ہیں' اور کلیساؤں میں اعترافِ گناہ (Confession) کی رسم بدکرداری کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔

ان تفصیلات سے صحیح طور پر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قرآن مجید یہاں رہبانیت کی بدعت ایجاد کرنے اور پھر اس کا حق ادا نہ کرنے کا ذکر کرکے عیسائیت کے کس بگاڑ کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

ملاحظہ ہو سورہ الحدید۔ آیت 27 :

ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا

ترجمہ: ''ان کے بعد ہم نے پے در پے...... اپنے رسول بھیجے' اور ان سب کے بعد عیسیٰؑ بن مریم کو مبعوث کیا اور اس کو انجیل عطا کی' اور جن لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ان کے دلوں میں ہم نے ترس اور رحم ڈال دیا اور رہبانیت انہوں نے خود ایجاد کرلی' ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی طلب میں انہوں نے آپ ہی یہ بدعت نکالی اور اس کی پابندی کرنے کا جو حق تھا اسے ادا نہ کیا۔ ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہوئے تھے ان کا اجر ہم نے عطا کیا' مگر ان میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں۔''

مولانا محمد اقبال رنگونی

جدید تہذیب کی خودکشی

کچھ عرصے سے ایڈز نامی بیماری نے دنیا بھر کے ڈاکٹروں اور مفکروں کو پریشان کر رکھا ہے۔ ہر مفکر اس کے سدباب کے لیے کوشاں ہے' اور تحقیق و ریسرچ کے ذریعہ اس پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے۔

اس بیماری کے پیدا ہونے کی دوسری وجوہات سے قطع نظر ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ یہی ہے کہ ''سدومیت پرستی اور غیر فطری عمل'' اس بیماری کو پیدا کرنے کا سبب ہے' اس لیے تمام ہسپتالوں میں' ٹی وی کے اشتہاروں میں خبردار کیا جاتا ہے کہ غیر فطری عمل سے اجتناب کیا جائے۔ لیکن انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ دوسری جانب اس بیماری کو وسیع کرنے کے پروگرام بھی تیار کیے جاتے ہیں۔ جس عمل کو سب سے زیادہ خطرناک قرار دیا گیا تھا' برطانوی معاشرے کے یہ ناسور اسی عمل کے پھیلاؤ کے لیے نہ صرف کوشش کرتے ہیں بلکہ اسے قانونی بنا کر اس کی مالی امداد کا بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے۔

انتہا تو یہ ہے کہ 16 سال کی عمر کو غیر فطری حرکت کے لیے موزوں قرار دے کر سابقہ قانون کو ختم کرنے کے لیے بل بھی پیش کیا جاتا ہے۔ روزنامہ مرر (Mirror) 4 اکتوبر 1989ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

> ''برائین میں لیبر پارٹی کی کانفرنس کے موقع پر یہ مطالبہ پیش کیا گیا کہ ہم جنس پرستی کے لیے 21 سال کی عمر کی قید ختم کر کے 16 سال کردی جائے۔ تقریباً پونے چار لاکھ ووٹ کے ذریعہ یہ بات تسلیم کی گئی کہ عمر کا یہ امتیاز ختم کر دیا جائے۔ اس مطالبہ کو برطانوی ایم پی مسٹر کرس اسمتھ ...... (Chris Smith) نے پیش کیا ہے۔''

اس کانفرنس کو ختم ہوئے چند ہفتے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ حزبِ اختلاف کے مشہور ایم پی ٹونی بین نے برطانوی دارالعوام میں بل بھی پیش کر دیا۔ مانچسٹر ایوننگ نیوز 6 نومبر 1989ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:

''لیبر پارٹی کے ایم پی مسٹر ٹونی بین نے پارلیمنٹ میں ایک بل پیش کیا ہے جس کا مقصد ہم جنس پرستوں کے لیے عمر کی قید ختم کرنا ہے۔ لیبر پارٹی کی سالانہ کانفرنس کے موقع پر بھی تقریباً 4 لاکھ لوگوں نے اس کے حق میں ووٹ دیئے تھے۔ اور یہ قانون پاس کیا تھا کہ جب لیبر پارٹی برسر اقتدار آئے گی تو ایسا ہی کرے گی۔

لیبر پارٹی کے سربراہ اور حزب اختلاف کے قائد نیل کینک کو اس بل کو پیش کرنے کی وجہ سے سخت شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے' کیونکہ ٹونی بین نے بغیر کسی تبادلۂ خیال کے یہ بل پیش کر دیا تھا۔''

ہمیں لیبر پارٹی کے سربراہ سے صرف یہ کہنا ہے کہ جب سالانہ کانفرنس کے موقع پر یہ مطالبہ پیش کیا تھا اور لاکھوں لوگوں نے اس کی حمایت کی تھی' تو اب تبادلۂ خیال کیوں اور کیسا؟ اگر یہ موقف اور مطالبہ انتہائی بے حیا اور فحش تھا تو اسی وقت اس کے خلاف احتجاج کیا جاتا۔ انہیں چاہیے تھا کہ شرمندگی کی بجائے اعتراف و اقرار اور کھلے بندوں میدان میں آجاتے اس لیے کہ ایک حمام میں سب ہی ننگے ہیں کیا ایم پی اور کیا عوام۔

بے شرموں کو شرم آئی خدا خیر کرے

لیبر پارٹی کے اس ذلیل موقف اور دوسرے بے حیائی کے مطالبات پر مانچسٹر شہر کی کونسل ایسے بدقماشوں کے لیے ایک عظیم ادارہ تعمیر کرنے میں مصروف ہو چکی ہے۔ مانچسٹر ایوننگ نیوز 9 دسمبر 1989ء میں خبر دیتا ہے کہ:

''مانچسٹر شہر کی کونسل نے 3 لاکھ پونڈ کی مالیت سے ایک ایسی عمارت بنانے کا فیصلہ کیا ہے جو ہم جنس پرستوں کے لیے مخصوص ہوگی۔ کونسل کی ایک ہم جنس پرست مس ایڈورڈ کا کہنا ہے کہ مانچسٹر میں ہر بیس عورتوں میں سے ایک اسی گروہ سے ہے' اور یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔ مالی کمیٹی کے چیئرمین کا کہنا ہے کہ اس خطیر رقم سے بننے والے سنٹر کی وجہ سے ایسے لوگ خطرے میں نہ رہیں گے بلکہ آزاد ہوں گے۔''

اس خبر پر سوائے دو چار کے نہ تو کسی نے تبصرہ کیا ہے اور نہ ہی تنقید' اور جس نے تبصرہ کیا بھی تو صرف اس بات پر کہ اتنی خطیر رقم سے ہسپتال اور سڑک اور سکول اور اساتذہ کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہیے۔ بس اس سے زیادہ کسی نے تبصرہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ ہی اس بات کا مطالبہ کیا کہ اس پر پابندی لگائی جائے۔

جس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ یورپی سوسائٹی میں شرم و حیاء' عفت و عصمت نام کی کوئی چیز ہی نہیں۔ یہ تہذیب عصر حاضر کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ نہیں تو اور کیا ہے؟ بدتہذیبی اور بے حیائی

کی حد تو یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو سرکاری تحفظ دیا جاتا ہے۔

اور ایک رپورٹ کے مطابق باقاعدہ ان کی شادیوں کو تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ برطانوی اخبار ٹائم 15 اکتوبر 1989ء کی یہ خبر پڑھئے اور یورپی تہذیب کا تماشا دیکھئے۔

اخبار لکھتا ہے کہ:

''ڈنمارک کی حکومت نے سدومیت پرستوں کی شادی کو سرکاری تحفظ دینے کا اعلان کردیا جو یکم اکتوبر 1989ء سے شروع ہو چکا ہے۔ اس تحفظ سے فائدہ اٹھا کر دو مردوں نے آپس میں شادی کی' اوف کارلسن اور این لارسن جو 42 سال کے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ہماری یہ شادی کوئی معمولی شادی نہ تھی بلکہ دنیا میں ہم پہلے دو ہیں جن کی شادی کو باقاعدہ حکومتی سطح پر تسلیم کیا گیا' اور رجسٹرار کے دفتر سے شادی سرٹیفکیٹ بھی جاری کیا گیا ہے۔ یہ شادی کوپن ہیگن کے ٹاؤن ہال میں مزید 10 جوڑوں کے ساتھ رچائی گئی اور بڑے زور وشور سے اس کا اہتمام کیا گیا تھا۔

ان کا خیال ہے کہ آئندہ اس قسم کی شادی عبادت گاہوں میں بھی ہوا کرے گی اور چرچ بھی ایسی شادی کو تسلیم کرے گا۔ انہوں نے اخباری رپورٹر کو بتایا کہ آج کے بعد ہم اپنے دوست احباب اور عزیز واقارب کو یہ کہہ سکیں گے کہ ہم دونوں قانونی طور پر شادی شدہ ہیں۔ اخبار کے مطابق یورپی ممالک کے تمام ہم جنس پرستوں نے اس خبر و قانون پر بے پناہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اس بات کا اعادہ ومطالبہ کیا کہ یورپ کے دوسرے ممالک بھی اسے تسلیم کریں اور اس سلسلے میں یورپی پارلیمنٹ کے دروازے بھی کھٹکھٹائے جائیں گے۔''

یورپی ممالک کے مفکروں' کونسلروں اور ایم پی کی طرف سے غیر اخلاقی حرکت کے نفاذ پر یہ اصرار ان کی بیمار ذہنیت کا پتہ دے رہی ہے۔ اور پورا معاشرہ عفت وعصمت اور شرم وحیا اور طہارت و پاکبازی کے معانی و مفاہیم سے بالکلیہ محروم ہوچکا ہے۔ اسی معاشرہ ہی کے وہ افراد ہیں جو شیطان رشدی کی شیطانیت وحمایت میں مصروف ومشغول ہیں۔

کیونکہ یہ حرام کاری اور خلافِ وضع غیر فطری عمل دونوں کے دلدادہ ہیں اور ہر اخلاقی امور کی مخالفت ان کا وطیرۂ زندگی بن چکا ہے۔ یہ لوگ فطرتِ سلیمہ اور اخلاقِ عالیہ کے تمام ضوابط سے نہ صرف محروم بلکہ شدت سے ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ایسے شیطانی افراد سے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ فطرتِ سلیمہ اور اللہ کے دین کے معیار کو سامنے رکھیں۔

جب خدا کا تصور اور اس کے احکامات کا پاس ولحاظ ختم ہو جائے' زندگی کو حیوانی بلکہ اس سے بھی بدتر طریقے سے گزارنے کا چلن عام ہو جائے تو پھر اخلاقی اقدار باقی نہیں رہتے۔ جب شہوات کی

حکمرانی دل و دماغ پر مستحکم ہو جائے تو پھر شرافت' شرم و حیاء کا دامن چھوٹ جاتا ہے اور بالآخر فطرت کی خلاف ورزی پر وہ سزا دی جاتی ہے جس سے بچنا ناممکن بن جاتا ہے۔ یہی وہ ایڈز ہے جو عذابِ الٰہی کے رُوپ میں ظاہر ہو کر ہر بے حیاء پر اپنے پنجے گاڑ چکا ہے۔

چرچ اور پادریوں کی اخلاقی زبوں حالی

مانچسٹر کے علاقہ برانزوک کے چرچ کی جانب سے یہ خبر ملی ہے کہ ہفتہ میں دو دن (Godano Sex) کے عنوان کے تحت زنا بالجبر' زنا برضا' ہم جنس پرستی' چھوٹے بچوں کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات اور طلاق جیسے اہم موضوعات ہوں گے' علاوہ ازیں ویڈیو فلمیں بھی دکھائی جائیں گی اور ایک ماہر جنسیات کو بطورِ خاص مدعو کیا جائے گا۔

(Rev. Martin Gooder) کا کہنا ہے کہ یہ موضوعات ہماری زندگی کا ایک حصہ بن چکے ہیں۔ جب خدا نے شہوت پیدا کی تو اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔ خدا چاہتا ہے کہ ہم اس کی بنائی ہوئی قدرت سے خوب نفع لیں۔ اس کا کہنا ہے کہ جب مجھے اپنی گاڑی کے لیے بہتر سہولت حاصل کرنی ہو تو میں گاڑی بنانے والے کی (Hand Book) دیکھوں گا۔ اسی طرح زندگی کا صحیح لطف حاصل کرنے کے لیے ہمیں اس کی کتاب بائبل دیکھنی ہوگی۔ اخبار نے اس پر یہ سرخی جمائی ہے:

(Chdred Guide to Good Sex)(مانچسٹر ایوننگ نیوز) پادری صاحب کی اس بات سے تو شاید ہی کسی کو اختلاف ہوگا کہ یورپی تہذیب میں Sex کا موضوع بہت ہی سستا اور عام ہے۔ یہاں پر سکولوں میں اس مضمون پر لیکچر کے علاوہ فلم بھی دکھائی جاتی ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لڑکی سکول جانے کی بجائے ہسپتال پہنچ جاتی ہے اور کنواری ماں کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

کیونکہ اس تہذیب میں جو شخص جتنا بے حیاء اور بے شرم ہوگا اتنا ہی مہذب اور جدت پسند کہلاتا ہے' اور کونسل سے لے کر حکومت تک اس کی حوصلہ افزائی میں پیش پیش رہتے ہیں۔ یہاں ایک عام آدمی سے لے کر ایم پی تک محبوبہ اور گرل فرینڈ رکھنے کو معیوب نہیں سمجھتا' بلکہ بڑے بڑے ایم پی کے ناجائز تعلقات منظر عام پر آ چکے ہیں۔ اور برطانوی ٹیلی ویژن کی ایک مشہور و معروف خبر نامہ پڑھنے والی این ڈائمنڈ تو ناجائز بچے کی ماں بن کر بھی برطانوی ٹی وی پر پوری آن بان سے موجود ہیں۔

مانچسٹر ایوننگ نیوز نے 5 نومبر کی اشاعت میں بچوں کی اخلاقی حالت کا سروے کرنے کے بعد رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ سب بچوں کا خیال ہے کہ ان کے والدین کو اس جنس پرستی کے موضوع پر انہیں بتانا چاہیے۔ اس کے بعد ٹیچرز کو بتانا چاہیے۔ یوں تو دوست احباب کو' لٹریچر' رسالے سے بہت سی معلومات مل جاتی ہیں۔

اس کا نتیجہ روزانہ سنتے اور پڑھتے ہیں کہ کس خطرناک صورت میں نکلتا ہے۔ ہزاروں لڑکیاں کنواری ماں بن جاتی ہیں' بے شمار بچوں میں بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔ راہ چلتی ہوئی عورت کو تشدد کا نشانہ

بنایا جاتا ہے اور ایک 80 سالہ بوڑھی عورت بھی ان کی ہوس کا نشانہ بن جاتی ہے۔ مگر حکومت اور برطانوی مجبور ہیں کہ اس قسم کی غیر اخلاقی حرکتوں پر پابندی لگائیں۔

پادری صاحب اچھی طرح اس بات کو جانتے ہوں گے کہ چرچ اور گرجا گھروں میں کیا کچھ ہوتا رہا اور ہوتا ہے۔ مخلوقِ خدا کی راہنمائی کرنے کے دعویدار پادری' ننس (Nuns) عفت و عصمت کی دھجیاں بکھیرنے کے بعد بھی شرافت و اخلاق کا بلند بانگ دعویٰ کرنے لگے ہیں۔ بلکہ شیطانی کتاب و خرافات پر پابندی کے خلاف ہیں۔

ہم نے کچھ عرصہ قبل ''ازابلا'' نامی کتاب کا مطالعہ کیا تھا' جس میں ایک پادری کی بیٹی نے ان سارے فحش کرتوتوں کا بھانڈا بیچ چوراہے پر لاکر پھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح چند ماہ قبل ایک خبر روزنامہ سن (Sun) نے شائع کی تھی جس میں ایک پادری کا استعفیٰ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ لکھا تھا کہ یہ پادری اپنے ہی چرچ میں غیر اخلاقی حرکتوں میں ملوث تھا اور ننگی فلموں کو دکھا کر اس کا کاروبار کرتا تھا۔ (31/7/89)

لیجئے ایک اور تازہ خبر جو امریکہ کے دو بڑے مشہور پادریوں اور مذہب عیسائیت کے ممتاز سکالر اور مناظر سے متعلق ہیں۔ جن کا کام ہی اسلام اور اہل اسلام کے خلاف نفرت کے بیج بونا اور اسلامی تعلیمات بالخصوص خاتم الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے خلاف زہر اگلنا ہے (معاذ اللہ) ان دونوں نے اخلاق اور شرم و حیا کا جنازہ کس دھوم دھام سے نکالا ہے۔ اسے بھی ملاحظہ فرمائیے۔

''جم بیکر امریکہ کے سب سے بڑے ٹیلی ویژن کے پادری تھے۔ ان کا ٹی وی سٹیشن دنیا میں سو سے زیادہ شہروں میں دیکھا جاتا تھا جس پر بیکر تبلیغ عیسائیت کرتے تھے۔ ان کی شہرت میں اضافہ ہوا تو لالچ اور بے راہ روی بھی حد سے تجاوز کرنے لگی۔ انہوں نے ٹی وی منسٹری کے لیے چندہ اکٹھا کرنا شروع کردیا۔ ان کا ماہانہ چندہ تیس لاکھ امریکی ڈالر سے بھی تجاوز کرگیا۔ جم بیکر نے اس مالِ مفت دلِ بے رحم پر تعیش کا سلسلہ شروع کردیا۔ عالی شان محلات کی تعمیر ہوئی اور چہرے کی پلاسٹک سرجری کرائی گئی۔

جنسی بے راہ روی میں اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ عورتوں اور مردوں سے یکساں جنون کے ساتھ تعلقات بڑھائے۔ پادری کے پاکباز چہرے پر سے اس وقت نقاب اٹھا جب ایک کال گرل نے اپنے اور جم بیکر کے تعلقات کا ذکر کیا۔ جیسیکا ہان نامی کال گرل کا کہنا ہے کہ اسے ان بوڑھے مردوں اور عورتوں پر رحم آیا جو اپنی عاقبت بہتر بنانے کی غرض سے خود فاقے کرتے رہے اور پوری پینشن کی رقم جم بیکر صاحب کے ہاتھوں میں دیتے رہے۔

اس کال گرل کا دھماکہ کرنا تھا کہ کئی عورتوں اور مردوں نے بھی جم بیکر سے اپنے ویسے ہی تعلق کا اقرار کیا۔ پادریوں کی کمیٹی نے بیکر کو اپنے گروپ سے خارج کردیا اور بائیکاٹ کیا۔ لیکن بیکر آزاد تھا' کیونکہ امریکی قانون کے مطابق دو مردوں یا مرد و عورت کے ناجائز تعلقات جرم نہیں۔

اس کی بدنامی تو بے انتہا ہوئی لیکن وہ قانونی طور پر آزاد تھا۔ پھر اس پر خرد برد اور فراڈ کا مقدمہ دائر کیا گیا۔ انکوائری شروع ہوئی تو معلوم ہوا کہ چرچ کے کروڑوں ڈالر خرد برد کیے ہیں اور وہ چندہ جو چرچ کی تعمیر اور عیسائیت کی تبلیغ کے لیے جمع کیا گیا تھا' عالی شان محلات کی تعمیر اور کال گرل کی نذر ہو گیا ہے۔

اس بات کا ثبوت ملتے ہی جم بیکر گرفتار کر لیا گیا۔ سال بھر تک کیس کی سماعت ہوتی رہی۔ جم بیکر نے اپنے آپ کو نفسیاتی مریض ثابت کرنے کے لیے بھی ڈرامے رچائے مگر ناکام ہوئے۔ چنانچہ 45 برس قید اور پانچ لاکھ ڈالر جرمانہ کی سزا ہوئی اور ایک معتبر ترین عیسائی پادری ایک بدنام ترین شخص ثابت ہوا۔

جم بیکر کی اس گرفتاری اور جنسی سکینڈل میں ملوث کرنے میں سب سے بڑا ہاتھ اس کے رقیب پادری جیمز سواگرٹ کا ہے جو اس کے بعد سب سے بڑے پادری بن گئے ہیں۔ ان کا پروگرام بھی ٹی وی کے کئی سٹیشنوں سے نشر کیا جاتا ہے ان کا کمال یہ ہے کہ ٹی وی پر تبلیغ کرتے ہیں تو جب چاہتے ہیں رو لیتے ہیں جب چاہتے ہیں ڈانس کر لیتے ہیں۔ رلانا ہنسانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ مسٹر سواگرٹ کے جنسی سکینڈرل بھی کوئی مخفی راز نہیں' عام معلوم ہیں مگر ثبوت نہیں ملتا۔

چنانچہ ان کے پیچھے بھی ایک خفیہ مشن شروع ہوا' اور چند روز میں ہی ثبوت مل گیا۔ جونہی سواگرٹ کو اس کا پتہ چلا' تو ان کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ قبل اس کے اس ثبوت کو منظر عام پر لایا جائے مسٹر سواگرٹ نے ٹی وی پر اقرار جرم کر لیا اور زار و قطار رو کر خدا سے معافی مانگنی شروع کر دی۔ میں نے گناہ کیا میرے اندر شیطان آ گیا وغیرہ وغیرہ۔

تاہم جیمز سواگرٹ پر کوئی ایسا جرم ثابت نہ ہوا جو امریکی قانون کے تحت پولیس کی دسترس میں ہو' اسی لیے وہ ابھی تک آزاد ہیں۔'' (روزنامہ جنگ لندن 2 دسمبر 1989ء ص5)

آکسفورڈ یونیورسٹی

برطانیہ کی ممتاز تعلیم گاہ آکسفورڈ یونیورسٹی پوری دنیا میں معروف ہے۔ یہاں دنیا بھر سے طلبہ تعلیم اور ڈگری حاصل کرنے آتے ہیں اور فراغت کے بعد اپنے ممالک میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ امیر گھرانہ اور پھر آکسفورڈ کا فارغ التحصیل' کرسیاں خالی نہ ہوں تو بھی خالی کرالی جاتی ہیں۔

برطانیہ کی اس ممتاز یونیورسٹی کا حال ہی میں جو سروے کیا گیا ہے' وہ قابل ملاحظہ ہے:

''آکسفورڈ یونیورسٹی کے 76 فیصد طلبہ شادی کے بغیر جنسی تعلقات قائم کرنے کے حق میں ہیں۔ 34 فیصد طالبات نے تسلیم کیا ہے کہ وہ یہاں آنے کے بعد کنواری نہیں رہیں اور اب بھی ان کے باقاعدہ جنسی تعلقات ہیں۔ 25 فیصد

طالبات مانعِ حمل گولیاں استعمال کرتی ہیں۔ 21 فیصد فحش وعریاں جرائد خریدتے ہیں۔ 34 فیصد خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے۔ 48 فیصد ہم جنسی کے قائل ہیں۔ 21 فیصد طلبہ دس ہزار سے زائد مرتبہ منشیات کا استعمال کر چکے ہیں۔ 55 فیصد طلبہ شراب خانوں میں جاتے ہیں۔'' (جنگ لندن 5 مارچ 1990ء)

اس شرمناک خبر نے برطانوی مدارس و یونیورسٹیوں اور تہذیب وتعلیم کی جو غیر اخلاقی حالت پیش کی ہے' اس سے پتہ چلتا ہے کہ منشیات کا استعمال' جنسی تعلقات' ہم جنس پرستی' دہریت' شراب کی لت' آوارہ گردی' فحش وعریاں رسائل کے مطالعہ میں صرف نچلے یا متوسط طبقہ کے نوجوان ہی گرفتار نہیں بلکہ اونچے گھرانوں کے چشم و چراغ ان غیر شریفانہ حرکتوں میں ملوث ہو چکے ہیں۔

چند ماہ قبل برطانوی شاہی خاندان کی لڑکی کے ناجائز حمل نے برطانوی تہذیب وتمدن کو عریاں کرتے ہوئے واضح کیا تھا کہ یہ گندی حرکتیں کلب' ہوٹل اور بازاروں ہی تک محدود نہیں' بلکہ شاہی خاندان اور ممتاز تعلیم گاہیں بھی جرائم اور فحاشی کے اڈے بن چکے ہیں۔

محمد اسلم رانا

اسلامی غیرت' عالمی کلیسیا کی بے حسی اور ہماری حیرت

گذشتہ دنوں انگلستان کا ایک بدبخت ملحد نام نہاد عیسائی' خداوند یسوع مسیح کی شان میں بدترین گستاخی کا مرتکب ہوا۔ عالمگیر کلیسیا نے اس بے ادبی پر اپنے منافق لب سی لیے۔ لیکن انگلستان ہی میں ''ال مہاجرون Al-Muhajiroun نامی اسلامی تنظیم نے اس بدبخت مصنف و ڈرامہ نویس کے خلاف خداوند مسیح یا حضرت عیسیٰ کی شان میں گستاخی کے جرم پر اس پر سزائے موت کا فتویٰ دے دیا ہے۔

کئی برس گذرے خداوند مسیح کی شان اقدس میں بدترین گستاخی پر مبنی فلم The Last Temptation of Christ نامی فلم بنی تو عیسائیوں نے احتجاج کیا۔ عالمگیر کلیسیا پھر بھی خاموش رہی اور اس مرتبہ بھی اسلامی ممالک نے اس پر پابندی لگائی کسی نام نہاد عیسائی ملک نے کچھ بھی نہ کیا۔ ہم کسی بدبخت گستاخ مسیح کے خلاف فتویٰ موت تو دینے سے اجتناب کرتے ہیں لیکن یہ امید تو ضرور رکھتے تھے کہ ''عالمگیر کلیسیا ہونے کے دعویدار'' احتجاج ضرور کریں گے۔ لیکن ہم اس احتجاج میں بھی تنہا رہ گئے۔ ہم حیران ہیں کہ عالمگیر کلیسیا کی غیرت کہاں مرگئی اور یہی ہماری حیرت ہے۔ ذیل میں دی گئی انگریزی زبان میں خبر ہم نے عالمگیری کلیسیائی خبرنامے سے مختصر ترتیب دی ہے۔ (''کلام حق'')

''مسلم گروپ کا مسیح کو ہم جنس پرست قرار دینے والے ڈرامہ کے مصنف کے خلاف فتویٰ''

''لندن (ای این آئی) لندن کی ایک مسلم تنظیم نے مسیح کو ہم جنس پرست قرار دینے والے ڈرامہ کے مصنف کو سزائے موت کا مستوجب قرار دیا ہے۔ لندن میں واقع تنظیم ''المہاجرون'' جو اپنے آپ کو نبی مسیح کا دفاع کرنے والی بتاتی ہے' نے کہا کہ مسیح اسلام میں ایک عظیم پیغمبر تھے اور قدیم و جدید علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ایک نبی اللہ کی توہین کرنے والے کی مقرر سزا موت ہے۔''

(شکریہ ''کلام حق'' گوجرانوالہ بابت ماہ نمبر 1999ء)

پاکستان کے اندر مسلمانوں میں رہ کر یہاں کے عیسائیوں کے جذبات مسلمانوں والے ہیں۔ ورنہ دیارِ مغرب کے کیا کہنے' وہاں سب کچھ چلتا ہے۔ کسی کے نوٹس لینے یا برا منانے کا کوئی سوال نہیں۔

جس فلم The Last Temptation of Christ ''مسیح کی آخری آزمائش'' کا مذکور ہے اس میں مسیح کو اپنی ایک مریدنی اور خاتون دوست مریم مگدلینی کے ساتھ زنا کرتے دکھایا گیا ہے۔ چند سال پیشتر مسیح بارے ایسی کئی فلمیں بنی تھیں۔ برطانیہ وامریکہ میں سب کے خلاف' احتجاج کرنے کا اعزاز مسلمانوں ہی کے حصہ آیا تھا۔

ہم پاکستانی عیسائی کلیسیا کو یاد دلانے کی عزت حاصل کریں گے کہ پادری خورشید ڈی ڈی بشپ آرتھوڈکس چرچ آف پاکستان نارووال موجودہ مدیر ''کلام حق'' کے والد گرامی ڈاکٹر پادری کے ایل ناصر کی فیتھ تھیولوجیکل سمیزی گوجرانوالہ میں تاریخ کلیسیا کے پروفیسر تھے' انہوں نے ''کلیسیا کے نام کھلا خط'' میں لکھا تھا:

''انگلستانی کلیسیا کا سربراہ بادشاہ ہو یا ملکہ وہ پارلیمانی ''قانونِ برتری'' کے باعث ''سردارِ اعلیٰ اور محافظ دین'' ہے لیکن موجودہ پارلیمنٹ نے محافظ دین کی رضامندی سے ''ہم جنسی'' غیر فطری گناہ کو تعزیرات میں نظر انداز کردیا ہے اور ''ہم جنسی'' کے بل کو منظور کرلیا ہے۔ اس رُوسیاہی کو گناہ نہ ٹھہرانے کے لیے انگلستان کے کینن مؤنٹ فاٹر نے جولائی 1967ء میں ربنا المسیح کی شادی نہ کرنے اور مجرد رہنے کی وجہ فعل ''ہم جنسی'' Homosexuality بتائی ہے اور کینن کو آرچ بشپ آف کنٹربری ماہ ستمبر 1970ء میں بشپ کے مقدس عہدہ پر فائز کررہے ہیں۔''

جس نگری میں پرائمری جماعتوں کی بچیوں کے بستوں سے مانع حمل گولیاں برآمد ہوں' زنا کا لفظ لغت اور تعزیرات میں سے غائب ہو' لونڈے بازی کی کھلی چھٹی ہو وہاں کے لوگ کیسے مانیں گے کہ مسیح 33 سال تک مجرد اور بغیر شادی کیے رہا تھا! شادی نہ کرنے کی وجہ کچھ تو قرار دینی پڑے گی جو یار لوگوں نے ہم جنس پرستی تجویز کرڈالی!

عیسائی عقیدہ کے مطابق مسیح بشکل انسانی خالق کائنات خدا تھا!

لیجئے عیسائیت میں خدا بھی ہم جنس پرست نکلا! توبہ! توبہ!! استغفار!!

محمد یونس حسرت

سینزیری بورجیا

پندھویں صدی عیسوی کا روم تاریخ میں اخلاقی کجرویوں کی بنا پر ایک خاص شہرت رکھتا ہے۔ یہ وہ دور تھا جب پوپ سے لے کر ایک عام پادری تک' شہنشاہِ وقت سے لے کر ایک عام آدمی تک' سپہ سالار سے لے کر ایک معمولی سپاہی تک سب اپنے بے لگام نفس کے غلام بنے ہوئے تھے۔ کیا شاہ اور کیا گدا' سبھی کی زندگی شہوت رانیوں کا مرقع تھی۔ کسی کو سچائی' عزت اور عصمت جیسی اخلاقی اقدار کا پاس نہ تھا۔ کسی کو اپنے وعدے کی لاج نہ تھی۔ کسی کو اپنے قول سے پھرتے یا غداری کرتے شرم دامنگیر نہ ہوتی تھی۔ یہ وہ دور تھا جب عریاں اور فحش کتابیں ہر کسی کے مرغوبِ خاطر تھیں اور بدنام ترین طوائفوں کو نامور ترین ہیروئنوں کی حیثیت حاصل تھی۔ اس کا اندازہ لگانے کے لیے صرف یہ اشارہ کر دینا کافی ہے کہ جب روم کی ایک ڈیرہ دار طوائف نے چھبیس سال کی جوان اور پرشباب عمر میں وفات پائی تو اُس کی تجہیز و تکفین کا جو عظیم الشان اہتمام ہوا وہ کسی بھی پوپ یا بادشاہ کے لیے قابلِ رشک ہوسکتا تھا اور پھر اس کے چاہنے والوں نے اس کے مرقد پر جو مقبرہ تعمیر کرایا' اس نے اپنی شان و شوکت میں کئی گرجوں کو مات کر دیا تھا۔

لیکن اس عام اور ہمہ پہلو بداخلاقی کے دور میں ایک شخص ایسا بھی ہو گزرا ہے جس کی مکاریوں اور سازشوں' ہوسناکیوں' اوباشیوں اور بے اعتدالیوں نے خود اس کے ہم عصر اخلاق باختہ معاشرے کو چونکا کر رکھ دیا تھا۔ یہ شخص سینزیری بورجیا تھا۔

بورجیا خاندان تاریخ میں برائی کے لیے ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس خاندان کی پوری تاریخ میں گھناؤنے واقعات کی بھرمار ہے۔ ایک مورخ کی رائے ہے کہ قدرت نے پندھویں اور سولھویں صدی کی خباثتوں کی عکاسی کرنے کے لیے بورجیا خاندان کو پردۂ تقدیر کے طور پر استعمال کیا ہے۔

اسے قدرت کی ستم ظریفی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس سراپا رسوائی خاندان نے نظامِ پاپائیت کو دو پوپ بھی عطا کیے ہیں اور سینزیری بورجیا ان میں سے۔ دوسرے پوپ الیگزینڈر ششم کا بیٹا تھا۔ الیگزینڈر ششم جس کا پورا نام راڈریگوڈی لانزولی بورجیا تھا' بوالہوس' جاہ طلب' دنیا پرست اور

خواہشات نفس کا بندۂ بے دام تھا۔ اس کے بیٹے سینزیری میں یہ تمام خباثتیں اپنے نقطۂ کمال کو پہنچ گئیں۔

سینزیری نے 1474ء یا 1476ء میں ایک اطالوی عورت گیوواناکیٹانی کے ہاں جنم لیا۔ یہ عورت کارڈینل راڈریگو کی منظورِ نظر عورتوں میں سے ایک تھی۔ دونوں کا تعلق 1486ء تک قائم رہا۔ اس تعلق کا نتیجہ تین لڑکوں اور ایک لڑکی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سینزیری' گیووانی بورجیا (جو بعد میں ڈیوک آف گینڈیا کہلایا اور سینزیری کے ہاتھوں قتل ہوا) گیوفریڈ بورجیا اور ایک لڑکی لوکریشا بورجیا جو اپنی اوباشی دعیاشی میں قدیم روما کی میسالینا' اگریپینا اور پوپیا سابینا جیسی عورتوں سے کسی طرح کم تر نہ تھی۔

اوباشی وعیاشی کے اس دور میں بھی ایک شخص کے لیے جو اپنے ماں باپ کی جائز اولاد نہ ہو یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ نظامِ پاپائیت کے تحت کارڈینل کے عہدے تک پہنچ سکے...... لیکن ایک وقت آیا کہ کارڈینل راڈریگو کے ناجائز لڑکے سینزیری نے نہ صرف ایک پادری کی سنہری قبا زیب تن کی' بلکہ وہ مقدس کلیسا کے کیپٹن جنرل کے عہدے تک جا پہنچا۔

بظاہر اس کا ولد الحرام ہونا اس کے راستے میں ایک بہت بڑی رکاوٹ تھا لیکن اس کا باپ اگرچہ خود اس وقت پوپ نہیں تھا پھر بھی اس نے اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر اس رکاوٹ کو دور کردیا۔ چنانچہ 1480ء میں جبکہ سینزیری چھ سال کی عمر کا تھا پوپ سکسٹس (Sixtus) چہارم نے ایک کلیسائی فرمان کے ذریعے سینزیری کو اپنے صحیح النسب ہونے کا ثبوت دینے سے مستثنٰی کردیا۔ اسی مقدس پوپ نے اپنے حقیقی بیٹوں کو ایسے ہی ایک فرمان کے ذریعے اپنے بھتیجے قرار دے دیا تھا۔

جب سینزیری کا باپ پوپ بنا تو اس کی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور وہ پیسا یونیورسٹی میں زیرِ تعلیم تھا۔ اس نے پوپ کے منصب پر پہنچتے ہی سینزیری کو ویلینیشیا کا بشپ بنادیا تھا جس کی سالانہ آمدنی تقریباً سولہ ہزار طلائی سکے تھی۔

الیگزینڈر ششم نے پوپ کا منصب سنبھالتے ہی بادشاہوں کی سی شان وشوکت اور قوت و اقتدار حاصل کرنا شروع کردیا تھا۔ چنانچہ اس کے عہد کا امتیازی نشان ہی یہ ہوگیا تھا کہ روم میں پادریوں سے زیادہ سپاہی تھے اور وہ زرہ بکتر' تلواروں اور نیزوں سے اسی طرح مسلح ہوتے تھے جس طرح بادشاہوں کے سپاہی۔ پوپ جب باہر جاتا تھا تو ان مسلح سپاہیوں کے لشکر کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔

1493ء کے آخر میں پوپ الیگزینڈر ششم نے اپنے بیٹے سینزیری کو جو اب اپنی عمر کے انیسویں سال میں تھا' کارڈینل بنادیا اور اس کے بعد اسے خطابات واعزازات سے نوازنا شروع کردیا۔

جون 1497ء کی بات ہے سینزیری اور اس کے بھائی گیووانی (ڈیوک آف گینڈیا) کو نیپلز کے نئے بادشاہ کی تاجپوشی کے جشن میں پوپ کی نمائندگی کرنی تھی۔ ان کی ماں نے دونوں کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت دی۔ یہ دعوت رات گئے تک جاری رہی اور دونوں بھائی جب وہاں سے رخصت ہوئے تو ان کے ساتھ چند خادم اور ایک پراسرار نقاب پوش اجنبی کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ وہ جب شہر کے وسط میں پہنچے تو گیووانی ان سے الگ ہوگیا۔ لیکن اگلے دن جب وہ روانگی کے لیے پوپ کے پاس نہ آیا تو پوپ کو

فکر ہوئی' اسی شام ایک ملاح نے اطلاع دی کہ اس نے ایک شخص کو سفید گھوڑے پر سوار دریا کے کنارے دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ دو آدمی ایک لاش اٹھائے ہوئے تھے جسے انہوں نے دریا میں پھینک دیا تھا۔

پوپ الیگزینڈر نے فوراً لاش کی تلاش کا حکم جاری کیا...... ماہی گیروں نے دریا میں جال پھینکے...... دریا سے لاش برآمد ہوگئی...... یہ لاش ڈیوک آف گینڈیا کی تھی۔ اس کا لباس' دستانے' بٹوا' بٹوے میں تیس طلائی سکے...... خنجر...... ہر چیز موجود تھی بلکہ اس نے انگشتری وغیرہ کی صورت میں جو جواہرات پہنے ہوئے تھے انہیں بھی کسی نے نہیں چھیڑا تھا۔ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور جسم پر کوئی درجن بھر زخموں کے نشان تھے۔ اس کا گلا کاٹ دیا گیا تھا۔

پوپ نے غم و غصے کے عالم میں قاتلوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ دو مہینے تک بھاگ دوڑ ہوتی رہی۔ لیکن کوئی شخص گرفتار نہیں ہوا۔ پھر اچانک پوپ نے یہ بھاگ دوڑ ختم کرنے کا حکم دے دیا۔ اسے معلوم ہوگیا تھا کہ اس کے بیٹے ڈیوک آف گینڈیا کا قاتل اس کا اپنا بیٹا سینزیری بورجیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سینزیری اپنے بھائی کو ہٹا کر اس کا منصب خود حاصل کرنا چاہتا تھا۔ لیکن میکیاولی اس قتل کی ایک اور توجیہ بھی کرتا ہے۔ اس کے بقول سینزیری کی بہن لوکریشیا بورجیا نے اپنے دونوں بھائیوں سے جنسی تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ سینزیری کو لوکریشیا اور گیووانی کا تعلق ناگوار گزرتا تھا اور اس کا سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہ تھا کہ گیووانی کو اپنے راستے سے ہٹا دیا جائے۔

اس کے ایک ہی سال بعد (1498ء میں) اس نے اپنی مقدس قبا اتار کر شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ باپ کے پوپ ہونے کی وجہ سے اس کو اپنی درخواست کے منظور ہونے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ صرف یہی نہیں باپ نے کچھ ایسا بندوبست کیا کہ نئی صورتِ حال باپ بیٹا دونوں کے لیے فائدہ مند ہوسکے۔ چنانچہ سینزیری جو اب تک ویلینشیا (سپین) کا کارڈینل تھا اب ویلنس (فرانس) کا ڈیوک بنادیا گیا۔

فرانس کے شہنشاہ لوئی دوازدہم نے اس کے بدلے میں اپنی شادی کی تنسیخ کا مطالبہ کیا۔ صرف پوپ ہی کسی شادی کو فسخ کرنے کا اختیار رکھتا تھا۔ رسمی تحقیقات کے بعد لوئی کو اپنی ملکہ کو طلاق دینے کی اجازت مل گئی۔ لیکن پوپ الیگزینڈر نے ساتھ ہی یہ تجویز پیش کردی کہ سینزیری کی شادی نیپلز کے بادشاہ کی بیٹی کارلوٹا آف اراگون سے کردی جائے جو اس وقت فرانس کے شاہی دربار میں پرورش پا رہی تھی۔ اس شادی کے نتیجے میں ویٹکن' فرانس اور نیپلز متحد ہو جاتے تھے جو سپین کے لیے خطرے کا باعث تھا۔ ایک بار اگر جوڑ توڑ کے ذریعے یہ اتحاد وجود میں آجائے تو باقی یورپ کو بھی قوت کے مظاہرے کے ذریعے مرعوب کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ لوئی دوازدہم نے دل و جان سے اس تجویز پر صاد کیا اور تین جہازوں اور پانچ بڑی بادبانی کشتیوں کا ایک بیڑا بھیجا تاکہ وہ فرانس کے نئے ڈیوک کو نہایت تزک و احتشام سے لے جائے۔ پوپ نے اس کے مقابلے میں اپنے بیٹے کے ہمراہ ایک سو خادم روانہ کیے۔ اس کا سامان بارہ رتھوں اور پچاس خچروں پر لدا تھا۔ سینزیری کا گھوڑا اور اس کا ساز و سامان دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ سونے' ریشم اور ہیرے جواہرات سے مرصع ایسا گھوڑا یورپ بھر کے شاہی خانوادوں کو

مبتلائے رشک کر دینے کے لیے کافی تھا۔ سینزیری اپنے ساتھ جو تحائف لے جا رہا تھا وہ اتنے گراں بہا تھے کہ ان کی قیمت سننے والوں کو دانتوں میں انگلیاں دے لینے پر مجبور کر دیتی تھی۔

لوئی دوازدہم کے دربار میں سینزیری کا شاہانہ استقبال ہوا' لیکن کارلوٹا نے مقدس پوپ کے اس بیٹے کے ساتھ شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ کسی اور پر اپنا دل نچھاور کر چکی تھی۔ مگر سینزیری نے بددل ہونے کے بجائے شہنشاہِ فرانس سے صاف کہہ دیا کہ اگر میری شادی نہ ہوئی تو میں اپنے باپ سے کہہ کر تمہاری شادی کی تنسیخ کی کارروائی کالعدم کرا دوں گا۔

لوئی دوازدہم نے کارلوٹا کے نعم البدل کے طور پر نوارے کے بادشاہ کی بہن کا رشتہ پیش کیا جو اس گئے گزرے دور میں بھی مجسمۂ حسن و جمال ہونے کے ساتھ عفت و عصمت کی تصویر تھی۔ سینزیری آمادہ ہو گیا۔ لیکن مقدس پوپ کے لیے یہ رشتہ خاصا مہنگا ثابت ہوا' کیونکہ لڑکی کے باپ نے ایک لاکھ نقد سکہ شاہی کے ساتھ اپنے بیٹے کے لیے کارڈینل کے عہدے کی شرط بھی عائد کی۔

سینزیری کی یہ بیوی جس کا نام شارلٹ تھا واقعی چندے آفتاب چندے ماہتاب تھی۔ لیکن سینزیری نے اپنی اس فرشتہ خصلت بیوی کے ساتھ صرف چار ماہ گزارے۔ اس کے بعد لوئی دوازدہم نے میلان کی ریاست پر حملہ کر دیا اور سینزیری نے حجلۂ عروسی سے نکل کر میدانِ جنگ کا رخ کیا۔ فرانسیسی فوج کو محض برائے نام مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن سینزیری جس شان کے ساتھ لوئی دوازدہم کی معیت میں شہر سے گزرا' اس سے اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس واقعہ کے بعد وہ محض سینزیری بورجیا ہی نہ رہا بلکہ سینزیری بورجیا آف فرانس ہو گیا۔

پوپ الیگزینڈر ششم نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہیں کی۔ اس نے فوراً اپنے بیٹے کو یہ فرض سونپ دیا کہ وہ رومیگنا کی ان باغی ریاستوں کو دوبارہ کلیسا کے زیرِ نگین لائے جنہوں نے پوپ کی دُنیا پرستی سے بیزار ہو کر کلیسا کے اقتدارِ اعلیٰ کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور نہ صرف سالانہ خراج دینا بند کر دیا تھا بلکہ بعض نے کلیسا کے خلاف ہتھیار بھی اٹھا لیے تھے۔ اس طرح ایک تو پوپ کو خراج کی رقم دوبارہ حاصل ہو سکتی تھی' دوسرے اس کے بیٹے کے لیے رومیگنا کی جاگیر کا بندوبست بھی ہو سکتا تھا۔

سینزیری نے مقدس پوپ کے حکم کی تعمیل میں ایک فوج تیار کی۔ اس فوج کے لیے تین سو نیزہ باز اور چار ہزار پیادہ سپاہی لوئی دوازدہم نے دیئے اور کوئی چھ ہزار سپاہی پوپ نے۔ دس ہزار سپاہی اپنی قیادت میں لے کر سینزیری رومیگنا کی باغی ریاستوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ اپنی چوبیس سالہ زندگی میں اس نے کبھی ایک بار بھی لڑائی نہیں لڑی تھی۔ لیکن اس نے جوڑ توڑ' ہیر پھیر اور سازشوں کے ذریعے ایمولا اور فورلی کے دو قلعے سر کر لیے۔ فورلی کے قلعے میں اسے ایک دلیر خاتون سے سابقہ پڑا جو اس سے پہلے پوپ الیگزینڈر ششم کو ہلاک کرنے کی کوشش کر چکی تھی۔ سینزیری اسے گرفتار کر کے اپنے ساتھ روم لے گیا۔

گو ایمولا اور فورلی کے معرکے معمولی نوعیت کے تھے لیکن روم نے سینزیری کا ایک فاتح اعظم

کی طرح استقبال کیا۔ دو کارڈینل اس کی پیشوائی کے لیے شہر سے باہر آئے اور کلیسا کے دربار کے جملہ اعیان، غیر ملکی سفیروں اور معززین شہر نے دروازے پر اس کو خوش آمدید کہا۔ باپ نے بیٹے کو سینے سے لگایا اور پھر اس کے بعد ایک فرمان کے ذریعے اس کو ایمولا اور فورلی میں مقدس پوپ کا نمائندہ بنادیا گیا۔ اب یہ علاقے گویا سینزیری کی جاگیر تھے۔

اس اثنا میں سینزیری کی بہن لوکریشیا بورجیا ایک شوہر کو کھاچکنے کے بعد ایک سترہ سالہ خوبرو نوجوان الفانسو آف اراگان سے شادی کر چکی تھی۔ یہ شادی دونوں کی محبت کا نتیجہ تھی اور لوکریشیا کو اپنے نوجوان خاوند سے کافی لگاؤ تھا۔ ظاہر ہے کہ اب وہ پہلے کی طرح سینزیری کی آغوش کو گرما نہیں سکتی تھی۔ سینزیری نے جوشِ رقابت سے اندھا ہو کر الفانسو کو بھی اسی طرح اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی جس طرح اس سے قبل اپنے سگے بھائی ڈیوک آف گینڈیا کو ہٹایا تھا۔ اس نے جولائی 1500ء میں الفانسو پر قاتلانہ حملہ کرایا لیکن جب اس حملے سے وہ محض زخمی ہی ہوا تو ایک رات بستر میں اس کا گلا گھونٹ کر ہلاک کروا دیا۔ لوکریشیا کو اپنے دوسرے شوہر کی موت سے بڑا صدمہ ہوا اور وہ اپنے لڑکے کو لے کر نیپی کے قلعے میں، چلی گئی اور وہاں اپنے شوہر کا ماتم کرتی رہی۔

جب سینزیری نے رومیگنا کی ریاستوں کے خلاف اپنی ادھوری مہم دوبارہ شروع کی تو اکتوبر 1500ء میں جبکہ اس کی قیادت میں دس ہزار سپاہی تھے اس نے راستے میں سب سے پہلے اپنی بہن کے قلعے میں قیام کیا۔ اس قیام کی غرض و غایت کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔

سینزیری کی دوسری مہم کو پہلی مہم سے بھی کم مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ ریمنی اور پیسارو کے قلعے بغیر کسی لڑائی کے سر ہوگئے۔ لیکن جس طرح فورلی میں اسے ایک دلیر خاتون کا سامنا کرنا پڑا تھا' اسی طرح فائینزا کے قلعے میں ایک سولہ سالہ لڑکے نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس کی رعایا اس کی خاطر کٹ مرنے کو تیار تھی۔ چنانچہ پوری کوشش کے باوجود سینزیری فائینزا کو فتح نہ کرسکا اور واپس لوٹ آیا۔

اگلے سال اپریل میں اس نے پھر فائینزا پر چڑھائی کی۔ قلعے کے لوگوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن مسلسل تین دن کی گولہ باری کے آگے ان کی پیش نہ گئی اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے۔

صلح کی بات چیت شروع ہوئی تو سینزیری نے سخاوت اور دریا دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شکست خوردہ لوگوں کو جان کی امان دی۔ اس نے اس لڑکے کو بھی اجازت دے دی کہ وہ جہاں جانا چاہے جاسکتا ہے۔ لیکن یہ محض ایک چال تھی۔ لڑکا جونہی قلعے سے باہر آیا سینزیری نے اسے گرفتار کرکے روم بھجوا دیا جہاں اسے قید میں ڈال دیا گیا۔ کئی مہینے بعد اس بچارے کی لاش دریائے ٹائبر سے برآمد ہوئی۔ اس کے گلے میں ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔

ستمبر میں جب سینزیری روم واپس آیا تو اسے معلوم ہوا کہ اس کی بہن لوکریشیا اب ایک اور شخص الفانسوڈی ایسٹے سے منسوب ہوچکی ہے۔ اس نے اپنی دلی خوشی کا اظہار کرنے کے لیے شادی کی تقریبات میں بڑی گرمجوشی سے شرکت کی۔ ویٹیکن کے مقدس شہر کی تمام مقدس روایات کو بالائے طاق

رکھتے ہوئے اس نے روم کی پچاس نامور حسین وجمیل طوائفوں کو دعوتِ اکل وشرب دی۔ یہ دعوت ویسے تو لوکریشیا بورجیا کے اعزاز میں تھی لیکن اس میں بڑے بڑے اعلیٰ افسران بھی شامل ہوئے اور طوائفوں کے ساتھ تقریباً برہنہ رقص کرتے رہے۔

اس لاجواب دعوت میں پوپ الیگزینڈر ششم، لوکریشیا بورجیا اور سینزیری تینوں بنفس نفیس موجود تھے اور خوب دل کھول کر دادِ عیش دے رہے تھے۔ الیگزینڈر ششم اس وقت ستر کے پیٹے میں تھا۔ لیکن نہ یہ عمر اسے کسی حرکت سے باز رکھ رہی تھی اور نہ اپنے بیٹے بیٹی کی موجودگی کا خیال ہی دل میں کوئی حجاب پیدا کرتا تھا۔ وہ تینوں محل کے مرمریں فرش پر شاہ بلوط کے پھل پھینکتے تھے جنہیں حاصل کرنے کے لیے برہنہ طوائفیں اپنے چاروں ہاتھوں پیروں پر بندروں کی طرح چلتی اور کتے بلیوں کی طرح آپس میں جھگڑتی اور چھین جھپٹ کرتی تھیں اور یہ سب کچھ اس شخص کے ایما پر ہو رہا تھا جسے عیسائی دنیا روئے زمین پر مسیح کا نائب تسلیم کرتی تھی۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اور ہوتا رہا وہ ناقابل بیان ہی نہیں، ناقابل یقین بھی ہے۔ لیکن یہ بات ضرور یقینی ہے کہ اس مقدس جگہ پر اس سے زیادہ قبیح اور شرمناک فعل کا ارتکاب نہ اس سے پہلے ہوا نہ اس کے بعد ہوا ہوگا۔

لوکریشیا کی شادی کے بعد سینزیری نے اوائل گرما تک ویٹیکن ہی میں قیام کیا۔ پھر اس نے رومیگنا میں اپنی فتوحات کو وسعت دینے اور اپنی قوت و اقتدار میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی جاگیر کو بھی وسیع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس توسیعی مہم میں اس نے اربینو کے قلعے کو فتح کرنے کے لیے جس چالبازی سے کام لیا وہ اس کے گھناؤنے کردار کی صحیح عکاسی کرتی ہے۔ اس نے اربینو کے والی شہزادہ گائڈو بالڈو کو پیغام بھیجا کہ میں پڑوس کی ریاست کیمرینو پر لشکر کشی کرنے کے لیے نکلا ہوں اور اربینو پر حملہ کرنے کا قطعاً ارادہ نہیں رکھتا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اس سے کچھ سامانِ خوراک اور ایک ہزار سپاہی بھیجنے کی درخواست کی۔ سادہ لوح گائڈو بالڈو سینزیری کی چال میں آ گیا اور اس نے سینزیری کی امداد کے لیے اپنے ایک ہزار سپاہی بھیج دیئے۔ گائڈو بالڈو کو اس طرح تنہا کر دینے کے بعد سینزیری نے بجلی کی سی تیزی سے تین اطراف سے اربینو پر حملہ کر دیا۔ مقابلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ بچارا گائڈو بالڈو ایک کسان کا بھیس بدل کر اربینو سے فرار ہوا۔ اور اس طرح اپنی جان بچائی۔ اپنے باپ الیگزینڈر ششم کو اس فتح کی اطلاع دیتے ہوئے اس نے الٹا گائڈو بالڈو پر الزام لگایا کہ اس نے دھوکے سے میری جان لینے کی کوشش کی تھی۔ اس لیے مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔

سینزیری نے اپنی شیطانی ذہانت سے مکاری وعیاری کو ایک فن لطیف کا درجہ دے ڈالا تھا۔ اسی سال (1502ء) کے نو روز کی شام کو اس نے اپنے حلیف کوئی نصف درجن شہزادوں کو ایک دعوت میں بلایا تھا۔ ان شہزادوں نے حال ہی میں سینزیری سے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے وہ سینزیری سے باغی ہو گئے تھے۔ اس معاہدے کا مقصد ان کی سابقہ وفاداریوں کی بحالی تھا۔ سینزیری نے ان چھ شہزادوں کو دعوت پر بلایا اور جب وہ اپنے محافظوں سے الگ ہو کر اس کمرے میں پہنچے جہاں

سینزیری نے ان کے لیے نوع بنوع کھانوں کا انبار لگوا رکھا تھا تو اس سے پہلے کہ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوتے' سینزیری کے محافظ دستے نے انہیں گرفتار کرلیا۔ صبح تک چھ کے چھ شہزادے موت کے گھاٹ اتارے جاچکے تھے۔

یہ کہنا زیادتی ہوگی کہ سینزیری محض اپنے بل بوتے پر یہ تمام گھناؤنی حرکات کر رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنی تمام سیاہ کاریوں میں اُسے اپنے باپ پوپ الیگزینڈر ششم اور اس کے توسط سے پورے مقدس رومن کلیسا کی پشت پناہی حاصل تھی۔ لوگوں کو بہت دیر بعد اس حقیقت کا پتا چلا کہ دونوں باپ بیٹے اپنی دولت میں اضافہ کرنے کی خاطر ہر دجل وفریب سے کام لے سکتے ہیں اور اپنی قوت و اقتدار بڑھانے کی خاطر انہیں کسی گھناؤنے فعل کے ارتکاب میں بھی باک نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات زبان زدِ خاص و عام ہوگئی تھی کہ پوپ اپنے کارڈینلوں کو خوب کھلا پلا کر موٹا کرتا ہے اور پھر انہیں ختم کر دیتا ہے۔ یعنی وہ اُنہیں اُس وقت اپنے راستے سے ہٹاتا ہے جب وہ خود پوپ کے نقش قدم پر چل کر کافی مال و دولت جمع کر چکے ہوتے ہیں اور اس طرح اُن کی تمام دولت پوپ کے خزانے میں پہنچ جاتی ہے۔

سینزیری نے مکاری و عیاری میں نام پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ بدکاری و بدقماشی میں بھی بے مثال شہرت حاصل کر رکھی تھی۔ اخلاق و شرافت کی دھجیاں اُڑانے میں اسے کچھ زیادہ ہی لطف آتا تھا اور پھر جب اس کی گھناؤنی ہوسناکیوں کی داستانیں لوگوں تک پہنچتی تھیں تو وہ ان تہمتوں اور بدنامیوں کی ذرا بھی پروا نہیں کرتا تھا۔ ایک بار اس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اس نے جمہوریہ وینس کے ایک کپتان کی نوجوان بیوی کو اغوا کرلیا ہے۔ کپتان کے برافروختہ ہونے پر وینس کے سینیٹ نے معاملہ اپنے ہاتھ میں لیا اور ایک سفیر سینزیری کی خدمت میں بھیجا کہ وہ اس زیادتی پر پر زور احتجاج کرے اور اس عورت کی واپسی کا مطالبہ کرے۔ سینزیری نے سفیر کے ساتھ درشتی کے ساتھ پیش آنے یا گالی گلوچ کرنے کے بجائے جمہوریہ وینس کے نام یہ مراسلہ بھیجا کہ مجھ پر یہ الزام سراسر غلط ہے اور سینیٹ کو اس کا یقین نہیں کرنا چاہیے۔ اس نے کہا کہ رومیکنا کی عورتوں کی تسخیر میرے لیے کسی مرحلے پر بھی اتنی دشوار ثابت نہیں ہوئی کہ مجھے اغوا جیسے غیر مہذب اور وحشی طریقوں سے کام لینا پڑتا۔

اپنی روایتی تہذیب اور شائستگی کا مظاہرہ سینزیری نے کاپوا کی تسخیر کے وقت بھی کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے سپاہیوں نے بھی دل کھول کر عورتوں کی آبروریزی کی۔ چنانچہ واپسی کے وقت کاپوا کی تیس یا چالیس خوب صورت عورتیں سینزیری کے ہمراہ تھیں اور اس نے بڑی دیدہ دلیری سے ان کا انتخاب کیا تھا۔

سینزیری کا عروج جتنا زیادہ حیرت ناک تھا اسی قدر اس کا زوال بھی عبرتناک ہوا۔ جس سرعت سے وہ بامِ عروج پر پہنچا تھا' اس سے کہیں زیادہ تیزی سے اس کی قوت و اقتدار کو زوال آیا۔ فرانسیسی فوج نیپلز پر حملہ کرنے والی تھی اور سینزیری اس میں شامل ہونے کے لیے جا رہا تھا۔ شام کے وقت الیگزینڈر ششم اور سینزیری ایک دعوتِ طعام میں شریک ہوئے جو کارڈینل کارینٹو کی طرف سے دی

گئی تھی۔ شہر میں اس وقت بخار کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ صبح ہوتے ہی دونوں باپ بیٹوں کو بخار نے آدبوچا۔ باپ نے ایک ہفتے کے اندر اندر جان دے دی اور بیٹے کو جان کے لالے پڑ گئے۔

باپ بیٹا دونوں اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار و غم گسار تھے لیکن باپ کی موت کی خبر سن کر سینزیری کی آنکھ سے ایک آنسو تک نہیں ٹپکا۔ وہ خود بھی زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا تھا اس لیے باپ کی تجہیز و تکفین کی رسوم میں شامل ہونا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ لیکن وہ اس قابل ہوتا بھی تو اپنے باپ کے تابوت سے دور رہنے کو ہی ترجیح دیتا۔ اس لیے کہ جس طرح الیگزینڈر ششم کی زندگی شرمناک تھی اسی طرح اس کا سفر آخرت بھی کچھ کم شرمناک نہ تھا۔

الیگزینڈر ششم کا تابوت سینٹ پیٹر کے گرجے میں رکھا ہوا تھا۔ پادری مقدس مقامات پر نغمات کا ورد کر رہے تھے کہ وہاں موجود سپاہیوں میں فساد ہوگیا۔ پادری نغمات بھول گئے اور اپنی جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اگلے دن چھ آدمیوں نے لاش کو اٹھا کر روم کے ایک چوراہے میں لا رکھا تا کہ لوگ دیکھیں اور دیکھ کر محظوظ ہوں...... لیکن یہ ابھی صرف آغاز تھا۔ بڑھیوں نے تابوت کو جان بوجھ کر تنگ اور چھوٹا بنایا تھا۔ چنانچہ لاش کے سر پر سے پوپ کا مخصوص تاج اُتار دیا گیا کہ تابوت میں اس کے لیے جگہ نہیں تھی۔ اس کی بجائے ایک پھٹی پرانی دری سر کے گرد لپیٹ دی گئی۔ پھر لاش کو بھینچ بھینچ کر اور سکیڑ سکیڑ کر تابوت میں ڈالا گیا۔ رومی کلیسا کی ساری تاریخ میں کسی پوپ کے ساتھ ایسے سلوک کی مثال نہیں ملتی۔ لیکن الیگزینڈر ششم کی زندگی کو دیکھا جائے تو وہ اس سے بھی زیادہ ذلت کا مستحق تھا۔

الیگزینڈر ششم کے مرنے پر ایک عارضی پوپ کا تقرر ہوا۔ یہ ایک اسی سالہ بوڑھا پائیس سوم تھا جس کا دورِ حکومت صرف چھبیس دن رہا۔ سینزیری یوں تو سازش اور مکاری و عیاری میں اپنی مثل آپ تھا لیکن اس نے زندگی میں پہلی بار ایک اہم فیصلہ کرنے میں غلطی کھائی...... شاید قدرت اسے اسی طرح...... اس کے اپنے ہاتھوں...... سزا دینا چاہتی تھی۔ اس نے پوپ کے عہدے کے لیے خاندان بورجیا کے ایک کٹر دشمن گیلیانو ڈیلا روویری کی حمایت شروع کر دی جس نے اس کو کلیسا کے کیپٹن جنرل کے عہدے پر مستقل کر دینے اور رومیگنا کے علاقوں کو اس کی جاگیر میں برقرار رکھنے کا وعدہ کر لیا تھا۔ سینزیری کی حمایت کے نتیجے میں گیلیانو پوپ جولیس دوم بن گیا اور اس کے چھ ہفتے کے اندر اندر سینزیری کے زوال کی کارروائی مکمل ہوگئی۔

جولیس دوم مکاری و عیاری میں سینزیری کے برابر کا جوڑ تھا۔ اس نے بار بار سینزیری کو اپنی حمایت اور دوستی کا یقین دلایا اور اس کے خدشات دور کر دیئے۔ اس نے رومیگنا کی کلیسائی ریاستوں کے نام احکام بھی جاری کیے کہ وہ سینزیری کی اطاعت کریں لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے وینس اور فلورینس کی طاقتور ریاستوں کو اس امر کی اطلاع بھی دی کہ میں رومیگنا کو سینزیری کے لیے نہیں بلکہ کلیسا کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب سینزیری پہلے کی طرح مقتدر نہیں رہا۔ بلکہ اس کا ستارۂ اقبال گردش میں آچکا ہے اور غروب ہونے کو ہے۔

وینس کی طاقت ور ریاست کو یہ اشارہ سمجھنے میں دیر نہ لگی اور اس نے کارروائی کرنے میں کوئی دیر نہ کی۔ اس کے سپاہیوں نے فائینزا پر قبضہ کرلیا اور فورلی کے علاوہ ان دیگر قلعوں کی واپسی کا مطالبہ کردیا جو سینزیری کی فوج کے قبضے میں تھے۔

اس مرحلے پر پوپ نے سینزیری کو وینس کا مقابلہ کرنے کے بجائے واپس روم آنے کا حکم دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ وینس نے کلیسا کے خلاف نہیں' صرف سینزیری کے خلاف کارروائی کی ہے اور سینزیری کو اپنے تمام علاقے وینس کے حوالے کر دینے چاہئیں تا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہوسکے۔ سینزیری نے بہت منتیں کیں لیکن اس کی کوئی پیش نہ گئی۔ پوپ نے بظاہر اس سے بہت ہمدردی جتائی اور پھر اسے محافظوں کی ایک بھاری تعداد روم لے گئی۔ آخر سینزیری کو احساس ہوگیا کہ اس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے...... تیر کمان سے نکل چکا تھا...... تقدیر سے لڑنا اس کے بس کی بات نہیں تھی...... اس نے رومیگنا کے قلعے پوپ کے حوالے کر دیئے۔

لیکن یہ صرف آغاز تھا۔ جولیس دوم نے اب سینزیری کی جائیداد ضبط کرنا شروع کردی' تا کہ ان لوگوں کو معاوضہ دیا جاسکے جنہوں نے سینزیری کے ہاتھوں تکالیف اٹھائی تھیں۔ اس زمانے میں سپین نے فرانس کو اُس جنگ میں مات دی جو دونوں کے درمیان نیپلز کے تخت کے لیے ہو رہی تھی۔ سپین کے کارڈینل ابھی تک سینزیری کا دم بھرتے تھے۔ ان کے زیر اثر پوپ نے سینزیری کو جو اب تک ویٹیکن میں عملاً ایک قیدی کی زندگی گزار رہا تھا' نیپلز جانے کی اجازت دے دی۔ وہاں وہ ہسپانوی افواج سے جاملا۔ جہاں اسے سالارِ افواج بنادیا گیا...... لیکن پوپ جولیس دوم نے ایک بار پھر اسے اس کے اپنے میدان میں شکست دی۔ اس نے سپین کے حکمران کو متنبہ کیا کہ سینزیری کی حمایت کا نتیجہ اس معاہدے کی تنسیخ کی صورت میں برآمد ہوگا جو رومیگنا کے بارے میں کلیسا کے ساتھ طے ہوا ہے۔ چنانچہ سینزیری کو گرفتار کرکے سپین ہی کے ایک قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

سینزیری کسی نہ کسی طرح قید خانے سے بھاگ نکلا اور اپنے برادرِ نسبتی والیِ نوارے کے پاس جاپہنچا اور اپنی خدمات اسے پیش کیں۔ نوارے کی ریاست کو ان دنوں فرانس اور سپین دونوں سے خطرہ تھا۔ خود ریاست کے اندر بھی شورشیں برپا ہوتی رہتی تھیں۔ باغیوں کے ایک دستے کی سرکوبی کا کام سینزیری کے سپرد ہوا۔ یہ کام دلیری اور جوانمردی کا طالب تھا اور سینزیری کی ٹکسال میں سوائے سازش اور عیاری کے اور کوئی سکہ تھا ہی نہیں اور یہ سکہ یہاں بیکار تھا۔ چنانچہ باغیوں نے اسے گھیر کر بری طرح زخمی کر ڈالا اور ایک ذلیل کتے کی موت مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔

اس کے برادرِ نسبتی نے اگرچہ اس کی تجہیز و تکفین بڑے تزک و احتشام سے کرائی اور اسے سینٹ میری کے گرجے کی قربان گاہ کے سامنے دفن بھی کرایا۔ لیکن اس کی گھناؤنی زندگی پر دائمی نقاب ڈال دینا اس کے لیے ممکن نہ تھا۔ چنانچہ کچھ مدت بعد بشپ آف کلاہورا نے سینزیری کا تابوت قربان گاہ کے سامنے سے نکلوا پھینکا...... مقدس قربان گاہ کی یہ توہین بشپ کے لیے ناقابل برداشت تھی۔

شاہد مختار

راسپوٹین......مقدس شیطان

راسپوٹین کا اصلی نام گریگوری یوفیمووچ Grigori Yefimovitch اور اسے پیار سے گریشا کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ 1871ء میں روس کے علاقہ سائبیریا کے ایک گاؤں پوکرووسکی میں پیدا ہوا۔ راسپوٹین کے باپ کا نام ایفیم اینڈری وچ اور ماں کا نام اینا ایگوروناتھا۔ راسپوٹین نے تعلیم کی طرف قطعاً توجہ نہ دی اور آوارگی اختیار کی۔ وہ مدرسہ سے زیادہ اصطبل میں رہنا پسند کرتا۔ گھوڑوں کی حرکات وسکنات کا عمیق جائزہ لیتا اور ان سے گفتگو کا انداز اپناتا۔ وہ اصطبل میں عبادت کے انداز میں بیٹھا رہتا اور اس دوران اس کے چہرے پر کھچاؤ اور سنجیدگی طاری رہتی۔ وہ وہاں گھنٹوں گھوڑوں کی آنکھوں میں گھورتا اور دم سادھے ان کے سموں کی ٹاپ اور نتھنوں سے نکلنے والی آواز کو سنتا رہتا۔ راسپوٹین کے ابتدائی بارہ سال اسی آوارگی اور اصطبل کی زندگی میں گزرے۔

راسپوٹین بچپن میں بدتمیز اور شریر لڑکا تھا۔ بلوغت کی حدود میں داخل ہونے پر وہ آوارہ' عیاش اور بداخلاق بھی ہوگیا۔ وہ دن بھر کھیتوں میں کام کرتا اور رات کو شراب پیتا' جوا کھیلتا اور لڑکیوں کا پیچھا کرتا۔

روس میں شراب پینے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا۔ روسیوں سے زیادہ مدہوش ہوکر پینے والا بھی دنیا میں شاید کوئی ہو۔ روسی واڈکا کو ''معدے میں سورج کی کرن'' کے نام سے پکارتے ہیں۔ وہ صرف شغل کے لیے نہیں پیتے بلکہ وہ خود کو مٹا دینے اور اپنے احساسات کو بالکل ختم کرکے مدہوش ہوجانے کے لیے پیتے ہیں۔ روس میں ہمیشہ سیاسی پارٹیوں کا اہتمام ہوتا رہا ہے جو شراب کے دور سے شروع ہوکر جنسی بہمیت اور قتل و غارت پر ختم ہوتی تھیں۔ عوامی ضیافتوں کا یہ انداز بیسویں صدی تک جاری رہا۔

گاؤں کے میلہ کے دوران راسپوٹین کی ملاقات کالی آنکھوں والی دوشیزہ اسکودیافیڈ رونا سے ہوئی جس کی صورت و سیرت اور صباحت و ملاحت نے اسے گھائل کردیا۔ اسے حاصل کرنے کے لیے اس نے بڑی تگ و دو کی اور آخر کار شادی کے بعد جب یہ حور طلعت' بن سنور کر' جوبن نکھار کے حسن و لطافت کے پھول برساتی' معشوقانہ انداز میں حجلۂ عروسی میں ملبوس راسپوٹین کے پہلو میں بیٹھی تو اس نے

شدت سے محسوس کیا کہ راسپوٹین کے دماغ میں شیطانی وساوس و خیالات فاسدہ کا ہجوم ہے اور اس کی بے ربط باتوں کا مفہوم اور مفاد مخفی اور نا قابل فہم ہے۔

راسپوٹین نے جوان ہو کر اپنا آبائی پیشہ اختیار کیا۔ وہ اپنے باپ کی طرح گھوڑا گاڑی پر مسافروں کو لے کر دور دراز علاقوں میں جاتا۔ اس کے ساتھ سیاح اور مذہبی مبلغ بھی سفر کرتے تھے جن سے وہ خدا اور کلیسا کے موضوع پر ایسے دلائل کے ساتھ بحث کرتا کہ بڑے بڑے مذہبی مبلغ دم بخود ہو جاتے اور وہ اس کے مذہبی شعور کو تسلیم کرتے ہوئے اسے کسی مذہبی درسگاہ میں داخلہ کا مشورہ دیتے۔ ایک دن ایک مسافر نے اس کے مذہبی رجحان اور علوم الٰہیہ سے متعلق حیرت انگیز واقفیت کے پیش نظر اسے ''درخوٹور کی درسگاہ'' میں تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا اور وہ اس کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے اس درسگاہ میں داخل ہوگیا۔ اس وقت اس کی عمر ۳۳ برس تھی۔ درخوٹور کی خانقاہ سائبیریا کی خانقاہوں میں نمایاں ترین تھی۔

راسپوٹین کو یقین ہوگیا کہ گناہ کے ذریعے انسان از سر نو زندگی حاصل کرتا ہے اور عبادت کا صحیح مفہوم دنیاوی رسوم کے تمام بندھنوں سے آزاد ہو کر اندر کے انسان کو زندہ کرتا ہے۔ راسپوٹین کا ایمان تھا کہ اس کی جانب سے کیے گئے بدترین اعمال بھی خالق کی نظر میں عام آدمیوں کے بہترین اعمال سے بدرجا بہتر ہیں۔ لہٰذا اس کی کسی غیر اخلاقی' غیر قانونی اور غیر مذہبی حرکت پر لعن طعن کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ انسان اپنے تقدس کی انا کو گناہ کے ذریعہ ختم نہیں کر دیتا' وہ دنیاوی بندھنوں سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتا۔ لہٰذا راسپوٹین نے درخوٹور کی خانقاہ کے تہہ خانوں میں سال ہا سال زندگی گزارنے کے بعد خود میں بے انتہا قوت ارادی پیدا کرلی اور اسی قوتِ ارادی کے باعث روسی تاریخ میں عجیب و غریب مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

''ماکاری'' ایک بوڑھا راہب تھا جو گناہوں کے دلدل سے گزر کر درخوٹور کی خانقاہ سے دور جنگل کے تاریک کونے میں ایک معمولی جھونپڑی میں دنیا ترک کر کے شب و روز عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ وہ زیادہ خوراک نہ کھاتا۔ کم سوتا' کم بولتا اور اس قدر پوشش پر اکتفا کرتا جو عورت کے ستر کے لیے ضروری تھی۔ اس نے سخت مشقتانہ زندگی اختیار کر رکھی تھی۔ ریاضتوں اور مجاہدوں نے اسے قال سے حال تک پہنچا دیا تھا۔ لہٰذا اس سے ماوراء عقل افعال صادر ہونا شروع ہوگئے اور اس کی خوارق و کرامات کی جلوہ نمائیاں عوام کو خیرہ چشم کرنے لگیں۔ ہزارہا لوگ آتے اور اس کے آستانۂ زہد کی جبہ سائی کرتے۔ اس کی شہرت تمام ملک روس میں پھیلی ہوئی تھی۔ عقیدت مندوں کا ہر وقت تانتا بندھا رہتا اور ہر طبقے کے مصیبت زدہ لوگ برائیوں سے تائب ہونے اور اپنی مرادیں پانے کے لیے میلوں سفر کر کے اس سنیاسی کی کٹیا کا رخ کرتے تھے۔ ماکاری تنگ و تاریک قبر نما جھونپڑی میں بھوکا پیاسا رہتا اور اس کے نحیف جسم میں زندگی کا احساس صرف سانس کی حد تک تھا۔ وہ خود کو زنجیروں میں جکڑ کر گناہوں کو پابند سلاسل رکھتا تھا۔ درخوٹور درگاہ چھوڑنے سے قبل راسپوٹین ماکاری کی شہرت سن چکا تھا۔ لہٰذا اس نے ماکاری سے ملنے

کا مصمم ارادہ کیا اور دن رات سفر کرتا ہوا اس سنیاسی کی کٹیا میں جا پہنچا۔ راسپوٹین ماکاری کو دیکھتے ہی اس کے قدموں میں گر پڑا اور شدت جذبات سے اس کے ہاتھوں اور پاؤں کے بوسے لینے لگا۔ جب شدتِ جذبات میں کمی آئی تو اس نے ماکاری سے اپنی آمد کا مقصد بیان کرتے ہوئے اپنی گذشتہ گناہ آلود زندگی' برے خیالات' جنسی خواہشات اور کمزوریوں کا اعتراف کیا اور آئندہ زندگی گزارنے کے لیے ہدایت طلب کی۔ ماکاری کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے نحیف و لاغر ہاتھ راسپوٹین کے سر پر رکھتے ہوئے کھلے لفظوں میں اسے ترک دنیا کی تلقین کی۔

راسپوٹین نے ماکاری کی نصیحت کے مطابق زندگی گزارنے کا ارادہ کیا اور کئی سالوں تک کشکول ہاتھ میں پکڑے اور روٹیوں کا تھیلا گلے میں لٹکائے گاؤں گاؤں پھرتا رہا۔ پھر ایک دن علاقہ میں اس کی کرامات کی دھوم مچ گئی۔ ایک کہانی کے مطابق وہ اچانک کسانوں کے سامنے ظاہر ہوا۔ دن بھر ان کے ساتھ کام کیا اور شام کو ان کے سامنے گناہ کے ذریعہ نجات کے عقیدے کی شرح بیان کرتا رہا۔ ایک اور کہانی کے مطابق اسے عورتوں اور نوجوان لڑکیوں کے ساتھ جنگل میں درختوں کی شاخوں کو صلیبیں بنا کر ان کے سامنے دعائیں مانگتے دیکھا گیا اور بتایا گیا کہ وہ لڑکیوں کے ساتھ بوس و کنار کو عبادت کا حصہ قرار دیتا ہے۔ کچھ لوگوں نے بتایا کہ وہ آگ کا ایک الاؤ تیار کرکے اس کے گرد لڑکیوں کے ساتھ رقص کرتا اور عجیب آوازوں کے ساتھ چلاتا ہے کہ ''اپنے غرور کو گناہ سے نیست و نابود کر دو۔ اپنے جسم کا امتحان لو'' ان میں سے بیشتر لڑکیوں نے بھی اپنے والدین اور شوہروں کو یہ کہتے ہوئے چھوڑ دیا کہ ''صرف وہی ان کی روحوں کو نجات دلا سکتا ہے'' ایک اور کہانی کے مطابق وہ اپنی مداح عورتوں کے جھرمٹ میں جوہڑوں اور تالابوں میں مادر زاد برہنہ کھڑا ہو جاتا ہے اور عورتیں اس کے غلیظ بدن سے میل اتارتی ہیں جس کا مقصد وہ باعصمت عورتوں کا غرور ختم کرکے نجات کا راستہ دکھانا بتاتا ہے۔

پھر اچانک ایک دن راسپوٹین نے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ بیوی کا دل دھڑکا لیکن وہ اسے پہلی نظر میں نہ پہچان سکی کیونکہ اس کے سر اور داڑھی کے بال چکناہٹ سے جڑ چکے تھے اور اس کا چہرہ نفس کشی کے باعث زرد اور اندر کو دھنسا ہوا تھا۔ بوڑھا باپ پتھرائی ہوئی نظروں سے اس کے چہرے میں اپنے بیٹے کو تلاش کر رہا تھا۔ اس کے بچے اس کی آنکھوں میں شفقت کی جھلک کے متلاشی مسلسل اس کے چہرے پر نظریں جمائے کھڑے تھے۔ لیکن بہت جلد ان سب کو احساس ہو گیا کہ اس کی دنیا بدل چکی ہے اور اب اسے اس دنیا کے کسی رشتہ ناطہ یا لوازماتِ زندگی سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

راسپوٹین نے ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ بلند کرکے پادریوں کے انداز میں دعا دی اور اپنی بیوی کو تہہ خانہ کا دروازہ کھولنے کو کہا اور پھر اس چھوٹے سے نیم تاریک تہہ خانہ میں ننگے بدن عبادت میں مشغول ہو گیا۔ اس کی بیوی رات بھر اس کا انتظار کرتی رہی۔ ذرا ذرا سی آہٹ پر بے چین ہو جاتی۔ وہ حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے تہہ خانہ میں گئی تو راسپوٹین بڑی تکلیف دہ حالت میں گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا اور اس کا چہرہ زمین کو چھو رہا تھا۔ وہ تھر تھر کانپ رہا تھا اور اس کے منہ سے

چیخوں کے درمیان ''او معبود ہم پر رحم کر'' کے الفاظ نکل رہے تھے کمرہ ایک ہیبت ناک منظر پیش کر رہا تھا۔ بعد میں ایک بوڑھے کسان نے بھی جو مقامی گرجا گھر کا رکن تھا' تہہ خانہ کا خوفناک منظر دیکھ کر لوگوں کو یقین دلایا کہ راسپوٹین نے واقعی نیا جنم لیا ہے اور وہ اپنا ماضی بالکل بھول چکا ہے۔ گاؤں کے چیدہ چیدہ لوگوں نے بھی تہہ خانہ کے ہیبت ناک منظر کو دیکھا اور اس کی تصدیق کی۔ اس طرح راسپوٹین کے مجاہدے' ریاضت اور عبادت کی دھوم مچ گئی اور دور دراز علاقوں سے لوگ اپنی مرادوں کے ساتھ اہلم کے گھر آنے لگے۔ قدیم کلیسا کو روسی ریاست میں بڑا دخل تھا۔ جب راسپوٹین کی شہرت کلیسا تک پہنچی تو عیسائیت کے مذہبی پیشواؤں نے اسے اپنے اختیارات میں مداخلت سمجھا اور اس کی بھرپور مخالفت کی۔

مشرقی کلیسا روسی معاشرے کی سیاسی اور سماجی نظام پر نہ صرف اثر انداز ہوا بلکہ اس نے روس کو عالمی سطح پر ابھرنے کے لیے ایک اخلاقی اور نظریاتی بنیاد فراہم کی۔ روم ایک عظیم تہذیبی اور مذہبی مرکز تھا جو ختم ہوگیا۔ اس کے بعد بازنطینا نے اس کی جگہ لی لیکن اس کی عظمت بھی ترکوں کے ہاتھوں عہد رفتہ بنی۔ 1453ء تک ماسکو مشرقی کلیسا کی سب سے بڑی اور مضبوط ریاست بن چکا تھا اور پوری دنیا کا نجات دہندہ اور عالمی قدیمی عیسائی سلطنت کی حیثیت رکھتا تھا۔ روسی پادری ماسکو کو تیسرا روم تصور کرتے اور سولہویں صدی میں یہ تصور حقیقت کا روپ دھار گیا۔ ماسکو کے شہزادے نے زار (سیزر) یا قیصر کا لقب اختیار کیا اور روس کو تیسرا روم کہا جانے لگا۔ ایک پادری نے ولیسلائی سوئم کو خط لکھا کہ:

> ''دو روم ختم ہو چکے ہیں اور تیسرا روم ہمارا ماسکو قائم و دائم ہے اور چوتھا روم کبھی نہ بن سکے گا۔ اس سلطنت میں ہمارے کلیسا کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ چمک رہی ہے۔ تمام دنیا میں آپ واحد عیسائی زار ہیں۔''

1555ء سے 1560ء تک کے دور میں تعمیر کردہ ۸ کلیساؤں پر مشتمل گرجے کی شان و شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے جن میں خیمہ کی مذہبی تقدیس موجود ہے۔ سائن اوشانوف نے (1626ء تا 1686ء) ماسکو کے گرجا گھر میں ایسی تصاویر بنائیں جن میں حضرت عیسیٰ کو دنیا کے حکمران کی حیثیت سے دکھایا گیا۔ 95-1691ء میں گرنی گوائف اور اس کے پندرہ ساتھیوں نے ایک اور کلیسا میں ۴۲۰۰ کے لگ بھگ ایسی تصاویر بنائیں جو پوری دنیا میں اپنی نوع کی واحد کوشش تھی۔

کلیسا کے پادری فادر پیٹر نے راسپوٹین کو جادوگر اور ابلیس کا گماشتہ کہا۔ لیکن وہ دن فادر پیٹر کے لیے بڑا کرب ناک تھا جب یوم کلیسا کے موقعہ پر بار بار گھنٹیاں بجانے کے باوجود چند سفید پوش مردوں اور بوڑھی عورتوں کے علاوہ کوئی شخص کلیسا میں داخل نہ ہوا۔ بلکہ اس روز گرجا کی انتظامیہ' علاقہ کے مخیر اور متمول لوگ اور ان کی بیگمات بھی گرجا گھر کی بجائے اہلم کے گھر راسپوٹین کے دیدار کے لیے حاضر تھیں۔ اسے اس بات کا بڑا دکھ ہوا۔ وہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ مریم کے مجسمے کے آگے ہر روز گڑگڑا کر دعا مانگنے والے یہ لوگ ایک بدطینت اور گمراہ شخص کے اسیر ہو جائیں گے اور کلیسا کو چھوڑ کر

اس کے دیدار کے لیے اس کے گھر جائیں گے۔

فادر پیٹر نے ایک طویل رپورٹ گورنمنٹ کو بھیجتے ہوئے تحریر کیا کہ راسپوٹین کے خلاف فوری کارروائی کی جائے۔ گورنمنٹ نے فادر پیٹر کی رپورٹ پر ویری ریورنڈ لارڈ شپ کی سرکردگی میں تحقیقاتی کمیشن قائم کیا اور اس پوکردوسکی پہنچ کر حالات کا جائزہ لینے کے بعد تحقیقاتی رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا۔ ویری ریورینڈ لارڈ شپ نے اپنا ہیڈکوارٹر مقامی گرجا گھر میں قائم کرتے ہوئے مقامی لوگوں کے بیانات قلمبند کیے۔ مقامی لوگوں نے کمیشن کو بتایا کہ راسپوٹین بڑا پاکباز' متقی اور خدا رسیدہ بزرگ ہے جو روحانیت کا پرچار کرتا ہے۔ نفس کشی کرتا ہے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا ہے اور اس کی دعاؤں اور بددعاؤں میں فوری اثر موجود ہے۔ لارڈ بشپ نے فادر پیٹر کی درخواست پر ایک پولیس کے سپاہی کے ذریعہ راسپوٹین کو طلب کیا۔ وہ سپاہی جب تہہ خانہ میں پہنچا تو اس وقت راسپوٹین دنیا و مافیہا سے بے نیاز عبادت میں مشغول تھا۔ سپاہی بھی اس کی دعاؤں میں شامل ہوگیا اور فرط عقیدت سے راسپوٹین کے ہاتھ چومنے لگا۔ سپاہی نے کمیشن کو بتایا کہ راسپوٹین کے خلاف لگائے گئے تمام الزامات بے بنیاد ہیں اور میں اس خدا رسیدہ بزرگ کو یہاں لانے کی جرأت نہیں رکھتا۔ لہٰذا کمیشن بغیر کسی ثبوت کے واپس لوٹ گیا۔ لوگوں کے راسپوٹین سے عقیدت کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے اسے راسپوٹین کی بجائے ''فادر گریگوری'' کہہ کر پکارنا شروع کردیا تھا اور اب بوڑھے اطم کا گھر گھر نہیں بلکہ زیارت گاہ بن چکا تھا۔

راسپوٹین تین ہفتہ کی چلہ کشی کے بعد تہہ خانے سے باہر نکلا۔ نفس کشی اور لگاتار مجاہدے کے باعث اس کا چہرہ زرد ہوچکا تھا۔ اس کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے بن چکے تھے۔ اس کے گال اندر کی جانب دھنس گئے تھے اور اس کا جسم ایک ڈھانچہ کی مانند تھا لیکن اس کی آنکھوں میں چمک' ہونٹوں پر مسکراہٹ اور چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی۔ لوگ اس کے دیدار کے لیے جم غفیر کی شکل میں پہلے ہی موجود تھے۔ وہ سب لوگوں کی نگاہوں کا مرکز تھا۔ اس نے لوگوں کے گونجتے ہوئے نعروں میں اپنا پہلا مذہبی خطاب کرتے ہوئے کہا:

> ''میں تمہیں وہ مسرت بخش پیغام دینا چاہتا ہوں جو مادر وطن نے مجھے دیا ہے اور وہ ہے گناہ کے ذریعے نجات کا راستہ۔ گناہوں میں سرتاپا غرق ہو جاؤ تاکہ گناہ خود ہار مان جائے۔ اس کے بعد جنت تمہارے قدموں میں ہوگی۔''

اس خطاب کے بعد وہ دریائے تورا کے کنارے چلتے چلتے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگیا۔

راسپوٹین کی شہرت آہستہ آہستہ پورے ملک روس میں پھیل گئی اور اس کی ولائت کی باتیں زار روس کے محلوں میں بھی ہونے لگیں۔ روس کے شہرۂ آفاق زاہد و عابد' روحانی پیشوا اور خدا رسیدہ بزرگ جان آف کرونسلاڈٹ بھی راسپوٹین کے کمال و تقدس کا معترف ہوگیا تھا۔ اس نے فادر جان گرجا میں نادار مفلس لوگوں میں کھڑے ڈھیلے ڈھالے پھٹے ہوئے دیہاتی کپڑوں میں ملبوس معمولی شکل کے مالک راسپوٹین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک جم غفیر سے مخاطب ہو کر کہا ''اے لوگو! میری بات غور

سے سنو۔ آج ہمارے درمیان خوش قسمتی سے ایک ایسی بزرگ ہستی موجود ہے جو مسیح دوراں' خدا کا پیغمبر' مجسم نور اور تقدس کا پیکر ہے۔ آگے بڑھو' تعظیماً اس کے آگے جھکو اور قدموں میں نچھاور ہو جاؤ۔'' لوگ راسپوٹین کی طرف دوڑ پڑے اور اس کے ہاتھوں کو چومنے لگے۔ راسپوٹین کی آنکھوں میں مقناطیسی قوت اپنا زور دکھا رہی تھی۔ اس نے پادریوں کے انداز میں اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور لوگوں کے سروں پر ہاتھ پھیر کر دعائیں دیتا رہا۔

روس پر اس وقت زار نکولاس دوم کی حکومت تھی۔ جرمن نژاد بیلس کی شہزادی اور انگلستان کی ملکہ وکٹوریہ کی نواسی ایلکس اس کی ملکہ تھی۔ اسے بچپن میں سن شائین کے نام سے پکارا جاتا تھا اور یہ نام شادی کے بعد بھی قائم رہا۔ زار اسے اسی نام سے پکارتا تھا۔

ملکہ کی سہیلی اشانا نے راسپوٹین سے ایک اور ملاقات کی اور اسے شہزادہ ایلکسی کی بیماری کے بارے میں سب کچھ بتایا جس پر راسپوٹین نے اشانا کو ایلکسی کی مکمل صحت یابی کا یقین دلاتے ہوئے کہا کہ جاؤ ملکہ کو کہہ دو کہ اب اسے رونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں آ گیا ہوں ایلکسی بالکل تندرست ہو جائے گا۔ دوسرے دن دونوں بہنوں نے ملکہ کے سامنے راسپوٹین کی تعریف کرتے ہوئے اور ڈاکٹر فلپ کی اس پیشگوئی کا حوالہ دیتے ہوئے کہ ''خداوند کریم تمہاری مدد اور حفاظت کے لیے ایک خاص بندہ بھیجے گا جو تخت و تاج اور تمہارے بیٹے کی حفاظت کرے گا'' کہا یہ خاص بندہ راسپوٹین ہی ہے' جس کی شہرت سائبیریا سے نکل کر پورے ملک میں پھیل چکی ہے اور اس مسیح دوراں کے ہاتھوں ایلکسی شفایاب ہوگا اور ہماری پیاری ملکہ کو ان کا پیارا بیٹا ہنستا کھیلتا نظر آئے گا۔ اشانا نے ملکہ کو بتایا کہ راسپوٹین ایک سچا روسی اور اس سے بڑھ کر ایک مخلص عیسائی ہے۔ اسے غیر معمولی روحانی طاقت حاصل ہے جس سے وہ تن مردہ میں روح پھونک سکتا ہے۔ ناامید بیماروں کو اچھا کرسکتا ہے۔ لوگ اس کی کرامات کے معترف ہیں۔ لاعلاج مریض اس کے ہاتھ لگانے سے ہنستے کھیلتے گھروں کو جاتے ہیں۔ حال ہی میں اس نے ایک عورت شاکودا کو ایک موذی مرض سے نجات دلائی ہے اور اس نے اپنا سارا مال و متاع خدا کی راہ میں خیرات کردیا ہے۔ اشانا نے ملکہ کو بتایا کہ ایلکسی کے بارے میں جب اس نے راسپوٹین سے بات کی تو راسپوٹین نے بڑے پراعتماد لہجے میں کہا کہ ملکہ سے کہہ دو کہ اب وہ بالکل نہ روئے میں اس کے بچے کو بالکل تندرست کردوں گا۔ وہ پہلے سے زیادہ صحت مند اور توانا ہو جائے گا۔ ملکہ نے جب یہ سنا تو اس کے دل میں راسپوٹین سے ملنے اور اسے بادشاہ سے ملانے کی خواہش تڑپنے لگی۔ ملکہ نے اپنی سہیلی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ صرف تم اور ملیسا ہی میری حقیقی غمگسار ہو۔

ان دنوں روس میں بے چینی' افراتفری' قتل و غارت اور بغاوت کی افواہیں عام تھیں۔ زار روس کی حکومت سخت مشکلات میں گری ہوئی تھی۔ ہر روز نئے نئے واقعات جنم لے رہے تھے اور مارشل لاء کا خطرہ منڈلا رہا تھا۔ شاہ کا معتمد ساتھی جنرل اولوف پھیپھڑوں کے سرطان کے علاج کے لیے مصر گیا اور وہیں فوت ہوگیا تھا۔ لہٰذا راسپوٹین کو زار سکوسیلو محل میں لانے کے لیے خفیہ اور غیر معمولی انتظامات

کے علاوہ اس کی آمد پر مکمل رازداری برتی جانی ضروری تھی اگر راسپوٹین کو عام راستہ سے عام مروجہ طریقہ کار کے مطابق تمام رجسٹروں میں اندراجات اور پوچھ گچھ کے بعد محل میں لایا جاتا تو اس کی ہر نقل و حرکت پر کڑی نگرانی رکھی جاتی لہٰذا راسپوٹین کو لانے کے لیے ایک خفیہ عقبی دروازہ استعمال کیا گیا جس کا چند مخصوص لوگوں کے علاوہ کسی کو علم نہ تھا۔ یہ دروازہ ہمیشہ بند رہتا تھا اس دروازہ میں داخل ہوتے ہی ایک زینہ کے ذریعہ بادشاہ اور ملکہ کے کمرۂ خاص میں پہنچا جاسکتا تھا۔ اسٹانا راسپوٹین کو اس خفیہ دروازے تک لائی اور اس عقبی دروازہ پر ملکہ کی با اعتماد ملازمہ میریا وشنیا نے اس کا استقبال کیا۔ راسپوٹین اس وقت سیاہ فرغل لپیٹے ہوئے تھا اس کی داڑھی بڑھی ہوئی تھی اور سر کے بال الجھے ہوئے اور شانوں پر لٹک رہے تھے۔ میریا اسے بڑے خفیہ انداز میں شاہ اور ملکہ کے پاس لے گئی۔ راسپوٹین نے شاہ اور ملکہ سے شاہی آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عام دیہاتیوں کی طرح ملاقات کی۔ بلا جھجک ملکہ اور شاہ کو اپنی باہوں میں بھینچ لیا۔ شاہی جوڑا اس بے تکلفی کو نظر انداز کرتے ہوئے راسپوٹین کو الیکسی کے کمرے میں لے گیا۔ راسپوٹین جب الیکسی کے کمرے میں پہنچا تو وہ درد کی شدت سے کراہ رہا تھا۔ راسپوٹین نے کمرے کے کونے میں دو زانو ہو کر پہلے اس صلیب کے سامنے دعائیں مانگیں اور پھر اپنی انگشت سے شہزادے کے سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ صلیب کے نشان کے مکمل ہونے کے ساتھ ہی بچے نے آنکھیں کھول دیں۔ راسپوٹین کی آنکھیں بچے کی آنکھوں میں گڑی ہوئی تھیں الیکسی کی آنکھوں میں اب درد کی بجائے سکون و اطمینان تھی۔ اس کے ہونٹ گلابی ہوگئے تھے۔ راسپوٹین نے مسکراتے ہوئے بچے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا:

> میں نے تمہارا درد بھگا دیا ہے۔ اب تمہیں کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچائے گی اور کل تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ پھر ہم دونوں بڑے پیارے پیارے کھیل کھیلیں گے۔"

ننھے الیکسی کو یوں محسوس ہوا کہ اس کے بدن کا سارا درد کافور ہوگیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بالکل صحت یاب محسوس کر رہا تھا۔ وہ بڑے آرام سے بستر مرگ سے اٹھا اور راسپوٹین سے لپٹ گیا۔ راسپوٹین مسکرایا اور کہا کہ:

> "تمہیں آئندہ کچھ نہیں ہوگا۔ جب تک میں تمہارے ساتھ رہوں گا' دنیا کی کوئی طاقت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

پھر ملکہ جو فرط جذبات سے مغلوب راسپوٹین کا ہاتھ پکڑے چوم رہی تھی' سے مخاطب ہو کر کہا کہ: "میری دعاؤں کی طاقت پر یقین رکھو۔ تمہارا بیٹا بچ جائے گا۔"

اس کے بعد راسپوٹین کے لیے دنیا کے عظیم شہنشاہ کے محل کے دروازے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کھل گئے۔ وہ بلا جھجک' بغیر روک ٹوک اور بلا اجازت محل میں خفیہ دروازہ سے داخل ہو کر شاہی خاندان کے ساتھ مذہبی رسومات ادا کرتا تھا۔ شاہی خاندان شاہی پادری ولیسٹیف سے زیادہ راسپوٹین کا احترام

کرتا اور اس سے خصوصی دعائیں منگوائی جاتیں۔ الیکسی ہر وقت اس کی گود میں ہوتا۔ اس کا ہر عمل راسپوٹین کی ہدایات کا تابع تھا۔ الیکسی پل بھر کی جدائی بھی برداشت نہ کرتا۔ الیکسی اسے نوفیح (نیا آدمی) کہتا حکومت کی طرف سے راسپوٹین کو فادر گریگوری کا مستقل خطاب دیا گیا۔ شہزادیاں اس سے اس قدر مانوس تھیں کہ وہ لطیف سے لطیف ذاتی مسئلہ بھی اس کے سامنے کھل کر بیان کرتیں اور اس کی مدد کی طالب رہتیں۔ راسپوٹین آدھی رات کو بھی ان کی خواب گاہوں میں چلا جاتا تھا۔ شاہی خاندان کے تمام افراد جس میں شاہ اور ملکہ شامل تھے' کوئی بھی اہم کام سرانجام دینے سے قبل اس کا مشورہ ضروری تصور کرتے تھے۔

راسپوٹین اب تک خفیہ راستے سے محل میں آتا اور اسی راستہ سے باہر چلا جاتا تھا۔ زار کی بھی خواہش تھی کہ راسپوٹین کی محل میں آمدورفت خفیہ رہے لیکن سب سے پہلے جنرل اسپریڈووچ کے ایجنٹوں نے راسپوٹین کی محل میں آمدورفت اور شاہی خاندان سے ملاقاتوں کا راز افشا کیا۔ بات دربار تک پہنچی تو راسپوٹین کے خلاف ایک طوفان کھڑا ہوگیا۔ محل سے اس کا اثر و رسوخ کم کرنے اور اس کے قدم اکھاڑنے کے لیے نئی نئی ترکیبیں' ہتھکنڈے اور سازشیں سوچی جانے لگیں۔ لیکن یہ نفرت اور غصہ اندر اندر ہی دہک رہا تھا' سامنے آنے کی کسی کو ہمت نہ تھی۔ شاہ کی بیٹیوں کی انا اور الیکسی کا اتالیق موسیو جیلرڈ بھی راسپوٹین کو پسند نہ کرتے تھے۔ انا کا کہنا تھا کہ راسپوٹین جب بچیوں کو شام کو دعائیں دینے کے لیے ان کے کمروں میں جاتا ہے تو ناشائستہ حرکتیں کرتا ہے۔ وہ آدھی رات کو بھی ان کے کمروں میں آدھمکتا ہے۔ موسیو جیلرڈ نے بھی ملکہ اور شاہ کو راسپوٹین سے برگشتہ کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوا لہٰذا انا کے حوالے سے چہ مگوئیاں ذاتی اور نجی حلقوں میں ہونے لگیں اور مختلف افواہوں نے جنم لیا۔ ان میں الیکسی کی انا میریا کو ہوس کا نشانہ بنانا' ملکہ کا راسپوٹین کے لیے خود کپڑے سینا اور الیکسی کا علاج نیپالی ڈاکٹر بیڈمیو کی ادویات سے ہونا شامل تھیں۔ ان افواہوں میں شاہ کا ایڈی کانگ ایڈمرل نیلوف پیش پیش تھا لیکن وہ شاہ کو کوئی ثبوت فراہم نہ کرسکا۔

1911ء میں راسپوٹین نے کھلے بندوں حکومت میں مداخلت کرتے ہوئے کلیسا کی انتظامیہ کے زبردست احتجاج کے باوجود اپنے آبائی ضلع توبولسک میں ایک غیر تعلیم یافتہ شخص درناوا کو بشپ کے عہدہ پر تعینات کروایا' جس پر ٹرورشین پیوپل پارٹی والے جنھوں نے راسپوٹین کی سیاسی اور مذہبی مقاصد کے لیے پشت پناہی کی تھی برگشتہ ہوگئے اور یہ جماعت راسپوٹین کو اس کے عوامی جذبات کے پیش نظر اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ تصور کرنے لگی۔ راسپوٹین کی ٹرورشین پیوپل پارٹی کے خلاف نفرت انگیز تقریروں نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ لہٰذا باقاعدہ منصوبہ بندی کی گئی اور بیگمات کے ذریعہ زارینہ تک راسپوٹین کے جنسی اختلاط اور پردے کے پیچھے نوخیز لڑکی سے ناشائستہ حرکات اور بوسوں کی باتیں پہنچائی گئیں۔ زارینہ بیگمات سے جب ایسی باتیں سنتی تو ان حرکات کو ابلیس کے خلاف جدوجہد قرار دیتی اور کہتی کہ جب فادر راسپوٹین جیسا برگزیدہ بزرگ اور ولی دنیاوی لذائذ کے دام میں پھنس سکتا ہے' تو ہم تم

کس گنتی میں ہیں۔ خدا ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے یہ سب کچھ دکھاتا ہے۔

راسپوٹین کے عورتوں کے حلقہ ارادت میں وہ خواتین شامل تھیں ''جو گناہ کے ذریعہ نجات'' کے فلسفہ کو اپنا چکی تھیں۔ عورتوں سے جنسی تعلقات کے جتنے قصے بھی بیان کیے جاتے ہیں وہ پولیس کی رپورٹوں سے اخذ شدہ ہیں۔ پولیس کا سربراہ بلیٹکی راسپوٹین کا حاسد دوست اور دانا دشمن تھا۔ اس کی مرتب کردہ رپورٹوں کے مطابق راسپوٹین خوبصورت عورتوں کا شوقین تھا اور بیشتر حسین عورتیں اس کی ہوسنا کی کا شکار ہوتی تھیں۔ یہ عورتیں اس بات پر فخر محسوس کرتی تھیں کہ راسپوٹین نے انہیں گناہ کی باریکیوں سے آشنا کیا ہے۔ ہر عورت کی زبردست خواہش ہوتی تھی کہ وہ کسی نہ کسی طریقہ سے راسپوٹین کے خصوصی زنانہ حلقہ ارادت میں شامل ہوجائیں۔ پولیس کے سربراہ کی رپورٹ کے مطابق راسپوٹین میں ایسی طاغوتی طاقت موجود تھی جو سوسائٹی کی متمول اور حسین عورتوں کو اس کے بدکردار جسم سے لپٹنے پر مجبور کرتی تھی۔ خفیہ پولیس کی رپورٹوں کے مطابق راسپوٹین جب بیگمات اور خوبصورت اداکاروں سے اُکتا جاتا تو وہ نچلے طبقہ کی عورتوں کے ساتھ بھی ہم بستری کرتا اور انہیں اپنی ہوس کا نشانہ بناتا تھا یہاں تک کہ وہ دربان کی بیوی یوراولیو' درزی کی بیوی کیڈیا اور دھوبن پلاٹیسا کے ساتھ بھی وقت گزارتا تھا۔

راسپوٹین کے گھر میں اس کے اہل خانہ کے علاوہ اس کی خادمہ ڈوینا اور سیکرٹری سائمیز وچ رہتے تھے۔ جو زائرین کی دیکھ بھال کرتے اور ان کی رہائش اور خوراک کا بندوبست کرتے تھے۔ یہ دونوں راسپوٹین کے بہت قریب تھے اور شب و روز اس کی مدح سرائی کرتے اور عظمت کے گن گاتے۔ ڈوینا کو لوگ عقیدت کی نظر سے دیکھتے ہوئے کہتے تھے کہ اسے راسپوٹین کا قرب حاصل ہے اس لیے یہ اعلیٰ خاندانوں کی بیگمات سے کہیں زیادہ مقدس اور معتبر ہے۔ راسپوٹین کو دیئے گئے تمام تحائف اور رقوم ان دونوں کے تصرف میں ہوتے تھے جن کا کبھی حساب نہ لیا جاتا تھا۔ انہیں دکھی انسانیت کی خدمت کرنے کے لیے حاجت مندوں کی ضروریات ان کی مرضی کے مطابق پوری کرنے کا حکم تھا۔ ڈوینا سڈول بدن کی خوش شکل دیہاتن غریب لڑکی تھی۔ اس کا زیادہ تر وقت راسپوٹین کے گھر میں گزرتا تھا۔ پولیس کی رپورٹوں کے مطابق جب راسپوٹین نشے کی حالت میں ہوتا تو ڈوینا اس کے کپڑے تبدیل کرتی اور بستر پر لٹاتی تھی۔ جب راسپوٹین کو کوئی شکار نہ ملتا تو ڈوینا اس کے بستر کی زینت بنتی تھی۔ ان کے علاوہ روز مرہ آنے والی خواتین میں نن اکولینا' اولگا ولاڈیمیرونا نوخشینا' مادام گولوڈوینا' شہزادہ الیکسی کی اناّ میروشنا' پرنس ڈولگوروکیا اور پرنس شاخوسکیا تھیں۔

نن اکولینا نے یورالس کے جنگل میں واقع اکٹوئے کے سینٹ پنٹون کے راہب کدہ میں تاعمر کنواری رہنے اور مسیح کی خدمت کا حلف اٹھایا تھا۔ وہ ابھی نفس کشی کے ابتدائی مراحل طے کر رہی تھی کہ اسے ہسٹریا کے دورے پڑنے شروع ہوگئے اور وہ بڑی مشکل میں گرفتار ہوگئی۔ بشپ اور دوسری ساتھی ننوں کا خیال تھا کہ اس کے جسم میں بدروح داخل ہوگئی ہے اور اس کا علاج ممکن نہیں ہے۔ راسپوٹین زندگی کے ابتدائی دنوں میں اس راہب کدہ میں گیا اور ایک رات گذاری۔ راسپوٹین کو جب اس نن کی

حالت کی اطلاع ہوئی تو اس نے نن کی آنکھوں میں اپنی سحر انگیز آنکھوں کو گاڑ دیا اور اپنے گلے میں موجود صلیب پر ہاتھ رکھ کر اس کے لیے دعا گو ہوا۔ اکولینا نے محسوس کیا کہ اس کی بیماری جا چکی ہے اور اس کے دورے ختم ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد اس نن نے اپنی زندگی راسپوٹین کی خدمت کے لیے وقف کردی۔ وہ ہر وقت راسپوٹین کی تعریف وتوصیف بیان کرتی' لوگوں کو اس کی کرامات سے آگاہ کرتی اور عورتوں کے سامنے اس کے عقیدہ ''گناہ کے ذریعہ نجات'' کی تشریح وتوضیح پیش کرتی۔ شفیق اور ہمدرد ہونے کے باعث عورتیں اس کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ یہ وہی نن تھی جس کے جسم سے بد روح بھگانے پر راسپوٹین کو ہمہ گیر شہرت حاصل ہوئی۔ ایک پولیس رپورٹ میں ایک عورت کے حوالہ سے یہ بات لکھی گئی کہ گرجا کے پادری کا کہنا ہے کہ اس رات راسپوٹین اور اس نن اکولینا کو جھاڑیوں میں قابل اعتراض حالت میں دیکھا گیا تھا۔

اولگا ولاڈیمیرونا حکومت وقت کے مشیر نوشین کی بیوی تھی۔ زارتین کی درگاہ پر حاضری کے دوران پادری ایلیوڈ کے کہنے کے مطابق اس کے جسم میں بد روح سرائت کرگئی تھی اور اس نے درگاہ کو ناپاک کر دیا تھا۔ پادری ایلیوڈ کے کہنے پر لوگوں نے اس عورت پر تشدد کیا جس کے باعث اس کا ذہنی توازن برقرار نہ رہا۔ راسپوٹین کی دعا سے وہ صحت یاب ہوئی اور اس نے بھی راسپوٹین کی خدمت کے لیے خود کو وقف کر دیا۔

پولیس کی ایک رپورٹ میں ماسکو کی فرانسیسی نژاد اداکارہ ویرا کا بیان تحریر کیا گیا جس میں وہ کہتی ہے کہ جب میں راسپوٹین سے ملنے کے لیے اس کے گھر گئی تو اولگا چیختی چلاتی آسمان سر پر اٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور راسپوٹین کی کرسی کے قریب فرش پر گر پڑی' وہ بدستور چلاتی رہی۔ میرے مسیح' میرے مسیح اور راسپوٹین کے جوتوں کو چاٹتی رہی۔ پھر اٹھی اور راسپوٹین کا سر دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر دیوانہ وار چومنے لگی۔ ساتھ ہی وہ چلاتی جاتی تھی ''میری جان' میری روح' یہ تمہاری پیاری پیاری داڑھی' یہ خوبصورت بال' میری زندگی' میرا ایمان' میرے معبود' میرے خداوند' لیکن راسپوٹین اسے بار بار جھڑکتا اور اسے کتیا' وحشی ابلیس کہتے ہوئے نفرت کا اظہار کرتا۔ پھر وہ خواب گاہ میں چلی گئی۔ اس کے پیچھے راسپوٹین بھی گیا۔ راسپوٹین کی بھاری بھرکم آواز باہر تک آرہی تھی اور پھر جب اولگا اور مونیا خوابگاہ سے واپس آئیں تو اولگا بدلی ہوئی عورت تھی۔

مادام گولووینا زار روس کے سابق مشیر گولوون کی بیوہ اور ملکہ کی قریبی سہیلی پروبودا کی قریبی رشتہ دار تھی۔ اس کی خوبصورت بیٹی مونیا محبت میں ناکامی کے بعد اس کے ساتھ رہتی تھی۔ یہ دونوں ماں بیٹی راسپوٹین کی زبردست عقیدت مند تھیں اور دوسرے تیسرے دن حاضری کے لیے راسپوٹین کے گھر آتی رہتی تھیں۔ ان کے علاوہ ایک کرنل کی گلوکارہ بیوی راسپوٹین کی بڑی مداح تھی۔ راسپوٹین کی موجودگی میں جب وہ خانہ بدوشوں کے گیت گاتی تھی تو لوگ ناچنے لگتے اور راسپوٹین خود بھی جذباتی ہو جاتا تھا۔

شہزادہ الیکسی کی انا میریا وشنا جس نے پہلے روز شاہی محل سے خفیہ دروازہ پر راسپوٹین کا استقبال کیا اور الیکسی کے علاج کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا' ہفتہ میں کم از کم ایک بار ضرور دیدار کے لیے آئی تھی۔ پولیس کی رپورٹوں میں اس کے متعلق کہا گیا کہ شاہی محل میں آمد کے چند روز بعد ہی راسپوٹین نے اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ اس نے جب ملکہ کو شکایت کی تو اس کا منہ دولت سے بھر دیا گیا۔

پرنس ڈولگوروکیا اور پرنس شاکوسکیا نے راسپوٹین کی محبت میں اپنے گھروں کو خیرباد کہتے ہوئے کرایہ کے مکانوں میں رہنا شروع کردیا تھا اور وہ دونوں راسپوٹین کی خدمت کو اپنا ایمان سمجھتی تھیں۔ لیکن پولیس رپورٹوں میں ان کے متعلق بھی راسپوٹین کے ساتھ جنسی اختلاط کے قصے لکھے گئے۔

راسپوٹین محفلوں میں بیک وقت سیاست' مذہب' معاشیات' اقتصادیات' فوجی اور ملکی پالیسیوں پر گفتگو کرتا اور حاضرین اس کی باتوں کو بڑی توجہ سے سنتے۔ عورتوں کی محفلوں میں بھی اس کا انداز یہی ہوتا۔ وہ ہمیشہ اپنی گفتگو اپنے عقیدہ ''گناہ کے ذریعہ نجات'' کی تشریح پر ختم کرتے ہوئے کہتا تھا:

> ''یہ مت سمجھو کہ میں تمہیں خراب کر رہا ہوں۔ بلکہ میں تمہیں پاک اور مقدس کر رہا ہوں۔ ہمیں گناہ ضرور کرنا چاہیے تاکہ ہمیں پچھتانے اور تائب ہونے کا موقع مل سکے اگر خدا ہماری آزمائش کے لیے ترغیب گناہ کا کوئی ذریعہ پیدا کرتا ہے تو ہمیں اس کی رضا کا احترام کرتے ہوئے خود کو رضاکارانہ طور پر گناہ کے حوالے کردینا چاہیے تاکہ ہم اس کے بعد انتہائی ندامت سے توبہ کریں۔''

اس کے گھر میں نورخلینا بھی مستقل رہائش پذیر تھی جو راسپوٹین کے ہر لفظ کو اللہ کی جانب سے وحی اور اس کے ہر حکم کو فرمودۂ ایزدی سمجھتی تھی۔

اکثر عورتوں میں عام خیال پایا جاتا تھا کہ اگر راسپوٹین کی مقدس نظریں کسی عورت کا انتخاب کرلیں تو ہمارے اور ہمارے شوہروں کے نزدیک اس سے بڑھ کر خوش نصیب کوئی انسان نہیں ہے۔ حلقہ میں شامل نہ کی جانے والی عورتیں رو رو کر آسمان سر پر اٹھا لیتیں اور ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوتا۔ راسپوٹین کی عدم موجودگی میں یہ عورتیں ڈرائنگ روم میں بیٹھی رہتیں اور جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوتا اس سے لپٹ جاتیں جیسے کوئی متاع گمشدہ حاصل ہوگئی ہو۔ وہ انہیں باری باری چومتا اور انہیں اپنی اپنی جگہ بیٹھ جانے کی ہدایت کرتا۔

باتوں کے دوران اچانک وہ کسی عورت کو اپنے قریب بلاتا۔ اس کا سر اپنی گود میں رکھتا بالوں میں انگلیوں سے کنگھی کرتا۔ اس کے ہونٹوں اور گالوں کو چومتا۔ وہ سیاست' مذہب' سیاسیات' اقتصادیات' فوجی اور ملکی پالیسیاں سب کچھ غلط ملط کر دیتا۔ حتیٰ کہ اس کی زبان پر خدا اور رسول کی باتیں ہوتیں اور آنکھیں اور ہاتھ کسی قبیح فعل میں مصروف ہوتے۔ عورتیں پوری توجہ اور انہماک سے اس کی باتیں سنتی رہتیں۔ وہ میز کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو وہ بڑھاتیں وہ کھاتا تو وہ بھی کھاتیں وہ منہ سے شراب کا گلاس

لگاتا تو وہ بھی اپنے گلاس اٹھاتیں جیسے ان کی تمام حرکات وسکنات اس کی مرضی اور عمل میں تابع ہوں۔

جب راسپوٹین ملاقاتیوں سے ملتے ملتے تھک جاتا تو وہ کمرے میں گر پڑتا۔ اور آنکھیں موند لیتا اس وقت یہ خواتین اپنے خوشبو میں بسے ہوئے قیمتی رومالوں سے اس کا ماتھا صاف کرتیں' اس کے بوسے لیتیں اور اس کا ہاتھ تھام کر خواب گاہ میں لے جاتیں۔

پولیس کی رپورٹوں میں ان مختلف لڑکیوں کے حوالے سے باتیں لکھی گئی تھیں جو حلقہ ''پاک بازاں'' میں یا تو کسی وجہ سے شامل نہ ہوسکیں یا پھر نمایاں مقام حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔ ایک لڑکی ویراالگو ینڈراشکووسکیا کے حوالہ سے تحریر کیا گیا کہ جب وہ راسپوٹین کی خوابگاہ میں جہاں ایک مسہری' ایک سنگھار میز' دو کرسیاں اور ایک چھوٹا میز جس پر رائٹنگ پیڈ اور قلم پڑے ہوئے تھے' داخل ہوئی تو دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خواگاہ میں نہ تو شبیہ مسیح تھی اور نہ ہی صلیب بلکہ ایک دیوار پر نیم تاریکی میں رنگا رنگ ربن میں لپٹی ہوئی فریم شدہ دراز ریش شخص کی تصویر آویزاں تھی۔ راسپوٹین دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوا اور دروازے کی کنڈی لگادی۔ پھر کرسی پر بیٹھے ہوئے میری دونوں ٹانگیں اپنے گھٹنوں میں دبائیں۔ میں نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی مگر اس کی گرفت بہت مضبوط تھی پھر وہ کہنے لگا کہ ''کچھ کہنے آئی ہو'' میں نے کہا کہ ''دنیا میں کہنے کے لیے رکھا ہی کیا ہے'' اس نے میرے گالوں کو تھپتھپاتے ہوئے کہا کہ ''جو کچھ میں کہتا ہوں غور سے سنو۔ کیا تمہیں وہ شعر یاد ہیں' جس میں کہا گیا ہے کہ نوجوانی ہی سے جسمانی لذت کی خواہش مجھے اذیت پہنچاتی رہی ہے او مسیح۔ مجھے اس کی سزا مت دے۔'' میں نے جوابا کہا کہ ''مجھے یاد ہے'' اس نے میری رانوں پر زور دیتے ہوئے کہا ''میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب کچھ کس طرح ہوتا ہے۔ لوگ تیس سال کی عمر تک بخوشی گناہ کرسکتے ہیں اس کے بعد نہیں۔ اس وقت خدا سے لو لگانا چاہیے۔ پھر جب دل ودماغ مکمل طور پر خدا کی طرف لگ جائے تو اس وقت گناہ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ گناہ ایک خاص قسم کا ہوگا۔ گناہ تائب ہونے سے دھل جاتا ہے اور انسان پھر ویسے کا ویسا نیک بن جاتا ہے۔ سب سے اہم چیز محبت ہے۔ مجھ سے محبت کرو۔ محبوب کی ہر بات دل میں اتر جاتی ہے۔ میں تمہیں بہت سے اسرار ورموز سے آشنا کردوں گا۔''

ویرا کہتی ہے کہ میری قوت مدافعت جواب دے گئی' میرے اعضاء مفلوج ہوگئے اور میری تمام طاقت سلب ہوگئی تھی۔ راسپوٹین نے مجھے اگلے ہفتے عبادت میں شریک ہونے کی دعوت دیتے ہوئے کہا کہ ''تم اتنے لوگوں سے تعلقات رکھنے کی کیوں مصیبت اٹھاتی ہو۔ صرف میری بن جاؤ' ان سب لوگوں کو جہنم میں جانے دو۔ پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ زندگی کیا ہے۔'' اس کی سخت انگلیاں میرے جسم کو ٹٹولتی رہیں۔ اور اس نے میرے پے در پے بوسے لیے۔

ویراالیگزینڈرا کے حوالہ سے ہی ایک اور کم سن لڑکی کی داستانِ غم پولیس کی رپورٹوں میں لکھی گئی جس نے ویرا کو بتایا کہ راسپوٹین نے اسے ہفتے کی عبادت میں شریک ہونے کے لیے کہا جب وہ عبادت میں شریک ہونے کے لیے اس کی خواب گاہ میں گئی تو خدا اور یسوع علیہ السلام پر پورا یقین

ہونے کے باوجود میری مدد کسی نے نہ کی۔ کمرے میں اس کے اور میرے سوا کوئی نہ تھا۔ اس نے میرا بازو پکڑا اور دوسرے کمرے میں لے گیا جہاں نہ صلیب تھی نہ شبیہ مسیح۔ ایک دراز ریش بزرگ کی تصویر تھی۔ راسپوٹین نے مجھے تصویر کے سامنے دوزانوں ہونے کو کہا۔ ابھی میں جھکی ہی تھی کہ راسپوٹین نے تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "اے درخوتور کے پیغمبر سائمون' ہمارے گناہ پر کرم کرو' اور اس کے ساتھ ہی میرے کپڑے تار تار کر دیئے۔ میں بے ہوش ہوگئی اور جب ہوش آیا تو میں فرش پر برہنہ پڑی تھی اور راسپوٹین میرے سامنے مادر زاد برہنہ کھڑا تھا۔ اس نے مجھے بازوؤں میں اٹھایا تو میری چیخ نکل گئی۔ چیخ سن کر ایک عورت اندر آئی اس نے مجھے نیا جوڑا پہنایا اور دوسرے کمرے میں چھوڑ آئی۔ جس میں دو کرسیاں اور بستر پڑا تھا۔ وہ عورت میرے لیے چائے اور کھانے کے لیے ٹوسٹ وغیرہ لائی۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک فوجی آفیسر کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے سوچا کہ اسے تمام واردات بتاتے ہوئے مدد طلب کروں۔ لیکن وہ بھی جنسی بھیڑیا نکلا۔ اس دن سے میں اس تہہ خانہ میں راسپوٹین کے دوستوں کی ضیافت کا سامان بنی ہوئی ہوں۔

ایلڈیا نومودا ایک واقعہ سناتے ہوئے کہتی ہے کہ میں رات کو ابھی ایک گھنٹہ بھی نہ سو پائی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسور اٹھایا تو دوسری جانب سے پولیس انچارج جو راسپوٹین کی حفاظت پر مامور تھا پریشانی کے عالم میں مجھے بتا رہا تھا کہ راسپوٹین اچانک غائب ہوگیا ہے۔ اس وقت رات کا ایک بجا تھا۔ میں بہت حیران ہوئی اور تمام جاننے والوں کے گھروں میں ٹیلی فون کیے لیکن کوئی مثبت جواب نہ ملا۔ میں پریشانی کے عالم میں گھر سے باہر نکل آئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ راسپوٹین ایک کمسن خوبرو لڑکی کے ساتھ ہنستا کھیلتا چلا آ رہا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی راسپوٹین نے اس لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ:

> "اسے ملو کہ یہ آفریدۂ آسمان ہے یہ قدرت کا حسین وجمیل مگر معصوم شاہکار بن کر منصۂ شہود پر آئی ہے۔ یہ فردوس کا ایک شاداب شگفتہ پھول ہے۔ اس سے میری آج ہی ملاقات ہوئی ہے اور پہلی نظر میں ہی میری ہوگئی ہے۔ ہم دونوں ایک جنت نشاں تنہا گوشے میں زندگی کی چند گھڑیاں گزار کر آئے ہیں۔"

ایلڈیا نومودا ایک اور قصہ بیان کرتی ہوئی کہتی ہے کہ ہم جب پروگرام کے عین مطابق جنرل "ایف" کی دعوت پر ان کے گھر پہنچے تو وہاں درجنوں بیگمات موجود تھیں۔ بیگم "ایف" اس وقت بناؤ سنگھار میں مصروف تھی۔ ان عورتوں نے راسپوٹین کے ساتھ ایک تصویر اتروانے کا تقاضا کیا' راسپوٹین فوراً راضی ہوگیا۔ لہٰذا میں نے فوٹو گرافر کا انتظام کیا۔ اس دوران بیگم "ایف" بھی آ گئیں۔ انہوں نے جب راسپوٹین کو دیکھا تو غش کھا کر گر پڑیں۔ راسپوٹین نے اس طرف قطعاً دھیان نہ دیا' اس کی ساری توجہ تصویر کھنچوانے کی طرف تھی۔ راسپوٹین نے میرے ساتھ اپنی مرضی کے پوز بنوانے پر اصرار کیا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ میری کمر کے گرد حائل کرتے ہوئے دوسرا ہاتھ میرے سینہ پر رکھ دیا۔ چونکہ یہ پوز مجھے

پسند نہیں تھا لہٰذا میں نے فوٹو گرافر کو اشارہ سے یہ تصویر اتارنے سے منع کر دیا۔ لہٰذا فوٹو گرافر نے نہایت ہوشیاری سے کیمرہ کلک کرنے کے باوجود یہ تصویر نہ اتاری اور اس طرح میں بدنامی سے بچ گئی۔

ایک اور رپورٹ میں میریا الیگزینو کے حوالہ سے تحریر ہے کہ راسپوٹین کے کمرہ سے جب وہ باہر آئی تو اس کا لباس شکن آلود تھا۔ فراک شانوں کے قریب سے پھٹا ہوا تھا' بال بے ترتیب اور چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ لیکن اس واقعہ کی کوئی تفصیل نہیں دی گئی۔

لینو چکا بڑی حسین وجمیل' نوخیز اور سحر انگیز لڑکی تھی۔ وہ ماسکو سے راسپوٹین کی شہرت کا سن کر ملنے کے لیے آئی۔ پولیس کی ایک رپورٹ کے مطابق راسپوٹین اسے دیکھ کر اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ وہ جب بھی آتی' دو دھاری تلوار کی مانند آتی اور راسپوٹین کے حواس پر چھا جاتی۔ پہلے وہ اکیلی آتی تھی پھر وہ ایک اور خوبرو لڑکی لیلا کو ساتھ لانے لگی۔ لیلا انتہائی خوبصورت اور حد درجہ چالاک لڑکی تھی۔ یہ دونوں لڑکیاں ایک الگ کمرے میں راسپوٹین کے ساتھ محو گفتگو رہتی تھیں۔ لیلا کے بیان کے مطابق راسپوٹین کہتا تھا کہ:

> ''تم نے جو کچھ کہا ہے میں اس سے بھی زیادہ کرنے پر آمادہ ہوں لیکن دولت' ہیرے' جواہرات اور سونا مجھے کچھ متاثر نہیں کر سکتے' میں خود کو ایک مشن کے لیے وقف کر چکا ہوں اور وہ مشن ہے خدا اور مسیح سے برگشتہ اور صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی روحوں کو راستہ دکھانا وہ راستہ جس پر مسیح چلتے رہے اور جس پر چل کر ہی نجات ممکن ہے اور جنت اس دنیا میں حاصل ہو سکتی ہے۔ میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر تم نے میری باتوں پر غور اور عمل نہ کیا تو تمہارا کہیں ٹھکانہ نہیں۔ میں تم سے جو کچھ طلب کر رہا ہوں وہ اپنے لیے نہیں تمہارے اپنے بھلے کے لیے ہے۔ میرے لیے حسین وجمیل اور دلکش عورتوں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن میں تمہارے جسم کو آلودگی اور آلائش سے پاک کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو جسے تم گناہ سمجھتی ہو گناہ نہیں ہے۔ گناہ تو وہ ہے جو پہلے تمہاری روح اور جسم میں موجود ہے۔ تمہاری روح اور جسم کو اس گناہ سے پاک کرنے کے لیے ضروری ہے کہ تمہیں پے در پے حملوں سے اسے اتنا کمزور کر دوں کہ وہ سپر ڈال دے اور پھر اسے تمہاری روح اور جسم میں داخل ہونے کی جرأت نہ ہو سکے۔''

وزیر جنگ سوتومونیلوف کی بیوی کی قریبی رشتہ دار مادام شیرہ نسکیا کے ساتھ بھی راسپوٹین کے جنسی تعلقات کا ذکر رپورٹوں میں موجود ہے۔ یہ عورت بڑی طرحدار عورت تھی اور اس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی۔ بڑی زبان دراز اور دل موہ لینے کا ڈھنگ رکھتی تھی۔ پرنس اینڈرونیکوف سے ملاقات کے دوران وہ راسپوٹین سے ملی۔ یہ میٹنگ ملکی سیاست پر بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ لہٰذا راسپوٹین اسے دوسرے کمرے میں مریم کے مجسمے کے سامنے لے گیا اور اس سے عہد و پیمان لیا۔ لیکن پولیس کی رپورٹ

کے مطابق یہ دونوں جب کمرے سے نکلے تو راسپوٹین پسینے سے شرابور تھا جبکہ مادام بڑی ہشاش بشاش نظر آتی تھی۔

پولیس کی رپورٹوں کے مطابق راسپوٹین جب اعلیٰ خاندان کی عورتوں سے اکتا جاتا تو شہر کی فاحشہ عورتوں اور فلمی اداکاراؤں کے ہاں چلا جاتا۔ خفیہ پولیس والے اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ شوہر اپنی بیویوں کو اور باپ اپنی بیٹیوں کو اس کے پاس جانے سے منع کرتے لیکن وہ علی الاعلان ان کے حکموں کو نہ مانتیں اور راسپوٹین کے قدموں میں جا گرتیں۔

راسپوٹین خانہ بدوشوں کی موسیقی جیسی جسے عام لوگ رقص موسیقی کی جنسی ترغیب وتحریص قرار دیتے تھے' پسند کرتا تھا۔ یہ رقص وسرود زیادہ تر تھیٹروں اور رقص گاہوں میں خانہ بدوش لڑکیاں کرتیں اور اس رقص کے ذریعے لوگوں کے جنسی جذبات بھڑکاتی تھیں۔ راسپوٹین ان مقامات پر کھلے بندوں جاتا اور لطف اندوز ہوتا تھا۔ ''ولا روڈ'' کی رقص گاہ راسپوٹین کی دل پسند جگہ تھی۔ اس رقص گاہ کا مالک راسپوٹین کا بے حد احترام کرتا اور جیسے ہی اسے راسپوٹین کے پروگرام کا علم ہوتا' وہ تمام دوسری مصروفیات منسوخ کر دیتا۔ راسپوٹین کے ساتھ چونکہ اعلیٰ طبقہ کے امراء اور وزراء شامل ہوتے تھے لہٰذا اس کی آمد پر خصوصی انتظامات کیے جاتے' میزوں کو پھولوں سے سجایا جاتا' مختلف اقسام اور مختلف طریقوں سے پکائی گئی مچھلی اور پسندیدہ شراب مہیا کی جاتی۔ راسپوٹین کے آتے ہی پسندیدہ گیت اور رقص شروع کر دیئے جاتے۔

راسپوٹین ملکہ کو ہمیشہ ''ماں'' کہتا تھا لیکن پولیس کی رپورٹوں کے مطابق راسپوٹین کھلے عام ملکہ کے متعلق کہتا تھا کہ:

> ''زارینہ دوسری کیتھرائن ہے۔ زار نہیں بلکہ وہ روس پر درحقیقت حکومت کر رہی ہے۔ یہ کیتھرائن میری مٹھی میں کٹھ پتلی کی طرح ہے۔''

یہ باتیں جب شاہ اور ملکہ تک پہنچائی گئیں تو ملکہ نے کہا کہ یہ تمام باتیں بدخواہوں کی اختراع ہیں۔

ایک اور رپورٹ کے مطابق ایک ریسٹوران میں شراب پیتے ہوئے چند لڑکیوں کی فرمائش پر ملکہ کے ہاتھوں کی سی ہوئی قمیض جس پر گل بوٹے کاڑھے ہوئے تھے' راسپوٹین نے پھاڑ کر پاؤں تلے روند دی اور پھر سارے کپڑے پھاڑ کر برہنہ ناچنے لگا۔ جب یہ سارا معاملہ ملکہ کو بتایا گیا تو اس نے کہا ''اللہ والے لوگ دنیاوی پابندیوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ وہ دنیاوی نعمتوں کی پرواہ نہیں کرتے ہیں۔''

ملکہ روس راسپوٹین کے خلاف کسی الزام کو تسلیم نہیں کرتی تھی۔ ملکہ کے استدلال اور منطقیانہ گفتگو سے زارِ روس بھی مسرور ہوتا تھا۔ وہ راسپوٹین کے لیے اپنے ہاتھوں سے کپڑے سینے پر فخر محسوس کرتی اور فلسفہ گناہ کے حوالہ سے مسیح ابن مریم کے حواریوں کی مثالیں دیتے ہوئے کہتی تھی کہ ''یہ ابلیس کی ترغیب کے خلاف جدوجہد ہے۔'' ملکہ راسپوٹین کے گھر والوں سے متواتر ملاقاتیں کرتی اور انہیں قیمتی تحفے تحائف پیش کرتی تھی۔

اس دوران راسپوٹین پر کئی بار قاتلانہ حملے ہوئے۔ ایک شب دو شخص ریوالور لے کر اس کے

گھر میں گھس آئے' لیکن پکڑے گئے۔ انہوں نے الزام لگایا کہ ان کی بیویاں راسپوٹین کی خوابگاہ میں ہیں۔ پولیس نے گھر کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن کوئی عورت برآمد نہ ہوئی۔ لہٰذا ان دونوں اشخاص کو بہتان اور قاتلانہ حملے کی نیت کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ بعد ازاں ان کو راسپوٹین کی سفارش پر رہا کردیا گیا اور انہوں نے تائب ہوکر راسپوٹین کو پوری سازش سے آگاہ کیا۔

پولیس کے سربراہ بلٹسکی نے ایک پولیس آفیسر کو راسپوٹین کی جاسوسی پر مامور کیا اور یہ پولیس آفیسر بین الاقوامی تاجر کی حیثیت سے ہوٹلوں میں راسپوٹین سے ملاقاتیں کرتا رہا۔ بلٹسکی نے اس پولیس آفیسر کے ذریعے ایک عورت سے جنسی تعلقات ظاہر کرکے راسپوٹین کو غنڈوں کے ہاتھوں مروانے کا پروگرام طے کیا لیکن اس پولیس آفیسر نے راسپوٹین کو سب کچھ بتا دیا اور اس طرح راسپوٹین اس سازش سے بھی بچ گیا۔

ایک بار ایک چلتی کار سے اس پر فائر کیے گئے اور پھر اسے زہریلی شراب پلانے کی کوشش کی گئی۔ ایسی ہی ایک سازش میں اس کے سابق دوست فادر فیوفان بشپ ہرموگن اور ایلیورڈ بھی شامل تھے جنہیں زارِ روس نے جلاوطن کردیا تھا۔ ایلیاڈایا نومودا کے بیان کے مطابق راسپوٹین جب ماسکو میں قیام پذیر تھا تو ہوٹل میں بے سروپا جپسی گانوں اور وحشیانہ رقص کے دوران راسپوٹین نے جی بھرکر شراب پی۔ اس وقت ایک باریش شخص نے بلند آواز میں کہا کہ یہی پیغمبر دوراں ہے' جس کے الفاظ میں اللہ بولتا ہے۔ اس رقص بے ہنگم کے بعد ہم ہوٹل ''اسٹریلنا'' میں چلے گئے اور وہاں کافی پی۔ ابھی کافی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ گولیاں چلنی شروع ہوگئیں۔ ہر طرف بھگدڑ مچ گئی۔ لیکن راسپوٹین بڑے آرام سے پولیس کی گاڑی میں براجمان تھا اور اس کا چہرہ خوف سے عاری تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ گولیاں چلانے والوں کو گرفتار کرلیا گیا ہے اور ان میں وہ سفید باریش شخص بھی شامل ہے جو ایک پولیس آفیسر تھا۔

راسپوٹین کی حمایت اور تائید سے محروم ہونے کے بعد راسپوٹین کے قتل کی سازش خودستوف نے خود تیار کی اور اس کے لیے طویل منصوبہ بندی کی گئی۔ منصوبہ پر کوئی حتمی فیصلہ دینے سے قبل باقاعدہ صلاح مشورے اور پے درپے اجلاس ہوئے۔ بحث وتمحیص ہوئی اور احکامات صادر کیے گئے۔ ان اجلاسوں میں وزارتِ داخلہ اور محکمہ پولیس کے قابل اعتماد اعلیٰ ترین افسران' چند دوسرے راز دار وزراء حکام اور امراء شریک ہوتے رہے۔ خودستوف نے راسپوٹین کے خلاف سرکاری تحقیقات کے احکام جاری کیے۔ شہادتیں جمع کی گئیں اور ان شہادتوں کی روشنی میں دستاویزات تیار کی گئیں۔ یہ تمام کارروائی مکمانہ طور پر کی گئی جس کو مکمل صیغۂ راز میں رکھا گیا۔ خودستوف کا خیال تھا جس کا اظہار وہ زارِ روس سے بھی کئی بار کرچکا تھا کہ راسپوٹین کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری بلٹسکی کے ذمہ ہے۔ لہٰذا اگر اسے کوئی زک پہنچے گی تو بلٹسکی اس کا براہِ راست ذمہ دار ہوگا۔ اس کے خیال کے مطابق راسپوٹین کے قتل کے بعد بلٹسکی کو اس جرم میں آسانی سے پھنسایا جاسکتا تھا۔

مادام گولووینا جس کے گھر میں پرنس یوسوسوف کی راسپوٹین سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تھی' کی

بٹی مونیا یوسوسوف کے بھائی کی منگیتر تھی جس کی بے وقت موت نے شادی سے پہلے ہی مونیا کو سوگوار بنادیا تھا۔ مادام اپنی بیٹی مونیا کو لے کر اکثر راسپوٹین کے گھر روحانی سکون حاصل کرنے کے لیے جاتی تھی۔ انہوں نے پرنس یوسوسوف کو بھی راسپوٹین کی روحانی اور دنیاوی طاقتوں کا قائل کرنے کی کوشش کی۔ وہ اسے ساتھ لے کر اولاد کے لیے روحانی علاج کی غرض سے راسپوٹین کے گھر گئی لیکن پرنس راسپوٹین سے متاثر نہ ہوا۔ پرنس کی لاتعلقی نے راسپوٹین کو بوکھلا دیا۔ وہ پرنس کے ساتھ اٹھا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ پرنس ہمیں شادی کی سالگرہ پر نہ بھولیے گا۔ پرنس مسکرایا اور کہا کہ سالگرہ آپ کے بغیر تو پھیکی رہے گی۔ اسی وقت مونیا بھی فادر راسپوٹین کے ساتھ آ کر کھڑی ہوگئی۔ راسپوٹین نے پرنس کا ہاتھ چھوڑ کر مونیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے نازک لبوں پر پے در پے بوسے دیتے ہوئے پرنس سے کہا کہ چار ہونٹوں کا آپس میں ایک دوسرے کو چھونا گلاب کے پھول پر نسیم سحر کی اٹھکیلیوں اور ٹھنڈی آہیں بھرنے کی نقل اتارنا ہے۔ جس سے موسیقی سے بھری زیر و بم کی آواز نکلتی ہے۔ یہ بوسے دراصل ٹھنڈی ہواؤں کا پیغام دیتے ہیں جو عاشق و معشوق کو فرضی اور مادی دنیا سے خواب اور روح کی طرف لے جاتی ہیں۔ گزرے ہوئے سالوں کے مشکل مسائل ایک ایک کر کے حل ہوتے نظر آتے ہیں اور صبح صادق کے وقت شفق کے نورانی رنگ کے مشابہ شراب تیار کرنے کی تمہید ہے۔ راسپوٹین کی یہ حرکت پرنس کے لیے ناقابل برداشت فعل تھا۔ لہٰذا اس نے اس قبیح مکروہ حرکت کے باعث دل ہی دل میں راسپوٹین کے ناپاک وجود کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

اس دوران پرنس یوسوسوف نے مونیا کے ذریعے راسپوٹین سے گہری دوستی کرلی کیونکہ مونیا نے پرنس کو یقین دلایا تھا کہ فادر گریگوری تم کو بہت پسند کرنے لگے ہیں اور تم سے ملاقات کے بڑے مشتاق ہیں۔ فادر گریگوری تمہاری طرح خانہ بدوشوں کے گیت بہت پسند کرتے ہیں اور تم سے بربط پر یہ گیت سننا چاہتے ہیں۔ پرنس کے لیے یہ نادر موقع تھا لہٰذا اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بربط پر خانہ بدوشوں کے گانے سنا کر راسپوٹین کے دل میں اپنا مقام بنالیا۔ وہ راسپوٹین سے اولاد کے لیے دعائیں منگوانے لگا۔ اس نے بڑے راز دارانہ انداز میں راسپوٹین کو بتایا کہ وہ قوت مردی سے محروم ہے اور اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اولاد پیدا کرسکے۔ یہ ذکر کرتے ہوئے وہ دانستہ طور پر اپنی بیوی آئرینا کا ذکر مونیا کے سامنے راسپوٹین سے کرتا اور مونی آئرینا کے حسن و جمال اور عادات و خصائل کی جی بھر کر تعریف کرتے ہوئے کہتی کہ وہ نہایت حسین و جمیل، سحر طراز اور دلنواز لڑکی ہے، شاید پری زاد ہے۔ اس کا جسم ایک شاہکار کی مانند بے عیب اور نہایت ملائم ہے اس کے ہاتھ ریشم کی طرح نرم اور وہ خود ایمان کو متزلزل کر دینے کی حد تک معصوم اور حسین ہے۔ یقین جانیے فادر کہ وہ مشابہت میں وینس بہار کی دیوی ہے جب مسکراتی ہے تو آنکھوں سے اودے اودے اور نیلے نیلے رنگ جھلکتے ہیں۔ اس کے دونوں رخساروں پر ننھے ننھے گڑھے پڑ جاتے ہیں جو اس کے حسن کی چاشنی کو دوبالا کر دیتے ہیں۔ اس کے لمبے لمبے عطر فشاں بال کمر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کا چہرہ نہایت خوبصورت اور شاداب ہے۔ قدم قدم پر نشہ بکھیرتی

ہے لیکن اولاد کی خواہش اس کنول کے پھول کو اداس رکھتی ہے اور یہ اداسی پرنس کو غمگین کر دیتی ہے۔

اس موقع پر وہ مونیا کی طرف دیکھ کر کہتا ہے کہ "قدرت نے عورت کو بنانے میں چاند سے چمک، سمندر سے گہرائی، موجوں سے روانی، ستاروں سے جھلملاہٹ، سورج سے گرمی، شبنم سے طراوت، سیماب سے بے قراری، گلاب سے رنگینی و دلکشی، شہد سے حلاوت، خرگوش سے حیا اور قمری سے نغمہ اور خود اپنی جانب سے اس میں محبت ڈالی۔ اور یہ قدرت کا بہترین عطیہ ہے اور ان تحفوں میں تم اور ایرینا بھی ایک انمول تحفے ہو۔ حسن وہ چیز ہے جسے دیکھ کر کچھ دینے کو جی چاہے اور دل کی گہرائیوں سے کوئی چیز نکلتی محسوس ہو۔ حسن خوشی اور غم کا سنگم ہوتا ہے۔ اور یہ عورت کو عرش سے قریب تر کر دیتا ہے۔ عورت کا عرش خدا کا عرش ہوتا ہے۔ راسپوٹین ان موقعوں پر آئرینا سے ملنے کی شدید خواہش کرتا جسے پرنس کسی نہ کسی بہانے سے ٹال دیتا۔ اس دوران پرنس نے اپنے محل کے نیم تاریک تہہ خانے کو صاف کروا کر اس کی مرمت کروائی اور اسے ہر آسائش سے مزین کروایا۔ ان تمام کاموں کی تکمیل کے بعد پرنس نے 16 ستمبر 1916ء کو راسپوٹین کو اپنے محل میں شام کو آنے کی دعوت دی۔

16 ستمبر 1916ء کو راسپوٹین سارا دن اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف رہا اور رات کو اپنی سیکرٹری ڈوینا کو بتایا کہ وہ شام کو کہیں باہر کھانا کھائے گا۔ شام کو خوابگاہ میں لیٹے ہوئے اس نے تصورات میں آئرینا کے روحانی علاج کے لیے پروگرام ترتیب دیا اور رازداری کے پیش نظر کسی تیسرے فرد کو بتائے بغیر رات ساڑھے گیارہ بجے محل میں جانے کا فیصلہ کیا۔

بدمستی میں آئرینا کی تعریف کرتے کرتے فحش کلامی پر اتر آیا جسے پرنس یوسوف نے بڑے صبر سے برداشت کیا۔ اس لمحے ڈمٹری کے آدمی وہ خاص شراب کی بوتل لے کر آئے جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ پرنس یوسوف نے راسپوٹین کو مخاطب کرتے ہوئے نہایت مودبانہ لہجے میں کہا کہ شہزادی صاحبہ خوابگاہ میں مقدس باپ کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ یہ ان کے نام کا آخری جام نوش فرماتے ہوئے انہیں روحانیت سے مستفید فرمائیں۔ راسپوٹین نے کھڑے کھڑے یہ ساری شراب کی بوتل پی اور سب حیران تھے کہ راسپوٹین اتنا زہر پینے کے باوجود زندہ ہے لہٰذا پرنس اور ڈیوک نے اپنے ریوالوروں کی تمام گولیاں راسپوٹین کے جسم میں اُتار دیں۔ گولیوں کی آواز سن کر گشت پر موجود سپاہی نے تمام صورت حال سے حکام بالا کو مطلع کیا۔ گولیاں کھانے کے بعد راسپوٹین لڑکھڑایا۔ پرنس کے دوست ڈمٹری نے اس پر خنجر کے پے در پے وار کیے اور خنجر دستے تک راسپوٹین کی پیٹھ میں اتار دیا۔ تھوڑی دیر بعد راسپوٹین گر پڑا۔ پرنس نے ڈنڈے سے اس کی کھوپڑی کو پاش پاش کر دیا۔ پرنس، ڈیوک اور ان کے دوسرے ساتھی راسپوٹین کو اٹھا کر دریائے نیوا کے کنارے پر لے گئے۔ اس وقت بھی راسپوٹین کی جان میں رمق تھی۔ راسپوٹین نے اپنا ایک ہاتھ بلند کیا اور سینے پر صلیب کا نشان بنایا۔ پرنس نے اسے سخت برا بھلا کہا اور اپنے ساتھیوں کی مدد سے اسے رسیوں سے باندھ کر دریا میں پھینک دیا۔

صبح سورج کے چڑھتے ہی راسپوٹین کے گھر ملاقاتیوں کی بھیڑ شروع ہوگئی۔ یہ سب راسپوٹین

کے منتظر تھے۔ دس بجے تک جب اس کی کوئی اطلاع نہ ملی تو ڈوینا نے ٹیلی فون پر مونیا اور راینا پروبودا کے گھروں سے پتہ کیا۔ اور جب کہیں سے بھی مثبت جواب نہ ملا تو ملکہ کو اس کی گمشدگی کی اطلاع دی گئی۔ تمام خفیہ پولیس اور جاسوس حرکت میں آ گئے اور لحہ لحہ کی اطلاعیں ملکہ تک پہنچائی جانے لگیں۔ گشت پر موجود سپاہی کی رپورٹ پر پرنس یوسوسوف کے محل کی تلاشی لی گئی تہہ خانے سے صحن تک خون کے نشان پائے گئے۔ دوپہر کے قریب راسپوٹین کی جرابیں اور دستانے دریائے نیوا کے پیٹر دوسکی کے پُل پر سے ملے۔ چنانچہ غوطہ خوروں کو طلب کیا گیا اور راسپوٹین کی لاش کو یخ بستہ سطح میں تلاش کرنے کا حکم دیا گیا۔ دو روز کی مسلسل جدوجہد کے بعد لاش ملی۔ اس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔ جسم پر گولیوں کے علاوہ خنجر کے زخم موجود تھے۔

زار اس وقت محاذِ جنگ پر تھا۔ اسے جیسے ہی علم ہوا وہ واپس دارالحکومت پہنچا۔ زار اور زارینہ اس موت سے انتہائی سوگوار تھے۔ 21 ستمبر 1916ء پانچ بجے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا کہ راسپوٹین کی لاش نیوا پر پیٹروسکی دریا کے پُل کے نیچے برف کے تودوں تلے دبی ہوئی ملی ہے۔ سارا جسم نیلا پڑ گیا تھا جس سے اندازہ ہوا کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔ اعلان سنتے ہی راسپوٹین کے مکان میں کہرام مچ گیا۔ عورتوں نے اپنے کپڑے پھاڑ لیے۔ بال نوچنے اور دیواروں سے سر ٹکرانے لگیں۔ مرد جیسے سکتے میں رہ گئے تھے۔ باہر سڑک پر ہجوم آہ و بکا کر رہا تھا۔ بہت سے اعلیٰ عہدیداروں' سرکاری افسروں اور تاجروں کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ محل میں سکوت مرگ کا سماں تھا۔ زارینہ پر غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ اور ڈاکٹروں کی فوج اسے گھیرے ہوئے تھی۔ زار مہر بہ لب' گم صم تھا۔ ننھا الیکسی کچھ نہ سمجھتے ہوئے' ماں کی حالت دیکھ کر روتے ہوئے ''فادر! فادر! جلدی آؤ فادر!'' کی رٹ لگا رہا تھا۔ بہت دیر بعد جا کر زارینہ ہوش و حواس میں آئی۔ اس کی ایسی کیفیت ہو گئی جیسے صلیب پر چڑھا دی گئی ہو اور کیلیں ٹھونکے جانے کی منتظر ہو۔ اس نے رسان سے حکم دیا کہ راسپوٹین کی لاش محل میں لائی جائے۔ وہ لائی گئی تو زارینہ نے اسے راہبہ سسٹرا کولینا سے غسل دلوایا۔ عیسائیت کے عقائد کے مطابق اسے کفن پہنا کر قیمتی آبنوسی تابوت میں رکھوایا گیا۔ یہ تابوت ماہر کاریگروں سے چند گھنٹوں میں تیار کروایا گیا تھا۔ اس کے چاروں طرف سونے کی پتریاں لگوائی گئی تھیں۔ اوپر شاہی محل کی بیش قیمت صلیب ٹھکوا دی گئی تھی۔ یہ کام رات کے تیسرے پہر مکمل ہوا۔ صبح کو اعلان کیا گیا کہ راسپوٹین کی لاش اس کے آبائی گاؤں پوکروسکو بھجوا دی گئی ہے۔ اس وقت وہاں صرف زار' زارینہ' کابینہ کے وزراء' ڈونیا اور دفنانے والے خاص ملازم موجود تھے۔

شام سے پہلے پرنس یوسوپوف کو فادر راسپوٹین کے قتل کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ڈمٹری یا ریشکورچ' ڈاکٹر لیزوورف اور ڈمٹری کے دونوں معتمدوں میں سے مخبری کس نے کی تھی۔

✿.....✿.....✿

نیاز فتح پوری

یورپ کی اِک حسین راہبہ

نویں صدی کی ابتدا میں جب شارلمین نے سیکسن قوموں کو مطیع کیا تو انہیں عیسوی مذہب اختیار کرنے پر بھی مجبور کیا' اور سرزمین انگلستان سے بڑے بڑے مذہبی علماء بلا کر ان کی تعلیم کے لیے مقرر کیے۔

انہی رہبانوں میں ایک رہبان ایسا تھا جو اپنی حسین رفیق زندگی کو بھی ساتھ لایا تھا اور اپنی ذہانت و قابلیت کی وجہ سے ایک مخصوص امتیاز کا مالک تھا' یہاں پہنچنے کے چند دن بعد اس خاتون کے بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جون رکھا گیا۔

چونکہ جون کے والدین خود نہایت حسین اور قابل تھے اس لیے کوئی وجہ نہ تھی کہ ان کی بچی جو ہر چند تعلق محبت کا ناجائز نتیجہ تھی' ان آثار کو لے کر پیدا نہ ہوتی جو ماں کے حسن اور باپ کی ذہانت کی وجہ سے اس کو ملنے چاہیے تھے۔

جون جس قدر زیادہ بڑھتی جاتی تھی' لوگوں کو یقین ہوتا جاتا تھا کہ وہ نہ صرف حسن و جمال بلکہ اپنی فراست و ذہانت کے لحاظ سے بھی بے نظیر ثابت ہوگی۔

اس کے باپ نے ان تمام آثار کو دیکھ کر فیصلہ کیا کہ اس کو تمام علوم متداولہ کی تعلیم دینا چاہیے' تاکہ جمالِ صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی وہ محروم نہ رہے۔

جون نے نہایت قلیل زمانہ میں ایسی ترقی کی کہ اس عہد کی یونیورسٹیوں کے بڑے بڑے عالم اس کے سامنے گفتگو کرتے پس و پیش کرتے تھے۔ اس کی عمر ابھی صرف تیرہ سال کی تھی کہ وہ مجمع عام میں نہایت دقیق مسائل پر آزادانہ تنقید کرتی تھی اور جرمن' اطالوی اور انگریزی زبانوں میں نہایت برجستہ اور حد درجہ بلیغ خطبہ دیتی تھی۔ پھر ظاہر ہے کہ ایک نوجوان لڑکی جو اپنی تمام ظاہری رعنائیوں اور حسن و جمال کے ساتھ اس قدر کمالِ علم بھی رکھتی ہو' وہ دُنیا میں کیا کچھ نہیں کر سکتی اور فطرت کے اس اعجاز سے وہ کون سا انقلاب ہے جو عالم میں برپا نہیں ہوسکتا۔

رفتہ رفتہ اس کے حسن و رعنائی کا چرچا ہر محفل میں ہونے لگا' اور می امینس کی تمام نوجوان

آبادی پروانہ واران جلسوں میں کھنچ کھنچ کر آنے لگی' جہاں یہ جمیل راہبہ اپنے نازک لبوں سے نکلنے والے الفاظ کا جادو لوگوں پر ڈالا کرتی تھی۔ جس وقت وہ اپنی نازک کشیدہ قامتی کے ساتھ سٹیج پر تقریر کرنے کے لیے کھڑی ہو جاتی تھی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ صبح بہار نے جسم اختیار کرلیا' اور جب وہ اپنی شیریں تقریر کی ابتداء کرتی تو ایسا محسوس ہوتا کہ بلبل کسی کنج کے اندر نغمہ سرائی میں مصروف ہے۔ اگر ایک طرف اس کی ہر ہر ادا اپنے لیے ایک نئی جان طلب کرتی تھی تو دوسری طرف اس کا ہر ہر لفظ نطق مسیح ہو کر نکلتا تھا۔ اور اس طرح گویا وہ لوگوں کی موت و حیات پر حکمرانی کر رہی تھی۔

وہ لوگوں کی اس تباہی و بربادی کو دیکھتی تھی اور خوش ہوتی تھی' نوجوانوں کے اضطراب و بے تابی کو محسوس کرتی تھی اور اپنے عشوہ و ناز کو اور زیادہ تاب دیتی جاتی تھی۔ آخر کار کیوپڈ جو اس کے ''خمیازۂ چشم پر افسوں'' اور ''نگاہِ جراحت پاش'' سے تیر و کمان کا کام لے رہا تھا' تھک گیا اور اب وقت آیا کہ وہ اپنے طلائی پیکاں سے اس کے دل کو بھی زخمی کردے۔ چنانچہ اس نے فلڈا کے ایک نوجوان راہب کی نگاہوں کو منتخب کیا اور اس سے محبت کا ایک نوش لے کر جس میں ایک نہایت تیز نیش پنہاں تھا۔ جون کو ہنستے ہنستے اک دن پلا دیا اور رخصت ہو گیا۔

فلڈا کا راہب نہ صرف حسن و جوانی کی مکمل تصویر تھا بلکہ اپنے فضل و کمال کے لحاظ سے بھی ایک خاص حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے جون کا اس طرف کھنچ جانا بالکل فطری بات تھی۔ چنانچہ اس نے راہب کے لیے اپنی آغوش کھول دی' اور راہب نے بھی جس کے دل میں جون کی محبت کی پھانس عرصہ سے چبھ رہی تھی اپنے آپ کو اس کے آغوش میں سونپ دیا۔

چونکہ جون نہایت ہی بلند عزم اور مضبوط ارادہ کی لڑکی تھی' اس لیے وہ دنیا کی دوسری عام لڑکیوں کی طرح محبت میں گھل گھل کر جان دے سکتی تھی مگر شرم و حیا پر اپنی آرزوؤں کی قربانی نہ چڑھا سکتی تھی۔ اس نے ایک دن راہب کو بلایا اور خاموشی سے مردانہ لباس پہن کر اس کے ساتھ چل دی۔

اس کے بعد اہل می اینس کو پتہ نہ چلا کہ جون کہاں گئی اور اہل فلڈا کو صرف اس قدر معلوم ہو سکا کہ وہاں کی خانقاہ میں اک نئے نوجوان راہب کا اضافہ ہو گیا ہے جو حال ہی میں انگلستان سے آیا ہے۔

کامل دو ماہ تک یہ دونوں فلڈا کی خانقاہ میں اپنی مدہوش زندگی بسر کرتے رہے۔ لیکن جب بعد کو وہ جوانی کی اس پہلی نیند سے جاگے تو انہیں معلوم ہوا کہ اب خانقاہ کی دیواریں اس راز کو نہیں چھپا سکتیں اور ان کی حیاتِ معاشقہ کا افسانہ اب عام ہو جائے گا۔

ظاہر ہے کہ وہ جون جو دو ماہ قبل دوشیزگی کی حالت میں یہاں آنے کی جسارت کرسکتی تھی اب اک ثمر رسیدہ خاتون میں تبدیل ہو جانے کے بعد اس جگہ کو آسانی سے چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اس نے رات کی خاموشی میں اس سرزمین کو خیر باد کہا اور اپنے محبوب کو ساتھ لے کر مردانہ لباس میں ایتھنز پہنچی' جو اس وقت بھی علوم وفنون کا مرکز تھا۔

جون نے یہاں پہنچ کر بھی اپنے اکتسابات علمیہ کی نمائش کی اور چند دنوں میں ان دونووارد

راہبوں کی شہرت عام ہوگئی۔ لیکن زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ بعض غیر معلوم اسباب کی بناء پر ان دونوں نے باہمی جدائی گوارا کرلی اور فلڈا کا راہب' سرزمین مشرق کی طرف اور جون مغرب کی جانب چل دی۔

فلڈا کا راہب مصر پہنچا اس نے یہاں اسکندریہ کی سیر کی' سواحل نیل کے مناظر دیکھے' اہرام مصر اور ابوالہول کی زیارت کی۔ سرزمین دمشق و فلسطین کی سیاحت کرکے ان کے آثارِ علمیہ سے استفادہ کیا' تہذیب بابل کے افسانے پڑھے اور ان تمام آثار کے مطالعہ میں اپنا وقت صرف کیا جن کی مسماریاں اب بھی تہذیب شرق کی داستانیں دوہراتی رہتی ہیں۔

ادھر جون سیدھی روم پہنچی جو اس وقت عیسوی اقتدار کا مرکز تھا اور چونکہ ریش و بروت صاف رکھنا اس عہد کی تہذیب تھی اس لیے جون کو اپنے تئیں مرد ظاہر کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

اس وقت برجیس ثانی مذہب عیسوی کے تخت کا فرمانروا تھا اور ہر چند روم خانہ جنگی' ہنگامہ آرائی اور باہمی مخالفت کا شکار ہو رہا تھا' تاہم وہ قدیم تہذیب کا جولانگاہ تھا' علوم وفنون وہاں کی فضا میں بسے ہوئے تھے اور خانقاہ علماء وفضلاء سے معمور نظر آتی تھی۔

پھر دریائے ٹائبر پر واقع ہونے والا وہ شہر جس کا ایک ایک ذرہ قیصر و آگسٹس کے افسانہائے اولوالعزمی سے معمور تھا' کیونکر جون ایسی حوصلہ مند عورت کو مایوس کرسکتا تھا۔ چنانچہ جون نے بھی فیصلہ کرلیا کہ اسے اپنے لیے یہاں وہ مستقبل پیدا کرنا ہے جو صفحات تاریخ پر ہمیشہ کے لیے منقوش ہو جائے اور اپنی ہستی کو اس روشنی میں پیش کرنا ہے جو حوادثِ زمانہ سے بھی گل نہ ہو۔

آخر کار وہ ایک خانقاہ میں داخل ہوئی اور نہایت قلیل عرصہ میں اس نے اپنے فضل و کمال' اپنی فصاحت و بلاغت اپنی سادہ معاشرت اور سب سے زیادہ اس مخفی کہربائیت سے' جو ایک پرشباب نسائیت کا جزوِ لاینفک ہے۔ سارے روم کو اپنا گرویدہ بنالیا۔ بڑے بڑے علماء' امراء' قسیس و رہبان اس کے پاس آتے تھے اور جب لوٹتے تھے تو بالکل مسحور و مفتون' وہ غور کرتے تھے کہ انگلستان کے اس نوجوان راہب میں وہ کون سی بات ہے جو ان کے دلوں کو اپنی طرف جذب کیے لیتی ہے' لیکن اس سے زیادہ کچھ نہ سمجھ سکتے تھے کہ شاید یہ روح القدس کے فیضان اور معصومیت مسیح کا سب سے بڑا مظہر ہے۔

شہر روم سے باہر اس وقت ایک خانقاہ سینٹ مارٹن کے نام سے منسوب تھی' جہاں علومِ مذہب اور فنونِ ادب کی تعلیم یونانی اور لاطینی زبان میں دی جاتی تھی۔

جون ایک راہب کی حیثیت سے اس میں داخل ہوگئی اور اپنے عالمانہ خطبات سے روم کے تمام قرب و جوار میں ہنگامہ پیدا کردیا۔ وہ یہاں اس طرح اکتساب شہرت میں مصروف تھی کہ برجیس (پاپائے اعظم) کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ پوپ لیو چہارم کا انتخاب عمل میں آیا جو سینٹ مارٹن کالج میں جون کی ہستی سے آگاہ ہو چکا تھا اور اس کی بہت عزت کیا کرتا تھا۔

اس نے بعض اہم اور مخفی خدمات بھی جون کے سپرد کیں جنہیں اس نے نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا اور اس طرح اس کا اقتدار دین عیسائی کے اس قوی ترین علمبردار کے دربار میں بڑھتا

گیا۔ کیونکہ جون نے مملکت روم، پاپائے اعظم اور مذہب کی امداد میں محض اپنی قابلیت علمی ہی صرف نہیں کی تھی، بلکہ اس نے ایک مرتبہ سپاہِ روما کی قیادت کرکے دشمنوں سے جنگ بھی کی تھی اور کامیاب ومظفر ہو کر واپس آئی تھی۔

اسی کے ساتھ جون اپنی نسوانی ذہانت کی وجہ سے تمام اکابر قوم، امرائے ملک اور پیشوایان مذہب کے ایسے بہت سے رازوں سے واقف ہوگئی جو ان کی نہایت ہی ذلیل کمزوریوں سے متعلق تھے اور اس سلسلہ میں کارڈنل لیو کی بھی (جو اس وقت تک سیکرٹری آف سٹیٹ تھا) راز دار ہوگئی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب برجیس کی وفات پر کارڈنل لیو، پاپائے اعظم بنایا گیا تو جون اس کی جگہ پر سیکرٹری آف سٹیٹ بن گئی۔

اس وقت اناسیکس جو وہاں کا کارڈنل تھا لیو کا سخت دشمن تھا۔ اس نے نئے پوپ کو تکلیف پہنچانے کے لیے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اناسیکس جلاوطن کردیا گیا۔ مگر پوپ ہنوز اپنا انتقام نہ لے چکا تھا، وہ باقاعدہ اس پر بغاوت کا جرم ثابت کرکے اس کا عہدہ بھی اس سے چھین لینا چاہتا تھا۔ اس مسئلہ میں جون نے اس کی بہت مدد کی کیونکہ مجلس فیصلہ کے سامنے جو بیان اناسیکس کو ملزم قرار دینے کے لیے پیش کیا گیا تھا وہ جون ہی کا مرتب کیا ہوا تھا اور جس میں اس نے اپنی ساری قابلیت صرف کردی تھی آخر کار اناسیکس اپنے عہدہ سے معزول کیا گیا اور جون اس کی جگہ کارڈنل مقرر کی گئی۔ یہ اتنی بڑی عزت تھی جس کی تمنا کرنا گویا سلطنت کی آرزو کرنا تھا۔ لیکن جون جس کی پروازِ فکر اس سے زیادہ بلندی کی متمنی تھی، ہنوز مطمئن نہ تھی اور وہ سمجھتی تھی کہ میں ساری دُنیا پر حکومت کرنے کے لیے پیدا کی گئی ہوں اور یہ مقصد آفرینش بہرنوع پورا ہوکر رہے گا۔

اتفاق سے اس واقعہ کے چند ہی دن بعد لیو (پوپ) دفعتاً مرگیا اور جدید پوپ کے انتخاب کا وقت آیا۔ یہ زمانہ نہ صرف روما بلکہ تمام عیسائی دنیا کے لیے نہایت سخت اضطراب وتشویش کا تھا، کیونکہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ نیا پوپ کس خیال کا شخص ہوگا اور وہ اس وقت کی سیاسی پیچیدگی میں کس ملک کا مددگار ثابت ہو۔

اس جگہ کے لیے متعدد امیدوار تھے، جن میں سے ہر ایک نے اسقف اعظم کا تخت و دیہیم حاصل کرنے کے لیے پوری طرح خون بہایا، لیکن فطرت کی نگاہِ انتخاب جس پر پڑ چکی تھی وہ کوئی اور تھا۔

جب یہ باہمی جنگ وقتال حد سے بڑھ گیا تو فیصلہ یہ کیا گیا کہ موجودہ امیدواروں میں سے کسی کو یہ خدمت نہ سپرد کی جائے بلکہ ایک ایسا شخص پوپ بنایا جائے جس کا تعلق ان متخاصم جماعتوں میں کسی سے نہ ہو چنانچہ جون، جومی امنیس کی ایک معمولی لڑکی تھی جون ہشتم کے نام سے تخت عیسائیت پر جلوہ افروز ہوگئی۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جون کو پوپ بنانے میں صرف مصلحت سے کام لیا گیا تھا۔ لیکن حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ سارا روم پہلے ہی سے اس کا طرفدار تھا اور لیو کے مرنے کے بعد ہی لوگ جوق

در جوق آتے تھے اور قصر پاپا کے دروازے پر آ کر نعرہ لگاتے تھے کہ ''زندہ باد پوپ جون ہشتم'' جون کے نازک قدموں کے نیچے لوگوں نے پھول بچھائے اور جب وہ لیو کے جنازہ کے ساتھ باہر آئی تو تمام امرائے روم نے اپنے قیمتی ملبوس اور زرکار چادریں اس کے راستہ میں فرش کر دیں۔

جون سے قبل اور اس کے بعد بہت سی عورتوں نے حکمرانی کی سیمراس سے لے کر کیتھرائن تک ملکہ زنوبیا سے لے کر الزبتھ تک متعدد عورتوں نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ بہت سے افراد جنس نازک کے ایسے ہوئے جنہوں نے معاشرتی' سیاسی اور علمی دُنیا میں اپنا اقتدار قائم کرلیا' لیکن عالم عیسائیت پر فرمانروائی کرنا جنت کی کنجیوں کا مالک ہو جانا' زمین کی طرح آسمانی حکومت کو بھی اپنے قبضہ میں کرلینا یہ دنیا میں صرف ایک ہی عورت کا مقسوم تھا' جسے روم والوں نے عرصہ تک مرد ہی یقین کیا۔

پوپ جون نے اس قدر قابلیت سے اپنی خدمات انجام دیں کہ ساری عیسوی دنیا نے اعتراف کیا۔ بہت سے مذموم مراسم مٹ گئے' اقتصادی حالت درست ہوگئی اور پاپا کا وہ خزانہ جو عربوں کے حملہ کی وجہ سے خالی ہوگیا تھا پھر معمور ہوگیا۔ بڑے بڑے بادشاہ آ کر سربسجود ہونے لگے۔ ملک کے اعاظم و اکابر آستانہ بوسی کے لیے حاضری دینے لگے۔ اور تمام وہ دنیاوی جاہ و جلال جو دنیا میں ایک انسانی ہستی کو میسر آ سکتا ہے جون کے قدموں پر ڈال دیا گیا۔

ایک مرد جب عیش و نشاط' جاہ و ثروت' دولت و حکومت کے عروج پر جاتا ہے تو اس کے دل سے احساسِ محبت مٹ جاتا ہے۔ لیکن عورت خواہ کتنی ہی دنیاوی ترقی کیوں نہ کر جائے' عورت ہی رہتی ہے اور اس کے جذباتِ لطیف معدوم نہیں ہوتے۔ چنانچہ وہ وقت آیا کہ جون اپنی موجودہ حالت سے بیزاری محسوس کرنے لگے اور اپنی نسائیت سے مغلوب ہوگئی۔ دنیا اس کی اطاعت کرتی تھی' عالم اس کی پرستش کرتا تھا' لیکن اب وہ اس کے لیے بیتاب تھی کہ کوئی اس سے محبت کرے اور ان جذبات کو سکون پہنچائے جن کا جواب دینے کے لیے اس وقت وہ سارے عالم کو ویران پاتی تھی۔ وہ عورت سے مرد کیا بنی کہ تمام دُنیا اس کے لیے عورت ہو کر رہ گئی۔

اوّل اوّل جب وہ روم آئی تو اس نے سوائے مطالعہ کے کسی چیز سے سروکار نہ رکھا۔ جب وہ رفتہ رفتہ پوپ کے درجے تک پہنچی تو پھر بھی کچھ عرصہ تک وہ اسی مشغلہ میں مصروف رہی۔ لیکن چند دن گذرنے کے بعد اسے وہ ایامِ گذشتہ یاد آنے لگے جب فلڈا میں وہ اپنے محبوب راہب کی معیت میں سرشار رہتی تھی اور دُنیاوی عروج کی تلخیوں سے ناآشنا تھی۔

ہر چند اس کے چاروں طرف مردوں کا ہجوم رہتا تھا' بڑے بڑے حسین نوجوان اس کے سامنے زمین بوس ہوا کرتے تھے لیکن وہ آزادی سے کسی کا انتخاب نہ کرسکتی تھی کیونکہ اسے ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو حد درجہ قابل اعتبار ہو اور اس کے راز کو کسی پر ظاہر نہ ہونے دے۔ وہ سوچتی رہی' ایک ایک نوجوان کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتی رہی اور آخر کار اس کے دل نے ایک شخص بالڈو کا انتخاب کرلیا۔ یہ جوان فلارنس کا رہنے والا تھا اور راہب فلڈا سے صورتاً بہت مشابہ تھا' جون نے اسے اپنا حاجب مقرر کیا

اور رفتہ رفتہ اس پر اپنا راز ظاہر کر کے اس کی محبت حاصل کر لی۔

اس کے بعد جون زیادہ تر خلوت میں بسر کرنے لگی، جس کی تاویل لوگوں نے یہ کی کہ وہ کسی خاص عبادت میں مصروف ہے۔ بیشک وہ عبادت میں مصروف تھی اور وہ عبادت بالڈو کی حسین صورت کی تھی۔ وہ پرستش خود اپنے ہی جذباتِ شباب کی تھی وہ اس وقت وینس تھی اور بالڈو اڈونس، وہ تشنہ تھی اور بالڈو چشمہ آب، یعنی وہ اس وقت حقیقی معنی میں ایک عورت تھی اور بالڈو صحیح معنی میں ایک مرد۔

چند ماہ بھی جون کو شرابِ محبت سے کیف اندوز ہوئے نہ گذرے تھے کہ فطرت نے اپنا انتقام لینے کی تدبیریں شروع کر دیں، یعنی اس نے محسوس کیا کہ وہ حاملہ ہے۔ یہ خبر بالڈو کے لیے اس قدر وحشت خیز تھی کہ اس نے خودکشی کا ارادہ کر لیا اور شاید وہ اس ارادے کو پورا کر دیتا، اگر جون اسے باز نہ رکھتی۔ اس میں شک نہیں کہ خود جون بھی ایک حد تک مضطرب تھی، لیکن اس نے خیال کیا کہ اگر اس کے بچہ ہوا بھی تو وہ اسے بالکل اسی طرح معجزہ کی صورت میں ظاہر کرے گی جس طرح مسیح کی ولادت بغیر باپ کے تسلیم کی جاتی ہے۔ کیونکہ اس وقت تک لوگوں کی توہم پرستی بدستور قائم تھی اور جون نے خیال کیا کہ جو قوم علم الاصنام کے مزخرفات پر مذہبی حیثیت سے اس قدر راسخ الاعتقاد ہے اور اس کے لیے یہ باور کر لینا کچھ مشکل نہ ہوگا کہ روح القدس نے ایک مرد پوپ کے بطن سے بچہ پیدا کر کے اپنے معجزہ کو دوبارہ دُنیا میں ظاہر کیا۔

لیکن وہ اسی فکر میں مبتلا تھی کہ دفعتاً فلڈا کا وہ راہب جو کسی وقت اس کا محبوب رہ چکا تھا اور جس کے متعلق اسے یقین تھا کہ اب اس دُنیا میں موجود نہیں ہے۔ روم آیا اور یہ معلوم کر کے کہ انگلستان کا رہنے والا جون پاپائے اعظم ہے۔ اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب یہ راہب روم آیا تو اس نے کسی راہب سے دریافت کیا کہ تمہیں کسی باشندۂ انگلستان، جون کی بھی کچھ خبر ہے۔ اس نے نہایت حیرت سے کہا کہ ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آج کل وہی دنیائے عیسائیت کا حکمران ہے۔ بارہ سال کا زمانہ ہوا جب وہ یہاں آیا اور اپنے فضل و کمال سے اس مرتبہ پر پہنچ گیا۔ اوّل اوّل تو اس نے اپنے خدمات حد درجہ قابلیت سے انجام دیئے۔ لیکن اب حالت وہ نہیں ہے اور اس کا ایک حاجب اس پر اس قدر حاوی ہے کہ وہ جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اس کا بیٹا یا کوئی اور قریب کا عزیز ہے، اور بعض اور خدا جانے کیا کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب تک کسی کو صحیح حال نہیں معلوم ہو سکا۔

فلڈا کے راہب نے یہ سُنا اور صبح کو قصر پاپا پر پہنچ کر اطلاع کرائی کہ ایک باشندۂ انگلستان نہایت ضروری کام سے ملنا چاہتا ہے۔ جون یہ سنتے ہی چونک پڑی اور جب فلڈا کا راہب اس کے سامنے آیا تو اس پر بیہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔

ان دونوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی وہ ایسی ہی ناخوشگوار تھی جیسی ایک ناکام و مجبور چاہنے والے کی کامیاب رقیب کے مقابلہ میں ہونی چاہیے۔ لیکن اس نے ان جذبات کا اظہار نہیں کیا، البتہ اس پر سخت لعنت ملامت کی کہ اس نے دُنیا کو کس قدر فریب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اور عورت ہو کر محض اپنے

مکر سے اس جگہ کو غصب کیے ہوئے ہے' جہاں کوئی عورت نہیں پہنچ سکتی۔

اس راہب کے چلے جانے کے بعد جون کے افکار میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا اور اس نے ارادہ کیا کہ اپنے محبوب حاجب کو لے کر رات کی تنہائی میں کہیں چلی جائے۔ جس طرح وہ فلڈا سے بھاگی تھی' لیکن جاہ و ثروت اور دولت و حشمت کی وہ اس درجہ خوگر ہوگئی تھی کہ ان کا ترک خیال اس کے لیے سوہان روح ہوگیا اور آخر کار صرف اپنی تدبیر و ذہانت پر اعتماد کرکے مستقبل کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہوگئی۔

اتفاق سے اسی زمانے میں دریائے ٹائبر میں سیلاب آیا' جس نے ہزاروں خاندانوں کو تباہ کردیا' اور اس کے ساتھ ہی ٹڈیوں نے شہر پر حملہ کیا جس سے تمام آبادی بدحواس ہوگئی اور فصلیں غارت ہوگئیں۔ جب یہ حالت ناقابل برداشت ہوگئی اور لوگ سخت مضطرب ہوئے تو پاپائے اعظم کے قصر پر پہنچے' تاکہ وہ اپنی دعا سے ان بلاؤں کو دور کردے' چنانچہ جون اپنے محبوب حاجب کے کہنے سے بالا خانہ پر آئی اور اس نے اپنا نازنین و مقدس ہاتھ بلند کرکے لوگوں کو دعا دی اور کہا کہ ''کل ایک جلوس کے ساتھ باہر نکل کر شہر روم سے اس بلا کے دُور ہونے کی دعا کروں گا۔''

روم کی رعایا حد درجہ باطل پرست تھی۔ اس وعدے سے مطمئن ہو کر چلی گئی۔ دوسرے دن سارے روم میں ہلچل مچی ہوئی تھی' کلیساؤں کے گھنٹے بج رہے تھے۔ تمام امراء راہب اور قسیس قصر پاپا میں جمع تھے۔ بخور کا دُھواں چاروں طرف چھایا ہوا تھا' مذہبی گیتوں سے فضا معمور ہو رہی تھی۔ راستوں پر زرکار فرش پاپا کے گذرنے کے لیے بچھایا جا رہا تھا۔ صلیبیں بلند کی جارہی تھیں کہ جون اپنے محل سے نکلی اور اہل روم کے ہجوم میں اس کا جلوس برآمد ہوا۔ دعائیں مانگی گئیں۔ برکاتِ آسمانی کے لیے ہاتھ پھیلائے گئے۔ آفات سے بچنے کے لیے التجائیں پیش کی گئیں اور اس طرح جون مطمئن و مسرور اس ہجوم سے واپس آنے لگی لیکن عین اس وقت جبکہ وہ اپنے مقدس خچر پر سوار ہو رہی تھی' فطرت نے اپنی امانت طلب کی۔ جون غش کھا کر زمین پر گر پڑی اور لوگوں نے دیکھا کہ ایک ننھا سا بچہ بھی وہیں موجود ہے۔

ہر چند جون کے حاجب نے بہت کوشش کی کہ اس کو معجزہ کی صورت میں پیش کرے لیکن چونکہ جون کے بہت سے مخالف بھی ہوگئے تھے اس لیے اس معجزہ کو کسی نے تسلیم نہیں کیا اور ایک عام حیرت و استعجاب کے ساتھ حد درجہ برہمی لوگوں میں پھیل گئی کیونکہ اب جون کا عورت ہونا سب پر ظاہر ہوگیا تھا اور اس خیال سے کہ اس وقت تک ایک عورت (جو بدترین مخلوق سمجھی جاتی تھی) تخت مسیح پر قابض رہی' غیظ و غضب انتہائی حدود تک پہنچ گیا اور آخر کار جون یورپ کی وہ سب سے زیادہ حسین و مشہور راہبہ جس کے مرتبہ تک کوئی عورت نہیں پہنچ سکی تھی معہ اپنے بچہ کے سپرد خاک کردی گئی۔

السیّد مجتبیٰ

مغربی دُنیا کا اَخلاق

یورپین کی زندگی ایک مشینی زندگی ہو کر رہ گئی ہے اور ایک ایسے جسم کی حرکت بن گئی ہے جس میں روحِ حیات نہ رہی ہو۔ مادی زندگی کے مختلف شئون میں ترقی کرنے کی وجہ سے متمدن انسان بہت سی مصیبتوں اور جھمیلوں سے چھٹکارا پاچکا ہے اور رفاہ و آسائش کی طرف بہت آگے بڑھ چکا ہے لیکن اس کے باوجود روحِ مادیت نے تمام مظاہر حیات میں لوگوں کی توجہ کو بہت سے حقائق کی معرفت سے روک رکھا ہے۔ اور اسی وجہ سے اخلاق و معنوی جہات طاقِ نسیاں کے سپرد ہوگئے۔

آج کا تمدن اپنے ہمراہ جو مصیبتیں اور ناگواریاں لے کر آیا ہے' ان کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ اب تک جتنی بھی ایجادات اور اکتشافات زندگی کو سہل بنانے اور تمدن کو آگے بڑھانے کے لیے کی گئی ہیں' وہ انسانی تشویش اور فکری اضطراب کو نہ تو دُور کرسکی ہیں اور نہ ہی اجتماعی خطرناک قسم کے بحران اور مشکلات کو دور کر کے معاشرے کی خوش بختی و راحت کو واپس لاسکی ہیں۔

انسان مختلف جسمانی ضرورتوں کے علاوہ ایک خواہش معنوی اور طلب روحی بھی رکھتا ہے۔ انسان جس طرح جسمانی لذتوں کا شیفتہ و شیدائی ہے' اسی طرح فکری پناہ گاہ اور معنوی ضرورتوں کا بھی خواہش مند ہے تاکہ مادے کے علاوہ دوسری حاجتوں کو پورا کرسکے۔ افکارِ انسانی کو دائرہ مادیت کے اندر محدود کرنا ایک ناقابل معافی گناہ ہے اور فطرتِ انسانی سے کسی بھی طرح ہم آہنگ نہیں ہے۔

بشریت کی اہم ترین تمنا یعنی سعادت بخش زندگی کا پہلا مرحلہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب فکر اپنی سیرتِ کامل میں تمدنِ مادی کے مرحلے سے گزر جائے اور صنعتی و علمی تعجب خیز صلاحیتوں کی ترقی ہو جائے اور روحانی قوتیں بروئے کار آجائیں۔ اور کمالاتِ انسانی کے اس منبع سے صحیح فائدہ حاصل کیا جانے لگے' کیونکہ ان دونوں قوتوں کے توازن کے بغیر سو فی صد انسانی سعادت حاصل نہیں کی جاسکتی۔

اخلاقی و اجتماعی عیوب کو دیکھنے کے بعد ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ بشری تکامل کے اسباب شائستہ طریقے سے پورے نہیں ہوتے بلکہ آج کے انسان نے خوش بختی کے اسباب معلوم کرنے میں اشتباہ کیا ہے۔

(لیکن اسی کے ساتھ یہ بات بھی مسلم ہے کہ) صفحاتِ تاریخ میں کوئی بھی قوم ایسی نہیں گزری کہ جس کی زندگی کے تمام گوشوں میں فساد ہی فساد ہو اور کوئی خوبی ان کے اندر موجود ہی نہ ہو۔ اسی طرح مغربی دنیا میں تمام تر اخلاقی مفاسد کے باوجود ابھی کچھ خوبیاں باقی ہیں۔ مثلاً زیادہ تر لوگ امانت دار اور سچے ہیں۔ اگر چہ ان خوبیوں سے ان برائیوں کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔ یہ چیزیں اخلاقی فضائل میں یقیناً شمار ہوتی ہیں مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ یہ چیزیں کسی نہ کسی مصلحت کی بنا پر کی جاتی ہوں اور کچھ خاص عوامل و اسباب کے ماتحت بجالائی جاتی ہوں۔ مغربی دنیا میں اس اخلاقی سرمایہ کو دین کا جزو نہیں سمجھا جاتا اور نہ ان کی بجا آوری آسمانی قانون ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اس لیے نہ تو ان کی کوئی وقعت ہے اور نہ کوئی معنویت ہے۔ یہ تو صرف حصولِ منفعت کی خاطر ان چیزوں کو کرتے ہیں۔ وہاں کے لوگ ان اخلاقیات کو مادی منفعت کے نقطہ نظر سے دیکھتے ہیں اور معاملات میں ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اگر ان اخلاقیات اور مکارمِ اخلاق میں کوئی مادی منفعت نہ ہو تو پھر نہ ان کا کوئی اعتبار ہوگا اور نہ ان کی کوئی قدر و قیمت ہوگی اس لیے تمام مغربی دنیا میں اخلاق کو حصولِ منفعت کا وسیلہ سمجھ کر برتا جاتا ہے۔

عصمت و عفت کے معاملے میں تو مغرب نے حریمِ اخلاق سے بہت زیادہ تجاوز کرلیا ہے اور اس مسئلے میں تباہی اپنے درجۂ کمال کو پہنچ چکی ہے۔ ابتدا میں ہر شخص اس بات پر یقین رکھتا تھا کہ عصمت ایک انمول موتی ہے' اس کا برباد ہو جانا اخلاقی تباہی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یا تو یہ حقیقت فراموش کردی گئی اور یا پھر گمراہ کرنے والوں نے اس کو ختم کردیا۔

اس دور میں پاک دامنی اپنی قدر و قیمت کھو بیٹی ہے گویا کہ صحن معاشرہ سے دامن کش ہوچکی ہے۔ ایک دوست بیان کر رہا تھا: جرمنی ریڈیو سے ایک دن ایک نوجوان عورت اپنی مشکل کو پیش کر کے اس کا حل چاہتی تھی۔ اس نے کہا میں ایک ایسی لڑکی ہوں جس نے ایک جوان سے سالہا سال محبت کی ہے لیکن امتدادِ زمانہ اور ہر وقت کی صحبت' پے در پے محبت کرنے سے میری محبت میں کافی کمی آ چکی ہے۔ اب میں نے طے کرلیا ہے کہ کسی دوسرے جوان سے رابطۂ مہر و الفت قائم کروں گی۔ کیا میں اس نوجوان کو نہ کھوتے ہوئے دوسرے نوجوان سے محبت کے پینگ بڑھاؤں یا اسی نوجوان پر اکتفا کروں اور دوسرے کا خیال اپنے دل و دماغ سے نکال دوں؟ رہبر نے جواب دیا کہ 28 سال سے پہلے پہلے تم ایک یا کئی سے تعلقات رکھ سکتی ہو' اس کی وجہ سے تم کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ جن مقامات سے نفوسِ بشری کی تہذیب و اصلاح ہونی چاہیے عفت' تقویٰ' فضیلت کی ترویج کرنی چاہیے' انہی مقامات سے ترویجِ فحشاء و منکر ہو رہی ہے اور خود راہ نما انحراف و ناپاکی و گمراہی کا مرتکب ہونے کے ساتھ ساتھ اس قسم کے لوگوں کی پشت پناہی بھی کرتا ہے اور اخلاقی قید و بند کو توڑ دینے کا حکم عام کرتا ہے۔ اور روابطِ خصوصی کے ضمن میں شادی سے پہلے فحشاء کے مفہومِ واقعی کو بدلنا چاہتا ہے اور آزادیٔ مطلق کے نام پر شادی سے پہلے کی بے راہ روی کو بے عفتی کے دائرے سے خارج کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو شرف و تقویٰ کے برخلاف اُبھارتا ہے۔

وِل ڈیورانٹ (Will Durant) مشہور جامعہ شناس تحریر کرتے ہیں: شہری زندگی کچھ ایسی ہوگئی ہے جو آدمی کو شادی بیاہ سے روکتی ہے' یہاں کی زندگی لوگوں کی جنسی شہوت کو ہمہ وقت رابطہ جنسی کی بناء پر ابھارتی رہتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غیر مشروع طریقے سے اس جذبے کو تسکین پہنچانا بہت آسان ہوگیا ہے۔

جس تمدن کے اندر شادی بیاہ میں تاخیر کی جاتی ہو اور اتنی زیادہ کہ کبھی کبھی تیس تیس سال کے نوجوان غیر شادی شدہ ہوتے ہیں وہاں اس کے سوا ہو بھی کیا سکتا ہے کہ انسان وقف ہیجانات جنسی ہو کر رہ جائے اور غلط باتوں سے خود کو بچانے کی قوت کمزور پڑ جائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ پاکدامنی جو کبھی فضیلت میں شمار ہوتی تھی' اب اس کا تمسخر اُڑایا جاتا ہے۔

شرم و حیا جو کبھی انسان کی زیبائش میں چار چاند لگاتی تھی اب وہی شرم و حیا ناپسندیدہ عنصر بن چکی ہے۔ نوجوان اپنے گناہوں پر فخر کرتا ہے۔ عورتیں مردوں سے مساوات کے چکر میں گرفتار عشق و ہوسِ نامحدود ہو جاتی ہیں اور اس کے نتیجے میں عورت و مرد شادی بیاہ سے پہلے ہی اپنے ارمان پورے کر لیتے ہیں۔

سڑکیں رنڈیوں سے خالی دکھائی دیتی ہیں۔ مگر اس کی وجہ پولیس کا خوف نہیں ہے بلکہ آزاد خیال' بے پردہ گھومنے والی لڑکیوں نے رنڈیوں کے بازار کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔ (لذاتِ فلسفہ)

آدمی کی فطرت کا تقاضا ہے کہ اپنی قوتوں کو کنٹرول کر کے معتدل طریقے سے خرچ کرے۔ خلافِ فطرت اقدام ناگوار نتائج پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے۔ آزادی فکر کے ضمن میں انسان جس راحت و خوش بختی کا متلاشی ہوتا ہے وہ قانونِ فطرت کو پامال کرنے کے بعد کبھی حاصل نہیں کر پاتا۔

مغرب نے اپنے یہاں شہوت رانی کو عام کر دیا ہے۔ لیکن کیا شہوت پرست اس آزادی سے سیر ہوگئے؟ اُن کی پیاس بجھ گئی؟ کیا بچوں کی دیوانگی' اعصابی کمزوری' جرم و انتحار' اضطرابات اسی آزادی اور جنسی بے راہ روی کے نتائج نہیں ہیں؟

سویڈن میں تقریباً ربع صدی کی کامل جنسی آزادی نے جوانوں کے اندر کتنے وحشت ناک قسم کے درد انگیز حالات پیدا کر دیئے کہ جس سے ذمہ داروں کا ناطقہ بند ہوگیا اور مجبوراً ایسے خطرناک و وحشت ناک قسم کے حالات پر پارلیمنٹ میں غور وخوض کرنا پڑا۔ اور وزیراعظم نے کھلم کھلا کہا: بیس سال کے عرصے میں ہم نے جو غلطی کی ہے اس کے تدارک کے لیے چالیس سال کی مدت درکار ہے۔

فرائڈ (Freud) کے گمراہ کنندہ اصول کے ماتحت لوگ جنسی شہوت میں مبتلا ہو کر بالکل حیوانوں کی سی زندگی بسر کرنے لگے ہیں اور اس نے لوگوں کو ترغیباتِ جنسی کے کیچڑ میں غوطہ دے دیا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنسیات اخلاق سے الگ ایک چیز ہوگئے۔ اور جس دن سے عفت و عصمت تباہی و بربادی کے غار میں گری ہے' پھر اس کے روکنے کے لیے کسی بند کا تصور ہی نہیں ہوسکا۔ اسی قسم کی تعلیمات کا نتیجہ مندرجہ ذیل دیئے جانے والے اعداد و شمار ہیں۔

فاتح حکومتوں کے نوجوان جنہوں نے جرمن عورتوں کے ساتھ معاشرت کی ہے ان کے بارے میں مغربی جرمنی کے چند سال کے اندر اندر جو نتائج بتائے ہیں وہ یہ ہیں کہ اس معاشرے کے نتیجے میں دو لاکھ ناجائز بچے ہوئے جو اب تک جرمن حکومت کے زیر سرپرستی پرورش پا رہے ہیں' ان میں سے پانچ ہزار بچے سیاہ فام ہیں۔

اور بقول جرمن حکومت کے ناجائز پیدا ہونے والے بچوں میں بچ جانے والوں کی یہ تعداد دسواں حصہ ہے ورنہ زیادہ تر اسقاط' موت یا ماؤں کے گلا گھونٹ دینے کی وجہ سے اس دنیا میں نہ رہ سکے۔

یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ یہ صرف مغربی جرمنی کے اعداد و شمار ہیں۔ مشرقی جرمنی کی صحیح تعداد کی اطلاع ہمارے پاس نہیں ہے یقیناً گمانِ غالب کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مشرقی جرمنی کے حالات اگر اس سے بدتر نہیں ہیں تو اس سے بہتر بھی نہیں ہیں۔ (خواندنیہا سال 15 شمارہ 110)

دوسرے مغربی ممالک بھی جرمنی سے پیچھے نہیں ہیں۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات وہ ہے جو مجلس امورِ اخلاقی (Northampton) میں تسلیم شدہ ہے۔ اس میں یہ بات کہی گئی ہے کہ انگلستان کے مرکز میں واقع نارتھمپٹن میں ناجائز بچوں کی اوسطاً تعداد پچاس فیصد ہے اور اس میں اس بات کی بھی تشریح کی گئی ہے کہ ناجائز بچوں کی افزائش نسل کا سلسلہ اس وقت سے شروع ہوا ہے جب سے یہ حصہ زراعت پیشہ کسانوں سے خالی ہو کر صنعتی بنا۔ (طلاق وتجدد صفحہ 34)

ڈیل کارنیگی (Dale Carnegie) لکھتے ہیں: امریکہ کی ایک علمی انجمن نے شوہروں کی اپنی بیویوں کے ساتھ خیانت کے متعلق اعداد و شمار جمع کیے تھے جن میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا تھا کہ ایسے شوہروں کو پیش نظر رکھا جائے جو مختلف طبقے اور مختلف سن و سال کے ہوں۔ ان اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ تقریباً آدھے شوہر اپنی بیویوں سے خیانت کرتے ہیں اور کچھ لوگ پابندی سے اس عمل کو کرتے ہیں اور دوسرے آدھے شوہر جو اپنی بیویوں کا پاس و لحاظ کرتے ہیں وہ یا تو بربنائے مجبوری اور خوف رسوائی کی وجہ سے ہے یا پھر عدیم الفرصتی کی وجہ سے ہے۔ چند سال پہلے نیویارک میں ایک تھوڑی سی مدت کے لیے مکالمۂ ٹیلیفونی کے ذریعے ریسرچ کی گئی تو پتہ چلا کہ بہت سی عورتیں بھی اپنے شوہروں سے خیانت کرتی ہیں۔ (آئین کامیابی)

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے تمام ہسپتالوں میں 650 ہسپتال صرف جنسی بے راہ روی سے پیدا ہونے والے امراض کے لیے مخصوص ہیں۔ ان میں ڈیڑھ فیصد لوگ اپنے معالج خصوصی یا خاندانی ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (دائرۃ العارف برطانیہ جلد 23 صفحہ 45)

ہر سال امریکہ میں تیس سے چالیس ہزار بچے فرائض زوجیت کی ادائیگی کے سلسلے میں ہونے والی بیماریوں سے مرتے ہیں۔ امریکہ میں ان بیماریوں سے مرنے والوں کی تعداد دیگر امراض سے مرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ (کتاب قوانین جنسی صفحہ 304)

رسالہ سکسولوجی (Sexology) دسمبر 1960ء کے سرمقالہ میں لکھتا ہے:

سالہائے ماسبق کے بہ نسبت ناجائز بچوں کی کثرتِ پیدائش امریکہ کے لیے عظیم دردسری کا باعث بن گئی ہے۔ شائع ہونے والے اعداد وشمار کے مطابق امریکہ میں 1957ء میں دو لاکھ سے زیادہ ناجائز بچے پیدا ہوئے تھے۔ اور گزشتہ بیس سال کے اندر ان میں پانچ فیصد کا اضافہ ہوچکا ہے۔ (اطلاعات شمارہ 10414)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے رسالہ ''سیاہ وسفید'' کی ایک سالانہ رپورٹ دس لاکھ فقروں پر مشتمل ہے جس میں 65 فیصد ناجائز بچے' آزادی وغیرہ سے متعلق ہے اور پچاس فیصد ناکتخدا لڑکیوں سے متعلق ہے۔ (سفید وسیاہ شمارہ 370)

ڈاکٹر مولینز (Molenz) جو لندن کے مغربی حصے میں مشغول طبابت ہیں' وہ تحریر کرتے ہیں: انگریزوں کی کلیسا میں جانے والی ہر پانچ لڑکیوں میں سے ایک حاملہ ہوتی ہے۔ لندن میں ہر سال پچاس ہزار بچے دورانِ حمل ضائع کرائے جاتے ہیں۔ ہر بیس پیدا ہونے والے بچوں میں ایک ناجائز ہوتا ہے۔ اوضاعِ زندگی کے بہتر ہونے کے باوجود ہر سال ناجائز بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر مولینز کا خیال ہے کہ زیادہ تر ناجائز بچے خوش حال گھروں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان دوشیزاؤں کے یہاں ہوتے ہیں جو دولت مند گھرانے کی فرد ہوتی ہیں۔ (کیہان' شمارہ 5356)

یہ اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ متمدن انسان جنسی بے راہروی میں گرفتار ہوچکا ہے۔ اس کی ہوس رانی اس منزل پر پہنچ چکی ہے کہ خاندانوں میں جو نظم وضبط ہونا چاہیے اور انسانی واخلاقی قدر وقیمت جو ممکن طور پر ہونا چاہیے وہ سب فراموش ہوچکی ہیں اور اس بے راہروی کی اب کوئی حد ان کے لیے متعین نہیں رہی۔

تہران کے اخباروں میں چند سال پیشتر یہ خبر چھپی تھی کہ امریکہ کی ریاست اڈاہو (Idaho) میں کچھ لوگوں نے اپنی اپنی عورتوں کو تین ہفتے کے لیے ادلا بدلی کرلی تھی اور ہر ایک نے اپنے دوسرے دوست کو بطور ہدیہ اپنی بیوی دی۔ اس واقعے پر امریکہ میں بڑا واویلا مچایا گیا۔ مجبوراً حکومت نے عفت عمومی کو مجروح کرنے اور اشاعت فحشاء کے جرم میں ان لوگوں کو عدالت میں کھینچ بلایا۔ یہ سارے خرافات لوگوں کی زندگی کے ایک شعبے میں یعنی جنسی مسائل میں ظاہر ہوئی ہیں۔

ہر مذہب وملت میں بزرگانِ قوم کی روش اور مربیوں کے افکار وعقائد سے شخصی طرز فکر متاثر ہوا کرتی ہے۔ اب وہ طبقہ' جو خود معاشرے کی رہبری کا ضامن ہوتا ہے اس کی طرف سے اس قسم کے مفاسد کی نشر واشاعت ہر چیز سے زیادہ اخلاقِ عمومی کو برباد کرتا ہے۔ اور چونکہ ہر فرد تقاضائے فطرت کے ماتحت نفسانی شہوات کی طرف مائل ہوتا ہے' اس لیے مربیوں کی بری تعلیم ہر قسم کے اخلاقی دستور سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے اور اس معاشرے کے افراد کے ذہن وفکر پر زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ جو بھی اس قسم کے مکتب بے راہروی میں تعلیم پائے گا اور ایسے معاشرے میں پرورش پائے گا وہ قہری طور پر اپنے اندر مادر پدر آزادی کا احساس کرے گا۔ عفت وعصمت اس کی نظر میں ایک بے معنی چیز ہوگی۔ اور اس کے

افکار کی جولانی دائرہ شہواتِ نفسانی سے آگے نہیں بڑھ سکے گی۔

رذائل اخلاقی کی جانب داری کرنے والے درحقیقت ایک ایسی نسل گنہگار کی پرورش کرنے کے ذمہ دار ہیں جو آستانہ خواہش نفسانی پر کمزور و نحیف ثابت ہو اور عقل و وجدان ان کے کندھے پر جو بوجھ ڈالے اس کو آسانی سے اٹھا نہ سکے۔

کنیڈی نے 1962ء میں اعلان کیا: امریکہ کا مستقبل تکلیف دہ ہے' کیونکہ بے راہروی اور شہوتوں میں ڈوبے جوان اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے سکنے پر قادر نہ ہوں گے مثلاً فوج میں لیے جانے والے سات افراد میں چھ نالائق ہوں گے کیونکہ شہواتِ نفسانی میں غرق ہونے کی وجہ سے ان کی بدنی اور روحی قوت ختم ہوچکی ہوگی۔

خروشچیف نے بھی کنیڈی کی طرح 1962ء میں اعلان کیا: روس کا مستقبل خطرے میں ہے اور مستقبل کے نوجوانوں سے کوئی امید وابستہ کرنا دانش مندی نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ زنجیر بے راہروی میں گرفتار ہیں۔

کتنے تعجب کی بات ہے کہ علم وصنعت کے اس دورِ ترقی میں نسل جوان کی مشکلات کے سامنے متمدن دنیا نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور صنعتی تمدن کے بطن سے روزانہ ایک نہ ایک ایسی چیز پیدا ہوتی رہتی ہے جو خستگی روح کا باعث ہے۔

کبھی فوجیوں کا دستہ غیر موزوں و نامنظم حرکات کرتا ہوا ظاہر ہوتا ہے اور جوانوں کے گروہ در گروہ ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں تو کبھی یہی متمدن مرکزوں میں گھاس کی طرح اگنے لگتے ہیں اور خشک مادی تمدن کے خلاف انقلاب برپا کرتے ہیں اخلاقی ومعنوی قدر و قیمت کو موہوم و بے اساس سمجھتے ہوئے معقول زندگی کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اور پھر زمانے کے تمدن سے روگرداں ہوکر قید و بند کی زنجیروں کو توڑ کر اس طرح حیران وسرگرداں ہو جاتے ہیں کہ اپنے لیے کوئی روحی پناہ گاہ نہیں پاتے۔

اسی قسم کی اجتماعی خرابیاں' اور عوامل انحراف سے تاثر اور مظاہر فساد و آلودگی کے مقابلے میں ان کا احساس اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ موجودہ تمدن نے معاشرے کے افراد کو کسی مشین کے پرزے بنا دیا ہے۔ ان میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ انسان کے فطری و روحی تقاضوں پر قناعت کرسکیں اور عواطف انسانی کا صحیح جواب دے سکیں۔

خودکشی کی کثرت بھی انہی اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے۔ لوگ اگرچہ مادی زندگی کے لحاظ سے آسودہ حال ہیں لیکن خودکشی کی تعداد روز بروز بڑھتی ہی جارہی ہے۔

پولیس کے بیان کے مطابق 1976ء میں مغربی جرمنی کے دس ہزار سے زیادہ افراد نے خود کشی کی اور اسی سال چھ ہزار سے زیادہ مردوں نے اور سات ہزار سے زیادہ عورتوں نے جرمنی میں خود کشی کرنی چاہی جن کو بچالیا گیا۔ (مجلہ تندرست)

معاشرۂ فرانس جو جدید تمدن میں ہر لحاظ سے آگے ہے' وہاں ہر سال 35 ہزار افراد خودکشی

کرتے ہیں۔

امریکی جوانوں میں نشہ آور چیزوں کا استعمال اس کثرت سے ہوگیا ہے کہ آخری ایام میں نیویارک کی پولیس نے ایسے 38 جوانوں کی لاشیں تلاش کیں جن کی عمر 16 سے 35 سال کے درمیان تھی اور جن کی موت کا سبب نشہ آور چیزوں کا استعمال تھا۔ ان میں بعض مرنے والے جوان تو ایسے تھے کہ مرنے سے پہلے اپنے بازوؤں سے سرنج بھی نہ نکال پائے تھے۔ نشہ آور چیزوں میں ان لوگوں کے نزدیک ہیروئن کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ اس وقت صرف نیویارک میں ایک لاکھ آدمی ہیروئن کے عادی ہیں بایں معنی کہ ہر 80 افراد میں سے ایک شخص افیون کا عادی ہے۔

مالداروں میں ہنر پیشہ لوگ سب سے زیادہ ان چیزوں کے عادی ہیں۔ نیو یارک کے ایک ڈاکٹر نے کہا ہے کہ امریکہ کے مشہور ترین ہنر پیشہ افراد میں ایک شخص 24 گھنٹے میں دس مرتبہ نشہ آور دوا کے استعمال کا عادی ہے اور ایک مرتبہ میں استعمال ہونے والی نشہ آور دوا کی قیمت ساٹھ ڈالر ہے۔ وہ ڈاکٹر مزید کہتا ہے کہ بہت سے مشہور لوگ جو سکتۂ قلبی کے شکار ہو کر مر جاتے ہیں ان میں سے اکثر اس نشہ آور دوا کے عادی ہوتے ہیں۔ (اطلاعات شمارہ 13015)

امریکہ جیسے متمدن ملک میں ہر پچیس منٹ پر ایک عظیم جرم کا ارتکاب کیا جاتا ہے اور ہر 24 گھنٹے میں 3 قتل' 5 زنا بالجبر' 30 بڑی چوریاں اور 3000 چھوٹی چوریاں ہوتی ہیں۔

عجیب و غریب بات یہ ہے کہ اسی امریکہ میں تباہ کاروں کے مبارزہ اور قانونِ اختصاص کے اجراء کے لیے 40 لاکھ ڈالر تک دیئے گئے ہیں۔ نیو یارک میں تباہ کاری کرنے سے پہلے پہلے ایک کروڑ ڈالر تک بطور پیشگی دیئے جاتے ہیں۔ (روحِ بشر صفحہ 32)

یہ وہ روش ہے جس کی طرف خود باختہ افراد لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور اس قسم کی لیڈری پر فخر کرتے ہیں۔

کلیسا کی عبادت

اگرچہ کلیسا اپنی پوری تبلیغی قوت اور عظیم قدرت کے ساتھ مغربی معاشرے میں دخیل ہے لیکن اس کے باوجود پاکیزگی اخلاق' صفائی قلب لوگوں کے دلوں میں جس طرح ہونی چاہیے وہ نہیں ہے۔ کلیسا لوگوں کی شکستگی روح کا علاج نہیں کرسکا۔ مغرب اپنی بے لگام خواہشات نفس کو محدود نہیں کرسکا۔ جو مذہب اپنے ماننے والوں کو ناپسندیدہ اعمال کی ضرورت سے زیادہ اجازت دیتا ہو وہ ان کو گناہ و پلیدگی کے چنگل سے کیونکر بچا سکتا ہے اور اخلاقی فساد کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر انحطاط کو کیونکر دور کرسکتا ہے؟ جس عبادت' تزکیۂ نفس کے ذریعہ انسانیت کے مدارجِ عالیہ تک پہنچنا تقربِ الٰہی اور خاص نیت سے ہونا چاہیے' وہ اپنے واقعی مرکز سے منحرف ہو کر آلودگیوں کی نذر ہو چکا ہے۔

عیسائیت صرف عقائد ہی میں خرافات سے دوچار نہیں ہوئی ہے بلکہ اس میں عبادت کا مفہوم

تک بدل چکا ہے۔ اگر آپ تعجب نہ کریں تو میں یہ عرض کروں کہ کلیسا میں ایک ڈانس ہال بھی بنوایا جاتا ہے تاکہ شہوت پرست جوانوں کو اس ذریعے سے عبادت کی طرف مائل کیا جائے۔ اور اس راہ سے نسل جوان کو کلیسا کے جال میں پھانسا جائے۔ جس عبادت گاہ کو حریم عفت و تقویٰ پسندیدہ صفات کی پرورش کا گہوارہ ہونا چاہیے وہ اس افسوسناک وضع سے دوچار ہے۔ دینی رہنما جن کو اس فسادِ اخلاق کے سیلاب کے سامنے سد سکندری بن جانا چاہیے تھا وہ خود ہی اس معاشرے کی اخلاقی پستی کے باقاعدہ شکار ہیں۔ یہیں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عیسائیت مغربی دنیا میں اخلاقی انقلاب لانے سے قاصر ہے۔ اور نہ ایسی دست گاہ انسان کو خدا شناسی کے پاک و پاکیزہ خیالات سے بہرہ مند کرسکتی ہے اور نہ دُنیا کو اخلاقی بحران سے نجات دلاسکتی ہے۔

ذیل کی خبر اربابِ کلیسا کی روش پر روشنی ڈالتی ہے۔

روحانی باپ (یعنی پوپ) کلیسا کے اندر رقص و موسیقی کے ذریعے گمراہوں کی ہدایت کرتے ہیں۔ کناڈا کے کے مانٹریال (Montreal) ریاست کے گرجا فرانسس میوکس (Francis Mieux) کے 35 سالہ پوپ زبردست ماہر موسیقی ہیں۔ ان کو شعر گوئی اور گانے میں بھی کافی مہارت ہے۔ اب تک انہوں نے ڈیڑھ ہزار نظمیں کہی ہیں۔ یہ پوپ صاحب مذہبی پیشوا ہونے کے ساتھ اس فن کے ماہر بھی ہیں۔ (اطلاعاتِ ہفتگی شمارہ 10890)

کیا عبادت گاہوں میں اس قسم کے اعمال کا بجالانا دین و مذہب کے ساتھ مسخرہ بازی نہیں ہے؟ عبادت انبیائے کرام کے عالی ترین تربیتی دستور کا نام ہے۔ پرآشوب مادی دنیا کے مفاسد اور ضرورت سے زیادہ مادیات سے دلچسپی سے علیحدگی بغیر خدا سے توجہ کیے ہوئے کسی کے لیے ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ آدمی کی پوری زندگی کا اصلی محور ذاتِ پروردگار عالم کی معرفت ہے' اس لیے کہ بغیر معرفت الٰہی زندگی کی کوئی تعمیر صحیح نہیں ہوسکتی۔

یہ عبادت ہی ہے جو انسان کو آزاد شہوتوں کی قید و بند سے رہائی دلاتی ہے اور قربِ الٰہی کی منزل تک پہنچاتی ہے۔ ملاحظہ تو فرمائیے کہ ایسی گرانمایہ حقیقت کس طرح ایک گروہ کی خواہشات نفس کے ہاتھوں برباد ہوگئی ہے۔

غفلت و بےخبری کے پردوں کو چاک کرنا' اور عظیم روحی و معنوی انقلاب لانا عبادات اسلامی کے اہم ترین فلسفوں میں سے ایک فلسفہ ہے۔ یہاں پر مسلمانوں اور عیسائیوں کی عبادت کا ایک معتدل فیصلہ خود ایک عیسائی دانشمند (Stahwoodco) سے سنئے۔

''اسی طرح ایک مرتبہ مجھے موقع ملا کہ مسجد صوفیہ میں مذہبی مراسم و نماز کے طریقے کو دیکھوں' اس عبادت کا اہم ترین حصہ رکوع و سجود تھا۔ نماز پڑھتے وقت نمازیوں کو کئی مرتبہ رکوع کے لیے جھکنا پڑتا ہے۔ اس کے بعد سجدہ کرنا ہوتا ہے۔ اور اس منظم عمل کو انجام دینے کی حالت میں کچھ مقدس کلمات کا' جو خدا کی تعریف پر مشتمل ہوں' زبان پر جاری کرنا بھی ضروری ہے۔

نمازیوں کی اس پرشکوہ خضوع وخشوع کی عظمت سے میں بہت متاثر ہوا۔ سچی بات یہ ہے کہ میں نے کسی بھی عیسائی کلیسا کے اندر کبھی بھی ایسی بے ریا تعریف' سپردگی کی گہرائی' ذات خدا کی بہ نسبت عبادت میں اتنا خلوص نہیں دیکھا' اس کے بعد چند لوگوں کے ساتھ میں نے چاہا کہ بالکنی سے احیاء شب قدر کا منظر بھی دیکھوں جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسی رات کو آسمان سے قرآن نبی اسلام پر اُترا تھا۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ ایا صوفیہ کی مسجد پانچ ہزار نمازیوں سے چھلک رہی تھی اور ان کا رکوع' سجود ایک طرح اور ایک انداز سے منظم طور سے ادا ہو رہا تھا۔ ان کا رکوع میں جھکنا' سجدے میں جاتے وقت ہتھیلیوں کا زمین پر رکھنا اور پھر منظم طریقے سے اٹھنا اور باہم تکبیر کہنا اور خفیف سی بہت ہی پر عمق حرکت سے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کوئی پرندہ اپنے پروں کو کھول رہا ہو اور سمیٹ رہا ہو۔

یہ منظر بے نظیر و پرشکوہ ہونے کے ساتھ دلوں میں ایک خوف بھی پیدا کر رہا تھا۔ مسلمانوں کی عبادت میں یہ چیزیں گہری تعریف خدا' خضوع وخشوع کے علاوہ تھیں' اسی طرح اس میں آزاد منشی کی روح' ڈیموکراسی' مساوات' نسلی وقومی امتیازات کا نہ ہونا بھی بہت ہی واضح تھا۔

میں نے خود دیکھا کہ دن بھر سڑکوں پر مارا مارا پھرنے والا مزدور اپنی خستہ حالی کے باوجود بیش قیمت اور صاف وشفاف قالینوں پر' قیمتی لباس والے بادشاہ کے شانہ بشانہ کھڑا تھا۔ اور کامل اطمینان اور بلاخوف وہراس کے اُس کے ساتھ رکوع وسجود ادا کر رہا تھا۔

میں نے موٹے تازے بدہیئت کالوں کو بھی دیکھا کہ بہترین قیمتی لباس پہنے ہوئے ترکوں کے ساتھ مذہبی مراسم ادا کرنے میں مشغول تھے۔

اسلام اپنے آغاز ہی سے ایک پر اثر برادری کا قائل تھا اور اس کی یہ خصوصیت آج بھی موجود ہے۔ (خداوند دو کعبہ صفحہ 227)

مغربی دنیا میں دین و مذہب کے سلسلے میں سب سے بڑا اشتباہ یہ ہوا ہے کہ وہ لوگ مذہب کو ایک باطنی وشخصی چیز خیال کرتے ہیں کہ جس کا زندگی کی واقعیت سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا۔ عقیدے کے اسی انحراف نے ان کی تمام زندگی پر اپنا منحوس سایہ ڈال رکھا ہے۔ اور ان کے کردار و رفتار کو آلودہ بنا رکھا ہے' جس سرزمین پر ایسا عقیدتی بحران ہوگا اس کی زندگی میں بھی انحرافات کا ہونا ضروری ہے اور حقیقت کا خواہشاتِ نفسانی کے خرافات میں گم ہونا حتمی ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ فساد وتباہی کا دور دورہ ہے۔

اس کے علاوہ ایسا طرز فکر انسان کے ذہن میں معنوی ارزشوں سے دست وگریباں ہوتا ہے یعنی انسان کو چاہیے کہ دین کی منطق اور روحانی پروگرام کے پیش نظر ایسے موضوع سے قطع نظر کرلے اور اسی کو اپنی عملی زندگی کا لازمی جزو بنالے۔

عقیدے کی شعاع ہر کردار و پندار پر اپنا ایک اثر ڈالتی ہے اور اصولی طور پر زندگی عقیدے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں ہے۔ دین یا عقیدے کو خارجی دنیا سے الگ کرنا ایک ایسی غلطی ہے جو قابل معافی نہیں ہے۔ ڈیمپیری (Dampierre) اپنی کتاب ''نزع بین دین و دانش'' میں لکھتا ہے اور اس

اشتباہ کو حل کرتا ہے: قسطنطین ہی ایسا شخص ہے جس نے دین عیسائیت کو اپنے دورِ حکومت میں حتمی و لازمی قرار دیا تھا اور بت پرستوں کو عیسائی مذہب میں داخل کرنے کی غرض سے بت پرستوں کی بہت سی رسموں کو مذہب کا جزو قرار دے دیا تھا۔

تنہا وہ چیز جس کی یاددہانی یہاں پر ضروری ہے وہ یہ ہے کہ یورپ میں ہر عیسائی کے ذہن میں--- خواہ وہ قرونِ وسطیٰ کا ہو یا اس جدید دور کا جو منکر خدا ہے--- یہ بات تھی کہ دین صرف خدا اور شخص کے درمیان کا مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ زندگی میں دین کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں واضح کیا جائے کہ عقیدہ جو بھی ہے اس کا تعلق آدمی کے دل کی گہرائیوں سے ہوتا ہے لیکن زندگی پوری کی پوری عقیدے سے علیحدہ چیز ہے۔

السید مجتبیٰ

کلیسا کے جرائم

چونکہ عیسائیت کے پاس معاشرے کی تربیت و ادارت کے لیے کوئی اصول و قوانین اور نہ ہی کوئی خاص سسٹم تھا' اس لحاظ سے یہ لوگ محروم وفقیر تھے اور یہی وجہ ہے کہ مذہبی رہنما کبھی بھی سیاسی' اجتماعی' اور حکومت کے مسائل میں دخل نہیں دیتے تھے۔ چھٹی صدی عیسوی تک یہی صورت برقرار تھی لیکن 756ء میں قیصر نے جب اپنے اختیارات کا کچھ حصہ پوپ کے حوالے کر دیا تو اسی وقت سے پادریوں کی سلطنت وحکومت' رعب وجلال کا دور شروع ہوا۔ اور ان کی مذہبی دستگاہ بھی مالی و اقتصادی لحاظ سے قوی ومضبوط ہوئی اور پھر اربابِ مذہب وسیاست میں اختلاف کا ہونا امر ناگزیر ہوگیا۔ اور بادشاہوں اور پادریوں کے درمیان ٹھن گئی۔

اب جو لوگ روحانیت مسیح کا مظہر کلیسا کو سمجھتے تھے وہ پادریوں کے ہوا خواہ ہوگئے اور ان کی پشت پناہی کرنے لگے (اور ایسے لوگ زیادہ تھے) نتیجہ یہ ہوا کہ دن بدن دستگاہِ کلیسا کا اثر ونفوذ بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ کلیسا بلاشرکت غیرے مردمانِ یورپ پر مطلق العنان حاکم بن گیا۔

نصرانیت کے مذہبی وسیع اختلافات سے پہلے ہر عیسائی شہر پر ایک اسقف (پادری) حکومت کرتا تھا۔ اور چند شہروں کے اجتماع کا نام ولایت ہوتا تھا اور اس کا عہدے دار خلیفہ کہلاتا تھا اور ریاست نصرانیت کا سب سے بڑا حاکم پوپ ہوتا تھا۔ تمام مذہبی امور میں اسی کو دخل کلی ہوتا تھا۔ اسقفوں اور خلفاء کا عزل ونصب بھی اس کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ رفتہ رفتہ قسطنطنیہ کے عیسائی خلفاء یہ سوچنے لگے کہ پوپ کے اثر ونفوذ سے اپنے کو الگ کرلیں اور اپنے لیے ایک مستقل حوزہ بنالیں۔ خلفاء قسطنطنیہ اور پوپ کے درمیان چند شدید اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1052ء میں ان کے درمیان اختلاف کلّی ہوگیا اور اس طرح عیسائیت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ مشرقی یورپ قسطنطنیہ کی روحانیت کا تابع ہوگیا اور اپنے کو آرتھوڈوکس (Orthodox) کہلانے لگا۔ اور مغربی یورپ لہستان سے لے کر سپین تک پوپ ہی کی اطاعت میں باقی رہا۔ اور یہ لوگ اپنے کو کیتھولک (Catholic) کہلانے لگے۔ یہ دونوں مذہب جو آپس میں کلی اختلاف رکھتے تھے' ایک دوسرے کے کفر کا فتویٰ دینے لگے۔ سولہویں صدی کے اوائل میں

پروٹیسٹنٹ (Protestant) نامی ایک مزید مذہب پیدا ہوا۔ اس مذہب کے بانی لوتھر اور اس کے رفقائے کار نے جنت فروشی اور بخشش گناہ جیسے مسائل پر پوپ کی مخالفت کا پرچم بلند کردیا۔ ان لوگوں کا مقصد یہ تھا کہ کلیسا کو تمام برائیوں سے پاک کیا جائے۔ لوتھر کے طرف داروں کی کثرت ہوگئی اور ان تمام انقلابات کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مسیح کا سیدھا سادا مذہب تین مختلف شعبوں میں بٹ گیا۔

پوپ کی تمام تر قوت و قدرت کے باوجود بارہویں تیرھویں صدی میں یورپ کے عیسائیوں میں بدعتوں کا دور دورہ ہوگیا اور ایسی عقائدی ترقیاں جو پوپ کی نظر میں مردود تھیں' وہ پوپ اور کاتولیکیوں کے لیے باعث تشویش ہوگئیں۔ نتیجتاً 1215ء میں ان بدعتوں کو روکنے کے لیے پوپ کی طرف سے ایک فرمان جاری ہوا اور اس فرمان کے بموجب فرانس' اٹلی' سپین' جرمنی' لہستان اور دیگر عیسائی ملکوں کے ہر شہر میں ایک ادارہ بنام ''انکویزیسیون'' (Inquisition) قائم کیا گیا جس میں متہم افراد کو بلوا کر ان پر مقدمہ چلانے کی سزا دی جاتی تھی۔

یہ ادارہ اور اس کے متعلق افراد اپنی اہرمنی قدرت کے زعم میں ہر قسم کی آزاد خیالی پر پابندی لگاتے تھے' انہوں نے رائے عامہ میں اتنا اضطراب پیدا کردیا تھا کہ اگر کوئی متہم ہو جاتے کہ اس کے عقائد کلیسا کے افکار و عقائد کے خلاف ہیں تو اس کو جہنمی شکنجوں میں کس دیا جاتا تھا۔ حد یہ ہوگئی تھی کہ اگر کبھی مردہ لوگوں پر بھی کفر و الحاد کا اتہام لگا دیا جاتا تھا تو مخصوص طریقے سے ان کی ہڈیوں کے صندوق پر محاکمہ کیا جاتا تھا ''وِیل ڈیورانٹ'' (Will Durant) اپنی تاریخ تمدن میں محاکمۂ تفتیش کے خصوصیات اس طرح بیان کرتا ہے' محکمہ تفتیش دادرسی کے مخصوص آئین و قوانین رکھتا تھا۔ کسی بھی شہر میں دیوانِ محاکمات قائم کرنے سے پہلے کلیسا منبروں سے ''فرمانِ ایمان'' لوگوں کو سنایا جاتا تھا اور ان سے کہا جاتا تھا کہ اگر کوئی شخص کسی ملحد' بے دین' بدعتی کا سراغ رکھتا ہو تو ''محکمہ تفتیش'' کو مطلع کردے۔ ان لوگوں کو دوستوں پڑوسیوں' رشتہ داروں کی چغل خوری اور اتہام پر آمادہ کیا جاتا تھا۔ ان کو تشویش و ترغیب دی جاتی تھی۔ چغل خوری کی مکمل حمایت کے وعدے کے ساتھ ساتھ ان کی بات کو راز میں رکھنے کا وعدہ کیا جاتا تھا۔ جو شخص کسی ملحد کو پہچاننے کے بعد اس کو رُسوا نہ کرے یا اپنے گھر میں چھپائے' خود وہ شخص ملعون و کافر اور قابل نفرین قرار دیا جاتا تھا۔ کبھی مردے بھی متہم بکفر و الحاد ہوتے تھے تو ان کا مخصوص طریقے سے محاکمہ کیا جاتا تھا۔ ان کی جائیداد ضبط کرلی جاتی تھی' ان کے ورثاء محروم قرار دے دیئے جاتے تھے' مردے کے کفر و الحاد کی خبر دینے والے کو میت کے مال کا 35 سے لے کر 50 فیصد تک وارث بنا دیا جاتا تھا۔ مختلف مقامات پر اور مختلف زمانوں میں شکنجہ کا طریقہ بھی مختلف تھا' کبھی ملزم کے ہاتھوں کو پشت پر باندھ کر لٹکا دیا جاتا تھا اور کبھی اس طرح باندھ دیا جاتا تھا کہ حرکت کرنا ممکن نہ ہو۔ اور پھر اس کے گلے میں اتنا پانی ٹپکایا جاتا تھا کہ اس کا دم گھٹ جاتا تھا۔ کبھی بازوؤں اور پنڈلیوں کو رسیوں سے اتنا مضبوط کس کر باندھ دیا جاتا تھا کہ رسیاں گوشت میں پیوست ہو جاتی تھیں۔

(تاریخ تمدن از ویل ڈیورانٹ جلد 18 ص 351)

یورپ میں عیسائی مذہبی مقامات کا اثر ونفوذ اتنا بڑھ گیا کہ جرمنی وفرانس کے دس سے زیادہ بادشاہ اور سیاسی لیڈروں پر پوپ کے ذریعے کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا اور حاکموں کو معزول کیا گیا۔ کچھ کو تائب ہونا پڑا۔ مثلاً جرمنی کے ہنری چہارم کو 1075ء میں پوپ کے حکم سے بے اعتنائی برتنے پر ''گریگوری ہفتم'' (Gregory VII) کی طرف سے کافر قرار دیا گیا۔ اور اس کو حکومت سے معزول کردیا گیا۔ مجبوراً ہنری توبہ کرنے والوں کا لباس پہن کر پوپ کی خدمت میں معذرت کے لیے حاضر ہوا۔ پوپ نے تین دن تک اس کو ملنے کی اجازت نہیں دی۔ تین دن کے بعد اس کی توبہ کو قبول کیا۔
(تاریخ آلبر مالہ ج3 ص247)

اسی طرح لوئی ہفتم کو پوپ ''اینوسینٹ دوم'' (Innocent II) کی طرف سے 1140ء میں کافر قرار دیا گیا 1205ء میں بادشاہِ انگلستان ''جان'' اور پوپ ''اینوسینٹ دوم'' کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ بادشاہ نے اُسقفوں پر حملہ کیا اور پوپ نے اس کے کفر کا فتویٰ دے دیا۔ کچھ مدت بھی نہ گزرنے پائی تھی کہ بادشاہ نے مجبور ہو کر ایک اعلان کیا مجھے غیبی فرشتے نے خبر دی ہے کہ انگلستان و آئرلینڈ کو ''عیسیٰ اور ان کے حوارین ہمارے ولی نعمت پوپ'' اینوسینٹ ''اور کاتولیک کے جانشینوں کے'' سپرد کردوں۔ اس کے بعد ممالک مذکورہ پوپ کی نیابت میں ہمارے پاس رہیں گے اور ہم ان کے نائب ہوں گے اور ہم نے یہ طے کیا ہے کہ روحانیت روم کو ہر سال دو قسطوں میں ایک ہزار انگریزی چاندی کا پاؤنڈ دیا کریں گے' اگر میں یا میری اولاد میں سے کوئی اس اقرار نامے کی مخالفت کرے تو وہ حق سلطنت سے محروم ہو جائے گا۔ (تاریخ تحولات اجتماعی جلد دوم)

مارسل لکھتا ہے کہ آزاد خیال اور پوپ کی حکم عدولی کے جرم میں پانچ ملین اشخاص کو سولی پر چڑھا دیا گیا۔ ان کو سرحد مرگ تک پہنچنے سے پہلے مرطوب و تاریک گڑھوں میں بند کردیا جاتا تھا۔ 1481ء سے پہلے 1499ء تک یعنی 18 سال کے اندر اندر ''محکمہ تفتیش'' کے حکم پر 1020 آدمیوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ 6860 آدمیوں کو دو ٹکڑے کردیا گیا۔ 97023 آدمیوں کو شکنجوں میں اتنا کسا گیا کہ آخر کار ان کی رُوح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ (تاریخ تحولات اجتماعی ج2 ص143)

قرونِ وسطیٰ میں ''محکمہ تفتیش عقائد'' کے حکم پر تین لاکھ پچاس ہزار دانشمندوں و مفکرین کو زندہ جلا دیا گیا۔ (دائرۃ المعارف ون بیستم۔ ج 6 ص598)

وکٹر ہیوگو (Victor Hugo) فرانس کا مشہور شاعر و رائٹر ارباب کلیسا و ''محکمہ تفتیش عقائد'' پر اس طرح نقد وتبصرہ کرتا ہے: تاریخ ترقی بشر میں حیاتِ کلیسا کو نہیں شمار کرنا چاہیے بلکہ اس کو صفحات تاریخ کے پس پشت قرار دینا چاہیے۔ کلیسا وہی تو ہے جس نے محض اس بات پر کہ ''ستارے اپنی جگہ سے نہیں گرتے'' ''پارنیلی'' (Parnili) کو تازیانے مار مار کر زخمی کردیا تھا۔ اور ''کامپلانڈ'' (Compland) کو صرف اس کے اس عقیدے کی بناء پر کہ اس دنیا کے علاوہ بے شمار اور دُنیائیں بھی ہیں' ستائیس مرتبہ جیل بھیجا اور شکنجوں میں کسا۔ اور ہاروے کو محض اس بات پر شکنجے میں کسا کہ وہ بے

جارہ یہ کہتا تھا کہ انسان کی رگوں میں خون حرکت کرتا ہے۔ جامد خون زندہ رگوں میں نہیں رہ سکتا اور ''گیلیلیو'' (Galileo) کو توریت وانجیل کے برخلاف حرکت زمین کے عقیدے پر جیل بھیج دیا تھا۔ یہ کلیسا وہی تو ہے جس نے کرسٹوفر کولمبس (Christopher Columbus) کو ایک ایسے مسئلے پر جس کی پیش بینی ''سینٹ پال'' نے توریت وانجیل میں نہیں کی تھی' جیل کی کال کوٹھری میں بند کردیا تھا' کیونکہ قانون آسمان کا کشف اور حرکت زمین کا عقیدہ لامذہبیت کی علامت تھی۔ ایسی بات کہنا جو خلاف مشہور ہو کلیسا دشمنی سمجھا جاتا تھا۔ یہ کلیسا وہی تو ہے جس نے پاسکال کو مذہب کے نام پر مونٹی کو اخلاق کے نام پر مولر کو مذہب اور اخلاق کے نام پر کافر قرار دے دیا تھا۔ (تاریخ آزادئ فکر ص 147)

کلیسا نے اپنے اثرات کا استعمال مسلمانوں کے خلاف بھی خوب خوب کیا۔ نجاتِ بیت المقدس کے بہانے کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ 1095ء سے 1270ء تک مسلمانوں کے خلاف صلیبی جنگ لڑی گئی' ان صلیبی جنگوں کی بنیاد پوپ اور راہبوں کی کینہ توزی اور تعصب تھی۔ ان لوگوں نے دھوکا دہی کے ذریعے یورپ کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا تھا۔ صلیبی جنگوں کے شروع ہونے سے پہلے پوپ (اربن دوم) نے راہبوں اور مذہبی پیشواؤں کی ایک انجمن بنائی تھی۔ اسی انجمن میں مسلمانوں سے جنگ کا حتمی فیصلہ کیا گیا تھا۔ پوپ نے تمام اسقفوں و راہبوں کو یہ حکم دے دیا تھا کہ لوگوں کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر اُکسائیں اور خود بھی فرانس میں اپنے ماننے والوں کو جنگ پر آمادہ کرتا رہا۔ بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے لیے پہلا عظیم لشکر دس لاکھ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ آدمیوں کا سیلاب جب چلا ہے تو معلوم ہوتا تھا کہ پورا یورپ ایشیا کی طرف متحرک ہے۔ پہلی منزل سے لوگوں کو غارت کرنا' دریا برد کرنا' آگ میں جلانا' مثلہ کرنا شروع کردیا تھا۔ فوجی وغیر فوجی کا کیا سوال' بچوں اور عورتوں کو تہہ تیغ کر دیتے تھے۔ تین سال کے بعد 1099ء میں بیت المقدس پر قبضہ کرلیا۔ حالانکہ اس کامیابی میں ان کو بہت نقصان بھی اٹھانا پڑا۔ کیونکہ دس لاکھ کے لشکر میں سے صرف بیس ہزار افراد بچے تھے اور ہزاروں لاکھوں آدمی طاعون' کی بیماری اور غیر مسلموں کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہوگئے تھے۔ اس مذہبی لشکر کے وحشیانہ پن سے اطلاع کی خاطر میں اپنے محترم قارئین کے سامنے فرانس کے مشہور مورخ ''گوستاوی لوبون (Gustave Lobon) کی عین عبارت کا ترجمہ پیش کرتا ہوں: صلیبی مجاہدین کی بداعمالی و بدکرداری نے جو ان تمام حملوں میں ظاہر ہوئی ان کو روئے زمین کے وحشی ترین' بے شعور ترین' اور درندہ ترین صفت کے لوگوں کی صف میں لاکھڑا کردیا۔ یہ نام نہاد مجاہدین اپنے ہم سوگندوں' دشمنوں' بیگناہ رعایا' لشکریوں' عورتوں بچوں' جوانوں کے ساتھ یکساں ظلم کرتے تھے اور بلا کسی تفریق کے سب کو قتل و غارت کرتے تھے۔ (رابرٹ) پادری جس نے چشم دید حالات بیان کیے ہیں' وہ کہتا ہے:

''ہمارا لشکر گزرگاہوں' میدانوں' کوٹھوں پر مسلسل گشت وحرکت کرتا تھا اور قتل عام سے اس کو ایسی لذت ملتی تھی جیسے اس شیرنی کو قتل کرنے میں ملتی ہے جس کے بچے کو کوئی اٹھالے گیا ہو۔ ہمارا لشکر جوان و بوڑھے کے قتل میں کوئی فرق نہیں کرتا تھا' اپنی سہولت کی خاطر کئی کئی آدمیوں کو ایک رسی میں

باندھ کر سولی پر لٹکا دیتا تھا۔ ہمارے لشکری ہر اس شخص کو قتل کر دیتے تھے جو ان کے سامنے پڑ جاتا۔ مردہ لوگوں کا پیٹ چاک کر دیتے تھے۔ زر و جواہر کا پتہ جہاں بھی چل جاتا تھا اس کو ڈھونڈ نکالتے تھے۔ یہاں تک کہ ''بوہمانڈ'' (Bohemond) جو سردار تھا اس نے قصر میں جمع شدہ لوگوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا' پھر عورت' مرد' بڈھے' ناتواں' بیکار قسم کے لوگوں کو قتل کر دیا اور جوانوں کو بیچنے کے لیے انطاکیہ روانہ کر دیا۔ (تمدنِ اسلام و عرب ص 407) اس خون آشام فوج کا افسر ''گودفرے ہاردوین ولے (Godfrey Hardouinville) پوپ کو لکھتا ہے: اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ بیت المقدس میں ہمارے ہاتھوں کیا بلا نازل ہوئی' تو بس اتنا سمجھ لیجئے کہ رواقِ سلیماں اور معبد میں سے ہم میں سے کسی کا گزر ہوتا تھا تو گھوڑے زانو تک خون میں ڈوب جاتے تھے۔ (تاریخ آلبر مالہ ج 3 ص226)

یہ ان روح فرسا واقعات کا معمولی سا نمونہ ہے جسے عیسائیوں نے قرونِ وسطیٰ میں مفکرین و دانش مندانِ یورپ اور مسلمانوں کے ساتھ صلیبی جنگوں میں روا رکھا تھا۔

یورپی ممالک میں ''اِنکویزیشن (Inquisition) کے شکنجوں اور سختیوں نے مفکرین اور دانش مندوں کو لرزہ براندام کر دیا اور وہ لوگ کلیسا کے اس ظالمانہ اور وحشیانہ برتاؤ سے لوگوں کو نجات دلانے پر آمادہ ہو گئے۔ اربابِ کلیسا اور دانش مندوں کا جھگڑا رفتہ رفتہ سخت سے سخت تر ہو گیا۔ اربابِ کلیسا کی طرف سے مفکرین کے لیے جو اختناق فکری اور انتقادِ عقائد و افکار پیدا ہو گیا تھا اس کے باوجود علوم طبیعی روز بروز ترقی کر رہے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اربابِ کلیسا کو پیچھے ہٹنا پڑا اور دانش مندوں' آزاد خیالوں اور طرفدارانِ علم کے لیے میدان خالی ہو گیا۔

کلیسا کی یہی بیہودہ سختیاں اور شرم آور مظالم کے سبب دانشمندوں کا ایک گروہ فطری طور پر دین سے بیزار ہو گیا اور ان کو یہ غلط فہمی ہو گئی کہ دین جہالت و اوہام کا طرفدار ہے' اور علم و دانش کا دشمن۔

خلاصہ یہ کہ محکمہ تفتیش کے وحشیانہ رفتار' شرم آور مظالم نے آسمانی مذاہب کو شدید دھچکا پہنچایا' اور جاہلوں کے دل میں عام طریقے سے تمام ادیان سے نفرت بیٹھ گئی۔

اسی طرح دولت و ثروت کی خاطر محروم و رنجیدہ افراد کے ساتھ کلیسا کی روش نے روس میں ایک شدید ردعمل پیدا کر دیا اور لاشعوری طور پر کمیونسٹوں کی پشت پناہی کا سبب بنا اور کمیونسٹ لیڈر وسیع پیمانے پر دین کے خلاف زہر پھیلانے لگے اور مزدور پیشہ افراد کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گئے کہ مذہب تو سرمایہ داروں کی دستاویز ہے۔' جمہوریت سے پہلے روس میں کلیسا کے پاس جائداد منقولہ و غیر منقولہ اتنی تھی کہ اس کا حساب مشکل ہے۔ کلیسا کی ذاتی ملکیت لاکھوں ہیکٹر (دو ہزار میٹر مربع کا ایک ہیکٹر ہوتا ہے) اور بینکوں میں اس کا ذخیرہ سینکڑوں لاکھوں روبل طلائی تھا۔ کلیسا اور معابد کو جنگلوں اور چراگاہوں سے وسیع فائدے حاصل ہوتے تھے۔ ماہی گیری' تجارت' صنعت وغیرہ سے بڑی بڑی آمدنیاں ہوتی تھیں۔

فدوف اس سلسلے میں لکھتا ہے: یہ کلیسا جو روس کا سب سے بڑا سرمایہ دار' سب سے بڑا

زمیندار' سب سے بڑا بینک دار تھا' دیہاتیوں سے بہت ہی بے رحمانہ طریقے سے نفع اندوزی کرتا تھا۔ اور تمام مزدوروں کو انجام سے بے خبر ہو کر بری طرح اپنے فلاح و بہبود کے لیے استعمال کرتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مزدوروں اور کلیسا کے دیہاتی خادموں کے دلوں میں ان کی طرف سے کینہ پیدا ہوگیا' اور ان کو ''رہبری کے لباس میں غلامی کے طرفدار'' کہتے تھے۔ (مذہب در اتحاد جماہیر شوروی ص 7) یہ عیسائیت جو ایک دن آداب و رسوم کہنہ کی محافظ تھی اپنی تمام تر سابق درخشانیوں کے باوجود آج اپنے اصول ومبانی کو مضبوط بنانے کے لیے علم وتمدن کے ہر ممکن ذریعے سے استفادہ کر رہی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ تنہا کیتھولک کلیسا کی چار ہزار تبلیغی انجمنیں ہیں جو دنیا کے مختلف گوشوں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ انجمنیں مبلغ خطیر نشر و اشاعت عیسائیت کے لیے خرچ کرتی ہیں۔ اور ان کا تبلیغی سلسلہ تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ حد یہ ہے کہ کانگو' تبت' افریقہ کے وحشی ترین خطوں میں ان کی تبلیغ ہو رہی ہے' صرف انگلستان کا کلیسا تبلیغ پر سالانہ نوے کروڑ تومان خرچ کرتا ہے۔ ہماری ساری تبلیغات پر جو رقم خرچ ہوتی ہے اس کے مقابلے میں تنہا اس کلیسا کا خرچ کہیں زیادہ ہے۔

اب تک صرف انجیل کا ایک ہزار سے زیادہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ صرف 1937ء میں یعنی ایک سال میں تین اداروں نے انجیل کے دو کروڑ 40 لاکھ نسخے امریکہ میں تقسیم کیے۔

ویٹیکن کا ایک اخبار جس کا نام ''اوسرواٹورے رومانو'' (Osservatore-Romano) ہے' روزانہ تین لاکھ کی تعداد میں چھپتا ہے۔ یہ علاوہ ان ماہناموں کے ہے جو ماہانہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ اب تک مذہبی اداروں کی طرف سے 32 ہزار پرائمری سکول' سکنڈری سکول' یونیورسٹی' ہسپتال کھولے جا چکے ہیں۔ دنیا میں چار قوی مذہبی ادارے ہیں جو صرف تبلیغات دین عیسائیت کی نشر و اشاعت کرتے رہتے ہیں۔ ایک ویٹیکن میں ہے اور چوتھا عدلیس ابابا میں کھولا گیا ہے۔

اصولی طور پر عیسائی تبلیغ کے تین طریقے ہیں۔ (1) عہد جدید کی کتابوں کے ترجمے' (2) کلیسا وگرجا گھروں کی تعمیر (3) ''جمعیت ہائے تبشیریہ'' کے نام سے دنیا بھر میں تبلیغی جماعتوں کو بھیجنا۔

پروٹسٹنٹوں نے بھی ضرورت سے زیادہ اقدامات کیے ہیں۔ چنانچہ ریڈرز ڈائجسٹ لکھتا ہے کلیسا کی قدیمی رسم وصولی زکوٰۃ کی از سر نو تجدید کرنے کے لیے امریکہ میں پروٹسٹنٹوں نے کلیسا کو حیات نو بخشنے اور عظیم انقلاب لانے میں جو روحانی اور مادی دونوں لحاظ سے قابل ذکر ہے' اہم رول ادا کیا ہے۔

1950ء کے بعد سے کم از کم دس اداروں میں یہ رسم شروع ہوگئی ہے اور اس کے عجیب و غریب فائدے ظاہر ہو چکے ہیں۔ اس کی وجہ سے کئی تبلیغی انجمنوں کا کام دگنا اور تگنا ہوگیا ہے۔ کلیسا کے لیے سینکڑوں عمارتیں بنوا دی گئی ہیں۔ مبلغین کی جماعتیں داخلی اور خارجی طور پر بہت مضبوط ہوگئی ہیں اور سب سے اہم بات یہ ہوئی ہے کہ انجمنوں کی طرح افراد کو بھی یہ احساس ہوگیا ہے کہ اس قدیم طریقے کی پیروی سے کتنے نجات بخش نتائج پیدا ہوں گے۔

عیسائی مبلغین نہ تو یہودیوں سے خوف زدہ ہیں نہ ہندوؤں سے' اور نہ بودھ مذہب سے

ڈرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب دین ایک ایسی محدود قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے دائرہ عمل سے آگے نہیں بڑھ سکے۔ عیسائی مبلغین صرف اسلام سے خطرہ محسوس کرتے ہیں جس کے طرزِ فکر اور مخصوص خیالات سے دوست، دشمن سب ہی واقف ہیں۔ ویٹیکن میں اسقفوں کے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے پوپ اعظم نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا: افریقہ میں عیسائیت اور مغربی اقوام کو اسلام سے جو خطرہ درپیش ہے وہ افریقہ میں کمیونسٹوں سے مغربی اقوام کو درپیش خطرے سے کہیں زیادہ ہے۔ روزنامہ زوڈوئچہ زائٹونگ (Sudeutsche Zeitung) لکھتا ہے: دنیا کے پانچ ملکوں کی یہ بین الملی انجمن جو پادریوں اور راہبوں پر مشتمل ہوتی ہے، تقریباً ہر صدی میں ایک بار تشکیل پاتی ہے۔ اس انجمن کی تشکیل کا مقصد دنیائے عیسائیت کو درپیش مشکلات کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے۔ آخری اجتماع میں ویٹیکن کے اندر جو پوپ کا دارالسلطنت ہے دنیا بھر کے کلیساؤں کے تقریباً سات ہزار مذہبی رہنما جمع ہوئے تھے۔ اور اس میں کلیسا کی مشکلات کا جائزہ لیا گیا تھا۔ یہ انجمن ایک سال کے اندر اپنے تین اجلاس کرتی ہے اور ہر اجلاس کی مدت دو ماہ ہوتی ہے۔ مصادر رسمی کلیسائی کے مطابق تقریباً 65 کروڑ لیرۂ اٹلی اس کا جمع خرچ ہے۔

بیرونی ملکوں میں اگرچہ اسلامی تبلیغات صفر ہیں لیکن اسلام اپنی امتیازی صفت وسیع معارف و قدرت تحرک کی بناء پر دنیا کے بعض حصوں میں خصوصاً افریقہ میں بہت ترقی کر رہا ہے۔ مظلوم سیاہ پوستوں کے لیے اسلام بہترین پناہ گاہ ہے اور کلیسا اس خطرے سے چشم پوشی نہیں کرسکتا۔

بلجیم کے دو تحقیقی اداروں نے لکھا ہے کہ: بیسویں صدی عیسوی کے ابتدا میں صرف کانگو میں چار ہزار مسلمان تھے جبکہ آج ''مانیہ ما'' (Maniyema) اور ''کیوؤ'' (Kivu) اور ''اسٹانلی ویل'' (Stanleyville) میں مسلمانوں کی تعداد دو لاکھ 36 ہزار ہوگئی ہے۔ مارسل کارڈر جو یورپی عالم ہے اور اسلام کے مطالبے میں منفرد ہے اس کے قول کو رسالہ (پرد) چاپ راہر پیرس نے نقل کیا ہے کہ: پہلے اسلام امیروں اور شہزادوں کا مذہب تھا، لیکن آج مزدوروں کا مذہب ہوگیا ہے۔ ایسے لوگوں کا مذہب جو بہتر اور آرام دہ زندگی کے لیے سیلاب کی طرح رواں دواں ہیں۔ اب یہ بات ناقابل انکار حقیقت ہے کہ شمالی افریقہ سے جنوبی افریقہ کی طرف بڑی سرعت کے ساتھ اسلام بڑھ رہا ہے اور صحیح مردم شماری سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

رسالہ ''ریوو ڈی پیرس'' (Revoe de Paris) مسلمانوں، بت پرستوں، عیسائیوں کی افریقہ میں مردم شماری کا ذکر کرتے ہوئے اور یہ بتاتے ہوئے کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، لکھتا ہے: بطور کلی افریقہ کے آدھے کالے آدمیوں کو مسلمان ہی شمار کرنا چاہیے۔ اسلام عجیب و غریب سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ ہر سال تقریباً پانچ ہزار آدمی اسلام قبول کرتے ہیں۔ اور یہ تیزی پہلے سے نہیں تھی بلکہ تقریباً اسی صدی کے اندر اندر یہ بات پیدا ہوئی ہے۔ 1950ء میں جامعہ ازہر کے چار فارغ التحصیل عالموں نے شہر (مباکو) میں ایک دینی مدرسہ کھولا جو اسلام کو بجلی کی طرح سے پھیلا رہا تھا مگر حکومت فرانس نے اس کو بند کرا دیا۔

نیپلس یونیورسٹی (Naples University) کے استاد ڈاکٹر ''واکیا واگلیری'' (Dr. Vaciea Vaglieri) لکھتے ہیں: پتہ نہیں کیا بات ہے کہ اسلامی ممالک میں غیر مسلموں کو ضرورت سے زیادہ آزادی' اور مسلمانوں کے پاس وسائل تبلیغ کی قلت کے باوجود آخری سالوں میں اسلام ایشیا اور افریقہ میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ نہ معلوم اس دین میں کونسی اعجازی قوت پوشیدہ ہے' یا کونسی طاقت اس کے ساتھ مخلوط کر دی گئی ہے' اور نہ معلوم کیا قصہ ہے کہ لوگ روح کی گہرائیوں کے ساتھ اسلام قبول کرتے چلے جا رہے ہیں' اور اسلامی دعوت پر لبیک کہہ رہے ہیں۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے اپنے سارے وسائل استعمال کر ڈالے' چنانچہ استاد محمد قطب لکھتے ہیں: جنوبی افریقہ میں انگریزوں کی ایک منظم کشتی رانی کی کمپنی ہے۔ اس کمپنی میں بہت سے مسلمان بھی کام کرتے تھے مگر چونکہ یہ کمپنی عیسائی ہے لہٰذا مسلمانوں کو کیونکر برداشت کرتی۔ کمپنی نے مسلمانوں کو ایذا پہنچانے کا نیا ڈھنگ اختیار کیا کہ مسلمانوں کو مزدوری کی جگہ شراب کی بوتلیں دینے گی۔ اور چونکہ مسلمانوں کے یہاں نہ صرف یہ کہ شراب نوشی حرام ہے بلکہ اس کی خرید و فروخت بھی حرام ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان شراب کی بوتلیں لے کر توڑ دیتے تھے' اس طرح بیچاروں کا کافی نقصان ہوتا تھا۔ آخر کار ایک مسلمان قانون داں نے ان لوگوں کو مشورہ دیا کہ ایسی مزدوری پر پہلے آپ لوگ اعتراض کریں اگر اس کا کوئی اثر نہ ہو تو عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ آپ جانتے ہیں اس مشورے پر عمل کا نتیجہ کیا ہوا؟ جیسے ہی کمپنی کو اس کی اطلاع ہوئی اس نے تمام مسلمانوں کو نکال باہر کیا۔ بشر دستی کا مفہوم یہ ہے!

اس دور میں مبلغین اسلام کے لیے افریقہ میں بہت وسیع میدان موجود ہے۔ اگر اسلامی مبلغین محنت و خلوص سے کام شروع کر دیں تو افریقہ میں بہت زیادہ لوگ دل و جان سے اسلام قبول کر لیں گے۔ افریقہ اس وقت ایک ایسے مذہب کی تلاش میں ہے جو جنبہ ہائے مادی و معنوی میں ہم آہنگی پیدا کر سکے۔ اور معاشرے میں مساوات و برابری قائم کر سکے اور لوگوں کو صلح کی طرف دعوت دے سکے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ عیسائیت ان مسائل کو حل کرنے پر قادر نہیں ہے' کیونکہ خود کلیسا نا برابری کا قائل ہے۔ ابھی تک افریقہ میں کلیسا کی طرف سے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ایک جگہ گورے اور کالے سب مل کر عبادت کر سکیں۔ عمومی طور پر انگریزوں کا برتاؤ کالوں کے ساتھ غیر انسانی ہے۔ کانگو کے مرحوم لیڈر (لومبا) پیرس کے ایک اخبار میں لکھتے ہیں: میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ سکولوں میں ہم کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ عیسائیت کے اصولوں کا احترام کیا جائے۔ اور سکولوں کے باہر ان اصولوں کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ اور تمام انسانی و تمدنی اصولوں کو پیروں تلے روندا جاتا ہے اور اس کی تعلیم اور ہم سیاہ فاموں سے یورپی لوگوں کے برتاؤ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

افریقہ میں اسلام کی سرعت انتشار سے نہ صرف عیسائی خوف زدہ ہیں بلکہ امریکہ کی تمام مذہبی انجمنیں خود امریکہ میں کالوں کے مشرف با سلام ہونے سے پریشان ہیں۔ اور اپنے تمام تر ذرائع کو ان

م سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے دائرہ عمل سے آگے نہیں
محسوس کرتے ہیں جس کے طرزِ فکر اور مخصوص خیالات
اسقفوں کے اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے پوپ اعظم
ت اور مغربی اقوام کو اسلام سے جو خطرہ درپیش ہے وہ
طرے سے کہیں زیادہ ہے۔ روزنامہ زوڈویچہ زائٹونگ
کے پانچ ملکوں کی یہ بین الملی انجمن جو پادریوں اور
یک بار تشکیل پاتی ہے۔ اس انجمن کی تشکیل کا مقصد
ا ہوتا ہے۔ آخری اجتماع میں ویٹیکن کے اندر جو پوپ کا
ات ہزار مذہبی رہنما جمع ہوئے تھے۔ اور اس میں کلیسا
ل کے اندر اپنے تین اجلاس کرتی ہے اور ہر اجلاس کی
ں تقریباً 65 کروڑ لیرۂ اٹلی اس کا جمع خرچ ہے۔
ت صفر ہیں لیکن اسلام اپنی امتیازی صفت وسیع معارف و
خصوصاً افریقہ میں بہت ترقی کر رہا ہے۔ مظلوم سیاہ
اس خطرے سے چشم پوشی نہیں کر سکتا۔
ر کہ: بیسویں صدی عیسوی کے ابتدا میں صرف کانگو میں
(Maniy اور ''کیوؤ'' (Kivu) اور ''اسانلی دیل''
ہ 36 ہزار ہوگئی ہے۔ مارسل کارڈر جو یورپی عالم ہے
ر رسالہ (پرو) چاپ راہر پیرس نے نقل کیا ہے کہ: پہلے
مزدوروں کا مذہب ہوگیا ہے۔ ایسے لوگوں کا مذہب جو
اں دواں ہیں۔ اب یہ بات نا قابل انکار حقیقت ہے
ت کے ساتھ اسلام بڑھ رہا ہے اور صحیح مردم شماری سے

(Revoe d مسلمانوں' بت پرستوں' عیسائیوں کی
تے ہوئے کہ مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے' لکھتا ہے:
ی شمار کرنا چاہیے۔ اسلام عجیب و غریب سرعت کے
سلام قبول کرتے ہیں۔ اور یہ تیزی پہلے سے نہیں تھی
ہے۔ 1950ء میں جامعہ ازہر کے چار فارغ التحصیل
جو اسلام کو بجلی کی طرح سے پھیلا رہا تھا مگر حکومت

کے درہم برہم کرنے میں استعمال کرتی ہیں۔ آج کل شاید ہی امریکہ کا کوئی اخبار ہو جو کالوں کے خلاف تبلیغ میں مشغول نہ ہو۔ حد یہ ہے کہ کچھ ممبرانِ پارلیمنٹ نے مسلمانوں پر (رکیک) حملہ کرنے کے بعد امریکہ کے رئیس جمہوریہ سے خواہش کی کہ سیاہ فام مسلمانوں کی ساری انجمنیں توڑ دی جائیں اور ان کے تمام اقدامات کو غیر قانونی قرار دے دیا جائے۔

لیکن (بفضل الٰہی) سیاہ فام مسلمانوں کی کوششوں کو جتنا بزور روکا جارہا ہے' ان کی تعداد میں اسی قدر اضافہ بھی ہوتا جارہا ہے۔ اور ان کے اقدامات اور ان کی کوششیں مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی ہیں۔ اس وقت سیاہ فاموں نے امریکہ کی 27 ریاستوں' میں 70 شعبے کھول رکھے ہیں۔ اسی طرح شکاگو (Chicago) اور ڈیٹ رائٹ (Detroit) میں دو اہم اسلامی مرکز موجود ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے بہت سے مرکز کھول رکھے ہیں۔ متعدد مسجدیں بنا ڈالی ہیں۔ ''کلماتِ محمدؐ'' کے نام سے ایک روزانہ اخبار بھی نکالتے ہیں۔ اور امریکہ کے بعض شہروں میں تو یہ عالم ہے کہ جب یہ لوگ کوئی جلوس سڑک پر نکالتے ہیں تو مذہبی نشان اٹھا کے چلتے ہیں اور آگے آگے ایک بینر ہوتا ہے جس پر "لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ" لکھا ہوتا ہے۔

تمام سیاہ فام مسلمان اپنے دینی فرائض کو کمال عقیدت سے ادا کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں اسلامی پردے میں رہتی ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر گوشت یا دوسری چیزیں کوشش کر کے ایسے قصاب اور ایسی دوکانوں سے خریدتے ہیں جن کے یہاں چاند' ستارے کی تصویر بنی ہوتی ہے کیونکہ مسلمان ہونے کی یہ پہچان ہے۔ یہ لوگ بہت کوشش سے عربی زبان سیکھتے ہیں' سکولوں اور کالجوں میں اپنے جوانوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ قرآن کی زبان ضرور سیکھیں۔ ان کے اندر چوری' قتل وغیرہ قسم کے عیوب بالکل نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ دشمن یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے کہ کالوں کے اسلام نے ان سے ہر قسم کی برائیوں اور عادتوں کو چھڑا دیا۔

عیسائی مبشرین جو افریقہ میں سرگرمِ تبلیغ ہیں وہ کسی قیمت پر یہ نہیں چاہتے کہ سیاہ فام ترقی کریں اور ان کی طرح کے ہو جائیں' بلکہ وہ لوگ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ایسے افراد تیار ہوں جو صرف کلیسا ہی کے تابع رہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کو استاد وسٹرمین (Westerman) نے بیان کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جب کوئی کالا مسلمان ہوتا ہے تو معاشرے کے افراد میں اس کا شمار ہونے لگتا ہے۔ اور خود اس کے اندر بہت جلد خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ خود اپنی حیثیت کو پہچاننے لگتا ہے۔ اور جلد ہی اس بات کا احساس کر لیتا ہے کہ اس عالم رنگ و بو کا ایک فرد وہ بھی ہے۔ اور یورپین سے محدود حد تک ارتباط رکھنے لگتا ہے۔ وہ سیاہ فام جو پہلے مہتروں جیسی زندگی بسر کرتا تھا اسلام لانے کے بعد ایسی عظمت کا حامل ہو جاتا ہے کہ خود یورپین اس کی تعظیم کرتے ہیں اور اس کے برخلاف جب کوئی سیاہ فام عیسائی ہو جاتا ہے تو اپنی حیثیت سیاہ فام مسلمان سے بالکل جدا دیکھتا ہے۔ کیونکہ ہم لوگوں (یعنی عیسائیوں) کی بنیاد ہی سیاہ فاموں سے علیحدگی پر رکھی گئی ہے۔ جب وہ ہمارے تمدن سے دوچار ہوتے ہیں تو اس کو

برداشت نہیں کر پاتے۔ ہم نے نہ ابھی تک کالوں کو تعلیم دی ہے اور نہ خود ان کو اس کا احساس ہے کہ ان کے اندر ممتاز خصوصیات موجود ہیں' کیونکہ ہم نے کبھی اپنا فریضہ ہی یہ نہیں سمجھا کہ کالوں کے تمدن کی طرف توجہ دیں یا ان کو ترقی دیں یا ان کی حالت کو اپنی حالت کے مطابق کریں۔ ہم ہمیشہ سیاہ فاموں کا یورپین سے نہایت ناپسندی کے ساتھ تعارف کراتے ہیں اور ان کو ایک نہایت ہی بدصورت یورپی سمجھتے ہیں۔ مگر اسلام ایک سیاہ افریقی کا تعارف اس طریقے سے کراتا ہے کہ وہ خود اپنی جگہ پر بھی محترم رہے اور دوسروں کی نظروں میں بھی محترم ہو۔ وہ اجتماعی برابری جو اسلام نے ذاتاً سیاہ فام مسلمانوں کو دی ہے اس کا عشر عشیر بھی ہم سیاہ فام عیسائیوں کے یہاں نہیں پاتے۔

ایسے بھی یورپی ہیں جن کی نظر میں کالوں کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ ان کی نظر میں خس و خاشاک میں زندگی بسر کرنے والا بے دین سیاہ فام اور عیسائی سیاہ فام میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کسی ایسی فرصت کے منتظر ہیں کہ جس میں کالے مسلمان کالے عیسائی پر برتری کو آشکارا کردیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن افریقیوں نے آخری زمانے میں عیسائی تعلیمات کو دیکھا ہے وہ آج نہ صرف مسلمان بلکہ مبلغ اسلام ہو گئے ہیں اور چونکہ افریقیوں کو اپنے یورپی بھائیوں سے مساوات کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ اس لیے وہ اسلام سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں اور اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ افریقہ میں اگر کوئی دین اختیار کرنے کے قابل ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ (الاستعمار والتبشیر)

مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ

کیتھولک پادریوں کی شرمناک حرکات

یہ بات کون نہیں جانتا کہ کیتھولک فرقے کے بشپ اور ڈیکن صاحبان شادی نہیں کرتے، اور اس چیز کی وجہ سے پاک دامنی کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ اس پردے میں وہ حیا سوز اور شرمناک حرکتیں کرتے ہیں جو دُنیا دار فاسق بھی نہیں کرسکتا، یہاں تک کہ ان کے گرجے زنا اور حرام کاری کے اڈے اور چکلے بنے ہوئے ہیں۔ کتاب الثلاث عشرہ رسالہ کے رسالہ نمبر 2 ص 144-145 پر ہے کہ:

"قدیس برنودوس کہتا ہے کہ: (1) وعظ نمبر 66 غزل الغزلات عیسائیوں نے گرجوں سے عزت والی شادی اُڑا دی، جس میں کوئی گندگی نہ تھی، اور ان کو لڑکوں، ماؤں اور بہنوں کے ساتھ زنا کاری سے بھر دیا، بلکہ ہر نوع کی گندگی سے، اور فاردوس بیلاجوس جو 1300ء میں پرتگالی شہروں کا پادری تھا وہ کہتا ہے کہ کاش اہلِ کلیسا پاک دامنی کی نذر نہ مانتے، اور علیحدگی کی منت نہ مانتے، بالخصوص اسپانیا کے اہل کلیسا، کیونکہ رعیت کی اولاد کاہنوں کی اولاد سے کچھ ہی زیادہ ہے، اور پادری جان سالٹز برگ پندرہویں صدی میں لکھتا ہے کہ میں نے بہت کم ایسے پادری پائے جو عورتوں کے ساتھ بہت سی نجاست کے عادی نہ ہوں، اور راہب عورتوں کی قیام گاہیں زنا کے مخصوص اڈوں کی طرح ملوث ہیں۔"

عیسائیوں کے اسلاف اور بزرگوں کی یہ شہادتیں ان پادریوں کے دعویٰ عصمت کو چاک چاک کرنے کے لیے کافی ہیں، ہم کو اس پر مزید تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، اس لیے ہم ان کا ذکر چھوڑتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان عصمت کے دعویداروں اور پاکدامنی کے جھوٹے مدعیوں کا حال ہندو جوگیوں کی طرح ہے، جو اسی طرح عصمت وعفت کے مدعی ہیں، اور شادی کرنا مہاپاپ شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ پرلے درجے کے فاسق وفاجر ہوتے ہیں، اور بدکار و بدمعاش امراء کو بھی بدکاری و بدمعاشی میں ان لوگوں نے شکست دے دی ہے۔

اس سلسلہ میں ہم کو ایک حکایت یاد آ گئی، کہ ایک مسافر چلتے چلتے کسی ہندوستانی گاؤں کے

قریب پہنچا' تو اس نے ایک نوجوان لڑکی کو گاؤں سے آتے دیکھا تو اس نے سوال کیا کہ اے لڑکی! تو گاؤں کی بیٹیوں میں سے ہے یا بہوؤں میں سے؟ تو وہ لڑکی کہتی ہے کہ ہوں تو میں بیٹی' لیکن قضاء شہوت کے باب میں میں بہوؤں سے زیادہ نفع میں رہتی ہوں' مجھ کو تو خواب میں بھی وہ لطف ولذت نصیب رہتا ہے جو ان کو قطعی بھی میسر نہیں۔

اس لیے یہ کنوارے رہنے والے پادری بزرگ' شادی شدہ لوگوں سے زیادہ نفع میں رہتے ہیں' غرض منکرین کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام تو شادی سے مطلقاً بے نیاز تھے' رہے ان کے شاگرد تو یا تو وہ بھی عیسیٰ کی طرح مطلقاً بے نیاز تھے' یا اس قدر کثیر مفت کی بیویاں ہونے کی وجہ سے ان کو شادی کی ضرورت نہ تھی' جیسا کہ کیتھولک اساقفہ اور ڈیکنوں کا حال ہے' یا جو پوزیشن ہندوستانی جوگیوں کی ہے۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے شاگرد لڑکے سے محبت کرنا محلِ تہمت ہے ان لوگوں کے نزدیک جو اس فعل قبیح میں مبتلا رہ چکے ہیں' اسی لیے وہی......ظریف الطبع بزرگ کہتے ہیں کہ:

> ''انجیل کا یہ قول کہ پھر اس شاگرد نے یسوع کے سینہ پر تکیہ لگایا' گویا اس کی پوزیشن اس عورت کی طرح تھی جو اپنے عاشق سے کسی چیز کی طالب ہوتی ہے' اور اس کو اس سلسلے میں غمزہ وعشوہ اور ناز ونخرہ دکھلاتی ہے' اس موقع پر اس قسم کی حرکت اس سے صادر ہوتی ہے۔''

ہم دوبارہ پھر عرض کرتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض انجیل سے لکھا ہے' ورنہ ہم توبہ کرتے اور پناہ مانگتے ہیں' اس قسم کی شرمناک اور گستاخانہ باتوں سے حاشا وکلا' ہم ان میں سے کسی ایک بات کو بھی عیسیٰ علیہ السلام یا ان کے کسی حواری کے حق میں صحیح نہیں سمجھتے۔

✿......✿......✿

قاضی کاشف نیاز

کنوارے پادریوں کے رنگیلے کارنامے

''اسلام...... دین فطرت ہے۔'' یہ جملہ ہم عموماً کہتے رہتے ہیں۔ زیادہ تر ہم اسے رسمی طور پر ادا کر دیتے ہیں لیکن اس کے پیچھے کس قدر حقیقت وسچائی پوشیدہ ہے' اس کا یا تو ہمیں شعور نہیں ہوتا یا کماحقہ' ہم اس کا ادراک نہیں رکھتے۔ تاہم جب کوئی قوم اسلام کے کسی حکم سے اجتماعی طور پر حد سے زیادہ تجاوز کرتے ہوئے انحراف کرتی ہے تو اس کے نتیجے میں جو تباہ کن نقصانات سامنے آتے ہیں' اس سے اسلام کے دین فطرت ہونے کی حقیقت اس طرح نکھر کر سامنے آجاتی ہے جیسے بے نور اور کھوٹے جواہرات میں پڑے ہوئے اصل ہیرے کی چمک نظر آتی ہے۔ عیسائیوں نے اپنے راہبوں اور پادریوں کے لیے شادی کو ممنوع قرار دیا اور تجرد کو پسند کرتے ہوئے اسے اپنے مذہب کے ایک اہم اور امتیازی قانون کا درجہ دے دیا۔ اللہ نے ان پر تورات وانجیل میں کہیں بھی یہ غیر فطری حکم لاگو نہیں کیا تھا۔ انہوں نے محض اپنے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کے تجرد کو مثال بنا کر اسے اپنی شریعت کا حصہ بنا ڈالا۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یقیناً شادی نہ کی تھی لیکن اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ اسے اپنی شریعت میں جائز نہ سمجھتے تھے یا دین کی تبلیغ کے لیے تجرد کو لازمی سمجھتے تھے۔ بلکہ حقیقت صرف اتنی تھی کہ انہوں نے بہت مختصر عمر پائی۔ صرف 33,32 سال کی کل عمر تھی اور اس میں بھی انہیں مسلسل ایسے جانگسل اور ناموافق حالات کا سامنا کرنا پڑا کہ جس سے انہیں اس اہم فریضہ کی ادائیگی کی مہلت ہی نہ مل سکی۔ ان کے حالات کی سنگینی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ دُنیا کی سب سے بڑی فتنہ باز اور شورش پسند قوم یہود کی سازشوں کا مقابلہ کرتے کرتے بالآخر صلیب دینے کی غرض سے گھیر لیے گئے۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی خاص عنایت سے یہودیوں کے اس ظلم عظیم سے بچالیا۔ انہیں اپنی طرف آسمانوں پر زندہ اٹھالیا اور اب وہ قیامت کے قریب دوبارہ زمین پر آ کر امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں کام کرتے ہوئے شریعت محمدیہ ﷺ کا پوری دنیا پر نفاذ کریں گے اور پھر اپنی طبعی عمر پوری کر کے وفات پاجائیں گے۔ اگر دین کی تبلیغ کے لیے تجرد لازمی ہوتا تو عیسیٰ علیہ السلام یقیناً کوئی حکم دے کر جاتے لیکن ایسی کوئی بات آپؑ سے ثابت نہیں۔ یہ دراصل یہود و نصاریٰ کی پرانی روش رہی ہے کہ وہ اپنے اوپر خود ہی بعض چیزیں حلال وحرام ٹھہرا لیتے

اور پھر اپنی ہی خود ساختہ پابندیوں کو برداشت نہ کرتے ہوئے انہیں توڑ بیٹھتے یا دوسرے چور رستوں سے اپنے نفس کی خواہشات کی تسکین کے رستے نکالتے...... تجرد و رہبانیت بھی انہوں نے خود ہی ایجاد کی تھی اور اب خود ہی اپنے نفس کی تسکین کے لیے ان پابندیوں کو غیر فطری طریقوں سے توڑ رہے ہیں...... ان کی اس بدروش کا ذکر اللہ نے قرآن کریم میں یوں کیا ہے:

وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا

اور انہوں نے لذات سے کنارہ کشی کی خود ہی ایک نئی بات نکالی جس کا ہم نے ان کو حکم نہیں دیا تھا مگر انہوں نے (اپنے خیال کے مطابق) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے (آپ ہی ایسا) کرلیا تھا۔ پھر جیسا اس کو نباہنا چاہیے تھا' نباہ بھی نہ سکے۔ (الحدید:27)

ان چور رستوں اور غیر فطری طریقوں کے نتیجے میں ہم جنسیت بھی ایک ایسا ہی پیدا شدہ مرض ہے جس نے آج عیسائی عوام کو بالعموم اور ان کے کنوارے مذہبی پیشواؤں کو بالخصوص اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے...... جی ہاں آپ حیران ہوں گے کہ یورپی عوام کی ہم جنسیت میں بڑھتی ہوئی دلچسپی تو سب کو معلوم ہے' اب ان کے ہاں سرکاری اور عوامی سطح پر ہم جنسیت کوئی قابل اعتراض یا غیر اخلاقی جرم نہیں رہا' یورپ کی کئی پارلیمنٹوں اور حکومتوں نے اسے قانونی تحفظ دیا ہوا ہے' سٹرا برگ میں یورپی پارلیمنٹ کئی قراردادیں منظور کرچکی ہے جن میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہم جنس پرست جوڑوں کو دوسرے شادی شدہ جوڑوں کے برابر حقوق دیئے جائیں۔ ستمبر 98ء میں یورپی یونین نے ان ممالک کے خلاف ایک قرارداد بھی پاس کردی جو ہم جنس پرستوں کے خلاف ہیں...... ڈچ (Dutch) پارلیمنٹ ہم جنس پرستوں کو شادی کی اجازت دے چکی ہے۔ امریکہ کی کئی ریاستوں میں ہم جنس پرستی جائز قرار دی جاچکی ہے۔ جرمنی اور ہالینڈ میں ہم جنس پرستوں کو قانونی طور پر شادی شدہ جوڑوں کے برابر حقوق دیئے گئے ہیں۔ برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیئر کی بیوی نے کچھ عرصہ قبل ایک ہم جنس پرست جوڑے کا باقاعدہ مقدمہ لڑا اور مطالبہ کیا کہ ان کو پارٹنرشپ کے برابر حقوق دیئے جائیں۔ غرض غیر مذہبی لوگوں کی یہ بے راہروی تو عام بات تھی لیکن یہ کسے معلوم تھا کہ تقدس و رہبانیت اور تجرد کی عبائیں چڑھائے ہوئے' خطاؤں سے عاری اور لوگوں کے گناہ بخشنے کے پروانے جاری کرنے والے ان کے رہبر و رہنما' پیشوا اور پادری غیر اخلاقی اور غیر فطری جرائم کے میدان میں اپنے عوام کو بھی پیچھے چھوڑ جائیں گے۔

جی ہاں! یہ کوئی مبالغہ آمیز بات نہیں۔ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے جس کا انکشاف خود مغربی جرائد و رسائل نے حال ہی میں کیا ہے۔ کہا جاسکتا ہے کہ ہم جنسیت کا مرض تو مسلم ملکوں میں بھی موجود ہے اور یہاں بھی بسا اوقات مولوی حضرات اس جرم میں ملوث پائے گئے ہیں تو ایسے معترضین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے مولویوں سے بھی ایسے جرائم سرزد ہوتے رہتے

ہیں لیکن ان کی حیثیت محض اِکا دُکا واقعات سے زیادہ نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں نے اجتماعی طور پر نہ ہم جنسیت کو قبول کیا ہے' اور نہ ہی اس کے حق میں دُور دُور تک کسی کو کبھی کوئی آواز اٹھانے کی جرأت ہوئی ہے۔ اس طرح ہمارے ہاں جو چند واقعات ہوتے ہیں تو وہ محض انفرادی لغزشوں کی حد تک ہیں جبکہ یورپ میں یہ سب کچھ ان کا ایک اجتماعی رویہ بن چکا ہے۔ اس لیے اس بارے میں مسلم ملکوں اور مغرب کی صورتحال میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کا اندازہ مزید مضمون میں آگے چل کر بخوبی ہو جائے گا۔ ذرا دیکھئے کہ یہ عیسائی معاشرہ ہے جہاں نہ صرف ہم جنسیت کوئی قابل اعتراض جرم نہیں رہا بلکہ پادری حضرات خود کئی ہم جنس پرست جوڑوں کے نکاح پڑھا کر ہم جنسیت کو مذہبی سند بھی دے چکے ہیں۔ اب اعتراض صرف اس بات کا رہ گیا ہے کہ ہم جنس پرستوں کو شادی کی باقاعدہ رسم کے بغیر اپنے باہمی تعلقات قائم نہیں کرنے چاہئیں اور دوسرے یہ کہ پادری حضرات کو بہرحال مجرد ہی رہنا چاہیے۔ انہیں چونکہ عورت سے بھی شادی کی اجازت نہیں تو مرد سے تو انہیں بالاولیٰ پرہیز کرنا چاہیے۔ لیکن اس غیر فطری طریقہ پر چلنے کے جو ہوش رُبا نتائج سامنے آئے ہیں' اس نے یورپی اور امریکی عوام کے ہوش اُڑا دیئے ہیں۔ صرف امریکہ میں کل چالیس ہزار کیتھولک پادریوں میں سے دو ہزار پادریوں پر ہم جنسیت کے الزامات سامنے آئے ہیں..... اور ابھی روزانہ کئی افراد پریس کانفرنسوں کے ذریعے اپنی بدقسمتی کی داستان سنا رہے ہیں۔ یہ تو وہ کیس ہیں جو منظر عام پر آ گئے ہیں' ورنہ ان سے کئی گنا زیادہ ایسے کیس ہیں جو سامنے نہیں آ سکے یا جن کے متعلق لوگوں کو بڑی بھاری رقوم دے کر خاموش کرا دیا گیا۔ اس کا اندازہ درجِ ذیل تفصیل سے لگایا جاسکتا ہے۔

مارچ 2002ء میں بوسٹن (امریکہ) کی آرچ ڈایوسس نے صرف ایک پادری جان گوہن کے ہاتھوں زیادتی سے متاثر 86 لوگوں کو 20 سے 30 ملین ڈالر ادا کیے۔ مگر سیکنڈل کی جو قیمت بوسٹن کے کیتھولک عیسائیوں کو ادا کرنی پڑی' یہ اس سے بہت کم تھی۔ چرچ نے 1994ء سے ہی گوہن کے متاثرین کے ایک گروپ کو 15 ملین ڈالر کی ادائیگی کرتے ہوئے راز دارانہ طریقے سے اس طرح کے معاہدے شروع کردیئے تھے۔ یہاں تک کہ ایک موقع پر گوہن سے متاثرہ ایک خاندان کو خاموش کرنے کے لیے 4 لاکھ ڈالر بھی ادا کیے گئے جبکہ گوہن کے خلاف ابھی ایسے مزید 120 دعووں کو نمٹانا باقی ہے۔ علاوہ ازیں بوسٹن کے درجن سے زائد دوسرے پادریوں کے خلاف بھی ایسے دعوؤں کو نمٹانے کے نتیجے میں یہ رقم 100 ملین ڈالر تک پہنچ جائے گی..... اس طرح پورے ملک میں مجموعی طور پر کیتھولک چرچ کو 1 بلین ڈالر کے قریب رقم ادا کرنی پڑے گی۔ مینے چرچ بھی اس طرح کے کیسوں کو دبانے کے لیے تقریباً ایک ملین ڈالر خرچ کر چکا ہے اور ابھی پورٹ لینڈ کے دو پادریوں کے تازہ کیس نمٹانے باقی ہیں۔ فلوریڈا کے بشپ انتھونی کے متعلق جب انکشاف ہوا کہ اس نے پچیس سال قبل ایک طالب علم کے ساتھ جنسی حرکات کی تھیں تو چرچ کے ذمہ داران سے معلوم ہوا کہ وہ اس کیس کے لیے 1996ء میں ایک لاکھ پچیس ہزار ڈالر ادا کر چکے ہیں۔ گذشتہ دہائی میں امریکہ کے چار ڈایوسس 96.2 ملین ڈالر اس مد میں خرچ

کر چکے ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہ پادری حضرات کس طرح معصوم بچوں اور نوجوانوں کو اپنے جال میں پھنساتے ہیں...... اس کی ایک مثال چودہ سالہ فرینک مارٹینی ہے جو بچپن سے پادری بننے کا خواب دیکھتا تھا...... وہ پادریوں کو بڑا مقدس اور انسانوں کا خیر خواہ سمجھتا اور خود بھی دکھی لوگوں کے کام آنا چاہتا تھا۔ جب امریکی قصبے سٹام فورڈ کے گرجے سینٹ سیلیا کے نوجوان پادری لارنس بریٹ نے اسے گرجے کے چھوٹے موٹے کام دینے شروع کیے تو اسے اپنا دیرینہ خواب پورا ہوتا نظر آیا...... لیکن اسے علم نہ تھا کہ اس کی زندگی تباہ و برباد ہونے والی ہے۔

فادر بریٹ جب مارٹینی کو ایک دورے پر لے گیا تو دوران سفر کار میں اس ''مقدس'' کنوارے پادری نے مارٹینی کو غیر فطری حرکات پر مجبور کیا۔ پادری کا کہنا تھا کہ یوں اسے مقدس عشائے ربانی (Communion) (عیسائیوں کی سب سے بڑی عبادت رسم عشائے ربانی ہے جو عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور دوبارہ جی اٹھنے کے جھوٹے واقعے کی یاد میں منائی جاتی ہے) کی برکات نصیب ہوں گی۔ واشنگٹن میں بھی پادری نے لڑکے کے ساتھ نازیبا حرکات کیں۔ یہ واقعہ تیس سال پہلے کا ہے۔ اس وقت مارٹینی اتنا خوفزدہ' اتنا شرمندہ اور اتنا پریشان ہوا کہ اس واقعے کے متعلق ایک لفظ بھی کسی سے نہیں کہا۔ وہ جس کو مقدس شخصیت سمجھتا تھا' وہ انتہائی گھناؤنی' پرہوس اور ابلیس صفت ثابت ہوئی۔

اب 54 سالہ مارٹینی ایک نجی ادارے میں کام کرتا ہے۔ وہ پادری نہیں بنا لیکن اس کی زندگی ناقابل بیان پراگندگی' غصے' ذہنی دباؤ اور مذہب پر بے اعتباری سے عبارت ہے۔ مارٹینی کو اپنی تباہ حالی کا سبب 1991ء میں معلوم ہوا جب وہ ایک پرانے دوست سے باتیں کر رہا تھا۔

دورانِ گفتگو دوست نے انکشاف کیا کہ جب وہ لڑکا تھا تو فادر بریٹ نے اس کے ساتھ بھی نازیبا حرکات کی تھیں۔ اسی وقت مارٹینی کی آنکھوں میں شدتِ جذبات سے آنسو آ گئے اور اسے احساس ہوا کہ اس کی زندگی کی بربادی کا راز کیا ہے۔ اس نے اپنے علاج کے لیے ایک نفسیات دان سے رابطہ کیا اور ایک سال بعد فادر بریٹ اور اس وقت کے برج پورٹ (علاقے) کے اُسقف اعظم ایڈورڈ ایگان کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا جو اب نیویارک کا کارڈینل (Cardinal) (پوپ کے بعد دوسرا بڑا عہدہ۔ دنیا بھر میں 178 کارڈینل ہیں جو مل کر پوپ کا انتخاب کرتے ہیں) بن چکا ہے۔

برج پورٹ کی چرچ انتظامیہ نے پادری بریٹ کی سرگرمیاں 1964ء میں ہی دریافت کر لی تھیں لیکن انہوں نے شہری انتظامیہ کو خبر نہیں دی اور نہ چرچ آنے والوں کو خبردار کیا بلکہ پادری بریٹ امریکہ کے مختلف مقامات میں اہم مذہبی عہدوں پر فائز رہا۔ 1990ء میں جب اس سے بشپ (Bishop) (پوپ کے بعد چوتھا بڑا عہدہ) ایگان کی ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ پادری قابل اور موزوں آدمی ہے۔ نتیجتاً بریٹ پادری (Priest) (پوپ کے بعد پانچواں بڑا عہدہ) کی صورت میں دوبارہ برج پورٹ چلا گیا۔ آخر نومبر 1992ء میں اس نے اپنی ''لغزشوں'' کا اقرار کیا لیکن اسے پادری

کے عہدے پر بحال رکھا گیا۔ اسی وقت مارٹینی کے الزامات سامنے آئے اور ایک اور شخص نے بھی پادری کو آڑے ہاتھوں لیا۔ ایک ہفتے بعد ایگان نے بریٹ کو بتایا کہ اب وہ پادری کی حیثیت سے کام نہیں کرسکتا۔ 1997ء میں عدالت نے مارٹینی کے حق میں فیصلہ دیا اور ایگان کو حکم دیا کہ وہ ہرجانے کے طور پر دس لاکھ ڈالر مارٹینی کو ادا کرے۔

بریٹ اب بھی سرکاری طور پر پادری ہے کیونکہ کیتھولک کلیسیا نے اسے بحال رکھا ہوا ہے۔ ایگان اب کارڈینل اور نیویارک کا صدر Dاسقف اعظم (Arch Bishop) (پوپ کے بعد تیسرا بڑا عہدہ) ہے لیکن زبردست تنقید کا شکار ہے کیونکہ برج پورٹ میں قیام کے دوران اس نے نہ صرف بریٹ بلکہ کئی پادریوں کی غیر اخلاقی حرکات کو چھپایا تھا۔

یہ شکاری کنوارے پادری عموماً ان بچوں کو نشانہ بناتے ہیں جن کے والدین کٹر عیسائی ہوتے ہیں اور باقاعدگی سے گرجا آتے ہیں۔ ان لوگوں کو کئی صدیوں سے یہی تعلیم دی جارہی ہے کہ پادریوں کی عزت کرو اور آنکھیں بند کرکے ان پر اعتماد کرو۔ کیا کوئی یہ تصور کرسکتا ہے کہ پادری ٹم جو اکثر کھانا کھانے آتے ہیں، بچوں سے کھیلتے ہیں، ممی کو تسلی دیتے ہیں اور والد کی طرح پیش آتے ہیں...... وہ اتنا شرمناک اور گھناؤنا کام کریں گے؟

قارئین کرام! پادریوں کو اپنے جنسی کیسوں میں جو بھاری رقوم ہرجانے کے طور پر یا مدعیوں کو خاموش کرنے کے لیے ادا کرنی پڑی ہیں، اس میں تین پہلو قابل غور ہیں۔ پہلی بات یہ کہ جو رقوم ظاہر کی گئی ہیں، یہ مقدار بھی اگرچہ ہوش رDبا حد تک بہت بڑی ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اصل رقم اس سے بھی کئی گنا زیادہ ہے، جیسا کہ اس کی تصدیق کرتے ہوئے امریکی جریدہ ٹائم لکھتا ہے:

> **And these are only the ones that have become public, the vast majority carry confidentiality agreements that continue to conceal the full extent of priest misconduct and church payouts.**

یہ تو ہرجانے کے صرف وہ معاملات ہیں جو پبلک میں منظر عام پر آگئے ہیں جبکہ بہت بڑی تعداد میں ایسے معاملات خفیہ اور راز دارانہ طریقے سے طے کیے گئے ہیں تاکہ پادریوں کے غیر اخلاقی کیسوں اور رقوم کی ادائیگی کو پوشیدہ رکھا جاسکے۔ (Time March 28, 2002)

اس سکینڈل کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ آخر چرچ محض ایک ایک کیس کے لیے کئی کئی ملین ڈالر کی بھاری رقوم ادا کرنے پر کیوں رضا مند ہوگیا۔ اس کی پہلی وجہ تو صاف واضح ہے کہ متاثرین کو پیسے کے ذریعے زیادہ سے زیادہ خاموش رکھا جاسکے اور کیتھولک کلیسیا کی پھیلائی ہوئی بدکاری کو روکا جاسکے۔ دوسری بڑی اور اصل وجہ یہ ہے جو ایک حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں پادریوں کی تعداد تیزی سے کم ہو رہی ہے اور لوگوں میں پادری بننے میں دلچسپی نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ مغربی

معاشرے میں پادریوں کا کوئی خاص مالی مقام یا سٹیٹس نہیں ہوتا جیسا کہ ہمارے ہاں عام طور پر مولویوں اور علماء کی مالی حالت اور سٹیٹس برائے نام ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے مدارس ہر سال سینکڑوں' ہزاروں علماء کی کھیپ برابر مہیا کرتے ہیں اور تمام تر عالمی دباؤ اور دنیاوی اداروں کی خیرہ کن تنخواہیں بھی ہمارے لوگوں کو علماء و ائمہ مساجد بننے سے روک نہیں سکیں۔ لیکن عیسائی مذہب میں صورتحال بالکل برعکس ہے۔ کلیسیا کی مالی حالت کا اندازہ ان جرمانوں کی ادا شدہ بھاری رقوم سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ ایک ایک پادری کے لیے کئی کئی ملین ڈالر کی رقوم ادا کی گئیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلیسیا کی مالی حالت بڑے بڑے مالیاتی اداروں سے بھی قابل رشک حد تک بہتر ہے اور یہ کوئی ہمارے مولویوں کی طرح مفلوک الحال لوگوں کا طبقہ ہرگز نہیں۔ اس قدر مضبوط مالی سٹیٹس کے باوجود بھی امریکی اور مغربی معاشرہ میں لوگ پادری بننے پر تیار نہیں۔ امریکہ' برطانیہ اور کئی یورپی ملکوں میں کتنے ہی چرچ ویران ہو جانے کی وجہ سے بالآخر بیچ دیئے گئے اور انہیں کمرشل اداروں میں بدل دیا گیا۔ خود مسلمانوں نے یورپ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کی وجہ سے بہت سے چرچ خرید کر انہیں مساجد میں تبدیل کر دیا۔ عیسائیت کے زوال کی یہ وجہ ظاہر ہے کہ ان کی خود ساختہ غیر فطری پابندیاں ہیں جن سے گھبرا کر لوگ عیسائیت کے مبلغ بننے کے لیے زبردست مالی چمک دمک کے باوجود تیار نہیں ہوتے۔ امریکہ میں خاص طور پر پادریوں کی تعداد میں نمایاں طور پر کمی واقع ہوئی ہے۔ اس طرح کے حالات میں جبکہ لوگ پہلے ہی کلیسیا کی ملازمت اختیار کرنے پر تیار نہیں' اگر پادریوں پر لگنے والے الزامات کا سلسلہ کسی طرح نہ روکا جائے اور لوگوں کو منہ مانگی بھاری رقوم دے کر خاموش نہ کیا جائے تو یقیناً عوام کا کلیسیا پر رہا سہا اعتماد بھی ختم ہو جائے گا اور اس دشت پرخار میں پھر کوئی بھی قدم رکھنے کو تیار نہ ہوگا چنانچہ ان تباہ کن نتائج سے بچنے کے لیے کیتھولک کلیسیا اس کی ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہے اور ادا کر رہا ہے۔ اس کی ایک مثال سانتا روز کیلیفورنیا کی ڈایوسس ہے جس نے 16 ملین ڈالر کی رقم زیادتی سے متاثرہ لوگوں کو ادا کرنے کے لیے نہ صرف اپنی بہت سی جائیداد بیچ ڈالی' اپنا ایک ایلیمنٹری سکول بند کر دیا بلکہ اسے امریکہ کی 90 دوسری ڈایوسس سے 7 ملین ڈالر کا قرضہ بھی حاصل کرنا پڑا۔ انہی رقوم کی ادائیگی کے لیے امریکہ کے ایک آرچ بشپ کی عالیشان رہائش گاہ بھی سیل پر چڑھا دی گئی ہے اور متاثرہ پادریوں کی مدد کے لیے خفیہ چندہ مہم بھی شروع کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ان پادریوں کو اپنی انشورنس سکیموں سے بھی کافی امید ہے کہ وہ اس مالی بحران میں ان کی مدد کریں گی۔ تاہم اس سلسلے میں انہیں کافی فنی مشکلات کا سامنا ہے۔ بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس طرح سے اگر کچھ مدد ملی بھی تو پھر ان کے کیس پبلک میں آنے کا زیادہ اندیشہ ہے کیونکہ اس کے لیے انہیں شاید عدالتی چارہ جوئی بھی کرنی پڑ سکتی ہے جس کے لیے وہ کسی طور پر تیار نہیں۔ بہرحال کیتھولک کلیسیا تمام ذرائع استعمال کر کے چاہتا ہے کہ کسی طرح گھر کا معاملہ گھر کے اندر ہی حل ہو جائے اور وہ برسرعام رسوائی سے بچ جائے۔ اپریل 2002ء میں میکسیکو میں جنسی زیادتی کے کیسوں میں ملوث پادریوں کے دفاع میں منعقد ہونے والی بشپ حضرات کی کانفرنس میں جہاں بعض ارکان نے یہ اعتراض

کیا کہ چرچ نے متاثرین کو خاموش کرنے کے لیے بھاری رقوم ادا کی ہیں تو ایک بڑے بشپ نے پریس کانفرنس میں اس فعل کی یہ کہہ کر توجیہہ کی۔

Dirty laundery is best washed at home.

یعنی گندے کپڑے گھر پر ہی بہتر دھوئے جاتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ امریکہ اور مغرب میں چرچ کے بڑے بڑے پادری اور ذمہ داران صرف جنسی زیادتی کے کیسوں میں ہی نہیں بلکہ ہر طرح کے بڑے بڑے گھناؤنے جرائم میں ملوث ہیں اور یہ سلسلہ قتل و زنا اور ہم جنسیت سے لے کر منشیات کے کاروبار تک پھیلا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں 1993ء کا ایک کیس سب سے زیادہ مشہور ہوا جس میں میکسیکو کا ایک کارڈینل گوادلا جارا ایئرپورٹ پر مارا گیا تھا۔ اگرچہ اسے ایک غلط فہمی پر مبنی قتل قرار دیا گیا لیکن دراصل یہ قتل منشیات کے دو گروہوں کا باہمی تصادم تھا۔ دونوں طرف ہی بڑے بڑے پادری ملوث تھے۔ قتل میں ملوث Ramon اور Benjamin Arellano Felix, brothers نے ایک بااثر پادری فادر مونٹانو Montano کے ذریعے پوپ کو پیغام بھجوایا کہ اس قتل میں ان کا کوئی کردار نہیں اور یوں اگرچہ ان دونوں کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے تھے' لیکن مونٹانو کے کور میں وہ تحفظ پانے میں کامیاب ہوگئے۔ اس طرح کے معاملات کی حقیقت اگر ظاہر ہو بھی جائے تو چرچ انہیں راز داری سے چھپانے کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ رومن کیتھولک کلیسیا کی حکومت اتنی سخت گیر ہے کہ ہمیشہ اپنے عمل پوشیدہ رکھتی ہے اور اس کے کسی رکن سے غلطی ہو جائے تو راز داری سے تحقیق کی جاتی ہے۔ وہ پادری فرمانبردار سمجھا جاتا ہے جو سر جھکا کر بڑوں کا حکم مانے۔ جب کوئی کارڈینل بنتا ہے تو وہ پاپائے روم کے سامنے قسم کھاتا ہے کہ ''مجھے جو کچھ بتایا جائے گا' میں اسے خفیہ رکھوں گا اور ایسا کوئی اقدام نہیں کروں گا جن سے سکینڈل کھڑا ہو جائے یا چرچ کو کوئی نقصان ہو۔'' لوگوں کو شاید یہ اندازہ نہیں کہ چرچ درحقیقت ریاست کے اندر ایک مکمل ریاست ہوتی ہے جس کے معاملات میں حکومتیں بھی مداخلت کرنے کا اختیار نہیں رکھتیں' اس کا نتیجہ ہے کہ جنسی زیادتی سے لے کر منشیات کے دھندوں تک میں پادریوں کے ملوث ہونے کے بے شمار کیس منظر عام پر آ جانے کے باوجود کوئی حکومت بھی ان کے خلاف کھل کر ایکشن نہیں لے سکتی۔ بظاہر امریکہ اور مغربی ملکوں میں سیکولرازم نافذ ہے اور وہاں کوئی مذہبی حکومت نہیں لیکن چرچ کے ہمیشہ اپنے ہی قوانین رہے ہیں جن میں کوئی مداخلت نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ کوشش میکسیکو حکومت نے کی جب 1860ء میں یہاں سیکولرازم کو پوری قوت کے ساتھ نافذ کیا گیا تھا لیکن اس سب کے باوجود یہاں اب بھی چرچ کی اپنی حکومت ہے اور اس کے اپنے ہی قوانین ہیں۔

اس جنسی سکینڈل کا تیسرا قابل غور پہلو یہ ہے کہ کلیسیا کے پادری کس قدر دولت کے مالک ہوتے ہیں کہ وہ اپنے اوپر الزام لگانے والے ایک ایک شخص کو کئی کئی ملین ڈالر تک ادا کر سکتے ہیں۔ یہ دولت انہیں کہاں سے حاصل ہوتی ہے۔ ظاہر ہے محض لوگوں کے نذرانوں سے اتنی دولت اکٹھی نہیں کی

جاسکتی۔ اس کے لیے یقیناً وہ سارے ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں جن کا دائرہ کرپشن سے لے کر منشیات تک پھیلا ہوا ہے۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ کیا رشوت یا ہرجانوں کی رقوم پادریوں کے ان جرائم کا کفارہ اور تلافی بن سکتی ہے؟ کیا ان جرائم کے تدارک کا طریقہ یہی ہے اور کیا خود زیادتی سے متاثرہ لوگوں کی عزتِ نفس صرف اتنا کچھ کرنے سے بحال ہو جاتی ہے؟ اس کا جواب پادری ڈوکیٹ کے ہاتھوں خود 37 سالہ ایک متاثرہ شخص گیگلن دیتا ہے جس نے ڈوکیٹ سے 63 ہزار ڈالر کی رقم وصول کی' وہ اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کے 22 سال بعد بھی ان جذبات کا اظہار کرتا ہے۔

> **Money can't heal any thing "he says." But it is an important sign that something went wrong. The church needs to acknowledge that.**

''پیسہ (ایسی) کسی (زیادتی) کا تدارک نہیں کرسکتا۔ البتہ اس سے اتنا اہم اظہار ضرور ہوتا ہے کہ چرچ سے کچھ غلط ہوا ہے جس کا اسے اعتراف کرنے کی ضرورت ہے۔''

یہ تو ایک متاثرہ شخص کا اعتراف حقیقت ہے اور جس کے ہاتھوں یہ جرم سرزد ہوا ہے' اس کا ضمیر بھی کبھی محض پیسوں کی ادائیگی سے نہ تو مطمئن ہوگا اور نہ یہ اس جرم کا علاج ہے۔ اس کے تدارک کا اصل طریقہ تو وہی ہے جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے کہ پہلے اقدام کے طور پر کلیسیا فوری طور پر اپنے اس غیر فطری نظام کو بدلے۔ جب تک وہ نظامِ فطرت اور دینِ فطرت کی طرف نہیں آئیں گے' تجرد اور رہبانیت کی خود ساختہ پابندیاں نہیں چھوڑیں گے' مذہب اور سیاست کی جدائیاں اور علیحدگیاں ختم نہیں کریں گے' دین و دنیا کو یکجا نہیں کریں گے' مرض کی بنیاد اور جڑ کو نہیں پکڑیں گے تو اس وقت تک شجر ثمر آور نہیں ہوگا اور نہ محض پتوں اور شاخوں کے علاج سے کچھ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ مغربی معاشرہ کو آج جس قدر بھیانک اخلاقی جرائم کا سامنا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا پورا معاشرہ ایک زبردست افراط و تفریط کا شکار ہو چکا ہے۔ ایک طرف تو عوام کے لیے اس قدر جنسی آزادیاں ہیں کہ نہ صرف مرد عورت بغیر شادی کے اکٹھے تعلقات رکھ سکتے ہیں بلکہ ہم جنسیت کو بھی قانونی طور پر جائز قرار دیا ہوا ہے۔ دوسری طرف اسی معاشرے میں پادریوں کی ایک مخلوق ہے جو لامتناہی جنسی آزادیاں کے ٹھاٹھیں مارتے اور بے قابو سمندر میں ایک ایسی چھوٹی سی کشتی پر سوار ہے جس کے بادبان بھی باندھ دیئے گئے ہیں تو ایسا طوفان اس کشتی کو غلط سمت پر ڈال کر کہیں بھی لا پھینک کر غرق کر دیتا ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ عیسائی دنیا اپنے اس اخلاقی بحران کا اصل سبب دریافت کرے۔ کشتی میں سوراخ ہو جائے تو جب تک اس سوراخ کو بند نہ کیا جائے گا' کشتی سے محض پانی نکالتے رہنے سے کچھ نہ بنے گا۔ جتنا پانی نکالیں گے' اس سے زیادہ پانی اور اندر داخل ہو جائے گا...... اس بحران کا ایک ہی حل ہے کہ مغربی معاشرہ اپنے اندر پیدا شدہ افراط و تفریط کو ختم کرے۔ ایک طرف عوام میں

لامحدود جنسی آزادیاں ختم کی جائیں جن کے نتیجے میں نسل انسانی کی شناخت تک ختم ہوگئی ہے اور ان کے کروڑوں ناجائز بچوں کا کوئی ماں باپ اور سرپرست بننے کو بھی تیار نہیں۔ رشتوں کے تقدس سے بے بہرہ' انسانی اقدار اور باہمی محبت و احترام کے جذبات سے عاری' پرخلوص پدرانہ شفقت و رہنمائی اور ماں کی ممتا کے بغیر پروان چڑھنے والی نسل جب مستقبل میں نوع انسانی کی قیادت کرے گی تو کیسے بھیانک نتائج برآمد ہوں گے' اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے...... دوسری طرف ضروری ہے کہ یہ معاشرہ اپنے مذہبی رہنماؤں کو کم از کم جائز جنسی تعلقات یعنی شادی اور نکاح کی اجازت دے۔ ان کی خود ساختہ پابندیاں ان پر سے ختم کی جائیں تاکہ پھر وہ غیر فطری راہوں پر چلنے پر مجبور نہ ہوسکیں۔

ان بنیادی اقدامات کے بعد بھی اگر کہیں اکا دکا زنا یا ہم جنسیت کے واقعات رونما ہو جائیں تو اس کا آخری اور کامل علاج بھی مولا بخش کی صورت میں دین فطرت نے ہمیں دے دیا ہے یعنی پھر ڈنڈا حرکت میں آئے گا۔ شادی شدہ زانی کو رجم کیا جائے گا' کنوارے زانیوں کو سو کوڑے اور غیر فطری فعل کرنے والے دونوں فریقوں کو قتل کیا جائے گا۔ (ترمذی) اس لیے کہ یہ وہ قبیح جرم ہے کہ کبھی خنزیر' کتے اور گدھے نے بھی ہم جنس پرستی کا ارتکاب نہیں کیا...... اور یہی وہ جرم ہے جس کی پاداش میں اللہ نے لوط علیہ السلام کی قوم پر ایسا عذاب بھیجا کہ ان کی پوری بستی کو اٹھا کر آسمان پر لے جا کر اُلٹا کر کے زمین پر دے مارا۔ آج بھی نقشے میں دیکھیں تو قوم سدوم کا یہ علاقہ اُردن کی بندرگاہ عقبہ کے قریب بحیرۂ مردار (Dead Sea) کے نام سے موجود ہے۔ اس کا یہ نام اس لیے پڑا ہے کہ اس کے تیزابی اور زہریلے پانی میں کوئی بھی جاندار چیز بمشکل زندہ رہ سکتی ہے۔ اس لیے اس کا نام ہی بحیرۂ مردار پڑ گیا ہے۔ حیرت انگیز بات یہ بھی ہے کہ یہ چاروں طرف سے ایک چھوٹا سا بند سمندر ہے جس کا براہ راست کسی کھلے سمندر سے کوئی تعلق نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بحیرۂ مردار صرف اور صرف ہم جنسیت کی دلدادہ قوم کی بستی کو آسمان پر لے جا کر نیچے گرانے سے وجود میں آیا اور اس کا زہریلا وجود آج کے ہم جنس پرستوں کے لیے درسِ عبرت ہے۔ عصر حاضر کے ہم جنس پرستوں پر اللہ نے ایڈز کی صورت میں اپنا عذاب نازل کیا ہے اور مذہب کے وہ پیشوا جنہوں نے لوگوں کو اس خطرناک جرم سے روکنا تھا' وہ خود اس کا بری طرح شکار ہوگئے تو اللہ نے ان پر بھی رسوائی و بدنامی کا ایسا کلنک لگایا کہ وہ کروڑوں ڈالر بھر کر بھی اس داغ کو نہ دھو سکے کیونکہ اللہ کا یہ قانون ہے کہ اگر لوگوں کو برائی سے منع کرنے والے' لوگوں کو برائی سے نہ روکیں گے بلکہ خود اس کا شکار ہو جائیں تو ان پر بھی اللہ کا عذاب آئے گا۔ امریکی اخبار کنساس سٹی سٹار کی ایک رپورٹ کے مطابق سال 2000ء میں صرف ایک ہفتے میں ایک سو امریکی پادری ایڈز سے ہلاک ہوئے جبکہ سینکڑوں اس موذی مرض کے جراثیم (HIV) کا شکار ہیں۔ اللہ کی یہ سب نشانیاں بنی نوع انسان کو دعوتِ فکر دے رہی ہیں کہ وہ اپنی راہِ عمل درست کرلیں۔ غیر فطری طور طریقے چھوڑ دیں۔ دین و دنیا کے تمام امور میں اللہ کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کردیں۔ اللہ کے دین...... دین فطرت اسلام کو اپنائیں۔ اسی میں ان کی دنیا و آخرت کی بہتری ہے اور اس سے

ہٹنے کے نتائج دنیا میں ہی ہمارے سامنے ہیں جب کہ آخرت میں اللہ کا شدید عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ اس سکینڈل کے بعد یورپ میں یہ عام بحث چھڑ چکی ہے کہ پادریوں کو شادی کی اجازت ہونی چاہیے۔ اب اس پر فوری عمل کی ضرورت ہے۔ پیغمبر آخرالزماں ﷺ کے فرمان کے مطابق شادی نصف ایمان ہے۔ آپ نے ایسے تین اشخاص کی تردید کی جنہوں نے رات کو ہمیشہ قیام کرنے' ہمیشہ روزے رکھنے اور شادی نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔ اسی طرح عوام کو برائیوں سے بچانے کے لیے قرآن کے حکم کے مطابق ہر قسم کی فحاشی کو روکنا اور حدود کا نفاذ بھی ضروری ہے۔ یہ ساری افراط وتفریط ختم کر کے ہی عوام اور مذہبی رہنماؤں کو بے راہروی سے بچایا جاسکتا ہے۔ اللہ سب کو سوچنے سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد نوید شاہین (ایڈووکیٹ)

مغرب کی اخلاقی حالت' دانشوروں کی نظر میں

سیّد قطب شہید اپنی شہرہ آفاق کتاب ''اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل'' میں لکھتے ہیں ''بیسویں صدی کے نصف میں جس علمی دیانت سے ڈاکٹر کاریل نے یہ بات کہہ دی کہ ''فی الحقیقت ہم بڑی گھمبیر جہالت میں مبتلا ہیں۔'' اس بات کو یورپ کے مذہب بیزاری کے طوفان میں کہنا انتہائی مشکل ہے کیونکہ کلیسا اور سائنس دانوں کے درمیان جو تلخ ترین واقعات پیش آئے ہیں' ان کی بناء پر اہل یورپ' کلیسا اور مذہب کے سائے بھی بھاگتے ہیں۔

یورپ کے اس فرار کے کئی اسباب ہیں:

کلیسا سے بیزاری

جب یورپ کی عقلیت تک مسلمانوں کا واقعی اور تجربی طریقہ کار پہنچا' تو مغربی فکر بھی علمی اور تجربی بحثوں میں مصروف ہوگئی۔ اس علمی تحقیق کے نتیجہ میں نئے نئے فلکی' جغرافیائی اور طبعی حقائق سامنے آئے' جو اس مجموعہ اوہام دیومالا' اور خرافات کے برعکس تھے' جن کو کلیسا نے اپنایا ہوا تھا' اور جنہیں وہ مقدس حقائق بتاتا تھا۔ حالانکہ ان خرافات کا عیسائی مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا' بلکہ اس زمانے کے لوگوں میں پھیلے ہوئے غیر علمی افکار تھے۔ اللہ کے نازل کردہ نہیں تھے۔ انہی افکار کو کلیسا نے اپنا لیا' اور اس طرح ان کی مدافعت کرنے لگا جیسے یہ بھی عقیدہ کا ایک جز ہوں۔

کلیسا نے اندلس اور مشرق کی اسلامی ثقافت سے پھوٹنے والی اس نئی رو کے بالمقابل نہایت سخت موقف اختیار کیا۔ اور یورپ کے جو سائنس دان اس چشمے سے سیراب ہوئے' ان کی تحقیقات کا کلیسا نے نہایت سختی سے مقابلہ کیا اور انتہائی وحشیانہ طریقے پر اپنے اقتدار کو ان کے خلاف استعمال کیا' جس کے نتیجہ میں کلیسا' اور کلیسا کے اس خدا سے بیزاری پیدا ہوگئی۔ جس خدا کے نام پر کلیسا خوب خوب جھوٹ بولتا اور بہتان تراشی کرتا تھا' لوگ مذہب کے سائے سے بھی بیزار ہوگئے۔ مذہب کے اعتراف اور اس کے سامنے جھکنے کے معنی کلیسا کے ظالمانہ اور جابرانہ اقتدار کو تسلیم کرنے اور اس کے سامنے جھکنے کے

ہو گئے۔

اسی وجہ سے بیسویں صدی کے شروع تک مذہب و سائنس میں سخت ترین تفریق قائم ہوگئی۔ لوگوں کی' اور سائنسدانوں کی بالخصوص' مذہب بیزاری کی یہ کیفیت ہوگئی جیسے شیر کو دیکھ کر گدھے بھاگ کھڑے ہوں۔ بیسویں صدی کے شروع میں جب لوگ چار صدیوں کے طویل اور پُر مشقت بیابانی سفر کے بعد سانس لینے رکے تو انہیں شدت سے روحانی خلا محسوس ہوا تو کسی قدر مذہب بیزاری میں بھی کمی واقع ہوئی۔

جب رومی دَور آیا جو تہذیب جدید کی اصل بنیاد ہے..... تو دیوتاؤں کا سایہ ہٹ گیا اور انسان اپنی ذات اور خواہشات کا غلام بن گیا۔ اب اسے یہ گوارا نہیں تھا کہ دیوتا اس کی دنیاوی زندگی میں کوئی دخل دیں۔ بس دیوتاؤں کا اس قدر حصہ رہ گیا تھا کہ کاہن ان کے ذریعے پیش آمدہ واقعات بتا سکیں۔ اس طور پر دیوتاؤں کا وجود ایک بے ضرر سی سماجی روایت بن گیا تھا۔ البتہ اگر ان دیوتاؤں کا کوئی میلہ ہوتا تو رو[illegible] کے مطابق خوب خوب دادِ عیش دیتے۔

پھر جب ر[illegible] حکومت پر کلیسائی نصرانیت کا غلبہ ہوا تو انسان کو پیدائشی گنہگار ٹھہرا کر ذلیل و خوار کر دیا گیا۔ انسان کی یہ ذلت [illegible] سوائی ان مجسموں اور دوسرے وسائل تعبیر سے نمایاں ہے' جو انسان کے بارے میں اس نظریے کے زیر سایہ ا[illegible]بار کیے گئے۔

اگرچہ انسان کے بارے میں نصرانی نظریہ میں اللہ کی تکریم کا عنصر شامل تھا' مگر کلیسا نے لغزشِ آدم کو جو رنگ دیا ہے اس سے انسانیت گ[illegible] میں ملوث ہوگئی۔ حتیٰ کہ منجی: انسان کا بیٹا مسیح' خدا اور بیٹا آیا۔ اور اس نے انسانیت کی اس لغزش کا کفارہ ادا کیا۔ مگر یہ کفارہ بھی انسان کو سربلند نہ کر سکا' بلکہ انسان کو ذلت و بے کسی' تقشف اور پوری زندگی کے عذاب سے کفارہ دینا پڑا تاکہ وہ منجی سے مل کر مغفرت حاصل کر لے۔

انسان کے فطری میلانات اور اس کے جنسی روابط کو گندگی' نجاست' رجس اور اس کے شعورِ ذات کو گناہ اور خطا قرار دے دیا گیا۔ اس نظریے کے پس پردہ رہبانیت اور رہبانیت کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ردِعمل کا ایک طویل سلسلہ تھا جو کسی طرح ختم ہونے میں نہ آتا تھا۔

اور جب فی الواقع ردِعمل شروع ہوا۔ اور یورپ نے کیہ[illegible]' کلیسائی تصورات اور تمام مذہبی مفاہیم سے بغاوت کر دی' تو اس انقلاب کے ساتھ ساتھ انسان کے بارے میں نقطہ نظر بھی بدل گیا اور انسانی عقل اس کا مرجع بن گئی۔

اٹھارہویں صدی کے نصف میں جب روشن دَور شروع ہوا تو عقل خدا بن گئی۔ ساری خارجی دنیا عقل کی کارستانیوں کا مظہر قرار پائی۔ اور اسے یہ حق مل گیا کہ زندگی کے تمام پہلوؤں پر حکمرانی کرے اور اسی کی رائے آخری اور قطعی سمجھی جائے۔ یہیں سے انسان کو پوری پوری آزادی مل گئی' اور کسی غیر انسان کی کوئی قدغن باقی نہ رہی۔ اسی روشن دور میں مذہب کو زندگی سے خارج کر دیا گیا۔

اس کے بعد ڈارون آیا۔ اس نے دو کتابیں ''اصل الانواع'' 1859ء اور ''اصلِ انسان'' 1871ء شائع کیں۔ اور انسان کی حیوانیت کا اعلان کردیا۔

مذہب نے انسان کو جو عزت' انفرادیت اور خصوصیت بخشی تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔ اور روشن دور میں فلسفہ نے جو ایجابیت' استقلال اور غلبہ عطا کیا تھا' وہ بھی ختم ہوگیا۔ اور انسان دوسرے تمام حیوانات کی طرح ایک حیوان بن گیا۔ رہ گیا جو غلبہ آج انسان کو حاصل ہے' سو وہ کسی وقت اپنے ارتقائی دور میں بلی اور چوہے کو بھی مل سکتا ہے جیسا کہ جولیان ہکسلے بتاتا ہے۔

رہی سہی کسر فرائڈ اور کارل مارکس نے پوری کردی۔ فرائڈ نے انسان کے تمام فطری محرکات کو جنس سے منسوب کرکے انسان کو جنس کی دلدل میں دھکیل دیا۔ اور مارکس نے تاریخ کے تمام تغیرات کو معاش کے گرد گھمادیا۔ اور انسان کو ایک کمزور و سلبی مخلوق بنا کر خداوند اقتصاد اور ذرائع پیداوار کے دیوتا کے سامنے سرنگوں کردیا۔

یورپ میں ''انسان کا تصور'' کبھی ایک مقام پر قائم نہیں رہا۔ اور نہ کبھی اس تصور میں اعتدال پیدا ہوا۔ جس کے نتیجہ میں زندگی کے نظام اور حالات انفرادی عمل اور معاشرے کی عام روش ہمیشہ ہی گمراہی اور اضطراب سے دوچار رہے۔ کیونکہ تصورِ انسان اور زندگی کے عمل واقعی کو جدا جدا نہیں کیا جاسکتا۔ فکر کی یہ بے راہ روی انسانی عمل سے متعلق نقطہ نظر میں بھی موجود تھی کہ فطری میلانات' صلاحیتوں اور استعداد کے بارے میں انسان کا رویہ کیا ہو۔ اور معاشرے کے وہ پسندیدہ اخلاق جو معاشرے کے افراد کے اعمال کو ایک خاص سانچے میں ڈھالتے ہیں' اس اخلاق کے ساتھ انسان کیا برتاؤ کرے۔

غرض یورپ ہمیشہ ہی افراط و تفریط میں مبتلا رہا۔ کبھی خواہشات کو کچلا گیا۔ اور کبھی بے راہ روی اختیار کی گئی۔ کبھی فطری میلانات اور طبعی قوتوں کو پامال کیا گیا۔ اور کبھی انہیں بے لگام چھوڑ دیا گیا۔ یورپ نے اپنی طویل تاریخ میں نہ کبھی راہِ اعتدال اپنائی اور نہ کسی وقت اس کے تصورات اور اس کی زندگی میں توازن پیدا ہوا۔

اہل روما کی عیش پسندی

ہم یورپ کی واقعی صورت حال رومی دور سے پیش کرتے ہیں۔ امریکی مصنف ڈاکٹر ڈریپر اپنی کتاب ''معرکہ مذہب و سائنس'' میں نصرانیت کے داخلہ سے پہلے کی رومی حکومت کا نقشہ کھینچتا ہے۔

جب جنگی قوت اور سیاسی اثر کے لحاظ سے سلطنت روما منتہائے ترقی پر فائز ہوگئی تو مذہبی اور عمرانی پہلو سے اس کی اخلاقی حالت فساد کے آخری درجہ کو پہنچ چکی تھی۔ اہل روما کی عیش پرستی اور عشرت پسندی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ ان کا اصول یہ تھا کہ انسان کو چاہیے کہ زندگی کو ایک سلسلۃ العیش بنادے۔ پاک بازی حظ نفس کے خوانِ نعمت پر بمنزلہ نمکدان ہے۔ اور اعتدال سلسلہ حظ نفس کی درازی کا محض ایک ذریعہ ہے۔ ان کے دسترخوان سونے چاندی کے پانی سے جن پر جواہرات کی پچی کاری ہوتی

تھی، جھلکتے ہوئے نظر آتے تھے۔ ان کے ملازم زرق برق پوشاکیں پہنے ان کی خدمت کے لیے کمربستہ کھڑے رہتے تھے۔ ماہر دیانِ روما جو عام طور پر عصمت کی طلائی زنجیر کی قید سے آزاد تھیں، ان کی مستی انگیز صحبتوں کا لطف دوبالا کرنے کے لیے محو ناز رہتی تھیں۔ عالی شان حماموں، دل کشا تماشا گاہوں اور جوش آفریں دنگلوں سے جن میں پہلوان کبھی ایک دوسرے سے اور کبھی وحشی درندوں سے اس وقت تک مصروف زور آزمائی رہتے تھے، جب تک کہ حریفوں میں سے ایک خاک وخون میں نہ سو جائے۔ اہل روما کے سامانِ تعیش پر مزید اضافہ ہوتا تھا۔ دنیا کے ان فاتحوں کو تجربے کے بعد یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ عبادت اور پرستش کے لائق اگر کوئی شے ہے تو وہ قوت ہے۔ اس لیے کہ اسی قوت کی بدولت تمام اس سرمایہ کا حاصل کرنا ممکن ہے جو تجارت ومحنت کی مسلسل جانکاہیوں اور عرق ریزیوں سے پیدا ہوا ہے۔ مال اور املاک کی ضبطی صوبہ جات کے محاصل کی تشخیص، زورِ بازو کی بدولت جنگ میں کامیاب ہونے کا نتیجہ ہے۔ اور فرمانروائے دولت روما اس زور وقوت کا نشان یا علامت ہے۔ غرض روما کے نظام تمدن میں جاہ وجلال کی ایک جھلک تو نظر آتی تھی۔ لیکن یہ جھلک اس نمائشی ملمع کی چمک کے مشابہ تھی جو یونانِ عہد قدیم کی تہذیب پر چڑھ گیا تھا۔'' (1)

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی اس دور کے رومی معاشرے کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اخلاق اور معاشرت کے بند جب اتنے ڈھیلے ہوگئے تو روم میں شہوانیت اور عریانی کے مظاہرے ہونے لگے۔ ننگی اور نہایت فحش تصویریں ہر گھر کی زینت کے لیے ضروری ہوگئیں۔ قحبہ گری کے کاروبار کو وہ فروغ نصیب کہ قیصر ٹائبیریس (14ء - 37ء) کے عہد میں معزز خاندانوں کی عورتوں کو پیشہ ور طوائف بننے سے روکنے کے لیے ایک قانون نافذ کرنے کی ضرورت پیش آگئی۔ فلورا (Flora) نامی ایک کھیل رومیوں میں نہایت مقبول ہوا، کیونکہ اس میں برہنہ عورتوں کی دوڑ ہوا کرتی تھی۔ عورتوں اور مردوں کے برسر عام یکجا غسل کرنے کا رواج بھی اس دور میں عام تھا۔ رومی لٹریچر میں فحش اور عریاں مضامین بے تکلف بیان کیے جاتے تھے اور عوام وخواص میں وہ ہی ادب مقبول ہوتا تھا جس میں استعارہ اور کنایہ تک کا پردہ نہ رکھا گیا ہو۔'' (2)

عیسائیت۔ رہبانیت

پھر پولیس کی تشکیل دی ہوئی عیسائیت رومی حکومت پر قابض ہوگئی اور 305ء میں کانسٹنٹائن تخت پر جلوہ فروز ہوگیا اور رومن سلطنت میں اسی کے نام کا سکہ چلنے لگا۔

اس دور کی تصویر ڈریپر ان الفاظ میں کھینچتا ہے:

فاتح اور کامیاب جماعت کے ساتھ جو کوئی شریک ہوا اسے بڑے بڑے عہدے ملنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دنیادار لوگ جنہیں مذہب کی ذرا بھی پرواہ نہ تھی عیسائیت کے سب سے زیادہ جوشیلے حامی ہوگئے۔ چونکہ وہ بظاہر عیسائی اور باطن میں مشرک و بت پرست تھے۔ لہٰذا ان کے اثر کی وجہ سے

عیسائیت میں بت پرستی و شرک کے عناصر کی آمیزش شروع ہوگئی۔قسطنطین نے کہ وہ بھی انہی کا ہم مشرب تھا' کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کیا جس سے ان کے اس منافقانہ طرزِ عمل کا سدباب ہو۔قسطنطین کی ساری عمر سیاہ کاریوں میں گزری اور کہیں آخری وقت (337ء) میں جاکر اس نے ان مذہبی مراسم کی پابندی کی جن پر عمل کرنے کی کلیسا ہدایت کرتا ہے۔''

''اگرچہ عیسائی جماعت اس قدر قوی ہوچکی تھی کہ جس شخص کو اس نے اپنے گون کا سمجھا' اسے تخت پر بٹھادیا۔لیکن یہ قدرت اسے پھر بھی حاصل نہ ہوئی تھی کہ اپنے حریف یعنی بت پرستی کا استیصال کرسکے۔ دونوں کی باہمی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے اصول شیر وشکر ہوگئے' اور ایک نیا مذہب پیدا ہوگیا' جس میں بت پرستی اور عیسائیت پہلو بہ پہلو جلوہ گر تھیں۔عیسائیت اور اسلام میں اس بارے میں یہ بڑا فرق ہے کہ اسلام نے اپنے مدمقابل کو مطلق نیست و نابود کردیا اور اپنے عقائد کو بلاکسی آمیزش کے شائع کیا۔

اس شہنشاہ کو جو محض دنیا کا بندہ تھا' اور جس کے مذہبی اعتقادات خس سے بھی کم وقعت رکھتے تھے' اپنا ذاتی فائدہ' سلطنت کی بہبودی اور دونوں مخالف جماعتوں یعنی عیسائیوں اور بت پرستوں کی بھلائی اس میں نظر آئی کہ جہاں تک ہوسکے ان میں یگانگت اور ارتباط پیدا کیا جائے۔ اور تو اور' راسخ الاعتقاد عیسائیوں کو اس حکمت عملی سے چنداں اختلاف نہ تھا اس لیے کہ شاید یہ سمجھتے تھے کہ نئی تعلیم کی شاخ میں اگر پرانے عقائد کا پیوند لگا دیا گیا تو مذہب جدید کو بہت جلد ترقی ہو جائے گی۔ اور آخر کار نجاستوں کی آمیزش سے پاک ہوکر سچا مذہب باقی رہ جائے گا۔(3)

یہ بت پرستانہ عیسائیت' رومیوں کو اس حیوانی زندگی سے تو نہ نکال سکی جو وہ دورِ بت پرستی سے گزارتے آرہے تھے' البتہ اس کی دوسری انتہا رہبانیت کو اختیار کرلیا' جس نے فطری میلانات' طبعی قوتوں اور تعمیر و خلافت کے انسان کے اساسی کردار کو ختم کرکے رکھ دیا۔ اس رہبانیت سے یہ تو نہ ہوسکا کہ انسانی وجود کی گہرائیوں میں اتری ہوئی زبردست قوتوں کو بالکل ختم کردیتی۔ البتہ اس نے زندگی کو محرکات اور ضوابط کی کشاکش میں مبتلا کردیا۔اور انسانی ضمیر ایک الم انگیز کشمکش اور اجتماعی اور عمرانی زندگی تباہی سے ہمکنار ہوگئی۔

لیکی اپنی کتاب ''تاریخ اخلاقِ یورپ'' میں بیان کرتا ہے:

''راہبوں اور زاہدوں کی مجموعی تعداد مورخین کے اختلاف بیان کی وجہ سے قطعی طور پر نہیں بتائی جاسکتی۔تاہم ان کی کثرت اور رہبانیت کی اشاعت و مقبولیت کا اندازہ اعدادِ ذیل سے ہوسکتا ہے۔ سینٹ جروم کے زمانے میں ایسٹر کی تقریب پر تقریباً پچاس ہزار راہبوں کا مجمع ہوتا تھا۔ چوتھی صدی میں صرف ایک راہب کی ماتحتی میں پانچ ہزار راہب تھے۔ سینٹ سیراپین کی ماتحتی میں دس ہزار راہب تھے۔ اور چوتھی صدی کے خاتمے پر تو یہ حالت ہوگئی تھی کہ جتنی خود مصر کے شہریوں کی آبادی تھی تقریباً اسی قدر ان زاہدوں اور راہبوں کی تھی۔''

لیکی نے راہبوں کی حالت بیان کی ہے۔ اور ان کے انسانی فطرت سے دور ہونے اور زندگی سے فرار میں مبالغہ اور فطرت کے مقابلہ کی تفصیل بتائی ہے۔ اس کا کچھ خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

''دو چار سال نہیں کوئی پورے دو سو سال تک جسم کشی منتہائے اخلاق سمجھی جاتی رہی۔ مورخین نے اس کی لرزہ خیز مثالیں پیش کی ہیں۔ سینٹ میکرویوس اسکندروی کی بابت مشہور ہے کہ وہ چھ ماہ تک برابر ایک دلدل میں سویا کیے' تاکہ ان کے برہنہ جسم کو زہریلی مکھیاں ڈسیں' نیز یہ کہ یہ ہمیشہ ایک من لوہے کا وزن اپنے اوپر لادے رہتے تھے۔ ان کے مرید سینٹ یوسیبکس تقریباً دو من لوہے کا وزن لادے رہتے تھے۔ اور تین سال تک ایک خشک کنوئیں کے اندر مقیم رہے۔ ایک مشہور راہب یوحنا کے متعلق منقول ہے کہ وہ مسلسل تین سال تک کھڑے ہوئے عبادت کرتے رہے اس مدت میں ایک لمحے کے لیے بھی بیٹھے نہ لیٹے۔ جب بہت تھک جاتے تو چٹان پر اپنے جسم کو سہارا دے لیتے۔ بعض زاہد لباس کسی قسم کا نہیں استعمال کرتے تھے۔ ستر پوشی کا کام اپنے جسم کے بڑے بالوں سے لیتے تھے اور چوپایوں کی طرح ہاتھ پیروں کے بل چلتے تھے۔ راہبوں کے مسکن علی العموم اس وقت مکانات نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ وحشی درندوں کے غار' خشک کنویں یا قبرستان ہوتے تھے۔ اہل زُہد کا ایک طائفہ صرف گھاس کھاتا تھا۔ جسم کی طہارت روح کی پاکیزگی کے منافی سمجھی جاتی تھی اور جو زاہد مرتبہ زُہد میں جتنی زیادہ ترقی کرتے جاتے تھے اسی قدر وہ مجسمۂ عفونت و غلاظت ہوتے۔ سینٹ اتھینس نہایت فخر سے بیان کرتا ہے کہ سینٹ اینٹونی بایں کبرسنی کبھی مدت العمر اپنے پیر دھونے کے عصیاں کا مرتکب نہیں ہوا۔

سینٹ ابراہام نے اپنی پنجاہ سالہ عیسائی زندگی میں اپنے چہرے یا پیر پر پانی کی چھینٹ نہ پڑنے دی۔ راہب الگزینڈر بڑے تاسف اور تحیر سے فرماتے ہیں کہ وہ ایک زمانہ تھا جب ہمارے اسلاف منہ دھونا حرام جانتے تھے اور ایک ہم لوگ ہیں جو حمام جایا کرتے ہیں۔ راہب معلموں کا بھیس بدلے ہوئے پھرتے تھے' اور بچوں کو پھسلا پھسلا کر اپنے حلقے میں شامل کرتے تھے۔ والدین کا اپنی اولاد پر کوئی اختیار نہیں رہ گیا تھا۔ جو اولاد انہیں چھوڑ کر تارک الدنیا ہو جاتی تھی' اس کے نام پر پبلک میں ہر طرف واہ واہ ہوتی تھی۔ پہلے جو اثر و اقتدار بزرگ خاندان یا والد کو حاصل ہوتا تھا۔ وہ اب پادریوں اور راہبوں کی طرف منتقل ہوگیا۔ پادری رہبانیت کے لیے لڑکوں کا اغوا کرتے تھے۔ سینٹ ایمبروز میں اس قسم کے اغوا کی قوت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اسے دیکھ کر مائیں اپنے اپنے بچوں کو گھروں کے اندر بند کر دیتی تھیں۔ تحریک رہبانیت کا اخلاقی نتیجہ یہ ہوا کہ جتنے کمالات مردانگی و جوانمردی سے متعلق ہیں وہ سب یکسر معیوب قرار پا گئے۔ مثلاً زندہ دلی' خوش طبعی' صاف گوئی' فیاضی' شجاعت' جرأت کہ عابدانِ مرتاض کبھی ان کے قریب بھی ہو کر نہیں گزرے تھے۔ دوسرا اہم نتیجہ رہبانی طرزِ معاشیات کا یہ ہوا کہ خانگی زندگی کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں اور دلوں سے اعزاء کا احترام و ادب کافور ہوگیا۔ اس زمانے میں ماں باپ کے ساتھ احسان فراموشی اور اعزاء کے ساتھ قساوتِ قلبی کی جس کثرت سے نظیریں ملتی ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہ زاہدانِ صحرا اور عابدانِ مرتاض اپنی ماؤں کی دل شکنی کرتے تھے۔ بیویوں کے

حقوق کی پامالی کرتے تھے۔ اور اپنی اولاد کو یہ دغا دیتے تھے کہ انہیں بے والی وارث محض دوسروں کے ٹکڑوں پر چھوڑ دیتے تھے۔ ان کا مقصود زندگی تمام تر یہ ہوتا تھا کہ خود انہیں نجاتِ اُخروی حاصل ہو۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ ان کے متعلقین ومتوسلین جئیں یا مریں۔

لیکی نے اس سلسلہ میں جو واقعات لکھے ہیں انہیں پڑھ کر آج بھی آنسو نکل آتے ہیں۔

اب دیکھیئے اس فطرت دشمنی اور میلانات اور فطری صلاحیتوں کے انسانی وجود سے اکھاڑ پھینکنے کے کیا نتائج سامنے آئے؟

یہ سرکش انحراف کامیاب نہیں ہوا' بلکہ فطرت ہی غالب آ کر رہی۔ اور یہ انتہا پسند رہبانیت رومیوں کی مادیت کے غلو اور ان کی بہیمانہ خواہشات پرستی میں کچھ اعتدال وتخفیف پیدا نہ کرسکی' بلکہ دونوں کے فساد نے مل کر ساری زندگی کو تباہ و برباد کرڈالا۔

لیکی عیسائی دنیا کے اخلاقی انحطاط کی تصویر ان الفاظ میں کھینچتا ہے۔

''اخلاقی رکاکت وپستی حد درجہ سرایت کرگئی تھی۔ دربار کی عیش پرستیاں' ارکانِ دربار کی غلام طینتی اور ملبوسات وزیورات کی تزئین وآرائش اپنے شباب پر تھی۔ دنیا اس وقت انتہائی رہبانیت اور انتہائی بدکاری کے تھپیڑوں کے درمیان جھونکے کھا رہی تھی۔ بلکہ بعض شہر جن میں سب سے زیادہ کثیر التعداد زہاد وراہبین پیدا ہوئے' وہ وہی تھے جن میں عیش پرستی اور بدچلنی کی سب سے زیادہ گرم بازاری تھی۔ غرض بدکاری اور توہم پرستی کا ایسا اجتماع ہوگیا تھا' جو انسان کی شرافت وعظمت کا قطعی دشمن ہے۔ رائے جمہور اس قدر ضعیف ہوگئی تھی کہ لوگوں کو بدنامی اور رسوائی کا مطلق خوف باقی نہیں رہا تھا۔ البتہ ضمیر کو مذہب کا دھڑکا ہوسکتا تھا لیکن اسے بھی اس اعتقاد نے مٹا دیا تھا کہ دعاؤں وغیرہ کے ذریعہ سے سارے گناہ معاف ہوسکتے ہیں۔ مکاری' دغابازی' دروغ گوئی کی وہ گرم بازاری تھی' جو قیاصرہ کے زمانے میں بھی نہ تھی۔ البتہ ظلم وتشدد شقاوت وبے حیائی اتنی نہ تھی لیکن اس کے ساتھ حریت فکر آزاد خیالی وجوشِ قومیت میں بھی کمی تھی۔'' (5)

اس وقت تو یورپ پر قیامت ہی ٹوٹ پڑی' جب کلیسا نے اپنی غلط علمی آراء خرافات اور دیو مالا کو عقیدہ کا جز قرار دیا۔ اور اس خرافات سے کلیسا نے اس تجربی سکول کا مقابلہ کیا جو اسلامی درسگاہوں سے شائقین یورپ تک پہنچا تھا۔ اور ان علمی نتائج کے مدمقابل بن گیا جو اس تجربی سکول سے حاصل ہوئے تھے۔ اور علمائے یورپ جن تک رسائی حاصل کرچکے تھے۔ کلیسا نے سائنس دانوں کو زندہ آگ میں جلایا اور ان کے طریق کار اور ان کے تجربات کے نتائج تسلیم کرنے سے انکار کردیا۔

یہی قیامت تھی جو یورپ پر ٹوٹی' اور جس کے نتیجہ میں سائنس دان اور ان کے ساتھ سارا یورپ کلیسا کا دشمن ہوگیا اور دشمنی وعداوت حد اعتدال سے گزر گئی۔

اس وقت کے نظریات اور مسائل کے ساتھ ساتھ انسان کی تذلیل وتحقیر کا جذبہ بھی کارفرما رہا اور اسی جذبہ کے زیر اثر خسیس ترین شہوتوں کو بھی بغیر کسی حد اور بغیر کسی قید کے مباح قرار دے دیا گیا۔

یہ سیلاب تا حال سرکش لہریں لیتا چلا آ رہا ہے۔ یہ سیلاب' جو ابتدا میں یورپ سے یورپ نژاد امریکہ پہنچا اور وہاں سے تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ اور اب تک تباہیاں پھیلا رہا ہے۔

صحافت' سینما' ڈرامہ' ادب' مصوری' سنگ تراشی اور دیگر فنون اس طوفانِ بے حیائی میں مزید صور پھونک رہے ہیں۔ اور ان سب کے پس پردہ اصل محرک حکمائے صیہون کا لائحہ عمل'' (پرڈوکل) ہے جو بتاتا ہے کہ فی الحقیقت صیہونیت کا مقصد ہی یہ ہے کہ غیر یہودی دنیا کو اباحیت کا شکار بنا کر تباہ کر دیا جائے تا کہ ان کو صیہونی اقتدار کے سامنے سرنگوں کرنا آسان ہو۔

عورت کا مقام رومی تہذیب میں

تہذیب و تمدن کی ترقی کے ساتھ ساتھ اہل روم کا نظریہ عورت کے بارے میں بدلتا چلا گیا اور رفتہ رفتہ نکاح و طلاق کے قوانین اور خاندانی نظام کی ترکیب میں اتنا تغیر رونما ہوا کہ صورتِ حال سابق حالات کے بالکل برعکس ہوگئی۔ نکاح محض ایک قانونی معاہدہ (Civil Contract) بن کر رہ گیا' جس کا قیام و بقا فریقین کی رضامندی پر منحصر تھا۔ ازدواجی تعلق کی ذمہ داریوں کو بہت ہلکا سمجھا جانے لگا۔ عورت کو وراثت اور ملکیت مال کے پورے حقوق دے دیئے گئے اور قانون نے اسے باپ اور شوہر کے اقتدار سے بالکل آزاد کر دیا۔ رومی عورتیں معاشی حیثیت سے نہ صرف خود مختار ہوگئیں' بلکہ قومی دولت کا ایک بڑا حصہ بتدریج ان کے حیطۂ اختیار میں چلا گیا۔ وہ اپنے شوہروں کو بھاری شرح سود پر قرض دیتی تھیں۔ اور مالدار عورتوں کے شوہر عملاً ان کے غلام بن کر رہ جاتے تھے۔ طلاق کی آسانیاں اس قدر بڑھیں کہ بات بات پر ازدواج کا رشتہ توڑا جانے لگا۔ مشہور رومی فلسفی و مدبر سینکا (4 ق م۔ 56ء) سختی کے ساتھ رومیوں کی کثرتِ طلاق پر ماتم کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ''اب روم میں طلاق کوئی بڑی شرم کے قابل چیز نہیں رہی۔ عورتیں اپنی عمر کا حساب شوہروں کی تعداد سے لگاتی ہیں۔'' اس دور میں عورت یکے بعد دیگرے کئی کئی شادیاں کرتی جاتی تھی۔ مارشل (43ء۔ 104ء) ایک عورت کا ذکر کرتا ہے جو دس خاوند کر چکی تھی۔ جو دینل (60ء۔ 130ء) ایک عورت کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے پانچ سال میں آٹھ شوہر بدلے۔ سینٹ جروم (340ء۔ 420ء) ان سب سے زیادہ ایک باکمال عورت کا حال لکھتا ہے جس نے آخری بار تیسواں شوہر کیا تھا۔ اور اپنے شوہر کی بھی وہ اکیسویں بیوی تھی۔

اس دور میں عورت اور مرد کے غیر نکاحی تعلق کو معیوب سمجھنے کا خیال بھی دلوں سے نکلتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے معلمین اخلاق بھی زنا کو ایک معمولی چیز سمجھنے لگے۔ کاٹو (Cato) جس کو 184ء ق م میں روم کا محتسب اخلاق مقرر کیا گیا تھا۔ صریح طور پر جوانی کی آوارگی کو حق بجانب ٹھہراتا ہے۔ سسرو (Cisro) جیسا شخص نوجوانوں کے لیے اخلاق کے بند ڈھیلے کرنے کی سفارش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ ایپکٹیٹس (Epictetus) جو فلاسفہ رواقیین (Stoics) میں بہت ہی سخت اخلاقی اصول رکھنے والا سمجھا جاتا تھا' اپنے شاگردوں کو ہدایت کرتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے شادی سے پہلے عورت کی صحبت سے

اجتناب کرو مگر جو اس معاملہ میں ضبط نہ رکھ سکیں انہیں ملامت بھی نہ کرو۔" (6)

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومی معاشرے کے بندھن ڈھیلے ہوگئے اور وہ تباہی سے دوچار ہوگیا اور بالآخر رومی سلطنت کا سقوط ہوگیا۔

عورت کے بارے میں انتہا پسندانہ نقطہ نظر

یا تو مندرجہ بالا اباحیت مطلقہ اور بے قید شہوانیت اور صرف حصولِ لذت کے لیے بے مقصد صنفی ملاپ تھا۔ یا کلیسا یورپ کو دوسری انتہا تک لے گیا۔ اب اس کی جگہ رہبانیت اور عورت سے فرار نے لے لی۔ اور عورت کو ذلیل اور کمتر تصور کرلیا گیا۔

ہم پہلے ہی مغربی معاشرے میں رہبانیت اور کلیسائی اقتدار اور اس سے رونما ہونے والے اضطراب اور بے راہ روی کو بیان کرچکے ہیں' جس سے چھٹکارا پا کر یورپ جاہلیت جدیدہ کی وادیوں . بھٹک کر رہ گیا۔

اب ہم کلیسائی تصور کے زیر سایہ پھیلنے والے اس نظریہ کو بیان کرتے ہیں جو عورت اور صنفی تعلق کے بارے میں اس وقت یورپ نے اپنایا ہوا تھا۔

ان کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔ تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے۔ اس کا عورت ہونا ہی اس کا شرمناک ہونے کے لیے کافی ہے۔ اس کو اپنے حسن اور جمال پر شرمانا چاہیے' کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اس کو دائما کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر لعنت اور مصیبت لائی ہے۔

ترتولیان (Tertullian) جو ابتدائی دور کے ائمہ عیسائیت میں سے تھا' عورت کے متعلق عیسائی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے۔ وہ شجر ممنوع کی طرف لے جانے والی' خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تصویر مرد کو غارت کرنے والی ہے۔"

کرائی سوسٹم (Crysostum) جو عیسائیت کے اولیائے کبار میں شمار ہوتا ہے' عورت کے حق میں کہتا ہے:

"ایک ناگزیر برائی' ایک پیدائشی وسوسہ' ایک مرغوب آفت' ایک خانگی خطرہ' ایک غارت گر دلربائی' ایک آراستہ مصیبت۔"

ان کا دوسرا نظریہ یہ تھا کہ عورت اور مرد کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور قابل اعتراض چیز ہے' خواہ وہ نکاح کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔ اخلاق کا یہ راہبانہ تصور پہلے سے اخلاقی

فلسفہ (Neo-Platonism) کے زیر اثر مغرب میں جڑ پکڑ رہا تھا۔ عیسائیت نے آ کر اسے حد کو پہنچا دیا۔ اب تجرد اور دوشیزگی معیارِ اخلاق قرار پائی اور تاہل کی زندگی اخلاقی اعتبار سے پست اور ذلیل سمجھی جانے لگی۔ لوگ ازدواج سے پرہیز کرنے کو تقویٰ' تقدس اور بلندیٔ اخلاق کی علامت سمجھنے لگے۔ پاک مذہبی زندگی بسر کرنے کے لیے یہ ضروری ہو گیا کہ یا تو آدمی نکاح ہی نہ کرے اور اگر نکاح کر لیا ہو تو میاں اور بیوی ایک دوسرے زن و شوہر کا تعلق نہ رکھیں۔ متعدد مذہبی مجلسوں میں یہ قوانین مقرر کیے گئے کہ چرچ کے عہدیدار تخلیہ میں اپنی بیویوں سے نہ ملیں۔ میاں اور بیوی کی ملاقات کھلی جگہ میں ہو اور کم از کم دو غیر آدمی موجود ہوں۔ ازدواجی تعلق کے نجس ہونے کا تخیل طرح طرح سے عیسائیوں کے دل میں بٹھایا جاتا تھا۔ مثلاً ایک قاعدہ یہ تھا کہ جس روز چرچ کا کوئی تہوار ہو اس سے پہلے کی رات جس میاں بیوی نے یکجا گزاری ہو وہ تہوار میں شریک نہیں ہو سکتے۔ گویا انہوں نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے' جس سے آلودہ ہونے کے بعد وہ کسی مقدس مذہبی کام میں حصہ لینے کے قابل نہیں رہے۔ اس راہبانہ تصور نے تمام خاندانی علائق حتیٰ کہ ماں اور بیٹے تک کے تعلق میں تلخی پیدا کر دی۔ اور وہ رشتہ گندگی اور گناہ بن کر رہ گیا جو نکاح کا نتیجہ ہو۔

ان دونوں نظریات نے نہ صرف اخلاق اور معاشرت میں عورت کی حیثیت حد سے زیادہ گرا دی' بلکہ تمدنی قوانین کو بھی اس درجہ متاثر کیا کہ ایک طرف ازدواجی زندگی مردوں اور عورتوں کے لیے مصیبت بن کر رہ گئی اور دوسری طرف سوسائٹی میں عورت کا مرتبہ ہر حیثیت سے پست ہو گیا۔" (7)

جدید مغربی تصور۔ اباحیت مطلقہ

پھر یورپ نے کلیسا اور کلیسا کے عقائد سے گردن چھڑا لی۔ لوگ اللہ سے اور مذہب سے بیزار ہو گئے' اور ہر اس شے سے بیزار ہو گئے جس کا کوئی صحیح یا غلط تعلق اللہ سے یا مذہب سے ہو۔

انیسویں صدی میں ڈارون' فرائڈ اور مارکس نے اپنی تمام تر توجہات اس امر پر مرکوز کر دیں کہ انسان کی تحقیر کی جائے۔ چنانچہ ڈارون نے انسان کو حیوانِ مطلق بتایا۔ فرائڈ نے اسے جنس کی گندگیوں میں دھکیلا' اور کارل مارکس نے انسان کو مادہ اور اقتصادی عوامل کے سامنے سرنگوں کر دیا۔

ان توجیہات نے نہ صرف تصورِ انسان پر اثر ڈالا' بلکہ عورت اور صنفی تعلقات کے بارے میں صحیح تعلقات کو بھی ملیامیٹ کر دیا۔ اخلاق کی بنیادیں متزلزل کر دیں اور مرد و زن کو شہوت رانی اور لذت پرستی کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔ حتیٰ کہ اس لذت پرستی میں تحفظِ نوع کا حیوانی مقصد بھی مدنظر نہ رکھا۔ بلکہ یورپ اور امریکہ کے لوگ اسے آزادانہ اختلاط کی راہ میں رکاوٹ سمجھنے لگے' اور اس سے رونما ہونے والی ذمہ داریاں عورت اور مرد دونوں کے لیے بوجھ بن کر رہ گئیں۔ جنسی ملاپ کے نتائج سے ضبطِ تولید' اسقاطِ حمل اور قتلِ اولاد کے ذریعے نجات حاصل کرنا صنفین کا اصل مقصد بن گیا۔

یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ جب یورپ کلیسا اور کلیسائی تصورات سے چھٹکارا پا چکا' اللہ اور اللہ

کے مقرر کردہ ضابطہ حیات سے آزاد ہوگیا۔ اور صنفی تعلقات میں جنسی لذتِ انسانی مقاصد اور حیوانی مقاصد سے علیحدہ ہوگئی' تو نظریہ عورت میں کیا تغیرات واقع ہوئے۔

امریکہ کی اجتماعی زندگی کے بارے میں گفتگو کے دوران مجھ سے ''ادارۂ معلمین'' (گریلی کولوراڈو) کی ایک خاتون نے کہا

''صنعتی تعلقات کا مسئلہ صرف حیاتی مسئلہ ہے' مگر تم مشرقی لوگ اخلاق کو گھسا کر اس آسان سے مسئلہ کو پیچیدہ بنا دیتے ہو۔ چونکہ جانور اپنے جنسی ملاپ میں اخلاق کو مدنظر نہیں رکھتے اس لیے ان کی زندگی آسان' سادہ اور آرام دہ ہے۔''

واشنگٹن کے ''ویلسن ادارہ معلمین'' میں غیر ملکیوں کو انگلش سکھانے والے شعبہ کی ایک خاتون استاد نے لاطینی امریکہ کے طلباء کو امریکی روایات کے بارے میں ایک لیکچر دیا' جس کے اختتام پر گوئٹے مالا کے ایک طالب علم نے کہا۔ ''میں نے دیکھا ہے کہ چودہ سال کی لڑکیاں اور پندرہ سال کے لڑکے مکمل جنسی تعلقات قائم کرتے ہیں' یہ چیز بڑی قبل از وقت ہے۔'' اس پر خاتون استاد نے انتہائی پُر جوش ہو کر جواب دیا۔ ''ہماری زندگیاں انتہائی مختصر ہیں۔ اور ہم چودہ سال سے زیادہ وقت ضائع نہیں کر سکتے۔''(8)

سینکڑوں مثالوں میں سے میں نے دو مثالیں اس لیے منتخب کی ہیں کہ یہ اساتذہ سے متعلق ہیں۔ اور ایک استاذ بہ نسبت کسی دوسرے شخص کے زیادہ دُور رس اثرات کا حامل ہوتا ہے۔''

اس اباحیت کی بناء پر اب طبعی اور جائز طریقوں سے جنسی بھوک نہیں مٹتی۔ اس لیے لڑکے اور لڑکیوں میں صنف مقابل کو اپنی طرف مائل کرنے کے لیے جنسی تلذذ بڑھتا جا رہا ہے۔ عورتوں اور مردوں کے جنسی رویہ کے بارے میں کنزی کی رپورٹ بڑے دقیق اور عجیب اعداد و شمار کی حامل ہے۔

میں واشنگٹن کے ہوٹلوں کے بارے میں اپنا ذاتی مشاہدہ پیش کرتا ہوں' جس حد تک ادب و حیاء مجھے اجازت دیں۔

ولایات متحدہ امریکہ پہنچنے کے دو دن بعد میں اپنے مصری ساتھی کے ساتھ ایک ہوٹل میں جا کر ٹھہرا۔ ہوٹل کا ایک سیاہ فام ملازم ہم سے مانوس ہوگیا' کیونکہ ہم رنگ دار بھی تھے اور ہمارا برتاؤ بھی اس کے لیے تحقیر آمیز نہ تھا۔ چنانچہ اس نے مختلف دلچسپیوں اور سحر خانہ لطف اندوزیوں کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ اور بتانے لگا بعض کمروں میں اکثر نوجوان جوڑے ہوتے ہیں جو مجھ سے کوکا کولا منگاتے ہیں۔ اور جب میں لے کر جاتا ہوں تو وہ جس حالت میں ہوتے ہیں اسی میں رہتے ہیں اور کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ہم نے تعجب سے پوچھا: ''کیا وہ شرماتے نہیں ہیں؟''

تو اس نے جواب بڑے تعجب سے دیا۔ ''کیوں؟ وہ اپنی خواہشات کو تسکین پہنچا رہے ہیں۔ اور لطف اندوز ہو رہے ہیں۔''

بہر کیف بہت سے مشاہدات کے بعد مجھے یہ اندازہ ہوا کہ امریکی معاشرہ اس امر کو برا نہیں سمجھتا کہ جس طرح انسان چاہے اپنی خواہشات کی تکمیل کر لے اور اگر جبر نہیں ہے تو جرم بھی نہیں ہے خواہ قانون کی کتابوں میں اسے جرم ہی گردانا گیا ہو۔"

یورپ اور شمالی یورپ کی حالت بھی امریکہ سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔

موسیٰ صبری اسٹاک ہوم سے اخبار الیوم کے ایک فیچر میں لکھتے ہیں:

مجھے ایک سویڈش یونیورسٹی کے استاذ نے بتایا کہ:

"ہم اپنے لڑکے اور لڑکیوں کو کم عمری ہی میں جب وہ ثانوی اسکولوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں انہیں واضح طور پر جنسی تعلیم دیتے ہیں۔ اس لیے ہمارے یہاں کوئی جنسی مشکل نہیں ہے۔ لذتِ جنس بھی لذتِ طعام اور لذتِ خوش پوشی کی طرح ایک لذت ہے۔ مرد و زن میں شادی سے قبل ہی صنفی تعلق قائم ہو جانا' ایک عادی اور طبعی امر ہے جو شے نوجوان لڑکے کے لیے جائز ہو سکتی ہے وہ نوجوان لڑکیوں کے لیے بھی جائز ہو سکتی ہے۔"

مختصر یہ کہ سویڈن میں آزادی محبت کا مطلب یہ ہے کہ جنس کی پکار پیٹ اور عقل کی پکار کی طرح فطری ہے۔ اس لیے اسے دبا کر رکھنے اور چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اب ان کے معاشرے میں مرد و زن کے صنفی مسئلہ میں یہ مجرد نظریہ رائج ہو چکا ہے۔ میں ایک چمکیلی صبح میں "اس کانس" پارک میں تفریح کے لیے گیا تو وہاں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ لڑکے اور لڑکیوں کے لیے ایک مشترکہ تالاب نہانے کے لیے بنا ہوا ہے اور آٹھ سے گیارہ سال عمر تک کے لڑکے اور لڑکیاں اس میں مادر زاد برہنہ نہا رہے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ بڑے مرد و عورت بھی مکمل برہنگی کی حالت میں پانی میں اتر رہے ہیں اور ساحل پر اٹھکیلیاں کر رہے ہیں۔ اگرچہ موسم گرما میں اس طرح نہیں ہوتا بلکہ کچھ لوگ لباسِ غسل بھی پہن لیتے ہیں۔ مگر پانی میں برہنہ ٹولی کا اتر جانا کوئی قابل توجہ امر نہیں ہے اور نہ یہ منظر دیکھ کر کوئی پیشانی شکن آلود ہوتی ہے۔

رہ گیا اس سوال کا جواب کہ اگر غیر شادی شدہ لڑکی ماں بن جائے تو کیا کرتی ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ یا تو اسقاط کرا لیتی ہے' نہیں تو پیدائش سے لے کر سولہ سال کی عمر تک اس بچے کی پرورش تربیت اور تعلیم کی ذمہ دار حکومت ہے۔ رجسٹروں میں اس بچہ کا نام ماں کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ اور اگر باپ اعتراف کرے تو اس کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ معاشرے میں حرامی بچوں اور غیر شادی شدہ ماؤں کو عزت اور احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

30 فیصد شادیاں حالات کے دباؤ کے ماتحت اس وقت ہوتی ہیں جب لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے۔ ظاہر ہے ضرورتاً کی گئی شادی باقی رہنا مشکل ہے۔ طلاق پر آمادہ کرنے کے لیے سویڈش قانون بھی خاصا کچھ محرک ہے۔ کیونکہ ان کے یہاں اس سلسلہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اگر زن و شو طلاق کے خواہش مند ہیں' تو یہ کام بہت آسان ہے۔ اگر کوئی ایک طلاق کا مطالبہ کرے اور معمولی سے معمولی سبب

بھی بتا دے تو بھی طلاق ہو جائے گی۔

سویڈن میں اگر آزادیِ محبت ہے تو ایک آزادی اور بھی ہے جس سے وہاں کے لوگ خوب متمتع ہوتے ہیں۔ اور وہ ہے اللہ پر عدم ایمان کی آزادی۔ کلیسائی اقتدار سے آزادی کی تحریکات پورے سویڈن پر چھائی ہوئی ہیں' بلکہ یہی صورت حال ناروے اور ڈنمارک میں بھی ہے۔ اساتذہ اس آزادی کی نگہبانی کر رہے ہیں اور آنے والی نسلوں کی عقل میں آزادی کی خوبو رچا بسا رہے ہیں۔ کلیسا ہر جگہ موجود ہیں مگر ان کی حیثیت عجائب خانوں سے زیادہ نہیں ہے۔ حکومت کلیسا کے اخراجات برداشت کرتی اور پادریوں کو وظیفے دیتی ہے۔ مگر کلیسا اتوار کے روز صرف چند گھنٹے کے لیے کھلتے ہیں۔ اور بڑے بوڑھے' دادے پردادے ہی ادھر کا رخ کرتے ہیں۔ اور لطف کی بات یہ ہے کہ انہوں نے بھی ہفتہ میں صرف تین گھنٹے کلیسا کے لیے متعین کیے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ چھٹی' جہاں تک اس فکر کا تعلق ہے کہ مذہب تمام انسانی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے' سو وہ اس پر یقین نہیں رکھتے۔

مذہب پر عدم ایمان بھی سویڈن اور سکینڈے نیویا کے ممالک کی نسل جدید کے لیے ایک خطرہ ہے' کیونکہ عدم ایمان انہیں انحراف کی طرف لے جا رہا ہے۔ اور مخدرات اور شراب کا رسیا بنا رہا ہے۔

جن خاندانوں کے بچوں کے باپ پکے شرابی ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً 75 ہزار ہے۔ یعنی تمام خاندانوں کے دس فیصد بچے شرابیوں کی اولاد ہیں۔ نوجوانوں کی شراب نوشی کی رفتار بھی بڑھ رہی ہے۔ 15 سے 17 سال تک کی عمر کے جن نوجوانوں کو سویڈش پولیس نے نشہ کی حالت میں گرفتار کیا ہے۔ ان کی تعداد اس تعداد سے تین گنا زیادہ ہے جو نشہ ہی کے سبب سے پولیس نے 15 سالوں میں گرفتار کیے ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں شراب نوشی کی عادت بد سے بدترین صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ اور اس کا نتیجہ بڑا ہولناک ہے۔ یعنی سویڈن میں جو لڑکے بالغ ہوتے ہیں ان کا دسواں حصہ عقلی اضطراب اور جسمانی امراض کا شکار ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ "عدم ایمان کی آزادی" ان انحرافات میں اضافہ کر رہی ہے۔ خاندانی بندھنوں کو ختم کر رہی ہے اور قوم کو نسل کے خاتمہ کی طرف لے جا رہی ہے۔

مجھ سے ناروے کے ایک صحافی نے کہا کہ سکینڈے نیویا کے نوجوانوں کا مستقبل عدم ایمان گڑھے میں گر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کی حکومت اس خطرے کے تدارک کے لیے کیا کر رہی ہے؟ اس نے متاسف لہجہ میں جواب دیا۔ "ہماری حکومت خود لادین ہے۔"

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ اپنی کتاب "اسلام اور ضبط ولادت" میں لکھتے ہیں:

"عورتوں کو خدا کے خوف کے علاوہ دو چیزیں اخلاق کے بلند معیار پر قائم رکھتی ہیں۔ ایک ان کی فطری حیا۔ دوسرے یہ خوف کہ حرامی بچہ کی پیدائش ان کو سوسائٹی میں ذلیل کر دے گی۔ ان میں سے پہلی روک کو تو جدید تہذیب نے بڑی حد تک دور کر دیا۔ رقص و سرود' نائٹ کلبس اور شراب نوشی کی محفلوں میں مردوں کے ساتھ آزادانہ شرکت کے بعد حیا کہاں باقی رہ سکتی ہے۔ رہا حرامی اولاد کی پیدائش کا خوف تو ضبط ولادت کے رواج عام نے اس کو بھی باقی نہ رکھا۔ اب عورتوں اور مردوں کو زنا کا عام لائسنس مل گیا

ہے اور زنا کی کثرت کے ساتھ امراضِ خبیثہ کا ہونا ضروری ہے۔

انگلستان کا حال یہ ہے کہ ہر سال وہاں 80 ہزار سے زیادہ ناجائز بچے پیدا ہوتے ہیں۔ ڈیوسیزان کانفرنس (Diocesan Conference) کی رپورٹ کی رو سے 1946ء میں ہر آٹھ میں سے ایک بچہ ناجائز تھا اور ہر سال تقریباً ایک لاکھ عورتیں دائرۂ نکاح کے باہر حاملہ ہوتی تھیں۔ ڈاکٹر آرزووالڈ شوارز (Oswald Schwarz) لکھتا ہے:

"ہر سال اوسطاً 80 ہزار عورتیں ناجائز اولاد کو جنم دیتی ہیں (یعنی تمام زچگیوں کا 1/3) محتاط اندازے کے مطابق ہر دس میں سے ایک عورت شادی کے باہر تعلق قائم کرتی ہے۔ اس فہرست میں جو عورتیں شامل ہیں ان میں سے 40 فیصد کی عمر ناجائز ولادت کے وقت 20 سال سے کم 30 فیصد کی 20 سال' اور 20 فیصد کی 21 سال تھی۔ یہ اعداد و شمار بجائے خود بڑے پریشان کن ہیں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ یہ صرف ان معاملات کے اعداد و شمار ہیں جن میں کچھ نہ کچھ خرابی پیدا ہو گئی تھی (یعنی ضبط ولادت کی ساری تدبیروں کے باوجود جن میں حمل ٹھہرنے کا حادثہ پیش آ گیا۔) اس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ دراصل ہو رہا ہے یہ اعداد اس کے صرف ایک چھوٹے سے حصے ہی کو پیش کرتے ہیں۔"(9)

ڈاکٹر شوارز کے پیش کردہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر 10 میں سے ایک عورت گناہ سے ملوث ہے لیکن تازہ ترین معلومات اس سے بھی گھناؤنی صورتِ حال کو پیش کرتی ہیں۔ چیسر رپورٹ (Chesser Report) جو 1956ء میں شائع ہوئی ہے اور جسے 6000 خواتین سے حاصل کردہ معلومات کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے' یہ دعویٰ کرتی ہے کہ ہر تین میں سے ایک خاتون نکاح سے پہلے ہی جوہر عصمت کھو چکی ہوتی ہے(10) اس کی توثیق ڈاکٹر چیسر اپنی حالیہ کتاب "کیا عصمت از کار رفتہ ہے؟" میں بھی کرتا ہے۔ (11)

امریکہ کے متعلق کنزے رپورٹ (Kinsey Report) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں زنا اور دوسرے جنسی جرائم کی اتنی افراط ہے کہ معاشرہ کی بنیادیں ہل گئیں ہیں۔ مردوں میں سے 47 فیصد اور عورتوں میں سے 50 فیصد بلاتکلف ناجائز تعلقات قائم کیے ہوئے ہیں۔ (12)

مشہور مورخ اور ماہر عمرانیات ڈاکٹر سوروکن مندرجہ ذیل اعداد و شمار پیش کرتا ہے اور اس صورتِ حال پر خون کے آنسو بہاتا ہے:

نکاح سے قبل جنسی تعلق۔	عورتیں: 7 سے 50 فیصد	مرد 27 سے 87 فیصد
نکاح کے بعد ناجائز تعلقات	عورتیں: 5 سے 26 فیصد	مرد 10 سے 45 فیصد
ناجائز اولاد	1927ء ہر 1000 میں 28	1947ء ہر 1000 میں 38.7
اسقاط سالانہ	33300 سے 1000000 تک	

''اور اس کا مظہر یہ حقیقت ہے کہ مانع حمل دواؤں اور آلات (Contraceptives)
کی فروخت میں اضافہ آج آسمان کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔''

اس کے بعد سوروکن کہتا ہے:

''شاید اس کی ضرورت نہیں کہ ہم یہ بھی بتائیں کہ اس آزاد شہوت رانی کے کیا ہمہ گیر اثرات و نتائج فرد' سماج اور پوری قوم پر مرتب ہو رہے ہیں۔ خواہ اس کا نام ''جنسی آزادی'' رکھ دو یا ''جنسی انارکی'' یہ حقیقت تو نہیں بدل سکتی کہ اس روش کے نتائج ان تمام انقلابات کے نتائج سے بھی زیادہ دور رس ہیں جن کا مشاہدہ آج تک چشم تاریخ نے کیا ہے۔''(13)

کنزلے کے اندازے کے مطابق امریکہ میں ناجائز بچوں کا تناسب پانچ میں ایک ہے۔ غیر بیاہی ماؤں سے ہونے والی اولاد کا تناسب 4 فیصد ہے۔ اس کے علاوہ اسقاط حمل کے متعلق کچھ قابل اعتماد اندازے یہ ہیں کہ ہر چار میں سے ایک حمل ضائع کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ سان فرانسسکو کے متعلق تو ٹائم میگزین کے بقول 1945ء میں 16,400 ولادتوں کے مقابلہ میں 18000 اسقاط ہوئے۔ (14)

اسی طرح اگر جرائم...... خصوصیت سے جنسی جرائم...... کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ انگلستان میں پولیس کے نوٹس میں جو قابل دست اندازیٔ پولیس جرائم آئے ہیں ان میں مندرجہ ذیل رفتار سے اضافہ ہو رہا ہے۔(15)

1938ء	2,83,000	1955ء	4,38,000

اسی زمانے میں جنسی جرائم کا تناسب کل جرائم میں 1.7 فیصد سے بڑھ کر 6.3 فیصد ہو گیا ہے۔ (16) امریکہ کے متعلق فیڈرل بیورو آف انوسٹی گیشن (F.B.I) کے فراہم کردہ اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ 39-1937ء کی بہ نسبت 1955ء میں زنا کاری 60 فیصد بڑھ گئی ہے۔ دوسرے جرائم میں بھی 5 فیصد سے 80 فیصد تک اضافہ ہوا ہے۔(17) اگر تمام اہم اور بڑے جرائم کو لیا جائے تو 1958ء میں 23 لاکھ سے زیادہ واقعات پولیس کے نوٹس میں آئے جب کہ 1940ء میں یہ تعداد صرف 15 لاکھ تھی۔(18) نوجوانوں کی آوارگی بھی روز افزوں ہے۔ امریکہ کے 1473 شہروں میں 1957ء میں جو 20 لاکھ 98 ہزار افراد مختلف جرائم کے سلسلہ میں گرفتار ہوئے' ان میں سے 2 لاکھ 53 ہزار 18 سال سے کم عمر کے تھے۔(19)

جنسی آزادی سے پیدا ہونے والی بیماریاں بھی برابر فروغ پا رہی ہیں اور علاج کے بہترین مواقع فراہم ہونے کے باوجود ان بیماریوں کا اثر قومی صحت پر بڑا تباہ کن ہے۔ اگر صرف آتشک (Syphilis) ہی کو لیا جائے تو امریکہ کے سرجن جنرل آف پبلک ہیلتھ سروس مسٹر تھامس پیرن (Thomas Paran) کے بقول یہ خبیث مرض فالج اطفال کے مقابلہ میں سوگنا زیادہ تباہی کا باعث ہے اور امریکہ میں اس وقت سرطان' تپ دق اور نمونیہ کے برابر خطرناک ہے۔ ہر چار میں سے ایک موت

بلاواسطہ یا بالواسطہ آتشک ہی کی بنا پر واقع ہو رہی ہے۔ پروفیسر پال لینڈس' ڈاکٹر پیران کی رائے نقل کرنے کے ساتھ ہی ہم کو بتاتے ہیں:

"1947ء کے بعد نئی دواؤں کے فروغ اور استعمال کی وجہ سے امراضِ خبیثہ میں کمی واقع ہو رہی تھی لیکن 1955ء سے پھر الٹی رو چل پڑی ہے۔ امریکہ کے تمام ہی بڑے شہروں میں آتشک اور سوزاک (Gonorrhea) کے امراض تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور ان بیماریوں کا سب سے زیادہ اضافہ نوجوانوں میں ہو رہا ہے جن کی عمر بیس سال سے کم ہے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بیماریوں کی نصف تعداد نوجوانوں کے اسی گروہ میں پائی جاتی ہے۔"(20)

اگست 1961ء کے ریڈرز ڈائجسٹ میں جارج کینٹ (Kent) اور ولفرڈ گریٹوریکس (Wilfred Greatorex) کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں وہ بتاتے ہیں کہ برطانیہ کے بڑے شہروں' مثلاً لندن' برمنگھم' لورپول وغیرہ میں امراضِ خبیثہ ازسرنو بڑے زور سے پھیل رہے ہیں۔ نئی جراثیم کش دواؤں کی بدولت کچھ مدت تک ان امراض کو دبانے میں جو کامیابی ہوئی تھی' وہ ناکامی سے بدل چکی ہے۔ 1956ء سے 1959ء تک چار برس کی مدت میں مختلف اقسام کے امراضِ خبیثہ کے اندر 20 فیصد اضافہ ہو چکا ہے۔ 1959ء میں صرف سوزاک کے نئے مریض 31 ہزار تھے' یعنی 1955ء کے مقابلہ میں 70 فیصد اضافہ۔ اور یہ اعداد صرف ان بیماروں کے ہیں جو امراضِ خبیثہ کا علاج کرنے والے مخصوص مراکز میں آئے ہیں۔ جو مریض عام پریکٹس کرنے والے ڈاکٹروں اور پرائیویٹ ماہرین کے پاس جاتے ہیں' یا جو سرے سے علاج کے لیے جاتے ہی نہیں' وہ اس تعداد میں شامل نہیں ہیں۔ پھر وہ بتاتے ہیں کہ امراضِ خبیثہ کی یہ وبا بڑے پیمانے پر ساری قوم میں پھیل رہی ہے اور اس کا سب سے زیادہ افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ 20 سال سے کم عمر کے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں اس کا زور بڑھ رہا ہے۔ حال میں چند ڈاکٹروں نے 1948ء سے اب تک کے اعداد و شمار کا مقابلہ کر کے یہ رپورٹ دی ہے کہ 18 سے 19 سال تک کی عمر کے نوجوانوں میں ایک سال کے اندر لڑکوں کے سوزاک کی تعداد 36 فیصد اور لڑکیوں کے سوزاک کی تعداد 28 فیصد بڑھ گئی۔ برطانیہ کی مرکزی کونسل برائے تعلیم صحت کے ڈائریکٹر اے جے ڈیلزل وارڈ (Dalzell Ward) کا اندازہ ہے کہ 20 سال سے کم عمر کے لوگوں میں امراضِ خبیثہ کی یہ کثرت اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ لندن کے صرف ایک ہسپتال میں بیک وقت اس عمر کے 490 مریض موجود تھے۔ لورپول میں امراضِ خبیثہ کے مریضوں کی نصف تعداد 14 سے 21 سال تک کی عمر کی تھی۔

کم و بیش یہی حالت دوسرے ملکوں کی بھی ہے۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی ایک حالیہ کانفرنس میں 16 ملکوں کی طرف سے یہ رپورٹ پیش کی گئی تھی کہ ان کے ہاں آتشک اور سوزاک ایک خوف ناک وبا کی طرح پھیل رہے ہیں۔ اٹلی میں 1958ء اور 1959ء کے درمیان آتشک کے مریض تین گنا زیادہ

ہوگئے اور ڈنمارک میں دوگنا۔"

پروفیسر جمیل واسطی اپنی کتاب "اسلامی روایات کا تحفظ" میں لکھتے ہیں:

"صرف انگلستان میں ناجائز اولاد کی پیدائش بتیس ہزار فی سال ہے(21) اگر ویلز' سکاٹ لینڈ' شمالی آئرلینڈ و جزائر کو بھی شامل کر دیا جائے تو تعداد قریباً ساٹھ ہزار ہوگی۔ اس ضمن میں حسب ذیل امور قابل غور ہیں۔

1- ہر جنسی تعلق بچہ کی ولادت پر منتج نہیں ہوتا کئی دفعہ نصف صدی کی ازدواجی زندگی میں صرف چار پانچ بچے پیدا ہوتے ہیں۔ امریکہ میں تیرہ فیصد شادی شدہ جوڑے بے اولاد ہوتے ہیں۔ فطرت میں تضیع تخم بہت زیادہ ہے لیکن باوجود اس کے جب ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد سرکاری کتب میں درج ہوئی ہے تو آپ اس سے ناجائز تعلقات کی تعداد کا کچھ اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔

2- ناجائز اولاد کو روکنے کے لیے مانع حمل آلات لاکھوں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ہر سال استعمال ہوتے ہیں۔

3- شادی شدہ عورت کی اولاد ہمیشہ خاوند کی اولاد سمجھی جاتی ہے اور ناجائز شمار نہیں ہوتی۔ لہٰذا ناجائز اولاد کی مندرجہ بالا تعداد غیر شادی شدہ کنواری عورتوں کی اولاد کی ہے۔

4- کئی بچے پیدائش سے پہلے ہی ہلاک کر دیئے جاتے ہیں اور بقول کارساندرس (دنیا کی آبادی' مطبوعہ آکسفورڈ) یہ عمل انگلستان اور جرمنی میں بہت عام ہے۔

جب مندرجہ بالا چار باتوں کے باوجود انگلستان کے محکمہ پبلک ہیلتھ کے سرکاری کاغذات میں ساٹھ ہزار ناجائز بچے ہر سال درج ہوتے ہیں تو ظاہر ہے کہ یورپ کی معاشرت میں جنسی اخلاق کی کیا حالت ہے۔ ظاہر ہے کہ یورپ کے جنسی تعلقات میں وہ سادگی نہیں جو شادی کو پردہ کی امداد سے حاصل ہوتی ہے۔ یورپ میں جنسی تعلقات کی پیچیدگی جو مندرجہ بالا حالات سے ظاہر ہے کثیرالازدواجی اور پولی اینڈری دونوں ہی قسم کے جنسی تعلقات بیک وقت پیدا کر دیتی ہے۔ گو قانون اور مذہب کے خوف سے ظاہریت میں آبادی صرف شادی شدہ جوڑوں اور غیر شادی شدہ انسانوں پر مشتمل معلوم ہوتی ہے۔ ان حالات میں قریباً ہر مغربی عورت جھوٹ اور منافقت کی زندگی گذارنے پر مجبور ہوتی ہے اور ان حالات میں مغربی مصنفین کا پردہ اور اسلام کی محدود کثیرالازدواجی پر زہر اگلنا اور اپنے ممالک کی معاشرتی حالت کو عمداً نظر انداز کرنا مسلمانوں کو جان بوجھ کر بے وقوف بنانے کے مترادف ہے۔

یہ بھی غلط ہے کہ ان معاملات میں مشرق و مغرب کے عقیدے میں فرق ہے۔ عیسائیت مرد اور عورت کی عصمت پر قریباً اتنا ہی زور دیتی ہے جتنا کہ اسلام۔ مغرب کے لاکھوں کلیساؤں میں عیسائیت کی لاکھوں مجلسوں میں جنسی پاکیزگی کی تلقین ہوتی ہے۔ خدمت خلق کی انجمنیں' سکول' یونیورسٹیاں اور

حکومتیں سب اس امر کی ضرورت پبلک کو یاد دلاتی رہتی ہیں۔(22) کیونکہ ایک قوم کی دنیوی و روحانی فلاح و بہبود کے لیے ایماندارانہ شادی' ازدواجی وفاداری اور جنسی ضبط نہایت ضروری امور ہیں اور مغربی لوگ ان اصولوں کی قدر و قیمت سے آشنا ہیں۔لیکن وہ اپنے آپ کو پردہ پر آمادہ نہیں کر سکتے اور چونکہ یہ ان کے پرانے فاتحین مسلمانوں کی روایت ہے۔لہٰذا قابل نفرین وحقارت ہے۔

ڈاکٹر برگ (23) ڈورفر کی تحقیقات کے مطابق برلن میں دانستہ اسقاط حمل کی تعداد اور جائز و ناجائز پیدائش میں ایک سو تین اور سو کی نسبت ہے۔ڈاکٹر لاوری اپنی کتاب ہر سیلف (مطبوعہ فاربس اینڈ کمپنی) میں قبل از پیدائش بچوں کے قتل کی تعداد ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پندرہ لاکھ فی سال بتاتی ہیں۔ باوجود اس کے کہ ڈاکٹر ریمنڈ پرل کے اعداد و شمار کے مطابق آلاتِ مانع حمل کا استعمال اسی ملک کی سفید عورتوں کے غریب طبقوں کے مقابلے میں 32.7 فیصد سے بڑھ کر متمول طبقوں میں 78.3 تک پہنچ جاتا ہے۔ پیرس کی سور بون یونیورسٹی کے فاضل پروفیسر ڈاکٹر لاکاسائن کے حساب سے فرانس میں ہر سال ساڑھے آٹھ لاکھ (850,000) جائز و ناجائز پیدائشوں کے مقابلے میں پانچ لاکھ بچے مجرمانہ اسقاط حمل (Criminal abortion) سے ضائع کیے جاتے ہیں۔ برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن کی ایک کمیٹی نے جو ان معاملات کی تفتیش کے لیے قائم کی گئی تھی۔ 1936ء میں اپنی رپورٹ مرتب کی۔جس میں یہ تسلیم کیا گیا کہ تمام جائز و ناجائز پیدائشوں کی تعداد کے قریباً بیس فیصد کے برابر تعداد کو مجرمانہ اسقاط حمل سے برباد کر دیا جاتا ہے۔ ناروے وسویڈن کے صحت کے محکموں کی کمیٹیاں قریباً انہی نتائج پر پہنچی ہیں۔ ڈاکٹر ایڈن نے سویڈن میں اس قسم کے معاملات پر تفتیش کر کے دریافت کیا کہ 1930ء میں سویڈن میں جائز و ناجائز پیدائشیں 94220 تھیں اور اسقاط حمل کی تعداد جو اکثر مجرمانہ تھا 10445 تھی۔سویڈن کے ڈاکٹر ڈالبرگ کا خیال ہے کہ لوگ عام طور پر ناجائز اولاد کی ایک تہائی کو اسقاط حمل کے ذریعے ضائع کر دیتے ہیں۔

غرض یورپ میں شادی ایک کامیاب ادارہ نہیں ہے اور اپنے مقاصد یعنی عورت اور مرد کو تمام عمر آپس میں وفادار رکھنے اور غیر شادی شدہ عورت کی عصمت کو محفوظ رکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی' بلکہ شادی کی تقدیس اور عصمت کی منافقت کو قائم رکھنے کے لیے لاکھوں بے گناہ بچے مجرمانہ اسقاط حمل کے ذریعے ضائع کر دیئے جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ آلات مانع حمل بھی بکثرت مستعمل ہیں۔ یورپ کی آبادی کے بتدریج تنزل کی ایک وجہ یہ جنسی حالات بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قومی آبادی کو گھٹتا ہوا دیکھ کر کئی یورپی سیاستدان شادی اور عصمت کے متعلق قدیم رویہ کو بالکل تبدیل کر دینے کے حق میں ہیں۔"

ڈاکٹر محمد صدیق شاہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "رواداری اور مغرب" میں لکھتے ہیں:

امریکہ میں طالبات کی عصمت دری...... حیران کن اعداد وشمار

"واشنگٹن پوسٹ کا کالم نگار تھامس لکھتا ہے کہ نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری کے واقعات

امریکہ میں خطرناک حد تک پہنچ چکے ہیں۔ امریکہ کی گیارہ ریاستوں میں ریسرچ سٹڈی کی گئی۔ اس ریسرچ کے جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں' ان کے مطابق عصمت دری کا شکار 50 فیصد خواتین کی عمر اٹھارہ سال سے کم ہے' اور 25 فیصد تو 12 سال سے بھی کم عمر کی بچیاں ہیں۔ ریسرچ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ بچوں کے خلاف جنسی جرائم کی صحیح تعداد معلوم کرنا بہت مشکل ہے' کیونکہ اکثر واقعات رپورٹ نہیں ہوتے یا پھر بیشتر واقعات میں گھر کے افراد' رشتے دار یا دوست ملوث ہوتے ہیں۔

امریکہ کی تین ریاستوں میں جسٹس ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کیے گئے سروے میں جو اعداد و شمار سامنے آئے ہیں ان کے مطابق بارہ سال سے کم عمر بچیوں میں سے 20 فیصد اپنے باپوں کی ہوس کا شکار ہوئیں 46 فیصد کو رشتے داروں اور 30 فیصد کو دوستوں نے شکار کیا۔ صرف 4 فیصد کی اجنبیوں نے عصمت دری کی۔'' (ماہنامہ بیدار ڈائجسٹ'' ستمبر 1994ء ص 40)

صدر متراں کی ناجائز بیٹی کا انکشاف

''پیرس فرانسیسی جریدے ''پیرس میچ'' نے انکشاف کیا ہے' کہ صدر متراں (فرانسیسی صدر) کی ایک بیس سالہ ناجائز بیٹی ہے' اور صدر نے اسے اس کی ماں سمیت صدارتی محل میں رکھا ہوا ہے۔ جریدے نے متراں کی اپنی ناجائز بیٹی کے ساتھ ایک تصویر بھی شائع کی ہے۔ ''پیرس میچ'' میں چھپنے والے مضمون میں بتایا گیا کہ 78 سالہ کینسر کے مریض صدر نے کافی عرصے سے اس راز کو لوگوں سے چھپائے رکھا' تاہم اب انہوں نے اس راز سے عوام کو آگاہ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہوا ہے۔''

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 4 نومبر 1994ء)

یورپ میں ''معصوم مجرموں'' کی تعداد؟

''ٹیلی ویژن نے مغرب کے معصوم بچوں کو قتل' ڈکیتی' چوری جیسے سنگین جرائم اور منشیات کی لعنت میں مکمل طور پر جکڑ کے رکھ دیا ہے۔ صرف جرمنی میں مجرم بچوں کی عمومی شرح 1990ء سے 1995ء کے درمیان بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق ان بچوں کو خطرناک جرائم پر مجبور کرنے میں ٹیلی ویژن کے متشدد پروگراموں نے نمایاں کردار ادا کیا ہے' کیونکہ ایک یورپی بچہ روزانہ اوسطاً چار گھنٹے ٹی وی کے سامنے گزارتا ہے۔ اس دوران میں کم از کم پچاس مناظر قتل کی وارداتوں کے دیکھتا ہے۔ ان مناظر کا اثر بچوں میں تشدد پسندی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی صورت میں نکلا ہے۔ صرف ابتدائی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں میں تشدد کا رجحان پندرہ فیصد تک پایا جاتا ہے۔ رپورٹ کے مطابق جرمنی کے ایک تہائی بچے اب مسلح ہو کر درس گاہوں میں آتے ہیں۔ برلن پولیس کے مطابق شہر میں ہونے والے 45 فیصد متشددانہ جرائم 14 سے 18 سال تک کی عمر کے بچے کرتے ہیں' جبکہ پانچ فیصد جرائم 14 سال سے بھی کم عمر کے بچے کرتے ہیں۔

امریکی سروے رپورٹوں کے مطابق تمام تر قوانین کے باوجود ایک امریکی بچہ تیرہ سال کی عمر

تک پہنچتے پہنچتے اپنے ذہن میں ایک لاکھ مناظر کسی نہ کسی صورت میں محفوظ کر چکا ہوتا ہے۔ ان میں آٹھ ہزار مناظر قتل، خودکشی، تشدد اور جنس پر مشتمل ہوتے ہیں۔ برطانوی رپورٹ کے مطابق ٹی وی کے مادر پدر آزاد پروگرام دیکھنے کے باعث برطانوی بچے دوسرے جرائم کے علاوہ منشیات کی لپیٹ میں بھی آ چکے ہیں۔ برطانوی بچے تیرہ سال کی عمر میں شراب نوشی شروع کر دیتے ہیں، جبکہ پندرہ سال کی عمر میں ان بچوں کی ایک چوتھائی تعداد منشیات کا استعمال شروع کر دیتی ہے۔ ان منشیات میں سب سے زیادہ استعمال چرس کا ہوتا ہے۔ لڑکوں میں 28.1 فیصد چرسی ہوتے ہیں، جبکہ لڑکیوں میں چرس نوشی کی شرح 21.7 فیصد ہے۔ رپورٹ کے مطابق یہ ''معصوم مجرم'' والدین کی عدم توجہی کے باعث اپنا زیادہ وقت ٹی وی کے سامنے گزارنے پر مجبور ہیں۔ واضح رہے کہ اخلاقی بگاڑ کے نتیجے میں بچوں کے عادی مجرم بن جانے کے خوف سے ان بچوں کے والدین حکومت کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہیں، کہ خدارا ان جنسی اور تشدد آمیز فلمی مناظر کا ٹی وی پر دکھایا جانا بند کیا جائے۔ جرمنی کے ایک ہفت روزے نے انکشاف کیا ہے کہ اب تک دس لاکھ سے زائد افراد اس سلسلے میں ایک محضر نامے پر دستخط بھی کر چکے ہیں۔''

(بحوالہ ''بیدار ڈائجسٹ'' لاہور، جون 1995ء ص 37)

دس سالہ بچے کا ساتھی طالبہ پر جنسی حملہ

''گلاسگو آئرشائر کا ایک دس سالہ بچہ مقامی ایجوکیشن کونسل کے لیے دردِ سر بن گیا ہے۔ یہ بچہ جس کا نام قانونی وجوہات کی بناء پر صیغہ راز میں رکھا گیا ہے، اس کو سکول میں اپنی ساتھی طالبہ پر جنسی حملہ کرنے کے الزام میں ایک دوسرے سکول میں ٹرانسفر کر دیا گیا تھا، لیکن جب نئے سکول کے بچوں کے والدین کو اس بچے کی اپنے سکول میں آمد کا علم ہوا، تو انہوں نے اپنا اجلاس منعقد کر کے اس پر شدید احتجاج کیا، اور مقامی ممبر پارلیمنٹ اور ایجوکیشن اتھارٹی کو اس تمام مسئلے کا نئے سرے سے جائزہ لینے کے لیے خطوط لکھے ہیں۔ دریں اثناء گلاسگو کے نزدیک کلارکن پرائمری سکول کی انتظامیہ نے بچوں پر بڑھتے ہوئے جنسی حملوں کے واقعات کی بنا پر تمام طلبہ کو ہدایت کی ہے، کہ وہ سکول سے گھر کے سفر کے دوران اکیلے جانے کے بجائے گروپس کی شکل میں جائیں اور کسی بھی اجنبی شخص سے محتاط رہیں۔''

(بحوالہ ''جنگ'' لندن، 93-10-11)

16 سال سے کم عمر کی لڑکیوں کے بارے میں معلومات خفیہ رکھی جائیں

کم عمر لڑکیوں کو مانع حمل چیزیں دینے کے لیے والدین کی رضامندی ضروری نہیں۔

ڈاکٹروں کی ہدایت:

''لندن ڈاکٹروں کو ہدایات کی گئی ہیں، کہ وہ 16 سال سے کم عمر کی ایسی لڑکیوں کے بارے میں معلومات کو خفیہ رکھیں جو ان سے مانع حمل اشیاء لیتی ہیں۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ کم عمر لڑکیوں کو مانع حمل چیزیں دینے کے لیے والدین کی رضامندی ضروری نہیں۔ ڈاکٹر سے کہا گیا کہ اگر انہوں نے

لڑکیوں کی خواہشات کا احترام نہ کیا' اور اس کی اطلاع والدین کو دی تو ان کے خلاف ضابطہ کی کارروائی کی جائے گی۔ بتایا گیا ہے کہ 1991ء میں پندرہ سال سے کم عمر کی کم از کم 15 ہزار لڑکیاں جنسی طور پر سرگرم تھیں' ان میں سے 8 ہزار نے فیملی کلینک اور باقی نے اپنے ڈاکٹروں سے رجوع کیا۔ 1990ء میں انگلینڈ اور ویلز میں ہر سو میں سے ایک لڑکی حاملہ ہوگئی' جو یورپ میں ایک ریکارڈ تھا۔ یہ شرح ہالینڈ کے مقابلہ میں سات گنا زیادہ ہے۔ ہالینڈ میں کم عمر لڑکیوں کو آسانی سے مانع حمل اشیاء دستیاب ہیں۔''

(روزنامہ ''جنگ'' لندن' 93-11-6)

پانچ ماہ کی حاملہ 16 سالہ راہزن لڑکی کو ایک سال قید

''گو تمہاری عمر چھوٹی' لیکن ریکارڈ انتہائی برا ہے'' جج کے ریمارکس

''بریڈفورڈ پانچ ماہ کی حاملہ سولہ سالہ لڑکی کو راہزنی کی چھ وارداتوں میں ملوث ہونے کے الزام میں ایک سال سزائے قید کا حکم دیا گیا ہے۔ بریڈفورڈ کراؤن کورٹ کے جج کینٹ جونز نے نوعمر حاملہ ماں کو سزا کا حکم سناتے ہوئے کہا ہے کہ' گو تمہاری عمر بہت کم ہے' لیکن تمہارا ریکارڈ انتہائی برا ہے' اور یہ بات ثابت کرتی ہے کہ تمہیں لوگوں کو لوٹنے' خوفزدہ اور ہراساں کرنے کی عادت پڑ چکی ہے۔ اس سولہ سالہ حاملہ لڑکی کو (جس کا نام بعض قانونی وجوہات کی بنا پر ظاہر نہیں کیا جاسکتا) اپنی سزا کے یہ بارہ ماہ کم عمر بچوں کے ایک سنٹر میں گزارنے پڑیں گے۔ اس سے قبل استغاثہ کی طرف سے عدالت کو بتایا گیا' کہ اس سولہ سالہ لڑکی نے اپنی ہی ہم عمر بعض دوسری لڑکیوں کی مدد سے ایک گروہ تشکیل دے رکھا تھا' جس کا کام نوجوان لڑکوں' لڑکیوں کو مارنا پیٹنا' گالی گلوچ کرنا اور انہیں خوفزدہ کر کے لوٹنا تھا۔ عدالت کو بتایا گیا' کہ اس سولہ سالہ لڑکی کی سربراہی میں چلنے والے اس گروہ نے بہت سی ایسی لڑکیوں کو خوفزدہ کر کے لوٹا' جو یا تو اکیلے گھوم پھر رہی تھیں یا کسی بس شاپ پر کھڑی بس کا انتظار کر رہی تھیں۔ عدالت کو یہ بھی بتایا گیا کہ گروہ نے لڑکیوں کو لوٹنے اور خوفزدہ کرنے کے واقعات کے دوران چاقو کا آزادانہ استعمال بھی کیا۔ جج نے اپنے فیصلہ میں لکھا ہے کہ گو راہزنی کی ان وارداتوں میں گروہ کے مختلف افراد نے حصہ لیا' تاہم اس گروہ کا مرکزی کردار یہی ملزمہ تھی۔ ملزمہ نے اپنے اوپر لگائے گئے چھ الزامات کو تسلیم کر لیا۔''

(ماہنامہ ''المذاہب'' لاہور' اگست 94' ص 6-11)

برطانیہ کی جسم فروش ماڈل گرلز

''برطانیہ میں ماڈل گرلز جسم فروشی کے ذریعے سالانہ 80 سے 90 لاکھ پاؤنڈ کماتی ہیں۔ برطانوی مصنف مائیکل گراس نے اپنی تازہ ترین کتاب ''ماڈل'' میں انکشافات کیے ہیں' کہ برطانیہ میں نوخیز اور خوبصورت لڑکیوں نے ماڈلنگ کو عصمت فروشی کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے اور یہ دھندہ ایک مکمل

صنعت کی صورت اختیار کر چکا ہے اور اس سے منسلک لڑکیوں کی آمدن کسی بھی بڑے بزنس مین کی سالانہ آمدن سے کم نہیں' اور بعض اوقات ان کی آمدنی اس سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔ کتاب میں لکھا گیا ہے کہ یہ ماڈل گرلز اپنے گاہکوں کو متوجہ کرنے کے لیے پورا عملہ رکھتی ہیں' اور خاص طور پر بے روزگار نوجوان لڑکے زیادہ سود مند ثابت ہوتے ہیں' جو معمولی تنخواہ کے عوض ''لین دین'' کے معاملات انتہائی خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے ہیں۔''

(ماہنامہ ''بیدار ڈائجسٹ'' لاہور' اکتوبر 1995ء)

طلاق دارالخلافہ

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو اب دنیا میں ''طلاق دارالخلافہ'' کا نام دیا جا رہا ہے۔ بک آف فیکٹس 1977ء کے مطابق 1976ء کے پہلے چھ ماہ میں امریکہ میں 987000 شادیاں ہوئیں' جب کہ 538000 طلاقیں انجام پائیں' یعنی ہر منٹ میں اوسطاً دو شادیاں طلاق کی صورت میں ختم ہو گئیں۔ لاس اینجلس میں ہر سال تقریباً 50000 طلاقیں سرکاری طور پر عمل میں آئی ہیں۔ ڈلاس کا اخبار ''ڈلاس سائٹ'' بتلاتا ہے کہ 1975ء میں کل شادیاں 6801 ہوئیں' جب کہ طلاقوں کی کل تعداد 2875 تھی۔ جنگ عظیم دوم سے پہلے امریکہ میں 18 شادیوں میں سے صرف ایک طلاق عمل میں آئی تھی۔ 1960ء تک بتدریج اضافہ ہوتا گیا' پھر 25 سال میں یہ اضافہ تین گنا ہو گیا۔ اب طلاقوں کی تعداد 1160000 سالانہ ہے۔ کینیڈا میں 1960ء میں 6980 طلاقیں ہوئیں۔ 1973ء میں طلاقوں میں تعداد بڑھ کر 36704 ہو گئی اور 1974ء میں طلاقوں کی تعداد 45019 ہو گئی۔

روس میں ''سوویٹ'' ڈائجسٹ کے مطابق تقریباً اڑھائی لاکھ شادیاں ہر سال انجام پاتی ہیں' جب کہ تقریباً 2000 طلاقیں روزانہ' یعنی تین عدد شادیوں کے مقابلہ میں ایک طلاق حاضر' 1980ء کے وسط سے شرح طلاق کچھ یوں ہے۔ جرمنی 130000 سالانہ' روس 940000 سالانہ' جاپان 178000 سالانہ' برطانیہ 159000 سالانہ' فرانس 107000 سالانہ' آسٹریلیا 43000 سالانہ' ہانگ کانگ میں 17 شادیوں میں ایک طلاق' لیکن اب یہ تعداد دگنی ہو گئی ہے۔ بھارت میں گزشتہ ایک دہائی میں شرح طلاق میں 100 فیصد سے بڑھ کر اب 328 فیصد ہو گئی ہے۔ برطانیہ میں گزشتہ دس برسوں میں طلاقوں کی شرح تگنی ہو گئی ہے۔ سویڈن میں ہر پانچ منٹ بعد تین طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ ڈنمارک اور جرمنی میں طلاقوں میں حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے۔ افریقی ممالک بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ زیمبیا میں ہر سال 19000 طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ جاپان میں ہر چار منٹ بعد ایک طلاق' چائنا مارننگ پوسٹ کے مطابق چین میں شرح طلاق تیزی سے بڑھ رہی ہے۔

(ماہنامہ ''کلام حق'' گوجرانوالہ' اپریل' مئی 1994ء' ص 12)

ناجائز بچوں کا یہ ہولناک تناسب؟

''امریکہ کے ایک دانشور Charles Murray نے امریکہ کو ایک چونکا دینے والا انتباہ کیا ہے۔ یہ انتباہ ایسا ہے جو ایک تجزیہ نگار John Onicinsky کے مطابق تلخ ہے' حکمرانوں کو ہضم نہ ہوگا۔

مرے کا کہنا ہے کہ امریکہ برائیوں کی دلدل میں پھنس چکا ہے' مثلاً بڑھتے ہوئے جرائم' منشیات' غربت' ناخواندگی' لوگوں کا بے گھر ہونا' وغیرہ لیکن ایک اور مسئلہ ایسا ہے' جو ان سب سے زیادہ شدید اور نتائج کے لحاظ سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ اسی برائی سے دوسری برائیاں جنم لیتی ہیں' اور یہ برائی ہے' سفید فام لوگوں میں ناجائز بچوں کی بھرمار۔

1960ء میں یہ برائی کالی نسل کی آبادی میں آئی' تو سینیٹر موئی ھن نے خطرے کی گھنٹی بجائی اور کہا' کہ اگر اس برائی کو روکا نہ گیا تو سیاہ فام گھرانے اجڑ جائیں گے۔ موئی ھن کے انتباہ پر توجہ نہ دی گئی' بلکہ اس کا مذاق اڑایا گیا' لیکن اب وقت نے ثابت کردیا ہے' کہ وہ ٹھیک کہتا تھا' حکمرانوں نے اس کے انتباہ پر توجہ نہ دی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب تک اربوں نہیں کھربوں ڈالروں کا نقصان اسی وجہ سے ہو چکا ہے۔

اب یہ برائی سفید فام لوگوں میں پھیل رہی ہے۔ 1991ء میں 12 لاکھ ناجائز بچے پیدا ہوئے۔ کل پیدا ہونے والے بچوں میں ناجائز بچوں کی تعداد 30 فیصد رہی۔ سیاہ فام ناجائز بچے 32 فیصد پیدا ہوئے اور سفید فام 22 فیصد۔ مرے کا کہنا ہے' امریکی معاشرہ تباہی کی طرف جارہا ہے' اگر اس بدی کو روکا نہ گیا تو اس میں تیزی سے اضافہ ہوگا' اور پھر رہے سہے خاندانی نظام کے پرزے اُڑیں گے' جرم میں بے تحاشا اضافہ ہوگا۔ خاندان کو اگر بچایا نہ گیا' تو سب کچھ جل کر خاک ہو جائے گا' مضبوط خاندانی نظام کے بغیر کوئی معاشرہ زندہ نہیں رہ سکتا۔''

(ماہنامہ ''بیدار ڈائجسٹ'' لاہور' ص 21-22' مئی 1994ء)

بچوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنا جائز ہے نفسیات کے پروفیسر کا بیان

''ایڈنبرا یونیورسٹی میں نفسیات کے متنازع پروفیسر کرس برائنڈ جنہوں نے اپنی کتاب ''دی جی فیکٹر'' میں دعویٰ کیا تھا کہ کالے افراد گوروں کی نسبت فطری طور پر کم ذہین ہوتے ہیں اور جنہیں سائنسی نسل پرستی کہا جاتا ہے اپنے ایک نئے بیان کی وجہ سے پھر نزاع کا باعث بن گئے ہیں۔ انٹرنیٹ پر جاری ہونے والے ان کے ایک نیوز لیٹر میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ 12 سال سے بڑی عمر کے بچوں کے ساتھ بڑی عمر کے لوگوں کا باہمی رضامندی و رغبت کے ساتھ غیر متشدد جنسی تعلقات قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ دونوں پارٹنرز کا تعلیمی و ذہنی معیار بلند ہو۔ ڈاکٹر کرس برائنڈ نے انکشاف کیا کہ خود انہوں نے بچپن میں رقم کے لالچ میں بڑی عمر کے ایک شخص کو اپنے ساتھ اس طرح کی چند حرکات کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ بچوں کی فلاح و بہبود کی تنظیموں نے ڈاکٹر کرس کے ان نظریات پر شدید تنقید کرتے ہوئے

کہا ہے کہ ایسے شرناک خیالات کو انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا بھر میں پھیلانا نہایت افسوس ناک امر ہے۔“
(روزنامہ ”جنگ لندن“ 9 نومبر 1996ء)

اخلاقی گراوٹ کی گھناؤنی مثالیں

ماں بیٹے کی شادی............ ماں اور بیٹیاں' ایک خاوند

”اخلاقی جرائم کی یلغار' طالب علموں اور نوجوانوں کے علاوہ بڑوں میں بھی روز افزوں ہے بلکہ ایسے ایسے اخلاقی جرائم منظر عام پر آ رہے ہیں' جن کی انسانی تاریخ میں شاید ہی کوئی مثال ملے۔ اندازہ کیجئے کہ نیویارک میں 43 سالہ ماں نے بیٹے سے شادی کرلی۔ ہوا یوں کہ ایک خاتون ”میری“ نے سترہ سال کی عمر میں ایک بچے کو جنم دیا۔ وہ سات سال کا تھا جب وہ اس سے لاتعلق ہوگئی۔ ڈینی خیراتی اداروں میں پل بڑھ کر جوان ہوا اور جب 26 سال کا ہوا تو اس کا تعارف میری سے ہوا جو جانتی تھی کہ وہ اس کا بیٹا ہے۔ اس کے باوجود اس نے ڈینی کو ورغلایا اور اس سے شادی کرلی۔ بیٹے کو اصلیت کا پتا چلا تو وہ صدمے سے بے ہوش ہوگیا۔“

(جنگ“ یکم مئی 1984ء)

”اسی طرح کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ ماں بیٹیوں کا ایک ہی خاوند ہو' لیکن امریکہ میں یہ بھی ممکن ہوگیا۔ تفصیل یوں ہے کہ ٹام گرین نے پہلے دو عورتوں سے شادیاں کیں اور بعد میں ان کی تین بیٹیوں سے بھی شادی رچالی۔ یعنی پہلے اس نے میمہ نامی ایک بیوہ سے شادی کی جس کی ایک بیٹی لنڈا بھی اس کے ساتھ آ گئی۔ پھر ٹام نے ایک اور بیوہ سے شادی کی جس کی دو بیٹیاں ماں کے ساتھ آ گئیں۔ دونوں بیویوں نے اپنے شوہر کے ”حسن سلوک“ سے متاثر ہو کر اور بیٹیوں سے اس کا عشق دیکھ کر یکے بعد دیگرے اپنی بیٹیوں کی شادیاں بھی ٹام سے کردیں۔ اس طرح ماں بیٹیوں کے ایک ہی خاوند کی حیثیت سے ٹام گرین نے نئی مثال قائم کی۔“

(روزنامہ ”جنگ جمعہ میگزین“ 27 دسمبر 1991ء)

(از محترم ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب' بحوالہ ”اردو ڈائجسٹ“ ستمبر 1993ء)

یورپ میں خاندانی نظام کی تباہی و بربادی' زنا اور جنسی جرائم کی صورت حال اب اس قدر دگرگوں ہوچکی ہے کہ خود اب وہاں کے دانشور بھی چیخ اٹھے ہیں کہ ایسے جرائم کے مرتکب افراد کو سنگین نوعیت کی سزائیں دی جائیں تاکہ معاشرے کو مکمل تباہی سے بچایا جاسکے۔ یہی بات جب اسلام کہتا ہے تو نہ صرف ان کی بلکہ بعض ”اپنوں“ کی جبینیں بھی شکن آلود ہو جایا کرتی ہیں۔ وہ لوگ کہ مسلمان ہو کر بھی جن کا ”قبلہ“ یورپ ہے' وہ ذرا اپنے آقاؤں کے ارشادات پہ ہی غور فرمالیں اور اسلامی سزاؤں کو ”وحشیانہ“ کہنے سے توبہ کرلیں ورنہ تو عذاب الیم ان کا منتظر ہے ہی۔

غیر شادی شدہ زانی کے لیے اسلام کوڑے اور شادی شدہ کے لیے رجم کی سزا تجویز کرتا ہے۔

اور ذرا غور کیا جائے تو یہ سزا کہیں زیادہ نرم ہلکی اور آسان ہے بہ نسبت اس سزا کے جو یورپی دانشور تجویز کر رہے ہیں۔ ان کے مطابق عصمت دری کے مرتکب افراد کو مردانہ صفات سے محروم کر دینا چاہیے۔ رجم سے تو انسان گناہ سے پاک ہو کر ایک ہی دفعہ دنیائے فانی سے کوچ کر کے ابدی نعمتیں حاصل کر لے گا' لیکن مردانہ صفت سے محروم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی کا ایک ایک پل اذیت ناک بنا دیا جائے۔ زندہ رہ کر بھی وہ زندگی کی تمام رعنائیوں سے محروم رہے اور ہر ہر قدم پہ موت کا مزہ چکھتا رہے۔

دینِ فطرت سے بغاوت اور دوری سے عقل انسانی ایسی ہی ''دانشوری'' کا مظاہرہ کیا کرتی ہے' کاش کہ ہم کہیں صحیح اسلامی معاشرہ قائم کر کے انہیں مثال دکھا سکتے۔ یہاں ان مغرب زدہ مسلمانوں کے لیے بھی درس عبرت ہے جو یہ کہا کرتے ہیں کہ معاشرے کو جنسی قدغن سے آزاد کر دیا جائے تو جنسی جذبہ بھی سرد پڑ جائے گا۔ صنف مخالف کی رغبت بھی کم ہو جائے گی اور جنسی جرائم بھی عنقا ہو جائیں گے۔

کیا انہیں معلوم نہیں کہ یورپ یہ تجربہ اپنی مکمل شکل میں کر کے اب واپس لوٹنے کی صدائیں دے رہا ہے؟ وہاں مکمل آزادی کے باوجود صنف نازک کی طلب میں کتنی کمی واقع ہوئی؟ جنسی جرائم پہ کتنا قابو پایا گیا اور حضرت انسان کی فطرت میں کتنی تبدیلی واقع ہوئی؟ جنسی آزادی کے علمبردار یقیناً اتنے بیوقوف نہیں وہ اس امر سے بخوبی آگاہ ہیں کہ جنسی بھوک بھی پیٹ کی بھوک کی طرح ایک بنیادی ضرورت ہے' جس طرح ایک دفعہ کھانا کھانے سے اشتہا ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک وقفے کے بعد پھر اسی شدت سے دوبارہ لوٹ آتی ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ کا بے قید جنسی عمل بعد میں سینکڑوں جنسی اعمال اور پھر ہزاروں جنسی جرائم کا نکتہ آغاز ثابت ہوتا ہے۔ مگر مسلم معاشرے میں جنسی آزادی پھیلانے کی ان کی یہ ساری کوشش ایک سوچی سمجھی سازش کا حصہ ہے جس کا منتہائے مقصود مسلم معاشرے اور مسلم خاندان کو بھی اسی تباہی سے دوچار کرنا ہے جس سے آج کا یورپ دوچار ہے۔ اب اسی تناظر میں درج ذیل تین خبریں ملاحظہ فرمائیے۔

عصمت دری کے مرتکب افراد کو مردانہ صفات سے محروم کرنے کا مطالبہ...... ڈیوڈ ایونز

غیر انسانی جرائم کرنے والوں کو ایسی سزائیں دی جائیں کہ وہ جرم کا خیال بھی دل میں نہ لائیں' اسلامی سزاؤں پہ واویلا مچانے والی انسانی حقوق کی تنظیمیں اب کیوں خاموش ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ حقوق انسانی کے پردے میں ان کا مقصد اسلام دشمنی ہے؟

''ہاؤس آف کامنز میں گزشتہ روز لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال پر ہونے والی بحث کے دوران ویلوین اور ہیٹ فیلڈ کے ایم پی ڈیوڈ ایونز نے ہوم سیکرٹری مائیکل ہاورڈ سے مطالبہ کیا ہے کہ زنا بالجبر کے مرتکب افراد کو زبردستی نامرد بنا دینا چاہیے تاکہ خواتین رات کے وقت گلیوں میں آتے جاتے ہر وقت

خوف و ہراس کی کیفیت سے چھٹکارا حاصل کرسکیں۔ انہوں نے کہا کہ سزائے موت کی غیر موجودگی میں چوری اور قتل کی واردات میں تفریق کرنا ناممکن ہو چکا ہے۔ انہوں نے حال ہی میں پیش آنے والے ایک واقعہ کا ریفرنس دیا جس میں بس شاپ پر کھڑی ہوئی ایک خاتون کو تین افراد نے اغوا کرنے کے بعد قبرستان میں لے جا کر تشدد کا نشانہ بنایا اور عصمت دری کی۔ انہوں نے کہا کہ اس طرح کے غیر انسانی جرائم کے مرتکب افراد کو ایسی سزائیں دی جائیں کہ وہ جرم کرنے سے پہلے سوچیں کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ان حیوان صفت مجرموں کو نہ صرف مردانہ صفات سے محروم کیا جائے بلکہ کوڑے لگائے جائیں نہیں تو یہ جانور چند سال جیل میں بند رہ کر پھر سے معاشرے میں گند پھیلانا شروع کر دیں گے۔ ہوم منسٹری کے وزیر ڈیوڈ میکلین نے جواب میں کہا کہ 1990ء میں ہاؤس آف کامنز نے سزائے موت کا بل مسترد کر دیا تھا اور اب بھی میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ ہاؤس اس حق میں نہیں ہے کہ سزائے موت بحال کی جائے۔ ڈیوڈ ایونز نے ہوم آفس کے وزیر سے سوال کیا کہ آپ مجھے سیدھا جواب دیں کہ حکومت ان حیوانوں کو روکنے کے لیے کوئی ایکشن لے رہی ہے یا نہیں۔ ڈیوڈ میکلین نے کہا کہ حکومت نے 1990ء سے لے کر اب تک 16,500 اضافی پولیس فورس بھرتی کی ہے' نئی جیلیں تعمیر کی ہیں' جوائے رائیڈنگ کے خلاف اقدامات کیے اور گلیوں میں پولیس کا گشت بھی بڑھا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں عام آدمی کے ذہن میں پائے جانے والے خدشات سے واقف ہوں اور ذاتی طور پر سزائے موت اور دیگر سخت سزاؤں کے حق میں ہوں لیکن پارلیمنٹ واضح طور پر اس قسم کی سزاؤں کے خلاف فیصلہ دے چکی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جسمانی سزائیں یورپین کنونشن آف ہیومن رائٹس سے بھی متصادم ہیں جس نے ان پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔" (روزنامہ "جنگ" لندن' 9 جون 1993ء)

نوجوان لڑکیوں کو "NO" کہنے کا ڈھنگ سکھائیں......لڑکیوں کو لڑکوں کی ہوس سے بچانے کے لیے تربیتی کورس شروع کرنے کی تجویز

"برطانوی سکولوں کے نوجوان لڑکے یہ غلط بیانی کر کے بھولی بھالی لڑکیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں کہ لڑکی "پہلی صحبت" سے حاملہ نہیں ہوسکتی۔ یہ بات برطانوی سکولوں کے نوجوان لڑکے لڑکیوں کی ایک سروے رپورٹ سے سامنے آئی ہے۔ اس سروے کے لیے انٹرویو دینے والے 16 سال تک کی عمر کے تقریباً آدھے لڑکے لڑکیوں نے کہا کہ وہ اس عمر تک پہنچتے تک جنسی تجربہ حاصل کر چکے ہیں جبکہ 25 فیصد کا کہنا ہے کہ انہوں نے "مخصوص دوستی" کا آغاز ہونے کے بعد چوبیس گھنٹے کے اندر اندر جنسی گناہ بھی کر لیا۔ برطانیہ کے ایک ممتاز ماہر نفسیات ڈاکٹر راجر انگھم نے اس رپورٹ کا جائزہ لینے کے بعد لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ نوجوان لڑکیوں کو "نو" (نہ) کہنے کا ڈھنگ سکھانے پر توجہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کے لیے کسی مخصوص کورس کا آغاز کیا جانا چاہیے اور تمام نوجوان لڑکیوں کو اس میں حصہ لینا چاہیے۔ ڈاکٹر انگھم کا دعویٰ ہے کہ اکثر نوجوان بھولی بھالی لڑکیاں لڑکوں کی ہوس کا نشانہ صرف اس لیے

بن جاتی ہیں کہ انہیں انکار کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا اور وہ ''نو'' نہیں کہہ سکتیں۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں ناجائز طور پر حاملہ ہونے والی نوجوان لڑکیوں کی تعداد کم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سکولوں میں جنسی تعلیم کو باقاعدہ لازمی مضمون کے طور پر رائج کیا جائے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' لندن' 25-24 اکتوبر 1992ء)

مردوں کے لیے مساوی حقوق کا مطالبہ

ہیل سنکی (رائٹر) یورپی وزرا نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مردوں کو خواتین کے مساوی حقوق دیئے جائیں تاکہ وہ ایک مکمل فیملی لائف گزار سکیں۔ 35 یورپی ممالک سے تعلق رکھنے والے وزراء کی فیملی افیئرز کے موضوع پر منعقدہ ایک سہ روزہ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جرمن وزیر برائے وومن یوتھ' فیملی اور پنشنرز مس کلاڈیا نولٹ نے کہا کہ خواتین کے حقوق سے متعلق کئی عشروں کی مہم کے بعد اب ماہرین کو مردوں کے کردار اور اسٹیٹس پر تشویش لاحق ہوگئی ہے۔ کونسل آف یورپ کے سیکرٹری جنرل ڈینئل ٹارسکی نے حکومتوں پر زور دیا کہ وہ فیملی معاملات میں مردوں کی فعال شمولیت میں اضافے کے لیے مزید اقدامات کریں۔ انہوں نے کہا کہ خاندان کے بکھرنے کی صورت میں بچوں کی مالی ذمہ داریوں کا بار ان کے والدوں پر بھی ڈالا جانا چاہیے۔ انہوں نے واضح کیا اگر خواتین مردوں کی ضرورت محسوس نہ بھی کریں تب بھی مردوں کو خواتین کی اور بچوں کو والدین کی ضرورت ہوتی ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن 29' جون 1995ء)

مریضوں کے ساتھ جنسی تعلقات کی اجازت دی جائے

لندن (پی اے) کار مسیحائی انجام دینے والے اب یہ حق مانگنے والے ہیں کہ انہیں اپنے مریضوں کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دی جائے اور جو ڈاکٹر یہ حق استعمال کریں ان کے خلاف کوئی انضباطی کارروائی نہ کی جائے۔ معالجوں کے خیال میں متعلقہ قانون اب فرسودہ ہو چکا ہے۔ برائن میں برٹش میڈیکل ایسوسی ایشن کے سالانہ اجلاس میں اس پر غور کیا جائے گا کہ آیا مریض و معالج کے درمیان جنسی تعلقات کے قیام کی صورت میں معالج کا لائسنس خود بخود منسوخ ہو جانے کی سزا غیر منصفانہ تو نہیں؟ اجلاس میں پیش کی جانے والی قرارداد میں معالجوں کی تجویز ہے کہ مرتکب ڈاکٹر پر انتہائی سزا لاگو کرنے سے پہلے اسے تنبیہ کی جانی چاہیے۔ پی ایم اے کی کونسل تجاویز پر غور کرے گی بعد ازاں جنرل میڈیکل کونسل قوانین میں کوئی تبدیلی لا سکے گی۔ 1986ء سے اب تک 100 ڈاکٹر مریضوں سے نامناسب جنسی یا جذباتی تعلقات قائم کرنے پر جی ایم سی کی ڈسپنسری کمیٹی کے سامنے پیش ہو چکے ہیں جن میں سے پندرہ کے لائسنس معطل یا منسوخ ہوئے اور باقی کا کیریئر تباہ ہوگیا۔ اس قانون کے ناقدین کا کہنا ہے کہ باہمی رضامندی سے تعلقات قائم کرنے والے متعدد ڈاکٹروں کے کیریئر تباہ ہو گئے جبکہ مریضوں کی ہلاکت کے ذمہ دار معالجین کو اس سے کم سزا ملی۔ قرارداد پیش کرنے والے کسٹن لیسز

شائر کے جی پی ڈاکٹر مائیکل گردو نے کہا کہ قوانین کے غیر ضروری جوش وخروش سے نفاذ کی وجہ سے مریض بھی متاثر ہوئے ہیں۔ تاہم بعض دیگر کے خیال میں قانون میں ترمیم سے بعض ڈاکٹر ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔ رائل کالج آف جنرل پریکیشنرز کے ترجمان نے کہا کہ معالج اور مریض کے درمیان جنسی تعلق نہیں قائم ہونے چاہئیں اور اس معاملے کو زیر بحث نہیں لایا جانا چاہیے تا کہ عوام الناس یہ تاثر نہ لے سکیں کہ یہ معاملہ بحث کے لیے کھلا ہے۔ نیوزی لینڈ میں معالج' مریض تعلقات کے بارے میں کی گئی بعض سٹڈیز میں سے ایک کے مطابق دو تہائی ڈاکٹروں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ جنسی طور پر اپنے مریض کی جانب راغب ہونے اور ہر پچیسواں ڈاکٹر اپنے مریض کے ساتھ جنسی طور پر ملوث ہوا۔ بی ایم اے کے سینئر افسر نے کہا میں اپنے طلباء کو بتاتا ہوں کہ اکثر ڈاکٹر مریضوں سے تعلقات رکھتے ہیں اور مریض اسے پسند کرتے ہیں۔

مریضوں سے جنسی تعلقات سے متعلق ڈاکٹروں کے مطالبہ کے بعد برطانیہ میں ایک نئی بحث کا آغاز ہوگیا ہے اور ریڈیو و اخبارات پر فون کر کے لوگ اس مطالبہ کے حق اور مخالفت میں اپنی آرا کا اظہار کر رہے ہیں۔ بعض افراد نے کہا ہے کہ اگر ڈاکٹروں کو اس طرح کی کوئی اجازت دی گئی تو ڈاکٹری کا مقدس پیشہ بدنام ہوگا۔ (روزنامہ جنگ لندن' 24 جون 1996ء)

شوہر مرد یا عورت؟

لندن (سٹاف رپورٹر) اپیل کورٹ نے ایک جوڑے کو سترہ سال بعد اس وقت طلاق کی اجازت دی ہے جب بیوی کو یہ علم ہوا کہ اس کا شوہر دراصل ایک عورت ہے۔ عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ ان کی شادی ''دھوکہ'' پر مبنی تھی۔ عدالت کو بتایا گیا کہ ''خاوند'' ہم بستری کے لیے پلاسٹر آف پیرس کا بنا عضو استعمال کرتا تھا لیکن بیوی نے ہمیشہ اسے مرد سمجھا۔ اس جوڑے کے دو بچے ہیں اور یہ بچے کسی اور کے عطیہ کیے گئے مادہ حمل سے ہوئے ہیں کیونکہ اس کے خاوند نے شادی کے وقت اسے بتایا تھا کہ اس نے ضبط تولید کا آپریشن کرایا ہے۔ اس شخص نے آپریشن کے ذریعے اپنی چھاتیاں بھی ختم کرا دی تھیں دونوں کے درمیاں طلاق کی کارروائی اس وقت شروع ہوئی جب بیوی نے اس پر مرد نہ ہونے کا الزام لگایا چنانچہ ایک عدالت نے طلاق کی اجازت دے دی اور چار لاکھ پونڈ کے گھر میں حصہ سے بھی محروم کردیا۔ ''مرد'' یہ کیس اپیل کورٹ میں لے گیا عدالت کو بتایا گیا کہ میاں بیوی کے درمیان جب تنازعہ کھڑا ہوا تو بیوی نے ایک سراغرساں کی خدمات حاصل کیں جس نے اس کا برتھ سرٹیفکیٹ نکال لیا جس سے پتہ چلا کہ وہ پیدائشی طور پر عورت ہے۔ عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ ''مرد'' نے شادی کے وقت عورت کو دھوکہ دیا۔ اپیل کورٹ نے ماتحت عدالت کا فیصلہ بحال رکھا ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن 19 جولائی 1996ء)

شاہی خاندان کی شادیاں

لندن (سٹاف رپورٹر) ملکہ ایلزبتھ شاہی نظام میں اصلاحات نافذ کرنے پر غور کر رہی ہیں۔ ان کے پیش نظر ایک پانچ نکاتی پروگرام ہے جس پر عمل درآمد کی صورت میں شہنشاہیت کی موجودہ شکل مکمل طور پر تبدیل ہو جائے گی۔ ملکہ جن تجاویز پر غور کر رہی ہے' ان کے تحت چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ کے طور پر ان کا رول ختم ہو جائے گا۔ اور کیتھولک مذہب رکھنے والوں کی شاہی خاندان میں شادی کی اجازت مل جائے گی۔ ملکہ سول لسٹ بھی ختم کرنے کے حق میں ہیں جبکہ وہ قانون میں تبدیلی کر کے ملکہ یا بادشاہ کے پہلے بچے کو خواہ وہ لڑکی ہی کیوں نہ ہو' تخت کا وارث بنانا چاہتی ہیں اسی طرح وہ سرکاری شاہی خاندان کی تعداد بھی محدود کرنا چاہتی ہیں۔ یہ تمام تجاویز ایک خفیہ کمیٹی نے تیار کی ہیں جس میں ملکہ' پرنس فلپ' ان کے بچے اور رائل فیملی کے چند افراد کے علاوہ ڈاؤننگ سٹریٹ کے حکام شامل ہیں۔ کمیٹی کا نام ''وے آئیڈ گروپ'' ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ملکی انقلابی تبدیلیوں کے حق میں ہیں تا کہ شہنشاہیت 21 ویں صدی میں بھی پنپ سکے۔ سول لسٹ پر ان دنوں 8 ملین پونڈ سالانہ سرکاری خزانہ سے خرچ ہوتے ہیں جو شاہی خاندان کے اخراجات کے لیے ہیں۔ ان کو ختم کرنے کے عوض شاہی خاندان کے سینئر ارکان کو رائل اسٹیٹس سے مخصوص آمدنی دی جائے گی لیکن ملکہ یا بادشاہ کی حیثیت بطور سربراہ چرچ آف انگلینڈ ختم کرنے اور شاہی خاندان کو رومن کیتھولک سے شادی کی اجازت سے کئی آئینی مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اس شادی پر پابندی 1701ء کے ایکٹ آف سیٹلمنٹ کے تحت لگائی گئی تھی۔ بکنگھم پیلس نے اس امر کی تصدیق کی ہے کہ ملکہ نے ایک سٹریٹجک پالیسی کمیٹی قائم کی ہے جو اصلاحات پر غور کر رہی ہے۔ محل کے ایک ترجمان نے کہا ہے کہ شہنشاہیت کے ایک ہزار سال تک زندہ رہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ خود کو تبدیلیوں میں ڈھالتی رہتی ہے۔

ملکہ ایلزبتھ بادشاہ کے نظام میں جن تبدیلیوں پر غور کر رہی ہیں' ان میں سب سے اہم دو پہلو ہیں۔ ایک جانشینی کا مسئلہ اور دوسرا تخت کے وارث کی کیتھولک لڑکی سے شادی ہے۔ جانشینی کا موجودہ سلسلہ 11 ویں صدی سے چلا آ رہا ہے۔ موجودہ قانون کے تحت اگر پرنس چارلس اور ان کے دو بیٹے پرنس ولیم اور ہیری مر جاتے ہیں تو پرنس چارلس کے چھوٹے بھائی پرنس اینڈریو تخت کے وارث بنیں گے لیکن قانون میں تبدیلی سے پرنسس این تخت نشین ہو سکیں گی۔ تخت کے وارث کی کیتھولک عورت سے شادی پر پابندی کا قانون 295 سال پرانا ہے۔ اس قانون کے تحت تخت کا وارث یہودی' مسلمان یا بدھ لڑکی سے تو شادی کر سکتا ہے لیکن کیتھولک لڑکی سے اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔

(روزنامہ جنگ لندن' 20 اگست 1996ء)

ہم جنس پرستوں کا بچہ

گلاسگو (طاہر انعام شیخ' نمائندہ جنگ) سائنس کی ترقی نے جہاں نوع انسانی کے لیے بے شمار سہولتیں پیدا کی ہیں' وہاں اس کے غلط استعمال سے پوری معاشرتی قدریں تہ و بالا ہو سکتی ہیں۔ سکاٹ

لینڈ میں دو ہم جنس پرست مردوں کے ہاں بچی کی پیدائش کے بعد اس کی پرورش کے معاملے میں ہنگامہ برپا ہوگیا ہے۔ بلی زیک اور مارٹن ایڈمز جو کہ ایڈنبرا کے ایک شاندار مکان میں کئی سال سے ازدواجی زندگی بسر کر رہے تھے ان کو یوں تو زندگی کی سبھی آسائشیں میسر تھیں لیکن اولاد کی کمی ان کو ہمیشہ کھٹکتی رہتی۔ اس گھمبیر مسئلے کا حل انہوں نے یوں نکالا کہ بلی زیک نے ہزاروں پونڈ خرچ کر کے امریکہ کی ایک عورت کو اپنے سپرم دے کر کرائے کی ماں بننے پر آمادہ کرلیا اور مصنوعی طریقے سے جو بچی پیدا ہوئی' اس کا نام دونوں مردوں بلی زیک اور مارٹن آدمیز کے نام پر سارہ کلیر آدم زیک رکھا گیا۔ والدین جو بچی کی پیدائش پر نہایت خوش تھے' اس خبر کے عام ہوتے ہی چھ ہفتے کی بچی کو لے کر کہیں روپوش ہوگئے ہیں اور ایڈنبرا میں ان کے گھر کے باہر رائپر سٹریٹ میں میڈیا والوں کا جمگھٹا لگا ہوا تھا۔ اس طریقہ پیدائش اور بچی کی پرورش میں پیش آنے والی فطری مشکلات کے پیش نظر چرچ لیڈروں' ممبران پارلیمنٹ' سماجی اداروں اور سوشل ورکرز نے سخت اعتراضات کیے ہیں ان کا کہنا ہے کہ دونوں مرد مل کر بھی ماں کی فطری کمی کو پورا نہیں کرسکیں گے۔ محلے کی ایک عورت نے اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں مرد علاقے کی شہرت نہیں بلکہ بدنامی کا باعث بنے ہیں۔ (روزنامہ جنگ لندن' 3 ستمبر 1996ء)

ٹیچر کے خلاف ہنگامہ

گلاسگو (نمائندہ جنگ' طاہر انعام شیخ) سکاٹ لینڈ میں ایک سکول کی نوجوان لڑکیوں نے اپنے ایک مرد استاد کے خلاف ہڑتال کردی ہے کیونکہ اس نے اپنی کلاس میں عریاں قسم کے لباس پہننے سے منع کیا تھا۔ واقعات کے مطابق کرک لینڈ ہائی سکول کے مذکورہ استاد نے اپنی شاگرد لڑکیوں سے کہا کہ ان کے جنسی جذبات ابھارنے والے منی سکرٹ اور تنگ شرٹ سے جسم کے پوشیدہ حصے غیر ضروری طور پر نمایاں ہو رہے ہیں لہٰذا وہ اس قسم کا لباس پہن کر سکول آیا کریں جس سے شرم و حیا اور تقدس قائم رہے لیکن نوجوان لڑکیاں اپنے استاد کے ان ریمارکس پر اتنی ناراض ہوئیں کہ کلاس میں چالیس کی چالیس لڑکیاں احتجاج کرتے ہوئے باہر نکل آئیں اور کہا کہ وہ اس وقت تک کلاس میں واپس نہیں جائیں گی جب تک کہ اس استاد کو ملازمت سے برطرف نہیں کردیا جاتا لڑکیوں کا موقف تھا کہ ان کا لباس سکول کی یونیفارم پالیسی کے بالکل مطابق ہے۔ ایک پندرہ سالہ طالبہ نے کہا کہ یہ استاد کیا چاہتا ہے کہ ہم اس گرمی کے موسم میں لمبی پتلون اور جرسی پہن کر آئیں صورتحال پر قابو پانے کے لیے پولیس طلب کرلی گئی ہے اور طلبہ کے نمائندوں و سینئر اساتذہ کے درمیان مذاکرات شروع ہوگئے ہیں۔

(روزنامہ جنگ لندن' 28 ستمبر 1996ء)

عورتوں کے لیے گاڑیاں بنانے کا مطالبہ

لندن (جنگ نیوز) خاتون ڈرائیور خطرناک ہوتی ہیں' کم از کم اپنے لیے۔ یہ بات تازہ ترین سرکاری تحقیق میں معلوم ہوئی ہے۔ "سنڈے ٹائمز" نے اپنی رپورٹ میں مانچسٹر یونیورسٹی کے "ڈرائیورز

بی ہیورل یونٹ'' کے لیکچرار ڈاکٹرائیو اسٹریڈلنگ کے حوالے سے بتایا ہے کہ خاتون ڈرائیوروں کو کار کے حادثات میں زخمی ہونے کا خطرہ مردوں کے مقابلے میں 40 فیصد زیادہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سٹیرنگ وہیل پر ان کی ضرورت سے زیادہ توجہ ہوتی ہے۔ خواتین گاڑی چلاتے ہوئے بہت محتاط ہوتی ہیں۔ دوسری طرف گاڑی کی ساخت' خواتین کی جسمانی ساخت سے مطابقت نہیں رکھتی۔ یہ معاملہ اب ڈرائیونگ کے ماہرین کے درمیان شدت سے زیر بحث ہے۔ ڈاکٹر سٹریڈلنگ نے کہا کہ خواتین دھیمی رفتار سے گاڑی چلانا چاہتی ہیں' انہیں حادثات کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے اسی لیے وہ حادثات کا زیادہ شکار بھی ہوتی ہیں۔ ریسرچ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ خواتین کے لیے علیحدہ گاڑیاں بنائی جائیں جن کی تیاری میں ان کی جسمانی ساخت کا خیال رکھا جائے۔ (روزنامہ جنگ لندن 2 اکتوبر 1996ء)

سکول یا قحبہ خانے؟

لندن (جنگ نیوز) برطانیہ میں نوعمر بچیوں کے ماں بننے کا تناسب یورپ میں سب سے زیادہ ہے۔ شیڈو منسٹر ہیریٹ ہرمن کے حاصل کردہ سرکاری اعداد وشمار کے مطابق انگلینڈ اور ویلز سکول گرلز کے حاملہ ہونے کے لحاظ سے سرفہرست ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ برطانوی والدین اپنے بچوں سے زیادہ اوپن نہیں ہیں اور اس سلسلے میں ان کی رہنمائی نہیں کرتے۔ اعداد وشمار کے مطابق 15 سے 19 سال کی ہزار میں سے 33 لڑکیاں حاملہ ہو جاتی ہیں جن کی بڑی تعداد نے 17 سال کی عمر میں پہلی بار جنسی عمل کرایا ہوتا ہے۔ سکاٹ لینڈ اور السٹر میں یہ شرح بالترتیب 32 اور 29 ہے۔ یہ شرح ہالینڈ میں سب سے کم ہے جہاں اس عمر کی صرف 6.4 فیصد لڑکیاں حاملہ ہوتی ہیں۔ باقی ممالک میں یہ شرح کچھ یوں ہے:
فرانس (8.8) ڈنمارک (9.1) بیلجیئم (9.3) اٹلی (9.8) جرمن (1.46) فن لینڈ (12.4) سپین (13.4)
آئرلینڈ (16.2) آسٹریلیا (21.3) یونان (21.8) پرتگال (24.6) اور شمالی آئرلینڈ (29.3)
(روزنامہ جنگ لندن' 4 ستمبر 1996ء)

کم عمر ماؤں کی شادیاں

لندن (جنگ نیوز) امریکہ میں شادی سے قبل جنسی تعلقات کے نتیجے میں ماں بننے والی نوعمر لڑکیوں اور ان کے بوائے فرینڈز کو شادی کے بندھن میں باندھا جا رہا ہے۔ امریکی ریاست کیلیفورنیا کی اورنج کاؤنٹی میں حالیہ مہینوں میں 15 ایسی لڑکیوں کی سوشل سروس کی جانب سے ان کے بچوں کے باپوں سے شادی کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض لڑکیوں کی عمر صرف 13 سال ہے کاؤنٹی کے سوشل سروسز ایپارٹمنٹ کے سربراہ لیری لیمین کے مطابق اس سکیم کا مقصد لڑکیوں کی زندگی تباہ ہونے سے بچانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا مقصد پیسوں کی بچت نہیں بلکہ کم عمر ماؤں کی تعداد میں کمی لانا ہے۔ واضح رہے کہ کیلیفورنیا میں ملک بھر میں سب سے زیادہ کم عمر لڑکیاں مائیں بنتی ہیں۔ بعض حلقوں نے اس سکیم پر اعتراض کیا ہے تاہم حکومت کا کہنا ہے کہ کم عمر لڑکیوں کو حاملہ کرنے کے ذمہ داروں کو ان

کے بچوں کا باپ بننے کی ذمہ داری بھی قبول کرنی چاہیے۔ (روزنامہ جنگ لندن' 10 ستمبر 1996ء)

کھلے بندوں شراب نوشی پر پابندی کا مطالبہ

لندن (سٹاف رپورٹر) حکومت پولیس کو اختیارات دے رہی ہے کہ وہ 18 سال سے کم عمر کے نوجوانوں سے جو سرعام الکحل استعمال کرتے ہیں' شراب ضبط کرے اور ان کے نام اور ایڈریس لے۔ یہ تجویز ہوم آفس کے ایک مشاورتی پیپر میں پیش کی گئی ہے۔ ہوم آفس کے وزیر مملکت ٹموتھی کرک ہوپ کا کہنا ہے کہ شراب کے نشہ میں لوگوں کی پراپرٹی پر حملہ کرنے اور عوامی جگہوں پر گڑبڑ کرنے والوں کے خلاف کارروائی کی ضرورت ہے انہوں نے کہا اکثر لوگ کم عمر بچوں کی شراب نوشی کے خلاف ہیں خصوصاً جب ہنگامہ کرتے ہیں انہیں شدید تکلیف ہوتی ہے۔ پولیس نے ان تجاویز کو سراہا ہے اور وہ لیبر پارٹی کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گی کیونکہ لیبر پارٹی بھی لا اینڈ آرڈر کے سلسلہ میں سختی کی قائل ہے۔ حکومت کی تجاویز کے تحت سرعام شراب نوشی پر ممانعت ہوگی اس سے قبل گلاسگو کونسل نے بڑھتے ہوئے تشدد اور ہنگاموں کے پیش نظر کھلے بندوں شراب پر پابندی لگا دی ہے۔ نومبر 88ء میں کاونٹری پہلا شہر تھا جس نے یہ پابندی لگائی جو لوگ اسے نظر انداز کرتے ہیں انہیں ایک سو پونڈ جرمانہ کیا جاتا ہے۔ پابندی کے پہلے سال جرائم میں 21 فیصد کمی ہوئی 1989ء میں باتھ کی سٹی کونسل نے کاونٹری کی تقلید کی۔ لیکن اس کے خلاف احتجاج ہوا۔ 1993ء میں گرینچ لندن کا پہلا برا تھا جس نے سرعام شراب نوشی پر پابندی لگائی۔ (روزنامہ جنگ لندن 10 ستمبر 1996ء)

ہم جنس پرست ارکان پارلیمنٹ

لندن (سٹاف رپورٹر) برطانوی عوام کی 78 فیصد اکثریت اس حق میں ہے کہ ہم جنس پرست ارکان پارلیمنٹ کھل کر اعتراف کریں کہ ان کا دوسرے مرد سے ''معاشقہ'' ہے۔ 62 فیصد کی رائے ہے کہ فوج میں جنرل اپنی ہم جنس پرستی کا اعتراف کریں تو لوگ اسے ناپسند نہیں کریں گے چرچ اور مذہبی اداروں میں کام کرنے والے ہم جنس پرستوں کے اعتراف کی حمایت کے حق میں 70 فیصد' ٹیچرز کے حق میں 73 فیصد رائے ہے۔ سروے میں کہا گیا ہے کہ اگر ارکان پارلیمنٹ ہم جنس پرستی کا اعتراف کریں گے تو ووٹر ان کے خلاف نہیں جائیں گے۔ (روزنامہ جنگ لندن 15 دسمبر 1995ء)

چرس پینے کی اجازت دی جائے

لندن (ریڈیو رپورٹ) برطانیہ کے ڈیڑھ سو وکلاء' ڈاکٹروں' اداکاروں اور دیگر سرکردہ شخصیات کی جانب سے ایک عرضداشت ''ٹائمز'' میں شائع ہوئی ہے۔ جس میں اپیل کی گئی ہے کہ برطانیہ میں چرس پینے کی قانوناً اجازت دی جائے۔ بی بی سی کے مطابق ان شخصیات نے کہا ہے کہ چرس کو غیر

قانوناً قرار دینا شروع سے ہی ایک غلط فیصلہ تھا۔ اس لیے اب وقت آ گیا ہے کہ معاشرہ انسدادِ منشیات کے قوانین پر معقول انداز میں نظرثانی کرے۔ ایک اندازے کے مطابق برطانیہ میں 50 لاکھ افراد یا باقاعدہ چرس پیتے ہیں یا اس کے نشے سے روشناس ہو چکے ہیں۔ ان شخصیات کا کہنا ہے کہ یہ نشہ تمباکو اور شراب جتنا خطرناک نہیں۔ بی بی سی کے مطابق ہالینڈ میں چرس اپنے پاس رکھنا کوئی جرم نہیں۔ ایمسٹرڈیم شہر کے کئی کافی ہاؤس ایسے ہیں جہاں سے چرس باآسانی ملتی ہے۔ (روزنامہ جنگ لندن 13 جنوری 1996ء)

شہزادی کے ساتھ بدکاری کی سزا موت

لندن (سٹاف رپورٹر) ایک برطانوی ماہر قانون نے کہا ہے کہ ایک سابق برطانوی میجر جیمز ہیوٹ کو جس نے پرنسس ڈیانا سے ہم بستری کا دعویٰ کیا ہے' غداری کے ایکٹ 1351ء کے تحت موت کی سزا ہو سکتی ہے۔ اس ایکٹ کے تحت تخت کے وارث کی بیوی کے ساتھ مباشرت منع ہے۔ ایکٹ کا مقصد یہ تسلی کرنا بھی ہے کہ تخت کا وارث ناجائز اولاد نہیں۔ ماہر قانون مارک سٹیفنز کا کہنا ہے کہ ''جو شخص بادشاہ یا ملکہ کے سب سے بڑے بیٹے اور تخت کے وارث کی بیوی کے ساتھ اخلاقی حدود کو پھلانگ جاتا ہے' وہ غداری کا مرتکب ہوتا ہے' اس کی سزا موت ہے۔'' (روزنامہ جنگ لندن 5 اکتوبر 1994ء)

امریکہ کو کس تہذیب و تمدن پہ ناز ہے؟

''امریکہ کو آخر کس چیز پر ناز ہے؟ موجودہ حیوانی مغربی تہذیب پر جو قدیم یونانی اور رومی وحشیانہ تہذیبوں کا امتزاج ہے' اس تہذیب کا اوج کمال کیا ہے...... ایٹم بم' نیوٹران بم اور جراثیمی ہتھیار' کیا امریکہ پاکستان کو بھی عراق کی طرح جراثیمی ہتھیاروں کے استعمال سے ڈرا کر خائف کرنا چاہتا ہے؟ انکل سام کر لے پورا یہ شوق بھی...... آخر امریکہ کس بات پر اتراتا' اینٹھتا' براتا' بوراتا اور بولاتا پھر رہا ہے؟ اس کو کس شے پر فخر ہے؟ کس برتے پہ یہ تتا پانی...... 20 لاکھ سالانہ حرامی بچوں پر' سالانہ 25 لاکھ بن بیاہی ماؤں پر' سالانہ 15 لاکھ مطلقہ عورتوں پر' ہائی سکولوں کی 86 فیصد ٹین ایجر حاملہ طالبات پر' ہیروشیما کے ویرانوں پر' ناگاساکی کے کھنڈرات پر' ویٹو کے امتیازی حق پر' عراق میں سویلین آبادی کو بطور جنگ فاقوں میں مبتلا کرنے پر' ویت نامیوں کے اجتماعی قتل عام پر' کمزور ملکوں کی بحری اور معاشی ناکہ بندی کرنے پر لاکھوں شیر خوار بچوں کے منہ سے فیڈر چھین لینے پر' ماؤں کے پیٹوں میں پلنے والے معصوم بے گناہ بچوں کے خلاف بیالوجیکل وار شروع کرنے پر...... چلی میں رات کے سناٹے میں بندوقوں کی چھاؤں تلے جمہوریت کی دیوی کی پرورش پر...... کوریا اور ویت نام کی جنگوں میں اپنے 6 لاکھ فوجیوں کو ہلاک کروانے اور 2 لاکھ کو لولا لنگڑا بنانے پر...... لاس اینجلس میں 75 ہزار اور کیلیفورنیا میں 5 لاکھ شہریوں کی اجتماعی خودکشی پر...... اگر یہی تمدن ہے' یہی تہذیب ہے' یہی روشن خیالی ہے' یہی سائنسی ترقی ہے' یہی ثقافتی عروج ہے' یہی تکنیکی مہارت ہے اور یہی جمہوریت ہے...... اگر یہ تمدن ہے تو ہم اس تمدن پر تھوکتے

ہیں' اگر یہ تہذیب ہے تو اس انسانیت کش اور بے غیرت تہذیب کو ہم جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں' اگر یہ ثقافت ہے تو ہم اس ننگی ثقافت پر لعنت بھیجتے ہیں' اگر یہ ترقی ہے تو ہم پسماندہ ہی بھلے' اگر یہ جمہوریت ہے تو تف ہے اس جمہوریت پر' اگر یہ روشن خیالی ہے تو ہماری تاریک خیالی پر ایسی کروڑوں روشن خیالیاں نثار' اگر یہی تکنیکی مہارت ہے تو نہیں چاہیے ہمیں یہ تکنیکی مہارت...... نہیں چاہیے ہمیں یہ علم' یہ سائنسی ترقی' یہ آمریت پرور جمہوریت' یہ گندی تہذیب' یہ ننگی ثقافت' یہ اندھی روشن خیالی' یہ بدلگام تمدن' اٹھا کر لے جاؤ اپنے گندے انڈوں کو۔''

(از حافظ شفیق الرحمٰن صاحب بحوالہ روزنامہ دن' لاہور 4 اگست 1998ء)

محترمہ طیبہ ضیاء اپنے مضمون ''اچانک'' میں لکھتی ہیں

''کالم نگار مشل ملکن کی ایک رپورٹ کے مطابق ''امریکہ میں جنسی ہوس کی انتہا پسندی نے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ شادی کے بغیر' محبت کے ساتھ' محبت کے بغیر' ہم جنس اور مخالف جنس کے ساتھ' جانوروں کے ساتھ' سڑکوں' بازاروں' گاڑیوں' میدانوں' تھیٹروں' گرجا گاہوں' درسگاہوں' ساحل سمندر غرض جدھر دیکھو جنسیات کا بازار گرم ہے۔ کیتھولک کلیساؤں کی بدنامی نے الگ مذہب سے بعد پیدا کر رکھا ہے۔ اخبارات اس قسم کی خبروں اور مضامین سے بھرے پڑے ہیں۔ لاس اینجلس کے ایک ہائی سکول کے دو طالب علم تیس طلبہ اور استاد کی موجودگی میں ایک چودہ سالہ طالبہ کے ساتھ زیادتی کرتے پائے گئے۔ ٹیکساس کے ایک ایلی مینٹری سکول کے چوتھی جماعت کے دو لڑکے اوہائیو میں پندرہ سے نو سال کی عمر کے پانچ لڑکے اور ایک ٹیچر سکول کے سنسان پارکنگ لاٹ میں کم عمر لڑکے اور لڑکیوں کے ساتھ زیادتی کے جرم میں پکڑے گئے۔ مزید براں کنٹکی میں گیارہ عورتوں سے بارہ بچوں کا باپ ثابت ہونے والا شخص' نیویارک میں دو طالبات کو کئی بار ہوس کا نشانہ بنانے والا ایک سکول ٹیچر' شکاگو میں بارہ سے پندرہ سال کے بچوں کو انٹرنیٹ کے ذریعے ہوس کا نشانہ بنانے والے دو اشخاص اور میری لینڈ کا ایک سکول ٹیچر طلبہ کو جنسی بے راہروی کے مختلف طریقوں سے متعارف کراتے ہوئے حراست میں لے لیے گئے۔ USA Today کے کم پینٹر کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں مڈل سکول کے بچوں میں جنسی بے راہروی لڑکیوں کا حد سے زیادہ بننا سنورنا اور عریاں لباس زیب تن کرنا' لڑکوں کا بیہودہ ڈی وی ڈی میگزین اور ویڈیو کیسٹیں ایک دوسرے کو ایکسچینج کرنے کا رجحان خطرناک حد تک بڑھتا جا رہا ہے۔ واشنگٹن ڈی سی میں جنسی ریسرچ انسٹیٹیوٹ کے تحت بچوں کو کم عمری میں ایسی چیزوں میں ملوث ہونے سے بچانے کے لیے خاص پروگرام تشکیل دیئے جا رہے ہیں ان کی ریسرچ کے مطابق امریکہ میں پانچویں جماعت میں ہی اکثر بچے جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ریسرچ رپورٹ کے اندازے کے مطابق 1988ء میں امریکہ میں چودہ سال کی عمر میں شہوت کا شکار ہونے والی لڑکیوں کی شرح گیارہ فیصد اور لڑکوں کی 21 فیصد رہی جبکہ 1995ء میں لڑکیوں کی شرح 19 فیصد اور لڑکوں کی

21 فیصد بتائی جاتی ہے اس اعتبار سے امریکہ میں ٹین ایج لڑکیوں میں جنسی بے راہ روی کی شرح لڑکوں کے برابر پہنچ چکی ہے۔ مذکورہ بالا صورت حال کے پیش نظر ڈیپریشن کی شرح میں بھی روز بروز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اے پی کے میڈیکل رائٹر Lindsey Tanner کی ایک رپورٹ کے مطابق امریکہ میں گزشتہ دس سالہ عرصہ کے دوران ڈیپریشن کے زیر علاج مریضوں کی تعداد 1.7 سے بڑھ کر 6.3 ملین تک پہنچ گئی ہے جبکہ ڈیپریشن کی ادویات استعمال کرنے والوں کی تعداد 37 فیصد سے بڑھ کر 75 فیصد بتائی جاتی ہے۔ کولمبیا یونیورسٹی اور نیویارک سٹیٹ سائیکٹرک انسٹیٹیوٹ کے ڈاکٹر مارک کے مطابق امریکہ میں ذہنی مریضوں کی اس قدر بڑھتی ہوئی تعداد قابل تشویش ہے۔ مذہبی طبقے کے دھوکے اور دوغلے پن کی وجہ سے بے سکون طبقے کی جائے پناہ کلیسا کی رونق میں بھی دن بدن کمی واقع ہو رہی ہے۔ حال ہی میں کلیولینڈ کے کیتھولک چرچ میں کئی بچوں کو ہوس کا نشانہ بنانے والے ایک پادری نے سزا اور رسوائی کے خوف سے خودکشی کرلی ہے۔ امریکہ کے ایک پول کے مطابق 75 فیصد افراد پادریوں کی شادی کے حق میں ہیں۔ جبکہ 53 فیصد کا کہنا ہے کہ کلیساؤں میں ہولی فادر کی بجائے ہولی مدر یعنی عورتوں کو پادری کا مقام دیا جائے اور انتظامیہ میں بھی عورتوں کو خاص حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔''

(روزنامہ نوائے وقت لاہور' 13 اپریل 2002ء)

حوالہ جات

1- انسانی دُنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی (ص 248-249)

2- ''پردہ'' مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (ص 210) مطبوعہ اسلامک پبلی کیشنز' لاہور

3- انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی (ص 251-252)

4- بحوالہ سابق (ص 253-255)

5- بحوالہ سابق (ص 58-59)

6- مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔ پردہ (ص 18-21) اسلامک پبلی کیشنز' لاہور

7- مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی۔ پردہ (ص 22-24) اسلامک پبلی کیشنز' لاہور

8- ''میرا چشم دید امریکہ''۔ سیّد قطبؒ

(9) Schwarz, Oswald. The Psychology of Sex, Pelican Book,1951, p. 88)

(10) (Chesser, Dr. Eustace. The Sexual, Marital and Family Relationship of the English Woman, 1956.)

(11) Chesser. Is Chastity Outmoded? London, 1960. p. 75.)

(12) (Sexual Behavior in Human Male. p. 552.)

(13) Sorokin, Pitirin. A. The Imerican Sex Revolution, Boston. 1956. pp.13-14.)

(14) Social Problems, pp. 418-19)

(15) I Surecy of Social Conditions in England and Wales. Oxford. 1958. p.266.)

(16) ایضاً صفحہ 270۔

(17) (S 86)

(18) Blaich and Baumgartner the Challenge of Democracy, New York 4th Ed. p. 510)

(19) ایضاً صفحہ 511

(20) Social Problems p. 313)

(21) مطبوعہ 1966ء کے R.S.Morton: Venereal Diseases صفحہ نمبر 113 پر 1923ء میں صرف انگلستان اور ویلز میں ناجائز بچوں کی تعداد انسٹھ ہزار درج ہے۔یعنی سکاٹ لینڈ اور شمالی آئرلینڈ کو ملا کر قریباً اسی ہزار ہوگی۔

(22) انقلابِ روس کے ایامِ اوائل میں کیمونسٹ حکومت نے تمام ملک میں آزاد جنسیت رائج کردی تھی۔مگر تجربے نے بہت سے خیالی نظریے بدل دیئے ہیں۔Lundberg & Farnham (Modern Women)

(23) Carr Saunders: The World Population.

سلطان احمد اصلاحی

ہم جنسیت اور عیسائیت

اسے یورپ کی بدقسمتی ہی کہنا چاہیے کہ اسے اپنی تاریخ کے کسی عرصہ میں جنسی اعتدال نصیب نہ ہوسکا۔ زمانہ دراز تک وہ پال کی ایجاد کردہ پامال عیسائیت کے دام میں گرفتار رہا۔ جس نے حضرت مسیح کی اصل تعلیمات میں تحریف کر کے تجرد و ترک نکاح Celibacy کو انسانی زندگی کا آئیڈیل قرار دیا۔ اس سے قطع نظر کہ پوری مسیحی دنیا میں اس خلاف فطرت اصول پر کبھی مخلصانہ عمل نہیں ہوا' جیسا کہ نہ ہوسکتا تھا۔ عوام سے قطع نظر خود کلیسا اپنی عظمت و افتخار کے دورِ شباب میں مثالی جنسی بے اعتدالیوں کا شکار رہا۔ بڑے بڑے پادری شرافت و اخلاق کی تمام حدود کو بالائے طاق رکھتے ہوئے شہوت پرستی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ (1) یہاں تک کہ احتساب عقائد کی عدالتیں شہوت رانی کے مراکز بنی ہوئی تھیں۔ (2) بعد میں کلیسا کے مظالم اور بعض دوسرے تاریخی اسباب وعوامل کے تحت یورپ میں ''نشاۃ ثانیہ'' (Renaissance) اور روشن خیالی (Enlightment) کے دور کا آغاز ہوا' جس کے نتیجے میں یورپ نے عیسائیت سے دامن چھڑانے کے ساتھ نفس دین و ایمان ہی سے یکسر رشتہ منقطع کرلیا۔ اور مذہب و اخلاق کی تمام قدروں سے آزاد ہو کر انسان نرا حیوان قرار پایا۔ روشن خیالی کا یہی نقطہ عروج تھا جب کہ انیسویں صدی کے نصف آخر میں مغرب کی سرزمین سے سگمنڈ فرائڈ .Sigmund Freud 1856-1939 جیسے لوگ منصۂ شہود پر آئے۔ جس نے دین و مذہب کو بدترین جرم کی پیداوار بتایا۔ مذہب و اخلاق کا یکسر انکار کرتے ہوئے انسان کو محض جانور قرار دیا اور انسانیت کو ایسے فرد کی صورت میں پیش کیا جو اپنی زندگی میں شہوانی طاقت (Libido) کی منہ زوریوں سے مجبور ہو کر اپنی لذتوں کی تکمیل میں لگا رہتا ہے۔ اسی شہوانی قوت کو اس نے انسان کی نفسیاتی ساخت کا سب سے پہلا درجہ قرار دیا۔ مزید براں اس نے یہ بھی کہا کہ قوت شہوانی (Libido) کو بالکل آزاد ہونا چاہیے۔ اس کا جو من چاہے کرے۔ جنس کے مسئلہ میں فرد آزاد ہے وہ جو چاہے سو کرے۔ کیونکہ وہ بچارا مجبور ہے ورنہ غریب' اعصاب شکن دباؤ (Repression) کا شکار ہو جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ انسان کا جنسی مسئلہ ایک خالص حیاتیاتی مسئلہ (Biological Problem) ہے۔ مذہب و اخلاق سے اس کا کوئی تعلق نہیں' کیونکہ انسان خود طبعی لحاظ سے قطعاً ایک غیر اخلاقی وجود ہے۔ اس کی طبیعت میں ذاتی طور پر خیر و شر کا کوئی

میلان نہیں پایا جاتا۔

بھلائی سے بھلائی کا راستہ کھلتا ہے تو برائی برائی کو کھینچتی ہے۔ مغرب کے سلسلے میں اس حقیقت کو آج سر کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ صنفی پاکبازی کی بھلائی کو چھوڑ کر جب اس نے جنسی اباحیت کی برائی کا راستہ اختیار کیا تو پھر اس برائی کی نوع بہ نوع صورتوں میں وہ گرفتار ہو گیا اور بے حیائی و بے شرمی کی کھڈ میں نیچے سے نیچے ہی گرتا چلا گیا۔ یہ اسی کا نتیجہ ہے جو مرد اور عورت کے فطری تعلق سے آگے مرد اور مرد کے غیر فطری اور غیر اخلاقی صنفی تعلق پر بھی کوئی بندش نہیں رہ گئی۔ جنسی اباحیت پسندی کی طرح ہم جنسی پرستی (Homosexuality) کو بھی وہاں رواج عام حاصل ہو چکا ہے۔ جرمنی کی پارلیمنٹ تو اسے پہلے ہی جائز کر چکی تھی۔ برطانیہ میں بھی شادی سے پہلے یا اس کے بعد ہم جنس پرستی کے ذریعہ جنسی لطف و تسکین حاصل کرنے کی قانونی اجازت حاصل ہے۔ برطانیہ کا یہ پاس شدہ قانون (Sexual Act 1976) ہے۔ جس کے مطابق پرائیویسی کا لحاظ کرتے ہوئے بالغ لوگ اگر ہم جنسی کے عمل میں ملوث ہوتے ہیں تو ان کے خلاف کوئی قانونی پابندیاں عائد نہیں کی جاسکتیں۔ اور اب آئرلینڈ نے بھی اپنی قدیم عیسائی روایات سے انحراف کرتے ہوئے ہم جنس پرستی (Homosexuality) کو باقاعدہ قانونی جواز عطا کر دیا ہے۔ جبکہ اس ملک میں 1861ء سے پہلے تک اس جرم کا مرتکب پھانسی کی سزا کا مستحق قرار پاتا تھا۔ اسی طرح ڈنمارک جہاں 1930ء ہی میں ہم جنسی کو قانونی طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔ ایک تازہ قانون کے بموجب یہاں اب ایک ہی جنس کے جوڑوں کے درمیان شادی کو قانونی منظوری دے دی گئی ہے۔ جس کے تحت ہم جنس جوڑوں کو وراثت، ٹیکس، پنشن کی وصولیابی اور ملکیت کے وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو روایتی شادیوں کے تحت شادی شدہ جوڑوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ ڈنمارک جہاں 1948ء سے سرگرم ہم جنسی تحریک چلتی رہی ہے۔ حکام کا اندازہ ہے کہ اکیاون لاکھ آبادی کے اس ملک میں تقریباً بیس ہزار مرد و زن ہم جنسی کی زندگی گزارتے ہیں۔ ملک کی راجدھانی کوپن ہیگن میں نئے قانون کا فائدہ اٹھاتے ہوئے گیارہ ہم جنس جوڑے رشتہ ازدواج میں بندھ گئے اور سینکڑوں لوگوں نے انہیں مبارکباد دی۔ ان تمام مرد جوڑوں کی اجتماعی شادی کے موقع پر لوگوں نے ان کو مبارکباد دیتے ہوئے ان پر چاول اور پھول برسائے۔ پارلیمنٹ کے ذریعہ ہم جنس جوڑوں کی شادی کو قانونی درجہ عطا کرنے والے اس پہلے ملک میں ہم جنسوں کو بچے گود لینے کا بھی اختیار دے دیا گیا ہے جو قانونی طور پر ان کے وارث ہوں گے۔ خیال رہے کہ امریکی ریاست کیلیفورنیا کے شمالی شہر سان فرانسسکو کی بلدیاتی قانون ساز کونسل نے امریکہ کا اپنی نوعیت کا پہلا قانون منظور کر کے ہم جنس جوڑوں کے لیے بھی جو شادی کے بغیر ساتھ رہتے اور جنسی تعلقات رکھتے ہیں، سرکاری دفتر میں شریک زندگی کی حیثیت سے اپنا رجسٹریشن کرانے کی اجازت دے دی ہے۔ جس کے مطابق ایسے جوڑوں کو صحت عامہ اور دوسرے شعبوں میں وہ تمام سہولتیں حاصل ہوں گی جو قانونی طور پر شادی شدہ جوڑوں کو حاصل ہوتی ہیں۔ امریکہ میں یہ بیماری کس قدر پھیلی ہوئی ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہاں

عوام ہی نہیں خواص بھی اس مرض کا شکار ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ہم جنس پرست عام مجرم ہی نہیں' جج' ڈاکٹر' کھلاڑی' سیاست دان (Congressmen) ہر طبقہ میں یہ لوگ موجود ہیں۔ تازہ خبر ہے کہ امریکہ کے شہر منی پولس میں ہم جنس پرستوں کی ایک زبردست کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس کا عنوان تھا۔

The National Conference of Openly Lesbian and gay Elected and Appointed Officials.

یعنی ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کے منتخب اور نامزد عہدیداروں کی قومی کانفرنس۔

یہ اعزاز بھی امریکہ ہی کے حصہ میں آیا کہ وہاں ہم جنس پرستوں کی کانفرنس بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اس کانفرنس میں دو ارکان کانگریس (خیال رہے کہ امریکہ میں مجلس نمائندگان کو کانگریس کہتے ہیں) بڑی بے شرمی کے ساتھ شریک ہوئے۔ ایک مسٹر بارنی فرینک تھے' دوسرے گیری سٹڈز۔ دونوں میسا چوسٹس کے نمائندے ہیں۔ اور ڈیموکریٹک پارٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک برطانوی رکن پارلیمنٹ بھی اس کانفرنس میں شرکت کے لیے برطانیہ سے تشریف لائے۔ ان کا اسم گرامی مسٹر کری سمتھ ہے۔

منی پولس میں کانفرنس کے منتظم دو اصحاب تھے۔ ایک ریاستی اسمبلی کے رکن' دوسرے شہر کے کونسلر۔ کانفرنس کے شرکاء کی تعداد 100 تھی۔ کانفرنس میں پیش کیے جانے والے سپاسنامے میں کہا گیا تھا کہ اس کانفرنس کا انعقاد بجائے خود بہت بڑی کامیابی ہے۔ کیونکہ دو برس قبل جب ہم جنس پرستوں کی ایک کانفرنس بلائی گئی تھی تو اس میں شرکاء کی کل تعداد بمشکل 50 تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ کانفرنس اپنے مقاصد میں کامیاب رہی ہے۔ اس خطاب میں یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ: Homosexuality ہم جنس پرستی اب پہلی سی مبغوض چیز نہیں رہی ہے۔ اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو رہا ہے اور یہ رواج پا رہی ہے۔ اس کے اختیار کرنے والوں کی جھجک بھی اب دور ہو رہی ہے۔ مثلاً میئر واشنگٹن کے دفتر میں اس وقت 70 ہم جنس پرست ملازم ہیں اور 40 نیویارک کے گورنر کے عملے میں موجود ہیں۔

منتظمین کانفرنس نے کانفرنس کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس کانفرنس کا اصل مقصد ہم جنس پرستوں کا منشور تیار کرنا ہے۔ انہوں نے کہا:

واشنگٹن میں ماہ اکتوبر میں ہم جنس پرستوں نے ایک مظاہرہ کیا تھا جس میں شرکاء کی تعداد دو لاکھ تھی۔ پولیس نے اس کو منتشر کر کے 624' افراد کو گرفتار کیا۔ لیکن کانفرنس اپنے مطالبات منوانے کے لیے صرف مظاہروں تک محدود نہیں رہنا چاہتی۔ تنظیم کے ارکان و کارکن اب کوئی بڑا قدم اٹھانے کے لیے مضطرب ہیں۔ رجعت پسند یا ہم جنس پرستی کے مخالف اب متشدد ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن ہم اپنی حفاظت متحد ہو کر ہی کر سکتے ہیں۔ مقابلے کی صورت یہ ہے کہ ہم اپنے مطالبات میں اضافہ کر دیں۔

کانفرنس میں دوسرے مقررین نے بھی خطاب کیا۔ ایک مقرر نے کہا ہم فی الحال اقلیت میں ہیں۔ لیکن وہ وقت دور نہیں جب ہمارا موقف تسلیم کیا جائے گا۔ افسوس یہ ہے کہ ہم جنس پرستوں کو

اچھوت بنا کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہم سیاست میں حصہ نہیں لے سکتے ورنہ اپنے مطالبات منوانے میں ہمیں آسانی رہتی۔ امریکی انتخابات میں جس امیدوار کے بارے میں ووٹروں کو معلوم ہوا کہ وہ ہم جنس پرست ہے' انہوں نے اس کا بائیکاٹ کیا۔ لیکن اب کامیابی کے آثار بتدریج نمایاں ہو رہے ہیں۔ سان فرانسسکو میں ایک ہم جنس پرست انتخابات میں کامیاب ہوا ہے۔ شمالی کیرونیا کے ایک شہر میں بھی ہمارا ایک آدمی کامیاب ہوا ہے۔ باوجود اس کے کہ ووٹروں کو اس کا علم تھا' اس نے بھی اپنی ہم جنس پرستی کے ذوق کو چھپایا نہیں۔ اس کے باوصف عوام نے اسے ووٹ دیئے۔

ایک اور مقرر نے کہا: ہم جنس پرستوں کو اب ٹریڈ یونین میں نفرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اسی طرح بوڑھے اور از کار رفتہ لوگ بھی ہم جنس پرستوں کو ناپسند نہیں کرتے۔

ڈیموکریٹک پارٹی کے صدارتی امیدوار جیسی جیکسن نے جو پادری بھی ہے اس کانفرنس کے نام ہمدردی کا پیغام بھیجا۔ یہ بھی کانفرنس میں پڑھ کر سنایا گیا۔

کانفرنس میں طے کیا گیا کہ ہم جنس پرستوں کے مطالبات ایک بل کی شکل میں سینٹ میں پیش کیے جائیں۔ بعض ارکان سینٹ نے یہ بل پیش کرنے کی حامی بھری ہے۔ ہم جنس پرستوں کے مطالبات حسب ذیل ہیں:

1- ہم جنس پرستوں کی فوج میں بھرتی پر پابندی ختم کر دی جائے۔
2- ہم جنس پرستوں کو اعلیٰ انتظامی ملازمتیں دی جائیں۔
3- ان کو مالی امداد دی جائے۔
4- ان کے خلاف تشدد کو روکا جائے اور ان کی پوری مدد کی جائے۔
5- ہم جنس پرست امریکہ آنا چاہیں تو انہیں روکا نہ جائے۔

تازہ اطلاعات کے مطابق ریاستہائے متحدہ امریکہ کی راجدھانی واشنگٹن میں تقریباً پندرہ ہزار مرد و عورت ہم جنس پرستوں (Homosexuals and Lesbians) نے اپنا ایک دن' جس کا نام انہوں نے ہم جنسوں کا فخر و مباہات (Gay Pride) دیا تھا' منانے کے لیے اس کی گلیوں میں مارچ کیا۔ ان کے برسطح آب ہونے کی وجہ ماہرین سماجیات کی یہ دریافت تھی کہ امریکیوں کی دس فیصد تعداد ہم جنس پرست ہے۔ اس موقع پر واشنگٹن کے ایک وکیل اور اس تقریب کے منتظم صاحب نے پریس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''اس دن کے منانے کا مقصد جنسی اقلیتوں کو باہمی ملاقات کا موقع فراہم کرنا' نیز اپنی برادری سے مل کر خوشی کا اظہار اور اپنی قدر و قیمت کا احساس پیدا کرنا ہے۔

امریکہ میں قوم لوط کانفرنس کی اس تفصیلی روداد اور ہم جنسوں کے اس جشن کے بعد وہاں ''ہم جنس پرستی'' کے حال و مستقبل پر ہم کچھ مزید کہنے کی حاجت محسوس نہیں کرتے۔ نوبت بایں جارسید کہ وہاں پادریوں سے ہم جنس پرستوں کے لیے علیحدہ دعائیہ جلسوں کے انعقاد کے مطالبات کیے جانے لگے ہیں۔ تھوڑے ہی دنوں پہلے پوپ جان پال کے دورۂ امریکہ کے موقع پر ایک دعائیہ جلسہ کے دوران

127 علماء پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈکس عیسائی پادری موجود تھے۔ پوپ سے ہم جنسوں کے لیے علیحدہ دعائیہ جلسوں کے انعقاد کا مطالبہ کیا گیا۔ اس سے بھی آگے سان فرانسسکو کی اطلاع ہے کہ وہاں لوتھرین چرچ کے بشپ نے ان کلیسائی حلقوں کی باقاعدہ توثیق کردی ہے جو ہم جنس پرست مردوں اور عورتوں کے ذریعہ چلائے جارہے ہوں۔ صرف واعظین (Preachers) کے لیے پابندی ہے کہ وہ ہم جنس پرستانہ حرکتوں میں ملوث نہ ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ کینیڈا کے مشرقی ساحل سے پرے نیوفاؤلینڈ کے رومن کیتھولک کلیسا کے سربراہ نے متعدد کلیسائی راہبوں کی جانب سے بچوں کے جنسی استحصال کے واقعات پر ایک سخت تحقیقاتی رپورٹ کے بعد اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اس رپورٹ کے مطابق نیو فاؤنڈلینڈ کے 107 (ایک سو سات) پادریوں میں سے تقریباً ایک تہائی افراد جنسی کج روی میں مبتلا ہیں۔ اور نوعمر لڑکوں کو اپنی شہوت کا نشانہ بناتے رہے ہیں۔ اسی رپورٹ کی رو سے حالیہ عرصہ میں اس کے علاوہ یورپ کے متعدد کلیساؤں میں اس طرح کے واقعات منظر عام پر آئے ہیں۔ جن سے عیسائیت کے تصور رہبانیت کی قلعی اچھی طرح کھل جاتی ہے۔

مزید براں نام نہاد اصطلاح پسند راہبوں (یہودی عالموں) کی تنظیم نے بھی اپنی چار ہزار سالہ پرانی روایت کو توڑتے ہوئے اغلام بازی کرنے والے راہبوں کے لیے امریکہ اور کینیڈا میں وہاں کی عبادت گاہوں اور مذہبی جلسوں کی پیشوائی کی اجازت دے دی ہے۔ حال میں منعقد ہونے والی امریکی ربیوں کی مرکزی کانفرنس نے اپنے 101 ویں اجلاس میں زبردست کثرت رائے سے اس قرارداد کو منظوری دی ہے کہ: ''تمام ربیوں کو خواہ ان کا جنسی میلان کچھ بھی ہو' ان کے اختیار کردہ مقدس پیشے کی ذمہ داریاں ادا کرنے کا موقع فراہم کیا جانا چاہیے۔'' اس موقع پر اغلام باز ربیوں کو مذہبی پیشوائی کا اہل تسلیم کیے جانے پر ایک ربی ڈینس ریگر کی زبان سے بے ساختہ نکلا: ''یہ انتہائی خوشی کا دن ہے۔'' ڈینس ریگر لاس اینجلس میں اغلام باز یہودیوں کی عبادت گاہ بیت شائم چندریشم کا پیشوا ہے۔

✿.....✿.....✿

حوالہ جات

(1) لیکی: تاریخ اخلاق یورپ' بحوالہ: سیّد جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرے میں ص 215-216 مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی' بارششم 1984ء

(2) دیکھئے ہماری کتاب مذہب کا اسلامی تصور' صفحات 34-35 ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ 1412ھ/ 1991ء بار اوّل۔ موجودہ دور میں بھی مسیحی کلیسا کی حالت کم افسوسناک نہیں ہے۔ آج امریکہ میں نہ صرف یہ کہ کلیسا جنسی بے اعتدالیوں میں خود ملوث ہے۔ بلکہ وہ کھلے بندوں بدکاری اور جنسی آوارگی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ وہ اپنے زیرانتظام اس کے مواقع فراہم کرتا ہے اور اس کی سرپرستی کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو: سیّد قطب شہید: اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل صفحات 92 تا 96 ترجمہ: ساجد الرحمٰن صدیقی۔ ادارہ معارف اسلامی' کراچی' اشاعت اوّل 1937ء

محمد متین خالد

پڑھتا جا، شرماتا جا

عیسائیت کے علمبرداروں کا سیاہ چہرہ بے نقاب ہوتا ہے!

(اخباری تراشے)

رومن کیتھولک چرچ اور جنسی آزادی

لندن (پی اے) رومن کیتھولک آرچ بشپ پر ایڈز سے بچاؤ کے تعلیمی پیک کی توثیق کرنے پر ویٹی کن کی طرف سے سخت تنقید کی گئی ہے کیونکہ اس پیک میں کنڈوم کے استعمال کا مشورہ دیا گیا ہے۔ روم کے اسقف ہائے اعظم نے سینٹ اینڈریو اور ایڈنبرا کے آرچ بشپ کیتھ اور برائن سے کہا ہے کہ وہ اس تعلیمی پیک پر سے اپنی توثیق واپس لیں اس پیک کو تمام کیتھولک سکولوں سے بھی واپس لیا جائے۔ یہ پیک دو کیتھولکوں نے پیش کیا ہے۔ آرچ بشپ اور برائن نے ویٹی کن کے حکم پر کوئی تبصرہ کرنے سے انکار کردیا تاہم چرچ کی طرف سے کہا گیا کہ انہوں نے اپنی توثیق واپس لے لی ہے۔ سکاٹش کیتھولک میڈیا کے ڈائریکٹر ٹامکونلی نے کہا کہ کیتھولک چرچ جنسی عمل کو صرف شادی تک محدود کرتا ہے اور اس میں شادی کے بغیر جنسی عمل کی اجازت نہیں۔ اس لیے کنڈوم کا استعمال کیتھولک چرچ کی نظر میں ہمیشہ غلط رہا ہے۔ (روزنامہ جنگ لندن، 13 نومبر، 1995ء)

پادری کا مریدنی کے ساتھ فرار

گلاسگو (نمائندہ جنگ) سکاٹ لینڈ کا ایک پادری جس کی ایک ہفتے سے پراسرار گمشدگی کے متعلق چرچ کے حلقوں میں نہایت تشویش پائی جاتی تھی، اس کے اچانک غائب ہونے کا معمہ حل ہوگیا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ آرگائل اینڈ آئی لینڈز کے 55 سالہ رومن کیتھولک بشپ راڈرک کے اپنی ایک مرید خاتون تین بچوں کی 40 سالہ ماں کے ساتھ گزشتہ کئی سالوں سے خفیہ تعلقات تھے۔ عورت کی راز دان سہیلیوں کے مطابق وہ آپس کی ملاقاتوں کے علاوہ ٹیلی فون پر بھی کئی کئی گھنٹے اظہار عشق کرتے رہے۔

فادر راڈرک اس خاتون کی مالی مدد بھی کیا کرتا تھا۔ اب دونوں باہمی رضامندی کے ساتھ نئی زندگی بسر کرنے کے لیے دنیا کی آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں۔ راڈرک کی اچانک گمشدگی پر چرچ کے حلقوں میں زبردست پریشانی پائی جاتی تھی اور اس کے لیے اکثر مقامات پر دعائیہ تقریبات منعقد ہو رہی تھیں۔ پادری کے مطلقہ عورت کے ساتھ فرار ہونے کی خبر منظر عام پر آنے کے بعد اس کے عقیدت مندوں' رومن کیتھولک کمیونٹی اور چرچ کے حلقوں میں افسردگی پائی جاتی ہے۔ اوبن میں چرچ لیڈروں کی ایک ہنگامی میٹنگ منعقد ہو رہی ہے جس میں اس نئی صورتحال پر غور کیا جائے گا۔ چرچ لیڈر ابھی تک پادری راڈرک کی خفیہ رہائش سے لاعلم ہیں۔ اگر متعلقہ پادری نے چرچ کے اعلیٰ حکام سے فوری رابطہ قائم نہ کیا تو ایڈنبرا اور سینٹ اینڈریوز کے آرچ بشپ وقتی طور پر اس کے چرچ کی ذمہ داریاں ادا کریں گے۔
(روزنامہ جنگ' لندن' 17 ستمبر' 1996ء)

پادریوں کو شادی کی اجازت دی جائے

لندن (پی اے) کیتھولک چرچ پر پھر دباؤ پڑ رہا ہے کہ وہ پادریوں کے غیر شادی شدہ ہونے کا قانون منسوخ کرے۔ سروے کے مطابق کیتھولکس کی اکثریت پادریوں کے شادی شدہ ہونے کے حق میں ہے۔ چرچ کے حلقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو یقین ہے کہ یہ قانون جو صدیوں سے متنازعہ ہے' آخرکار بدل جائے گا۔ سروے ویکلی کیتھولک ہیرالڈ نے ایسے موقع پر کہا ہے جب بشپ راڈرک رائٹ کے حالیہ افیر سمیت متعدد سکینڈل سامنے آئے ہیں۔ 18 ماہ قبل کیتھولک ٹائمز نے بھی ایسا ہی سروے کیا تھا جس کے نتائج بھی ایسے ہی برآمد ہوئے تھے۔ کیتھولک ہیرالڈ نے بیس سال قبل بھی سروے کیا تھا جس کے نتائج کے مطابق ہر تین رائے دہندگان میں سے صرف ایک قانون میں تبدیلی کا حامی تھا۔ (روزنامہ جنگ لندن 3 نومبر 1996ء)

جادو بیانی سے راہباؤں سے زیادتی کرنے والے پادری کو 25 سال قید کی سزا

لندن (نمائندہ جنگ) کنواری راہباؤں کی عصمت دری کرنے والے پادری کو 16 سال قید کی سزا دی گئی ہے۔ اولڈ بیلی کی عدالت نے مسٹر گلبرٹ کو سزا سناتے ہوئے کہا تم انتہائی نجس ہو' مذہبی لگاؤ رکھنے والی لڑکیوں کو اپنی جادو بیانی سے اپنا لیتے ہو۔ قبل ازیں کٹہرے میں کھڑے پادری نے خدشہ ظاہر کیا کہ اس پر دل کا دورہ پڑا ہے لیکن ہسپتال نے اس کے معائنے کے بعد واپس عدالت بھیج دیا۔ پادری نے ایک کنواری لڑکی کی عصمت دری کے علاوہ اسے منشیات بھی استعمال کرائیں جس پر اسے 9 سال مزید قید کی سزا دی گئی۔ (روزنامہ جنگ لاہور' 15 مئی 1986ء)

خدا عورت ہے یا مرد؟ برطانوی عیسائیوں کی تحقیقات

(ایڈنبرگ۔ سکاٹ لینڈ) 30 اپریل (اپ ا) پریس بائٹرین گرجا گھر سے تعلق رکھنے والے

ایک گروپ نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ خدا لازمی طور پر نر نہیں ہے۔ سات عورتوں اور چار مردوں پر مشتمل گروپ نے اپنی تحریری رپورٹ میں کہا ہے کہ عیسائیوں کی مذہبی کتاب بائبل میں خدا کی جو صفات درج ہیں وہ مردوں میں اتنی نہیں ہوتیں جتنی عورتوں میں ہوتی ہیں۔ چرچ آف سکاٹ لینڈ کے ویمن گلڈ کے سالانہ اجلاس میں یہ رپورٹ پیش کردی گئی ہے لیکن وہ چرچ کی سرکاری رپورٹ نہیں' 19 مئی سے 25 مئی تک جنرل اسمبلی میں سولہ سو نمائندے اس رپورٹ کا جائزہ لے کر کوئی فیصلہ دیں گے۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور یکم مئی 1984ء)

آسٹریلیا میں عیسائیوں نے دس خواتین کو پادری بنالیا

پرتھ (اف پ) قدامت پسند عیسائیوں کی تمام تر مخالفت کے باوجود آسٹریلیا میں ''ویمن ڈے'' پر 10 خواتین کو پادری بنانے کی تقریب منعقد کی گئی کیونکہ قدامت پسند' عدالت سے تقریب کی ممانعت کا حکم لینے میں ناکام رہے تھے۔ پرتھ کے آرچ بشپ پیٹر کارنلے نے کہا ہے کہ آسٹریلیا میں پہلی خاتون پادری کا تقرر آزادی کا اظہار ہے' وہ خواتین کو پادری مقرر کرنے کی تقریب سے خطاب کر رہے تھے۔ عدالت نے فیصلہ کیا ہے کہ عورت مرد کے برابر ہے اور مذہبی پیشوائی کے فرائض سرانجام دے سکتی ہے اس لیے اس کے حق کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ سینکڑوں افراد اس تقریب کے دوران فرط جذبات سے آبدیدہ ہو گئے۔ جب آرچ بشپ پیٹر کارنلے نے کہا کہ آج شخصی آزادی کا مقدس دن ہے جب خدا کے بندوں نے عدالت کو محکوم بنانے اور اسے خوبصورت کاغذوں میں لپیٹنے کی سازش ناکام بنادی۔ انہوں نے کہا کہ آج کا دن بڑا عظیم ہے جب مذہب کے مستقبل کا عظیم الشان فیصلہ ہوا ہے' مردوں اور بالخصوص عورتوں کے لیے دین عیسوی کی خدمت کے وافر مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ تقریب کے دوران 10 افراد نے عورتوں کو پادری بنانے پر شائستگی سے احتجاج بھی کیا۔ ایک شخص نے کہا ''خدا کا نام بھلا دیا گیا ہے عورت مذہبی پیشوا نہیں بن سکتی۔'' (روزنامہ جنگ لاہور' 4 مارچ' 1992ء)

چرچ میں پادری خواتین کی آمد سے عورتوں سے زیادتی کے واقعات کم ہو جائیں گے

لندن (انٹرنیشنل ڈیسک) چرچ کی نیشنل اسمبلی کی منظوری کے بعد دو خواتین کو پادری بنانے کے فیصلے کو حتمی منظوری مل گئی ہے جسے مذہبی انتہا پسندوں کے علاوہ ہر مکتبہ فکر نے سراہا ہے۔ ایک ہزار پادریوں میں سے تین بشپ حضرات نے سولھویں صدی کے اس فیصلے کو اب اچانک تبدیل کرنے پر مستعفی ہونے کی دھمکی دے رکھی ہے کہ ڈی پی اے کے مطابق اس وقت تقریباً تیرہ سو خواتین پادری کے خواب دیکھ رہی ہیں۔ اس فیصلے سے ان کے پادری بننے کے امکانات روشن ہو گئے ہیں اور 2000ء تک پادری عورتوں کی کافی اکثریت ہو جائے گی۔ پادری بننے والی خواتین کا کہنا ہے کہ عورتوں کے اس منصب پر فائز ہونے سے چرچ کی آڑ میں عورتوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات میں بھی کمی آجائے گی۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور' 10 جون' 1990ء)

بدکار پادری نے چرچ میں اُنیس سالہ لڑکی کو قتل کر دیا

کیرالہ بھارت 22 جولائی (امن نیوز) بھارتی صوبہ کیرالہ کے ضلع کوٹیام میں ایک پادری جارج شیرن کو ایک انیس سالہ طالبہ جولی میتھیو کو قتل کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ اس مقدمہ میں ایک اور پادری تھامس بھی ملوث ہے مگر اب تک اس کی گرفتاری عمل میں نہیں آئی۔ بھارتی جریدے انڈیا ٹوڈے کے تازہ شمارہ میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ کے مطابق نوجوان طالبہ کے قتل کا یہ مقدمہ جس میں ممتاز عیسائی مذہبی رہنما ملوث ہیں' کیرالہ کی حکومت اور خاص طور پر نوجوان وزیر داخلہ دیالارروی کے لیے دردسر بن گیا ہے کیونکہ ان پر ایک طرف حزبِ اختلاف اور دوسری جانب عیسائی برادری کا زبردست دباؤ پڑ رہا ہے۔ پولیس کے ذریعوں کا کہنا ہے کہ جولی میتھیو ایک کالج کی طالبہ تھی۔ وہ روزانہ کرچی کے علاقے میں واقع چرچ کے فارم سے دودھ خریدا کرتی تھی۔ 27 اپریل کی صبح وہ اسی مقصد کے لیے چرچ گئی تھی۔ چند روز بعد اس کے امتحان ہونے والے تھے اور اس نے چرچ کے سربراہ فادر تھامس سے دعا لینے کا فیصلہ کیا مگر راستے میں فادر شیرن اسے مل گیا' جو اسے امتحان کا ایڈمٹ کارڈ دیکھنے کے بہانے اپنے کمرے میں لے گیا۔ جولی جیسے ہی کمرے میں پہنچی تو فادر شیرن نے دروازہ بند کرلیا اور اس پر...... دست درازی کرنے لگا۔ جولی اس صورتحال سے پریشان ہوگئی اور مدد کے لیے چیخ و پکار کرنے لگی۔ فادر شیرن نے اس کا منہ بند کرنے کی کوشش کی مگر جب جولی اس کے قابو میں نہ آئی تو اس نے جولی کو قتل کر ڈالا۔ بتایا جاتا ہے کہ فادر شیرن نے فادر تھامس کو جولی کے قتل سے آگاہ کردیا تھا۔ انہوں نے چرچ کی بدنامی کے خوف سے دو ملازمین کی مدد سے جولی کی لاش ایک ویران کنویں میں پھینک دی۔ یہ لاش چار دن بعد برآمد ہوئی۔ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق جولی کی موت دم گھٹنے کے باعث واقع ہوئی۔ اس کے بالوں کا ایک گچھا اور خون کے چند قطرے اس لاش کے قریب پڑے ہوئے پائے گئے۔ پولیس کی ایک جماعت نے ڈپٹی انسپکٹر جنرل سینٹرل رینج کرشن نائیر کی سربراہی میں قتل کے اس مقدمہ کی تفتیش کی اور اس نتیجے پر پہنچی کہ جولی کا قتل کرچی کے چرچ میں ہوا۔ پولیس نے فادر شیرن اور فادر تھامس کو اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا۔ لیکن حکومت نے عیسائی برادری کے شدید ردعمل کے خوف سے ملزمان کے خلاف فوری کارروائی سے گریز کیا' بتایا جاتا ہے وزیراعلیٰ کرونا کرنی اور وزیرداخلہ روی چرچ کی بااثر شخصیتوں کا ہی نہیں مقامی کانگریس کے ایک رکن قومی اسمبلی اومن چانڈی کا بھی دباؤ تھا۔ بعد میں اس مقدمہ کی تفتیش کرائم برانچ کے ایس پی لیبیے میتھیو کے حوالہ کردی گئی مگر اس مرتبہ بھی تحقیقات کا وہی نتیجہ برآمد ہوا۔ اور فادر شیرن کو حکومت اور چرچ کی منظوری حاصل کرنے کے بعد گرفتار کرلیا گیا۔ 16 جون کو فادر شیرن نے اعتراف جرم کرلیا۔ فادر تھامس کی گرفتاری اب تک عمل میں نہیں آئی۔

(روزنامہ امن کراچی' 23 جولائی' 1986ء)

پادری کی غلط کاریاں

منی سوٹا (اف پ) ایک سابق پادری کو بچوں کے ساتھ ناشائشہ حرکات کرنے کے جرم میں 6 ماہ قید اور دس سال زیرنگرانی رہنے کی سزا دی گئی ہے۔ 1974ء میں چرچ چھوڑ دینے والے پادری 3 مختلف ریاستوں میں درجنوں بچوں کے ساتھ اس قسم کی حرکات کرنے کا الزام تھا۔عدالت نے اسے ڈھائی سال کی بجائے دس سال کے طویل عرصے تک سزا ختم ہونے کے بعد زیرنگرانی رکھنے کا فیصلہ اس لیے کیا کہ اس نے اپنے طرزعمل میں کسی قسم کی بہتری ثابت نہیں کی۔ جیوری نے اس کو ناقابل اصلاح قرار دیتے ہوئے ڈھائی سال قید کی سزا دینے کی سفارش کی تھی۔ (روزنامہ جنگ لاہور' 30 جنوری 1993ء)

امریکی کیتھولک عورتوں کی تحریک

امریکہ کے پانچ کروڑ بیس لاکھ عیسائی کیتھولک آبادی میں عیسائی عورتوں کا تناسب پچاس فیصد ہے۔ امریکی عورتیں پوپ جان پال کی مذہبی انتظامیہ سے مطالبہ کر رہی ہیں کہ عیسائیت میں انہیں دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت کیوں دی جارہی ہے۔ ہمارا تعلق ایک جمہوری معاشرہ سے ہے اور ہمیں مردوں کے مساوی مذہبی حقوق ملنے چاہئیں۔ امریکہ کی کیتھولک عورتوں کی ایک نمائندہ ڈونا کوئن نے بڑی تلخی سے کہا ہے کہ پوپ امریکی عورتوں کو سمجھ نہیں سکے۔ یہ ہمارا چرچ ہے اور ہم ویٹی کن کے ''چند افراد'' کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتیں کہ وہ ہمارے چرچ کو غیر عیسائی قرار دیں۔ مارین کنگھم کہتی ہیں کہ ایک زمانہ تھا جب ویٹی کن نے غلامی کو جائز قرار دے دیا تھا اور ''مردوں'' کو زندہ جلایا جاتا تھا لیکن حیرت ہے کہ پاپائے روم اور ان کے مذہبی حکام کیتھولک عورتوں کے ساتھ برتاؤ پر افسوس کا اظہار تک کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ ان عورتوں نے ویٹی کن کے سخت رویہ کی شکایت کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ عورتوں کو دوسرے درجے کا شہری بنائے رکھنے کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے اور دیگر امور کے علاوہ انہیں طلاق' برتھ کنٹرول اور اسقاط حمل کی آزادی ہونی چاہیے۔ (روزنامہ مشرق لاہور' 22 فروری' 1985ء)

طلاق یافتہ کیتھولک عورتیں دوبارہ شادی کرسکتی ہیں' سپریم کورٹ کی رولنگ

بیونس آئرس (اف پ) ارجنٹائن میں کیتھولک چرچ نے سپریم کورٹ پر آئین کی خلاف ورزی کا الزام لگایا ہے۔ سپریم کورٹ نے گذشتہ روز ایک مقدمے میں طلاق یافتہ خواتین کو دوبارہ شادی کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ چرچ رہنماؤں نے کہا ہے کہ سپریم کورٹ کا یہ فیصلہ غیر آئینی ہے۔
(روزنامہ نوائے وقت' لاہور یکم دسمبر' 1989ء)

میں قدامت پرست آدمی نہیں ہوں

دوبئی (جنگ فارن ڈیسک) پوپ جان پال نے کہا ہے کہ میں کلاسیکی موسیقی کے ساتھ ساتھ پاپولر موسیقی بھی پسند کرتا ہوں۔ آسٹریلیا کے دورے کے دوران سکول کے بچوں سے بات کرتے ہوئے

انہوں نے کہا کہ میں عصر حاضر کی موسیقی جسے "راک" موسیقی کہتے ہیں' میں دلچسپی رکھتا ہوں اور مزید کہا کہ میں قدامت پرست آدمی نہیں ہوں۔ (روزنامہ جنگ لاہور' 29 نومبر' 1986ء)

علم دین کی جعلی ڈگریاں دینے پر دو بڑے پادری گرفتار

سیول 22 جنوری (امن نیوز) کلیسا کے دو بڑے پادریوں کو جن میں سے ایک امریکی اور دوسرا کوریائی ہے' ایک درجن سے زائد کوریائی پادریوں کو بھاری رقم وصول کر کے علم دین میں ڈاکٹریٹ کی جعلی ڈگریاں جاری کرنے کے الزام میں گرفتار کرلیا گیا۔ گرفتار ہونے والے کلیسا کے وزراء 51 سالہ ریوڈل ڈیوس اور 48 سالہ ریوجوہان ہیھ ینگ ہیں۔ انہیں پولیس نے گزشتہ سال 24 دسمبر کو 19 افراد کو ڈاکٹریٹ کی جعلی ڈگریاں جاری کرنے کے شبہ میں گرفتار کیا تھا۔ اب ان پر فرد جرم عائد کردی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ کلیسا کے ان دو وزرا نے علم دین میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے خواہشمند کوریائی پادریوں کو دھوکہ دینے کے لیے مارچ 1983ء میں سیول میں اوورسیز مشنری انسٹی ٹیوٹ قائم کیا تھا ان کا دعویٰ تھا کہ یہ انسٹی ٹیوٹ کیلیفورنیا کے باروسٹ انٹرنیشنل بائبل انسٹی ٹیوٹ کی شاخ ہے پولیس کی تفتیش سے اس بات کا انکشاف ہوا ہے کہ کیلیفورنیا انسٹی ٹیوٹ نے انہیں شاخ قائم کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ (روزنامہ امن کراچی' 23 جنوری' 1989ء)

خواتین کو پادری بنانے کا تنازعہ

کراچی 2 جولائی (جسارت رپورٹ) کیتھولک چرچ اور چرچ آف انگلینڈ میں پرانے تنازعات کے ساتھ اب ایک نیا اختلاف عورتوں کو پادری بنانے کے مسئلے پر پیدا ہوگیا ہے۔ پوپ پال نے آرچ بشپ آف کنٹربری کو خبردار کیا ہے کہ اگر خاتون مبلغوں کو پادری کے درجے پر ترقی دینے کا سلسلہ جاری رہا تو اس سے دونوں چرچوں کے اتحاد کو سنگین خطرہ لاحق ہوگا۔ اس تنازعہ کا انکشاف روم اور لندن میں بیک وقت شائع ہونے والے ان چار خطوط سے ہوا جو پوپ اور آرچ بشپ ڈاکٹر رنسی نے ایک دوسرے کو لکھے تھے۔ ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے فرقوں میں بنیادی اختلافات بدستور موجود ہیں اور دونوں چرچوں میں سے کوئی بھی اپنی روایات بدلنے پر تیار نہیں۔ ڈاکٹر رنسی کا کہنا ہے کہ عہد نامہ عتیق سمیت بائبل کے کسی مسودے میں عورت کو پادری بنانے پر پابندی عائد نہیں کی گئی۔ کارڈینل ولی برائڈ نے اس نظریئے کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ پادری یسوع مسیح کی نمائندگی کرتے ہیں اور ہمیں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ عیسیٰ مرد ہیں۔

(روزنامہ جسارت کراچی' 3 جولائی' 1986ء)

گرجا میں گانے والی سولہ سالہ لڑکی سے زیادتی۔ سات پادریوں کے خلاف مقدمہ

لاس اینجلز (اپ پ) گرجا میں مذہبی گیت گانے والی ٹولی کی سابقہ رکن بائیس سالہ ریٹا میلا

نے کیلیفورنیا کی عدالت میں سات رومن کیتھولک پادریوں کے خلاف زیادتی ہونے پر مقدمہ دائر کیا ہے جس میں ڈیڑھ کروڑ ڈالر ہرجانہ دلوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ ریٹا کا کہنا ہے کہ اس کے ساتھ یہ زیادتی 16 برس کی عمر میں کی گئی اور اس کا سلسلہ چار سال تک جاری رہا۔ درخواست میں ساتوں پادریوں کے نام دیئے گئے ہیں اور عدالت سے کہا گیا ہے کہ ان میں سے دو پادری اس کی بچی کے باپ ہیں لہٰذا بچی کی ولدیت کا فیصلہ بھی عدالت کی طرف سے کیا جائے۔ پریس کانفرنس کے دوران جب ریٹا سے دریافت کیا گیا کہ اکٹھے سات افراد نے یہ واردات کیسے کی' تو اس نے جواب دیا کہ میں اعتماد میں ماری گئی' میرا خیال تھا کہ پادری ہونے کے ناطے انہیں علم ہوگا کہ کون سا عمل گناہ کی تعریف میں آتا ہے اور کون سا نہیں۔ (روزنامہ جنگ' لاہور' 12 فروری 1984ء)

چڑیا گھر کا شیر ایک پادری کو چیر پھاڑ کر کھا گیا

نائجیریا 12 جنوری (پ پ ا) کہا جاتا ہے کہ معجزے ہوتے ہیں مگر ایسا کبھی کبھی ہوتا ہے۔ ایک پادری نے جو اپنی معجزاتی خوش فہمی میں مبتلا تھا' یہ دکھانے کے لیے شیروں کے پنجرے میں چھلانگ لگادی کہ وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر نتیجہ اس کی توقع کے خلاف نکلا اور شیر نے دیکھتے ہی دیکھتے اسے چیر پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ یہ ہولناک ڈرامہ نائجیریا کے صوبہ اویو کے ایبا واس چڑیا گھر میں ہوا جہاں ایک عیسائی پادری پیٹرابیودون نے جو بائبل' صلیب اور ایک رسہ اٹھائے ہوئے تھا۔ لوگوں کو جمع کرکے دعویٰ کیا کہ وہ انہیں ایک معجزہ دکھائے گا بعد میں پادری شیروں کے پنجرے کے عقب میں لگے ہوئے درخت پر چڑھ گیا اس وقت شیر سویا ہوا تھا۔ پادری نے شور مچا کر سوئے ہوئے شیر کو جگا دیا جب اس شیر کو بائبل دکھائی تو وہ چپ چاپ کھڑا رہا اس پر پادری نے فتح مندی کے تاثرات کے ساتھ وہاں موجود لوگوں سے کہا کہ وہ پنجرے کے اور قریب آ جائیں تاکہ اس معجزے کو بہتر طور پر دیکھ سکیں جو وہ تھوڑی دیر میں دکھانے والا ہے چند ہی لمحہ بعد پادری نے پنجرے میں چھلانگ لگادی مگر اس کے ساتھ ہی شیر جو غیر متوقع چیخ و پکار سے پریشان ہوکر سہم گیا تھا' حرکت میں آ گیا اور اپنے شکار پر جھپٹ پڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے پادری کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ (روزنامہ جنگ لاہور' 13 جنوری' 1992ء)

بچوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے والے پادری:

''پوپ جان پال دوم نے پادریوں کی طرف سے بڑھتے ہوئے جنسی جرائم کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ بچوں کو جنسی طور پر ہراساں کرنے والے پادریوں کے لیے چرچوں میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ امریکی چرچوں میں پادریوں کے بچوں کے ساتھ جنسی سکینڈلز کے حوالے سے ہونے والی نکتہ چینی کے بعد وہ گذشتہ روز طلب کیے گئے 12 امریکی پادریوں سے مذاکرات کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ایسی شرمناک حرکات جن کے باعث یہ بحران پیدا ہوا معاشرتی جرائم تو ہیں ہی مگر یہ خدا کی نظر میں بھی بدترین گناہ ہے۔ ویٹی کن نے گذشتہ روز پوپ کے خطاب کی تفصیل جاری کی۔ پوپ نے کہا کہ

مسئلہ کی نوعیت سے لاعلم لوگوں کے مشوروں نے صورتحال خراب کی۔ پوپ نے اس موقع پر کہا کہ امریکہ میں روحانی اور معاشرتی طور پر بہترین پادریوں کی بڑی تعداد کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم حال ہی میں منکشف ہونے والے جنسی سکینڈلوں اور پادریوں پر درج ہونے والے مقدمات اس ضمن میں تیز تر لائحہ عمل تیار کرنے کے لیے اہم ہیں۔ بشپ وائن گریگوری نے کہا کہ ہمیں لوگوں کو یقین دلانا ہوگا کہ ان کے بچے خطرے کے راستے پر گامزن نہیں ہیں۔''

(روزنامہ آواز لاہور 24اپریل 2002ء)

پادری کی جنسی سرگرمیاں:

سان ڈیگو کی ایک عدالت نے جنسی سکینڈل میں ملوث 71 سالہ پادری پال شینلے کے مقدمے کی گذشتہ روز سماعت کی اور اسے کیلیفورنیا سے ریاست بدر کر کے واپس میساشوٹس بھیجنے کا فیصلہ سنایا ہے۔ پادری پر مقدمے کی باقی سماعت وہیں ہوگی کیونکہ اس کے خلاف مقدمہ بھی میساشوٹس پولیس نے درج کیا تھا۔ چرچ حکام نے گذشتہ روز شینلے کے خلاف دستاویزی ثبوت بھی فراہم کیے جن کے مطابق وہ آدمیوں اور لڑکوں میں جنسی تعلقات کا قائل تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ چرچ حکام کو اس کی ان جنسی سرگرمیوں کا کئی سال سے علم تھا مگر وہ خاموش رہے۔ (روزنامہ آواز لاہور 4 مئی 2002ء)

انٹرنیٹ پر بچوں کی برہنہ تصویریں:

انٹرنیٹ پر بچوں کی ننگی تصویریں جاری کرنے والے گروہ کے خلاف تحقیقات کرنے والے حکام نے 20 ریاستوں میں 40 افراد کو گرفتار کر لیا ہے۔ محکمہ انصاف کے حکام نے پیر کو بتایا کہ گرفتار شدگان دو کیتھولک پادری، یوتھ بیس بال کے کوچز، ایک پولیس افسر اور ایک ٹیچر کا معاون بھی شامل ہے۔ ایف بی آئی کے ''آپریشن کینڈی مین'' میں گرفتار 27 افراد نے ماضی میں 36 سے زائد بچوں سے زیادتی کا اعتراف کر لیا ہے۔ امریکہ کے اٹارنی جنرل جان ایش کرافٹ نے کہا ہے کہ یہ بات واضح ہے کہ انٹرنیٹ کے تاریک گوشوں میں بچوں کی عریاں تصویروں کی ایک نئی مارکیٹ قائم ہو چکی ہے۔ ایسے لوگوں کو روکا جانا چاہئے۔ (روزنامہ آواز لاہور 20 مارچ 2002ء)

بچہ باز کے کارنامے:

''برطانیہ سکینڈے نیویا اور یورپ کے دیگر ممالک میں کم سن بچوں کی جسم فروشی کی لعنت فروغ پا رہی ہے۔ پانچ سال سے کم بچوں اور بچیوں کے ساتھ بدکاری اور انہیں بطور طوائف کے استعمال کرنے کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مارچ 1998ء کے ریڈرز ڈائجسٹ میں ایک مفصل رپورٹ شائع ہوئی جس میں بچہ بازی کی ان مکروہ صورتوں کا تفصیل سے سروے کیا گیا ہے۔ بچوں کی بدکاری کی ویڈیو فلم بنا کر فروخت کرنے کا مکروہ دھندا بھی وہاں پر ہو رہا ہے۔ اس طرح کے گھناؤنے کاروبار میں

ملوث افراد کو Paedophile یا ''بچہ باز'' کہا جاتا ہے۔ ریڈرز ڈائجسٹ کی رپورٹ کے مطابق اس غلیظ دھندے میں حکومتوں کے وزراء اور امرا بھی ملوث ہیں۔ یہ ''پیڈو فائل'' بچوں کو اغوا کرتے ہیں اور پھر انہیں بدکاری کے بعد قتل کر دیتے ہیں۔

جولائی 2000ء کے دوسرے ہفتے میں برطانوی ذرائع اَبلاغ نے شہ سرخیوں کے ساتھ ایک تہلکہ خیز خبر شائع کی کہ ایک 'پیڈوفائل' نے آٹھ سالہ بچی سارہ پین (Sarah Payne) کو اغواء کرنے کے بعد قتل کر دیا۔ پھر اس کی ننگی لاش کو ویسٹ سیکس کے قریب کھیتوں میں پھینک دیا۔ اس وقت میرے سامنے 21 جولائی 2000ء کے برطانیہ کے تین معروف اخبارات، ڈیلی میل، گارجین، دی انڈی پینڈینٹ رکھے ہیں۔ ان میں اس وحشیانہ واقعہ پر متعدد آرٹیکل لکھے گئے ہیں۔ مثلاً ڈیلی میل کے ایک مضمون کا عنوان ہے: What drives a paedophile to murder ''ایک بچہ باز کو آخر کیا چیز قتل پر ابھارتی ہے؟''

اسی اخبار میں بہت سے قارئین کے دردناک خطوط شائع ہوئے ہیں، جنہوں نے اس معصوم بچی سارہ پین کے والدین کے ساتھ اپنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ اس کے قاتل کو گرفتار کر کے سزائے موت دے۔ یاد رہے کہ برطانوی قانون میں سزائے موت کو ختم کر دیا گیا ہے۔'' (ممتاز دانشور جناب عطا اللہ صدیقی کا مضمون ''بچوں کے حقوق'' مطبوعہ ماہنامہ ''محدث'' لاہور اگست 2000ء)

جنسی سکینڈل:

پاپ جان پال نے آرچ بشپ رمبرٹ ویک لینڈ کا استعفیٰ منظور کر لیا ہے۔ ایک ترجمان نے بتایا کہ رمبرٹ ویک لینڈ جنسی بے راہروی کے باعث عوام سے معافی مانگیں گے۔ اس جنسی واقعہ کے لئے تصفیہ کی غرض سے اسے ساڑھے چار لاکھ ڈالر دینا پڑے تھے۔ ویک لینڈ 25 سال سے آرچ بشپ ہیں۔ انہوں نے معذرت کی ہے کہ میری وجہ سے چرچ کی بدنامی ہوئی ہے۔ ترجمان جیری اپ زولیسکی نے بتایا کہ معافی کے لئے وقت اور جگہ کا فیصلہ کیا جا رہا ہے۔ آرچ بشپ رمبرٹ نے اس سال اپریل میں استعفیٰ دینے کا عندیہ ظاہر کیا تھا۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 26 مئی 2002ء)

مقدس باپ:

امریکیوں کے ساتھ وہی معاملہ ہوا ہے کہ: ''ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا''

مسلمانوں کے ملا کو بدنام کرنے میں اہل مغرب نے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ کونسا الزام اور کونسی برائی ہے جو اس کے سر نہیں تھوپی گئی۔ حالانکہ یہ محض مفروضے اور ان کا تعصب ہے۔ پچھلے دنوں امریکہ میں پادریوں یا دوسرے لوگوں میں ''مقدس باپوں'' کا ایک روح فرسا سکینڈل سامنے آیا۔ اخبار والوں نے کھوج لگایا تو معلوم ہوا کہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ اب اخبارات جرائد اور میڈیا میں رومن

کیتھولک پادریوں کے شرمناک سیکنڈلز بیان کیے جا رہے ہیں کہ سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ کئی پادریوں نے مقدمات اور بدنامی سے بچنے کے لیے کروڑوں ڈالر دے کر ''مک مکا'' کر لیا ہے لیکن اس کے باوجود بہت سے پکڑے گئے ہیں۔ اس سیکنڈل نے نہ صرف امریکہ بلکہ سارے مغرب کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ان پادریوں کے خلاف جنسی بے راہ روی کے الزامات ہیں۔ بعض نے تو اعتراف بھی کر لیا ہے۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ کئی ایسے پادری ہیں جن کے بارے میں شکایات موصول ہونے پر ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کے بدلے تیسرے پادری صاحب نے ان کا محض تبادلہ کر دیا اور کسی سزا کے لائق نہ سمجھا۔ یہ ہماری بیوروکریسی یا پولیس کے محکمہ کا طریقہ واردات ہے جو نہ جانے کس طرح امریکی چرچ تک پہنچ گیا ہے۔ ہمارے ہاں نوکر شاہی اور پولیس کے محکمے میں یہ اصول ہے کہ اگر کسی ایک فرد کے خلاف الزامات عائد کیے جائیں اور جرم بھی ثابت ہو جائے تو اسے کوئی سزا نہیں دی جاتی۔ بس اس کا تبادلہ کر دیا جاتا ہے۔ شاید اس لیے کہ اب وہ کسی دوسرے علاقے میں جا کر یہی کارنامے سرانجام دے۔

امریکہ میں چرچ اور پادری بہت دولت مند ہوتے ہیں۔ اب جبکہ بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی ہے تو بہت سی بند زبانیں بھی کھل گئی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ پنڈورا بکس کھل چکا ہے۔ ایسے ایسے واقعات سامنے آ رہے ہیں کہ عقل حیران ہے۔ یہ اس امریکہ کے مذہبی پیشواؤں کے کرتوت ہیں جو ساری دنیا کو اخلاق، تہذیب اور نیکی کا درس دینا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ ابھی تو ابتدائے عشق ہے۔ دیکھئے آگے آگے اور کیسی داستانیں سامنے آتی ہیں۔ امریکی پادریوں کی داستان خود ان ہی کے جرائد میں پڑھ کر تو ایسا لگتا ہے جیسے کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔

جب امریکی سکولوں میں بچوں کے خلاف جرائم میں اضافہ ہوا تو والدین اپنے بچوں کو سکول بھیجتے ہوئے ہچکچانے لگے تھے۔ اب پادریوں کی داستانیں عام ہونے کے بعد شاید وہ بچوں کو چرچ بھیجنا اور خود وہاں جانا بھی چھوڑ دیں۔ یعنی خدا سے جو تھوڑا بہت رسمی تعلق سنڈے کے سنڈے ہو جاتا ہے وہ بھی خطرات کی زد میں ہے؟ دیکھئے اب کیا فرماتے ہیں، پوپ بیچ اس مسئلے کے!

(ہفت روزہ فیملی میگزین 18 اپریل 2002ء)

پادری غیر اخلاقی سرگرمیوں سے باز رہیں، پوپ جان پال

تاجیو (جنوبی کوریا) (پاکستان ٹائمز 5 مئی) پوپ جان پال نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ پادری غیر اخلاقی سرگرمیوں سے باز رہیں۔ پوپ پال آج ایک مذہبی تقریب جو سیول کے صنعتی شہر سے 250 کلومیٹر دور منعقد ہوئی، خطاب کر رہے تھے۔ پوپ کے ترجمان کے مطابق پوپ کے اس پیغام کا اعلان دنیا کے تمام عیسائی پادریوں پر لاگو ہوگا۔ (ڈیلی پاکستان ٹائمز لاہور، 6 مئی، 1984ء)

چوہدری مظفر حسین

امریکی معاشرے کی موجودہ سیاسی اور اخلاقی حالت پر سابق امریکی صدر رچرڈ نکسن کا نوحہ

دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کو جو صدور میسر آئے' ان میں رچرڈ نکسن منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک لحاظ سے وہ امریکہ کا ایک بدقسمت صدر تھا کہ واٹر گیٹ سکینڈل کی بدنامی اس کی قسمت میں لکھی تھی' پھر بھی وہ امریکہ کا کوئی عام صدر نہیں تھا بلکہ ایک مفکر' مدبر اور اعلیٰ پایہ کا مصنف ہونے کے اعتبار سے ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک تھا' لیکن اس کی یہ ساری خوبیاں واٹر گیٹ سکینڈل کی وجہ سے گہنا گئیں۔ اس کا شمار امریکہ کے عظیم ترین صدور یعنی واشنگٹن' جیفرسن' فرینکلن اور لنکن کی صف میں اس لیے بھی نہیں کیا جاسکتا کہ وہ لوگ امریکی جمہوریت کے معمار تھے جبکہ نکسن ان کی تعمیر کردہ جمہوریت کی عمارت کو کھنڈروں میں تبدیل ہوتے دیکھ رہا تھا لیکن مروجہ جمہوریت کے ہاتھوں اتنا بے بس تھا کہ اپنے ملک میں جمہوری تہذیب کی گرتی ہوئی عمارت کو سہارا نہیں دے سکتا تھا۔

رچرڈ نکسن نے دس کتابیں لکھیں۔ اس کی آخری کتاب ''ورائے امن'' (Beyond Peace) 1994ء میں شائع ہوئی' جس کے بارے میں اس نے خود کہہ دیا تھا کہ ''غالباً یہ اس کی آخری کتاب ہے۔'' اس کی پہلی تمام کتابیں عالمی سیاست اور امریکہ کی خارجہ پالیسی کے موضوعات سے متعلق تھیں مگر یہ کتاب وسیع تر حلقہ قارئین کے لیے لکھی گئی ہے۔ دیکھا جائے تو ایک طرح سے یہ کتاب نکسن کا اپنی قوم کے نام ایک ''وصیت نامہ'' ہے۔ کتاب کا آخری باب بالخصوص ان قومی عوارض سے بحث کرتا ہے جن میں امریکہ کا جمہوری معاشرہ آج کل مبتلا ہے' بلکہ اسے ''جمہوری تہذیب کا نوحہ'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاسکتا ہے۔ اس باب میں نکسن نے جو خیالات پیش کیے ہیں' وہ دنیا کے ان تمام لوگوں کے لیے سامانِ عبرت ہیں جو امریکہ کو نمونۂ ترقی و کمال خیال کرتے ہیں۔ نیز یہ خیالات اس اعتبار سے بھی بے حد اہمیت کے حامل ہیں کہ یہ ایک ایسے شخص کے خیالات ہیں جس نے ایک عالمی طاقت کے با اختیار حکمران کی حیثیت سے پوری دنیا کو اس کی بلند ترین چوٹی سے دیکھا ہے اور ایک مقتدر سیاستدان کی حیثیت سے

دنیا کے معاملات میں عملاً حصہ لیا ہے۔ اس لیے یہ خیالات اس قابل ہیں کہ ان پر توجہ دی جائے۔

''ورائے امن'' کے تیسرے اور آخری باب میں نکسن نے اپنے ملک کے مختلف اداروں مثلاً حکومت' انتظامیہ' امن عامہ' تعلیم' ثقافت' سماجی فلاح و بہبود' عدل و انصاف' ذرائع ابلاغ اور نظامِ خاندان میں سے ایک ایک کو لیا ہے اور دقتِ نظر سے ان کا جائزہ لینے کے بعد ان میں پائی جانے والی خرابیوں کا ذکر کیا ہے جو امریکی معاشرے کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ وہ کہتا ہے:

> ''ہمارے شہروں کو گھن لگا ہوا ہے اور اس کی سڑاند ہمارے روحانی' اخلاقی اور تہذیبی عادات و اطوار میں رچ بس گئی ہے جس سے غربت' جرائم اور عوامی سہولتوں کے ناجائز استعمال جیسے عوارض نے جنم لیا ہے۔'' (1)

اس ضمن میں وہ پیٹ موئنی ہن (Pat Moynihan) کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''پچاس برس پہلے ہم ایک ایسے شہر کے باسی تھے جس کا ایک معاشرتی ڈھانچہ تھا' یہ اپنا ایک انفراسٹرکچر (یعنی ذیلی سہولتوں کا نظام) اور دنیا کا بہترین زمین دوز نظامِ مواصلات رکھتا تھا۔ عمدہ ترین رہائش گاہیں' شہری سکولوں کا بہترین نظام اور بہترین سلیقہ شعار شہری تھے۔ لیکن اب اسی شہر کے کئی حصے ایسی معاشرتی افراتفری کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں' جو ظاہر کرتی ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو معاشرے کے اچھے شہری بنانے میں ناکام رہے ہیں۔ اور صورتِ حال سال بہ سال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔'' (2)

پیٹ موئنی ہن اپنی بات کی تائید میں سٹیٹ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس ایڈون ٹورس کے خط کا' جو اس نے اسے لکھا تھا' حوالہ دیتے ہوئے اس کا اقتباس پیش کرتا ہے۔ اس اقتباس میں ٹورس لکھتا ہے:

> ''زمین دوز ٹرینوں' کاروں' پنساری کی دکانوں' خوردہ فروش سٹوروں' خود کار لانڈریوں' کیش مشینوں اور عمارتی لفٹوں میں ہر کہیں لوگ عام قتل ہو رہے ہیں لیکن لوگوں کی بے حسی اور خوابِ غفلت انہیں ایسے جنگ آزما فوجی کی سطح پر لے آئے ہیں جو ایک عرصے کی جنگ کے دوران دشمنوں اور اپنوں کی لاشوں پر بیٹھ کر بڑے اطمینان کے ساتھ جنگی راشن تناول کرتا ہے۔ جس معاشرے میں ظلم اور جور و ستم کا احساس باقی نہیں رہتا' نیستی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔'' (3)

تعلیمی انحطاط کا ذکر کرتے ہوئے نکسن لکھتا ہے:

> ''بعض لوگوں کا یہ خیال کہ سکول اس لیے ناکام ہو رہے ہیں کہ ہم ان پر بہت کم خرچ کرتے ہیں' ایک انتہائی لغو اور مہمل مفروضہ ہے۔ 1990ء میں امریکہ میں فی طالب علم اوسطاً پانچ ہزار دو سو سنتالیس ڈالر خرچ کیے گئے اور یہ رقم 1960ء کے مقابلے میں ڈھائی گنا زیادہ تھی اور دنیا کے صنعتی ترقی یافتہ ممالک کے

مقابلے میں تعلیم کی مد میں سب سے زیادہ رقم خرچ ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود پچھلی تین دہائیوں میں علمی رجحانات کے ٹیسٹ (Scholastic Aptitude Test) کے سکور میں اسی فیصد (80%) کی واقع ہوئی اور کئی ایک جائزوں کے بعد یہ حقیقت آشکار ہوئی ہے کہ ریاضی اور سائنس جیسے اہم مضامین میں امریکی طلبہ دنیا کے دیگر ممالک سے پیچھے رہ گئے۔'' (4)

اس انحطاط کی بنیادی وجہ اس کے نزدیک یہ ہے کہ سکول تعلیم و تربیت کے مراکز کے بجائے اسلحہ کے آزادانہ استعمال کے گڑھ بن چکے ہیں' جس کا سبب یہ ہے کہ ان میں ڈسپلن نہیں رہا اور طلبہ کو نظم وضبط کا خوگر نہیں بنایا جاتا۔ چنانچہ وہ بڑی دلسوزی کے ساتھ ناصحانہ انداز میں کہتا ہے:

''امریکہ کے پبلک سکولوں کو اگر کوئی کام کر کے دکھانا ہے تو انہیں پھر سے تحصیل علم کے مہذب مامن بننا ہوگا' بجائے اس کے کہ وہ اسلحہ کے آزادانہ استعمال کے علاقے شمار ہوں۔ اوّلین بنیادی چیز کلاس روم میں نظم وضبط کا پایا جانا ہے اور اس کے بعد ذاتی' معاشرتی اور ذہنی نظم کے اوصاف تحصیل علم کے لیے کلیدی عناصر کا کام دیتے ہیں۔ لیکن اس معیار پر پرکھا جائے تو ہمارے اکثر و بیشتر پبلک سکول کئی عشروں سے اساتذہ پر والدین کے اعتماد کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں اور بتدریج انبوہ گردی (Mob Rule) کے سامنے سپر انداز ہوتے جا رہے ہیں۔'' (5)

یونیورسٹیوں میں تعلیم کا جو حال ہے' اس پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے:

''امریکہ میں دنیا کی چند بہترین یونیورسٹیاں پائی جاتی ہیں۔ اگر انہیں اپنی پوزیشن کو بحال رکھنا ہے تو انہیں اپنی کمزوریوں کی طرف توجہ دینی ہوگی۔ ''پلورلزم'' (یعنی مختلف اقوام پر مشتمل معاشروں اور متنوع عناصر کو یکجا رکھنے) کے نام پر ان درس گاہوں کے انتہا پسندوں کا مطالبہ ہے کہ داخلے کی پالیسی اہلیت کے بجائے نسلی نمائندگی کے اصول پر مبنی ہونی چاہیے۔ نصاب تعلیم' علمی اور عقلی معیارات کی معروضیت کی بجائے نسل اور جنس کی سیاست کی بنیاد پر تیار کیا جانا چاہیے' تقریر کے قواعد وضوابط' آزادانہ علمی مباحثوں کو فروغ دینے کے برعکس ایسے احساسات کو ترقی دینے والے ہوں جو مغربی روایات کے خلاف معاندانہ مزاج رکھتے ہوں۔ جیسا کہ ہوور انسٹی ٹیوٹ کے ڈاکٹر مارٹن نے کہا ہے کہ بائیں بازو کے لبرل خیالات رکھنے والے پروفیسروں کا تناسب بہت زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے یونیورسٹیوں میں یک طرفہ ذہن کی کارفرمائی ہے۔ 1960ء کے یہ انقلابی آج کل یونیورسٹیوں کے بیشتر شعبوں پر مسلط ہیں اور ''سیاسی اصلاح'' کی ایک ایسی تحریک کو قوت فراہم کر رہے ہیں جو صداقت کو سزا

اور اہلیت کو عقوبت کا مستوجب قرار دیتی ہے اور کوٹا سسٹم پر شعبوں کو ترقی دیتی ہے۔ ان سب کے نتیجے میں پرلے درجے کی جہالت کیمپس کے اندر سرایت کر رہی ہے۔" (6)

نوجوان نسل میں منشیات کا روز افزوں استعمال اور ان کے انسداد میں خود ماہرین صحت کی پیدا کردہ رکاوٹ اور انسدادِ منشیات کے سلسلے میں حکومت کی ناکامی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"حکومت کے حالیہ اقدامات سے اس الزام کو تقویت ملتی ہے کہ وہ منشیات کے خلاف جنگ میں ہتھیار ڈال رہی ہے۔ گزشتہ سال کے آخر میں سرجن جنرل جائسلین ایلڈرز (Joycelyn Elders) نے یہ اشتعال انگیز تجویز پیش کر کے ملک بھر میں آگ لگا دی کہ منشیات کے استعمال کو قانونی طور پر جائز قرار دے دیا جائے۔ انتظامیہ کی طرف سے اس بیان پر تردید نہ آنے کی وجہ سے منشیات کی غیر قانونی فروخت اور استعمال کے خلاف حکومت کی ان بیس سالہ کوششوں کو سخت دھچکا لگا جو یکے بعد دیگرے آنے والی پانچ حکومتوں نے شروع کر رکھی تھیں۔" (7)

عوامی کلچر کے نام پر فحاشی کی اباحیت کے نظریہ کے فروغ میں عوامی تفریح کے ذرائع مثلاً سینما اور ٹیلی ویژن کے کردار اور حقیقت کی عکاسی کے نام پر ہر برائی کی تشہیر پر وہ بڑے دکھ کے ساتھ کہتا ہے:

"کم از کم غیر محفوظ ہمسائیگی میں رہنے والے بچوں کو گھروں میں تو محفوظ ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے برعکس ہو یہ رہا ہے کہ جب وہ ٹیلی ویژن دیکھ رہے ہوتے ہیں یا سٹیریو پر پروگرام سن رہے ہوتے ہیں تو بازاروں، گلیوں، محلوں اور سکولوں کے احاطوں میں ہونے والے تشدد اور مار دھاڑ کے مناظر کا سیل بے پناہ ان کے رہائشی کمروں میں آن داخل ہوتا ہے۔ کارٹونوں کے کردار ان کے اندر آگ بھڑکاتے ہیں اور شعر و ادب کے نام پر مسلح ڈاکوؤں اور پولیس افسروں کی فلمیں دکھا کر ان کے دلوں میں تشدد کی ستائش کا جذبہ ابھارا جاتا ہے۔" (8)

"ہالی وڈ کے وڈیروں کا دعویٰ ہے کہ امریکہ بیمار ہے اور اس کی بیماری کا آئینہ دکھا کر وہ حقیقت کی عکاسی کر رہے ہیں۔ ان کی اقدار وہی ہیں جو عوام کی اقدار ہیں، چنانچہ تشدد اور جنس پر مبنی فلمیں دھڑا دھڑ بک رہی ہیں اور ہالی وڈ والوں کا کاروبار دولت کماتا ہے۔ لیکن شرافت اور شائستگی کی بنیادی اقدار کی ذمہ داری سے دست کش ہو کر ہالی وڈ نے ان اقدار کے زوال کو معاشرہ میں تیز تر کر دیا ہے اور وہ تشدد کا جشن منا کر گھروں اور معاشرتی بہبود کے اداروں کی ساری کوششوں کو غارت کر رہے ہیں جن کا مقصد تشدد کی اس لہر کے خلاف بند باندھنا

ہے جوگلیوں اور محلوں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔'' (9)

''جنسی بغاوت نے امریکہ کی خاندانی زندگی کو تباہ و برباد کردیا ہے۔ طلاقوں' حرام کاری کی کثرت' ناجائز بچوں کی پیدائش اور بن شوہر بچوں والی ماؤں کی شرح بہت بڑھ گئی ہے' جس کے نتیجے میں نچلے درجے کے شہریوں کا ایک مستقل طبقہ معرضِ وجود میں آ گیا ہے۔ طبقۂ امراء اور درمیانے درجہ کے طبقے میں منشیات کے استعمال کے فیشن میں حال ہی میں کچھ کمی رونما ہونے کی وجہ سے بھی اس طرح کا ایک نیا طبقہ ابھرا ہے۔ خود سرشاری میں غرق افراد' اباحیت پسندانہ طریق حیات' انتقام اور ظلم و ستم کے چلن' محنت کی لاحاصلی اور امریکی معاشرے کی اندرونی ناانصافی سے ایک ایسا کاؤنٹر کلچر فروغ پذیر ہے جس میں اہلیت کی ناقدری اور ذاتی جدوجہد کی بے توقیری کا زنگ امریکی معاشرے کو کھائے جا رہا ہے' حالانکہ اوصافِ حمیدہ ہی افراد کی ترقی اور اخلاقی اصول وضوابط کے استحکام اور کامیابیوں کے حصول کا سب سے زیادہ یقینی ذریعہ ہیں۔'' (10)

خاندان کا شیرازہ بکھرنے کی وجہ سے امریکہ میں جرائم میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ نکسن کے نزدیک اس کی وجہ غربت نہیں بلکہ خاندانی نظام کی بربادی ہے' وہ لکھتا ہے:

''معاشرے میں ہر سو پھیلے ہوئے مسائل سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس حقیقت کا سامنا کریں کہ شہروں کا وہ نچلا طبقہ جہاں خاندانی زندگی میں بدترین شکست و ریخت ہوئی ہے' گلی کوچوں میں متشددانہ جرائم اور منشیات نوشی کا اصل ذمہ دار ہے۔'' (11)

''جرائم کا الزام غربت پر ڈال دینا ذہنی کھوکھلے پن اور اخلاقی فساد کی علامت ہے۔ جس زمانے میں' میں جوان ہوا وہ ملک گیر معاشی بدحالی کا بدترین دور تھا لیکن جرائم بہت ہی کم تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ اُن دنوں خاندان اور معاشرے تہذیبی معیاروں کو برقرار رکھے ہوئے تھے۔'' (12)

''آتش زن' لٹیرے' ڈاکو اور فسادی اس لیے نہیں آگ لگاتے' لوٹتے اور ڈکیتی اور تشدد کرتے کہ وہ غریب ہیں' بلکہ اِس لیے ایسا کرتے ہیں کہ وہ تہذیبی اعتبار سے گل سڑ گئے ہیں۔ آج کے بدکردار شکاری نوجوان نشانۂ ستم بننے والے اپنے ''شکار'' کو انتہائی سرد مہری اور نفرت وحقارت سے جور وستم کا نشانہ بناتے ہیں۔ وہ بھوک کے ہاتھوں مجبور ہو کر خوراک کے لیے یہ کام نہیں کرتے بلکہ جوتوں کے ایک جوڑے کے لیے (یعنی بغیر) کسی مطلب و مقصد کے) قتل کرتے

ہیں۔" (13)

نکسن کی یہ پختہ رائے ہے کہ حکومت کے رفاہِ عامہ کے پروگراموں کا اکثر و بیشتر فائدہ بدکردار افراد کو پہنچتا ہے۔ اپنی اس رائے کا اظہار کرتے وقت نکسن جذباتی ہو جاتا ہے اور اس کا لب و لہجہ تلخ اور سخت ہو جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے:

"شہروں کے تنزل و ابتذال میں کسی چیز کو براہ راست اتنا دخل نہیں ہے جتنا کہ کرپٹ کرنے، غیر مستحکم کرنے اور انسانیت کی تحقیر و تذلیل کرنے والا رفاہِ عامہ کا نظام ہے۔ تشدد اور جرائم پیشہ طبقے کے بدترین لوگ اسی نظام کے پیدا کردہ اور پروردہ ہیں۔ یہ نظام خاص طور پر کچی عمر کے غیر شادی شدہ نوجوانوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو ناجائز بچے تو پیدا کر لیتے ہیں لیکن انہیں پالنے کی اہلیت رکھتے ہیں نہ وسائل۔ رفاہِ عامہ کا کوئی بھی معقول اور ہوشمندانہ نظام ناجائز اور حرامی بچوں کی حوصلہ افزائی نہیں بلکہ حوصلہ شکنی کرے گا...... (اس قسم کے بچوں کی پرورش کے لیے) ایک غیر منکوحہ ماں کو (رفاہِ عامہ کے نام پر) جو سہولتیں مہیا کی جاتی ہیں ان پر بیس ہزار ڈالر خرچ ہو جاتے ہیں...... (ان سہولتوں کی بنا پر) سیاہ فام خاندانوں میں شکست و ریخت کی وجہ سے جو آفت آنے والی ہے، اس کے بارے میں موئنی ہن نے آج سے تیس برس پیشتر متنبہ کیا تو اس کی کھال ادھیڑ دی گئی لیکن وہ بالکل درست تھا۔ اسی قسم کا ایک انتباہ سفید فام خاندانوں کی تباہی کے بارے میں وال سٹریٹ جرنل میں چارلس مرے نے شائع کیا تھا اور اس کی کتاب "قدموں تلے سرکتی زمین" (Losing Ground) اس موضوع پر سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس نے نوٹ کیا کہ 1991ء میں ریاستہائے متحدہ امریکہ میں پیدا ہونے والے بچوں کی کل تعداد کا تیس فیصد حرامی یعنی غیر منکوحہ ماؤں کے بچے تھے۔ اور سیاہ فام عورتوں میں یہ شرح اڑسٹھ فیصد تھی۔ شہروں کے انتہائی اندرونی حصوں میں یہ شرح اسی فیصد (80%) سے بھی بڑھ گئی اور سفید فام عورتوں میں یہ شرح بائیس فیصد تک پہنچ گئی۔ ان غیر منکوحہ ماؤں میں بیاسی فیصد عورتیں ہائی سکول یا اس سے کم درجے تک تعلیم یافتہ تھیں۔ سفید فام عورتیں، جو غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کرتی ہیں، جو بچے جنتی ہیں ان میں سے نصف حرامی ہوتے ہیں۔" (14)

نکسن اپنے ملک کے نظام عدل و انصاف کی لغویت اور نامعقولیت کا رونا روتا ہے اور اس کی ایک مثال دیتے ہوئے بتاتا ہے کہ عدل و انصاف کے جمہوری قوانین کس طرح مجرموں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں:

''1984ء کے موسم گرما میں نیویارک شہر کے ایک زمین دوز ریلوے سٹیشن پر دو لٹیروں نے ایک ستر سالہ بوڑھے کو زمین پر گرا کر بری طرح مارا پیٹا اور اس کا گلا دبا کر اس کی جیبیں خالی کردیں۔ اس مظلوم شخص کی چیخ و پکار سن کر ٹرانزٹ پولیس کے دو افسر اس کی مدد کو دوڑے۔ لٹیرے پولیس افسروں کے رکنے کے احکام کو نظر انداز کرتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان افسروں نے گولی چلا دی جس سے ایک لٹیرا' جو عادی مجرم تھا' لنگڑا ہوگیا۔ اس نے ٹرانزٹ اتھارٹی پر ہرجانے کا دعویٰ کردیا۔ ریاست نیویارک کی عدالت نے حال ہی میں اس لنگڑا ہونے والے لٹیرے کو تنتالیس (43) لاکھ ڈالر کی ادائیگی کا حکم صادر کیا ہے جس کا بار زمین دوز ٹرینوں کے ان مسافروں پر پڑے گا جو ان لٹیروں کا شکار ہونے سے ابھی تک بچے ہوئے ہیں۔ اور دوسری طرف ان لٹیروں کا نشانہ بننے والے مظلوم بوڑھے شخص نے اپنا چشمہ ٹوٹنے پر ہرجانے کا جو دعویٰ کیا تھا اسے عدالت نے مسترد کردیا۔'' (15)

نکسن اس بات پر بھی بہت دکھی ہے کہ ظالموں' مجرموں' لٹیروں اور دہشت گردوں کے لیے عوام میں رحم اور ہمدردی کے جذبات پیدا کرنے میں ابلاغ عامہ کے ذرائع کا کردار کس قدر افسوسناک اور دردناک ہے...... وہ اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''ویت نام کی جنگ کے خلاف احتجاج کرنے والی کیتھرائن پاورز کے خلاف مقدمہ کے سلسلے میں میڈیا کا کردار بڑا حیران کن اور تمام حدود و قیود توڑنے والا تھا اور اس سے بیک وقت مجرم اور مظلوم کے لیے یکساں ہمدردی مترشح ہوتی تھی۔ سوال یہ تھا کہ آیا امریکہ کو اس جنگ میں ملوث ہونا چاہیے تھا یا نہیں۔ اس پر دیانت دارانہ اختلاف رائے پایہ جاتا تھا۔ لیکن جنگ کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں کے حق میں ہماری سوچ اس حد تک تو نہیں جانی چاہیے تھی کہ تشدد کرنے والوں کو بھی معاف کردیا جائے۔ کیتھرائن پاورز کوئی معصوم بچہ نہیں تھی جسے کسی باغ سے پھول توڑتے ہوئے پکڑا گیا ہو۔ اس خاتون کی رہائش گاہ سے تین رائفلیں' ایک کاربین' ایک پستول' ایک شاٹ گن اور بہت بڑی مقدار میں گولہ بارود برآمد ہوا۔ اس پر ایک نیشنل گارڈز آرمری پر آتشیں بم پھینکنے کا الزام تھا۔ وہ ایک بینک ڈکیتی میں شامل تھی جس میں پولیس کے ایک اہلکار کو گولی مار کر ہلاک کردیا گیا تھا جو نو بچوں کا باپ تھا۔ ان تمام تلخ حقائق کو ہضم کرکے مجرمہ کے بارے میں نرم احساسات کا اظہار ایک سنگ دلانہ ردِعمل ہی قرار پاتا ہے۔'' (16)

نکسن کو افسوس ہے کہ اس بارے میں نیوز ویک کا ردِعمل بھی لبرل میڈیا کی اکثریت کے عین مطابق تھا' جس نے لکھا:

''اتنے سال گزر جانے کے بعد یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ زیادہ ہمدردی کس سے کی جائے۔ ان نو بچوں سے جن کا باپ قتل ہوگیا یا اس نوجوان عورت سے جو 1960ء کے عشرے میں گمراہ ہوگئی؟ پاورز کے نفسیاتی صدمہ پر تو میڈیا نے آنسوؤں کی بالٹیاں بہادیں کہ اسے کس طرح اپنے آپ کو قانون کی گرفت سے بچانے کے لیے بیس سال تک چھپائے رکھنے کے لیے مارے مارے پھرنا پڑا لیکن ان نو یتیم بچوں کی بدقسمتی پر بہانے کے لیے کم ہی آنسو بچے جن کے باپ کو بینک ڈکیتی کے مقابلے کے دوران مار ڈالا گیا۔'' (17)

نکسن کی کتاب سے منقول یہ طویل اقتباسات دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت کی سچی عکاسی کرتے ہیں جو آج دنیا کی سب سے بڑی سیاسی طاقت ہے۔ کیا امریکہ دنیا کے تمام ممالک میں اسی نمونے کی جمہوریت کو کارفرما دیکھنے کا متمنی ہے؟ ان اقتباسات میں امریکی جمہوریت کی گھناؤنی تصویر دیکھ کر اس امر میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ یہ نظام جمہوریت دنیا کے کسی بھی معاشرے کو امن وسلامتی سے بہرہ ور کرنے کی ہرگز اہلیت نہیں رکھتا۔ ایسی آزادی جس کی قیمت امن وسلامتی کی قربانی دے کر چکانی پڑے بلکہ انسان کو اخلاقی اقدار سے محروم کردے اور غارت گر تہذیب وتمدن ہو' وہ انسان کے لیے کس کام کی ہے؟ اس کا آخری نتیجہ سراسر ہلاکت وتباہی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ جمہوری تہذیب کے اس کڑوے پھل کو چکھنے کے بعد ایسی ناکارہ جمہوریت کو سینے سے لگائے رکھنے کا امریکہ کے پاس کیا جواز ہے؟ نکسن کے نزدیک اس سوال کا فقط ایک جواب ہے اور وہ یہ کہ اس جمہوریت میں:

''آزادی نے اپنے وسیع ترین معنوں میں' اپنا دروازہ کھول دیا ہے۔ اندر جو کچھ موجود ہے اسے دیکھ کر اگر ہم مایوس ہوگئے تو یہ دروازہ ہمارے لیے بند ہو جائے گا۔'' (18)

گویا جمہوریت کے اندر جو کچھ موجود ہے وہ نکسن کے اپنے الفاظ میں اگرچہ مایوس کن ہے لیکن اسے یہ خوف کھائے جا رہا ہے کہ اگر انہوں نے اپنی مایوس کن جمہوریت سے منہ موڑ لیا تو آزادی کا یہ دروازہ' جو ایک طویل جدوجہد کے نتیجے میں ان پر کھلا ہے' بند ہو جائے گا۔ گویا ایک نظریہ حیات کے عملی نتائج کے اعتبار سے جمہوریت نے امریکی معاشرے میں جو گل کھلائے ہیں' انہیں نرم ترین الفاظ میں مایوس کن تسلیم کرنے کے باوجود علمی اور فکری سطح پر اسی جمہوریت کو ایک نظریہ حیات کے طور پر انسانی تاریخ کا آخری نظریہ خیال کیا جا رہا ہے۔ اور اسی نظریہ پر مبنی دنیا میں ایک نیا عالمی نظام قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

جب روس امریکہ کے حریف کی حیثیت سے 1989ء میں اپنی طاقت' مرتبہ اور مقام کھو بیٹھا

اور اس کا شیرازہ بکھرنے لگا تو جاپانی نژاد امریکی مورخ فرانسس فوکویاما (Francis Fukuyama) نے امریکی جریدہ "The National Interest" میں "The End of History" کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ بنی نوع انسان کا نظریاتی ارتقاء پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اس لیے انسانی تاریخ بھی اپنے اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ فوکویاما اپنا موقف مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے:

> ''ہمارے مشاہدے میں جو کچھ آ رہا ہے وہ محض سرد جنگ کا خاتمہ یا تاریخ کے کسی خاص دور کی رفت گزشت نہیں' بلکہ انسانی تاریخ کا اختتام ہے' یعنی انسان کے نظریاتی ارتقاء کا نقطہ آخریں اور انسانی طرز حکومت کی آخری شکل کے طور پر مغربی جمہوریت کی جہانگیری۔'' (19)

اس مقالہ کی اہمیت کے پیش نظر جان ٹی۔ رُورکے (John T. Rourke) نے اسے 1991ء میں اپنی کتاب "Taking Sides" کے مجموعہ مضامین میں شامل کیا جس سے اس مضمون کا بہت چرچا ہوا۔ چنانچہ مصنف نے 1992ء میں اسی مقالہ کو ایک کتاب کی صورت میں "The End of History and the Last Man" کے نام سے شائع کیا جسے دنیا بھر میں بہت دلچسپی سے پڑھا گیا اور فوکویاما کا موقف ساری دنیا میں بحث مباحثہ اور نقد و جرح کا موضوع بن گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب پر اب تک مختلف زبانوں میں ایک ہزار کے لگ بھگ مقالات شائع ہو چکے ہیں۔

دنیا کی واحد سپر پاور بن جانے کے بعد امریکہ کے سیاسی مدبرین کا یہ خیال ہے کہ اس کرۂ ارض پر بالقوہ اس کی اجارہ داری قائم ہو گئی ہے جسے وہ بالفعل معرضِ وجود میں لانے کے لیے نئے عالمی نظام کے پر فریب نام سے موسوم کرتا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ کی آج تک یہی خواہش رہی کہ سیاسی اور معاشی اعتبار سے دنیا کے تمام ممالک اس کی قیادت کو قبول کر لیں۔ چنانچہ اپنے واحد حریف روس کی شکست و ریخت کے بعد اس نے اپنے اس استعماری خواب کو عملی جامہ پہنانے کی کوششیں تیز کر دی ہیں۔ 27 فروری 1976ء کو نکسن کی چینی صدر ماؤزے تنگ سے بیجنگ میں ایک ملاقات ہوئی جبکہ ماؤ بستر مرگ پر تھا۔ اس ملاقات کے دوران عالمی قیادت کے بارے میں اس کی ماؤ سے جو گفتگو ہوئی' اس کا ذکر کرتے ہوئے نکسن لکھتا ہے:

> ''گفتگو کے دوران میں نے کہا ''ہمیں نہ صرف اپنے دو ملکوں کے مابین بلکہ دنیا کے تمام ملکوں کے درمیان امن کے لیے کوشاں ہونا چاہیے۔ اس کا جواب دینے کی ماؤ کی کوشش کا منظر درد ناک تھا۔ اس نے بڑبڑاتے ہوئے ہونٹوں سے بمشکل نیم ادا شدہ الفاظ کہے تو اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس کی ترجمان ایک دلکش نوجوان خاتون ماؤ کے لاگو کردہ ڈھیلے ڈھالے اور بے ڈھنگ سوٹ میں ملبوس (چینی عورتوں کے لیے اولڈ گارڈ کمیونسٹوں کی بدترین سزا) ماؤ کی بڑبڑاہٹ کو

انگریزی زبان میں ادا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ماؤ خود بھی انگریزی جانتا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ ترجمان اس کے الفاظ کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکی۔ اس نے اپنے سر کو سخت غصے میں جھٹکا اور اس سے نوٹ بک چھین کر چینی زبان میں اپنے الفاظ تحریر کیے۔ ترجمان نے ان الفاظ کو پڑھ کر بلند آواز میں انگریزی میں کہا: ''کیا صرف امن آپ کی آخری منزل ہے؟'' مجھے اس سوال کی توقع نہیں تھی۔ میں نے مختصر توقف کے بعد جواب دیا: ''ہمیں انصاف کے ساتھ امن کی تلاش کرنی چاہیے۔'' (20)

ماؤزے تنگ نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ نکسن کو جتلا دیا کہ کیا امن سے تمہاری مراد تمہارا اپنا من پسند امن ہے جو دنیا کی ایک استعماری طاقت کی حیثیت سے تم دُنیا پر مسلط کرنے کے آرزومند ہو؟ لیکن نکسن کا یہ جواب کہ ہم انصاف کے ساتھ امن کے خواہاں ہیں' بھی اس کے پہلے فقرہ کی طرح ہی مبہم تھا' کیونکہ انسانی تاریخ میں یہ کم ہی دیکھنے میں آیا ہے کہ طاقتور کا نظریۂ انصاف کمزور کے نظریۂ انصاف سے مطابقت رکھتا ہو۔ چنانچہ ماؤزے تنگ سے اپنی اس گفتگو کو تازہ کرنے کے فوراً بعد نظریۂ امن کی وضاحت کرتے ہوئے نکسن نے صاف صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ سرد جنگ کے زمانے میں ہمارا نظریہ امن کچھ اور تھا اور سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد ہمارا نظریۂ امن کچھ اور ہے۔ نکسن صاف صاف الفاظ میں لکھتا ہے:

''میرا وہ جواب سرد جنگ کے ضمن میں اکتفا کرتا ہے لیکن آج ریاست ہائے متحدہ کے لیے یہ ایک محدود منزلِ مقصود ہے۔ اس وقت ہماری منزلِ مقصود مشرق و مغرب کی کشمکش کو ختم کرنا تھا تاکہ ایٹمی جنگ سے بچا جائے اور ظلم و فساد پر انصاف اور آزادی کی بالادستی قائم کی جائے۔ آج کمیونزم سرد جنگ ہار چکا ہے اور مارکسزم لینن ازم کا سیاسی نظریہ قطعاً ناکام ہو چکا ہے۔ روس اور امریکہ کے درمیان ایٹمی جنگ کا خطرہ ٹل گیا ہے اور دنیا میں نہایت حقیقی معنوں میں انصاف کے ساتھ امن قائم ہو چکا ہے۔'' (21)

گویا حریف باقی نہ رہے یا زیردست کے درجے میں آجائے تو زبردست کے نزدیک امن اور انصاف کے تمام تقاضے پورے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اگر زبردست کو دنیا میں بالادستی حاصل ہو جائے تو اسے یہ حق بھی مل جاتا ہے کہ وہ دنیا میں اپنی مرضی کا امن اور انصاف قائم کرے۔ چنانچہ اب نکسن دُنیا میں عدل و انصاف کے مندرجہ ذیل تین اصول بیان کرتا ہے:

''ایک ایسی دنیا میں جس میں کوئی زبردست دشمن ہمارا مدمقابل نہیں رہا' ہم دنیا کے ہر معاملے کو اس کے موقع و محل کے مطابق پرکھیں گے۔ ہم دیکھیں گے کہ اس میں ہماری مداخلت ہماری اقدار سے مطابقت رکھتی ہے؟ کیا اس مداخلت سے ہمارے مفادات پورے ہوتے ہیں؟ اور جو فریق معاملے میں براہ راست ملوث

ہیں' کیا ان کے مفادات (ہماری مداخلت سے) پورے ہوں گے؟'' (22)

یعنی پہلا اصول اپنی اقدار کا تحفظ' دوسرا اصول اپنے مفادات کا تحفظ' اور تیسرا اور سب سے آخری اصول یہ ہے کہ معاملے میں براہِ راست ملوث ہونے والوں کے مفادات پورے کرنے کا خیال رکھا جائے۔ چنانچہ انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عراق اور کویت کی جنگ میں ''امن و انصاف'' قائم کرنے کے لیے دخل اندازی کا جواز پیش کرتے ہوئے نکسن لکھتا ہے:

> ''کسی بھی جنگ سے ہمارے اتنے اہم مفادات وابستہ نہیں ہوئے جتنے کہ خلیج کی جنگ سے وابستہ تھے۔ لیکن اس معاملے میں ہمارا تیل کے وسائل تک اپنی رسائی کو محفوظ رکھنے کا مقصد بھی ہمارے نظریاتی منتہائے مقصود سے پیوست تھا کیونکہ ہم نے جمہوری مقصد کے تحت کویت کی آزادی کی حفاظت کی۔'' (23)

لیکن کویت کی آزادی' جمہوری مقصد اور امن و انصاف کے نام پر جو انسانیت سوز ظلم و ستم عراق کے بے گناہ عوام پر ڈھایا گیا' ایسی بربریت کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ امریکہ ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر جاپان میں جو تباہی لایا تھا' اس سے ساڑھے سات گنا زیادہ تباہی عراق پر لائی گئی۔ امریکہ کے سابق اٹارنی جنرل ریمزے کلارک کا کہنا ہے کہ خود مسلمانوں کو بھی معلوم نہیں کہ ان پر کتنی تباہی اور بربادی نازل ہوئی اور عراقی مسلمانوں کے نقصان کی وسعت اور سنگینی سے گنتی کے جو چند لوگ واقف ہیں' وہ اس پر یقین کرنے کو تیار نہیں ہیں۔ اس موضوع پر لاس انجلز میں 16 اگست 1995ء کو اپنی تقریر کے دوران کلارک نے جو لرزہ خیز حقائق بیان کیے' ان میں سے ایک چھوٹا سا اقتباس ذیل میں پیش کیا جاتا ہے:

> ''بمباری کا مقصد انسانی آبادی کی لازمی بنیادی ضروریات کو تباہ کرنا تھا۔ پینٹاگون کے مطابق چوبیس دنوں کی جنگ کے دوران ایک لاکھ دس ہزار ہوائی حملے کیے گئے جن سے پانی کے بڑے بڑے ذخائر (ڈیم)' پانی صاف کرنے کے کارخانے' زمین سے پمپ کے ذریعے پانی نکالنے کے سٹیشن اور نہروں کو کنٹرول کرنے کا نظام تاراج ہو گئے۔ پہلے ہی چار دنوں کے اندر اندر پانی کی سپلائی کا کوئی ایک مرکز بھی سالم نہ بچا' ماسوائے چند کنوؤں کے جہاں لوگ ہاتھ سے پانی نکالتے تھے۔ جنگ شروع ہونے کے صرف تیس منٹ کے اندر اندر بجلی کا نوے فیصد نظام ناکارہ کر دیا گیا جس سے خوراک پیدا کرنے کے ذرائع تباہ و برباد ہو گئے۔ دو ماہ کے اندر نوے فیصد پولٹری' چار ماہ کے اندر ساٹھ فیصد دودھ اور گوشت مہیا کرنے والے جانور ہلاک کر دیئے گئے۔ اناج پیدا کرنے یا اناج درآمد کرنے کی اہلیت نہ رہی۔ اناج کا کوئی ذخیرہ بھی باقی نہ بچا۔ عراق اپنی خوراک کا چالیس فیصد درآمد کیا کرتا تھا اور ساٹھ فیصد خود پیدا کرتا تھا۔ شدید

بمباری کے نتیجے میں آئندہ چار سال میں خوراک کی پیداوار دو تہائی کم ہوگئی۔
صرف بیالیس دنوں کے دوران اٹھاسی ہزار ٹن گولہ بارود برسایا گیا جو ہیرو
شیما پر گرائے گئے ایٹم بم سے ساڑھے سات گنا زیادہ تباہی لایا۔ اس بمباری
کی وجہ سے عراق اپنی آبادی کی بنیادی ضروریاتِ زندگی (بھی) پوری کرنے
سے قاصر ہوگیا۔'' (24)

ریمزے کلارک کے بیان کے مطابق اس خلیجی جنگ کے دوران اور مابعد جنگ پانچ سال کے دوران پانچ لاکھ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ یونیسف کی رپورٹ کے مطابق پانچ سال سے کم عمر کے جو بچے ہلاک ہوئے ان کی تعداد ساڑھے تین لاکھ سے زائد تھی۔ جنگ کے بعد عراق کے خلاف لگائی گئی اقتصادی پابندیوں کے نتیجے میں بیماریوں کے علاج میں کام آنے والی دواؤں کی درآمد بھی بند تھی جس کی وجہ سے معمر، سن رسیدہ اور مزمن بیماریوں میں مبتلا لوگوں کی اموات میں بے حد اضافہ ہوا اور عالمی ادارۂ صحت کے اندازے کے مطابق عراق میں فی کس اوسط عمر میں بیس سال کی کمی رونما ہوئی۔ سنگدلی کی انتہا یہ ہے کہ عائد شدہ اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے وہ نئی پیدا ہونے والی نسل بھی برباد ہوگئی جس نے ابھی دنیا میں آنکھ بھی نہیں کھولی تھی۔ حاملہ عورتوں کو ناقص خوراک ملنے کی وجہ سے دو کلو سے کم وزن کے بچوں کی پیدائش میں پانچ گنا اضافہ ہوا۔ ایسے کم وزن بچے عمر بھر صحت مند زندگی کے قابل نہیں رہتے۔ اس بنا پر عالمی ادارۂ صحت کی رپورٹ میں یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ جنگ کے بعد پانچ سال کے دوران پیدا ہونے والی عراقی نسل ایک بیمار اور بونی (Stunted) نسل ہوگی۔ چنانچہ اس بے رحمی اور سفاکی اور گھناؤنے انسانیت سوز ظلم پر بیدار ضمیر ریمزے کلارک پکار اٹھتا ہے:

"That is crime against humanity of enormous magnitude."

یعنی (انسانیت کے خلاف یہ ایک بے حد و وسعت جرم ہے) (25)

لیکن نکسن کے نزدیک ''کویت کی آزادی کی حفاظت'' اور جمہوریت کی سربلندی' جیسے عظیم مقاصد کے لیے یہ سفاکانہ ظلم اور بربریت بالکل روا ہے۔ خلیجی جنگ کے دوران اور اس کے بعد امریکہ اور مغربی دنیا کے کئی جمہوری ممالک کے میڈیا صدام حسین کی ضد، ہٹ دھرمی اور آمرانہ طور طریقوں کو کوستے رہے۔ لیکن ایک آمر کو سزا دینے کے لیے پانچ لاکھ بے گناہ انسانوں اور ساڑھے تین لاکھ بچوں کا سفاکانہ قتل اور جو بچے ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے انہیں رحم مادر میں ہی ناکارہ کر دینے کا ظلم عظیم صرف مغربی ''جمہوری اخلاق'' (Democratic Ethics) میں ہی روا رکھا جاسکتا ہے۔ اور یہ ہے دنیا میں ''انصاف کے ساتھ امن قائم'' کرنے کی ''معصوم خواہش'' کی ایک جھلک جو نکسن جیسے ''صحیح الفکر'' انسان کے ضمیر میں ہلکی سی خلش پیدا یا اس کی آنکھ سے ایک آنسو بھی ٹپکا نہیں سکتی۔

ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ نکسن کو اس بات کا اعتراف ہے کہ جمہوریت کے اندر جو کچھ ہے وہ

مایوس کن ہے۔ اور یہ جمہوریت باہر کی دنیا کے سامنے ''انصاف کے ساتھ امن'' کا جو منظر پیش کر رہی ہے وہ دنیائے انسانیت کے لیے دہشت ناک اور ہولناک ہے' لیکن نکسن کے لیے مایوس کن نہیں بلکہ بزعم خویش وہ دنیا کو امن اور انصاف کی برکات سے مستفید کر رہے ہیں۔

شہرۂ آفاق مصنف ایلون ٹافلر' جس کی دانشوری کا اعتراف دنیا بھر کے حکمرانوں مثلاً ریگن' گورباچوف اور ژاؤ زیانگ نے کیا ہے' بڑی صاف گوئی سے کہتا ہے کہ دنیا کو آج جس تہذیب کا سامنا ہے وہ ہتھیاروں اور جنگ کی تہذیب ہے۔ پھر اس اعتبار سے وہ امریکہ کی غیر معمولی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے بڑے فخر سے لکھتا ہے:

''صدام نے بڑ ہانکی تھی کہ اتحادی ام المحارب (عراق کی جنگ) میں ریزہ ریزہ ہو کر پیوند خاک ہو جائیں گے۔ مغربی میڈیا کے پنڈتوں اور سیاست دانوں نے اس خیال کو خوب اچھالا اور اتحادیوں کے بہت زیادہ نقصانات کی پیش گوئیاں کیں۔ اور بعض لوگوں کا تو یہ اندازہ تھا کہ تیس ہزار آدمی قتل ہو جائیں گے اور بعض فوجی تجزیہ نگاروں نے بھی اس کی تصدیق کی۔ لیکن عملاً کیا ہوا' صرف تین سو چالیس (امریکی) اشخاص کام آئے' یعنی ان تخمینوں کا تقریباً سواں حصہ۔'' (26)

وہ مزید لکھتا ہے:

''جنرل پیرے گیلاؤس (Gen. Pierre Gallois) نے یہ بات قلم بند کی ہے کہ امریکہ نے خلیجی جنگ میں پچاس ہزار فوجی بھیجے اور بیس ہزار ان کی پشت پناہی کرنے اور ساز و سامان مہیا کرنے پر مامور کیے تھے لیکن عملاً صرف دو ہزار سپاہیوں نے جنگ جیت لی۔'' (27)

ایلون ٹافلر نے اپنی کتاب "War and Antiwar" میں عسکری اعتبار سے امریکہ کی عالمی برتری کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ امریکہ نے عراق میں دنیا کی پہلی ''انفارمیشن وار'' لڑی۔ اس نئی طرزِ جنگ نے دنیا کے تمام روائتی جنگی طور طریقوں کو متروک کر دیا ہے۔ عراق میں اس طریقۂ جنگ کے مظاہرہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ کمپیوٹروں میں استعمال ہونے والا سلیکون کا ایک اونس ایک ٹن یورانیم پر فوقیت رکھتا ہے۔ (28)

حیاتیاتی طریقۂ جنگ (Biological Warfare) میں امریکہ کی محیر العقول ترقی کا ذکر کرتے ہوئے ٹافلر لکھتا ہے کہ اس قسم کی جنگ لڑنے کے لیے ہتھیاروں میں امریکہ کی ترقی کا یہ عالم ہے کہ دشمن کی افواج کو چشم زدن میں ایسی ایسی خوفناک بیماریوں میں مبتلا کیا جا سکتا ہے کہ ان کے ہوش و حواس جواب دے جائیں۔ وہ اسہال کے مرض میں مبتلا ہو کر بالکل بے جان ہو کر رہ جائیں۔ صرف ایک کو زکام کی وبائی چھوت لگا کر پورے کے پورے شہروں کو صرف چند گھنٹوں کے اندر اندر وبائی لپیٹ

میں لایا جاسکتا ہے جس سے ان کے ہوش و حواس مختل ہو جائیں اور وہ بالکل لاچار ہو جائیں۔ بعض ماہرین کا یہ اندازہ ہے کہ امریکہ کے پاس ایٹمی اسلحہ کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ اس کے ذریعے پورے کرۂ ارض کو پینتیس مرتبہ مکمل طور پر تباہ کیا جاسکتا ہے۔ لیکن تمام تر عسکری برتری کے باوجود امریکہ میں جو خوف و ہراس پایا جاتا ہے' اس کا ایک عکس ایلون ٹافلر کی تحریر کے مندرجہ ذیل اقتباس میں دیکھئے:

''نپولین کی مثال' اگر کوئی اور مثال نہ بھی ہو' ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ طاقت و قوت کتنی ناپائیدار اور آنی جانی چیز ہے۔ 18 جون 1815ء کے روز' مشرق کی جانب آخری کناروں تک اپنی سلطنت کو وسعت دینے کے بعد تین سال سے بھی کم عرصے میں' واٹرلو کی لڑائی میں اس کی ساری طاقت اور قوت تباہ و برباد ہوگئی اور فرانس کی ''یک قطبی'' آن بان اور اس کی حیثیت بطور ''سپر پاور'' ایک مختصر سی جھلک دکھا کر غائب ہوگئی۔ کیا امریکہ کو بھی اسی قسم کی صورت حال پیش آسکتی ہے؟ کیا امریکہ کی یک قطبی شان و شوکت بھی تاریخ کی حدت میں سوختہ ہو کر ختم ہو جائے گی؟'' (29)

ایک طرف تو ایلون ٹافلر امریکہ کی عسکری برتری کا ایسا نقشہ کھینچتا ہے گویا ایسے تمام امکانات یکسر معدوم ہوگئے ہیں کہ دنیا کا کوئی ملک یا دنیا کی کوئی قوم امریکہ سے ٹکر لینے یا اس کے سامنے آنے کے بارے میں سوچنے کی بھی جرأت کر سکے اور دوسری طرف وہ اپنے دل میں جنگ سے اس قدر خوفزدہ ہے کہ اپنی کتاب "War and Antiwar" کا آغاز اور اختتام ٹراٹسکی کے اس جملے پر کرتا ہے:

''آپ چاہے جنگ میں دلچسپی نہ بھی رکھتے ہوں لیکن جنگ آپ میں ضرور دلچسپی رکھتی ہے۔''

یہی حال نکسن کا ہے۔ وہ ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد دُنیا میں حقیقی معنوں میں امن اور انصاف قائم ہو چکا ہے' لیکن دوسری طرف وہ امریکیوں کے خوف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''دوسری جنگ عظیم کے خاتمے نے امریکی عوام میں جذبۂ تفاخر' اختراع اور مقصدیت کی چنگاریوں کو بھڑکا کر ملک کو پچاس سال تک (ترقی و تعمیر کی راہ پر) رواں دواں رکھا۔ لیکن اس کے برعکس سرد جنگ کے خاتمے نے امریکیوں کو ذہنی الجھاؤ اور مستقبل کے بارے میں خوف و ہراس میں مبتلا کر دیا ہے۔'' (30)

سوال یہ ہے کہ دنیا کی واحد عالمی طاقت بن جانے کے بعد امریکہ آخر خوفزدہ کس بات سے ہے؟ نکسن اس صورت حال کا تجزیہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اس کا واحد سبب ''سرابِ آرزو'' ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''کمیونزم کو شکست دینے کا کام قومی توانائیوں کو چاٹ جانے والا مشن تھا۔ اس

کے پورے پورے معاوضے کی امیدیں قائم کرنا اور یہ توقعات وابستہ کرنا کہ کیمونزم کی شکست کے بعد حالات بہت بہتر اور امریکی آسودہ حال ہو جائیں گے جائز اور بجا تھا۔ لیکن جب امریکی عظیم امن قائم ہونے کے باوجود اس سے متوقع فوائد حاصل کرنے میں بری طرح ناکام رہے تو اس کے منطقی نتیجے کے طور پر اُن کے امیدوں بھرے سینے شق ہوگئے اور انہیں یہ احساس ہوا کہ عظیم امن تو "حقیقت ایک فریب عظیم ہے۔"(31)

[illegible]

بہت گہرے اور دیرپا اثرات کا ذکر کیا تھا۔ وہ دیگر تمام طریقہ ہائے حکومت کے معاملے میں جمہوری ریاستوں کے لیے مذہب کو بے حد اہم سمجھتا تھا کیونکہ مذہب ہی سے حسنات' مدنیت' اخلاقی ذمہ داریوں کا احساس' جزائے اُخروی کے لیے ضبطِ نفس اور دوسروں کی خیر خواہی جیسے اعلیٰ اوصاف جنم لیتے ہیں جن پر جمہوریت کا زیادہ تر انحصار ہوتا ہے۔ نیز مذہبی عقائد ہی انسان کی ''کاملیت بے پایاں'' کے اس غرور کا تدارک کر سکتے ہیں جس کی طرف جمہوریتیں خاص طور پر لڑھک جانے کا میلان رکھتی ہیں۔'' (34)

نکسن اس بات پر بہت زور دیتا ہے کہ حکومت لوگوں کے دلوں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتی لیکن مذہب کر سکتا ہے۔ اس لیے وہ مذہب کی اہمیت کو واضح کرنے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ الیکسی ڈی ٹو کوول کی بات ڈیڑھ سو سال پرانی بات ہے اس لیے شاید آج زیادہ قابل التفات نہ سمجھی جائے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک ہمعصر کا قول پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہے:

''امریکہ کی تجدید کے لیے ہمیں روحانی وسیلے سے کام لینا چاہیے۔ آج سے دو سال پہلے ہنری گرون والڈ نے کہا تھا کہ ہم مذہب کے اس نئے عہد کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں جب مذہب ہماری زندگیوں پر بہت زیادہ اثر انداز ہوگا۔ دُنیا کے تمام بڑے مذاہب' عیسائیت' یہودیت' اسلام اور بدھ مت نے روحانی اقدار پر زور دیا اور صدیوں تک انہیں متاثر کیے رکھا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کسی ایسی حقیقت پر ایمان رکھتا ہے جو اس سے عظیم تر ہو۔ دوستووسکی نے اپنی کتاب "The Possessed" میں سٹیفن ٹراموچ درخونسکی کے منہ سے یہ بات کہلوائی ہے کہ حیاتِ انسانی کا یہ ایک اہم تقاضا ہے کہ انسان کسی لامحدود ہستی کے سامنے سرنگوں رہنے کے قابل رہے۔ اگر انسانوں کو لامحدود ہستی (کے تصور) سے محروم کر دیا جائے تو وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں رہیں گے اور مایوسی سے مر جائیں گے۔'' (35)

چنانچہ نکسن نے اپنی زندگی میں اپنی قوم کو بار بار تاکید کی کہ اگر وہ سیاست کی اصلاح چاہتے ہیں تو مذہب کے ذریعے اپنی روحانی اصلاح پر توجہ دیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''پچیس سال پہلے میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا تھا کہ ہمیں جس روحانی بحران کا سامنا ہے اس سے نمٹنے کے لیے روحانی حل کی ضرورت ہے۔ یہ بات آج بھی اتنی ہی درست ہے جتنی کہ اُس وقت تھی۔'' (36)

اندرونی مسائل پر قابو پانے کے لیے جس روحانی اصلاح کی ضرورت ہے' وہ تو شاید مذہب کی طرف رجوع کرنے سے کسی حد تک حاصل ہو جائے لیکن عالمی امن کے لیے جس قسم کا انسانیت پرور

آفاقی اخلاق درکار ہے' وہ کہاں سے آئے گا؟ نکسن جیسا شخص' جس کے خیالات پر مذہب کی گہری چھاپ نظر آتی ہے' انسانی اعتبار سے اتنا بے درد ہے کہ اس کا ضمیر عراق کے لاکھوں بے گناہ شہریوں' عورتوں' بچوں اور معذور بوڑھوں کے سفاکانہ قتل پر ذرا سی خلش بھی محسوس نہیں کرتا!! بلکہ وہ کویت کی آزادی کا بہانہ بنا کر اور اسے اپنے جمہوری مقاصد کی پاسداری کا نام دے کر عراق میں ہر قسم کے ظلم و ستم اور انسانیت سوز بربریت کا جواز پیش کرتا ہے اور ضمیر کے کامل اطمینان سے بل سیفائر کا یہ مقولہ دہراتا ہے:

''امریکہ کبھی ایسے مقصد کا دفاع اپنی جانوں سے نہیں کرے گا جس کا دفاع وہ اپنے ضمیر سے نہیں کرسکتا۔'' (37)

کیا یہ ممکن ہے کہ انسانی ضمیر کسی غیر قوم کے لاکھوں بے گناہ انسانوں کے قتل کا دفاع پیش کرسکے؟ مگر نکسن نے ایسا کیا ہے اور بقول علامہ اقبال یہ ایک فساد زدہ خودی (Perverted ego) کی علامت ہے۔ ان کے خیال میں اس فساد کا آغاز یورپ میں لوتھر کی مذہبی اصلاح کی تحریک سے ہوا تھا جس میں عیسائیت کے آفاقی اخلاق کو قومی اخلاق نے بے دخل کردیا۔ (38) چنانچہ یورپ کی فساد زدہ خودیاں باہم دگر حریف جمہوریتوں کی شکل میں دولت مندوں کی خاطر ناداروں کا حق چھین کر اپنے تقاضے پورے کرتی رہیں۔ امریکہ ایک الگ تھلگ ملک ہونے کی حیثیت سے جمہوریت کے ان اثراتِ بد سے بچا ہوا تھا۔ نیز شروع شروع میں جن عظیم شخصیات نے امریکہ میں جمہوریت کی آبیاری کی اور اسے نشوونما دی' وہ انسانیت دوست لوگ تھے لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد جب عالمی سیاست میں امریکہ نے سرگرمی سے حصہ لینا شروع کردیا تو قوم پرستی انسان دوستی پر غالب آنے لگی اور امریکی قوم کی خودی بھی فساد زدہ ہوگئی' اور امریکہ میں اگرچہ مذہب سے بیزاری کا ابھی وہ رجحان پیدا نہیں ہوا جو یورپ میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا لیکن انسانیت پرور اخلاق پر قوم پرور اخلاق کو بالادستی مل جانے کی وجہ سے ایسے غیر انسانی مذہبی رویے پیدا ہوگئے ہیں کہ نکسن جیسے مذہب پرست انسان کا ضمیر بھی خلیجی جنگ میں ہونے والے انسانیت سوز مظالم کا دفاع پیش کرتا ہے۔

آج امریکہ میں جمہوریت کا سب سے بڑا چیمپئن ہے۔ لیکن اس جمہوریت نے امریکہ کو کیا دیا ہے؟ خود نکسن کے اپنے الفاظ میں ''اندر جو کچھ ہے مایوس کن ہے'' لیکن اسے چھوڑنا اس لیے ممکن نہیں کہ اس سے نکلنے کے بعد کہیں آزادی کا ''دروازہ بند نہ ہو جائے۔'' وہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ امریکی معاشرہ ڈرا ڈرا اور سہا سہا ہے اور امامت عالم کی ذمہ داریاں سنبھالنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔ آخر کیوں؟

امریکہ کو جان لینا چاہیے کہ دنیا میں قیامِ ''امن'' کے لیے جس نئے عالمی نظام کا خواب وہ دیکھ رہا ہے وہ محض فوجی طاقت کے بل بوتے پر قائم نہیں کیا جاسکتا' نہ ہی مختلف اقوام اور ممالک کو معاشی پابندیوں کی بیڑیوں میں جکڑ کر کوئی پائیدار امن یا مستحکم عالمی نظام قائم کیا جاسکتا ہے۔ مجرم ضمیری اور دلوں کا خوف و ہراس ان عظیم مقاصد کے حصول میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اور نکسن اور ایلون ٹافلر کی تحریریں اسی مایوسی کی آئینہ دار ہیں۔

شاید وہ وقت قریب آلگا ہے کہ عالمی مدبرین اسلام کی تہذیب آفریں' انسانیت پرور اور وحدت خیز قوت پر توجہ دیں۔ اور حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ عالمی مدبرین کی توجہ اس طرف مبذول ہو رہی ہے۔ نکسن اپنی کتاب "Seize the Moment" میں واضح طور پر مسلم تہذیب کی برتری کا قائل نظر آتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

> ''اگرچہ مسلم دنیا سیاسی ارتقاء میں مغرب سے پیچھے ہے (اس وقت دو مسلمان ملکوں میں جمہوری حکومتیں قائم ہیں) ہماری تہذیب ان کی تہذیب سے خلقی اور فطری اعتبار سے ہرگز برتر نہیں۔ کمیونزم کی اپیل کا مقابلہ کرنے میں مسلم دنیا مغربی اقوام سے زیادہ سخت جان اور قوی ثابت ہوئی۔ اور مغرب کی مادیت اور اخلاقی مداہنت (جنسی اباحیت) کو رد کرنے میں اس تہذیب نے جس استقامت کا ثبوت دیا وہ مسلمانوں کے حق میں جاتی ہے۔'' (39)

اسی طرح برطانوی شہزادہ چارلس (پرنس آف ویلز) کھلم کھلا اعتراف کرتا ہے کہ:

> ''اسلام ہمارے (یعنی اہل مغرب کے) ماضی اور حال کی تمام انسانی جدوجہد اور سرگرمیوں میں حصہ دار رہا ہے۔ اسی کی مدد کی بدولت ہم نے جدید یورپ تخلیق کیا۔ یہ ہماری اپنی وراثت کا ایک لازمی حصہ ہے' اس سے الگ چیز نہیں...... اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ یہ ہمیں آج کی دنیا کو سمجھنے اور اس میں زندگی بسر کرنے کے لیے ایک ایسے طریقہ کی تعلیم دے سکتا ہے جسے کھو کر عیسائیت افلاس زدہ اور پسماندہ ہو گئی ہے۔'' (40)

تمام مغربی ممالک آج لادینی جمہوریت کے جس عذاب میں مبتلا ہیں اس کے بارے میں علامہ اقبال نے اہل مغرب کو پون صدی پیشتر ہی متنبہ کر دیا تھا۔

زمن دہ اہل مغرب را پیامے
کہ جمہور است تیغ بے نیامے
چہ شمشیرے کہ جانہا می ستاند
تمیز مسلم و کافر نداند
نہ ماند در غلاف خود زمانے
برد جانے خود و جانے جہانے (۴۱)

(میری طرف سے اہل مغرب کو یہ پیغام دو کہ جمہوریت ایک ایسی تیغ بے نیام ہے جو ہر ایک کی جان نکال لیتی ہے' اسے مسلم و کافر کی تمیز نہیں۔ یہ کسی بھی وقت نیام میں نہیں رہتی' اپنی جان بھی گنواتی ہے اور دنیا جہان کی جان بھی۔)

می کند بند غلاماں پختہ تر
حریت می خواند اور را بے بصر
گرمیٔ ہنگامۂ جمہور دید
پردہ بر روئے ملوکیت کشید(۴۲)

(سیاسیاتِ حاضرہ یعنی جمہوری سیاست غلاموں کی زنجیروں کو اور بھی مضبوط بناتی ہے لیکن بے بصیرت لوگ اسے آزادی کا نام دیتے ہیں۔ حقیقت فقط اتنی ہے کہ لوگوں میں جمہوریت کا غلغلہ دیکھ کر ملوکیت پر پردہ ڈال دیا گیا ہے۔)

وائے بر دستورِ جمہورِ فرنگ
مردہ تر شد مردہ از صورِ فرنگ(۴۳)

(فرنگی جمہوریت پر افسوس کہ اس کی بانگ صور سے مردہ اور بھی زیادہ مردہ ہوگیا)

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر(۴۴)

....

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام
جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری(۴۵)

....

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی(۴۶)

مغربی مفکر اور دانشور لادینی جمہوری تہذیب سے مایوس ہو کر اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے اس کی پیش بینی کرتے ہوئے کہا تھا:

''آج کے مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مقام (اور اپنی حیثیت) کا احساس کرے اور اسلام کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں اپنی معاشرتی زندگی کی ازسرنو تعمیر کرے اور دنیا پر اسلامی مقصود کی جزوی تکمیل جو ظاہر ہوئی ہے اسے ترقی دے کر ''روحانی جمہوریت'' تک لے جائے جو اسلام کا منتہائے مقصود ہے۔'' (47)

کتابیات

(1) Ali Mazrui. *The American Journal of Islamic Social Sciences* (Vol.10, No.4) International Institute of Islamic Thought. Washington D.C, 1993.

(2) Alvin Toffler. *War and Antiwar*, Warner Books, A Division of Little Brown and Company, London. 1994.

(3) Prince of Wales. *The American Journal of Islamic Social* (Vol. 10. No.4) International Institute of Islamic Thought. Washington D.C. 1993.

(4) Muhammad Iqbal, *The Reconstruction of Religious Thought* in Islam, (Ed. Saeed Shaikh) Institute of Islamic Culture. Club Road, Lahore. 1984.

(5) Ramsey Clarke, *Impact International* (Vol 25, No. 9 Sept. 1995) News and Media, Seven Sisters Road, London N4 BL UK, 1995.

(6) Richard Nixon, Beyond Peace, Random House, New York, 1994.

(7) Richard Nixon, Seize the Moment, Simon and Schuster, Rockefeller Centre, 1230 Avenue, New York, 1992.

(8) محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (فارسی) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور 1973ء

(9) محمد اقبال، کلیاتِ اقبال (اردو) شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور 1973ء

حوالہ جات

(صفحہ نمبر سے پہلے کتابیات کی کتاب کا نمبر دیا گیا ہے)

1- 6 ص 220	2- 6 ص 219	3- 6 ص 219
4- 6 ص 213	5- 6 ص 213	6- 6 ص 218-217
7- 6 ص 229	8- 6 ص 229-228	9- 6 ص 229
10- 6 ص 235	11- 6 ص 224	12- 6 ص 224
13- 6 ص 224	14- 6 ص 221	15- 6 ص 231
16- 6 ص 232	17- 6 ص 232	18- 6 ص 249
19- 6 ص 512	20- 6 ص 4	21- 6 ص 37

22- 6 ص 39
23- 6 ص 37
24- 5 ص 17
25- 5 ص 17
26- 2 ص 80
27- 2 ص 96
28- 2 ص 86
29- 2 ص 238
30- 6 ص 243
31- 6 ص 243
32- 6 ص 243
33- 6 ص 245
34- 6 ص 47
35- 6 ص 237
36- 6 ص 174
37- 6 ص 38
38- 4 ص 129
39- 7 ص 230
40- 3 ص 40
41- 8 ص 560
42- 8 ص 831
43- 8 ص 660
44- 9 ص 660
45- 9 ص 261
46- 9 ص 32
47- 9 ص 124

محمد متین خالد

چھپتے چھپتے !!!

(Breaking News)

چرچ میں بچوں اور عورتوں کے ساتھ پادریوں کی جنسی زیادتیوں پر مشتمل یہ کتاب جب ترتیب دینے کا ارادہ کیا تو خیال تھا کہ بمشکل 100 یا 150 صفحات تیار ہوں گے مگر جوں جوں تحقیق کے در وا ہوتے گئے، میری حیرانگی کی حد نہ رہی کہ چرچ کی اکثریت جنسی بے اعتدالی کی دلدل میں بری طرح ڈوبی ہوئی ہے۔ اب جبکہ یہ کتاب شائع ہونے کے لیے پریس جارہی تھی کہ اخبارات و ٹیلی ویژن پر پادریوں کے بارے میں مزید ہنگامہ خیز خبریں نشر ہوئیں جن کا اس کتاب میں شائع ہونا بے حد ضروری تھا۔ لیجئے انہیں پڑھئے اور چرچ کی اخلاقی حالت کے بارے میں خود فیصلہ کیجئے!

کارڈینل جس نے 30 سال عیاشی کی

امریکی چرچ کے کارڈینل برنالڈلاء (Cardinal Barnard Law) نے آج (13 دسمبر 2002ء) اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ ان پر الزام تھا کہ انہوں نے عرصہ 30 سال تک مختلف چرچوں میں درجنوں بچوں کے ساتھ جنسی زیادتیاں کیں اور انہیں اپنی شیطانی ہوس کا نشانہ بنایا۔ کارڈینل کی ان غلط حرکات کی وجہ سے لوگوں کا چرچ پر اعتماد بری طرح مجروح ہوا۔ کیونکہ برنالڈلاء کا شمار پوپ پال کے خاص اور معتمد ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ کارڈینل کی شیطانی کرتوتوں کے سبب میڈیا اور پبلک انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ لوگوں کی ناراضگی کے سبب کارڈینل اب اپنے آفس میں زیادہ وقت گزارتے ہیں اور پبلک میں بہت کم آتے ہیں حالانکہ اس نے کئی دفعہ اپنی حرکات کی معافی مانگی اور کہا کہ وہ آہستہ آہستہ اپنے اخلاقی اور جنسی رویے میں تبدیلی لارہا ہے۔ حال ہی میں کارڈینل برنالڈ لاء ویٹی کن گیا اور پوپ پال سے مشورہ کے بعد اپنے عہدہ سے استعفیٰ دے دیا۔ اس موقع پر کارڈینل نے صحافیوں کے سامنے یہ کہہ کر آنے سے انکار کردیا کہ وہ ان کے سوالات کا سامنا نہیں کرسکتا۔ 16 دسمبر 2002ء کو بی بی سی ٹیلی ویژن کی ایک سنسنی خیز رپورٹ کے مطابق کارڈینل برنالڈلاء

کے بارے میں چرچ کے اعلیٰ سطحی اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ انہیں آئندہ چند سالوں میں ویٹی کن روم میں کسی سینئر پوسٹ پر تعینات کیا جائے گا۔

(www.bbc.co.uk,13and16 December,2002)

ہم جنس پرست آرچ بشپ

ڈاکٹر رووان ولیمز کو باقاعدہ آرچ بشپ آف کنٹربری مقرر کیا گیا ہے اس سلسلہ میں ایک عظیم الشان تقریب سینٹ پال کیتھڈرل لندن میں منعقد ہوئی۔ رووان ولیمز اپنے حلقوں میں بے حد لبرل اور روشن خیال مذہبی لیڈر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ رووان ولیمز نہ صرف خود ہم جنس پرست ہیں بلکہ وہ اس فعل کو انجیل کی رو سے برا عمل بھی نہیں سمجھتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ''ہم جنس پرستی انجیل کی تعلیمات سے متصادم نہیں'' وہ اپنے دوسرے ہم جنس پرست بشپ دوستوں کے ساتھ گہرے رابطے میں رہتے ہیں۔ بہت سے گروپ خیال کرتے ہیں کہ ان کے تقرر سے چرچ میں خوشگوار تبدیلیاں آئیں گی کیونکہ برطانیہ کے چرچ کو ایک نیا ماڈرن چہرہ ملا ہے۔

(www.bbc.co.uk,17 December,2002)

ہم جنس پرستی کا مغربی جواز

''انگلستان کے سرکاری کلیسا کے نئے آرچ بشپ نے کہا ہے کہ ''ہم جنس پرستی انجیل کی تعلیمات سے متصادم نہیں۔'' آرچ بشپ کا عہدہ سنبھالنے سے قبل بی بی سی سے انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ جب بھی جنس کی بات ہو' ہم انجیل کی تعلیمات کے ضمن میں انتہائی کم علمی کی بات کرتے ہیں اور ضروری نہیں کہ ہم جنس پرستی جسمانی لذت کے لیے ہو۔ یہ اپنے ساتھی سے اظہار تشکر بھی ہوسکتا ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ جب عیسائیت میں رہبانیت کو اچھا سمجھا جاتا تھا' مذہبی لوگ شادی نہیں کرتے تھے' بلکہ کئی کئی سال نہانے سے بھی گریز کرتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ ان کا حلیہ خراب و خستہ رہے۔ یہ دور گزر گیا' تو مغرب کی مادی تہذیب نے لوگوں کو زنا کی آزادی دی۔ اس کے بعد ہم جنس پرستی کو بھی قانونی طور پر تسلیم کر لیا گیا ہے' اب اس کا مذہبی جواز بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ اگر انجیل کی رو سے زنا جرم ہے' تو ہم جنس پرستی کیوں جرم نہیں؟

اصل میں عیسائیت کے رہنماؤں میں ابتدا سے ہی یہ رجحان رہا ہے کہ مذہب کو اپنی خواہشات کے مطابق بنایا جائے اور اس کے لیے کتاب مقدس میں جو تحریف ضروری ہو' وہ کر لی جائے یا نئی تشریح کر دی جائے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سود کو ناجائز قرار دیتے ہوئے کہا کہ تم اپنے بھائی سے سود نہ لینا۔ اس کی یہ تشریح کر دی گئی کہ چونکہ سب بنی اسرائیل آپس میں بھائی بھائی ہیں' اس لیے ان کے درمیان سودی لین دین نہیں ہونا چاہیے۔ بعد میں یہ سلسلہ بھی ختم ہو گیا اور یہودی دنیا کی سب سے بڑی اور ظالم سود خور قوم بن گئی۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عیسائیوں کو جو عدم تشدد کی

تعلیم دی تھی' اس کا حشر انہوں نے یہ کیا کہ آج انہوں نے دنیا میں ہر طرف ایسے تشدد کا بازار گرم کر دیا ہے' جس کی پچھلی انسانی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔"

(اداریہ روزنامہ انصاف 18 دسمبر 2002ء لاہور)

چرچ کنگال ہو جائیں گے

"امریکی ریاست کیلیفورنیا کے چرچ نے متنبہ کیا ہے کہ پادریوں کی مبینہ جنسی زیادتیوں کے خلاف ہرجانے کے لیے دعوؤں کو آسان بنانے والے نئے قانون کے باعث چرچ مالی بحران کا شکار ہو جائے گا۔ یہ نیا قانون یکم جنوری سے نافذ ہو رہا ہے اور اس سے ایسے افراد کو جن کا کہنا ہے کہ انہیں پادریوں نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا تھا' یہ حق حاصل ہو جائے گا کہ وہ چرچ کے خلاف ہرجانے کا دعویٰ کر سکیں۔ ایک ہزار چرچوں میں پڑھے جانے والے اس خطبہ نما خط میں کیلیفورنیا کے بشپ نے متنبہ کیا ہے کہ نئے قانون سے چرچ کے خلاف دعوؤں کا ایک سیلاب آ جائے گا اور چرچ کے مالی وسائل کو بہالے جائے گا۔ بشپ کا کہنا ہے کہ اس کے نتیجے میں چرچ وہ خدمات جاری نہیں رکھ سکے گا جو وہ غریبوں کی مدد کے لیے کرتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کے نتیجے میں چرچ کے تحت چلنے والے سکول اور خیراتی ادارے بند ہو جائیں گے۔ اتوار کو بوسٹن میں رومن کیتھولک چرچ کے کارڈینل برنالڈ لاء روم کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ ان پر دباؤ ہے کہ وہ پادریوں کی طرف سے ہونے والی جنسی زیادتیوں کے معاملات کے خلاف خاطر خواہ اقدام نہ کر سکنے کی بنا پر مستعفی ہو جائیں۔ بوسٹن چرچ کے خلاف ایسے چار سو مقدمات ہیں جن میں جنسی زیادتیوں کے الزامات لگاتے ہوئے ہرجانوں کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ اگر عدالتوں میں دعوے کرنے والے جیت گئے تو کہا جا رہا ہے کہ چرچ کنگال ہو جائے گا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور 10 دسمبر 2002ء)

ادائیگی کی جائے گی

پادریوں کی بچوں اور عورتوں کے ساتھ بڑھتی ہوئی جنسی زیادتیوں کے نتیجہ میں پوپ پال کی صدارت میں ویٹی کن روم میں ہونے والے ایک اعلیٰ سطحی اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ آئندہ ایسے تمام "متاثرین" کو چرچ کی طرف سے "جرمانہ" کی رقم کی مکمل ادائیگی کی جائے گی جن کے ساتھ چرچ کا کوئی بھی متعلقہ اہلکار زیادتی کا مرتکب ہوگا۔ مزید کہا گیا کہ ایسی ادائیگی بلاتاخیر کی جائے گی تاکہ چرچ کو بدنامی سے بچایا جا سکے۔

(www.bbc.co.uk,17 December,2002)

بلا تبصرہ

"ایک اندازے کے مطابق 50 فیصد پادری بچوں کے ساتھ بدفعلی میں ملوث سمجھے جاتے

ہیں۔ پادریوں نے جن بچوں کے ساتھ بدفعلی کی تھی' وہ آج جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ چکے ہیں' ان فادروں نے ان بچوں کا منہ بند کرنے کے لیے عدالت سے باہر انہیں بڑی بڑی رقمیں دے کر خاموش کیا مگر پھر بھی بہت سے مظلوموں نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانے کو ترجیح دی۔ اب تک جو رقوم مختلف ریاستوں میں تقسیم کی گئیں ان میں مالوا کی میں ساڑھے چار لاکھ ڈالر' سان تانی میں 25 ملین ڈالر' بوسٹن میں 31 ملین' 29 ملین' 11.96 ملین' 5.2 ملین اور 30 ملین ڈالر کی بڑی بڑی رقمیں ان لوگوں میں تقسیم کی گئی ہیں جو پادریوں کے ہاتھوں بدفعلی کا شکار ہوئے۔ آج ان مذہبی لیڈروں کی اکثریت معاشرے میں آزادی کے ساتھ گھوم رہی ہے اور ان پر کوئی انگلی اٹھانے والا نہیں۔ دولت کی مدد سے ان فادروں نے اپنے آپ کو جیل کی ہوا کھانے سے تو بچالیا لیکن چرچ کی انتظامیہ نے اس مالی بحران سے نکلنے کے لیے ہنگامی حالت میں چرچ کی چند عمارتوں کو فروخت کیا جس میں ان کا ٹی وی اسٹیشن بھی شامل ہے۔ فروخت ہونے والی عمارتوں میں گلف کانفرنس سینٹر 1 کروڑ 18 لاکھ ڈالر' بوسٹن' چرچ 13 کروڑ ڈالر' بوسٹن کیتھولک ٹی وی اسٹیشن 3 کروڑ ڈالر' ایلڈرچ مینشن 2 کروڑ 20 لاکھ ڈالر' شکاگو میں پادریوں کی رہائش کو 1 کروڑ ڈالر میں فروخت کرنا پڑا۔"

(انٹرنیٹ کی مشہور زمانہ ویب سائٹ www.findarticle.com سے اخذ کردہ)

- پوپ جان پال نے تنہائی میں ملاقات کے دوران امریکی صدر بش سے کیا درخواست کی؟
- عیسائیوں کے کون کون سے اعلیٰ مذہبی عہدیدار "ایڈز" میں مبتلا ہیں؟
- قتل، زنا، اسقاط حمل اور چوری کے گناہ گرجوں میں پادری کتنی ادائیگی پر معاف کر دیتے ہیں؟
- کون کون سے نامور پادری ہم جنس پرستی میں مبتلا ہیں؟
- شیطانی کرتوتوں اور جنسی سیاہ کاریوں کے باوجود پادریوں کے خلاف کارروائی کیوں نہیں ہوتی؟
- کون سے بڑے بشپ فنڈز کی خورد برد، طوائفوں کی سرپرستی اور منشیات کے دھندے میں ملوث ہیں؟
- کمسن بچوں کے ساتھ جنسی زیادتیوں کی گھناؤنی وارداتوں کے مرتکب پادریوں نے "متاثرین" کو کتنی رقم ادا کی؟
- کتنی راہبائیں (Nuns) اسقاط حمل کے نتیجے میں ہلاک ہوئیں؟
- انٹرنیٹ پر بچوں کی برہنہ تصاویر جاری کرنے کے پیچھے اصل محرکات کیا تھے؟
- کس کس پادری کے کتنے ناجائز بچے کہاں کہاں ہیں؟
- پوپ کا ناجائز بیٹا کس طرح اعلیٰ مذہبی عہدے تک پہنچا؟
- "ویلنٹائن ڈے" کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تہلکہ انگیز انکشافات... ہوش رُبا تفصیلات... پہلی بار منظرِ عام پر